تفسیر

احمد

د [illegible] تفسیر او ترجمه

Ketabton.com

امین الدین «سعیدی - سعید افغانی»

جزء - (30)

(c) ketabton.com: The Digital Library

فہرست مضامین اور موضوعات

30 ویں پارے کی سورتیں

شماره	نام سوره	سورتوں کی معانی اور مشتملات	صفحه
	سوره النّبأ	۔النّبأ ۔ قیامت کی خبر ۔ ۔سوره کی مضامین :یہ سوره قیامت کے ایک بڑے واقعہ کے بارے میں خبرہے، جو ایک سوال کی شکل میں پیش کی گئی ہے، اور آسمان اور زمین میں الله تعالی کی قدرت کا ذکر، نیکوکاروں کے لئے الہی نعمتیں اور بدکاروں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب کی بات کی گئی ہے۔	
1		۔وجه تسمیه	
2		۔سورة النبأ کا سوره مرسلات کے ساتھ ربط و مناسبت.	
3		۔سورة النبأ کی آیات ، الفاظ اور حروف کی.	
4		۔سورة النبأ کا سبب نزول .	
5		۔سورة النبأ کے مشتملات.	
7		۔سورت کا لفظی ترجمه.	
7		۔آیات مبارکہ (1 تا 30) زنده ہونے کی خبر کے بارے میں ہیں ، اس کے دلائل کے اثبات ، قیامت کے دن کی خصوصیات اور اس کی نشانیاں ، اور عذاب کی قسمیں زیر بحث آئی ہیں ۔	
8		۔ قرآن میں بادل کی بحث	
9		۔مبارک آیات (31) تا (40 میں سعادت مندوں کی حالت، الله کی عظمت اور رحمت، قیامت کا دن اورکافروں کو تنبیه کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔	
10		۔دوزخ والوں کا المناک عذاب	
11		۔چھ دن میں کائنات کی تخلیق	
	سوره النازعات	۔**النازعات** – جانیں سختی سے نکالنے والے فرشتے -- ۔النازعات کی مضامین :یہ سوره معاد سے متعلق مسائل پر مبنی ہے اوراس میں حضرت موسی اور فرعون کے واقعے کا ذکر بھی ہے، اور یہ کہ کوئی الله کے سوا روزِ قیامت کی تاریخ کو جاننے والا نہیں ہے۔	

(c) ketabton.com: The Digital Library

فہرست

1		ـ وجه تسميه.	
2		ـ سورة النازعات کا سورة النبأ کے ساتھ ربط ومناسبت	
3		ـ سورة النازعات کی آیات ، حروف اور الفاظ کی تعداد.	
4		ـ اسباب نزول ، آیت "12" کا سبب نزول.	
5		ـ اسباب نزول آیت 42 تا 44.	
6		ـ سوره النازعات کی تعریف	
7		ـ سوره النازعات کی ترجمہ اور تفسیر	
8		ـ آیات مبارکه "1 تا 14" الله تعالٰی کی مخلوقات پر پے در پے قسموں کے بارے میں آخرت میں زنده ہونے کے ثبوت کیلئے ہے، اسی طرح مشرکین کے احوال اور ان کے انکارکو رد کرنے پر بحث کی گئی ھی ـ	
9		ـ بابرکت آیات(15 تا 22) موسیٰ علیه السلام اور فرعون کے واقعے کا مختصر ذکر کیا گیا ہے:	
10		ـ ملک الموت کی ذمہ داری	
11		ـ پیغمبر صلی الله علیه وسلم کی رحلت.	
12		ـ ملک الموت کا تیزی سے عمل کرنا.	
13		ـ جنتیوں کی حالت.	
14		ـ دوزخیوں کی صورتحال.	
15		ـ قیامت کے دن کفار ومشرکین کے بچوں کی حالت.	
16		ـ قیامت کے دن دیوانوں کا حال.	
17		ـ قیامت میں چار آدمیوں کی حالت.	
	سوره عبس	عبس = تیوری چڑھائی اور منہ موڑا ـ سوره عبس کا موضوع :معاد کا مسئلہ، ایک شخص کا تذکره جس نے ایک نابینا کے ساتھ مناسب رویہ نہ رکھا، قرآن کریم کی قدر و قیمت اور اہمیت کو واضح کرنا۔	
1		ـ وجه تسمیه.	
2		ـ سوره عبس کا سوره النازعات کے ساتھ تعلق.	
3		ـسوره عبس کی آیات، لفظوں اور حروف کی تعداد.	
4		ـ سوره عَبَس کا سبب نزول.	
5		ـ صحابہ بننے کی شرائط.	
6		ـ سوره عبس کا عمومی خلاصه.	
7		ـ مبارک آیات (1 تا 10) اسلام جیسے مقدس دین میں مساوات اور برابری کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔	

(c) ketabton.com: The Digital Library

8		کسی یقینی کام کو ظنی کام کی وجه سے نهیں چھوڑا جاسکتاھے	
9		ـ آیات مبارکہ(11 تا 23)میں ان موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے، کہ (1) یہ قرآن ہدایت ہے، (2) خدا کی نعمتوں کی ناشکری، (3) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا۔	
10		ـ (آیات مبارکہ : 24 تا 42) میں: الہٰی نعمتیں جن کی انسانوں کو ضرورت اور احتیاج ہے، اور قیامت کے دن کا خوف اور ڈر زیر بحث آیا ہے۔	
11		ـ اس سوره کے مخاطب کون هے؟	
12		ـ انبیاء کا معصوم هونا	
13		ـ انبیاء علیهم السلام کن امور میں معصوم ہیں؟	
14		ـ هم لوگوں کے جنت میں جانے کے ذمه دار نهیں هیں!	
	سوره التکویر	التکویر = لپیٹنا. ـ سورة التکویر کا مضمون :قیامت کے مسئلے کا بیانیہ، اس دنیا کی بڑی تباہی کی یاد دلانا، قرآن کریم کی شان کی یاد دہانی۔	
1		ـ وجه تسمیه.	
2		ـ سورة التکویر کے نزول کا وقت.	
3		ـ مکی سورتوں کی بعض خصوصیات.	
4		ـ سوره تکویر کا سوره عَبَسَ سے ربط و مناسبت.	
5		ـ سورة التکویر کی آیات ، کلمات اور حروف کی تعداد.	
6		ـ سورت سے واقفیت.	
7		ـ سورة التکویرکی فضیلت.	
8		ـ اس سورت کی تلاوت کی فضیلت.	
9		ـ سورت کا خلاصه.	
10		ـ اس سورت کا سیاق.	
11		ـ سوره تکویر کے اخلاقی اور معاشرتی نکات.	
12		ـ سورة التکویر کا ترجمہ اور تفسیر.	
13		ـ آیات مبارکہ(1 تا 14) میں قیامت کے دن کے ابتدائی حالات، جمع ہونا، خوف اور ڈر اور ہولناکی اوردہشت کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔	
14		ـ بیٹیوں کی فضیلت.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

15		ـ بچیوں کو زندہ دفنانے کے بہانے .	
16		ـ زمانہ جاھلیت کی اصطلاح.	
17		ـ آیات مبارکہ(10 تا 29) قرآن کے نزول کا ثبوت، اور نبوت کا ثبوت کے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے-	
18		جانوروں کا حشر قیامت کے دن	
19		ـ قسم کے دلائل.	
20		ـ جبریلؑ کی صفات.	
21		ـ قضا و قدر.	
22		ـ جبرئیل امین قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں کے حامل.	
23		ـ دیگر فرشتے.	
	سورہ الا نفطار	ـ الانفطار =پھٹنا ـ سورہ الانفطار کا موضوع :یہ سورہ بھی قیامت کے مسائل پر مبنی ہے اور انسان کو اللہ تعالی کی نعمتوں اور فرشتوں کے مکمل اکرام و احترام سے آگاہ کرتی ہے، جو انسانوں کے اعمال کی نگرانی کی ذمہ داری رکھتے ہیں-.	
1		ـ وجہ تسمیه.	
2		ـ سورة الانفطار کا سورة المطففین اور سورة الانشقاق کے ساتھ تعلق اورمناسبت.	
3		ـ سورة الانفطار کی آیات کی تعداد ، الفاظ، اور حروف.	
4		ـ آیت "6" کا سبب نزول.	
5		ـ سورہ الانفطار کی فضیلت.	
6		ـ سورت کا تعارف.	
7		ـ با برکت آیت "1 تا 8" میں قیامت کی نشانیوں ، جزا وسزا، خدا کی نعمتوں سے انکار کرنے والوں کی مذمت کے بارے میں بحث ھے .	
8		ـ آیات مبارکه 9 " تا 19 " میں موضوعات : (۱) انکار قیامت، (۲) نامه اعمال کے کاتبین، (۳)نیک لوگوں کی جماعت، (۴) اور گنهگاروں کی جماعت کے بارے بحث کی گئی ھے -	
9		ـ کیا پیغمبروں کے ساتھ بھی کرا مًا کاتبین ھوتے ھیں ؟	
10		ـ فرشتے انسانو ں کا اراده اور نیت بھی لکھتے ھیں.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

فہرست

11		۔ قیامت کے دن کے بارے میں مختصر وضاحت.	
12		۔زمین ، سمندر اور پھاڑوں کی حالت.	
13		۔ آسمان اور ستاروں کی حالت.	
14		۔ صور پھونکنا.	
15		۔ قیامت کی صفات .	
16		۔ فرشتوں پر ایمان لانا واجب.	
17		۔ انسان کی زندگی میں فرشتوں پر ایمان کی نشانی اور اثرات.	
18		۔ فرشتوں کے اعمال اور شیطان کے اعمال میں کیا فرق ھے ؟	
19		۔ ملائک کا مذاق اڑانا.	
20		۔ وہ جگہیں جھاں فرشتے جاتے ھیں.	
21		۔ وہ جگہیں جھاں شیاطین جاتے ھیں.	
22		۔ بنی نوع انسان کے ساتھ شیطان کی دشمنی کی تاریخ.	
	سورہ مطفّفین	۔ المطففین= ناپ تول ۔ سورہ مطفّفین کا موضوع :اس سورہ میں کم فروشان کا ذکر ہے اور ان کو وعید سنائی گئی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ بدکاروں کا روز قیامت کا حال اور نیکوکاروں کے لئے الله کی عظیم نعمتوں کا بیان کیا گیا ہے۔	
1		۔ وجه تسمیہ.	
2		۔ سورہ المطففین کا سورہ الانفطار کے ساتھ ربط و مناسبت.	
3		۔ سورة المطففين کی آیات ،کلمات اور حروف کی تعداد.	
4		۔ سبب نزول	
5		۔ سورت کا مجموعی خلاصہ.	
6		۔ مختصر ترجمہ اور تفسیر.	
7		۔ آیات مبارکہ "1 تا 6 " ناپ تول میں کمی کرکے بیچنے والوں کی سرزنش اور تنبیہ کے بارے میں بحث کی گئی ہے.	
8		۔ قرآن کریم میں کمی کرکے بیچنے سے متعلق حکم.	
9		۔ عبادت میں تطفیف.	
10		۔ موت کے بعد کی زندگی پر یقین کا فقدان.	
11		۔ جنت والے کون ہیں اور دوزخ والے کون ہیں ؟	
12		۔ آیات مبارکہ "7 تا 17" میں کافروں کے اعمال نامے اور بد کاروں کے حالات کے بارے میں بحث کی گئی ہے .	

(c) ketabton.com: The Digital Library

13		ـ بابرکت آیات " 18 تا 28 " مؤمنوں کے اعمال نامہ اور ان کے انجام کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔	
14		ـ روحوں کی آرام گاہ اور منزل	
15		ـ بابرکت آیات (29 تا 36) کافروں کے ہنسی مذاق مؤمنوں کے ساتھ اور مسلمانوں کے مقابلہ بالمثل قیامت کے دن کے موضوع پر بحث کی گئی ہے ۔	
16		ـ کاروبار میں نبی کا طریقہ.	
	سورہ ألإنشقاق	ـ **ألإنشقاق= پھٹ جانا ،** ـ سورہ الانشقاق کا موضوع :اس سورہ میں عموماً قیامت کا مسئلہ ذکر ہے اور روز قیامت کے خوفناک واقعات بیان کیے گئے ہیں۔	
1		ـ وجہ تسمیہ.	
2		ـ سورۃالانشقاق کی آیات ، حروف اور الفاظ کی تعداد.	
3		ـ سورۃالانشقاق کا ربط و مناسبت ماقبل سورتوں سے.	
4		ـ سورۃ الانشقاق کا تعارف.	
5		ـ سورہ الانشقاق کی فضیلت.	
6		ـ مختصر ترجمہ اور تفسیر.	
7		ـ بابرکت آیات "1 تا 15 "میں خوف، دہشت، روزقیامت اور دو جگہوں کی طرف لوگوں کے جانے کے بارے میں بحث کی گئی ہے،اور اس کی تصویر کشی ، اور اس کی مثال دی گئی ہے، اسی طرح ان مصائب اور مشکلات پر بھی بحث ہے جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے،جس کا تصور ہی پریشان کُن ہے۔	
8		ـ مبارک آیات(16 سے 25)تک میں قیامت کے واقع ہونے اور یقینی ہونے کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔	
9		ـ بشارت.	
10		ـ قیامت اور اس کی علامات.	
11		ـ قیامت کے دن ضروری سوالات.	
12		1- کفر اور شرک.	
13		2- انہوں نے دنیا میں کیا کیا ہے؟	
14		3 وہ نعمتیں جن سے فائدہ حاصل کیا جاتا تھا .	
15		4- عہد اور میثاق	
16		5 ـ کان، آنکھ اور دل کی حالت	

(c) ketabton.com: The Digital Library

فہرست

	سورہ البروج	۔ **البروج** =برجوں کا تذکرہ ۔ سورہ البروج کا موضوع :اس سورہ میں اخدود کے لوگوں کا ذکر ہے، فرعون اور ثمود کا واقعہ، اورقاتل اور فسادی قوموں کا ذکر، قرآن کریم کی عظمت کا بیان اور اس کی اہمیت سے بحث کی گئی ہے۔	
1		۔ وجہ تسمیہ.	
2		۔ سورۃ البروج کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد:.	
3		۔ سورۃ البروج کا سورۃ الانشقاق سے ربط و مناسبت.	
4		۔ سورہ البروج کی فضیلت.	
5		۔ سورہ البروج کا نزول کا وقت.	
6		۔ سورۃ البروج کا سبب نزول: .	
7		۔ سورۂ بروج سے متعلق معلومات.	
8		۔ أصحاب أخدود.	
9		۔ اس واقعے کو بیان کرنے کا عمومی مقصد.	
10		۔ سورت کا لفظی ترجمہ و تفسیر.	
11		۔ آیات مبارکہ(1 تا 11) میں اصحاب اخدود اور جزاء و سزاء جیسے موضوعات سے متعلق بحث کی گئی ہے۔	
12		۔ لغات اور اصطلاحات کی تشریح.	
13		۔ آنے والی آیات مبارکہ(12 تا 22) میں اس کے بارے میں بحث کی گئی ہے کہ مکمل قدرت کاملہ اور اختیار اللہ کے پاس ہے۔	
14		۔ فرعون.	
15		۔ قرآن کریم کے لیے لفظ «مقدس» کا استعمال	
16		۔ لوح محفوظ.	
		۔ آدم علیہ السلام سے پیغمبر اسلام تک انبیاء کا تسلسل	
	سورہ الطارق	۔ الطارق = رات کو طلوع ہونے والا ستارہ ۔ سورہ طارق کا موضوع :معاد کی باتوں کی طرف اشارہ اور قرآن مجید کی اہمیت اور شان کی وضاحت۔	
1		۔ وجہ تسمیہ	
3		سورہ طارق کے نزول کا وقت.	
4		۔ سورہ الطارق کا سورۃ البروج سے تعلق اور مناسبت.	
5		۔ سورۃ الطارق کے الفاظ،حروف اور آیات کی تعداد.	
6		۔ سورۃ الطارق کا سبب نزول.	
7		۔ سورۃ الطارق سے متعلق معلومات.	
8		۔ سورت کے اہم ترین موضوعات.	
9		۔ سورۃ کی مختصر ترجمہ و تفسیر۔	

(c) ketabton.com: The Digital Library

10		ـ آیات مبارکہ (1 تا 17) میں فرشتے انسان کے نگران، انسانی تخلیق، رب تعالیٰ کا بنایا ہوا شاہکار، قرآن حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا، کافروں کو تھوڑی سی مہلت ایک معین وقت تک جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔	
11		ـ جنین میں مرد اور عورت کے انڈوں کا کردار.	
	سوره ألاعلي	ـ الاعلی = بلند ترین۔	
1		ـ وجه تسمیه .	
2		ـ سورة الاعلی کے الفاظ، حروف اور کلمات کی تعداد	
3		ـ سورة الاعلی کا سورة الطارق سے ربط ومناسبت.	
4		ـ سورة الاعلی کی فضیلت	
5		ـ سورة الاعلی کا سبب نزول	
6		ـ سورة الاعلی کا موضوع اور مندرجات :بلندی والے رب کی تسبیح اور پروردگار کے پیغام کی ادائیگی، فرمانبردار مومنین اور بے گناہوں کی خوشی، اور کافرین کی بد دیانتی اور رنج کی باتیں۔	
7		ـ سورت کا مختصر ترجمه	
8		ـ صحف ابراهیمی کے موضوعات اور مضامین	
9		ـ حضرت موسی کے صحیفوں کے موضوعات	
10		ـ آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم	
11		ـ آسمانی کتابوں پر ایمان واجب ہونے کی دلیل .	
12		ـ ضروری اور جاننے کے قابل نکات	
13		ـ آسمانی کتابوں کے احترام کا حکم .	
14		ـ تحریف شده کتابوں کے بارے میں اعتقاد	
	سُورَه الغاشيه	**ـ الغاشيه= ڈھانپنا** ـ سوره الغاشیه کا موضوع :معاد کی بات، توحید کی اہمیت، آسمان کی پیدائش، پہاڑوں اور زمین کی تخلیق، نبوت کی بات کی گئی ہے۔	
1		ـ وجه تسمیه.	
2		ـ سوره غاشیه کے بحث کا محور.	
3		ـ سورة الغاشیة کا سورة الاعلی سے ربط و مناسبت.	
4		ـ سورة الغاشیه کے الفاظ، آیات اور حروف کی تعداد.	
5		ـ سورة الغاشیه کا خلاصه.	
6		ـ سوره کا ترجمه اور تفسیر.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

7		بابرکت آیات "1 تا 7" میں قیامت اور جہنم میں لوگوں کی حالت کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔	
8		۔ ضریع کیا ہے ؟	
9		۔ بابرکت آیات 8 تا 28 میں ہمارا عظیم رب اپنی قدرت اور وحدانیت کے دلائل بیان کرتا ہے، اور وہ تنبیہ کرتا ہے کہ وہ بلند آسمان، وسیع زمین، اونٹوں کی حیرت انگیز تخلیق، پہاڑوں اور چیزوں کو دیکھیں اور اچھی طرح سوچیں اور خدا کی شان و عظمت کو یاد کریں۔	
10		۔ کیا جنت کی مروج زبان عربی ہے؟	
11		۔ کیا دن کی بے برکتی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے؟	
12		۔ معنوی نزدیکی.	
13		۔ حسی نزدیکی.	
14		۔ جنت میں پرندوں کی موجودگی.	
15		۔ خمر یا جنت کی شراب.	
16		۔ جنت میں شہوت اور جماع.	
17		۔ کیا عورتوں کے لیے بھی حوریں ہیں؟	
18		۔ جنتی غلمان.	
19		۔ دنیاوی عورتوں کا حوروں میں تبدیل ہونا.	
20		۔ جنت میں حوروں کا حجاب.	
	سورۂ الفجر	**۔ سورۃ الفجر**= سپیدہ ی صح ۔ سورہ الفجر کا موضوع :کافروں کو دھمکی دے کرکے، ان سے عذاب کا وعدہ، عاد ، ثمود اور فرعون جیسے لوگوں کا ذکر، انسان کی آزمائش اور معاد کی بات کی گئی ہے۔	
1		۔ وجہ تسمیہ.	
2		سورۃ الفجر کا خلاصہ.	
3		۔ سورۃ الفجر کی آیات، حروف اور تعداد.	
4		۔ سورۃ الفجر کا سورۃ الغاشیہ سے ربط و تعلق.	
5		۔ سورہ فجر کی فضیلت.	
6		۔ سورہ فجر کا سبب نزول.	
7		۔ سورہ فجر کا موضوع اور محور	
8		۔ سورہ کا ترجمہ اور تفسیر.	
9		۔ آیات مبارکہ(1 تا 16) میں کفر اختیار کرنے والوں کی جزا و سزا یقینی بتائی گئی ہے، اور ان میں سے بعض کو اسی دنیا میں جزا و سزا دی جائے گی اس کے بارے میں بھی بحث کی گئی ہے۔	

(c) ketabton.com: The Digital Library

فہرست

10		ـ والفجر کی تفسیر میں مفسرین کے نظریات و آراء	
11		ـ دس راتوں کے بارے میں مفسرین کے نظر یات.	
12		ـ رمضان کے آخری عشرے کے بارے میں علماء کی دو رائے.	
13		ـ قوم عاد.	
14		ـ حضرت صالح.	
15		ـ مغضوب زمین.	
16		ـ "سَوْطَ"کیا ہے؟	
17		ـ آیات مبارکہ 15 تا 30 میں آخرت کی طرف توجہ نہ کرنے پر انسان کی مذمت، حد سے زیادہ حرص، دنیا کی محبت اور دنیا کی پرستش کرنا، دنیاوی مال سے بے نیازی اور قیامت کے دن کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔	
18		ـ نفس مطمئنہ.	
19		ـ نفس مطمئنہ کی بعض خصوصیات.	
20		ـ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی قضا و قدر پر اطمینان.	
21		ـ عاجزی اور خوف خدا.	
22		ـ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنا.	
24		ـ انسانی روح کی اقسام.	
25		ـ نفس اور شیطان میں کیا فرق ہے؟	
	سورہ البلد	ـ البلد = شہر ـ سورہ البلد کا موضوع :انسان کی زندگی کی مشکلات، خدا کی بخششوں کی ناقدری، مومنین اور کافروں کا ذکر، ان کی قسمت کی بات کی گئی ہے۔	
1		ـ وجہ تسمیہ.	
2		ـ سورۃ البلد کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
3		ـ سورۃ البلد کا سورۃ الفجر سے ربط و مناسبت.	
4		ـ سورۃ "البلد" سے اخذ کردہ نکات.	
5		ـ سورت کا تفسیرو ترجمہ	
6		ـ مبارک آیات (1 تا 7) میں انسان کے مصائب و مشکلات کے ساتھ جڑے رہنے کی بات کی گئی ہے اور ساتھ ہی، طاقت اور دولت کے ذریعے اس کے بہکانے جائے جانےکے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔	
7		ـ آیات مبارکہ (٨ تا 20) میں آخرت کے لیے نجات کے راستے کے انتخاب اور اختیار کے بارے میں بات کی گئی ہے۔	
8		ـ دل کا اندھا ہونا	
9		ـ زیادہ نعمتوں کا مالک ہونا.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

10		۔صبر کی اہمیت اور مقام .	
11		۔صبر کا لغوی معنی.	
12		۔اصطلاح میں	
13		۔حساب و کتاب سے پہلے جنت میں جانا .	
14		۔لوگوں کے ساتھ صبر اور حوصلہ.	
	سورہ شّمس	۔شّمس =آفتاب	
1		۔سورہ الشمس کا موضوع :نفس کی تربیت، قلب کی پاکیزگی، قوم ثمود کا تذکرہ۔	
2		۔وجہ تسمیہ	
3		۔سورہ شمس کو اس نام سے مسمی کرنے کی وجہ.	
4		۔سورۃ الشمس کا سورۃ البلد سے ربط و مناسبت.	
5		۔سورہ شمس کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
6		۔سورہ شمس کا موضوع اور فضیلت.	
7		۔ترجمہ اور تفسیر	
8		۔حضرت صالح کی اونٹنی کا واقعہ.	
9		۔خدا کی عبادت کی دعوت .	
10		۔قرآن میں قسم .	
11		۔قرآنی قسموں کی اقسام.	
12		۔خدا کی قسم اور انسان کی قسم میں فرق .	
13		۔سورہ شمس کی قسموں کی گیارہ قسمیں اور تزکیہ نفس	
14		۔ عالم کو روشن کرنے والا سورج	
15		۔سورج کی روشنی کے اثرات اور راز	
16		۔ انسان کی روح کی قَسم	
17		۔ سعادت کیا ہے؟	
18		۔ انسان حقیقی سعادت تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟	
19		۔ غیر الله کی قسم کھانا.	
20		۔ عصر کی قسم کھانے کی حکمت.	
	سورہ اللیل	۔ اللیل=رات سورہ اللیل کا موضوع :انسان کو دو گروہوں میں تقسیم کرتی ہے :ایماندار جو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور بخیل جو خدا کی بخششوں کے منکر ہیں۔	
1		۔وجہ تسمیہ.	
2		۔سورۃ اللیل کا سورۃ الشمس سے ربط و مناسبت	
3		۔سورۃ اللیل کے الفاظ، آیات اور حروف کی تعداد.	
4		۔سورۃ اللیل کی آیات کا مکی اور مدنی ہونا .	
5		۔سورۃ الیل کا سبب نزول.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

فہرست

6		۔سورۃ الیل کی آیات مبارکہ کا موضوع.	
7		۔سورہ "لیل" کا تاریخی موضوع.	
8		۔ترجمہ اور تفسیر.	
9		۔آیات مبارکہ (۱ تا ۱۱) میں لوگوں کی جستجو اور مختلف کوشش جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔	
10		۔إنفاق.	
11		۔انفاق قرآن میں .	
12		۔انفاق میں اخلاص اور دکھلاوا.	
13		۔بخل.	
14		۔بخل کے مضر اثرات.	
15		۔اجنبی کے باغ کے پھل کا استعمال.	
	سورہ الضُّحَی	**۔ضُّحَی =** صبح کی روشنی ۔سورۃ ضحی کا مضمون :یہ سورہ حضرت محمد (ص) کو خوشخبری دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کبھی نہیں چھوڑا ہے اور پھر آپؐ سے بڑی عطا اور بخشش کا وعدہ دیتا ہے۔	
1		**۔وجہ** تسمیہ .	
2		۔سورۃ الضحی اور سورۃ الیل کے درمیان ربط و مناسبت.	
3		۔سورۃ الضحی کے الفاظ، حروف اور آیات کی تعداد.	
4		۔سورۃ الضحی کا سبب نزول.	
5		۔سورۃ الضحی کا خلاصہ.	
6		۔سورۃ الضحی کا ترجمہ اور تفسیر.	
7		۔اللہ تعالی کی نعمتون کا شکر ادا کرنا.	
8		۔شکر کیاھے ؟	
9		۔اسلام اور شکر .	
10		۔اللہ اور والدین کا شکر.	
11		۔دل کا شکر.	
12		۔زبان کا شکر ادا کرنا.	
13		۔عملی طور پر شکرکرنا.	
14		۔شکر ادا کرنے کی ترغیبت.	
15		۔کفران نعمت .	
16		۔وحی کیا ھے ؟	
17		۔وحی کی زبان.	
18		۔نزول وحی کے وقت پیغمبر اسلام کی حالت .	
19		۔وحی کےمختلف طریقے.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

20		۔ شھد کی مکھی کو وحی کی حکمت.	
	الشرح الانشراح	الشرح = گشادگی، وسعت سورة انشراح کا مضمون :اس سوره میں بھی پیغمبر صلی الله علیہ وسلم پر الله کی احسانات بیان کیے گئے ہیں۔	
1		۔ **وجہ** تسمیہ.	
2		۔ سورة «الشرح» کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
3		۔ سوره مبارکہ کا سبب نزول.	
4		۔ سورة «انشراح» کا تعارف.	
5		۔ سورة الشرح کا مختصر ترجمہ و تفسیر	
6		۔ اس سوره کی مبارک آیات میں الله تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی الله علیہ وسلم پر احسانات اور احکام کے بارے میں بحث ہے.	
7		۔ لغات کی تشریح.	
8		۔ اسلام میں صبر کی تلقین کا تصور.	
9		۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا» کا مفهوم.	
10		۔ حضرت محمد صلی الله علیہ وسلم کے شق صدر کا مقصد.	
11		۔ گناه کے اثرات.	
	سوره التِّينِ	۔ التِّينِ = انجیر ۔ سورة التین کا مضمون :یہ سوره انسان کی خوبصورت کی پیدائش، اس کے تکامل کے مراحل اور انحطاط کے عوامل پر بات کرتی ہے، اور الله کی حاکمیت کا ذکر کرتی ہے.	
1		۔ وجہ تسمیہ	
2		۔ «تین» اور «زیتون» کے بارے میں مفسرین کی روایات	
3		۔ کوه زیتا یا کوه زیتون.	
4		۔ سورة التین کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد	
5		۔ سورة التین اور سوره انشراح کے درمیان ربط و مناسبت	
6		۔ سورة التین کا سبب نزول	
7		۔ سوره تین کے نزول کا وقت	
8		۔ سوره تین میں زیر بحث موضوعات	
9		۔ ترجمه وتفسیر**سوره التین.**	
10		۔ ایمان اور علم صالح کا تعلق	
11		۔ ایمان اور عمل صالح کو جوڑنے کے اثرات اور فوائد	
12		۔ گناھوں کو مٹانا اور دور کرنا	

(c) ketabton.com: The Digital Library

فہرست

13		ـ سعادت اور نجات کا ذریعہ	
14		ـ محبت اور دوستی پیدا کرنا	
15		ـ سوره التین کا پیغام	
16		ـ پهل اور میوه جات کا ذکر قرآن کریم میں	
17		ـ جنت کے پهل اور باغات	
	سوره العَلَق، إقْرَا	العَلَق = خون کا لوتھڑا سورة علق کا مضمون : ا اس سورت کا نام "علق" رکهنے کی وجه اس کی دوسری آیت هے، اسی طرح اس سورت کو "اقرأ" اور "قلم " بهی کها جاتاهے، کیونکه الله تعالی نے اپنے فرمان.....	
1		ـ وجه تسمیه.	
2		ـ سوره علق کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
3		ـ سوره علق اور سوره تین میں ربط ومناسبت.	
4		ـ سوره علق کے مشتملات.	
5		ـ تاریخ اسلام میں وحی کا آغاز.	
6		ـ سورت کے عمومی اور بنیادی مقاصد.	
7		ـ سورت کا ترجمه.	
8		ـ آیات مبارکه "1 تا 5" تک انسانی تخلیق کی حکمت اور اسے لکهنا پڑهنا سکهانےجیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی هے .	
9		ـ قلم سکهانے کا پهلا اور سب سے اهم ذریعه هے.	
10		ـ قلم کی اقسام.	
11		ـ مبارک آیات "6 تا 19 " میں نافرمان، منحرف اور بے پرواه انسان کی بغاوتوں کے بارے میں بتایا گیاهے۔	
12		ـ ابوجهل کون هے.	
13		ـ اسلام میں قلم کی اهمیت.	
	سوره اَلْقَدْرِ	ـ القدر = قدرت، اہمیت، اندازه	
1		سورة القدر کا مضمون :یہ سوره قرآن مجید کی شب قدر میں نازل ہونے کی بات کرتی ہے اور پهر شب قدر کی اہمیت اور اس کی برکات اور اثرات کو یاد کرواتی ہے۔	
2		**ـ وجه تسمیه.**	
3		ـ سوره قدر کا موضوع.	
4		ـ سوره "القدر" کی آیات، الفاظ اورحروف کی تعداد.	
5		ـ سورة القدر اور سورة العلق کے درمیان ربط و مناسبت.	
6		ـ سور قدر کی فضیلت.	
7		ـ شب قدر کی فضیلت.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

8		ـ قرآن کے تدریجی نزول کی حکمت.	
9		ـ قرآن کے بتدریج نزول کا فلسفه.	
10		ـ سور ه قدر کا پیغام.	
11		ـ الفاظ اور اصطلاحات کی تشریح.	
12		ـ ألف شهر "کے بارے میں نوٹ 83 = :سال اور 4مہینے۔	
13		ـ مختصر انسانی زندگی کا مفهوم .	
14		ـ اس مهینے میں شیطان کے قید هونے کے بارے میں علماء کی آراء.	
15		ـ شب قدر اور قرآن کریم کا سبب نزول.	
16		ـ مبارک کا کیا مطلب هے؟	
17		ـ قدر کے معنی.	
18		ـ شب قدر کو پانے کی کوشش اور جستجو.	
19		ـ شب قدر کیوں متعین نهیں هوئی ؟	
20		ـ هرسال شب قدر کا اعاده .	
21		ـ شب قدر کی عبادت هزار مهینه سے بهتر هے!	
22		ـ شب قدر کی فضیلت اور برتری.	
23		ـ اس رات کی نمایاں نشانیاں اور علامات.	
24		ـ شب قدر میں قرآنی دعائیں.	
25		ـ فرشتے شب قدر میں کیوں اور کس کے لیے اترتے هیں.	
26		ـ وه اعمال جو شب قدر میں کرنے چاهیئں.	
27		ـ رمضان المبارک میں تمام مقدس کتابوں کا نزول.	
28		ـ فرشتوں کا نزول خاص لوگوں کے لیے هے.	
29		ـ کون سے انسان فرشتوں سے افضل هیں؟	
30		ـ کیا واقعی شیطان فرشتوں کا استاد تها؟	
31		ـ فرشتوں اور جنوں میں فرق.	
32		ـ ان فرشتوں کے نام جو عرش الٰهی کو اٹھانے کے ذمه دار هیں.	
33		ـ البته بعض فرشتوں کے نام کتاب وسنت میں آئے هیں مثلاً .	
34		ـ کیا فرشتے مجسم هیں؟	
35		ـ هرانسان کے ساتھ دوفرشتے هیں.	
	سوره البیّنه	الْبَيِّنَةُ =روشن دلیل یا واضح حجت سوره البینہ کا مواد :یہ سوره پیامبر اکرم صلی الله علیه وسلم کی عالمی دعوت کی طرف اشاره کرتی ہے اور اسلام مخالف اہل کتاب اور مشرکین کے مختلف روابط کی طرف اشاره کرتی ہے۔	

(c) ketabton.com: The Digital Library

1		ـ وجہ تسمیہ .	
2		ـ اس سورت کے تمام نام	
3		ـ سورة البينة كا سورة القدر سے ربط ومناسبت.	
4		ـ سورة البينه كے الفاظ ، آيات اور حروف كی تعداد.	
5		ـ سورة البينه كی فضيلت	
6		ـ سورة البينة كا سبب نزول	
7		ـ سورة البينه كے مشتملات .	
8		ـ سورت کا ترجمہ.	
9		ـ سورت کی تفسیر	
10		ـ خشیت کیاھے ؟	
11		ـ محبت اور خوف سے الله کی عبادت کرنا	
12		ـ كافر اور مشرک کے درمیان فرق.	
13		ـ کفر کی دوقسمیں ھیں	
14		ـ شرک بھی دوقسم کا ھوتا ھے.	
15		ـ نواقض اسلام کیا ہے؟	
16		ـ انسانی قوانین کو خدائی قوانین پرمقدم اور اس سے بهتر جاننا .	
17		ـ تكفير سے دوری کے بارے میں سلف کے چند اقوال	
18		ـ تكفير كے ضابطے ، يا قوانين	
19		ـ تكفير كی شروط اور موانع.	
20		ـ حکم تکفیر کے موانع	
	سوره الزلزلة	الزلزلة = زلزلہ یا لرزنا سوره الزلزلہ کا مواد :یہ سوره قیامت کے انتہائی خوفناک واقعات کا ذکر کرتی ہے۔ پھر زمین کی شہادت پر انسان کے اعمال کی بحث ہے اور لوگوں کو دو گروہوں" نیکوکار "اور" بدکار "میں تقسیم کیا جاتا ہے اور یہ کہ ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پائے گا۔	
1		ـ وجہ تسمیہ.	
2		ـ سورة الزلزال کا ربط و مناسبت سورة البينة كے ساتھ.	
3		ـ اس سورت کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
4		ـ سورة الزلزال کے نزول کا وقت .	
5		ـ سورت کا سبب نزول.	
6		ـ سوره زلزال کی فضیلت .	
7		ـ سوره زلزال کا پیغام.	
8		ـ سورة الزلزال کے مشتملات.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

9		۔سورۃ الزلزال کا ترجمہ اور تفسیر	
10		۔لفظ ذرّہ کے بارے میں علماء کی رائے .	
11		۔یوم حشر کو شیطان کا فریضہ.	
12		۔قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنے کا طریقه .	
13		۔ عرش الٰهی کے پناہ گزین.	
14		۔زلزلہ کو د فع کرنے کی خاطر نماز پڑھنا	
	العادیات العدیت	العادیات = تیزی سے حرکت کرنے والا یا مجاہدین سورہ العادیات کا مواد :یہ سورہ انسان کی مختلف صفات جیسے بخل اور دنیا پرستی کی طرف اشارہ کرتی ہے اور آخرت کا موضوع بھی واضح کرتی ہے۔	
1		۔وجہ تسمیہ.	
2		۔سورۃ العادیات کے نزو ل کا وقت.	
3		۔سورۃ العادیات کا ربط ومناسبت سورۃ الزلزال سے.	
4		۔ اس سورت کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
5		۔سورۃ العادیات کی تمهید.	
6		۔سوره مبارکه کا سبب نزول.	
7		۔سورۃ العادیات کے مشتملات.	
8		۔سورت کی مبارک آیات کی تقسیم.	
9		۔سورۃ العادیات کا ترجمہ اور تفسیر	
10		۔تشریح لغات و اصطلاحات.	
11		۔قرآن کی قسمیں.	
12		لفظ "لَشَهِيدٌ" کے بارے میں علماء کی رائے .	
13		۔اللہ تعالی سے ڈر اور خوف.	
	سوره القارعه	۔القارعۃ = کھڑکھڑانے والی سورہ القارعہ کا مواد : یہ سورہ عموماً قیامت اور خاص کر اس کی ابتدائیات کے بارے میں بات کرتی ہے اور عمل کرنےوالوں کے بہترین اجر اورگناہ گاروں کے عذاب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔	
1		۔وجہ تسمیہ.	
2		۔سورۃ القارعه کا مرکزی نکتہ.	
3		۔سورہ کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
4		۔سورۃ القارعه اور سورۃ العادیات کا ربط وتعلق.	
5		۔سورۃ القارعة کے مشتملات اور فضیلت .	
6		۔سورۃ القارعة کے پیغامات.	
7		۔سوره قارعه کی آیات مبارکه کی عمومی تقسیم.	
8		۔سورت کا ترجمہ.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

9		۔ سورہ القارعہ کی مبارک آیات میں :قیامت کا خوف، انسان کی نیکی اور بدی کا پیمانہ زیر بحث ہیں۔	
10		۔ قیامت اور اس کی نشانیاں.	
11		۔ علامات قیامت.	
12		۔ پهلی علامت : مهدی کا ظهور.	
13		۔ دوسری علامت: مسیح دجال کا ظهور.	
14		۔ تیسری علامت: عیسی علیه السلام کا نزول ، آسمان دنیا سے زمین پر.	
15		۔ چوتهی علامت اور نشانی : یأجوج و مأجوج کا ظاهرنا.	
16		۔ پانچویں نشانی : کعبه کا انهدام اور اس کے زیورات کا چوری هونا.	
17		۔ چهٹی علامت: دخان : یعنی دهواں.	
18		۔ ساتویں نشانی: قرآن کریم کے حروف کا زمین سے آسمان کی طرف اٹھ جانا .	
19		۔ آٹھویں علامت : سورج کا مغرب سے طلوع هونا.	
20		۔ نویں نشانی : زمین سے دابة الارض کا ظهور.	
21		۔ دسویں نشانی اور علامت: ایک بڑی آگ کا ظهور.	
22		۔ قیامت کی حتمی تاریخ پوشیده رکھنے کی حکمت .	
23		۔ قیامت کے واقع هونے کی پیشین گوئی.	
24		۔ قیامت اور شب و روز کی بے برکتی کی نشانی .	
	سُورَة التكاثر	۔ التکاثر = کثرت کی طلب اور فخر سوره التکاثر کا مواد :یہ سورہان لوگوں کی سرکشی کا تذکرہ کرتی ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ غیر حقیقی چیزوں پر فخر کرتے ہیں اور پھر سورت میں آخرت کا ذکر ہوتا ہے۔	
1		۔ وجه تسمیه :	
2		۔ سورة التکاثر کے سوره القارعہ سے ربط و مناست .	
3		۔ سورة التکاثر کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
4		۔ سورة التکاثر کے نزول کا وقت .	
5		۔ سوره تکاثر کا محور.	
6		۔ سوره تکاثر کی فضیلت .	
7		۔ سورت کے بارے میں مختصر وضاحت.	
8		۔ سورة تكاثر کا ترجمه اور تفسیر	
9		۔ اسلام میں فخر .	
10		۔ شیخی مارنا اور گھمنڈ کرنا	
11		۔ شیخی مارنے کا علاج	

(c) ketabton.com: The Digital Library

12		ـ علم الیقین کیا ھے؟ اور کن لوگو ں کے لیے مخصوص ھے؟	
13		ـ مسلمان بھائی پر مسلمان کے حقوق	
14		ـ سورۃ تکاثر کا پیغام.	
	سوره العصر	ـ العصر :وقت، بعد از ظهر، زمانہ	
1		ـ سورہ عصر کا مضمون :یہ سورہ اشارہ کرتی ہے کہ سوائۓ ایمان والوں کے، تمام انسان زیاں کاری اور نقصان میں ہیں۔	
2		ـ وجه تسمیه.	
3		ـ سورہ عصر کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
4		ـ سورہ عصر کی فضیلت.	
5		ـ سورہ عصر کے پیغامات.	
6		ـ اس سورت کے عمومی مضامین.	
7		ـ سورہ "عصر" کی تفسیر کا خلاصہ.	
8		ـ سورت کا ترجمہ.	
9		ـ عمل صالح کا قرآنی تصور.	
10		ـ خسران میں جنات بھی شامل ہیں.	
11		ـ جنت کا راستہ.	
12		ـ مدعیان نبوت.	
13		ـ صدر اسلام میں جھوٹے دعویدار ان نبوت.	
14		ـ مسیلمہ بن ثمامہ.	
	سُورَة الهُمَزه	ـ الهُمَزة = طعنہ دینے والا	
1		ـ سورہ همزه کا مضمون :یہ سورہ ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جو مال جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اورغریبوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان پر ہنستے ہیں اور ان کا مذاق اُڑاتے ہیں، پھر ان غرور انگیز دولت مندوں کی دردناک داستان بیان کی جاتی ہے۔	
2		ـ وجه تسمیه.	
3		ـ سوره الهُمَزه کا سورة (العصر) سے ربط ومناسبت	
4		ـ سوره "همزه" کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد	
5		ـ سوره هُمزه کا سبب نزول .	
6		ـ سوره همزه کی تمهید.	
7		ـ سوره هُمزه کے دروس اور عبرتیں.	
8		ـ سوره همزه کے مشتملات اور فضیلت.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

9		۔سورہ همزه کے اهم پیغامات.	
10		۔مشکل الفاظ اور اصطلاحات کی تشریح.	
11		۔سورت کا مختصر مفہوم.	
12		۔سورت کا ترجمہ	
13		۔کیا اسلام میں مال دولت جمع کرنا حرام ہے؟	
14		۔غیبت اور اس کا کفاره.	
15		۔چغل خوری.	
16		۔چغل خور کے متعلق همارا فرض کیا هے؟	
17		۔چغل خورسے متعلق هوشیار رهنا .	
	سوره الْفِيلِ	۔الْفِيلِ= ہاتھی	
1		سوره فیل کا مضمون :یہ سوره ایک مشہور تاریخی واقعہ کی طرف اشاره کرتی ہے جوپیغمبر اسلام جناب محمد صلی الله علیہ وسلم کی پیدائش کے دن ہوا، جب خدا نے مکہ کو کفار کی فوج کے بڑے حملے سے بچا لیا جو یمن سے ہاتھیوں پر بڑے فوج کے ساتھ آئی تھی-	
2		۔وجه تسمیه .	
3		۔سورت فیل کے نزول کا وقت.	
4		۔سورة الفیل کا سورة الهمزه سے رابطہ و مناسبت.	
5		۔سورة الفیل کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
6		۔ سورة الفیل کا مکمل موضوع.	
7		۔ سوره فیل دو حصوں پر مشتمل ہے.	
8		۔لغات اور اصطلاحات کی تشریح	
9		۔اصحاب فیل کا واقعہ (ہاتھی کی سواری)	
10		۔ابابیلوں کی آمد.	
11		۔سورت کا ترجمہ.	
12		۔فطری طریقے یا الله کی قدرت سے کنکریوں کا اثر.	
13		۔عام الفیل پیغمبر اسلام کی ولادت کا سال .	
14		۔عام الفیل میں نبیﷺ کی ولادت کے بارے میں روایات.	
15		۔پیغمبرﷺکی تاریخ وفات .	
16		۔کیا کعبہ بھی منہدم ہوگا.	
17		۔کیا آخری زمانے میں کعبہ منہدم ہوجائے گا؟	
18		۔فرشتوں کا کعبہ.	
19		۔سبق سیکھنا یا عبرت حاصل کرنا.	
20		۔اسلام کے سوا عربوں کی حیثیت ہی کیا ہے؟	

(c) ketabton.com: The Digital Library

فہرست

	سُورَة الْقُرَيش	ـ القریش : الفت دینا	
1		ـ سورہ قریش کا مضمون : یہ سورہ خدا کی ان رحمتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جو قریش کو دی گئی تھیں اور آخر میں انہیں اپنے رب کی شکر گزاری اور عبادت کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔	
2		ـ وجہ تسمیہ.	
3		ـ سورہ قریش کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
4		ـ سورہ قریش کا سورہ فیل سے ربطہ و مناسبت.	
5		ـ سورہ قریش کی تمہید.	
6		ـ سورہ قریش کے مشتملات.	
7		ـ سورہ قریش کی تلاوت کی فضیلت.	
8		ـ سورہ قریش کا سبب کا نزول	
		ـ تفسیر کا خلاصہ	
9		ـ لغات اور اصطلاحات کی تشریح.	
10		ـ سورہ قریش کی آیات کی تقسیم.	
11		ـ سورت کا ترجمہ.	
12		ـ قریش کا موسم سرما اور بہار کا سفر.	
13		ـ کعبہ کا رب.	
14		ـ قریش کے بارے میں مختصر معلومات.	
15		ـ قریش کے مشہور ترین بازار.	
16		سورہ قریش سے حاصل شدہ اسباق.	
	سورہ الماعون	ـ الماعون= ظرف غذا ، اوزار ، سامان.	
1		ـ ماعون سورہ کا موضوع :اس سورہ میں قیامت کے منکرین کی صفات اور اعمال کا ذکر کیا گیا ہے۔	
2		ـ وجہ تسمیہ.	
3		ـ سورہ ماعون کے دیگر نام	
4		ـ سورۃ الماعون کے نزول کا مقام	
5		ـ سورۃ الماعون کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد	
6		ـ سورۃ الماعون کا سورہ قریش سے ربطہ و مناسبت	
7		ـ سورۃ الماعون کا سبب نزول	
8		ـ سورہ ماعون کا عمومی مواد	
9		ـ لغات اور اصطلاحات کی تشریح	
10		ـ ترجمہ اور تفسیر.	
11		ـ مسکین اور فقیر	
12		ـ ریا کی چند اقسام	

(c) ketabton.com: The Digital Library

13		منافق اور ریا کار میں فرق:	
14		۔ سورۃ الماعون سے حاصل شدہ اسباق	
15		۔ اسلام میں نماز چھوڑنے والے کا حکم	
16		۔ ائمہ اہل السنۃ و الجماعۃ کے نزدیک نماز چھوڑنے والے کا حکم.	
17		۔ نماز ترک کرنے والے سے متعلق امام شافعی اور امام مالک کا حکم	
18		۔ شیخ عثیمین کا نماز چھوڑنے والے کے بارے میں حکم.	
19		۔ دوسرے گروہ کے متعلق احکام	
20		۔ امام ابو حنیفہؒ کا نماز چھوڑنے والے سے متعلق حکم.	
21		۔ امام احمد کا تارک نماز کے بارے میں حکم	
22		۔ نماز چھوڑنے والے کے بارے میں امام شعرانی کی نصیحت	
23		۔ شیخ حبیب ابن عبداللہ کا تارک الصلاۃ سے متعلق حکم .	
24		۔ نماز ترک کرنے والے کے بارے ابن قیمؒ کا حکم.	
25		۔ جابر بن عبداللہ کا نماز چھوڑنے والے کے بارے میں حکم.	
26		۔ امام بن تیمیہؒ کا نماز چھوڑنے والے کے بارے میں حکم.	
27		۔ شیخ ابن بازؒ کا نماز چھوڑنے والے کے بارے حکم.	
28		۔ شیخ محمد بن صالح العثیمین کا نماز چھوڑنے والے کے بارے میں حکم.	
29		۔ شیخ ناصر الدین البانی کا نماز چھوڑنے والے کے بارے میں حکم.	
30		۔ نماز چھوڑنے والے کے بارے میں عمومی نتیجہ	
	سورہ الکوثر	۔ **الکوثر =**بہترین نعمت	
1		۔ سورۃ الکوثر کا موضوع :اس سورہ میں اللہ تعالی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر کی بشارت دی، جو اللہ کی عظیم نعمتوں مین سےہے، اور آپؐ کے دشمنوں کو عذاب کی وعید سنائی۔	
2		۔ وجہ تسمیہ۔	
3		۔ سورۃ "کوثر"نام رکھنے کی وجوہات.	
4		۔ سورۃ الکوثر اور ماعون کے درمیان ربط و مناسبت.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

5		۔سورۃ الکوثر کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
6		۔سببِ نزول.	
7		۔سورہ کوثر کی تمہید.	
8		۔لغات اور اصطلاحات کی تشریح.	
9		۔کوثر عربی زبان میں.	
10		۔ترجمہ اور تفسیر.	
11		۔اس سورت میں دو غیبی خبریں ہیں	
12		۔آیت "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"سے معلوماتی اسبا ق	
13		۔سورۃ کوثر کی تفسیر انس بن مالک کی حدیث کے تناظر میں	
14		۔«ابتر » کون ہے ؟	
15		۔ سورۃ الکوثر کا پیغام.	
16		۔سورہ کوثر پڑھنے کا ثواب.	
17		۔حوض کوثر.	
18		۔حوض کوثر کا طول و عرض.	
19		۔حوض کوثر کے بارے میں مذکور احادیث.	
20		۔حوض کوثر پر کون لوگ آئیں گے اور کون اس سے روکے جائیں گے؟	
	سُورَة الْكَافِرُون	۔الْكَافِرُونَ = کافر ۔سورۃ الکافرون کا موضوع :اس سورہ مین کافروں کی درخواست پر اللہ تعالی نے سختی سے جواب دیا ہے، جنہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے خلاف سازش کرنے کی خواہش تھی لیکن پیغمبر نے ان کی درخواست کو سختی سے رد کیا۔	
1		۔وجہ تسمیہ.	
2		۔اس سورت کے دیگر نام.	
3		۔سورۃ الکٰفرون اور سورۃ الکوثر کے درمیان ربطہ.	
4		۔سورۃ الکٰفرون کے الفاظ، آیات اور حروف کی تعداد.	
5		۔سورۃ الکافرون کی فضیلت.	
6		سورت کا سببِ نزول.	
7		۔سورت کا خلاصہ.	
8		۔ترجمہ اور تفسیر.	
9		۔لغات اور اصطلاحات کی تشریح .	
10		۔عقیدہ کی بنیادی باتوں اور اصولوں میں سمجھوتہ کی کوئی جگہ نہیں ہے.	
11		۔ ایمان اور کفر کی اصطلاح.	
12		۔اسی طرح ایمان کی تعریف میں مزید اضافہ کرتے ہیں کہ	

(c) ketabton.com: The Digital Library

13		ـ کفر.	
14		ـ جزیرة العرب میں بت پرستی کے اسباب.	
15		ـ بتوں کی تنوع کی وجہ.	
16		ـ نتیجہ خیز اسباق کا خلاصہ.	
	سورہ النصر	ـ النصر = مدد	
1		ـ سورة النصر کا موضوع :اس سورہ میں خدا تعالی پیغامبر صلی الله علیہ وسلم کو عظیم فتح کی خوشخبری اور مدد کی بشارت دیتا ہے جس کے بعد لوگ خدا کے دین کی طرف راغب ہونے لگتے ہیں۔	
2		ـ وجہ تسمیہ	
3		ـ اس سورت کے دیگر نام.	
4		ـ سورة النصر کے نزول کا وقت.	
5		ـ سورة النصر کی آیات، الفاظ اور حروف.	
6		ـ سورة النصر اور کافرون کے درمیان ربط و مناسبت.	
7		ـ سورة النصر کے نزول کے اسباب.	
8		ـ سورة النصر کے عمومی موضوعات.	
9		ـ سورت کا موضوع.	
10		ـ لغات اور اصطلاحات کی تشریح .	
11		ـ ترجمہ اور تفسیر.	
	مَسَد (اللهب)	ـ اللھب-المسد = تبّت (ٹوٹ گئے)	
1		ـ سورة مسد کا موضوع :اس سورہ میں ایک مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں اسلام کے دشمنوں میں سے ابو لہب کا ذکر ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ اور اس کی بیوی جهنمی ہیں۔	
2		ـ وجہ تسمیہ.	
3		ـ سورہ مسد کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
4		ـ سورہ مسد کا سورة النصر سے ربطہ و مناسبت.	
5		ـ سورہ مسد کا موضوع.	
6		ـ سورہ مسد میں اہم ترین پیغام.	
7		ـ سورہ مسد سے واقفیت.	
8		ـ سورہ مسد کی فضیلت.	
9		ـ سورہ مسد کا شان نزول.	
10		ـ سورت کا ترجمہ.	
11		ـ سورت کی تفسیر.	
12		ـ کیا واقعی ابو لہب کے ہاتھ کاٹے گئے تھے؟.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

13		ـ کیا ابو لہب جہنمی ہے؟	
14		ـ قیامت اور ان سے سوالات و جوابات کا موضوع.	
15		ـ پیغمبر اسلام کی بیٹیوں کا ابو لہب کے بیٹوں سے نکاح.	
16		ـ ابو لہب کون ہے؟	
17		ـ سخت ہلاکت.	
18		ـ سورہ مسد سے حاصل شدہ عبرتیں اور اسباق.	
	سورہ الاخلاص	الاخلاص = خالص کرنا. ـ سورہ اخلاص کا مواد :یہ سورہ خدا کی توحید اور اس کی وحدانیت کی بات کرتی ہے-	
1		ـ وجہ تسمیہ.	
2		ـ سورہ اخلاص کے دیگر نام.	
3		ـ سورہ اخلاص کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
4		ـ سورہ اخلاص کا سورہ مسد کے ساتھ ربط و تعلق.	
5		ـ سورہ اخلاص کا خلاصہ.	
6		ـ سورہ اخلاص کا سبب نزول (شان نزول).	
7		ـ سورہ اخلاص کی فضیلت.	
8		ـ سورہ اخلاص کی فضیلت میں مذکور تمام احادیث.	
9		ـ معلوماتی ملاحظہ.	
10		ـ سورۃ الاخلاص کا تفسیر و ترجمہ.	
11		ـ "اللہ الصَّمد" کے بارے میں تمام مفسرین کی تفسیر.	
12		ـ سورۃ الاخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے.	
13		ـ سورہ اخلاص کی فضیلت کو سمجھنے کے لیے ایک اور سادہ سی مثال.	
14		ـ سورہ اخلاص سے علاج .	
15		ـ رقی کیا ہے؟.	
16		ـ اس کے شروط.	
17		ـ ممنوع رقیہ .	
18		ـ رقیہ سے علاج بہتر ہے یا ڈاکٹر کے پاس جانا.	
	سورہ الفلق	الْفَلَقِ = صبح	
1		ـ سورہ فلق کا مواد :یہ سورہ اللہ کی پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی طور پر اور مسلمانوں کو عموماً تعلیم دیتی ہے کہ برے لوگوں اور شیاطین سے بچنے کےلیے خدا کی پناہ میں آؤ-	
2		ـ وجہ تسمیہ.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

3		۔سورۃ الفلق کا سورۃ الاخلاص سے ربطہ.	
4		۔سورۃ الفلق کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
5		۔سورہ فلق کی آیات کی تقسیم.	
6		۔سورہ الفلق کی فضیلت.	
7		۔معوذتین کی فضیلت.	
8		۔معوذتین کا سبب نزول.	
9		۔سورہ فلق کا مرکزی محور اور مشتملات.	
10		۔سورۃ فلق کا ترجمہ وتفسیر.	
11		۔انسان رات کے اندھیرے سے کیوں ڈرتے ہیں؟	
12		۔خیر اور شر.	
13		۔حسد کی بیماری کا علاج.	
14		۔حسد کے خلاف جدوجہد.	
15		۔کیا واقعی پیغمبر ؐ اسلام پر جادو کیا گیا تھا؟	
16		۔جادو کی اقسام.	
17		۔سحر کی اقسام.	
18		۔جادوگر، نجومی اور کاہن کے پاس جانا.	
19		۔جادو اور ٹونے کا عمومی حکم	
20		۔ شریعت میں جادوگر کی سزا.	
21		۔چغل خوری.	
22		۔چغلی کی وجوہات.	
23		۔حسد اور بغض.	
24		۔چغل خور کا انجام قرآن کی نظر میں.	
25		۔ سورہ مبارکہ فلق سے حاصل شدہ اسباق.	
	سورہ الناس	۔الناس = لوگ	
1		۔ سورہ ناس کا مواد :یہ سورہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دیتی ہے کہ وہ ہر طرح کے بدکاروں کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگیں.	
2		۔وجہ تسمیہ.	
3		۔سورۃ الناس کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد.	
4		۔سورہ الناس کی آیات کی مجموعی تقسیم.	
5		۔سورۃ الناس کا عمومی خلاصہ.	
6		۔سورۃ الناس کا ترجمہ.	
7		۔سورۃ الناس کی تفسیر	
8		۔شیطان کو انسان پر مسلط کرنے کی وجہ.	
9		۔سورہ ناس میں خدا تعالٰی کی تین صفات.	
10		۔اس سورت میں قابل بحث موضوعات.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

11		۔ استغاثہ کی اقسام.	
12		۔ استغاثہ کی دو قسمیں ہیں.	
13		۔ الف: اسباب اور چیزوں میں استغاثہ۔	
14		۔ ب: اسباب اور وسائل سے اوپر مدد طلب کرنا .	
15		۔ استعاذہ (پناہ مانگنا)	
16		۔ مشرکین قریش کی پناہ مانگنے کی عادت.	
17		۔ انسان کے دودشمن، انس اور جن، اور ان کا مقابلہ کرنا.	
18		۔ شیطان کو "خناس" کیوں کہا گیا؟.	
19		۔ خناسوں کا گروہ.	
20		۔ شیطان اور انسان پر اس کا تسلط.	
21		۔ گمراہوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی.	
22		۔ فرعون کی توبہ کیوں قبول نہ ہوئی.	
23		۔ شیطان خبیث.	
24		۔ قرآن میں بعض شیطانی بری صفات.	
25		۔ شیطان سے نمٹنے میں قرآن کریم کی ہدایت و رہنمائی.	
26		۔ رب تعالی نے شیطان کووسوسے کی اجازت کیوں دی ؟	
27		۔ شیطان کے وسوسےکو دور کرنا.	
28		۔ شیطان کا مکر بہت کمزور ھے.	

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

الحمد لله والصلاۃ والسلام علی رسول الله، وعلی آله وصحبه ومن والاه. اما بعد:

تفسیر احمد کے ۳۰ ویں پارے کی تفسیر جو آپ کے ہاتھ میں ہے،الحمدالله ایک ایسی تفسیر ہے جس کا ترجمہ بہت محنت اور مشقت کے بعد افغانی دری زبان سے اردو زبان میں رواں اور سلیس انداز میں کیا گیا ہے۔

اس تفسیر کو دری زبان میں افغانستان اور بیرون افغانستان میں علماء اور طلباء میں ، خاص طور پر جامعات اور طلبہ کرام کے مراکز میں اور ائمہ مساجد اور علمی اداروں میں بڑے پیمانے پر پذیرائی ملی ہے، یہ تفسیر دو مرتبہ ترمیم و اضافے کے ساتھ شائع ہوچکی ہے،اور الحمدالله یہ سلسلہ جاری ہے،اسی طرح یہ تفسیر مکہ مکرمہ ،مدینہ منورہ اور قطر کے علمی مراکز میں اور جامع الازہر شریف کے علمی مرکز میں سرکاری طور پر رجسٹرڈ ہے اور علوم قرآنی کے مطالعہ کے پیاسے اس سے استفادہ کررہے ہیں، اور یہ تفسیر ۲۰۱۹ میں بیت المقدس کی زیارت کے دوران بیت المقدس کے کتب خانہ اور شہر الخلیل میں ابراھیم خلیل الله کے کتب خانہ میں ھدیہ کرکے رجسٹر کیا گیا جہاں لوگ اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔

بیت المقدس کے خطباء اور ائمہ میں سے ایک نے تجویز کیا کہ اس تفسیر سے مؤثر طریقے سے فائدہ اٹھانے کے لیے بہتر ہوگا کہ اس تفسیر کا ترجمہ کرکے اردو بولنے والے مسلمانوں کی بڑی تعداد کے استفادہ کے لیے پیش کیا جائے۔

لہذا اس سمت میں پوری احتیاط اور دیانتداری کے ساتھ اس کے اردو ترجمہ پر کام شروع کردیا گیا، اب اس تفسیر کے ۳۰ ویں پارے کا اردو زبان میں قابل اعتماد با عزت اور جید علماء کرام کے ذریعے ضروری احتیاطی تدابیر کے بعد ترجمہ کیا گیاہے،یہ اب شائع ہوکر آپ عزیز ان محترم کے لیے دستیاب ہے۔

ہم اس ترجمے میں تعاؤن کرنے والوں کے لیے نیک دعائیں کرتے ہیں اور بہت احترام کے ساتھ،ان کی عظیم کاوشوں کا شکریہ اداکرتے ہیں، اب آپ کے سامنے اس تفسیر کے خصوصیات کے بارے میں مختصر معلومات پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی یہ تفسیر" تفسیر احمد" ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے،اور ہر جلد میں اوسطا ۱۰۰۰ صفحات ہیں،جو افغانستا ن میں طبع ہوچکی ہے۔

"تفسیر احمد" کے ترجمے میں سورتوں میں موجود موضوعات کی تشریح و توضیح کے لیے بڑی محنت کی گئی ہے،جس میں یہ خیال رکھاگیاہےکہ صاف ،سادہ سلیس،روانی اور مستند زبان میں قرآنی آیات کی تفسیر قرآن سے اور صحیح احادیث نبوی ﷺ سے کی جائے،اور جہاں تک ممکن ہو فقہاء کی متضاد آراء سے دور ہو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

۱-اس تفسیر میں اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ماخذ اور حوالہ جات مستند ہوں،اور ضعیف،غریب اور غیر معتبر روایات اور احادیث سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے۔
۲-نیز تمام روایات کے ماخذ اور منابع علمی انداز میں واضح کیے گئے ہیں۔
۳-اس تفسیر میں ان مطالبات اور مسائل کی طرف زیادہ اہتمام اور توجہ دی گئی ہے کہ جو نوجوان نسل کے لیے ضروری اور ناگزیر ہیں، خاص طور پر اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں طلبہ علم کے لیے اور ایسے موضوعات پر زیادہ توجہ دی گئی ہے جو دور حاضر سے متعلق ہوں۔
۴-جدید دور میں نوجوانوں اور طلباء کے ماحول اور افکار کو جان کر ان نوجوانوں کے اذہان میں موجود سوالات کی فطری تفصیلات اور وضاحتیں دی گئی ہیں۔
۵-قرآنی آیات کے مفہوم کا بیان اور اس کے رہنماء پیغام کی وضاحت مذہبی تفصیلات اور فرقہ وارانہ رجحانات سے ہٹ کرکی گئی ہے،تعبیرات میں موجود مختلف مفاہیم کو ممکن حد تک واضح کیا گیا ہے۔
چنانچہ اس تفسیر کی تحریر میں آیات کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے یہ کوشش کی گئی ہے کہ آیات مبارکہ میں موجود لغات،مفردات اور آیات مبارکہ میں موجود مشکل الفاظ کو آسان اور قریب تر الفاظ میں پیش کیا جائے۔
٦-قارئین کو بہتر طور پر سمجھانے کے لیے،موضوع کے شروع میں سورتوں کی تفسیر اور مواد کا خلاصہ ، ترجمہ و تشریح شروع کرنے سے پہلے اس کی وضاحت کی گئی ہے۔
۷-آیات مبارکہ کی تفسیر میں ،آیت میں موجود موضوعات کا خلاصہ اور موضوعات کی وضاحت جامع انداز میں کی گئی ہے،جب کہ آیت مبارکہ کے پیغامات اور ان پیغامات کے مد نظر مسلمانوں کے فرائض کیا ہیں،اس پر پوری توجہ مرکوز کرکے اس کی تعریف کی گئی ہے،اس صورت میں سورتوں اور آیات میں مختلف موضوعات سے متعلق ضروری تدریسی مواد کی صورت میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔
۸-موضوعات کو پیش کرنے اور مندرجات کی وضاحت میں نادر غریب احادیث اور روایات کے ذکر سے حتی الامکان گریز کیا گیا ہے، اور میں نے ایسے معاملات میں کوشش کی ہے کہ آیت کی ظاہری شکل کی بنیاد پر ترجیحی رائے پیش کروں،اور ایسے موضوعات کو نہ چھیڑوں جو پڑھنے والے کے ذہن کو الجھادیں، اور ان کے سوالات لاینحل باقی رہ جائیں، ان مباحث میں وحی الہٰی کے نزول کی عظمت کو احادیث،منابع کتب اور مستند و معتبر روایات سے ثابت کیا گیا ہے اور دیگر اہم ماخذ بھی پوری امانت داری کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں،نیز تفسیر "احمد" کے لکھنے کے طریقے میں اہم اور عمومی موضوعات کے متن کے اندر ضروری ماخذ اور ماخذ کو اس تفسیر کے آخری حصے میں جمع کیا گیا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس تفسیر کو تحریر کرتے ہوئے آیات کی تعداد،الفاظ کی تعداد اور آیات مبارکہ کے حروف کی تعداد کو معتبر ذرائع سے بیان کرنے اورخلاصہ کرکے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۹-ہم نے سوچا کہ اس تفسیر میں مسائل کی وضاحت اور تشریح اہل سنت و جماعت کے نقطہ نظر سے کی جائے اور زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے کہ فرقہ وارانہ اور مسلکی اختلافات میں نہ پڑیں۔

آخر میں،میں محترم استاد حبیب المرسلین راسخ اور فضیلت الشیخ عبدالعظیم حسن زئی جنہوں نے اردو ترجمعے میں میری مدد کی،اور اسی طرح میں اپنے معزز اور دانشور بھائیوں جن میں دکتور صلاح الدین سعیدی"سعید افغانی" اور محترم انجنئر عتیق الله"یاسر"کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا،جنہوں نے اس تفسیر کو لکھنے اور مکمل کرنے میں علمی اور تعمیری خیالات اور مشورے دے کر مدد کی۔

اسی طرح ضروری ہے کہ اپنے بیٹوں اور نور چشم میں سے احمد سعیدی ، عزیز الدین سعیدی ،نجیب جان سعیدی،سید مسعود"پروانی" اور اپنے بھائی انجنئر رفیع الدین سعیدی،اور ڈاکٹر مصباح الدین سعیدی، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک حمزہ سعیدی،ہارون سعیدی، بی بی دیوہ سعیدی، بی بی جیدا سعیدی، اور بی بی نگینہ سعیدی،سومایہ سعیدی، جنہ سعیدی،سورہ سعیدی اور نورہ سعیدی،اور میرے بھائی شمس الدین شکوری اور قاضی نثار احمد مصلح کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے اس عمدہ تفسیر کی طباعت اور اشاعت میں ہماری مدد کی۔

میں الله تعالی سے دعاگوہوں کہ وہ ہم سب کو الله کے کلام کو سمجھنے، سمجھانے اس کی وضاحت اور تفسیر کرنے اور اسے دوسروں تک کی توفیق دے پہنچانے اور دین کی صحیح معرفت عطا فرمائے، ہمارے قول و فعل میں محبت اور اخلاص قائم کرے۔

اللهم صل علی محمد وآله وصحبه وسلم تسليما كثيرا.

آمین یارب العالمین

امین الدین «سعیدی - سعید افغانی»
مؤلف تفسیر «احمد»
ایمیل: saidafghani@hotmail.com

ادرس:
Aminuddin Saidi

Wittelsbacher Strasse 34

Bruhl 50321

Germany

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحیم

جزء – (30)

سورة النباء

یه سورت مکّه میں نازل هوئی ہے ، اور اس کی چالیس آیتیں هیں

قرآن عظیم الشان رب تعالی کی کتاب اور سب سے بڑا معجزه هے ۔

قرآن کریم وه کتاب هے جس کے نورانی صفحوں پر گرد وغبار کے دهول نهیں بیٹھ سکتی ، اور نه هی وقت گذرنے کے ساتھ پرانا اوربیکارا هوگا ، بلکه هرگذرتے وقت کے ساتھ اس کے علوم ومعارف واضح هوتےجائیں گے، قرآن کریم امت اسلامیه کے لیے ایک پخته قانون هے، اور اسی وجه سے پوری تاریخ میں دشمنوں نے طرح طرح کی شیطانی سازشوں سے امت اسلامیه کو اس کی حیات بخش تعلیمات سے همیشه محروم کرنے کی کوشش کی ہے ، اور انسانیت کوسُدهار نے والی اس کتاب سے انسان کو الگ تهلگ رکھنے کی سازش کی هے۔

لیکن ان کی سرتوڑ اور مسلسل کوششوں کے باوجود قرآن کریم تمام تر انقلابات اور تحریکوں اور باطل کے خلاف ڈٹ جانے کا سرچشمه رہا، اور اس کی نورانی آیات کی چمک نے وقت کے چمکادڑوں کے آنکھوں کو خیره کردیاهے۔

قرآن کریم کی روشنی همارے لیے امید کی کرن هے {اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَہۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ہِیَ اَقۡوَمُ} ترجمہ: یه قرآن وه راسته دکھا تاهے جو سب سے سیدھا هے ۔

قرآن کریم جتنی روشنی کوئی اور ذریعه نهیں دے سکتا، جس سے انسانی دل منور هوجائے، کوئ اور عمل قرآن کریم کی طرح انسانی اخلاق کو سُدهار نهیں سکتا، قرآن عظیم همیں صحیح اور صحت مند طرز زندگی سکھا تاهے، اور صحیح سیدھا راسته دکھاتاهے۔

محترم قارئین:

سب سے اہم مسئلہ قرآن کریم کے تیسویں پاره میں جس کی اکثر سورتیں تقریبا بالاتفاق مکی ہیں، وه قیامت کا مسئلہ ہے، اور قیامت کے دن انسانی حالات کی تشریح وتفصیل بیان ـکی گئ ہے، یہ اس لئے کہ انسان کی اصلاح کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ وه اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ حساب کتاب بهی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور ایسی عدالتیں بھی موجود ھیں جن کے قاضی اورجج پر کوئی چیز پوشیدہ نھیں ھے، ایسی عدالت ھے جھاں نه ظلم ہوگا اور نہ نا انصافی هوگی ، او ر نه ہی کسی غلطی کی گنجائش ھے ، نه وھاں کوئی سفارش اور رشوت کار آمد ھے، اور نه جهوٹ بولنا ممکن ھے اور نه ھی کسی بات سے انکار کرنا.

مطلب یہ کہ وھاں عذاب کی چنگل سے بھاگنے کا کوئی راسته نهیں ھے ، اس دنیا میں نجات کا راسته گناهوں کو چهوڑ نے میں ھے.

ایسی عدالت کی وجود پر ایمان لانا انسان کو ہلا کر رکھ دیتا ہے ، اور سوئی ہوئی روحوں کو جگادیتا ہے ، یہ انسانوں میں تقوی و عزم اور احساس ذمہ داری کو زنده کر دیتا ہے، اور اسے اپنے منصب کی پہچان اور اس کی اہمیت کا احساس دلاتاہے.

کسی ملک اور معاشرے میں بگاڑپیدا ہونے کے بنیادی اسباب دوہی ہوسکتے ہیں:

1 - پولیس اور دیگر اداروں کی کمزوری .
2 - یاعدلیه کی کمزوری.

اگرنگرانی کرنے والے یعنی: پولیس وغیره ذمه داران هوشیار وتیزنظرهوں که لوگوں کی درست نگرانی کریں، اور مجرموں کے جرائم کی چھان بین کریں، اسی طرح عدلیہ بھی اپنے فرائض بخوبی انجام دے که کوئی جرم اور مجرم بغیر سزا کے نه رھے، ایسے ماحول میں بدعنوانی ، سرکشی جرائم اور بغاوتیں کم سے کم هوجائیگی.

جب مادی زندگی اپنے محافظوں اور عدالتوں کی زیرنگرانی ایسی هو، اور پهر وهاں انسان کا کردار اور عمل صحیح راه پرآجاتاہے ، تو اگر ایسی ذات کے وجود پر ایمان لانا جومبدی ہے، یعنی جس نے پیدا کیاہے اور جوهرجگه اس کے ساتھ ھے (لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ) ذره بهر کے اندازے سے کوئی بھی چیز اس کے علم سے مخفی نهیں ھے، (سوره سبأ- 3).

اور جومعادی ہے: یعنی آخرت میں دوباره زنده کرنے والا، اس کےوجود پر ایمان که جهاں اعمال کے بارے میں فرمایا: (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝) ترجمه:

جس نے ذره بهر نیکی کی هوگی وه اسے دیکھ لے گا (وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا

يَرَهُ ۝) ترجمه: اور جس نے ذره بھر بُرائی کی هوگی وه اسے دیکھ لے گا(سوره

(c) ketabton.com: The Digital Library

زلزال : 7-8)-

الله کی ان دونوں صفات پر ایمان انسان کو ھرقسم کے گناہ سے اسی طرح روکتاھے جس طرح مستعد پولیس اور عدلیه کا خوف انسان کوجرائم سے روکتاھے ، جبکه الله کی نگرانی تو دنیا کے ادارون کی بنسبت اور بھی بهت اعلی ھے -

کہ جہاں اچھے اور برے اعمال ایک لمحے کے لیے بھی نہیں بھلائے جائیں گے، بلکه اس کے سامنے انہیں پیش کیاجائیگا، الله تعالی پر اس طرح کا ایمان انسان کو ایسا متقی اور متدین بنادیتاھے که زندگی بھر اسے خیر وبھلائی کے راستے پرچلاتاہے -

تیسویں پاره میں دوسرا محور جوکه واقعتا قابل غور وفکرھے وہ ہے اپنے پیغمبرکی تائیدونصرت، جیسا که اس مضبوط وفیصله کن تائید ونصرت کو آپ سوره ضحی ، سوره انشراح اور سوره کوثر سوره علق اور دیگر بے شمارسورتوں میں دیکھیں گے، هم دیکھتے هیں کہ الله تعالی اس سورت (والضحی) میں اپنے نبی کی مدد ونصرت کا اعلان فرماتے هیں، که هرگز اپنے نبی کو تنہا نهیں چھوڑا-

دوسرا زیر بحث مسئله تیسویں پاره میں جو قابل ذکرھے، مشرکوں ، کافروں اور جھوٹوں کے خلاف رب تعالی کی قدرت وطاقت کا تذکره ہے اور یہ کہ وہ لوگ اپنی منزل تک کبھی نهیں پهنچ سکیں گے، هم جانتے هیں که پیغمبرصلی الله علیه وسلم مکّه میں بظاهر ضعف کی حالت میں تھے، لیکن ان مکّی سورتوں میں خدا تبارک وتعالی کافروں اور مشرکوں کو هرقسم کی تنبیہات اور ڈانٹ ڈپٹ دیتا اور انہیں ڈراتاھے، ان تنبیهات اور دهمکیوں کی ایک جھلک هم سوره همزه میں دیکھتے هیں (وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝١) اور سوره مطففین میں دیکھیں: وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۝١ (ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی هے) نیز سوره لهب میں (تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١) (ابولهب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وه ہلاک ہو) یاسوره علق میں دیکھتے هیں که رب تعالی تنبیه فرماتے هیں: كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ۬ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝١٥ (ترجمه: دیکھواگر وه باز نه آئے گا ، تو هم (اس کے) پیشانی کی بال پکڑکر گھسیٹیں گے) نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝١٦ (ترجمه: یعنی اس جھوٹے خطا کار

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی پیشانی کے بال) .

لهذا یه سورتیں نبی صلی الله علیه وسلم اور مؤمنین کے ذهنی اور روحانی تقویت کاسبب سے اهم ذریعه هیں، مکّه کے اس سخت ماحول میں یه مؤمنین کے لیے امن اور روحانی تقویت کا باعث بن گئیں، جو که همه وقت هرزمان ومکان میں ان آیات اور سورتوں کے تلاوت میں مشغول رهتے .

لهذا تیسویں پاره کی سورتوں کا مقصد بھی توحید اور قیامت کے مراحل کے بارے میں یقین کو مضبوط کرناهے، اور روحانی ومعنوی بنیاد کی رُو سے انسان کے تعلق کو خدا کے ساتھ تقویت پهنچانے میں یہ سورتیں نهایت مفید ومؤثر هیں۔

هم امید رکھتے هیں که ان سورتوں کی تفسیر وترجمه جوعلمی وتحقیقاتی مقالوں کی شکل میں تفسیر احمد کے عنوان کے تحت تیسویں پاره کی تفسیر مرتب کرکے آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، یہ تفسیر ان شا ءالله آپ کو ایک بهترین موقع مهیا کرے گی که آپ معزز ومحترم حضرات ان قرآنی معلومات سے مستفید هوسکیں۔

الله تعالی سے دعاهے کہ (رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝٨) ترجمه: اے پروردگار جب تونے همیں هدایت بخشی هے تو اس کے بعد همارے دلوں میں کجی نه پیدا کردیجیو اور همیں اپنے هاں سے نعمت عطا فرما تو تو بڑا عطا فرمانے والاهے (آل عمران: 8)۔

سوره نبا کے بارے میں مختصر معلومات

سورۃ النبا قرآن کریم کے تیسویں پاره کا آغازهے ، یه مکی سورتوں میں سے ہے جس کے دو رکوع اور چالیس آیتیں هیں۔

ایک سو چوهتر (۱۷۴) الفاظ هیں ، آٹھ سو ایک حرف هیں ، اور تین سوتریسٹھ نقطے هیں،

اس سورت کا نام دوسری آیت میں دی گئ تعبیر وتشریح کی وجه سے هے۔

اس سورت کو ، پهلی آیت کی مناسبت سے "سوره عمّ" بھی کها جاتاهے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسباب نزول

عالم اسلام کے مشهور ومعروف مفسّرومؤرخ محمد بن جریر طبری اور مسلمانون کے معروف محدث ابن أبی حاتم حسن سے روایت کرتے هیں کہ: پیارے نبی کریم صلی الله علیه وسلم جب رسالت کے ساتھ مبعوث هوئے اورمکه والوں کو رب تعالی کی وحدانیت کی طرف دعوت دینے لگے، اور مرنے کے بعد دوباره زنده هوکر اٹھنے کے بارے میں بتایا، اور ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرنا شروع کی تو کفار مکه ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔

محمد کو کیا هوگیاهے ؟ وه کیا چیز اپنے ساتھ لایاهے ؟ پھر رب نے یه آیت نازل فرمائی، (عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ۝١ (ترجمه: (کفار) کس چیزکے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھتے هیں؟) عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ۝٢)(ترجمه: ایک عظیم واقعه اورحادثه کے بارے میں سوال کرتے هیں) اور ان کے سوالات کا جواب دے دیا۔

وجه تسمیه:

اس سورت کا نام "عمّ" اور " نبأ" هے، الله تبارک وتعالی کے اس فرمان کے مطابق که (عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ۝١عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ۝٢) اس سے مراد قیامت کی خبرهے ، جس سے اس سورت کا آغازکیاگیاهے ۔

اس سورت کی مشتملات

اس سورت کے مشتملات کا ذیل میں دئیے گئے چند نکات میں خلاصه بیان کیا جا سکتاهے:

1 - وه سوال جو سوره کے آغاز میں قیامت کے عظیم واقعه کے بارے میں بیان کیا گیاهے۔
2 - پھر زمین وآسمان اور انسانی زندگی میں خدا کی قدرت کے مظاهر کووقوع قیامت اور حشرکے لیے بطور دلیل پیش کرنا ۔
3 - دوسرے مرحلے میں قیامت کے آغاز کی بعض اور نشانیوں کو بیان کیاگیاهے۔
4 - دوسرے حصے میں سرکشوں اور باغیوں کے دردناک عذاب کے کچھ حالات کو بیان کیاگیاہے ۔
5 - اس کے بعد جنت کی کچھ نعمتوں اور فوائد کی تشریح بیان کی گئی هے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

6 - آخر میں قریب الوقوع عذاب سے ڈرانا اور پھر کافروں کے عبرت ناک انجام کے بیان کے ساتھ سورت کا اختتام ہوتاھے۔

مختصر ترجمه وتفسیر سورة النبا

بسم الله الرحمن الرحیم	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جو بڑا مهربان نهایت رحم کرنے والاھے
عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝١	(کفار) کس چیزکے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھتے ھیں؟ (١)

عَمَّ دوحرف "عن" اور "مَا) سے مرکب ھے، ما استفهام کیلئے آتاھے ، اس ترکیب میں الف "ما" سے ساقط هوگیاھے، اس کا ترجمه ہے که: وہ لوگ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ھیں؟ پھر خودہی جواب دے دیا ھے که :

عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝٢	ایک عظیم واقعه اورحادثه کے بارے میں سوال کرتے ھیں (٢)

نبأ: مفسرین نے اس لفظ کی متعدد تفسیریں کی ہیں مثلا قیامت، قرآن ، دین کے اصولی عقائد ، لیکن مجموعه آیات میں موجود قرائن اس بات کی نشاندھی کرتے ھیں که اس کی تفسیر قیامت سب سے اصح ھے ، اس کا معنی یه ھے که أھل مکّه خبرعظیم قیامت کے بارے میں کچھ سوال وجواب کرتے ھیں، اور اس سے متعلق باھمی اختلاف رکھتے ھیں،۔

الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝٣	که وہ خود اس میں اختلاف کرتے ھیں (٣)

ایک حدیث میں ابن عباس رضی الله عنه فرماتے ھیں که جب قرآن عظیم الشأن کے نزول کا آغاز ھوا تو کفار مکه اپنی محفلوں اور مجالس میں بیٹھ کر قیاس آرائیاں کرتے تھے، که قرآن کریم میں قیامت کو بڑی اهمیت کے ساتھ ذکر کیاگیاھے ، گویا که اهل مکه کے نزدیک وقوع قیامت ناممکنات میں سے تھا، اس لیے قیامت کے متعلق بحث ومباحثے شدّ ومدّ کے ساتھ جاری رہتے تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

کچھ لوگ اس کی تصدیق کرتے تھے ، اور بعض لوگ اس کی تکذیب پر دلائل دیتے تھے ، اس لئے اس سورت کی ابتدا میں ان کی اس کیفیت وحالت کوبیان فرمایا، اور پھر اس کے وقوع پذیر ہونیےکوبیان فرمایا، اور وہ لوگ اس کے آنے کی متعلق جو اشکالات رکھتے تھے ان کا جواب دیا۔

بعض مفسرین لکھتے ھیں کہ : کفار کی یہ بحث ومباحثے اور سوال وجواب اس کے واقعیت کو جاننے کی تحقیق کی صورت نہیں تھی، بلکہ یہ سب کچھ بطور استہزا وتمسخر کے تھا ، قرآن کریم نے اس کے جواب میں اس جملہ کو تاکیدًا دوبارہ تکرار کے ذکرکیا۔

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٤﴾	ایسانھیں ھے جس طرح کے مشرکین سمجھتے ھیں "عنقریب وہ جان لینگے" اس امر کی حقیقت کو (۴)
ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٥﴾	پھربھی ایسا نہیں ھے ،" بہت جلد جان لینگے"(۵)

یعنی: اس کے لیے ھرگز مناسب نہیں ھے کہ قرآن یا قیامت کے بار میں اختلاف کریں، اس لیے کہ قرآن کریم اور اس دین مبین کے عقائد حق پرھیں ؛ لھذا جولوگ ان کا انکار کرتے ھیں بہت جلد اپنی تکذیب کا انجام دیکھ لینگے۔

اس کے بعد الله تعالی نے عجیب وغریب چیزوں اور حیرت انگیز مظاھرکی تخلیق پراپنی قدرت عظیم کے چند مظاھر کا ذکر کیاھے، جو قیامت کے دن وغیرہ پراس کی قدرت کی دلیل ھے، اور ان عجائب ومظاھرکو الله تعالی اس طرح شمار کرکے بیان فرماتے ھیں.

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ﴿٦﴾	کیاھم نے نہیں بنایا زمین کو بچھونا؟ (۶)

مھاد: نیچے بچھانے والے گدّے یا بچے کا پنگھوڑے اورجھولے کوکھتے ھیں ۔

وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿٧﴾	اور پھاڑوں کو میخیں (۷)

پھاڑوں کو زمین کیلئے میخیں بنادیاھے تاکہ آرام پکڑلے اور نہ ھلے ، جیسے خیموں کو میخوں کے ذریعہ مضبوط کیاجاتاھے،

وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ﴿٨﴾	اورتم کوھم نے جوڑے بنایا (۸)

(c) ketabton.com: The Digital Library

عورت کو دانا حساس طبیعت اور بہت زیادہ مہربان بنایا تاکه وہ تعلیم وتربیت کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا سکے اور اس کو بام کمال تک پہنچادے ۔

خدانے عورت کو جوجمال الهی کا مظهر هے پیدا کیا اور اسے آرام وسکون کا هم پله قرار دیا، تاکه گھر اور خاندان کے لوگوں کو اپنی همدردی ومهربانی کے سایه میں لائے، کیونکه مهربانی اورمحبت زندگی کے بقا کا ذریعه هے.

وَّجَعَلۡنَا نَوۡمَكُمۡ سُبَاتًا ۙ۝۹	اور تمهاری نیند کو تمهارے آرام وراحت کا ذریعه بنایا (۹)

طبیعی مسائل میں سے ایک مسئله نیند هے،نیند انسانی زندگی میں بڑی اهمیت کاحامل هے، اگر کسی بھی وجه سے انسان کو نیند نه آئے تو ممکن هے اس کا ذہنی توازن خراب ہوجائے، هرحالت میں انسان کو طبیعی طور پر نیند کی اشد ضرورت هے، بلکه نیند کا نه آنا انسان کےقلب کے رُک جانے اور موت واقع هونے کا سبب بن سکتاهے.

اسی لئے بعض لوگ کهتے هیں که انسان بھوک اور پیاس سے نهیں مرتا ، لیکن بے خوابی کی وجه سے مرسکتاهے، اس وجه سے رب تعالی کی نعمتوں میں سے ایک اهم نعمت نیند هے ، بهترین نیند وه هے جو سکون والی جگه میں آجائے ، اور سونے کی جگه میں روشنی کم سے کم هو.

اس لحاظ سے قرآن کریم الله تعالی کی بڑی نشانیوں میں سے رات دن کی گردش اور آنے جانے کو بیان کرتاهے ، که استراحت اور کامل آرام کا ں موقع انسان کو میسر آتاهے، اور دن میں تلاش رزق و روزی اور کام کے مواقع فراهم کرتاهے ۔

وَّجَعَلۡنَا الَّيۡلَ لِبَاسًا ۙ۝۱۰	اور بنایا هم نے رات کو اوڑھنا

قرآن کریم نیند کی حقیقت کو جسم سے خروج روح انسانی سے تعبیر کرتاهے، اور کهتاهے که : (وَهُوَ الَّذِىۡ يَتَوَفّٰٮكُمۡ بِالَّيۡلِ) خداتعالی وه ذات هے جورات کو تمهیں موت دیتاهے . (سوره انعام آیه: 60)

نیز فرماتاهے :(اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الۡاَنۡفُسَ حِيۡنَ مَوۡتِهَا وَالَّتِىۡ لَمۡ تَمُتۡ فِىۡ مَنَامِهَا ۚ فَيُمۡسِكُ الَّتِىۡ قَضٰى عَلَيۡهَا الۡمَوۡتَ وَيُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝۴۲)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمہ:خدا لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کرلیتاھے اور جو مرے نہیں (انکی روحیں) سوتے میں (قبض کرلیتاھے) پھرجن پر موت کا حکم ھوچکاھوتاھے ان کو روک رکھتاھے، اور باقی روحوں کو ایک وقت مقررتک کے لئے چھوڑدیتاھے، جو لوگ فکر کرتے ھیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ھیں (سوره زمر آیه: 42)۔

ان آیات میں اور بالخصوص آخری آیت میں موت کی حقیقت کی طرف اشاره کیا گیاھے، قرآن کے تجزیہ کے مطابق موت اور نیند ایک ھی چیز ھیں ، دونوں میں کوئی فرق نهیں ھے ، اس کا معنی یه ھے که موت اور نیند کی حقیقت یه ھے که انسان کی جان مکمل طور پر انسانی جسم سے باہر نکل جائے، اس لحاظ سے نیند کی حالت میں بدن او روح کے درمیان جو تعلق ھے وه بھی کسی حدتک ختم ھوجاتاھے، اور موت یہ ہے کہ اللہ تعالی جان کو جسم سے نکال کر دوسری جگه لے جاتاھے ، جو که انسانی جسم سے باھر اور ایسی جگه ہے جسے اللہ تعالی اپنے پاس کا نام دیتاہے، البتہ موت اور نیند کے درمیان فرق یه ھے که موت کی حالت میں جان اور جسم کا رابطه مکمل طورپر ختم ھوجاتاھے ، ھرقسم کا تعلق و رابطه بدن اور روح کے درمیان میں سے حذف ھوجاتاھے ۔

اس حالت میں انسان کے بدن وجان میں کوئی تعلق باقی نهیں رھتا، اور جب روح انسانی جسم سے الگ ھوجاتی ھے ، تو دوباره پلٹنے کی اجازت نهیں پاتی، جھاں گئی ھے وھاں پراس کی نگرانی ھوگی لیکن نیند اس طرح ھے که یه رابطه دوباره مکمل طور پر بحال ھوجاتاھے، اور جان کو بدن کی طرف بھیجا جاتاھے، ، تا که انسانی حیات کی سرگرمیوں کی رہنمائی کرتی رہے ۔

قرآن کریم ہر نیند کو موت کھتاھے کیونکہ اس میں روح قبض ھوتی ھے، البتہ اس فرق کے ساتھ که موت کی حالت میں روح کی نگرانی ھوتی ھے، لیکن نیند میں روح کو واپس کیاجاتاھے ، تاکه مقرره وقت تک جسم کی رھنمائ کرے ۔

اس اعتبار سے نیند کی حقیقت کو موت کی طرح روح کا بدن سے خارج ھونا کھاجا سکتاھے،اس مناسبت سےنیند ایسی موت ھے جس کا دوام نهیں ھوتا، اور روح کے جسم میں دوباره آنےسے آدمی بیدار ھوجاتاھے ۔

اس وجه سے جاگ جانا روح کا بدن کی طرف دوباره واپسی ھے، جوبنده

(c) ketabton.com: The Digital Library

نیند میں ھو وہ کسی قسم کا اختیار اور تسلط اپنے جسم پر نہیں رکھتا، اور روح اورجسم میں وہ رابطہ وتعلق نہیں رھتا، جوبیداری کی حالت میں ھوتا ھے۔

اس کا مطلب یہ ھے کہ روح اورجسم کے درمیان تعلق اندرونی نہیں، بلکہ بیرونی ھے، یعنی جسم اور روح دو الگ الگ حیثیت رکھتی ہے، جیسے کوئی شخص باھرسے کسی چیز یاجسم کی رھنمائی کرے۔

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۝۱۱	اور بنایا ھم نے دن کومعیشت کے واسطے

دن قرآن کریم میں ان اھم ترین مواضع میں سے ہے جس پر پر وردگار باعظمت نے دو سورتوں میں قسم کھائی ھے.

1 - سورۃ الشمس کی آیت "3" وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا۝۳" قسم ھے دن کی جب اس جھاں کو روشن کردے.

2 - سورۃ اللیل کی آیت "۲" میں (وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى۝۲) قسم ھے دن کی جب اپنے ظھور سے دنیامیں اجالا کردے۔

مفسرین لکھتے ھیں کہ نور اور روشنی پر ربّ تعالی کی قسم کھانے کا مقصد انسان کو اس کے بے شمار اور اہم فوائد کی طرف متوجه کرناھے، تاکہ خدا تعالی کا شکر ادا کریں اور اس روشنی کے قدر کریں.

دن پر قسم کھانا یہ بتاتاھے کہ دن میں رب تعالی کی بڑی نعمتیں ھیں ، اگرھمیشہ اندھیرا ھوتا تو خدا تعالی کی مخلوق کیلئے رزق کی تلاش میں مشغول رھنا مشکل ھوجاتا، اگر ھمیشہ دن ھوتا تو پھر آرام وسکون اور راحت سے محروم ھوجاتے ، اس لئے دو سورتوں (الیل والشمس)

میں دن رات کے موضوعات تکرار کے ساتھ مذکورہوئے ہیں ، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حکمت کے لحاظ سے ان دونوں کی بھت بڑی اھمیت ھے ۔

رب تعالي کا قسم کھانا قرآن مجید کے بیان کردہ اہم موضوعات میں ہے ۔

سورہ (الشمس اور اللیل) اس کے متعلق تفصیلی بحث ھوتی ھے، یھاں میں مختصرًا عرض کرنا چاھتاھوں.

جوسورتیں قرأن عظیم الشان میں قسم سے شروع ھوئی ھیں ان کی اپنی ایک

(c) ketabton.com: The Digital Library

حیثیت ھے، مگرسوال یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے قسم کیوں کھائی ہے؟ اوریہ کہ طبیعی اشیاء کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟

ھم جب رب تعالی کی قسم کھاتے ھیں ، کھتے ھیں که قسم ھے خدا کی ، تو ہمارا مقصد کسی یقین دلانا ہوتاہے،مگر توخدا جل الله جلاله کیوں قسم کھاتاہے ؟ رب کو تو قسم کھانے کی ضرورت نهیں ھے -

مفسرین اس کی وجہ لکھتے ھیں که قسم والے الفاظ اکثر وبیشتر مکی سورتوں میں نازل ھوئے ہیں ، یه سورتیں ایسی فضاء میں نازل ھوئی ھیں که قرآن کریم جن افراد سے مقابل ومخاطب ھے وه لوگ قرآن کا انکار کرناچاھتے ھیں،اور کھتے ھیں که یه کلام الھی نھیں ھے، اور کھتے ھیں که یه پیغمبر نھیں ھے، اس لیے کہ رب تعالی بشر سے اپنا رابطه نهیں جوڑتا، انسان اس وقت قسم کھاتاھے جب منکر آدمی سے سامنا ھوجائے، ورنہ توھمیں قسم کھانے کی کوئی ضرورت نهیں ہوتی، ھم ایسے ھی اپنی بات کرلیتے ھیں قسم نهیں کھاتے ، ہم اس وقت قسم کھاتےھیں جب ہم دیکھتے ھیں که سامنے والا بنده ہماری بات پر یقین نهیں رکھتا، یا ہماری بات کا انکار کرتاھے، یا یه که ھماری بات کو سِرے سے اھمیت ھی نھیں دیتا، تو قرآن کریم نازل ھواھے اور اتراھے ھماری عقل وافکار کی حد تک ، یعنی الله تعالی نے اپنا کلام عظیم مخاطبین کی سمجھ بوجھ کی سطح کے مطابق اتا را ، اس لئے قرآن کریم چاھتاھے که اپنے مخاطبین سے رابطه بر قرار رکھے، اور انھیں اپنے زیر اثر رکھے، اور ان کے انکار واستبعاد جوکه وه کھتے ھیں خدا بشرسے رابطه نهیں جوڑتا ختم کردے، اس وجه سے خدا تعالی قسم کھا تاھے، قرآن کریم میں رب تعالی کے قسم کھانے کی وجوہات یھی ھیں۔

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝١٢	اور بنائے ھم نے تمھارے اوپر ساتھ مضبوط آسمان (جوکه اپنی خلقت وپیدائش کے اعتبار سے بهت مضبوط ھیں
وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝١٣	اور بنایا ھم نے ایک چراغ چمکتاھوا (اس سے مراد سورج ھے)
وَّأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝١٤	اور اتارا ھم نےنچڑنے والےبادل سے پانی کا ریلا

(c) ketabton.com: The Digital Library

معصرات: ایسے بادل هیں جو پانی میں ڈبوئے هوئے هوں لیکن اب تک نه برسےهوں ثجاج: جوزیاده به گیاهو۔

بادل کا ذکر قرآن میں

قرآن عظیم الشان نے بادل کے لیے مختلف الفاظ ذکرکیے ہیں جن میں چند حسب ذیل ہیں:

1 - سحاب: "سحب" سے کھینچنے کے معنی میں هے، بادل کوسحاب کھتے هیں، اس لئے که آسمان میں هوا کے ذریعه اسےکھینچاجاتاهے، یا اس وجه سے که پانی کو اپنے ساتھ کھینچتے هوئے لیجاتاهے، سحاب بادل کا مطلق نام هے، برسنے والا بادل ہویا نه برسنے والا (مفردات ص: 399 سَحَب) یه لفظ (9) نو مرتبه قرآن کریم میں ذکر هوا هے، (سورة البقرة آیت: 164) (سورة الاعراف آیت: 57)، (سوره رعد آیت: 12)، (سوره نور آیت: 40) (سوره نمل آیت: 88)، (سوره روم آیت: 48)، (سوره فاطر آیت: 44)۔

2 - غمام: غم سے ہےکسی چیزکو ڈھانپنے کے معنی میں هے، بادل کو غمام اس لئے کھا جاتاهے که وه سورج کی روشنی اور آسمان کو ڈھانپ لیتاهے، (مفردات ص: 613) "غمّ" یه کلمه قرآن کریم میں چارمرتبه آیاهے، (سوره بقره آیات: 57 و 210)، (اعراف : 160)،(فرقان آیت: 25)۔

3 - عارض: عرض سے هے کسی چیز کے ظاهر کرنے کو کهتے هیں ، اس لئے بادل کو عارض کهاجاتاهے که یه انسان کی نظروں کے سامنے ظاهرو آشکار ہوتاهے ، یه کلمه دوجگه آیاہے سوره احقاف میں آیت: 24 – 46)۔

4 - ظله: "ظلّ" سے ہے ،سایه کا معنی دیتاهے، اور سایه رکهنے والے بادلوں کو کهاجاتاهے ، (مفردات صفحه: 536)۔
"ظلّ" قران کریم میں یه لفظ عذاب لانے والے بادلوں کیلئے استعمال هواهے، یه لفظ دوبار مفرد کے طور پر آیاهے، (سوره اعراف آیت: 171)، و(سوره شعراء: 189)، اور ایک بار جمع کے طور پر سوره بقره کی(آیت: 210) میں آیاهے.

5 - "حاملات" حمل سے هے بادل کو حاملات اس لئے کهاجاتاهے که اپنے ساتھ پانی اٹھا تاهے، (مفردات ص: 257) حمل: یه لفظ ایک بار سوره ذاریات آیت: 51 میں آیاهے .

6 - معصرات: عصر سے بمعنی نچوڑ نے کے هے، (التحقیق، ج -8 ص : 146 عصر)
اس سے مراد بارش والے بادل هیں، ان بادلوں کو معصرات کهنے کے وجه

(c) ketabton.com: The Digital Library

یه هے که بارش برسنے کے دوران ہوا ان بادلوں کو نچوڑتی هے، بعض لوگوں کےرائے کے مطابق مُعصر اعصارسے هے ، جوکه طوفان کے معنی میں هے، اور ان بادلوں کو کهاجاتاهے جو طوفان کے ساتھ آجائیں ، (مفردات ص: 569)عصر پانی کےبڑے بڑے قطروں اور موسلا دهار بارش کے لیے استعمال ہوتاہے ، اور "ثَجَّاجًا" والی صفت (فراوان اور پے درپے کے معنی میں هے) یه صفت قرآن کریم نے اس قسم کی بارشوں کیلئے استعمال کی ہے کہ جن کو اس طرح بادل لے آتے هیں ، یه لفظ ایک هی بار ذکر هواهے ، آیت (14 سوره نبأ) .

7 - مزن : چمکدار ، روشن اور پانی والے بادل کو کهتے هیں، مفردات ص: 766 مزن).
(القاموس المحیط جلد 2- ص : 1621 مزن) یہ کلمه صرف ایک بار سوره واقعه آیت: 69 ذکر هواهے.

8 - صَوب: اس کا معنی گرناهے ، بادل کے علاوه بارش پربهی اس کا اطلاق هوتاهے، (مقاییس جلد 3 صفحه : 317 صوب) .
بعض نے اس کو بارش والے بادل کها هے، یه لفظ ایک بار سوره بقره آیت: 19 میں ذکر هوا هے.

9 - سماء : "سموّ" سے ہے رفعت وبلندی کے معنی میں هے یعنی هرچیز سے اوپر، اس کا اطلاق ان بادلوں پر هوتاهے ، جو انسان پرسایه کرتاهے، (الصحاح ، جلد 6، صفحه 2382 سمو)-
بعض اس کا اطلاق بادل پر مجازاً کرتے هیں اور بعض حقیقی طورپر (مقاییس ج 3 ص: 98) "سمو" بعض کے مطابق آسمان مقصود هے، سوره بقره کی(آیت: 22 ا)میں اس کا ذکر متعدد بار آیاهے-

لِّنُخۡرِجَ بِهِۦ حَبّٗا وَنَبَاتٗا ١٥	تاکه نکالین هم اس سے اناج اور سبزه

یعنی : اس بادل سے بهنے والے پانی کے ذریعے هم نے زمین سے ایسے اناج اگائے جو تمهارے لئے قوت اورغذا هے، جیسے: گندم ، جو وغیره ،

نبات: اس سے مراد چوپایوں کا چاره ، اور سارے کهائے جانے والے پودے ہیں-

وَجَنَّٰتٍ أَلۡفَافًا ١٦	(تاکه هم اگائے اس جاری پانی کے ذریعے) باغات لپٹے هوئے اورگهنے (16)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ١٧	بیشک فیصلے کا دن ایک مقررووقت ھے (17)

یعنی : فیصلے اورحساب وکتاب کا دن ، اس سے مراد قیامت کا مؤقت ومعین دن ھے، کہ صورپھونکے جانے کے بعد دنیا اپنی انتھاکو پھنچے گی ، دوسرے آیتوں سے یوں معلوم ھوتاھے صور دومرتبہ پھونکا جائیگا.

پھلے نفخه سے سارا عالم فنا ھوجائیگا ، اور دوسرے نفخه سے دوبارہ زندہ کیا جائےگا، جب که دوسری نفخه پھونکے جانے کے بعد تمام لوگ اور اس دنیا کے گذری ہوئی تمام چیزیں ٹولیوں کی شکل میں الله کے حضور دست بسته حاضر ھوں گی۔

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ١٨	جس دن پھونکا جائے صور میں پھر تم آؤگے فوج درفوج

صور: ایک نرسنگھا ھے، جو اسرافیل علیه السلام کے ذریعه پھونکا جائیگا، اور اس میں خوفناک آواز ھوگی، (پھرتم آؤگے فوج درفوج) یعنی : سب جماعت جماعت اور ٹولیوں کے شکل میں ھر اُمّت اپنے پیغمبر کےساتھ قبروں سے اٹھ کرمیدان حشر میں حساب وکتاب کیلئے جمع ھوجائے گی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی الله عنه سے حدیث مروی ہےکه : قیامت کے دن لوگ تین گروھوں میں تقسیم ھوجائینگے ، ایک گروہ بھرے پیٹ کے ساتھ لباس میں ملبوس اپنے سواریوں میں سوار ھوکر میدان حشرمیں آئے گا، جب که دوسرا گروہ پیدل چل کر میدان حشر میں حاضر ھوگا۔

تیسرا گروہ چھرے کےبل کھنچتے ھوئے میدان حشر میں حاضر کیا جائے گا (مظھری نے نسائی اورحاکم وبیھقی کے حوالے سے روایت ذکرکی ھے)۔

بعض روایات میں "افواج" کی تشریح دس گروہوں سے کی گئی ہے یعنی دس قسم کے گروہوں گے، بعض نے کھا ھے که حاضرین میدان حشرمیں اپنے اعمال وکردار کے اعتبار سے بے شمار گروھوں میں تقسیم ھونگے، ان اقوال میں کسی بھی قسم کا کوئی تضاد نھیں پایا جاتاھے، سب میں تطبیق دی جاسکتی ہے۔

وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ١٩	اورکھولاجائیگا آسمان اور ھونگے اس میں بے شمار دروازے (19)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَّسُيِّرَتِ الۡجِبَالُ فَكَانَتۡ سَرَابًا ۲۰	اورچلائے جائینگے پهاڑ اور هوجائینگے چمکتے هوئے ریت کی طرح

یعنی: پهاڑاپنی جگه سےچلائے جائینگے هوا میں، حالانکه وه میخ کی طرح مضبوط تهے، اکهاڑے جائینگے اور هوا میں اڑائے جائینگے غبار کی طرح که دیکهنے والا یه گمان کریگا که وه پهاڑ هے، حالانکه وه پهاڑ نهیں هونگے محض غبار هونگے۔

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادًا ۲۱	بیشک جهنم ایک گهات هے

یهاں جهنم سے مراد جسر جهنم هے، یعنی : پُل صراط، وهاں ثواب وعذاب کے فرشتوں کے دوگروه انتظارمیں هونگے، عذاب کے فرشتے جهنم والوں کو پکڑلیں گے، اور ثواب والے فرشتے بهشت والوں کو اپنے مقام پر پهنچائینگے، (مظهری).

حسن بصری نے کهاہےکه: جهنم کے اس پل کے نگرانی پرمقرر فرشتے ، جس آدمی کے هاتھ میں جنت میں جانے پروانه هوگا، اس کوجانے دینگے، اور جس کے هاتھ میں یه اجازت نامه نه هوتو اسے روک لینگے ، (مظهری).

لِّلطَّاغِيۡنَ مَاٰبًا ۲۲	سرکشوں اورشیریروں کےلیے ٹهکانه هے (22)
لّٰبِثِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَحۡقَابًا ۲۳	رهینگے اس میں صدیاں

باغی اورسرکش لوگ اپنی بغاوت وسرکشی کے انجام سے بے خبر لاپرواهی سے آگے چلیں گے، وه نهیں جانتے هوں گے کہ دوزخ چند قدم آگے ان کے گهات میں هے، جس میں صدیوں تک یه لوگ رهینگے ، یه چند دن کی قیام گاه نهیں هے، یه اس وقت سے مطابقت رکهتاهے کہ اگرظالم عناصر کو دنیا میں رهنے دیاجائے تووه اس میں اپنی سرکشی سے باز نهیں آئیں گے ، انهوں نے همیشه سرکشی میں رهنے کا تهیه کر رکهاهے، اب انهیں جهنم میں همیشه رهناهے.

لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا بَرۡدًا وَّلَا شَرَابًا ۲۴	نه چکهیں گے اس میں مزه ٹهنڈک کا اور نه پینے کو کچھ ملے (24)
اِلَّا حَمِيۡمًا وَّغَسَّاقًا ۲۵	مگرگرم پانی اور بهتا پیپ

(c) ketabton.com: The Digital Library

حمیم:گرم کھولتا ھوا گندہ پانی، اور غساق جھنمیوں کے زخموں سے بھنے والے پیپ کو کھتے ھیں۔

جَزَآءً وِّفَاقًا ۝٢٦	بدلہ ھے ان کا پورا پورا

یعنی : ان کا عذاب ان کے اعمال وکردار کے موافق و مناسبت سے ھوگا، جیسے کہ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے تو آگ سے بڑا عذاب بھی کوئی نھیں ، جیسے ان کے گناہ ویسے ھی الله تعالی ان کے موافق ان کو عذاب چکھائیگا ۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۝٢٧	وھی تھے جو کسی حساب وکتاب کی توقع نھیں رکھتے تھے (2٧)
وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۝٢٨	اور ھماری آیتوں کوسخت جھٹلاتے تھے (٢٨)

یعنی : وہ قرآنی آیات کو اور ان دلائل وبراھین کو جو الله تعالی نے پیغمبروں کے ذریعہ اپنے بندوں پرنازل کیےتھے انہیں شدت سے جھٹلاتے تھے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ۝٢٩	ھرچیزکوھم نےلکھ کر گن رکھا ھے (٢٩)

یعنی : ھرچیزکو ھم نے لوح محفوظ میں گن گن کر لکھ رکھاھے، تاکه فرشتے اسے پھچانیں، یا اس سے مراد بندوں کے اعمال ھیں جنہیں فرشتوں نے لکھا ھے۔

فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝٣٠	اب چکھو ھم نھیں بڑھائینگے تم پر مگر عذاب (30)
اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝٣١	بیشک پرھیزگاروں کیلئے کامیابی ھے (٣١)

مفاز: مراد پانا، کامیابی اور دوزخ کی آگ سے نجات ھے، یامرادگھومنے پھرنے کی جگه ھے۔

ابن کثیر نے دوسرے معنی کو ترجیح دی ھے، اس لیے که اس کے بعد رب تعالی فرماتے ھیں:

(c) ketabton.com: The Digital Library

حَدَآئِقَ وَاَعۡنَابًا۝٣٢	باغیچے اور انگور ھیں (جوپھلدار اور ثمر آور ھیں) (32)
وَّ كَوَاعِبَ اَتۡرَابًا۝٣٣	اورجوان عورتیں ایک ہی عمر کی سب(33)
وَّ كَاۡسًا دِهَاقًا۝٣٤	اور پیالے چھلکتے ھوئے لبریز(34)
لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا وَّلَا كِذّٰبًا۝٣٥	نہ سنیں گے وھاں بیھودہ اورجھوٹی باتیں (35)
جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا۝٣٦	نیک جزا ان کو تیرے رب کے طرف سے کفایت کرنے والا (36)
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا الرَّحۡمٰنِ لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡهُ خِطَابًا۝٣٧	جورب ھے آسمان وزمین کا اور جوکچھ ان کے درمیاں ھے، بڑی رحمت ولا، قدرت نھیں رکھتا کوئی اس سے بات کرنے کی (37)
يَوۡمَ يَقُوۡمُ الرُّوۡحُ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۝ لَّا يَتَكَلَّمُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۝٣٨	جس دن کھڑی ھوگی روح اور فرشتے صف باندھ کر، اور بات نھیں کرسکے گا کوئی ، مگر جس کو اجازت دے رحمان ، اور وہ ٹھیک بات کھے (38)

حضرت ابن عباس رضی الله عنه فرماتے ھیں: روح وہ فرشته ھے جو اپنی پیدائش کے لحاظ سے سب سے بڑے فرشتوں میں شمار ہوتاھے۔

ابن مسعود رضی الله عنه فرماتے ھیں: که روح زمین وآسمانوں سے بڑا فرشته ھے۔

نسفی کھتے ھیں: که جمهور کا قول یه ھے که: وہ جبرئیل علیه السلام ھے۔

ایک قول کے مطابق: روح خدا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ھے فرشته نھیں ھے۔

دوسرے قول کےمطابق : وہ بنی آدم کی ارواح ھیں جو صف باندھ کر کھڑی ھوتی ھیں، اورفرشتے دوسرے صف میں، یه عمل اسرافیل علیه السلام کے دو پھونکوں کے درمیان ارواح کو جسد کی طرف لوٹائےجانے سے قبل وقوع پذیر ھوگا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ذٰلِكَ الۡيَوۡمُ الۡحَقُّ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝٣٩	یه وهی سچادن هے ، پهر جوچاهے بنالے اپنے رب کے پاس ٹهکانه (39)
اِنَّاۤ اَنۡذَرۡنٰكُمۡ عَذَابًا قَرِيۡبًا ۖۚ يَّوۡمَ يَنۡظُرُ الۡمَرۡءُ مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ وَيَقُوۡلُ الۡكٰفِرُ يٰلَيۡتَنِىۡ كُنۡتُ تُرٰبًا ۝٤٠	هم نے خبرسنادی تم کو ایک عذاب سے نزدیک آنیوالے ، جس دن آدمی دیکھ لیگا جو آگے بهیجا هے اس کے دونوں هاتهوں نے اور کہیگا کافر کاش میں مٹی هوتا (40)

ابن کثیررحمه الله نقل کرتے هیں که: الله تعالی چوپایوں کو بدله لینے کیلئے زنده کریگا، جب ایک دوسرےسے بدله لے لینگے دوباره ان کو مٹی میں تبدیل کردیا جائیگا ، یه وه وقت هوگا که کافربهی ان کی حالت کی سی تمنّا و آرزو کرینگے ، جیسا که آیت بالا میں مذکورهوا۔

کفار و مجرمین جس وقت قیامت کا منظر دیکهیں گے اور رب تعالی کی عدالت اور اپنی جزائے اعمال کا مشاهده کریں گے تو وه اپنے ان اعمال کے برعکس اعمال کی آرزو کریں گے اور اپنے اعمال پر افسوس وندامت کا اظهار کریں گے ، اور اس شدت حسرت میں کبهی کهیں گے : افسوس هماری حالت پرکه هم نے الله تعالی کی اطاعت میں کوتاهی کی تهی۔

اور کبهی کهیں گے : بار الها! همیں دنیا میں واپس بهیج دو تاکه هم نیک اعمال انجام دیں۔

اور کبهی کهیں گے: کاش هم مٹی هوتے کبهی بهی زنده نه هوتے۔

اس بڑے دن میں نیک اور صالح لوگوں کا سب سے بهترین بدله یهی هے که ان کے اعمال مجسم ان کے ساتھ هونگے، جی هاں : انسان اشرف مخلوقات هے ، مگر کافر انسان گناهوں کی وجه سے اس حالت تک پهنچ جاتا هے که وه یه تمنا کریگا که کاش میں کسی بے روح اور کمتر درجے والی موجودات کی صف میں شامل هوتا۔

دوزخ والوں کا المناک عذاب

آگ کا عذاب بهت سخت اور هولناک هے، جهنم کی آگ کا عذاب ایسا هے که انسان اس سے نجات پانے کیلئے اپنا بهترین سرمایه بطور فدیه دینا چاهے گا:

(c) ketabton.com: The Digital Library

(اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ کُفَّارٌ فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰی بِهٖ ؕ
اُولٰٓئِکَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ وَّمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ۹۱) (سوره آل عمران : 91).

ترجمہ:(وہ لوگ جو کفر کرتے ہیں اور اسی کفر کی حالت میں دنیا سے چلے جاتے ھیں، اگر زمین بھرسونا ھوتا ، جسے وہ فدیه کے طور پردے دیں،(اورخود کو چھڑالیں)تو ھرگز ان سے یه فدیه قبول نہیں کیاجائیگا، ان کے لیے سخت عذاب ھے، اور کوئی مددگار نہیں ھے ان کے لیے).

دوسری جگه ارشاد ہے: (اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لِیَفۡتَدُوۡا بِهٖ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنۡهُمۡ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۳۶) (سورة المائدة: 36).

بیشک جو لوگ کافرھوئے اگرھو ان کے پاس جو کچھ زمین وآسمان میں ھے اور اس کے برابر اوربھی ہو جو بدله میں دے دیں عذاب قیامت سے بچنے کیلئے ان سے قبول نہیں کیاجائیگا، اور ان کے واسطے دردناک عذاب ھے .

حضرت انس رضی الله عنه سےروایت ھے که پیارے رسول صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "يُؤتى بأنعمِ أهلِ الدُّنيا مِن أهلِ النَّارِ يومَ القيامةِ فيُصبَغُ في النَّارِ صبغةً ثمَّ يُقالُ: يا ابنَ آدمَ هل رأيتَ خيرًا قطُّ هل مرَّ بك نعيمٌ قطُّ فيقولُ لا واللهِ يا ربِّ" (صحيح مسلم بحواله مشكاة المصابيح:3- 102)

جھنمیونمیں سے ایک شخص کو لایا جائیگا، جسے دنیا میں بھت زیادہ نعمتیں دی گئی تھیں، اور اسے ایک لمحے کے لے جھنم میں غوطه دیاجائے گا ، اور پھر پوچھا جائے گاا ے ابن آدم ! کیا تم نے کبھی کوئی اچھی چیز دیکھی تھی (دنیا میں) کیا تمھیں کوئی نعمت ملی تھی ؟ وہ کھے گا نہیں الله کی قسم میرے رب (کبھی دنیا میں نعمت دیکھی ھی نہیں تھی)

یه وہ مختصر سی حالت ھے جس کے مشاھدہ کے بعد کفار دنیا کی تمام لذتوں اورخوشیوں کو بھلادیں گے ، اور بخاری ومسلم میں انس رضی الله عنه سے روایت ھے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: (إنَّ اللَّهَ يقولُ لأهونِ أهلِ النَّارِ عذابًا لو أنَّ لكَ ما في الأرضِ من شيءٍ كنتَ تفتدي بهِ قالَ: نعم: قالَ: فقد سألتُكَ ما هو أهونُ من هذا وأنتَ في صُلبِ آدمَ أن لا تُشرِكَ بي فأبيتَ إلَّا الشِّركَ) بخاری کتاب الرقاق: باب صفة الجنة

(c) ketabton.com: The Digital Library

والنار، فتح البارى : 22- 416). (مشكاة المصابيح : 3- 102).

الله تعالى سب سے كم عذاب والے جهنمى سے پوچهے گا كه زمين ميں جو كچھ هے اگر يه سب تيرے پاس هوتا تو اسے توفديه ميں ديتا؟ وه كهے گا هاں ، رب تعالى فرمائيں گے: اس سے كم كا ميں نے تم سے كها تها، جب كه تم اپنے باب آدم عليه السّلام پشت ميں تهے، ميں نے چاهاكه تم ميرے ساتھ كسى كو شريك نه كرو، ليكن تم نے ميرے ساتھ شريك ٹهہرايا۔

آگ كى شدت اور خوف انسان كو جهنم كے عذاب سے بچنے كيلئے اپنے تمام دوستوں اور رشتوں كو قربان كرنے كيلئے تيار كرليتاهے۔

يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ﴿١١﴾ (حالانكه) ايک دوسرے كوسامنے ديكھ رهے هونگے، (اس روز) گنهگار خواهش كريگا كه كسى طرح اس دن كے عذاب كے بدلے ميں (سب كچھ) ديدے (يعنى) اپنے بيٹے) .

(وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿١٢﴾ اوراپنى بيوى اور اپنے بهائى۔

وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿١٣﴾) اور اپنا خاندان جس ميں وه رهتاتها۔

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿١٤﴾ اورجتنے آدمى زمين ميں هيں (غرض) سب (كچھ ديدے) اور اپنے تئيں عذاب سےچهڑالے .

كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ﴿١٥﴾ (ليكن) ايسا هرگزنه هوگا وه بهڑكتى هوئى آگ هے۔

نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿١٦﴾ (كهال ادهيڑ دالنے والى)(سورة المعارج : 11-16)۔

ايک گنهگار شخص كى يه خواهش هوگى كه وه اس دن كے عذاب سے نجات كيلئے كاش اپنے بيٹوں كو بدله ميں ديدے: اسى طرح اپنى بيوى اور بهائى كوبهى، نيز اپنے رشته داروں اور قبيله اور خاندان كے لوگوں كو بهى فديه كےطورديدے جنهوں نے اسے پناه دى ، حتى كه تمام لوگوں كو جو زمين ميں رهتےهيں، (سب كوقربان كردے) اور اسے نجات مل جائے هرگز نهيں: (يه تمنّائيں اورخواهشيں كبهى بهى پورى نهيں كى جائيں گى ، اور كوئى فديه وقربانى قبول نهيں كى جائيگى) .

يه شعلوں سے بهرى هوئى آگ جهنم هے، يه جسم سے جلد كوچهيل ديتى هے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور اسے دور کردیتی ھے، جی هاں ، یه هولناک اور پے درپے عذاب ان گنهگاروں کی زندگیوں کو همیشه کے لیے اور بغیر کسی وقفه کے تلخ اور بے سکوں وبے آرام بنادے گا۔

چھ دن میں کائنات کی تخلیق

سب سے پهلے همیں یه جاننا چاهئے که قرآن کریم کی آیات میں مذکور چھ دن میں کائنات کی تخلیق سے کیا مراد ھے؟

یه بحث قرآن کریم کی سات آیات میں آئی ھے، لیکن تین جگه آسمان وزمین کے علاوہ (ومابینهما) کابھی اضافه هواھے، که حقیقت میں یه پهلے جملے کی وضاحت ھے، اس لیے که یه سب آسمان وزمین والی اس معنی میں شامل هیں۔

کیونکه آسمان میں وه تمام چیزیں شامل هیں جوکه بلندیوں میں، اور زمین میں اس کے مقابل میں نچلی والی اشیاء شامل ہیں ۔

لفظ "یوم" کے مفهوم پرجب هم غور کرتے هیں تو یه ایک وسیع مفهوم رکھتاھے، دیگر زبانوں میں اس کے متبادل جو لفظ آتے هیں، وه تو معلوم هیں (که اس کا معنی دن یا دن رات کا کیاجاتاھے) مگر اکثر اس کا استعمال ایک دور کے لیے هوتاھے چاھے یه دور ایک سال کاهو یا ایک صدی کا، یا هزاروں لاکھوں سال کا ، قرآن مجید سے یه بات ثابت ھے که لفظ یوم اور ایام صرف دن رات کے لیے اسعمال نهیں هوتے ، مثلاً قیامت کے لیے لفظ "یوم القیامة" آیاھے ، حالانکه یه تو هم جانتے هیں که قیامت ایک طویل مدت هوگی ، مگر اسے یوم القیامة ، قیامت کا دن کهاگیاھے، جبکه قرآن سے هی ثابت ھے که روز قیامت جهاں اعمال کا حساب کتاب هوگا وه پچاس هزارسال طویل دن هوگا، لغت میں بھی کبھی لفظ یوم سورج کے طلوع وغروب کے درمیان کے دوران کو کها گیاھے، اور زمانے کو بھی کهاگیاھے چاھے اس کی مدت کتنی بھی هو۔

اس لیے الله تعالی نے زمین وآسمان کو لگاتار چھ ادوار میں تخلیق کیا، حالانکه یه ادوار لاکھوں یا اربوں سال پر محیط تھی، سوره دخان کی آیت (9-12) کے مطابق یه چھ ادوار درج ذیل هیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

1 - وہ دن جب پوری کائنات گیس کے ایک بڑے گولے کی شکل میں تھی جوگردش کرتی ہوئی اپنے مدار سے خود کبھی الگ ہوئی اور دیگر کروں کو بھی تشکیل دیدی۔
2 - یہ کرے رفتہ رفتہ مائع چیزکی شکل اورچمکدار یا ٹھنڈی اور رھنے کے قابل بنتے گئے ۔
3 - ایک اور دور میں نظام شمسی تشکیل پاگیا، اور زمین سورج سے الگ ہوگئی۔
4 - دوسرے دور میں زمین ٹھنڈی اور زندگی کیلئے تیار ھوگئی ۔
5 - اس کے بعد زمین میں گھاس اور درخت نمودار ھوگئے ۔
6 - آخرکار کہ جب زمین پر حیوان اور انسان نمودار ھوگئے ۔

البتہ سوال یہ ہے که الله تعالی نے اس دنیاکو ایک لمحے میں کیوں نهیں بنایا، اس کے باجود که اپنی بے انتها قدرت کے ساتھ زمین وآسمان کو ایک لمحے میں بنا سکتاتها، پھر کیوں ان دونوں کو طویل ادوار میں بنایا؟

ایک اہم نکتہ اس سوال کے جواب میں یہ ہے کہ اگرتخلیق اس دنیا کی ایک لمحے میں ھوتی تو خالق کی عظمت وعلم وقدرت کی حکایت پر کم دلالت کرتی، لیکن جب مختلف مرحلوں میں ، اور طرح طرح کی چیزوں اور انسانی چہروں اور حیوانات کی شکلوں کو با قاعده اور حسابی منصوبوں کے مطابق انجام دیا تو یه بهت واضح اور روشن دلیل ھوگی خالق کے پهچاننے کی ۔

مثلا اگر انسان کا نطفه ایک لمحے میں ایک مکمل نوزائد ہ بچه بن جاتاھے، تو یه خلقت عظمت کو اس حدتک نمایاں نهیں کرسکتی جیسا هونا چاهیئے تها، لیکن جب نو (9) مهینے میں هردن ایک مرحلے اور هرمهینه مختلف اشکال میں ظاهر هوتاجاتاھے تو یه جتنے مراحل سے گذرتاھے اسی حساب سے خالق کی تخلیق کے عظیم اور تازه نشانیاں نمایاں کرتا رهتاھے۔

در اصل اس دنیا کی تخلیق مرحله وار هوئی ھے، یه مرحله وار قانون عقلی وطبیعی قانون کے قدم به قدم مطابق اور یکساں ھے، اور عقلاء نے بھی اس قانون کو قبول اور پسند کیاھے، البتہ اس بحث اور تحقیق کے دروازے اسی طرح کھلے ہیں، اس کے متعلق تحقیق کے دروازے بند نهیں ہوئے ۔

به هرصورت دنیاکی تخلیق اور فطرت کو چاهیئے که طبیعی قانون کے ساتھ یکساں هو، اگرچه خدا تعالی کی قدرت و اراده "کن فیکون" کا ھے، ان دونوں میں کوئی تضاد نهیں ھے، یه که رب تعالی بھی "کن فیکون " رھے ، اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

دنیاکی تخلیق بھی طبیعی وعقلی قانون کے ساتھ قدم بقدم مطابق اوریکساں رھے.

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحيم

جزء – (30)

سورة النازعات

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور (۴۶) آیتوں پرمشتمل ہے

مختصر معلومات:

سورة النازعات مکی سوتوں میں سے ہے، اس سورت کو" ساہرہ" بھی کہاجاتاہے۔

یه سورة النبأ کے بعد اور سورة الانشقاق سے پهلے نازل ہوئی ہے -

سخاوی رحمہ الله اس سورت کے متعلق کہتے ہیں : اس سورت کے دو رکوع (۴۶) آیتیں ، (۱۸۱) الفاظ، (۷۹۱) حروف ، اور (۳۴۰) نقطے ہیں۔

اسباب نزول

آیت "12" کا سبب نزول:

سعید بن منصور نے محمد بن کعب سے روایت کیا ھے: جب رب تعالی نے (يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝١٠) آیت "10" نازل فرمائی تو کفار قریش نے کها: اگر مرنے کی بعد دوبارہ زندہ هوگئے تو هم سراسر خسارے میں هونگے ، ان کے اس قول کی بعد یه آیت نازل هوئی: (قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝١٢) ۔

اسباب نزول آیت "42 تا 44:

حاکم اورابن جیریر حضرت عائشه رضی الله عنها سے روایت کرتےہیں که پیارے رسول صلی الله علیه وسلم سے قیامت کی بارے میں کافی زیاده سوال کیا جاتا تها ، تب الله تعالی نے یه آیات نازل فرمائیں : (يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۝٤٢ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا ۝٤٣ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ۝٤٤) اس کے بعد ان کے سوالات کا خاتمه هوا۔

ابن ابی حاتم جویبر کے توسط سے ضحاک اور ابن عباس رضی الله عنهم سے روایت کرتے هیں کہ مکے کے مشرکین نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے استهزاء اور تمسخر کے طور پر پوچهتے تهے که قیامت کب قائم هوگی ؟ پهر آیت (يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ) سےسورت کے آخرتک آیات نازل هوئیں۔

طبرانی اورابن جریر طارق بن شهاب سے روایت کرتے هیں : رسول صلی الله علیه وسلم قیامت کو بهت یاد کرتے تهے، یهاں تک که یه آیت نازل هوئی،

(c) ketabton.com: The Digital Library

﴿فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا﴾ ﴿اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا﴾ نیز ابن ابی حاتم نے عروة سے اسی طرح روایت کیاھے.

وجه تسمیه :

اس سورت کا آغاز رب تعالی کا(النازعات) پرقسم کھانے سے ہواہے، جس سے مراد بنی آدم کے ارواح قبض کرنے والے فرشتے هیں، جس کی مناسبت سے " النازعات" رکھا گیاھے.

اس سورت کا دوسرا نام " الساهره" یعنی (محشرکی زمین) ھے، جس کا بیان آیت "14" میں آیاھے.

سورت کا لفظی ترجمه

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ‏۱	قسم ھے ان فرشتوں کی جو (کافر) بندوں کی ارواح سختی کے ساتھ کھنچنے والے هیں
وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ‏۲	قسم ھے ان فرشتون کی جو (مؤمن) بندوں کی جان نرمی وآسانی سے کھینچنے والے هیں
وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ‏۳	قسم ھے تیرنے والے فرشتوں کی جو تیرتے هیں
فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ‏۴	پھرحکم بجالانے میں سبقت کرتے ہیں
فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ‏۵	قسم ھے ان فرشتوں کے جو تمام امور کی تدبیر کرتے هیں
يَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ‏۶	جس دن کانپے گی کانپنے والی

یعنی: اس دن زلزله وقوع پذیر هوگا.

تَتۡبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ‏۷	اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی

(c) ketabton.com: The Digital Library

پهلے زلزله کے پیچھے دوسرا زلزله آیئگا، که سارے مردے زنده هوجائیں گے اورقیامت ومحشرکا آغاز هوگا، اورهمیشه رهنے والی زندگی شروع هوجائے گی۔

قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۸	کتنے دل اس دن دهڑکتے اور پریشان هونگے
اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۹	ان کی آنکهیں جهکی هوئی هونگی
يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۱۰	کهتے هیں: کیا هم دوباره زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے
ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۱۱	کیا جب هم هوچکے هوں گے بوسیده هڈیاں (دوسری زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے؟)
قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۱۲	کہتے هیں: یه تو پهر سے آناهوگا نقصان کا
فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۱۳ [۷۹:۱۳]	سوائےاس کے نهیں وه تو ایک اونچی آواز هے

(ان کا پلٹنا کوئی مشکل کام نهیں هے) وه توصرف صور میں پهونکنے کی آواز اُٹهے گی، اور ان کی واپسی انجام پائے گی۔

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۱۴	پهراس وقت میدان حشرمیں آ جمع هونگے
هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۱۵	کیا پهنچی هے تجه کو موسی کے واقعے کی خبر؟
اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۱۶	جب اس کے پروردگار نے اس کوطوی کی مقدس زمین پر پکارا (16)
اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۱۷	(رب نے کها) جافرعون کے پاس بیشک اس نے سرکشی کی هے (17)
فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۱۸	کهدو: کیا تو چاهتاهے جس چیزپر تم هو اس سے نجات پاکر پاک هوجاو
وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۱۹	اور تجه کو تیرے رب کے طرف راه بتلاؤں تاکه تجهے ڈر هو (19)

(c) ketabton.com: The Digital Library

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝۲۰	پھردکھلایا(موسی نے) اس کو بڑا معجزہ
فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝۲۱	پھر جھٹلایا اس نے اور نافرمانی کی (۲۱)
ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝۲۲	پھر پیٹھ پھیرا اور چلا (موسی سے مقابلے کے لئے) تلاش کرتا ہوا (22)
فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝۲۳	پھر (جادو گروں کو) جمع کیا اور لوگوں کو بلایا
فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝۲۴	پھرکھا: میں ھوں رب تمھارا سب سے اونچا (۲۴)
فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝۲۵	پھر اسے الله نے دنیا وآخرت کے عذاب میں گرفتارکیا (25)
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۲۶	اس (موسی وفرعون کے واقعہ) میں درس عبرت ھے الله سے ڈرنے والوں کیلئے (26)
ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۝ بَنٰىهَا ۝۲۷	تمھارا بنانا مشکل ھے یا آسمان کا خدا نے اسکو بنایا؟ (27)
رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝۲۸	اونچا کیا اس کی بلندی کو پھر اسکو برابرکیا (28)
وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝۲۹	اور تاریک کردی اس کی رات اور روشن کردیا اس کا دن (29)
وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝۳۰	اس کے بعد زمین کو (بیضوی شکل میں) صاف بچھادیا (۳۰)
اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝۳۱	باھرنکالا اس سے اس کا پانی اورچارہ (۳۱)
وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝۳۲	اورپھاڑوں کومضبوط کھڑا کیا (۳۲)
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝۳۳	تمھارے اورتمھارے چوپایوں کے فائدے کیلئے (۳۳)

(ھم نے ان سب کو ترتیب دیاھے، اور ان کوفرمانبردار بنایاھے)

(c) ketabton.com: The Digital Library

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝٣٤	جب آئے وہ بڑے حادثے کا دن (قیامت کی سخت اور ناقابل برداشت مصیبت) (۳۴)
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝٣٥	جس دن یاد کریگا انسان اپنی کوشش کو جو اس نے کی تھی (۳۵)
وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝٣٦	اور دوزخ ظاھر کردی جائے گی دیکھنے والے کیلئے (۳۶)
فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝٣٧	البتہ جس نے سرکشی ونافرمانی کی ھوگی (۳۷)
وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝٣٨	اور دنیاکی زندگی کو ترجیح دی ھو (۳۸)
فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝٣٩	توپھر دوزخ اس کا ٹھکانہ ھے (۳۹)
وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝٤٠	اور جو کوئی ڈرا ھو اپنے رب کے سامنے کھڑے ھونے سے اور روکاھو اپنے نفس کو خواھشات سے (۴۰)
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝٤١	یقینا بھشت ھی اس کا ٹھکانہ ھے (۴۱)
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝٤٢	تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ھیں کب واقع ھوگی (۴۲)
فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝٤٣	تجھ کو کیا خبر اس سے؟ (۴۳)
اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝٤٤	قیامت کے واقع ھونے کے وقت کی خبرتیرے رب کے پاس ھے (۴۴)
اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝٤٥	تم تو ڈرانے والے ہواس کو جو اس سے ڈرتاھے (۴۵)
كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۝٤٦	جب اس کو دیکھیں گے تو انہیں لگے گا کہ وہ ایک رات یا ایک دن نھیں ٹھھرے تھے (دنیامیں) (۴۶)

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورت کاتعارف

اس سورت میں جن مضامین اورامور پر بحث کی گئی ھے وہ قیامت سے متعلق مضوعات پرمشتمل ھیں۔
موت کے بعد کی زندگی اور اس کے مسائل اور مضبوط وناقابل تردید دلائل کو اس ضمن میں موضوع بحث بنایا گیاھے ۔

اسی طرح اس سورت میں:

1 - موکد قسمیں جو قیامت سے متعلق ھیں، اوراس عظیم دن کے واقع ھونے پر تاکید کرتی ھے ۔
2 - اس دن کے ھولناک مناظر کے کچھ حصے بیان کیے گئے ھیں ۔
3 - اس سورت میں حضرت موسی علیه السّلام اور سرکش فرعون کے واقعے کی طرف مختصر اشارہ ھواھے، جو حضرت موسی اور مؤمنین کیلئے تسلی کا باعث، اور دھمکی ھے سرکش مشرکوں کیلئے ، اور اس بات کی طرف اشارہ ھے که قیامت کا انکار انسان کو کیسے کیسے گناھوں میں مبتلا کردیتاھے ۔
4 - اس سورت میں خدا تعالی کی قدرت کے مظاھر اور مثالیں جو آسمان وزمین میں ھیں شمارکی گئی ہیں، جو قیامت اور زندگی پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ھونے پردلیل ہیں۔
5 - اس دن کےھولناک واقعات کے ایک اورحصے کی تفصیل ، اورسرکشوں کے انجام اور نیک لوگوں کیلئے اچھے بدلے اور اجرکا تذکرہ ۔
6 - خلاصہ کلام یہ کہ اس سورت میں اس حقیقت پر زور دیاگیاھے که اگرچہ کسی کوبھی قیامت کے وقوع ھونے کے وقت کی خبر نہیں ھے، لیکن یہ تسلیم شدہ بات ھے که قریب ھے ۔

سب سے اھم اور فھم وادراک کو بیدار کرنے والا نکته اس سورت میں جس پر تاکید کی گئ ھے وہ یه ھے که قیامت پر یقین رکھنا چاھیئے اور اس کیلئے تیاری کرنی چاہیئے، اور اس کیلئے اس دنیا میں کچھ کام کرنا چاھیئے ، لیکن قیامت پر ایمان نه رکھنے والے شخص کی ضد وعناد پرتوجه نہیں کر نی چاھیئے ، اس لئے کہ اس کی ضدتکذیب اورعناد کی وجه سے ھے، جب وہ اس حالت کو پهنچاھے تو اس کو جواب دینا عبث کام ھے، اور رب تعالی جو که سب سے اعلی وبهترین فیصله کرنے والاھے ایسے عبث کام کو انجام دینے سے پاک و منزہ ھے۔

سورت کی مختصرتفسیر

(وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۝۱) قسم ھے ان فرشتوں کی جو بندوں کی روح کھینچنے والے

(c) ketabton.com: The Digital Library

ھیں سختی کے ساتھ ان کےاجساد سے، یا قسم ھے ان کی چاہے کوئی بھی مراد ہو جو ارواح کوسختی کے ساتھ کھینچتے ھیں ۔
النازعات: باھرکھینچنے والے ، باہرنکالنے کے معنی کے لیے یہ پانچوں لفظ مستعمل ہیں۔
نازعات ، ناشطات ، سابحات ، سابقات، مُدبّرات (تفسیر کبیر)
ان سے: فرشتے بھی مرادہیں ، اور آسمان کے ستارے، مجاھدین کے گھوڑے، انسانوں کی اوراح ، غازی اورمجاہدین بھی اورانسانی دل بھی مراد لیا گیا ہے اور کبھی ان سب کے مجموعے کیلئے بھی ان کو استعمال کیا گیاہے۔
البتہ اکثر مفسرین نے ستارے اور فرشتے مراد لیے ھیں، اس میں بھترین رائے "تفسیر المنتخب " کی ھے، اس میں سب کا نچوڑ اور خلاصہ آ گیاھے(تفسیر نور) ۔
غرقًا: اس کا معنی ھے مکمل طورپر غرق ھونا ، ڈوب جانا، گھرائی میں اترنا ۔
وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۟ۙ۲: قسم ھے ان چیزوں کی (جنھیں ایسی طاقت دی گئ ھے کہ جس سے اشیاء کو اپنی) جگھوں اور مقامات سے تند ہی اور مھارت کے ساتھ باھرنکالتے ھیں۔
"النَّاشِطَاتِ": وہ جو کام کو سکون واطمینان کی ساتھ لیکن بڑی مہارت اور تیزی کے ساتھ انجام دیتے ھیں (تفسیر نور)۔
ایسے فرشتے ھیں جو قوت واورتیزی کے ساتھ جانوں کو نکال لیتے ھیں، یا پھر "نشط" مؤمنین کی ارواح کیلئے اور "نزع" کفار کی ارواح کیلئے ھے۔
" وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۟ۙ۳ " (قسم ھے تیرنے والے فرشتوں کی) یعنی قسم ھے ان سب چیزوں کی ایسی تیزرفتاری ان کو دی گئی ھے جس کی روشنی میں وہ اپنی ذمہ داوریوں کو بھت تیزی سے اور آسانی کے ساتھ انجام دے دیتے ہی۔
(فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۟ۙ۴) قسم ھے ایسے فرشتوں کی جو اللہ کے احکام بجالانے میں دوسرے فرشتوں پر سبقت کرتے ھیں، نیز شیاطین سے سبقت لیجاتے ھیں، اللہ تعالی کی وحی اس کے پیغمبر تک پھنچانے میں تاکہ شیاطین اسے چوری نہ کریں۔
(فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۟ۘ۵) قسم ھے ان فرشتوں پر جن کو اللہ تعالی نے بھت سارے کاموں کی تدبیر کیلئے مقررکیاہے عالم بالا میں جنت اور جھنم اور جھان اسفل میں بارش، گھاس، پودے، ھوائیں، دریا، حیوانات وغیرہ ۔
(یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۟ۙ۶) اس دن زلزلہ وقوع پذیر ھوگا، (اور وہ دن قیامت کادن ھے) جس دن پھلا نفخہ صور میں پھونکا جائیگا اور زلزلہ کا آغاز ھوگا، دنیا تباہ ھوجائے گی اور سب مرجائینگے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

(تَتۡبَعُهَا الرَّادِفَةُ۝٧) اس کے بعد دوسری مرتبہ صور پھونکاجائیگا، پھلے زلزله کے بعد دوسرا زلزله آئیگا، که سارے مردے زنده هوجائینگے، اور قیامت قائم ہوگی، ا ورمحشر بپا هوگا، اور ابدی جہاں کا آغاز ہوجائیگا۔
(قُلُوبٌ يَوۡمَئِذٍ وَاجِفَةٌ۝٨) بهت سارے دل جب اس هولناک اور سخت دن کو دیکھیں گے تو پریشان ہوجائیں گے اور ڈرنے لگ جائیں گے ۔
(أَبۡصَارُهَا خَاشِعَةٌ۝٩) ان کی آنکھیں جھکی ھوئی ہوں گی، اور ان کے دلوں کو ڈر وخوف نے ڈھانپا ہوگا ، اوراس خوف سے لرزتے ہونگے اور ندامت وحسرت ان پر حاوی هوگی۔
(يَقُولُونَ أَءِنَّا لَمَرۡدُودُونَ فِي الۡحَافِرَةِ۝١٠) کیا موت کے بعد هم پهلی تخلیق کی طرف لوٹائے جائیں گے؟۔
یه استفهام انکاری هے ، جس میں تعجب کی انتهاهے، یعنی ان لوگوں نےموت کے بعد کی زندگی کا انکار کیا، مزید اس کو ناممکن سمجھتے هوئے کافروں نے تکذیب کی صورت میں کها که:
(أَءِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً۝١١) (کیاجب هم بوسیده ہڈیوں کی صورت میں تبدیل هوجائیں گے اور بکھرجائیں گے تو اس کے بعد دوباره زندگی کی طرف لوٹیں گے؟
(قَالُوا تِلۡكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ۝١٢) کهتے هیں: اس وقت وه هما را زندگی کی طرف پلٹنا سراسر نقصان کا باعث ہوگا ۔
اورهم اس طرح کا نقصان اور اس طرح کا کام کبھی نهیں چاهتے ۔
مذاق اراتے هوئے کهتے تهے: (اگرواقعی زندگی کی طرف دوباره پلٹنا پڑا تو) اس صورت میں یه همارا دوباره زنده هوجانا خسارے کا هوگا، اور وه لوگ اس بات کو بعید از امکان سمجھتے تهے که مرنے کے بعد اور بوسیده هڈیوں میں تبدیل هونے کے بعد الله تعالی انهیں دوباره زنده کرسکے گا، کیونکه وه لوگ خداتعالی کی قدرت اورطاقت سے ناواقف تهے، اس لیے اس کے خلاف جسارت کررهے تهے، مردوں کو زنده کرنا رب تعالی کیلئے آسان هے اس بارے میں الله تعالی فرماتایے ۔
(فَإِنَّمَا هِيَ زَجۡرَةٌ وَاحِدَةٌ۝١٣) پهر یقینًا وه ایک اونچی آوازهے، (انکا پلٹنا کچھ مشکل نهیں هوگا) صرف اور صرف صورمیں پهونکنے کی آواز آئیگی اور دوسری زندگی کا آ غاز ہوجائے گا۔
(فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ۝١٤) اچانک وه ایک چٹیل میدان میں ہوں گے اچانک سب کے سب اٹهیں گے اور محشر کے وسیع و عریض چٹیل میدان میں کھڑے ہوں گے۔
اس مقام پر الله نے فرشتوں کی قسم کهائی هے که وه الله کی طرف سے سپرد کرده ذمه داریوں کو کس تندهی او رتیزی سے مکمل کرتے هیں ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس قسم میں چند احتمالات ھیں:
1 - که جس چیزکے اثبات کے لیے قسم کھائی ھے وہ ھے بعد از مرگ زندگی اور سزاء وجزاء.
2 - اثبات قیامت کے لیے قسمیں کھائی ھیں .
3 - جن امور کے اثبات کے لیے قسم کھائی گئی ھے اور جن کا قسم میں ذکر ھے وہ ایک ھی چیز ھے .
4 - الله نے فرشتوں کی قسم کھائی تاکه فرشتوں کا وجود ثابت ھو، اس لیے که فرشتوں پر ایمان لانابھی ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ھے، اسی طرح ان فرشتوں کے ذمه لگائے گئے امور سزاء وجزاء کا ایک سبب ھیں، چاھے قبل ازمرگ ھو یا بعد ازمرگ یا موت کے وقت ، یه سزا ء اور جزاء دینا بھی فرشتوں کی ذمه داری ھے .

رب تعالی اپنے پیغمبر محمد صلی الله علیه وسلم سے فرماتے ھیں:
(هَلۡ أَتَىٰكَ حَدِيثُ مُوسَىٰٓ ١٥) کیا موسی کی خبر تجھ تک پھنچی ہے ؟ یه سوال ایک اھم معاملے سے متعلق ھے، جو واقع ھوچکاھے، یعنی: کیا اس کی خبرتجھ تک پھنچی ھے؟:
(إِذۡ نَادَىٰهُ رَبُّهُۥ بِٱلۡوَادِ ٱلۡمُقَدَّسِ طُوًى ١٦) جب اس کے رب نے طُوی کی مقدس زمین پراسے پکارا .
طُوىٰ: وہ مقام ھے جھاں پر الله تعالی نے موسی علیه السلام سے بات کی، اور انہیں رسالت عطافرماکر برکت دی، اور وحی کے ساتھ مبعوث فرماکر انہیں برگزیده اور منتخب کیا.
پھر ان سے فرمایا:
(ٱذۡهَبۡ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ١٧) جاو فرعون کی طرف اس نے سرکشی ونا فرمانی کی ھے .
یعنی: فرعون کے پاس جاو اور اس کے ساتھ مشفقانه اور نرم لھجے میں بات کرو، اور اسے بغاوت وسرکشی اور شرک ونافرمانی سے روکو.
لعلّه یتذکراویخشی: شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈرجائے فَقُلۡ هَل لَّكَ إِلَىٰٓ أَن تَزَكَّىٰ ١٨:
پھر کھدو : (کیا تم چاھتے ھو ایسی خوبصورت وپسندیده عادت اپناؤ جسے عقلمند لوگ حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوش کرتے ھیں، اور وہ یه ھے که) خود کو پاکیزہ بنالے، اور کفر وشرک ونافرمانی کی آلودگی سے خود کو بچاکر ایمان اور نیک اعمال کی طرف چلے آئے؟

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَاَهۡدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخۡشٰى ۚ﴿۱۹﴾ اور تجھے رب تعالی کی طرف راہ دکھاؤں، اور الله تعالی کی رضا وغضب کے عوامل تجھ کو بتاؤں ؟ (فتخشی) پھرجب تم سیدھا راستہ پہچان لوگے تواپنے رب کے سامنے جھک جائے گا ، لیکن فرعون نے اس چیز کو قبول کرنے سے انکارکردیا جس کی طرف موسی علیه السلام نے اس کو دعوت دی ۔

فَاَرٰىهُ الۡاٰيَةَ الۡكُبۡرٰى ۖ﴿۲۰﴾ تو (موسی) نے ایک بڑامعجزہ اسے دکھایا، موسی علیه السلام فرعون کے پاس گیا اپنے عظیم معجزہ (یعنی لاٹھی کا اژدہا بننا) اسے دکھایا.

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۖ﴿۲۱﴾ لیکن اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی ، فرعون نے موسی علیه السلام کو جھوٹا کہا، اور اس کی لائی ہوئی نبوّت کو نہیں مانا، اورجو کچھ رب تعالی کے طرف سے ساتھ لایاتھااس سے انکار کیا.

ثُمَّ اَدۡبَرَ يَسۡعٰى ۖ﴿۲۲﴾ پھرپیٹھ پھیرا اورچلاگیا (موسی علیه السلام سے مقابلے کیلئے) کوشش وتلاش کرنے لگا .

فَحَشَرَ فَنَادٰى ۖ﴿۲۳﴾ پھر (جادوگروں کو) جمع کیا اور لوگوں کوبلایا.

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰى ۖ﴿۲۴﴾ فرعون نے اپنے لشکرکو جمع کیا اور پکارکر ان سے کہا: (میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں) لوگوں نے اس کی بات پریقین کیا، اور اس کے باطل کوقبول کیا، کیونکه ان لوگوں کی عقلوں سے کھیل رہاتھا .

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الۡاٰخِرَةِ وَالۡاُوۡلٰى ؕ﴿۲۵﴾ رب تعالی نے اسے دنیا وآخرت کے عذاب میں مبتلاکردیا.

اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَعِبۡرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ؕ﴿۲۶﴾ یقیناً اس میں (موسی علیه السّلام اورفرعون کی واقعے میں درس عبرت ہے ان لوگوں کیلئے جو الله سے ڈرتے ہیں.

الله نے موسی اور فرعون کا واقعه بیان کیا اور اس کے ذریعے یه یاد دهانی کروائی کہ فرعون کو جوسزاء دی گئی اس میں تمام سرکشوں اور جهٹلانے والوں کے لیے درس عبرت ہے ، اسی طرح اس میں قیامت کی طرف بهی توجه دلائی گئی ہے ، قیامت میں دوبارہ زندہ کیے جانے کے امکان کی بهی دلیل ہے، اس کے علاوہ انسانوں کویه بهی بتایاگیاالله نے انهیں کتنی نعمتیں عطاکی هیں تا که وہ شکر گزاری کریں، یه شکرگزاری الله کی معرفت کا سرچشمه ہے ، سب سے پہلے منکرین بعثت کو استفهام انکاری سے مخاطب کیا یه توبیخی اندازہے ، یعنی ڈانٹ ڈپٹ ہے که کیا تم جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ناممکن سمجهتے ہو تو کیا تمهارا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا اتنے بڑے آسمان .

(c) ketabton.com: The Digital Library

(ءَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ۲۷) (اے قیامت کے منکرو!) کیا تمهاری پیدائش (دوباره مرنے کے بعد) زیاده سخت هے ، یا اس آسمان کی تخلیق جس کو الله تعالی نے اس حیران کن عظمت اور حیرت انگیز ترتیب ونظام کے ساتھ تمهارے سروں کے اوپر ایک خیمے اور چھت کی طرح قائم کیاهے؟
رَفَعَ سَمۡكَهَا فَسَوّٰىهَا ۲۸) اونچا کیا اس کی بلندی کو اور اسے منظم کیا.
وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا وَاَخۡرَجَ ضُحٰىهَا ۲۹) اور اندھیرا بنادیا اس کی رات کو اور روشن کیا اس کے دن کو.
وَالۡاَرۡضَ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۳۰) اس کے بعد: اس نے زمین کو (بیضوی شکل میں) پھیلایا.
اَخۡرَجَ مِنۡهَا مَآءَهَا وَمَرۡعٰىهَا ۳۱) باهرنکالا اس سے اس کا پانی اورچاره.
وَالۡجِبَالَ اَرۡسٰىهَا ۳۲) اور پهاڑوں کو مضبوطی سے گاڑدیا.
مَتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡ ۳۳) تمهارے اور تمهارے چوپایوں کے فائدے کیلئے (هم نے ان سب کو ترتیب دیاهے، اور ان کو فرمانبردار بنایاهے).
فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الۡكُبۡرٰى ۳۴) جب آئےگا وه بڑے حادثه کادن (قیامت کا سخت اور ناقابل برداشت دن).
يَوۡمَ يَتَذَكَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰى ۳۵) جس دن یاد کریگا انسان اپنی کوشش کو جو اس نے کی تھی.
وَبُرِّزَتِ الۡجَحِيۡمُ لِمَنۡ يَّرٰى ۳۶) اور دوزخ ظاهر کردی جائے گی دیکھنے والوں کیلئے.
فَاَمَّا مَنۡ طَغٰى ۳۷) لیکن جس نے سرکشی ونافرمانی کی هوگی.
وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ۳۸) اور دنیاکے زندگی کو (آخرت کے مقابلے میں منتخب کرکے) ترجیح دی هوگی .
ان آیات میں انسان کی سعادت وشقاوت کے اصولوں کا نقشه نهایت خوبصورت اور نصیحت آموز انداز میں کھینچاگیاهے.
انسان کی شقاوت وبدبختی کو نافرمانی اور دنیاپرستی کانتیجه، اور اس کی خوشی اورسعادت کو خوفِ خدا کا ثمره؛ اور نفسانی خواهش کا ترک کرنا بتایاگیاہے، نیزتمام انبیاء واولیاء کی تعلیمات کا خلاصه یهی هے، خواهشات کی پیروی کرنا عقل پر پرده ڈال دیتاہے، اور انسان کے بُرےاعمال کو اس کی نظروں میں مزیّن کردیتاهے، پهچان ا ورتشخیص کے احساس کو جو الله تعالی

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی سب سے بڑی نعمت اور انسان وحیوان میں ایک فرق ھے ا سے چھین لیتاھے، اور انسان کو خود میں مشغول کردتیاھے ۔
فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾ (تو پھر جان لو) دوزخ ہی ٹھکانہ ہے۔
پہلا جملہ ان کے فاسد عقیدے کی طرف اشارہ کرتاھے ، اس لئے که ان کی نافرمانی ان کے تکبر کے وجه سے ھے، اور ان کا تکبر الله تعالی کی عدم معرفت کی وجه سے ھے، جو کوئی بھی الله تعالی کی عظمت کو پهچانتاہے وہ اپنے آپ کو حقیر اور کمزور سمجھتاہے، وہ کبھی بھی اپنے قدم عبودیت کے راستے سےباهر نهیں رکھتا ۔
دوسرےجملے میں ان کے فاسد عمل کی طرف اشارہ ھے، اس لیےکه نافرمانی اور سرکشی کا نتیجه یه نکلتا ھے که انسان اس عارضی اور جلد ختم ھونے والی دنیا کی آسائشوں اور اس دنیا کی رنگینیوں کو بهت قیمتی سمجھنے لگتاھے اور انهیں هرچیز پر مقدم رکھتا ھے۔
گویا یه دونوں (سرکشی اور نتیجه) ایک دوسرے کے لیے علت اور معلول هیں۔
عقیدے کا بگاڑاورنافرمانی عمل میں فساد کا ذریعه اور ناپائیدار دنیا کی زندگی کو هرچیز پرترجیح دینے کا سبب ہے۔

آخرکار یه دونوں دوزخ کی جلانے والی آگ ھے تیسرے جملے میں اس کی طرف اشارہ کیاگیاھے، اس کے بعد جنتیوں کے اوصاف کا ذکر دومختصر اورنهایت پُرمعنی جملوں میں بیان کرتے هوئے فرماتے هیں:

(وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾)
اور جو کوئی ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑے ھونے سے، اور روکا اپنے نفس کو خواهش سے۔
(فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾) یقیناً جیت هی اس کا ٹھکانه ھے۔
(يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ﴿٤٢﴾) تجه سے قیامت کے بارے میں پوچھتے هیں که کب هوگا اس کاقیام ؟
(فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا ﴿٤٣﴾) تجھ کو کیا کام اس کے ذکر سے؟
(إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ﴿٤٤﴾) قیامت کے وقت کا علم تمهارے رب کے پاس ہے، (اور اس کے وقوع سے تیرا رب ہی باخبرہے، تو نهیں)
(إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ﴿٤٥﴾) آپ کا فرض صرف اور صرف ڈرانا اور تنبیه کرناھے ان لوگوں کو جو قیامت سے ڈرتے هیں (اورحق تلاش کرنے اور حق کو اپنانے کا جذبه رکھتے هیں)

(c) ketabton.com: The Digital Library

(كَاَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَهَا لَمۡ يَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوۡ ضُحٰهَا ۝٤٦) جس دن اس کو دیکھیں گے ، ایسا لگیگا کہ وہ ایک رات یا ایک دن نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں۔
جس دن قیامت کی قائم ہونے کو دیکھیں گے ایسے محسوس کریں گے جیسے ایک شام یا ایک صبح بھی دنیا میں نہیں رہے۔

ملک الموت کی ذمہ داری

سب سے پہلے یہ کہنا چاہیے کہ ملک الموت کی ذمی داری صرف انسانوں اور دوسری مخلوقات جیسے فرشتوں، جنوں، اور جانوروں کی روحوں کو قبض کرناھے، جیساکہ رب تعالی فرماتے ھیں: (قُلۡ يَتَوَفّٰٮكُمۡ مَّلَكُ الۡمَوۡتِ الَّذِىۡ وُكِّلَ بِكُمۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ۝١١) (سجده : ١١)
یعنی: کهدیجئے: جس فرشتے کو خدا نے تمهاری روحوں اور سانسوں کو قبض کرنے کیلئے مقرر فرمایاھے، (وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تمهاری موجودگی کی جگہ پر آئیں گے، اور) تمهاری روحیں قبض کر لیں گے .
ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ: پھر رب تعالی کی طرف لوٹائے جاؤگے، پھرتمهارے اعمال کے مطابق تمہیں جزاوسزا ملے گی، اور تم نے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے سے انکار کیاتھا، اب دیکھو اور سوچو خدا تعالی تمهارے ساتھ کیا کریگا! اس آیت مبارکه سےھمیں یہ پتہ چلتاھے کہ ملک الموت انسانوں کی روح قبض کرنے کیلئے مأمور ھے، لیکن حیوانات کی روحیں کیسے اور کس کی وساطت سے قبض ھوں گی ؟ اس بارے میں کوئی صریح حدیث موجود نهیں ھے .
لیکن موضوع روایات اس بارے میں موجود ھیں که (آجال البهائم كلها من القمل والبراغيث والجراد والخيل والبغال كلها والبقر وغيرذلك، آجالها فی التسبيح، فاذا انقضى تسبيحها قبض الله ارواحها وليس ملك الموت من ذلك شيئ).
یعنی: ترجمہ: تمام حیوانات جن میں چیونٹی، پسو، ٹڈی ، گھوڑا، خچر ، گائے ، اور دوسرے حیوانات (شامل هیں) کی موت ان کی تسبیح کی مدت کے ساتھ منسلک ہے، جب بھی ان کی تسبیح کےبیان کرنے کا زمانه اپنی انتها کو پهنچا تورب تعالی ان کی روح قبض کریگا۔
جبکہ ملک الموت کا اس میں کوئی کردار نہیں ہوگا، لیکن جیسا کہ ھم نے کها کہ یہ حدیث من موضوعات ھے اور علامه البانی رحمه الله نے السلسلة الضعيفه (188/4) میں اس حدیث کوموضوع کهاھے .
چنانچہ بعض علمانے کهاھے که: ملک الموت تمام مخلوقات کی ارواح (انسان وحیوانات) کوقبض کریں گے، بعض اهل علم نے کهاکه الله سبحانه وتعالی خود حیوانات کی ارواح کو نکالیں گے، نه که موت کے فرشتے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

ملاحظه کریں: (التذکره للقرطبی صفحه (75)، (الفواکه الدوانی: 100/1)
شیخ ابن عثیمین اس مسئله پرانسان کو مکلّف نهیں سمجهتے ، اور اس میں بحث کرنے کو بے فائده سمجهتےهیں، جیساکه ان سے حیوانات کی روح قبض کرنے کے متعلق پوچها گیا تو انهوں نے جواب دیاکه: (آپ کا نظریه کیاهے؟ اگر آپ سے کهاجائے که ملک الموت حیوانات کی روح قبض کرنے پر مأمورهے یا نهیں ، اس کا کیا فائده هے؟ کیا صحابه کرام نے اس کے متعلق رسول الله صلی الله علیه وسلم سے سوال کیاتها، حالانکه وه دوسروں کی به نسبت بهت زیاده سیکهنے اور علم حاصل کرنے میں حریص تهے، اور رسول الله صلی الله علیه وسلم ان کے سوال کے جواب دینے میں سب زیاده دلچسپی رکهتے تهے اورجواب دینا اپنی ذمه داری سمجهتے تهے، اس کے باوجود صحابه کرام نے ان سے کبهی بهی ایسا سوال نهیں کیا، جو کچه رب تعالی اس بارے میں بیان فرماتے هیں وه یه هے: (قُلْ يَتَوَفَّىٰكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ..) یعنی ملک الموت انسانون کی روح قبض کرنے پرمأمور هے، لیکن غیر انسانوں کی ارواح کے بارے میں کچه بهی ثابت نهیں هے، اس کا علم صرف الله کو ہی ہے۔
(لقاء الباب المفتوح: 146/ 11).

پیغمبر صلی الله علیه وسلم کی رحلت:

نبی کریم صلی الله علیه وسلم کی زندگی کے آخری روز جب آپ صلی الله علیه وسلم پر موت کی سختیاں آئیں، اور جب اسامه آپ کے پاس آ ئے تو ، آپ صلی الله علیه وسلم بات نهیں کرسکتے تهے، صرف اپنے هاتهوں کو آسمان کی طرف اٹهاتے ، پهر اسامه پر رکهتے تهے، جب اسامه متوجه هوتے تو آپ صلی الله علیه وسلم ان کے کیلئے دعا فرماتے، عائشه رضی الله عنها پیارے پیغمبر کو اپنی آغوش میں لئےهوئے تهیں۔
اس دوران عبدالرحمن بن ابی بکر داخل هوئے اس کے هاته میں مسواک تهی، پیارے پیغمبر صلی الله علیه وسلم اس مسواک کودیکه رهے تهے، حضرت عائشه رضی الله عنها نے پوچها: مسواک لے لوں آپ کیلئے؟ آپ صلی الله علیه وسلم نے سرکے اشارے سے فرمایا: هاں ، حضرت عایشه رضی الله عنها نےاپنے بهائی سے مسواک لیکر خوب چبهائی اور نرم کرکه آپ کو دے دی ۔ پیارے نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے مسواک اپنے منه میں رکهی اور مسواک کرتے هوئے اس جملے کو دوہراتے رہے: (فی الرفیق الاعلی) یعنی: میں پسند کرتاهوں که رفیق اعلی سے ملوں، اور اپنے دست مبارک کو پانی کے برتن میں جو ان کے پاس رکها هوا تها ڈبو رهے تهے اور اپنے چهره

(c) ketabton.com: The Digital Library

مبارک پرمل رھے تھے، اور فرماتے تھے: (لا اله الا الله ان للموت سکرات) لا اله الا الله ! سکرات موت بهت مشکل هے (یاسخت هے) .
جیسے هی مسواک کرنے سے فارغ هوئے اپنی انگلی کو گهرکی چهت کی طرف اٹھائی اور آپ کے لب مبارک حرکت میں آگئے، حضرت عائشه رضی الله عنها توجه کے ساته سننے لگیں آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: (مع الذین انعمت علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین، اللهم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلی، اللهم الرفیق الاعلی)۔
(ان لوگوں کے ساته جن پر آپ نے انعام فرمایاھے: انبیاء صدیقین ، شهدا اور صالحین! یا الله مجهے بخش دے اورمجهے اپنی رحمت میں شامل کر، اور مجهے رفیق اعلی سے ملادے، یا خدایا: رفیق اعلی) .
اس آخری عبارت کو تین مرتبه آپ نے دوهرایا، اور آپ کے هاته ایک طرف گرگئے اور ر فیق اعلی سے جا ملے، (إنّا لله وإنّا اليه راجعون)
بخاری کتاب المغازی : (4437 و 4449) اورباب مرض النبی)
دوسری روایت میں هے که فرمایا: (یا الله ! موت کی سختیوں میں میری مدد فرما، (ترمذی : کتاب الجنائز حدیث: 978)
لیکن سکرات موت سے متعلق اوپروالی حدیث میں اشاره هوا که حضرت عائشه رضی الله عنها نے پیارے نبی کریم صلی الله علیه وسلم کی آخری بات کو آخری دن میں نقل فرمایا کہ آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: (لا اله الا الله إنّ للموت سکرات) یعنی: لا اله الا الله موت کی بهت سختیاں هیں .

ملک الموت کا تیزی سے عمل کرنا:

بهت سے لوگ کبهی کبهی سوچتے هیں که کس طرح ملک الموت ایک وقت میں بهت سارے انسانوں کی روح قبض کرلیتا هے؟
سب سے پهلے یه وضاحت کرنا چاهتاهوں که روح فبض کرنے والے فرشتے کیلئے (عزرائیل) نام درست نهیں هے، اس کا اصل نام ملک الموت ہی استعمال کرنا چاهیے، اس لئے که عزرائیل کے نام سے قرآن عظیم اور نبی کریم صلی الله علیه وسلم کی احادیث میں کهیں بهی ذکر نهیں هواهے۔
بلکه یه نام اسرائیلیات میں سے لیاگیاهے بهتریه هے که اسے چهوڑ دیاجائے، اور اس کے بدلے میں "ملک الموت" کا نام استعمال کیاجائے، اس لیئے که یه نام یعنی "ملک الموت" قرآن اور حدیث میں ذکر هواهے.

(c) ketabton.com: The Digital Library

ثانیًا: خدا تعالی نے جو طاقتور اوربڑے فرشتے پیدا فرمائے ھیں جیسے: ملک الموت، جبرئیل، میکائیل ، وغیرہ ان کو قوت وطاقت وسرعت ان کے کام کے مطابق عطا فرمائی ھے ۔

مجاھد رحمه الله فرماتے ھیں:

زمین ایک تھال کی طرح ملک الموت کے سامنے رکھی گئی ہے، اس طرح کہ جب چاھے کسی بھی روح کو اس میں سےقبض کرلیتاھے، قرآن کریم میں روح کا قبض کرنا کبھی خداتعالی کی طرف بھی منسوب ھواھے، جیسے آیت : (اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا) (سورۃ الزمر: 42)۔

اور کبھی قبض ارواح کی نسبت فرشتوں کے طرف ھوئی ھے، جیسے: (الَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ طَیِّبِیۡنَ ۙ یَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمُ ۙ ادۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۳۲) (سورۃ النحل)
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۝ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝٦١)
(الانعام: 61)
اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ (سورۃ النساء: 97)

اور کبھی قبض روح کی نسبت ملک الموت کے طرف ھوئی ھے جیسے آیت : (قل یتوفاکم ملک الموت) سورۃ السجدہ : 11)
ان آیات کا یہ معنی ھے کہ سب سے پہلے خدا انسانوں کو موت دیتاھے، اور اس کے حکم سے روح جسم سے خارج ھوجاتی ھے ۔
اورثانیاً : ملک الموت کو ایسے ساتھیوں کی مدد حاصل ھے فرشتوں میں سے جو ایک انسان کی موت کےابتدائی مراحل کی تیاری کرتے ھیں، اس کے بعد ملک الموت روح کو جسم سے الگ کرتاھے، اور اپنی تحویل میں لیتاھے، پھر اس کو عذاب یا رحمت کے فرشتوں کے سپرد کردیتاھے، یہاں تک کہ وہ روحیں عالم برزخ میں قیامت کے دن تک نعیم میں یا عذاب میں رہیں گی ۔
یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہمیں یہ سوچنے کے بجائے کہ ملک الموت ایک وقت میں بہت ساری ارواح کیسے قبض کرتاہے ، ہمیں سوچنا چاہیے کہ موت کے وقت اعمال کیا ہونے چاہئیں۔

جنتیوں کے حالات:

جنت والے خوبصورت اوربہترین شکل وصورت کے ساتھ اپنے باب حضرت آدم علیه السلام کی شکل وصورت میں جنت میں داخل ھونگے، اورکوئی شکل وصورت اتنی خوبصورت اور کامل نہیں ھے، جس شکل وصورت کے ساتھ الله تعالی نے ابوالبشر کی تخلیق کی ھے، خدانے حضرت آدم کو اپنے ھاتھوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے بنایاھے، اس کی تخلیق کی تکمیل فرماتے ہوئے اس کو خوبصورت اندازمیں بنایا؛ چنانچہ جو کوئی بھی جنت میں داخل ھو وہ آدم کی صورت میں اور اس کےجسمانی ساخت میں ہوگا۔

خدانے آدم کو بہت بلند قد کھجور کے درخت جیسا بنایاتھا، جس کا طول ساٹھ (60) گزتھا، صحیح مسلم میں حضرت ابوھریرہ رضی الله عنه سے روایت هے که آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: خدانے آدم کو اپنی صورت میں پیدا فرمایاتھا، جس کے قد کی لمبائی ساٹھ (60) گز ہ تھا؛ لہٰذا جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا اسی شکل وصورت میں جنت میں داخل ہوگا ، که اس کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی .

آدم علیه السلام کی تخلیق کے بعد انسانوں کےقد کے ارتفاع میں همیشه کمی هوتی رهی هے .

(صحیح مسلم : کتاب الجنة ، باب یدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطیر : 2841)۔

جنتیوں کی صورتوں اورچهروں کی خوبصورتیوں میں سے ایک خوبصورتی یه هے که وہ نوجوانوں کی طرح بغیر داڑهی کے هونگے، ایسا لگیگا که انهوں نے اپنی آنکهوں میں سرمه لگائے هوئے هیں، اور وہ تینتیس ساله (33) بن کر جنت میں داخل هونگے .

مسند احمد اور سنن ترمذی میں معاذ بن جبل سے روایت هے که پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے فرمایا : (یدخل اهل الجنة جردًا مردًا کأنهم مکحلون ابناء ثلاث وثلاثین)

اهل جنت اس طرح جنت میں داخل هونگے جیسے مجرد اور بغیر داڑهی کے (بے ریش) ایسے خوبصورت هونگے، جیسے آنکهوں میں سرمه لگائے ہوئےهوں، اور 33 سال کےهونگے ، (صحیح مسلم : 7928)

دوزخیون کی صورتحال:

دوزخ والے بهت هی هولناک شکل وصورت میں موٹا فربه (جن کے حجم کی مقدار کا الله کے علاوہ کوئی اندازہ نهیں کرسکتا) دوزخ میں داخل هونگے .

حضرت ابو هریره سے ایک حدیث مروی هے (مابَینَ منکبی الکافر مسیرة ثلاثة أیام للراکب المسرع) صحیح مسلم : باب الناریدخلها الجبارون (2190/4)

یعنی قیامت کے دن کافر کا جسم اتنا بڑا هوگاکه ایک تیزگهوڑسوار تین دن میں اسکے دونوں شانوں کے بیچ کا فاصلے طے کرسکے .

کافر کے جسم کا حجم اس لئے بڑا هوگا تاکه اس کے عذاب میں اضافه هو .

امام نووی ان احادیث کی تشریح میں فرماتے هیں:

(c) ketabton.com: The Digital Library

یه سب اس لئے ھے که ان کی اذیت آخری حد کوپهنچ جائے ، یقیناً ان سب پر ایمان لاناواجب ھے، اس لئے کہ رسول صادق المصدوق صلی الله علیه وسلم نے اس کی خبر دی ھے۔ (شرح نووی مسلم : 186/17)
ابن کثیر ان احادیث کی تشریح وتوضیح کرتے ھوئے لکھتے ھیں: (لیکون ذلك انکی فی تعذیبهم، واعظم فی تعبهم ولهیبهم، کما ل شدید العقاب: (لیذوقوا العذاب) (نهاية: لابن کثیر)
ان کے جسم کی یه بڑھوتری زیاده عذاب چکھنے کے لئے ھے، جیساکه شدید العقاب والی ذات نے فرمایا: تاکه عذاب کوچکھیں)۔

قیامت کے دن بچوں کی حالت:

شرعی حکم یهی ھے که: جو مسلمان بچے سن بلوغت سے پهلے وفات پاچکے ھیں ان کا ٹھکانه جنت ھوگا ان شاء الله ، رب تعالی فرماتے ھیں: (وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱ (سورة الطور: 21)
جولوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ان کی پیروی کرتے ھوئے ایمان لائی، جنت میں ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملائیں گے، (تاکه اپنے بچوں کو اپنی آغوش میں پائیں اور ان سے محبت کا اظهار کرکےفرحت محسوس کریں)، بغیر اس کے که هم ان کے عمل سے بچوں کو دے دیں، یا اس وجه سے ان کے بچوں کی نیکیوں میں اضافه کردیں، یا اس واسطے سے ان کے گناهوں کوختم کردیں، کیونکه هرشخص اپنے عمل کا گروی ھوگا جو اس نے کیاھے۔
حضرت علی رضی الله عنه نے اس آیت سے: (كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝۳۸) (سورة مدثر: 38) مسلمان بچوں کے جنتی ھونے کا استدلال کیا ھے، اس لئے که ان بچوں ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس کی ان سے بازپرس ہو ۔
امام بخاری رحمه الله نے اس عنوان کے تحت مستقل باب قائم کیاہے (فضل من مات له ولد فاحتسب) ، اور حضرت انس رضی الله عنه کی حدیث کو مندرجه ذیل تشریح کے ساتھ پیش کی ھے که نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: (مامن الناس مسلم یتوفی له ثلاث لم یبلغ الحنث الا أدخله الله الجنة بفضل رحمته ایاهم) جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ھوجائیں تو خدا اسے اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل فرمائیگا۔
امام احمد رحمہ الله نے معاویه بن صریم کی بیٹی خنساء سے بسند صحیح روایت کیا ھے وه اپنے چچاسے روایت کرتی ہیں، وہ کھتے ھیں کہ: میں نے نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے پوچھا: اے الله کے رسول! جنت میں کون جائے گا ؟ آپ نے فرمایا (النبی فی الجنة والشهید فی الجنة، والمولود فی الجنة) (فتح الباری : 246/3)

(c) ketabton.com: The Digital Library

انبیاء ، شھداء ، نوزائدہ (نابالغ بچے جنت میں ھونگے)، امام مسلم اور امام احمدرحمہمااللہ نے اپنی اپنی مسند میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ھیں کہ پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"صغارھم دعامیص الجنة، یتلقی أحدھم أباہ أو قال أبویه، فیأخذ بثوبه او قال بیدہ کما آخذ أنا بصنفة ثوبك ھذا، فلا یتناھی، أو قال: فلا ینتھی حتی یدخله الله، إیاہ الجنة)

مسلمان بچے جنت والوں کے خدمت گار ھونگے ، وہ بچے اپنے والد یا والدہ کو دیکھ کر اس کے کپڑے یا ہاتھ پکڑ لیں گے، جیسا ابھی میں نے تمہارے کپڑے کا کونا پکڑاہے، اس کا نتیجہ یہ ھوگا کہ اللہ تعالی اس بچے اور اس کے والدین کو جنت میں داخل کردے گا ۔

قیامت کے دن کفار ومشرکین کی بچوں کے حالت

امام بخاری نے اس عنوان کے تحت (ماقیل فی اولاد المشرکین) باب باندھا ھے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت ذکر کی ھیں: (سُئِل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن اولاد المشرکین، فقال: الله اذا خلقھم اعلم بما کانوا عاملین).

مشرکین کی نابالغ اولاد کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا آپ نے فرمایا: ان کی تخلیق کے وقت ہی اللہ تعالی کو معلوم تھا کہ یہ کیا عمل کرینگے۔

حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کل مولودٍ یولد علی الفطرۃ، فأبواہ یھوّدانه او ینصرانه او یمجسانه کمثل البھیمة، تنتج البھیمة ھل فیھا جدعًا؟)۔

ھربچہ دنیا میں فطرت سالم پرآتاھے، اس کے ماں باپ اسے یھودی ، مسیحی یا مجوسی بناتے ھیں، ایک حیوان سے حیوان پیدا ھوتاھے، کیا آپ نے ان میں سے کسی حیوان کے بچے کو دیکھا جوکان کٹا پید ہوا ہو؟ (بخاری کتاب الجنائز ، فتح الباری 3/296)

ابن حجر کے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ ان احادیث کو نقل کرتے ھوئے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ھیں کہ وہ اس مسئلے میں اپنی ذاتی رائے کا اظھار نھیں کررہے، بلکہ سورہ الروم کی تفسیر کے بعد ان کے جنتی ھونے کا فیصلہ کن طور پر اظھار کررہے ھیں ، انھوں نے اس باب کی احادیث کو اس طرح ترتیب دیاھے کہ خود مشرکین کے بچوں کےجنتی ھونے پر دلالت کرتی ھیں، اس لئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلےدلالت کرنے والی احادیث پرتوقف کیا پھر ان کے جنتی ھونے پر جو مرجح احادیث ہیں وہ لائے ہیں ، اور آخر میں ایسی احادیث بیان کی ھیں، جو ان کے جنتی ھونے کو یقینی بناتی ھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

جهاں انهوں نے درج ذیل حدیث بیان کی ہے:

"وأما الوالدان الذين حوله فكل مولود يولد على الفطرة.فقال بعض المسلمين: واولاد المشركين؟ فقال: واولاد المشركين" اور وه والدین جن کےان کے آس پاس هیں، چنانچه هربچه پاکیزه فطرت کے ساتھ پیدا هوتاهے، مسلمانوں میں سے بعض نے پوچھا: کیا وهاں مشرکوں کی اولاد هیں؟ فرمایا: جی هاں .

ابن حجر فرماتے هیں: ابویعلی نے جو حدیث انس سے مرفوع سند کے ساتھ روایت کی هے وه حدیث امام بخاری کے موقف کی تأیید کرتی ہے۔

(سألت ربي اللاهين من ذرية البشر ان لايعذ بهم فاعطانيهم) رسول الله صلی الله علیه وسلم فرماتے هیں: میں نے اپنے پروردگارسے دعاکی که مشرکین کے نابالغ بچوں کو عذاب نه دے، پروردگارنے میری دعا قبول کرلی .

(اللاهين) ابن عباس کی تفسیر کے مطابق چھوٹے بچے هیں، اسی طرح مشرکین کے بچوں کی جنتی هونے پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیاگیاهے : (اطفال المشركين خدم اهل الجنة) (سلسلة الاحاديث الصحيحة : 1468)

مشرکین کے بچے اهل جنت کے خدمت کرنے والے هونگے .

یه نظریه که مشرکین کی اولاد جنت میں هوگی بهت سارے علماء کی رائے هے:

جیسے أبی الفرج بن جوزی ،اورامام نووی اس باره میں فرماتے هیں که :

(وهوالمذهب الصحيح المختار الذى ذهب ذليه المحققون لقوله تعالى: (وما كُنّا معذبين حتى نبعث رسولا) (اسراء : 15)

جوصحیح اور پسندیده مذهب یا رائے جسےمحققین نے بهی اپنایاهے، وه یه هے که : مشرکین کی اولاد جنت میں داخل هوگی، اس لئے که رب تعالی نے فرمایاکه: جب تک هم کسی قوم میں پیغمبر نهیں بهیجتے ان کو عذاب نهیں کرتے۔

قیامت کے دن دیوانوں کا حال

آخرمیں چاهتاهوں که مجنون اوردیوانے کی حالت کے بارے میں اوران لوگوں کے بارے میں بتادوں جن کو آپ ﷺ کی رسالت نهیں پهنچی ان کے بارے میں درج ذیل مطالب بیان کردوں:

شیخ ناصرالدین البانی اپنی کتاب "قرآن کریم کی تفسیر کیسے کریں" میں لکھتے هیں: ان کے ساتھ قیامت کو ایک خصوصی برتاؤ هوگا، وه اس طرح که الله تعالی ایک رسول ان کی طرف بهیجدیگا تاکه ان کو آزمائے، جیساکه لوگ دنیا کی زندگی میں آزمائے جاتے هیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

چنانچه جس نے قیامت کے میدان میں اسے قبول کیا، اور فرمانبردار بنا، اسے جنت میں بھیج دیا جائیگا، اور جس نے نافرمانی کی اور قبول نہیں کیا وہ دوزخ میں جائیگا. (سلسلة الاحاديث الصحيحة : 24689)

یه موضوع اس طرح سے بیان کیا گیاھے:

(اربعة يحتجون يوم القيامة، رجل أصم لا يسمع، ورجلٌ هرم، ورجل أحمق، ورجل مات في الفترة، وفيه: فيأخذ مواثيقهم ليطيعنه فيرسل إليهم رسول أن ادخلوا النار، فوالذي نفسي بيده لو دخلوها لكانت عليهم بردًا وسلاماً" ثم رواه عن أبي هريرة وقال في آخره: فمن دخلها كانت عليه بردًا وسلامًا، ومن لم يدخلها رد اليها" (مسند امام احمد، صحيح جامع الصغير البانی)

قیامت کو چار آدمیوں کی حالت:

1 - بهرا جو نهیں سنتا
2 - بوڑھا آدمی ،
3 - اور بے وقوف آدمی ، جس آدمی کی عقل نہ ھو احمق
4 - اور وہ جو فترہ میں فوت ہوا (الله کے پیغمبروں کی دعوت ورسالت سے بے خبر ھو دعوت نه پهنچی هو یا دو پیغمبروں کے درمیان کے وقفے میں تھا که جب کسی نبی کی دعوت اور دین نهیں تھا)

الله ان سے اپنی اطاعت کا عهد لے گا، ان کے پاس ایک قاصد بھیج دیگا وہ قاصد ان سے کہے گا آگ میں داخل هوجاؤ، قسم هے اس ذات کی جس کے ھاتھ میں میری جان ہے ، اگر اس میں داخل هوجائیں تو ان کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی هوگی، پھراسے ابوهریره سے روایت کرتےھیں ، اور حدیث کے آخرمیں کھتے ھیں که : جوبھی اس آگ میں داخل هوگا اس میں اس کیلئے وہ ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی، اور جو داخل نهیں هوگا، اسے جهنم میں داخل کردیاجائےگا.

محمد بن یحی اور بزار نے عطیه العوفی کے واسطے سے ابوسعید خدری سے روایت کیا هے: که رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا: (الهالك في الفترة والمعتوه والمولود يقول الهالك في الفترة لم يأتني كتاب، ويقول المعتوه: رب لم تجعل لي عقلاً اعقل به خيرًا ولا شرًا ويقول المولود: رب لم أدرك العقل، فترفع لهم نار فيقال لهم: ردوها، قال: فيردها من كان في علم الله سعيدًا لو أدرك العمل، ويمسك عنها من كان في علم الله

(c) ketabton.com: The Digital Library

شقيًا لو أدرك العمل فيقول إياي عصيتم، فكيف لو أن رسلي أتتكم وفي رواية البزار: فكيف برسلي بالغيب قال البزار لا يعرف إلا من طريق عطية عنه) .

ترجمہ: جوحالت فترہ میں وفات پاجائے یا پاگل اور نومولود:
پهلا کهتاهے : کہ دعوت ورسالت مجھ تک نہیں پہنچی، کوئی پیغام مجھے نہیں ملا۔
اور پاگل کهے گا: اے پروردگار ! مجھے تونےعقل کے زیور سے آراستہ نہیں کیا تھا کہ میں اس کے ذریعے برائی اور بھلائی کو سمجھتا۔
اور نومولود کهے گا: اے میرے رب ! میں عقل نہیں رکھتاتھا، نا سمجھ تھا ۔
پھر ان کے لیے آگ تیارکی جائے گی، اور ان سے کہاجائیگا کہ اس میں داخل هوجاؤ، اس آگ میں وہ شخص داخل هوجائے گا جو الله کےعلم میں نیک عمل کر نے والا تھا ، اگر اسےعمل کا موقع ملاهوتا ۔
اور وہ شخص اس سے رک جائے گا جو الله کے علم میں بدبخت اور برے عمل کرنے والا تھا ، اگر اسے عمل کا موقع ملا هوتا۔

پهر الله تعالی فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی ، تو اگر میرے رسول تمهارے پاس آتے تو تم اس وقت کیا کرتے ؟ حالانکہ وہ میرے بارے میں بالغیب تباتے ، (جبکہ میں سامنے ہوں اور تم نے میری بات نہیں مانی) بزار کهتے هیں یہ حدیث صرف عطیه کی سند سے هے، کسی اور روایت سے مذکور نهی.

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحيم

جزء – (30)
سورة عَبَسَ

یه سوره مکه میں نازل هوئی هے ، اس کی 42 آیات هیں

وجه تسمیه:

یه سوره به سبب ذکر عَبَسَ کے سوره عبس کہلاتی ہے عَبَسَ "عبوست"سے ہے ،یعنی منه چڑھانا، جو که انسان کی عادت واوصاف میں سے هے، یه کیفیت اس وقت انسان پر ظاهرهوتی هے، جب کام میں مصروف هو، اس لیے عَبَسَ نام رکھا گیا ۔

اس سورت کا نام پهلی آیت سے لیاگیاهے، مگرقابل ذکر بات یه هے که عَبَسَ صرف اس سورت کا نام ہے، اس کے مضامین میں سے کسی بھی مضمون کا عنوان نهیں هے۔

عَبَسَ:عُبُوس یا عَبُوْس کے مادے سے لیا گیا ہے، عُبُوس یا عَبُوْس اس کے لیے کہا جاتا ہے جو چہرہ پھیرلیتا ہے یا سکڑ لیتا ہے، ظاہری منہ موڑنے کی کیفیت اندرونی حالت کی غماز ہے۔

سوره عَبَسَ کی آیات، کلمات اور حروف کی تعداد:

سوره عَبَسَ کو سوره سَفَرَ بھی کہاجاتاہے ،اس سورت میں ایک رکوع ، (42) آیتیں اور ایک سو تینتیس(133) الفاظ هیں ، (552)پانچ سو باون حروف اور(292) دوسو بیانوے نقطے هیں۔

سوره عَبَسَ کا سبب نزول

مفسرین اس سورت کے سبب نزول کے بارے میں کهتے هیں که: یه سورت بی بی خدیجه رضی الله عنها کے خاله زاد بهائی حضرت عبد الله ابن أم مکتوم کے بارے میں نازل هوئی هے، ان کے واقعه کو مفسرین کرام نے اس اندازسے بیان کیاہے:

عبدالله ابن أم مکتوم جو نا بینا تهے جب نبی کریم صلی الله علیه وسلم کے پاس آئے تواس وقت قریش کے بڑے بڑے سردار جن میں: عتبه بن شیبه ، ربیعة کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

دونوں بیٹے ، ابوجهل بن هشام ، عباس بن عبدالمطلب ، امیه بن خلف اور ولید بن مغیره آپ صلی الله علیه وسلم کے پاس بیٹھے هوئے تھے، آپ صلی الله علیه وسلم ان کو اسلام کی دعوت دے رهے تھے،اس امید پر که ان کے اسلام لانے سے جوکه قوم کے بڑے هیں باقی لوگ بھی مسلمان هوجائیں گے۔

اسی دوران عبد الله بن ام مکتوم نے کہا: اے الله کے رسول ! آپ پڑھیے اور مجھے سکھا ئیے جو کچھ الله نے آپ کو سکھایاهے، عبد الله بن ام مکتوم اپنی بات دوهراتے رهے ، ان کو معلوم نهیں تها که آپ صلی الله علیه وسلم قریش کے سرداروں کو دعوت دینے میں مصروف هیں ۔

آپ صلی الله علیه وسلم پر یہ بات ناگوار گذری چهره مبارک ناخوشی کے عالم میں پھیردیا اور منه موڑا ان سے (جس سے چهرے میں عبوست ظاهر هوگئی) اسی وقت یه سوره نازل هوئی۔

اس کے بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابن ام مکتوم کی تعظیم وتکریم کرتے تھے، اور جب ان کو دیکھتے تو فرماتے " مرحبًا بمن عاتبنی فیه ربی" خوش آمدید اس کے لیےجس کی وجه سے رب نے مجھے سرزنش کی۔

پھر ان سے کهتے تھے: کیا آپ کوکوئی کام یا کچھ ضرورت هے؟ میں تیار هوں تمهارے کام اور ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ۔

اهل سِیَر لکھتے هیں که: پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے دومرتبه اسے مدینه منوره میں بحیث والی کے مقرر فرمایا، جب آپ صلی الله علیه وسلم غزوات پر تشریف لیجاتے تھے ۔

ایک روایت میں هے که اس سورت کے نزول کے بعد آپ صلی الله علیه وسلم نے کسی بھی فقیر سے چهره نهیں پھیرا اور نه هی کسی سرمایه دار اور سردارکے کام میں خود کو مشغول رکھا۔

الله تعالی کی طرف سے غائب کا صیغہ استعمال کیا یعنی کہ پیغمبر اسلام کو مخاطب نهیں فرمایا: (عبس وتولی) (تیوری چڑهائی اور منه موڑا ، جب آیا اس کے پاس ایک نابینا) یعنی: رب تعالی نے یہ نهیں فریاما که : تونے تیوری چڑهائی اور منه موڑا، اس انداز میں کئی باتیں هیں جو چند امور کو واضح کرتی هیں:

1 - تربیت
2 - اظهار غصه

(c) ketabton.com: The Digital Library

3 - انسان اور اس کی رسالت کے حدود کا تعین اور اس کے لیے رهنمائی یه بذات خود قرآن کے اعجاز کی ایک صورت هے که ایک خاص انداز تکلم اپنایاگیاهے۔

صحابی بننے کی شرائط

علماء کرام صحابه بننے کے بارے میں فرماتے هیں:

صحابی بننے کی شرائط میں سے ایک شرط آپ صلی الله علیه وسلم کا دیدار هے، کیا نابینا شخص ابن ام مکتوم جیسے جو پیارے نبی کریم ﷺ کی حضور میں موجود تها صحابه میں سے شمار هوگا یا نهیں؟

اس کے جواب میں یه کهنا چاهیے که صحابی هونے کی شرائط مندرجه ذیل هیں:

1 - کوئی بهی شخص جس نے زندگی میں نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے ملاقات کی هو ۔

2 - نبی کریم صلی الله علیه وسلم پر ایمان لایا هو ، اور بحالت ایمان دنیا سے رخصت هوگیاهو۔

اب اگراوپر والی دونوں شرائط کسی آدمی میں نه پائی جائیں تو وه صحابی شمار نهیں هوگا۔

لیکن عبدالله ابن أم مکتوم اگرچه نابینا تهے، مگر مذکوره دونوں شرائط رکهتے تهے ، اس لیے که صحابی هونے کا شرط آپ صلی الله علیه وسلم کے چهرے کا دیدار نهیں ، بلکه آپ سے ملاقات کا هے۔

ملاقات: یعنی حضور صلی الله علیه وسلم کے محضر میں حاضری ، اس لیے ملاقات اور دیدار میں فرق هے، علماء نے دیدار کی نهیں ، بلکه ملاقات کی شرط رکهی هے۔

مثال کے طور پر اویس قرنی اگرچه نبی صلی الله علیه وسلم کے زمانے میں آپ پر ایمان لائے، اور اسلام پرهی فوت هوئے ، لیکن چونکه وه پیارے نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے ملاقات میں کامیاب نهیں هوئے، اس لیے وه صحابی نهیں کهلائے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سوره عبس کا عمومی خلاصه

اگر هم سوره عَبَسَ کے مشتملات پر مجموعی طورپر نظر ڈالیں ، تو هم دیکھیں گے اس سورت کا خلاصه پانچ بنیادی عنوانات میں کیا گیاهے ۔

1 - خدا تعالی کا سرزنش کرنا توجه دلانا ایسے بندے کو جس نے حق کے متلاشی نا بینا شخص سے مناسب رویه نهیں رکھا۔
2 - قرآن کریم کا مرتبه ومقام ۔
3 - انسان کی طرف سے الله تعالی کی نعمتوں کی نا شکری ۔
4 - خدا تعالی کی بعض نعمتوں کا اظهار ۔
5 - یامت ، مؤمنوں اور کافروں کا انجام ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة عبس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ۱○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ۲○ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۙ۳○ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ۴○ اَمَّا مَنِ
اسْتَغْنٰى ۙ۵○ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ۶○ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ؕ۷○ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ۸○ وَهُوَ يَخْشٰى ۙ۹○ فَاَنْتَ
عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ۱۰○ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ۱۱○ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ۱۲○ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ۱۳○ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ۱۴○ بِاَيْدِيْ
سَفَرَةٍ ۙ۱۵○ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ؕ۱۶○ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ؕ۱۷○ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ؕ۱۸○ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ
فَقَدَّرَهٗ ۙ۱۹○ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ۲۰○ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ۲۱○ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ؕ۲۲○ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ
اَمَرَهٗ ؕ۲۳○ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۙ۲۴○ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ۲۵○ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ۲۶○
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ۲۷○ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۙ۲۸○ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۙ۲۹○ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ۳۰○ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۙ۳۱○
مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؕ۳۲○ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۙ۳۳○ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ۳۴○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ۳۵○
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ؕ۳۶○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ؕ۳۷○ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ۳۸○ ضَاحِكَةٌ
مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ۳۹○ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ۴۰○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ؕ۴۱○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ؕ۴۲○

سورت کا لفظی ترجمہ

بسم الله الرحمن الرحيم	شروع الله کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والاھے
عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۙ۱○	(محمد صلی الله علیه وسلم) ترش رو ہوئے اور منه پھیربیٹھے (۱)
اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ۲○	جب آیا ان کے پاس ایک نا بینا (2)
وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۙ۳○	اور تم کو کیا خبرشاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا (3)
اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ۴○	یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا (3)
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ۵○	جو پروا نہیں کرتا (۴)
فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ۶○	اس کی طرف تو تم توجه کرتے هو(۵)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَمَا عَلَيۡكَ اَلَّا يَزَّكّٰىؕ‏ ۝٧	حالانکه وه نه سنورے تو تم پر کچھ (الزام) نهیں (۶)
وَاَمَّا مَنۡ جَآءَكَ يَسۡعٰىۙ‏ ۝٨	اورجو تمهارے پاس دوڑتا هوا آیا (۷)
وَهُوَ يَخۡشٰىۙ‏ ۝٩	اور (خدا سے) ڈر تاهے (۸)
فَاَنۡتَ عَنۡهُ تَلَهّٰىۚ‏ ۝١٠	اس سے تم بے رخی کرتے هو (۹)
كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذۡكِرَةٌ ۝١١	دیکھو یه (قرآن) نصیحت هے (۱۰)
فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ‌ ۝١٢	پس جو چاهے اسے یاد رکھے (۱۱)
فِىۡ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣	قابل ادب ورقوں میں(لکھا هوا) (۱۲)
مَّرۡفُوۡعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝١٤	جو بلندمقام پررکھے هوئے (اور) پاک هیں (۱۳)
بِاَيۡدِىۡ سَفَرَةٍ ۝١٥	لکھنے والوں کے هاتھوں میں (۱۴)
كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝١٦	جو سردار اورنیکو کارهیں (۱۵)
قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَكۡفَرَهٗ ۝١٧	انسان هلاک هوجائے کیسا ناشکرا هے (۱۶)
مِنۡ اَىِّ شَىۡءٍ خَلَقَهٗ ۝١٨	اسے (خدا نے) کس چیزسے بنایا (۱۷)
مِنۡ نُّطۡفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝١٩	نطفے سے بنایا ، پھر اس کا اندازه مقرر کیا (۱۸)
ثُمَّ السَّبِيۡلَ يَسَّرَهٗ ۝٢٠	پھر اس کے لیے رسته آسان کردیا (۱۹)
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ ۝٢١	پھر اسکوموت دی، پھر قبرمیں دفن کرایا (۲۰)
ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَهٗ ۝٢٢	پھر جب چاهے گا اسے اُٹھا کھڑا کرے گا (۲۱)
كَلَّا لَمَّا يَقۡضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ۝٢٣	کچھ شک نهیں که خدانے اسے جو حکم دیا اس نے اس پر عمل نه کیا (۲۲)
فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ۝٢٤	توانسان کو چاهیئے که اپنے کھانے کی طرف نظر کرے (۲۳)
اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ۝٢٥	بیشک هم هی نے پانی برسایا (۲۴)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۲۶	پھر ھم ھی نے زمین کو چیرا پھاڑا (۲۵)
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۲۷	پھرھم ھی نے اس میں اناج اُ گایا (۲۶)
وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۲۸	اور انگور اور ترکاری (۲۷)
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۲۹	اور زیتون اورکھجوریں (۲۸)
وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۳۰	اور گھنے گھنے باغ (۳۰)
وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۳۱	اور میوے اور چارا (۳۱)
مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۳۲	(یہ سب کچھ) تمھارے اور تمھارےچارپایوں کیلئے بنایا (۳۲)
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۳۳	تو جب (قیامت کا)غُل مچے گا (۳۳)
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۳۴	اس دن بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا (۳۴)
وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۳۵	اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (۳۵)
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۳۶	اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے (۳۶)
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۳۷	ھرشخص اس روز ایک فکر میں ھوگا، جو اسے بے پروا کردے گا (۳۷)
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۳۸	اور کتنے چہرے اس روز چمک رھے ھوں گے (۳۸)
ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۳۹	خندان وشادان (یہ مؤمنانِ نیکوکارھیں) (۳۹)
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۴۰	اورکتنے چہرے ھونگے جن پر گرد پڑرھی ھوگی (۴۰)
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۴۱	(اور) سیاھی چڑھ رھی ھوگی (۴۱)
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۴۲	یہ کفّار بدکردار ھیں (۴۲)

(c) ketabton.com: The Digital Library

تفسیر سورة عبس

محترم قارئین:

مبارک آیات (1 تا 10) اسلام جیسے مقدس دین میں مساوات اور برابری کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم	شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مهربان نهایت رحم والاهے
عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ۱	(محمد صلی الله علیه وسلم) ترش رو ہوئے اور منه پهیربیٹھے (۱)

یعنی: پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے کفار کے بعض بزرگوں کو دعوت دینے میں مصروف ہونے کی وجہ سے چہرہ پھیر لیا، یعنی: منہ موڑ لیا اور نابینا کے سوال پر متوجہ نہیں ہوئے، اگرچہ ان لوگوں کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ نرمی اور محبت کے ساتھ مخاطب ہوئے۔

اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۲	جب آیا ان کے پاس ایک نا بینا (۲)

احمد بن محمد الصّاوی المالکی الخلوتی مؤلف حاشیه علی تفسیر جلالین فرماتے ہیں: نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے محبت اور احترام کے اظہار کے لیے خدا تعالیٰ نے غایب کے ضمایر "عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی" استعمال کیے ہیں، اس لیے سختی اور سرزنش کی جو شدت"تاء"خطاب "عَبَسْتَ و تولیت" میں ہے وہ ناقابل انکار ہے، نابینا شخص کا نام "عبدالله ابن ام مکتوم" تھا،سرزنش کرنے والی آیات کے نزول کے بعد جب بھی آپّ کے پاس آتے تو نبی صلی الله علیه وسلم فرماتے: "خوش آمدید اس کے لیے جس کی وجہ سے رب نے مجھے سرزنش کی ، اور اپنی چادر بچھا دیتے تاکه وه بیٹھ جائیں ،(تفسیر صفوة التفاسیر)۔

"اَعْمٰى" عَمیٰ کے مادے سے ہے، اور عَمیٰ: یعنی: بَصَر اور بصیرت کا فقدان، آنکھوں کی بینائی یا دل کی آنکھ کے ختم ہونے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ۳	اور تم کو کیا خبرشاید وه پاکیزگی حاصل کرتا (۳)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى"شاید اس کا دل گناہوں سے پاک ہوکر سج جائے، "يَزَّكّٰى": ایسے نیک عمل کرے جو گناہوں کو دھو ڈالیں۔

علامه عبد الرحمن سعدی عصر حاضر کے مفسرین میں سے هیں فرماتے هیں: "ان آیات کریمہ کا سبب نزول یه هے که: مؤمنوں میں سے ایک نابینا آدمی پیغمبر صلی الله علیه وسلم کے پاس آیا تا که آپ سے پوچھے اور سیکھے ، اسی دوران ایک امیر آدمی بھی آیا: رسول الله صلی الله علیه وسلم لوگوں کی ہدایت اور رهنمائی کرنے میں بهت زیاده حریص تھے، اس وجه سے پیامبر صلی الله علیه وسلم امیر آدمی کے طرف متوجه هوئے اور نابینا شخص سے بے توجہی برتی، تاکه اس امیر وسرمایه دار آدمی کی رهنمائی کریں، آپ صلی الله علیه وسلم امیر شخص کی هدایت پانے اور پاکیزه هونے میں زیاده دلچسپی رکھی ۔

پھر رب تعالٰی نے پیغمبر اسلام نبی علیه السلام کو نرمی کےساتھ متوجہ کیا یا سرزنش کی اور فرمایا: " عَبَسَ وَ تولی" فقیر سے منه موڑا اور اپنا رُخ اس امیر آدمی کی طرف کردیا، پھر آپ ﷺ کی توجه کے سبب بیان فرمایا:

"ومايدريك لعلّه يزكّٰى" (تجھے کیا معلوم ؟ شاید یه نابینا برے اخلاق سے پاک هوجائے ، اور اچھے اخلاق سے آراسته هوجائے، "أويذّكّرُ فتنفعه الذكرى"یا یه که جو کچھ اس کو فائده پهنچاتاهے اسے قبول کرلے، اور اس نصیحت سے فائده اٹھالے، یه بهت بڑا فائده هے، پیغمبروں کی بعثت اور واعظین کے وعظ اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت کا یهی مقصد هے ۔

پھر آپ ﷺ کی توجه اس شخص کی طرف زیاده مناسب اور ضروری هے جو آپ پاس چل کر آیاهے، خود کو آپ کا محتاج سمجھتاهے ۔

لیکن آپ کا توجہ کرنا اس امیر آدمی کی طرف جو خود کو بے نیاز سمجھتاهے نه پوچھتاهے اور نه هی خیرمیں دلچسپی رکھتاهے، اور چھوڑدینا ایسے شخص کو جو اس امیر آدمی سے زیاده مستحق هے یہ آپ کے شایان شان نهیں هے، اس لئے که اگروه امیر آدمی پاک نه هوجائے تو آپ پر کوئی گناه نهیں ، اور اس کے برے اعمال کے متعلق آپ سے نهیں پوچھا جائے گا ۔

کسی یقینی کام کو ظنی کام کی وجه سے نهیں چھوڑا جاسکتاهے

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسرین کهتے هیں: یهاں ایک مشهور قاعده هے:

"کسی معین ومعلوم چیز کو بے بنیاد اورخیالی چیز کی وجه سے ترک نهیں کیا جاسکتا" یقینی اور ادراک شده مصلحت کو فرضی مصلحت کی بنیاد پرترک نهیں کرنا چاهیے، وه طالب علم جو تعلیم میں دلچسپی رکھتاهے ، اور جس کو علم کی ضرورت هےاس پر زیاده توجه دینی چاهیے ، به نسبت اس کے که جو ایسا نهیں هے، یه بات قابل ذکر هے که رسول اکرم صلی الله علیه وسلم کی طرف سے یه طرزعمل ترک افضل میں شمار هوتاهے .

لهذا آپ ﷺ کا یه کام نه گناه تها اور نه انبیاء علیهم السلام کی عصمت سے متصادم تها، کیونکه ان سے اس کام کے سرزد هونے کی وجه وه چیز هے جو انسانی فطرت کے تابع هے، جیسے : غصه ، رضا، هنسی، اور رونا، یعنی: ایسے امور جس پر شریعت نے مکلف نهیں بنایاہے، ابن أم مکتوم کا عذر بهی یهی تها که ان کو معلوم نهیں تها، که نبی کریم صلی الله علیه وسلم دوسروں کے ساتھ مصروف هیں،اور اس امید وخواهش کے ساتھ ان سے گفتگو کررهے هیں که یه اسلام قبول کرلیں .

اَوۡ يَذَّكَّرُ فَتَنۡفَعَهُ الذِّكۡرٰىؕ‏ ﴿۴﴾	یا سوچتا تو سمجهانا اسے فائده دیتا (۴)

مفسر تفسیر انوار القرآن اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

لهذا آپ ﷺ کا یه کام نه گناه تها اور نه انبیاء علیهم السلام کی عصمت سے متصادم تها، کیونکه ان سے اس کام کے سرزد هونے کی وجه فطری ہے، جیسے : غصه ، رضا، هنسی، اور رونا، یعنی: ایسے امور جن پر شریعت نے مکلف نهیں بنایاہے، ابن أم مکتوم کا عذر بهی یهی تها که ان کو معلوم نهیں تها، که نبی کریم صلی الله علیه وسلم دوسروں کے ساتھ مصروف هیں،اور اس امید وخواهش کے ساتھ ان سے گفتگو کررهے هیں که یه اسلام قبول کرلیں .

اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰىۙ‏ ﴿۵﴾	جو پروا نهیں کرتا (۵)

یعنی: جو شخص اپنے مال اور دولت اور مقام کی وجہ سے خود کو ایمان، علم اور دین سے بے نیاز سمجھتا ہے اور کلمۂ حق اور دعوت دین اور الله کے کلام کو سننے سے خود کو لاپرواه اور اسے اپنے لیے غیر ضروری سمجھتا ہے، اور جھوٹی امیری نے اسے سرکش بنا دیا ہے، تو ان کی طرف توجہ کرتا ہے؟

(c) ketabton.com: The Digital Library

فَأَنتَ لَهُۥ تَصَدَّىٰ ۝٦	اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو (۶)

یعنی: آپ اس کی طرف متوجہ ہوکر اس سے بات کرتے ہیں، جب کہ وہ اپنی دولت اور مالداری کے زیر اثر آپ سے بے نیازی کا اظہار کرتا ہے، اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔

وَمَا عَلَيۡكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ۝٧	حالانکہ وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ (الزام) نہیں (۷)

اگر وہ اپنے گناہوں سے پاک نہ ہو تو تجھے کوئی نقصان نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کی ہدایت پانے کے لیے زیادہ کوشش میں ہو۔

وَأَمَّا مَن جَآءَكَ يَسۡعَىٰ ۝٨	اورجو تمھارے پاس دوڑتا ہوا آیا (۸)

"يَسۡعَىٰ" یعنی: خیر کی طلب علم اور رہنمائی کی تلاش میں تمہاری طرف دوڑتا ہے۔

وَهُوَ يَخۡشَىٰ ۝٩	اور (خدا سے) ڈر تاھے (۹)

یعنی: وہ اللہ کے عذاب اور اس کی سزا سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی آپ سے سوال کرنے کا سبب بنا تاکہ حلال کو جان لے اور اس پر عمل کرے، اور حرام کو پہچان کر اس سے بچے، جی ہاں! اللہ کے ڈر کے ساتھ نجات مل سکتی ہے۔

فَأَنتَ عَنۡهُ تَلَهَّىٰ ۝١٠	اس سے تم بے رخی کرتے ہو (10)

ابن کثیر کہتے ہیں کہ: اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ تبلیغ اور تحذیر کے کام میں کسی کو خاص نہ بنائیں، بلکہ برتر اور کمتر، فقیر اور مالدار، آقا اور غلام، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے سب کو حق کا پیغام پہنچانے میں برابر رکھیں۔

محترم قارئین!

آیات مبارکہ(11 تا 23)میں ان موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے، کہ (1) یہ قرآن ہدایت ہے، (2) خدا کی نعمتوں کی ناشکری، (3) مرنے کے بعد

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوبارہ زندہ ہونا۔

كَلَّآ إِنَّهَا تَذۡكِرَةٞ ۝١١	دیکھو یہ (قرآن) نصیحت ھے (۱۱)

رب تعالی فرماتے ہیں: بے شک یہ وعظ ونصیحت الله کی طرف سے ھے ، اور اس لیے ھے کہ انسانوں کو نصیحت حاصل ھو، اور یہ وہ چیزھے جس کی بندوں کی ضرورت ھے، پھر جب یہ واضح ھوگیا تو فرمایا: "فمن شاء ذکره" جو شخص چاھے اس پر عمل کرے .

جیساکہ رب تعالٰی نے ایک اورجگہ فرمایاہے: "وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ "اور کھدو کہ حق تمھارے رب کی طرف سے ھے، توجوچاھے ایمان لائے اورجو چاھے کافررھے".

پھر اس نصیحت کی اہمیت، مقام ومرتبہ کو بیان کر کے فرمایا:

فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ۝١٢	پس جو چاھے اسے یاد رکھے (۱۲)

جو شخص پسند کرتا ہے کہ قرآن کریم کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھائے تو ایسا عمل کرے، یعنی: خود کو وحی کے ذریعےمہذب بنائے، اپنے رویے اور عمل کو دین کے ساتھ مضبوط بنائے، اور عمل صالح کے ساتھ نفع بخش علم سے استفادہ کرے۔

فِي صُحُفٖ مُّكَرَّمَةٖ ۝١٣	قابل ادب ورقوں میں(لکھا ھوا) (۱۳)

مقدّس اور پاک صحیفے جو اونچے مقام ومرتبہ والے اورھرقسم کی آفت اور شیطان کی دست رس سے دور ھیں ، بلکہ یہ صحیفے : "بِأَيۡدِي سَفَرَةٖ "لکھنے والوں کے ھاتوں میں ہیں یہ وہ فرشتے ہیں جو الله اور بنددں کے درمیان سفیرہیں۔

مَّرۡفُوعَةٖ مُّطَهَّرَةِۭ ۝١٤	جو بلندمقام پررکھے ھوئے (اور) پاک ھیں (۱۴)

"تفہیم القرآن" کے مفسر لکھتے ہیں: یعنی: ہر قسم کی آمیزشوں سے پاک ہے، ان میں خالص حق کی تعلیم پیش کی گئی ہے، کسی بھی نوعیت کے باطل اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

فاسد افکار ونظریات ان میں راہ نہیں پاسکتے ، جن آلودگیوں سے دنیا کی دوسری مذہبی کتابیں آلودہ کردی گئی ہیں، ان کا کوئی ادنی سا شائبہ بھی ان کے اندر داخل نہیں ہوسکا ہے، انسانی تخیلات ہوں، یا شیطانی وساوس، ان سب سے یہ پاک رکھے گئے ہیں۔

"مُّطَهَّرَةٍ": مُّطَهَّر :طُہر اور طہارت کے مادے سے ہے، یہ جسم کی پاکیزگی ہوسکتی ہے، اور روح و نفس کی پاکیزگی بھی۔

"مَّرْفُوْعَةٍ" آسمان میں بلند اور اونچا۔

بِأَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۝١٥	(ایسے) لکھنے والے کے ہاتھوں میں (۱۵)

"سَفَرَةٍ"(سفیر: لکھنے والے) سفرہ: وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان وحی پہنچانے کا کام انجام دیتے ہیں، یہ سفارت کے مادے سے لیا گیا ہے جو لوگوں میں اصلاح لانے کے لیے رفت و آمد کرے۔

مفسرین حضرات اس لفظ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

1- اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حفاظ قرآن۔
2- وہ فرشتے اور ملائک جو انسانوں کے لیے خدا کے سفیر ہیں، وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مطیع ہیں، جنہوں نے اس قرآن کو لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے، فرشتوں کی ان صفات میں ہر وہ شخص شامل ہے جو مؤمن، نرم دل، پاکیزہ نیت والا، حافظ اور اللہ کی کتاب پر عمل کرنے والا ہو، وہ مؤمن جو قرآن کو ہاتھ میں لے کر اس کی تلاوت کرتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَثَلُ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ) ترجمہ:"جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہو، وہ معزز اور نیک سفراء (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔"

كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝١٦	جو سردار اورنیکو کارھیں (۱۶)

اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اپنے رب کی بارگاہ میں بزرگ اور معزز ہیں،(لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝٦) جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

نافرمانی نہیں کرتے، اور جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں، وہ گناہوں کی گندگی سے محفوظ ہیں اور عیبوں کے اثر سے آزاد ہیں۔

قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ مَاۤ اَكۡفَرَهٗ ؕ۱۷	انسان ھلاک ھوجائے کیسا ناشکرا ھے (۱۷)

(قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ) " کافر آدمی پر لعنت" (مَاۤ اَكۡفَرَهٗ) کیسا ناشکر انسان ہے، کتنا بے ایمان کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ کافر پرلعنت کرے اس کا کفر کتنا شدید اور اس کا انکار کتنا بڑا ہے، احسان فراموش ہے، اور رحمت والے رب کی نافرمانی کرتا ہے، شیطان کی اطاعت کرکے قرآن کو جھٹلاتا ہے۔

شان نزول آیت 17:

ابن منذر عکرمہ سے نقل کرکے فرماتے ہیں: جب ابولہب کے بیٹے "عتبہ" نے کہا: "کفرت برب النجم "میں ستاروں کے رب پر یقین نہیں رکھتا، یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

مِنۡ اَىِّ شَىۡءٍ خَلَقَهٗ ؕ۱۸	اسے (خدا نے) کس چیزسے بنایا (۱۸)

کہ اس طرح تکبر کرکے انکار کرتا ہے۔

مِنۡ نُّطۡفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ۱۹	نطفے سے بنایا ، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا(۱۹)

یعنی اس نے اسے ہزاروں نطفوں میں سے کم حیثیت والے پانی سے پیدا کیا، کہ اللہ نے اسے حکم دیا ہے، لہٰذا اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ تکبر کرے؟

"فَقَدَّرَهٗ" اس کے لیے ایک اندازہ مقرر کردیا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کی موت اور عمل کا وقت متعین کر لیا ہے، اور یہ طے کرلیا ہے کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت۔ (مختصر:600/3)

مفسرین اپنی تفاسیر میں اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

(c) ketabton.com: The Digital Library

1 - اللہ تعالیٰ نے انسان کو مرد کے تناسل کی نالی اور عورت کے رحم میں ایک حقیر نطفے سے پیدا کیا ہے، پہلے نطفہ سے اور پھر علقہ اور خون کے لوتھڑے سے اور پھر گوشت کے ایک ٹکڑے سے تو تم کیوں تکبر کرتے ہو؟

2 - اے انسان تو تو ایک حقیر نطفہ تھا، پھر اللہ نے تیرے جسم کے تمام اعضاء بنائے، اور تجھے خوبصورت اور مکمل بنایا تو کیوں غرور کرتا ہے؟

3 - اللہ تعالیٰ نے تجھے کھڑے ہونے کی طاقت دی ہے اورتجھے کامل اور نعمتوں سے بھرا ہوا پیدا کیا ہے توتم کیوں تکبر کرتے ہو؟

4 - اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک حقیر نطفے سے اور کئی مراحل میں پیدا کیا ہے، سب سے پہلے نطفہ، پھر علقہ، اس کے بعد مضغہ،تو کیا جس کی حالت ایسی ہو اس کے لیے مناسب ہے کہ اللہ کا انکار کرکے متکبر بن جائے، اور رب سے خود کو بے نیاز سمجھے؟ انسان کو چاہئیے کہ اپنی ابتداء،انتہاء اور درمیان کو دیکھے، اس کی ابتداء ایک بوسیدہ نطفہ ہے اور اس کا انجام بدبودار لاش اور ان دونوں کے درمیان نجاست ہے، تو ایسے انسان کیوں کفر کرے اور کیوں تکبر کرے۔

ثُمَّ السَّبِيۡلَ يَسَّرَهٗ۝۲۰	پھر اس کے لیے رستہ آسان کردیا (۲۰)

یعنی: پھر ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ، اس کے روزی کا راستہ، اس کی خوشی کا راستہ سھل اور آسان بنادیا، اگر اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان نہ بناتا تو کیسے پیدا ہوتا؟

حسن بصری ؒ فرماتے ہیں: وہ آدمی جو تناسل کی نالی سے دو دفعہ نکلا وہ کیسے تکبر کرتا ہے،(تفسیر قرطبی: 216/19)۔

لیکن جیسا کہ اس نے باہر سے وحی بھیجی ہے، اندر سے اس نے ہنراور صلاحیتیں دی ہیں تاکہ انسان قدم بہ قدم وحی پر عمل کرسکے اور اس کے مطابق زندگی گزارے۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ۝۲۱	پھر اسکوموت دی، پھر قبرمیں دفن کرایا (۲۱)

یعنی: اس کے لیے عزت کے طور پر قبر مقرر کی ہے تاکہ اس میں چھپ جائے، ورنہ یہ سڑ جاتا اور بدبو پکڑتا، اور وحشی جانوروں، درندوں اور پرندوں کی خوراک بن جاتا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

خازن نے کہا: اس طرح اس نے انسانوں کو دوسرے جانوروں پر فضیلت دی ہے۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۲۲	پھر جب چاھے گا اسے اُٹھا کھڑا کرے گا (۲۲)

یعنی: مرنے کے بعد اسے حشر اور جزا و سزا اور حساب کتاب کے لیے زندہ کرے گا، (تفسیر خازن:210/4)

"اِذَا شَآءَ" جب الله تعالیٰ چاہے گا اور حکم کرے گا یہ وقت اور زمانہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۲۳	کچھ شک نہیں کہ خدانے اسے جو حکم دیا اس نے اس پر عمل نہ کیا (۲۳)

اس کافر کو اپنے غرور اور تکبر سے باز آنا چاہیے، کیونکہ اس نے الله تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فریضہ کو ادا نہیں کیا اور وہ عبادات ادا نہیں کیں جو الله نے اس پر فرض کی ہیں۔

علامہ ابن کثیر ؒ نے "كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ" کو "ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ" سے متعلق رکھا ہے، یعنی جب چاہے گا زندہ کرکے اٹھائے گا، اور کسی کو بولنے کی جرأت اور گنجائش نہیں ہے، ابھی ایسا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دنیا کی آبادی کے متعلق اس کا جو حکم کونی و قدری ہے وہ ابھی تک اس نے ختم نہیں کیا، "تفسیر کابلی"۔

(آیات مبارکہ : 24 تا 42) میں: الٰہی نعمتیں جن کی انسانوں کو ضرورت اور احتیاج ہے، اور قیامت کے دن کا خوف اور ڈر زیر بحث آیا ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۲۴	توانسان کو چاھیئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے (۲۴)

اس مبارک آیت میں کھانے کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت کا ذکر کیاگیاھے، بلا شبہ آیت کا ظاھری مفھوم وہ جسمانی غذائیں ھیں جن کی طرف آنے والی آیات میں اشارہ کیاگیاہے، لیکن روح کی غذا کے لیے بھی ان آیات سے دلیل لی جاسکتی ھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسرے الفاظ میں : جیسا کہ انسان مرکب ھے روح اور جسم سے ، جس طرح جسم کو مادی غذا کی ضرورت ھے اسی طرح روح کو بھی روحانی غذاکی ضرورت ھے۔

مفسرین کرام اپنی تفسیروں میں لکھتے ھیں کہ اس آیت کا معنی و مفہوم عام ہے۔

انسان کو چاہیے کہ اس خوراک کو دیکھے جو اس کی زندگی کا سرچشمہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تدبیر سے کیسے کامل ہوا ہے، شاید پھر یہ اللہ کو یاد کرے اور اللہ کا شکر اد کرے۔

اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ۙ۲۵	بیشک ھم ھی نے پانی برسایا (۲۵)

یعنی: اپنی قدرت سے ہم نے شاندار طریقے سے بادلوں سے پانی برسایا، اس میں برکتیں، نشوونما اور زندگی ہے، انسانوں، حیوانوں اور پودوں کو زندگی فراہم کرتا ہے۔

ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ۙ۲۶	پھر ھم ھی نے زمین کو چیرا پھاڑا (۲۶)

اس کے بعد ہم نے زمین کی مٹی کو اس کے سائز کے مطابق پودے اُگا کر، بغیر کسی زیادتی یا کمی کے، بلکہ حکمت کے ساتھ ہم نے اس کو پھاڑا تاکہ پودے کی کونپل اس سے نکل آئے، اس لیے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی اقسام میں سے آٹھ پھلوں کا ذکر کیا ہے۔

فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا حَبًّا ۙ۲۷	پھرھم ھی نے اس میں اناج اُ گایا (۲۷)

یعنی: نتیجے کے طور پر ہم نے زمین سے گندم، جو اور جوارکی فصل نکالی، تاکہ متعدد اقسام اور مختلف ذائقوں کے ساتھ انسانوں اور حیوانوں کی خوراک بنیں۔

وَّ عِنَبًا وَّ قَضۡبًا ۙ۲۸	اور انگور اور ترکاری (۲۸)
وَّ زَیۡتُوۡنًا وَّ نَخۡلًا ۙ۲۹	اور زیتون اورکھجوریں (۲۹)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اللہ تعالیٰ نے یہاں تین پھل: انگور، زیتون اور کھجور کا ذکر فرمایا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان پھلوں کی خصوصیات اور فوائد بہت زیادہ ہیں اور پھلوں کے بادشاہ کے طور پر معروف و مشہور ہیں۔

وَّحَدَآئِقَ غُلۡبًا ۝۳۰	اور گھنے گھنے باغ (۳۰)

نخل: غَلب: کھجور کا اصلی درخت، یہ مضبوط اور موٹا ہوتا ہے جو کہ بہت زیادہ ثمر آور اور کھجور کے باغات میں بڑی تعداد میں ہوتاہے۔

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝۳۱	اور میوے اور چارا (۳۱)

"فَاكِهَةً": ہر وہ چیز ہے جس کا پھل لوگ کھاتے ہیں، اسے عمومی طور پر ذکر کیا تاکہ اس کی تمام اقسام شامل ہوں۔

مفسر قرطبی فرماتے ہیں: "ابّ" ایسی گھاس کو کہتے ہیں جسے جانور کھاتے ہیں، (قرطبی:220/19)۔

مَّتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡؕ ۝۳۲	(یہ سب کچھ) تمھارے اور تمھارےچارپایوں کیلئے بنایا (۳۲)

ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ آیات بندوں کے احسان جھٹلانے پر دلالت کرتی ہیں، اور مردہ نباتات کے اگنے کا ذکر کرتے ہوئے یہ استدلال کرتا ہے کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں اور ٹوٹے ہوئے اعضاء بن جانے کے بعد دوبارہ اس طرح زندہ کئے جائیں گے۔(مختصر 601/3)

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝۳۳	تو جب (قیامت کا) غُل مچے گا (۳۳)

الصَّآخَّةُ: ایک زور دار چیخ ہے، کانوں کے پردے پھاڑنے والی نفخہ ثانیہ ہوگا

جس دن اسرافیل کی خوفناک آواز کانوں کو بہرا کردے گی، اور دلوں میں خوف و ہراس بٹھائے گی، "صخ" ایک لوہے کو دوسرے لوہے پر مارنا، یا لاٹھی کا دوسری لاٹھی پر مارنا کہ جس سے کان پھاڑنے والی آواز پیدا ہوجائے۔

بیان فرمایا: دوسری دنیا میں قیامت اور بنی نوع انسان کے انجام کی وضاحت کی اور فرمایا:(فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ) شاید قیامت کو "صَّآخّه" کہنا اس بات کی دلیل ہوکہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

نفخہ ثانیہ اتنی شدید اور سخت ہوگی کہ کانوں کو پھاڑ دے گی اور بہت سارے لوگ بہرے ہوجائیں گےاس کے بعد رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝٣٤	اس دن بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا (۳۴)

جس دن انسان اپنے بھائی سے قربت، شفقت اور رشتہ داری کے باوجود دور بھاگے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ بھائی چارہ اور فائدہ نفع کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ حالات سب کچھ سے بڑھ کر ہے، قیامت بھاگنے کا دن ہے بھائی کا بھائی سے فرار، اولاد کا ماں باپ سے بھاگنا، شوہر بیوی سے اور باپ بیٹے سے۔

وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝٣٥	اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (۳۵)

یعنی: روزِ قیامت محشر کے میدان میں حساب کتاب کے لیے کھڑے رہنا اس قدر ہولناک اور شدید ہوگا کہ انسان اپنے والدین سے بھاگے گا اور انہیں اپنی نیکیاں نہیں دیگا، جی ہاں! بعض ایسے امور نے اسے والدین سے مصروف کردیا ہوگا کہ جس نے اس کی عقل چرا لی ہوگی، اس کے خیالات کو خوف زدہ کردیا ہوگا، اور انکھوں کو بے حس کردیا ہوگا۔

وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝٣٦	اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے (۳۶)

کیونکہ حد سے زیادہ ڈر اور اس دن کی ہولناکی اور وحشت نے اسے دہشت زدہ کردیا ہوگا، اپنے بچوں کے ساتھ بے پناہ شفقت و مہربانی رکھنے کے باوجود بھی ان سے بھاگے گا، جی ہاں! ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ اور رحجان ختم ہوجائیں گے، باہم ربط و روابط ٹوٹ چکےہوں گے اور رشتہ داریاں ختم ہوچکی ہوں گی، ان کے فرار کا سبب زیادہ ڈر اور خوف، قیامت کاشورش اور ہولناکی کے سوا کچھ نہیں، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے: (تحشرون حفاة عراة مشاة غرلا. قال: فقالت زوجته: يا رسول الله، ننظر أو يرى بعضنا عورة بعض؟ قال: لكل امرىء منهم يومئذ شأن يغنيه) ترجمہ: "قیامت کے دن لوگ اٹھائےجائیں گےننگے پاؤں، ننگے بدن، بن ختنہ کئے ہوئے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایک دوسرے کے سترکو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں ہر

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایک کی ایسی حالت ہوگی کہ اسے دوسرے سے بے پروا کرے گی اس دن ہر کوئی ایسے ڈر، خوف، اور پریشانی میں مبتلا ہوگا کہ کوئی بھی اس کام کی طرف دھیان نہیں دے گا۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝٣٧	ہرشخص اس روز ایک فکر میں ھوگا، جو اسے بے پروا کردے گا (٣٧)

اس دن ہر ایک کی مشکل صورتحال ہوگی جس نے اس کے دل کو مصروف اور عقل کوزائل کردیا ہوگا، اس انداز سے کہ اپنے دوستوں کو بھول کر اپنے یاروں سے غافل ہوگا، اور اپنی رشتہ داریاں اور روابط چھوڑ کر خود میں مصروف ہوگا، قیامت کے دن قرابت داری ختم ہوگی اور دوسروں کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں ہوگی۔

علماء اور مفسرین نے لوگوں کے ایک دوسرے سے بھاگنے اور ڈر کی دلیل کے طور پر درج زیل تشریح کی ہے:

1 - ایک شخص کو یہ خوف لاحق ہوگا کہ اس کی نیکیاں نہ چھین لی جائیں، اس لیے ممکن ہے کہ دنیا میں کسی کا حق اس پر باقی ہو۔
2 - ہر کوئی ذات میں مشغول ہوگا، اور اپنے بارے میں سوچتا ہوگا، حتی کہ انبیاء اور سب کہیں گے: نفسی، نفسی۔
3 - ہر کوئی دوسرے سے نیکی مانگے گا۔
4 - وہ بھاگے گا تاکہ دوسروں کے تقاضوں کا سامنا نہ کرنا پڑے، وہ بھاگے گا تاکہ دوسرے اس کو رسوا ہوتا ہوا نہ دیکھیں۔
5 - وہ بھاگے گا تاکہ اپنے کام مکمل کرے، اور اس کا فیصلہ جلد از جلد واضح ہوجائے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝٣٨	اور کتنے چہرے اس روز چمک رھے ھوں گے (٣٨)

"مُسفِرَۃ" "روشن اور چمکدار" ایسا چہرہ کہ دلی خوشی اس کی چمک سے عیاں

ہوں، اس دن مؤمنوں کے چہرے ایسے ہوں گے، چمکتے دمکتے، خوشخبری ملنے پر یہ چمک ہوگی، خوشی حاصل ہونے پر اس کو یہ روشنی ملی ہوگی، سرور سے درخشاں ، اس کو نور اور روشنی نے احاطہ کیا ہوگا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝٣٩	خندان وشادان (یہ مؤمنانِ نیکوکار ھیں) (۳۹)

یعنی وہ خدا کی نعمتوں اور کرم کو دیکھ کر بہت خوش اور سرور ہونگےاور ان دائمی اور ہمیشگی والی نعمتوں کے حاصل ہونے پر خوشحال ہوں گے۔

"مُّسْتَبْشِرَةٌ" اس خوشی کی خبر سننے کے بعد گال اور کھل جائیں گے، نہیں

بھولنا چاہیے کہ: قیامت کے دن ہنسنا اور خوش ہونا یہ روشن مستقبل کی بشارت ملنے کی وجہ سے ہے، اس دنیا میں گناہوں سے آلودہ ہونا قیامت کے دن چہرے کو آلودہ کرنے کا سبب بنے گا۔

وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝٤٠	اورکتنے چہرے ھونگے جن پر گَرَد پڑرھی ھوگی (۴۰)

یعنی: بہت سے چہرے اور بھی ہوں گے جو اداسی، ندامت، غم، پشیمانی، اور جرم کی دھول سے ڈھکے ہوئے ہوں گے، اور وہ لکڑیوں کی طرح آدھے جلے ہوئے ، اس لیے کہ وہ دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب ان کے لیے تیار کیا ہے، رب کا عطا کیا ہوا انسانی چہرہ گناہ کی وجہ سے سیاہ ہوجاتا ہے اور بُرےنقاب سے ڈھانپ لیا جاتا ہے۔

"غَبَرَةٌ" اس پر غبار لگا ہوا ہوگا، رنجیدہ خاطر اور غمزدہ۔

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝٤١	(اور) سیاھی چڑھ رھی ھوگی (۴۱)

یعنی: گناہوں کا اندھیرا، غلطیوں کی سیاہی اور معاصی کی تاریکیوں نے ان کے چہروں کو ڈھانپ لیا ہوگا، کیونکہ انہوں نے عذاب اور سزا دیکھی ہوگی۔

مفسر نسفی لکھتے ہیں: تو اس سے زیادہ خوفناک حالت نہیں دیکھو گے کہ ایک چہرہ میں غبار اور کالا پن اکٹھا ہو۔

یہ آیات قیامت کے دن لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتی ہیں: (1)اہل سعادت،(2)اور اہل شقاوت: دو گروہ اپنی علامت اور چہروں سے پہچانے جائیں گے، چونکہ انسان کا چہرہ اس کی سیرت کا آئینہ ہے، اس کا اندرونی غم اور خوشی اس کے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے، یہ سورت دنیا میں حق سے منہ پھیرنے سے شروع ہوتی ہے، اور آخرت میں چہرہ دھوئیں سے آلودہ ہونے پر ختم ہوتی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

أُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَفَرَةُ ٱلۡفَجَرَةُ ٤٢	یه کفّار بدکردار هیں (۴۲)

یہ وہی کفار ہیں جو دنیا میں کفر اور گناہوں میں زندگی گذارتےرہے، اور اسی حالت پر فوت ہوئے ، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کو کفر کے پردے سے ڈھانپا ہے، اور الله کی کتاب اور اس کے پیغمبر کو جھٹلایا اور ایسے بدکار ہیں جو معصیت اور گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں، اور رسالت کا انکار کرکے گمراہی کا راستہ اپنائے ہوئے ہیں،یہ وہ لوگ ہیں جن کے ایمان مختلف بیماریوں جیسے نفاق اور ریا کے ساتھ خلط ملط ہوئے، الله کی اطاعت سے دور، واجبات کو چھوڑ کر دیا، زنا، اور خون ریزی جیسے محرمات کے مرتکب ہوئے۔

مفسر صاوی فرماتے ہیں: الله تعالیٰ نے ان کے چہروں پر سیاہی کے ساتھ ساتھ گرد و غبار کا بھی اضافہ کیا ہے، کیونکہ وہ لوگ کفر کے ساتھ فساد اور تباہ کاری کے بھی ذمہ دار ہیں۔

اس طرح اس سورت کی ابتداء اور انتہا ہم آہنگ ہے۔

سورہ کا آغاز معیار اور پیمانہ کی حقیقت بیان کرتا ہے، اور سورہ کا اختتام اس معیار، کسوٹی اور پیمانے کے نتیجہ پر بحث کرتی ہے، یہ مختصر سورت ان تمام عظیم حقائق، بڑے مناظر اور اہم امور کے بارے میں کانوں تک پیغام پہنچاتی ہے، اور ان تمام امور کو واضح اور عمدگی کے ساتھ بیان کرتی ہے۔

اس سوره کے مخاطب کون هے؟

سوره عَبَسَ کے متعلق صحیح حدیث موجود هے که اس سوره کےمخاطب نبی کریم صلی الله علیه وسلم هیں۔

قاضی عیاض اور دوسرے علماء اهل سنت نے کهاهے که یه سورت کسی اور کے بارے میں نهیں بلکہ نبی کریم صلی الله علیه وسلم کے متعلق نازل هوئی هے ۔

امام ترمذی اور حاکم حضرت عایشه رضی الله عنها سے روایت کرتے ہیں:

«أنزلت: عبس وتولى» في ابن أم مكتوم الأعمى أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يقول: يا رسول الله أرشدني، وعند رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم رجل من عظماء المشركين، فجعل

(c) ketabton.com: The Digital Library

رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم يعرض عنه، ويقبل على الآخر. ويقول: ترى بما أقول بأسا

فقي هذا انزل. ترمذی (3331)۔

يعنی : ابن أم مکتوم نابينا نے آپ صلی الله عليه وسلم کی خدمت ميں حاضرهوکرکها: اے رسول خدا !سيدهے راستے کے طرف ميری راهنمائی کيجئے تاکه ميں کامياب هوجاؤں ، اسی دوران قريش کا ايک سردار آپ کے پاس بيٹها هوا تها ، تو آپ صلی الله عليه وسلم نے ابن أم مکتوم سے منه موڑا اس سردار کی طرف اپنا رخ کيا، اورکها ، کيا آپ ميری باتوں کی اهميت وقوت سمجه رهے هو؟ اس غافل آدمی نے کها؟ نهيں ، پهر الله تعالی نے يه سورت نازل فرمائی۔

عصر حاضر کے محدث عبد الرزاق مهدی نے سيوطی کی کتاب "اسباب النزول" کی تحقيق ميں کها هے:که يه حديث صحيح هے ،اسے ترمذي 3331، ابن حبان 535، حاکم 2 / 514 اور واحدي نے 845 روايت کياهے ۔

حاکم کهتے هيں که: يه حديث امام بخاري اور مسلم کی شرط پر صحيح هے۔

شيخ البانی بهی اس حديث کو صحيح مانتےهيں:صحيح الترمذي (3331).

ابويعلی نے انس سے ايسی هی روايت نقل کی هے ، ليکن اس آدمی کا نام انهوں ابن خلف ذکر کياهے۔

طبری نے صفحه 33624 پر قتاده اور انس سے روايت کيا هے که اس کی اسناد حسن هے، (مسند ابويعلی 5 /431 دارالمأمون للتراث دمشق)

عبدالرزاق "تفسير قرآن" ميں صفحه 3494 پر قتاده نے انس کو ذکر کئے بغير روايت کيا هے، اس تفصيل کے ساته سابقه حديث کے ليے شاهد هے ، تو متعلقه صحيح حديث کی بنا پر (جس کے دوسری شواهد بهی هيں) معامله نبی کريم صلی الله عليه وسلم کا عبدالله بن أم مکتوم کے ساته سلوک اور رويه سے متعلق ہے۔

يادر هے که : ابن أم مکتوم کا عذر بهی يهی تها که ان کو معلوم نهيں تها که رسول الله صلی الله عليه وسلم کسی اور کے ساته باتوں ميں مصروف ہيں، اور اس اميد کے ساته ان سے محو گفتگو هيں که وه مشرف به اسلام هوجائے۔

ابن کثير ميں ايک روايت هے: که حضرت عبد الله ابن أم مکتوم نابينا صحابی نے آپ صلی الله عليه وسلم سے تقاضا کيا که قرآن مجيد کی کوئی آيت اُسے

(c) ketabton.com: The Digital Library

سکهادین ، اس سوال کے جواب کا فوری اصرار کر رهے تهے، جبکہ رسول الله صلى الله عليه وسلم مکہ کے سرداروں کو تبليغ کرنے میں مصروف تهے جن میں : عتبه بن ربیعه، ابوجهل بن هشام اور حضرت عباس بن عبد المطلب آپ صلى الله عليه وسلم کے چاچا جو که اس وقت تک مشرف به اسلام نهین هوئے تهے شامل تهے۔

اس لیے آپ صلى الله عليه وسلم عبد الله بن أم مكتوم کے جلدی جواب لینے پر اصرار سے ناراض هوگئے، کیونکه عبد الله بن أم مكتوم پخته مسلمان تهے اور همیشه منظر میں موجود رهتےتهے، کسی دوسرے وقت میں پوچھ سکتےتهے، ان کو تأخير سے جواب دینے میں کسی دینی خسارے اورنقصان کا ڈر نهیں تها ، رؤسائے قریش کے برعکس که وه دین سے دور تهے ، اور محمد صلى الله عليه وسلم الله کا دین کو ان تک پهنچارهے تهے ، اور وه لوگ رسول الله صلى الله عليه وسلم کی گفتگو سن رهے تهے، اس لیے اس بات کا امکان تها که وه ایمان لاتے، اگر ان سے گفتگو منقطع هوجاتی تو ان کی دین سے محرومی واضح تهی۔

اس حالت کی بنا پر آپ صلى الله عليه وسلم نے عبد الله بن ام مكتوم کے سوال کا جواب دینے سے منہ موڑا اور اپنی ناپسندیدگی کا اظهار کیا، اورکفار قریش کے ساتھ دعوتی گفتگوجاری رکهی۔

اس مجلس کے اختتام پر سوره عبس کی یه آیات نازل ہوئیں جن میں آپ صلى الله عليه وسلم کی اس طرح کے رویے میں بهتری لانے کی طرف توجہ دلائی گئی۔

کیونکه آپ صلى الله عليه وسلم کا خیال تها که جو مسلمان آداب مجلس کا لحاظ نهیں رکهتا اسے کسی قدر تنبیه کی ضرورت هے، تاکه آینده مجلس کے آداب کا خیال رکهے ، اس بنا پر آپ صلى الله عليه وسلم نے عبدالله بن ام مكتوم سے منه موڑا۔

دوسری وجه یه تهی که: ویسے تو کفروشرک سب سے بڑے گناه هیں ، عبدالله بن أم مكتوم کو دین کے فروعی احکام کی تعلیم دینے پر انهیں مقدم کرنا افضل تها۔

لیکن حق تعالی جله شأنه نے آپ صلى الله عليه وسلم کے اس خیال کی تائید نهیں فرمائی، بلکہ آپ صلى الله عليه وسلم کو متوجه کردیاکه یهاں یه بات اهم هے که

(c) ketabton.com: The Digital Library

جو شخص آپ سے جواب مانگنے پر مصرھے، اس کے سوال کا جواب دینے کا فائدہ یقینی ھے ۔

جبکہ آپ کی گفتگو ایسے آدمی کے ساتھ کہ جو آپ سے بات کرنا نہیں چاھتا تو یہ ایک موھوم اور غیر یقینی بات ھے، ایک غیر یقینی امر کو یقینی امر پر ترجیح نہیں دینی چاھیے، عبد اللہ بن ام مکتوم نے جو مجلس کے آداب کے خلاف عمل کیا تھا اس کا عذر قرآن کریم نے لفظ"اعمی" کے ساتھ بیان فرمایا کہ وہ نا بینا تھے، جس کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتےتھے، کہ آ پ صلی اللہ علیہ وسلم کس کام میں مصروف ھیں، او ر کن لوگوں سے گفتگو فرمارھے ہیں، اس لیے وہ معذور تھے نظرانداز کرنے کے مستحق نہیں تھے۔

اس سے پتہ چلتاھے کہ اگر کوئی معذور آدمی مجلس کے آداب کے برخلاف کوئی کام کر ے تو وہ ملامت و مذمت کا مستحق نہیں ھے ۔

(عَبَسَ وَتَوَلَّى) "**عَبَسَ**" به معني تيورى چڑھا نا ، يعني چهرے پر ناگواري کا ظاهر هونا ، و "**وَتَوَلَّى**" به معنى منه موڑنے کے ھے۔

یهاں حاضرکے صیغے سے مخاطب کرنے کا موقع تھا، لیکن یہ قرآن کریم کا اعجاز ھے کہ صیغہ حاضر کی جگہ غائب استعمال ھوا، کہ سرزنش کےموقع پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کےاحترام کا لحاظ رکھا گیا۔

یا اس طرح کہ غائب کا صیغہ استعمال کرنے سے یہ ابہام باقی رھا کہ گویا یہ کسی دوسرے شخص نے کیاھے، اور اس طرف اشارہ کردیا کہ ایسا رویہ آپ کے شایان شان نہیں تھا، اور دوسرے جملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عذر کی طرف متوجہ کردیا:

(ومایدریک) آپ کو کیا معلوم تھا ؟ یھاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض کی وجہ بیان فرمائی کہ آپ کومعلوم نہیں تھا ، کہ جو کچھ یہ صحابی سیکھیں گے اس کا اثر یقینی ھے ، اور دوسروں کےساتھ کی جانی والی گفتگو کا اثر موھوم اور غیر یقینی ھے۔

نیز بعد والے جملے میں غائب کا صیغہ چھوڑ کر مخاطب کاصیغہ استعمال کیا ، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور تسلی کے لیے ھے، اگر خطاب کے صیغے میں لفظ "کلا " کا استعمال نہیں ھوتا تو یہ شبہ باقی رھتاکہ اس رویہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی ناپسندیدگی کی وجه سے مخاطب قرار نهیں دیئے گئے، تو یه معامله آپ صلی الله علیه وسلم کے لیے تکلیف ده هوتا۔

تو اس بنا پر جیسے پهلے جملے میں غائب کے صیغے لانے میں آپ صلی الله علیه وسلم کی تکریم کو ملحوظ خاطر رکھا گیا، بالکل اسی طرح بعد والے جملے میں بھی صیغه خطاب کا لانا آپ صلی الله علیه وسلم کی تسلی اور تکریم واحترام کے واسطے هے۔

(لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ، أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ) یعنی آپ صلی الله علیه وسلم کو کیا معلوم تھا که یه صحابی جو کچھ حاصل کریگا اس کا فائدیقینی هے ، چنانچه اسے تعلیم دینی چاهیے تاکه اس سے وه اپنے نفس کا تزکیه کرے، اور کمال حاصل کرے، اگر یه نه هوتا تو کم ازکم الله تعالٰی کے ذکر کےابتدائی فوائد سے مستفید هوتا، اورپھر اس کے اثر سے اس کےقلب میں محبت اور خدا تعالی کا خوف زیاده هوتا۔

لفظ " ذکری " به معنی کثرت ذکر کے هے ، قرآن کریم نےیهاں دوجملے ذکرکیے: "يَزَّكّى" اور "يَذَّكَّرُ" پهلے کا معنی پاک اور صاف هونے کا هے، اور دوسرے کا معنی نصیحت حاصل کرنے اور نصیحت سے متأثر هونے کاهے ۔

پهلا اتقیاء اور نیک لوگوں کا مقام هے، که اپنےنفس کو هرقسم کے ظاهری اورباطنی ناپاکی سے پاک وصاف رکھتے هیں، ور دوسرا مقام ابتدائی سالک کا ہے ، جو که اس راستے پر پهلی بار چل پڑاهے، مبتدی بن کر، اسے الله تعالی کا ذکر سکھایا جاتاهے، تاکه اس سے خدا کی عظمت اور خوف اس کے دل میں پیدا هوجائے ۔

مطلب یه هے که اس کی تعلیم یا اسے سکھا نا کسی بھی حالت میں فائده سے خالی نهیں تھا، چاهے وه کامل نفع هو، جس سے نفس کا مکمل تزکیه هوتاهے، یا ابتدائی نفع که الله تعالی کی یاد، ذکر اورخوف اس کے دل میں بڑھ جاتا، دونوں جملوں کے درمیان لفظ تردیدی "او" آیاهے،تا که ان دونوں حالتوں میں سے کوئی ایک حالت حاصل هوجائے، یهاں "مانعۃ الخلو" کی صورت هے ، یعنی یه احتمال بھی هے که دونوں منافع ایک ساتھ حاصل ہوں ، که ابتداء میں نصیحت اور تذکیرحاصل هو، اور آخر میں تزکیه نفس میسّرآجائے ، "مانعۃ الجمع" نهیں هے که دونوں ایک ساتھ جمع نه هوں۔ " مظهری"

(c) ketabton.com: The Digital Library

انبياء كا معصوم هونا

الله تعالى كے تمام پيغمبر دين اور شريعت كى تبليغ ميں معصوم هيں: اس كا معنى يه هے كه : جو كچھ الله تعالى كى طرف سے آجائے اس ميں كمى بيشى كے بغير لوگوں تک پهنچاديتے هيں: الله تعالى اپنے نبى كے بارے ميں سورة الحاقه ميں فرماتا هے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ * لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ * ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ * فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ * وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (سوره الحاقه 44-48).

يعنى اگرهم پر جهوٹ باندهتا، توہم اسے سختى سے پكڑتے اور هم اس كے دل كى رگ كاٹ ديتے، اور تم ميں سے كوئى بهى اس كوسزا دينے سے نهيں بچاسكتاتها، اوريه يقيناً پرهيزگاروں كے ليے نصيحت هے -

رب تعالٰى نے اپنے پيارے نبى عليه السلام سے فرمايا: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سوره مائده 67)

اے پيغمبر ! جو كچھ تيرے رب كى طرف سے تجھ پر نازل هوا اس كى تبليغ كر، اگر ايسا نهيں كيا تو تم نے اس كا پيغام نهيں پهنچايا، اور الله تعالى تجھے لوگوں كے شر سے محفوظ ركھے گا۔

اس بنا پر يه ممكن نهيں هے كه الله كے بهيجے هوئے انبياء دين اورشريعت ميں سے كوئى چيز بهول جائيں اور لوگوں تک نه پهنچائيں ، يا اسے بدل ديں يا چهپاديں ، پيغمبر صلى الله عليه وسلم نے بهى دين كو مكمل طور پر لوگوں تک پهنچاديا اور ان كے سامنے پيش كرديا -

الله تعالى نے حجة الوداع كے موقعے پر يه آيت مباركه نازل فرمائى: (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا) (سورة المائدة آيت : 4) ترجمہ: آج ميں نے تمهارے ليے تمهارا دين مكمل كرديا، اور اپنى نعمت تم پر پورى كردى، اور اسلام بطور دين كے تمهارے ليے پسند كيا۔

نيز الله تعالى كے تمام پيغمبر كبائر كے ارتكاب سے معصوم تهے، جيساكه شيخ الاسلام ابن تيميه رحمه الله نے كهاهے: عالم اسلام كے اكثر علماء اور تمام فرقے كهتے هيں كه: انبياء عليهم السلام كبائر كے ارتكاب سے (نه كه صغائر) معصوم تهے، اور أهل تفسير وحديث اور فقهاء كا بهى يهى كهناهے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

بلکه اس بات کا ذکر کهیں نهیں ملتا که سلف امت او رأئمه دین، صحابه کرام اور تابعین وتبع تابعین میں سے کسی نے اس کے خلاف کوئی بات کی هو (مجموع الفتاوی جلد : 319/4).

تنبیه

بعض دفعه ایسا بهی هوا که انبیاء کرام سے بعض دینی کاموں یا دین اور شریعت سے متعلق امور میں معمولی سی فروگزاشت هوئیں، مگرفی الفور ان کی اصلاح وحی الٰهی کے ذریعے کی گئی، تاکه ایسا نه هو که رسالت کا کام مشکوک هوجائے، اس طرح درپیش نقصان کی تلافی کرنا آپ صلی الله علیه وسلم کو سکهایاجاتا ، تاکه آپ کے ساتهی بهی سیکه جائیں که جب بهی کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اس کا ازاله کیسے کیا جائے؟

بالفاظ دیگر: غلطیوں کا سرزد هوجانا لوگوں کو دین کی تعلیم سے آراسته کرنے کا ایک طریقه تها.

مثال کے طور پر : ایک روایت میں مذکور هے که آپ صلی الله علیه وسلم نے چار رکعت والی نماز میں سهوًا دو رکعت پڑها کر سلام پهیردیا، پهر جب آپ صلی الله علیه وسلم کی توجہ اس طرف دلائی گئی تو فی الفور آپ صلی الله علیه وسلم نے اس کا ازاله کرکے سجده سهو کیا، لوگوں نے جب یه منظر دیکها تو وه سیکه گئے که آینده جب کبهی نماز میں سهو هوجائے تو (نماز دوهرائے بغیر) کیسے اس کا ازاله کیا جائے، تو اس طرح سهو واقع هونے کی حکمت لوگوں کو دین سکهاناهے، اب هم ایسے واقعات اور روایات کی موجود گی کی وجه سے جانتے هیں که سهو هوجائے تو کیا کرنا چاهیے، اگر یه روایات اور واقعات نه هوتے تو هم اس کے ازالے کو نهیں سمجه پاتے.

ایک اور مثال بدر کے قیدیوں کا واقعه هے ، امام احمد وغیره انس بن مالک رضی الله عنه سے روایت کرتے هیں : رسول صلی الله علیه وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کرکے فرمایا: خدا نے ان کو آپ لوگوں کے طاقتور پنجے میں دیدیاهے، آپ لوگوں کی ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت عمر رضی الله عنه کهڑے هوگئے اورکها: ان سب کی گردنیں اڑادیں، پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے حضرت عمر رضی الله عنه سے منه پهیرا ، ابوبکر صدیق رضی الله عنه اٹهے اور کهنے لگے: میری رائے یه هے که ان کو معاف کیا جائے (ان کو قتل کرنے سے صرف نظر کیاجائے) اور ان سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

فدیه وصول کیاجائے، پھر آپ صلی الله علیه وسلم نے فدیه کے بدلے ان کو معاف کردیا، اس سلسلے میں الله تعالی نے آیت نازل فرمائی : "مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ * لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ " (احمد : 13143) ترجمه: "کسی پیغمبر کیلئے جائز نهیں هے که اس کے پاس قیدی ہوں اور وه ان کا خون نه بہائے، تم دنیا کا فائده چاهتے هو ، حالانکه الله تعالی (تمهارے لیے) آخرت کا فائده چاهتاهے، اور الله تعالی غالب حکمت والا هے، اگر رب تعالی کی طرف سے صادر شده فیصله پهلے سے موجود نه هوتا تو اس فدیه کے بدلے جوتم نے حاصل کیا تمهیں ایک بڑا عذاب گھیرلیتا"

اس موقع پرنبی کریم صلی الله علیه وسلم نے اپنے اجتهاد سے فدیه کے بدلے قیدیوں کو آزاد کرنے کاحکم فرمایا، لیکن اس اجتهاد کی وحی کے ذریعه تائید نهیں هوئی، اور لوگ سمجھ گئے که شارع کا مقصود کیاهے، اس بنا پر پیغمبر صلی الله علیه وسلم اپنی رسالت او ر دین کے ابلاغ میں معصوم تھے۔

اگرکبھی عبادت کے معاملے میں ان سے کوئی سهو یا غلطی هوجاتی ، اگر کوئی اجتهادی سهو دینی احکام سے متعلق صادر هوجاتی تو فوری طورپر وحی کے ذریعه ان کی اس سهو کی تصحیح کی جاتی، اور لوگوں تک پهنچادی جاتی، اور لوگ دین کے مسائل اس سے سیکھتے۔

لیکن بعض اوقات ان سے دنیا کے معاملات اور کار بار میں بھی غلطیاں هوجاتی تھیں، البته آپ صلی الله علیه وسلم کے صحابه کرام کے لیے رسالت کے امور اور دنیاوی امور میں فرق کرنا آسان تھا،اگرچه دینی امور کی پهچان اور فرق کرنا دنیاوی امور سے هرانسان کا کام نهیں هے، اس لیے کبھی آپ صلی الله علیه وسلم کے صحابه کرام آپ سے سوال کرتے تھے که فلان کام یا امر وحی هے، یا آپ کی ذاتی رائے؟

جیساکه ایک صحیح حدیث میں هے که نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے صحابهؓ کے لشکر کو حکم دیا که مشرکوں سے پهلے بدر کے پانیوں پر پهنچ جائیں، اور انهیں وادی بدر کے پانی کے ذخائر تک نه پهنچنے دیں، انهوں نے را ت کے ایک حصے میں وادی بدر کے قریب ترین پانی کے کنویں پهنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حُباب نے ایک عسکری تجربه کار اور ماهر کی حیثیت سے کہا :(أرأيت هذا المنزل أمنزلا أنزله الله ليس لنا أن نتقدمه ولا نتأخره أم هو الرأى والحرب والمكيدة؟ قال بل هو الرأى والحرب والمكيدة قال يا رسول الله فإن هذا ليس لك بمنزل امض بالناس حتى نأتي أدنى ماء من القوم فنعسكر فيه ثم نغور ما وراءه من الآبار ثم نبني عليه حوضا فنملؤه ماء ثم نقاتل القوم فنشرب ولا يشربون فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد أشرت بالرأى ثم أمر بإنفاذه فلم يجيء الليل حتى تحولوا كما رأى الحباب وامتلكوا مواقع الماء» (فقه السيرة) و (دلائل النبوة) البانی نے اسے صحیح قرار دیاهے) ترجمہ: "اے الله کے رسول ! اس مقام پر جو هم ٹههرے هیں، کیا اس مقام پر رکنا الله تعالی نے (وحی کے ذریعے) همارے لیے متعین کیا هے که هم اس سے آگے جانے کا حق نهیں رکهتے اور نه اس سے پیچهے جاسکتے هیں، یا یه رأی آپ صلی الله علیه وسلم کی جنگی حکمت عملی ہے ؟ فرمایا: "بل هو الرأى والحرب والمكيدة" نهیں، بلکه یه میری رائے اورجنگی حکمت عملی هے، حُباب بن منذر نے کها: اے الله کے رسول ! یه ٹههرنے کی جگه نهیں هے، بلکه لشکر کو حرکت دیں مخالف جماعت کی طرف تا که قریب ترین کنویں کے پانی تک پهنچ جائیں، وهاں ٹههرجائیں، اور اس طرف کے کنوؤں کو کهود کر (حوض) تالاب بنائیں ، اور اس میں پانی بهریں، تب مخالفین سے جنگ کریں که همارے پاس پانی هو اور ان کے پاس نه هو"

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:" لقد أشرت بالرأى" تم نے بهترین رائےپیش کی هے، پهر آپ صلی الله علیه وسلم نے لشکر کوچلنے کا حکم فرمایا، : جاکردشمن کے قریب ترین کنویں تک پهنچ گئے، اور آدهی رات کو وهاں جابسے، راتوں رات پانی کے تالاب بنائے اور وهاں کے تمام پانی کے کنوؤں کو کهود کر ان کاپانی اُن تالابوں میں بهردیا ۔

اس معاملے میں هم دیکهتے هیں که جب حُباب بن مُنذر پر مسئله مشتبه هوگیا که آپ صلی الله علیه وسلم کا یه عمل وحی هے یا ذاتی رائے ہے، تو آپ صلی الله علیه وسلم سے سوال کیا تاکه مسئله واضح هوجائے۔

ایک دوسری صحیح روایت میں هے که آپ صلی الله علیه وسلم ایک دن چند آدمیوں کے پاس سے گذر رهے تهے اور وه لوگ اپنے کهجوروں کی تلقیح

(c) ketabton.com: The Digital Library

(نرکھجورکے پھول مادے میں ملانا) کررھے تھے، تو آپ علیه السلام نے فرمایا : "لَوۡلَمۡ تَفۡعَلُوا لَصَلُحَ" اگر تم لوگ اس طرح کھجوروں کے نر اور مادے کو ملانے والا عمل نہ کرو تو بہترہوگا، تونبی علیه السلام کے کھنے پر انھوں نے ایسا کرنا چھوڑدیا، لیکن اس کے بعد کھجوروں کی پیداوار اچھی نھیں ھوئی۔

کچھ مدّت کے بعد آپ صلی الله علیه وسلم دوبارہ ان کے پاس گئے ان سے پوچھا که: "مَالِنَخۡلِكُمۡ؟" کھجور کیسے پھل دے رھے ھیں؟ انھوں نے کھجوروں کے کم پھل دینے کی شکایت کی، تو آپ نے فرمایا که:"أَنۡتُمۡ أَعۡلَمُ بِأَمۡرِ دُنۡيَاكُمۡ" آپ لوگ اپنے دنیاوی امور کو بھتر جانتے ھو۔

مسند بزار میں آیا ھے که فرمایا: «وَإِنِّي قُلۡتُ لَكُمۡ ظَنًّا ظَنَنۡتُهُ، فَمَا قُلۡتُ لَكُمۡ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَلَنۡ أَكۡذِبَ عَلَى اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى» یعني: جومیں نے آپ لوگوں سے کھا یه میری اپنی ذاتی رائے تھی ، لیکن جب میں آپ لوگوں سے کھدوں که الله رب العزت نے فرمایا ، وہ کبھی بھی رب تعالی پر جھوٹ نھیں ھوگا. (صحیح مسلم (2363) و مسند البزار (937).

نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے روایت کیاگیاھے که : «إنما أنا بشر إذا أمرتكم بشيء من دينكم فخذوا به، وإذا أمرتكم بشيء من رأيي فإنما أنا بشر». صحيح الجامع (2338).

ترجمہ:بیشک میں بشرھوں (تمھارے جیسے) میں تمھیں دین کے معاملے میں کوئی حکم کردوں تو فورًا بجالاؤ، اور اگر اپنی ذاتی رائے سے کچھ کھوں تو تم سمجھو اس میں بشریت کے لحاظ سے غلطی کا احتمال ھے ۔

خلاصه یه ھے که :

انبیاء علیهم السلام دین کی تبلیغ میں معصوم عن الخطأ تھے، اور انھوں نے دین سےمتعلق تمام احکام کمی بیشی اور کسی قسم کی غلطی کے بغیر لوگوں تک پهنچادیئے ھیں ، اگر کبھی دین سے متعلق کسی مسئله میں ان سے سھو ھوجاتی تو فوری طورپر وحی کے ذریعےسے ان کی اصلاح کرادیجاتی، اور لوگ اس سے باخبرھوجاتے ، دین کے علاوہ دنیاوی معاملات میں معصوم نھیں تھے، اور اس سے ان کی رسالت میں کوئی نقصان بھی نھیں پهنچتا، کیونکه رب تعالی

(c) ketabton.com: The Digital Library

نے یه نهیں فرمایاکه تمهارے لیے ایسا پیغمبر بهیجاهے جو تاجر اور طبیب یاکسی صنعت سے وابسته هے ۔

اس لیے که ان امور میں غلطی کرنا کوئی تعجب کی بات نهیں ، اور امور رسالت کے معاملات کی پهچان لوگوں کے لیے آسان تهی، جیسا که هم نے چند مثالیں بیان کردیں که دینی مسائل اور دیناوی مسائل میں فرق کرنا آسان تها اور دین سے متعلق تمام مسائل کو نبی کریم صلی الله علیه وسلم دین کےعنوان سے لوگوں کو سمجها تے تهے تا که لوگوں کو معلوم هو که فلان مسئله دین کا هے، اور فلان مسئله (دنیاوی امورسے متلق ہے) رسالت کے امور میں سے نهیں هے۔

اس بنا پر فقهائے اسلام نے کها هے:کہ آپ صلی الله علیه وسلم کے اقوال میں اصول یه هے که آپ کا قول شریعت کی قانونی بنیادهے، اور وحی کا حصه هے ۔

البتہ اگر ایسی کوئی دلیل هو جو ثابت کرے که آپ کا فلان قول آپ کی ذاتی رائے هے توالگ بات ہے، اور اگرایسی کوئی دلیل میسرنہ هو تو اصل پر عمل کیا جائے گا، یعنی آپ کے اقوال وحی کےتائید کننده ہوں گے، اور وه شرعی حکم هوں گے ۔

جبکہ نبوی افعال میں اصول یہ ہے کہ همیشه شرعی حکم نهیں هوتا، کبهی قانونی هوتاهے ، اور کبهی اجتهادی اور کبهی ذاتی رائے ۔

انبیاء علیهم السلام کن امور میں معصوم ہیں؟

انبیاء علیهم السلام مخلوقات میں سب سے اشرف اور پاک تهے، سب سے زیاده تقوی والے تهے، رب تعالی سے ڈرنے والے اور وه منتخب جماعت هیں جن کی طرف لوگوں کو دیکهنا چاهیے اور ان کی اقتدا کرنی چاهیے ۔

خدا کے آخری رسول صلی الله علیه وسلم اور دیگر انبیاء علیهم الصلاة والسلام کو خطاؤں اور گناهوں سے عصمت اور حفاظت کا درجه حاصل هے، هم عصمت سے متعلق مسائل کو درج ذیل دو امور میں تقسم کرتے هیں ۔

1 - دین کی تبلیغ میں عصمت
2 - بحیث بشر کے غلطیوں سےپاک هونا

(c) ketabton.com: The Digital Library

پهلا امر یعنی: تبلیغ دین میں تمام انبیاء معصوم هیں ، رب تعالی فرماتے هیں : "وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ * لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ * ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ * فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ * وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ" (سوره الحاقه 44-48).

ترجمه: اگریه پیغمبر هماری نسبت کوئی بات جهوٹ بنالاتے، توهم ان کا داهنا هاتھ پکڑلیتے، پهر اُن کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے، پهر تم میں سے کوئی (همیں) اس سے روکنے والانه هوتا، اور یه (کتاب) تو پرهیزگاروں کے لئے نصیحت هے ۔

اور اپنے پیارے نبی صلی الله علیه وسلم سےفرمایا: "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (سوره مائده 67).

ترجمه: اے پیغمبر جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پرنازل هوئے هیں سب لوگوں کو پهنچادو، اور اگر ایسا نه کیا تو تم خدا کے پیغام پهنچانے میں قاصررهے، (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نه کیا) اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکهے گا ۔

شیخ عبد العزیز بن باز رحمه الله (فتاوی ابن باز میں: ج -371/6) فرماتے هیں : تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع هے که تمام انبیاء علیهم الصلاة والسلام دین کی تبلیغ میں غلطیوں سے معصوم هیں، جیسا کہ جناب محمد صلی الله علیه وسلم کے بارے میں رب تعالی فرماتے هیں: (والنجم إذا هوى * ما ضل صاحبكم وما غوى * وما ينطق عن الهوى * إن هو إلا وحي يوحى * علمه شديد القوى) (سوره النجم /1-5) ترجمه: تارے کی قسم جب غائب هونے لگے، که تمهارے رفیق (محمد) نه رسته بهولے هیں نه بهٹکے هیں، اور نه خواهش نفس سے منه سے بات نکالتے هیں، یه (قرآن) توحکم خداهے جو(انکی طرف) بهیجاجاتاهے، انکو نهایت قوّت والے نے سکهایا(یعنی جبرائیل).

همارے نبی کریم صلی الله علیه وسلم تبلیغ دین سے متعلق تمام امور قول ، فعل اور تقریر میں معصوم هیں، اس مسئله میں اهل علم کے درمیان کوئی اختلاف نهیں هے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسرا امر: یعنی بشری اور انسانی غلطیوں سے پاک ہونا ، یہ مسئله دوحصوں میں تقسیم ہوتاھے:

1 - کبیره گناهوں سے متعلق انبیاء علیهم السلام کی عصمت، که تمام انبیاء علیهم السلام کبائر کے ارتکاب سے معصوم هیں، جیساکه شیخ السلام ابن تیمیه رحمه الله (مجموع الفتاوی: ج-4 /319 میں اس پر تاکید فرماتے هیں.

2 - صغیره گناه، بعض اوقات انبیاء علیهم السلام میں سے بعض صغائر کے مرتکب هوئے هیں، اس لیے اکثر اهل علم معتقد هیں که انبیاء علیهم السلام صغائر سے معصوم نهیں هیں.

اگر انبیاء میں سے کسی نے صغیره گناه کیاھے تو الله تعالی نے اسے تنبیه کی هے اور اس نے توبه کے لیے پهل کی هے.

جو لوگ کهتے هیں که آدم علیه السلام نے گناه کیا اور شیطان نے اسے بهکایا، دلیل کے طور پر رب تعالی کی نازل کی هوئی اس آیت کوپیش کرتے هیں: "فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْءَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى" (سوره طه121). ترجمه: تو دونوں نے اُس درخت کا پهل کهالیا تو ان پر انکی شرمگاهیں ظاهرهوگئیں، اور وه اپنے (بدنوں) پربهشت کے پتے چپکانے لگے، اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کیا تو (وه اپنے مطلوب سے) بے راه هوگئے .

اورسوره بقر آیت (36) میں فرماتے هیں: "فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا" ترجمه: پهرشیطان نے دونوں کو وهاں سے پهسلادیا.

مگراُن لوگوں کی بات غلط ہے اس لیے: کہ یهاں پر آدم علیه السلام سے متعلق جو کچھ بیان هواھے وه نبوت سے پهلے هے، اس کی بنیاد پر آدم علیه السلام کو طعن کرنا درست نهیں هے، امام ابوبکر بن فورک کهتے هیں: یه معامله نبوت سے پهلے کا هے، اس کی دلیل رب تعالی کا یه فرمان هے: "ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَى" (سوره طه122) ترجمه: پهر رب تعالی نے اسے برگزیده کیا اور اس کی توبه قبول فرما کر اسے هدایت بخشی.

کهتے هیں که اسے منتخب کرنا اور هدایت دینا گناه ونا فرمانی کے بعد کا هے، اگر نبوت سے پهلے کا هو تو یه اس اکیلے کی لغزش هے، اور نبوّت

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے پهلے انبیاء کیلے کوئی شریعت نهیں هوتی که هم پر اس کی تصدیق کرنا واجب هو۔

لیکن جب رب تعالی نے اسے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا تو پهر دین کے پهنچانے میں امانتدار اور معصوم هیں، اور سابقه گناه سے ان کو نقصان نهیں پهنچتا ۔

اگر یه کهاجائے که رونما هونے والے ان واقعات کا کس طرح آدم علیه السلام کے قبل نبوت سے ربط دیتے هو، کیا نبوت رب تعالی کی طرف سے وحی کو نهیں کهتے ؟

جب که آیات واحادیث یه بیان کرتی هیں کہ رب تعالی آدم علیه السلام کے ساتھ جنت سے نکلنے سے پهلےبهی بات کرچکے هیں ۔

جواب یه هے که: یهاں نبوت منتفی هے، اس لیے که نبوت صرف وحی نهیں هے ، بلکه کسی نبی اور پیغمبر کیلئے جدید شریعت کا بهیجنا یا پهلے والے شریعت کی تجدید هے۔

اور یه دلائل آدم علیه السلام کے متعلق نهیں ملتے هیں که جنت میں اپنی بیوی کے ساتھ انہیں شریعت دی گی هو ۔

اس وجه سے سب سے صحیح بات آدم علیه السلام کے ساتھ رونما هونے والے واقعات میں یه هے که یه نبوت اور ان کے مبعوث هونے سے پهلے تها۔

صرف وهی چیز جو آدم علیه السلام کے لیے شریعت کو ممکن بناتی هے وه هے توبه جو انهوں نےنافرمانی کے بعد کی تهی۔

البتہ یه توبہ بهی شریعت هونے کی وجه سے نهیں، بلکه روح کی پاکیزگی اور آدم علیه السلام کی طرف سے خالق کے مقام ومرتبه کے پهچان کی وجه سےهوا، رب تعالی فرماتے هیں: "فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ" (سوره بقره 37)

ترجمه: پهر آدم نے اپنے پروردگارسے کچھ کلمات سیکهے (اورمعافی مانگی) تواس نے قصورمعاف کردیا بیشک وه معاف کرنیوالا (اور) صاحب رحم هے۔

ان مثالوں میں سے جن کو مخالفین اس بارے میں بیان کرتے هیں اورچاهتے هیں که اس کے ذریعے سے قرآن کریم پر اعتراض کریں ، ایک مثال اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

واقعے کی ہے جو نبوّت سے پہلے موسی علیہ السلام کے متعلق رونما ہوا ، اور وہ قتل کا ارتکاب ھے، اور اس کے لیےقرآن سے دلیل لاتے ھیں : وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ۫ ۞ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۞ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۞ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ۫ ۞ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ۬ ۞ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۞۱۵ (سوره قصص).

ترجمہ: شهرکے لوگ بے خبر تھے که موسی علیه السلام شهرمیں داخل هوئے، اور دیکھا که دوشخص آپس میں لڑرھے ھیں، ان میں سے ایک موسی علیه السلام کی قوم سے تعلق رکھتاتھا اور دوسرا دشمن کی قوم سے تھا، توپھر جوشخص موسی علیه السلام کی قوم سے تھا وہ مدد کیلئے پکارا ، موسی علیه السلام اس کی مدد کیلئے دوڑے اور ایک مُکّے سے اس کا کام تمام کردیا ، اور کھا یه کام شیطان کے بھکاوے سے ہوا ، یقینًا شیطان گمراہ کرنے والا اور کھلا دشمن ھے، اس کے بعد کھتے ھیں که: موسی علیه السلام اس غلطی کے ارتکاب سے کافی پشیماں هوئے، یھی ندامت سبب بنی که اپنے پروردگار کے حضور قیامت میں شفاعت کرنے سے پیچھے رھیں گے، جیساکه شفاعت والی طویل حدیث میں بیان هواھے: "فَيأْتُونَ مُوسَى فَيقُولُونَ يا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ فَضَّلَكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ فَيقُولُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيوْمَ غَضَبًا لَمْ يغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي" (بخاري)

ترجمہ:قیامت کے دن لوگ موسی علیه السلام کے پاس آئیں گے اورکھیں گے: اے موسی! آپ تو الله کے رسول هو، رب تعالی نے آپ کو رسالت دے کر اور آپ سے هم کلام هوکر آپ کو فضیلت دی ھے، اپنے پروردگار سے هماری شفاعت کریں ، آپ همیں نهیں دیکھتے کہ هم کس حالت میں ھیں، موسی علیه السلام جواب میں کھیں گے: میرا رب آج اتنے غصے میں ھے که نه پهلے کبھی تھا اور نه آینده اتنا غصه هوگا، میں نے ایک شخص کو بغیر کسی حکم کے قتل کردیاتھا، اس لیے مجھے اپنی فکر لگی ھے .

اس بارے میں بھی امام ابوبکربن فورک کھتے ھیں که : جو کچھ مخالفین موسی علیه السلام کے بارے میں بیان کرتے ھیں وہ بھی نبوت سے پہلے کا واقعه

(c) ketabton.com: The Digital Library

هے ، جیسا که خدا تعالی فرماتے هیں: «قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ*وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ*قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ* فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ» (سوره شعرا 18- 21) .

(فرعون نے موسی سے کها) کیاهم نے تم کوکه ابهی بچے تهے پرورش نهیں کی اور تم نے برسوں همارے هاں عمر بسر(نهیں) کی، اورتم نے وه کام کیاتها جو کیا اور تم ناشکرے معلوم هوتے هو، (موسی نے) کهاکه (هاں) وه حرکت مجه سے ناگهاں سرزد هوئی تهی اورمیں خطاکاروں میں تها، تو جب مجهے تم سے ڈرلگا تو میں تم سے بهاگ گیا، پهر خدانے مجهے نبوت وعِلم بخشا اور مجهے پیغمبروں میں سے کیا۔

موسی علیه السلام اسے قتل کرنے کا اراده نهیں رکهتے تهے، بلکه اپنے قومی بهائی کا دفاع کرنا چاهتےتهے، اس بنا پر وه قتل عمد کے مرتکب نهیں هوئے، اس کام کی وجه سے موسی علیه السلام نے رب تعالی سے بخشش طلب کی، اور خدا نے بهی انهیں بخش دیا، جیسا که فرماتے هیں : قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (سوره قصص 16)

ترجمه: بولے که اے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجهے بخش دے تو خدا نے ان کو بخش دیا بے شک وه بخشنے ولا مهربان هے ۔

انبیاء علیهم السلام کی طرف جو اعتراضات منسوب کیے جاتے ہیں تو یہ عمل خلاف اولی هے، یعنی اس کام کونه کرنا بهترتها ۔

هم لوگوں کے جنت میں جانے کے ذمه دار نهیں هیں

قرآن کریم ایک خاص خوبصورتی کی ساته کهتا هے: إِنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ لِلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ ۖ فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ۝٤١ (سوره زمر)

ترجمه: هم نے تم پرکتاب لوگوں (کی هدایت) کے لئے سچائی کے ساته نازل کی هے، تو جوشخص هدایت پاتاهے تو اپنے (بهلے کے) لئے اور جو گمراه هوتاهے اپناهی نقصان کرتاهے، اور (اے پیغمبر) تم ان کے ذمه دار نهیں هو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسّرين كرام اس آيت كى تفسير ميں لكھتے هيں كه بنيادى طور پر قرآن كريم بشريت كى رهنمائى كيلئے نازل هواهے، "إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ".

ترجمه: هم نے تم پركتاب لوگوں (كى هدايت) كے لئے سچائى كے ساتھ نازل كى هے .

يقيناً يه پرعظمت كتاب ہے اور معجزات سے بهرى هوئى هے، اس ميں باطل اور بے معنى چيزيں نہيں ہے-

بشريت كى هدايت اور رهنمائى كيلئے تجھ پر اتارا هے، اهل علم كا كهنا هے كه مذكوره آيت ميں لفظ "حق" كے بارے ميں دو تفسيريں هيں:

1 - سب سے پهلے قرآن عظيم كا رسول الله صلى الله عليه وسلم پر نزول اور ترسيل حق كے ساتھ هوئى هے ، اور اس ميں كسى قسم كا كوئى باطل نهيں هے-

2 - دوم يه هے كه يه كتاب حق هے : (ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ) هے، قرآن كريم حق اور اس ميں كسى بهى قسم كے شک اورتردّد كى گنجائش نهيں هے، اور متقيوں كى رهنمائى كيلئے اترى هے ، اس ميں بهى كوئى شک نهيں هے كه يه كتاب : يعنى قرآن عظيم نبى كريم صلى الله عليه وسلم پر بشريت كى هدايت او رهنمائى كے واسطے نازل هوئى هے، چنانچه انسانوں پر لازم هے كه هدايت اور رهنمائى اس كتاب سے حاصل كريں .

اور جو كچھ انسان كى گمراهى اور ضلالت كا سبب بنتاهے اس سے بچيں اور دورى اختياركريں، قرآن كريم كو سمجهنا اور اپنى زندگى كو قرآن كريم كے منطقى فهم پر استوار كرنا ضرورى هے كه جس چيز كى طرف يه كتاب همیں دعوت ديتى هے ، اس كى طرف جاناچاهيے اور اس پر عمل كرنا چاهيے-

اور جس چيز سے ڈراتى اور منع كرتى هے اس كى تنبيهات كو سنجيدگى سے لينا چاهيے ، اور ان ممنوعات كے انجام سے اپنے آپ كو بچانا چاهيے، جن ممنوعات كو قرآن نے بيان كياہے .

جس چيز كى طرف قرآن كريم هميں بلاتاهے، اسے رُشد وهدايت جاننا چاهيے اور جس سے هميں ڈراتا دهمكاتا هے اسے باطل سمجهنا چاهيے اور اس سے دورى اختيار كرنا چاهيے-

(c) ketabton.com: The Digital Library

اگلی آیت کریمه میں ھے که : "فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ " پھر جو شخص اور انسان هدایت کا راسته اختیار کرتاھے، اور دلیل وبُرهان کے ساتھ حق کی طرف دوڑتاھے، یه اس کے فائدے میں هوگا، کیونکه یه ایک علمی اصول ھے : که حق قبول کرنے کا نتیجه انسان کوھی ملتاھے ۔

(وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يضِلُّ عَلَيهَا) اور جو شخص گمراه هوا حق اور کلام الهی سے سرکشی کی اور منحرف هوا تو بالآخر یه اس کے لیےنقصان کا سبب بنے گا، نتیجتًا ایک گمراه شخص شمار کیا جائیگا۔

دوسرے لفظوں میں وه اپنی منحرف عمل کی سزا چکھے گا، (وَمَا أَنْتَ عَلَيهِمْ بِوَكِيلٍ)

ترجمہ: اے رسول! تو ان پر ذمه دار نهیں ھے ، یعنی حق کو ان کے دل میں پهنچانے کی ذمه داری آپ کی نهیں ھے، یا یه که آپ کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ ان کی همیشه سے نگرانی کریں که وه منحرف نه هوں۔

کیونکه آپ ان کو زبردستی اسلام او ر ایمان قبول کرنے پر مجبور نهیں کرسکتے، آپ کا کام صرف اور صرف آسمان سے آیا هوا پیغام ان تک پهنچاناھے، نه آپ ان کے دلوں کے نگران هو اور نه ان کو حق قبول کرنے پر مجبور کرسکتے هو۔

ایمان ایک معاهده ھے ، اور یه دل اور باطن کا عزم ھے ، جسے انسان اپنی مرضی سے قبول کرتا ھے، اسی وجہ سے اسلام جو کہ ایک مقدس دین ھے جبری ایمان کو قبول نهیں کرتا، همارے رب عظیم نے انسان کو آزاد چھوڑا ھے تا که اپنی تحقیق سے دین منتخب کرے۔

قرآن کریم کے منطقی فهم کے مطابق جن لوگوں نے کسی ناحق دین کا انتخاب کیاھے، ان کو کافر اور جن لوگوں نے درست اور برحق دین کا انتخاب کیا ھے انهیں مؤمن کهاجاتاھے ۔

اس حساب سے کوئی مسلمان تو هوسکتاھے ، اور حق کے سامنے سرتسلیم خم کرسکتاھے ، لیکن مؤمن نهیں هوسکتاھے، جیساکه هم نے بتایا: مؤمن وه اندرونی عهد اور معاهده اور رشته ھے جس معاهدے کی صداقت کے بارے میں الله تعالی اور خود شخص مؤمن جانتا ھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دین اسلام نے ایک قاعدہ اور قانون وضع کردیا ھے دین کے انتخاب کے لیے ، اس قانون کی بنیاد سورہ بقرہ کی آیت "256" میں بہت عمدگی سے بیان کی گئی ہے، رب عظیم فرماتے ھیں: "لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۙ‌ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ‌ ۚ..."

آیت مبارکه کا شأن نزول : یه سوره بقره کی آیت ھے اور یہ سورت هجرت کے بعد مدینه میں نازل هونا شروع هوئی، اس سورت کا نزول تب شروع هوا جب اسلامی حکومت اور نظام تشکیل کے مراحل میں تھا۔

مفسّرین کهتے هیں که : یه آیت اهل مدینه اور بنی سالم بن عوف کے قبیلے سے ایک شخص جس کا نام "حصین " ھے کہ بارے میں نازل هوئی ھے، قصه کچھ اس طرح ھے که "حصین" خود تو مسلمان هوا تها ، لیکن اس کے دونصرانی بیٹے ابھی تک اسلام کی طرف مائل نهیں هوئے تھے، اس آدمی نے اس واقعے کا پیارے نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے ذکرکیا اورکها: اے الله کے رسول! کیا ان دونوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرسکتاهوں، کیونکه وه دونوں نصرانیت کے علاوه کسی دوسرے دین کو قبول کرنے کے لیے تیار نهیں هیں ؟ اس کے جواب میں یه آیت کریمه نازل هوئی : "لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۙ‌ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ‌ ۚ...".

اسی طرح بعض مفسرین اس کے شأن نزول کے بارے میں کهتے هیں که : انصار کےایک آدمی کا ایک سیاه فام غلام تها، جس کا نام "صبیح" تها، وه انصاری چاهتے تھے که اسے زبردستی اسلام لانے پر مجبور کریں، اسی اثناء میں یه آیت نازل هوئی تو "صبیح" اور تمام مسلمانوں کو هدایت دی گئ که دین اسلام قبول کرنے کے لیے لوگوں پر کوئی جبر و زبردستی نه کریں، اور فرمایاکه : انسانوں کو مکمل آزادی واختیار حاصل ھے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی الله عنه نے بوڑھی نصرانی عورت کو اسلام کی دعوت دی، تو بوڑھی عورت نے جواب میں کها: "أنا عجوزٌ كبيرة والموت اقرب الی" حضرت عمر رضی الله عنه نے اس بوڑھی عورت کا جواب سننے کے بعد اسے ایمان لانے پر مجبور نهیں کیا، بلکه اس آیت مبارکه کی تلاوت کی: "لَآ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ ۙ‌ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ‌ ۚ...".

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی دین میں کوئی چیز جبری نہیں ھے ،اور حقیقت میں ایمان قبول کرانے پر کوئی زور و زبردستی کام نہیں آئے گا۔

دین اسلام نے ایمان کو ظاھری اعضاء کے ساتھ مربوط نہیں رکھا ھے، بلکه ایمان اور عدم ایمان ان امور میں سےھے جن کا تعلق انسان کی اندرونی چاھت اور رضا کی ساتھ ھے۔

جیسا که رب تعالی فرماتے ھیں : "وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ" کھدو: حق (وھی ھے جو) رب کی طرف سے (آیا) ھے ، (اور میں اسے اپنے ساتھ لایاھوں جوکه میرا اور تمام مؤمنین کا مشن ھے) پس جو چاھے اس پر ایمان لائے اور جو چاھے اس کا انکار کردے (سورة الکھف : 29).

قرآن کریم نے نبی صلی الله علیه وسلم کی اس حیثیت کو اضح کیا که آپ صلی الله علیہ وسلم کامقصد فقط تبلیغ کرنا اور دعوت دینا ھے، کسی کو زور وزبردستی کے ساتھ اسلام لانے پر مجبورکرنا نہیں :"اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۹۹"(یونس: آیه ۹۹) اے پیغمبر ! کیا تم چاھتے ھو که لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کردو، (یه کام نه تو درست ھے نه فائده والاھے اور نه ھی تیرا کام ھے) ۔

پھر سورة الغاشیه(آیت : 22) میں فرماتے ھیں : "لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۲۲" آپ ان پر غلبه نہیں رکھتے۔

اسی طرح سورة الشوری میں فرماتے ھیں: "فَإِنْ أَعْرَضُوْلَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۲۲ فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۗ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ" اگر مشرکین آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کریں (کوئی مسئله نہیں ھے غمگین مت ھو) کیونکه ھم نے آپ کو ان کی مراقبت اور نگرانی کے لیے نہیں بھیجاھے، آپ کا کام پیغام پھنچانا ھے۔

اسی طرح قرآن کریم میں سورة مزمّل (آیت : 19) میں فرماتے ھیں:"فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۱۹" پھرجوچاھے بنالے اپنے رب کی طرف راه ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس آیت مبارکه میں "من شاء" کاجمله دلیل هے انسان کی آزادی اور اختیار پر کفر اورایمان اختیار کرنے پر ، "اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوۡرًا ۝۳" ترجمه: هم نے انسان کو راه دکھائی هے چاهے شکر گزاربنے (قبول کرے) یا (مخالفت کرے) انکار کرے .

حق اور باطل کے راستے ایک دوسرے سے الگ هوچکے هیں ، دونوں راستوں کی پهچان کرادی گئی هے، ان میں سے هرایک کا انتخاب انسان کے اختیارمیں هے، وه مجبورنهیں هے ، جس راستے کا چاهے انتخاب کرے، البته اگر انسان نے حق اور حقیقت کا راسته اپنایا توجنت اور همیشه والی سعادت کو پالے گا۔

اور اگر باطل راستے کا انتخاب کیا تو پهر جهنم اور همیشه والی بدبختی میں گرفتار هوگا، قرآن کریم نے ایک سو بیس (120) سے زیاده آیتوں میں یه تاکید کی هے کہ اسلام قلبی اطمینان اور خالص پاکیزه تعلیم کی بنیاد پر پهیلاهے .

اور اسلام کو لوگوں میں متعارف کروانے کے بعد انهیں تمام اور مکمل اختیار دیاگیاهے که وه اس کے بعد دین کو قبول کرنے میں آزاد هیں۔

اسی رویه اور عظیم انسانی منطق کے سبب محمد صلی الله علیه وسلم نے فتح مکه کے بعد اهل مکه کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا ، اور فرمایا : «"اذهبوافأنتم الطلقاء»"جاؤ آپ لوگ آزاد هو، اس عظیم فتح کے بعد کسی کو زبردستی اسلام لانے پر مجبور نهیں کیا۔

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحیم

جزء – (30)

سورة التکویر

یه سورت مکه میں نازل هوئی یہ"29" آیتوں پر مشتمل هے

وجه تسمیه:

اس سورت کا آغاز رب تعالی کے فرمان (اذالشّمسُ کُوِّرَت) کے لفظ "تکویر" سے کیا گیاھے۔

اس سورت کا دوسرا نام "کُوِّرَت" ہے، لفظ "کُوِّرَت" اس سورت کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے، "کُوِّرَت" ماضی مجهول کا صیغہ "تکویر" کے مصدر سے لپیٹنے کے معنی میں ہے۔

واضح رہے کہ یہ سورہ سورۂ "مسد" کے بعد مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

"تکویر" سورج کا لپیٹنا، اور اس کی روشنی ختم کرنا۔

اس سورت کا نام قیامت سے پہلے موجودہ نظام میں رونما ہونے والے حوادث میں سے ایک عظیم حادثے کی طرف اشارہ کرتی ہے، سورج سے متعلق پیش آنے والا واقعہ، جو اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت اور رحمت کے واضح ترین مظاہر میں سے ایک ہے، اور یہ اس مہم کو بیان کرتی ہے کہ انسان اس انجام کو پہنچتا ہے جس کا آغاز اس نے خود ہی کیا ہے، البتہ قیامت سے پہلے بڑے بڑے واقعات کے وقوع پزیر ہونے کے بعد لوگوں کی آزمائش اور حساب ہوگا، اور کرۂ ارض میں ایسے لوگوں کا وجود جو خدا کی تدبیر کو قبول نہیں کرتے اور اسے برداشت نہیں کرسکتے، اللہ تعالیٰ کی تدبیر میں ذرہ برابر بھی خلل پیدا نہیں کرسکتے، اگر کوئی شخص سورج کی روشنی نہ دیکھ سکے تو مسئلہ اس کی آنکھوں کا ہے، نہ کہ سورج کی روشنی کا۔

سورة التکویر کے نزول کا وقت:

سورہ مبارکہ کے مشتملات اور طرز بیان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس سورہ نے بعثت کے ابتدائی دور میں شرف نزول پایا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مکی سورتوں کی بعض خصوصیات:

1 - زیادہ قسمیں کھانا
2 - الله اور قیامت کے دن پر ایمان کا موضوع اور جنت کی صفات
3 - چھوٹی آیتیں
4 - مشرکین سے بحث اور جدال
5 - قصص اور واقعات
6 - یاأَيُّهَا النّاس عبارت کا ذکر
7 - جہاد کی بات کرنا

سورہ تکویر کا سورہ عَبَسَ سے ربط و مناسبت:

دونوں سورتیں قیامت کے عظیم اور سخت واقعات کو بیان کرتی ہیں، عَبَسَ (آیات مبارکہ:33 تا 42) اور سورہ تکویر (آیات مبارکہ: 1 تا 14)

سورة التكوير کی آیات ، کلمات اور حروف کی تعداد:

یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ھے، اورمکی سورتوں میں سے ھے۔

سورة التكوير کا ایک (1) رکوع ھے، انتیس آیتیں (29) ، اور ایک سورچار (104) الفاظ ، چارسوچھبیس (426) حروف، اور دوسو انتیس (229) نقطے ھیں -

(یہ بات ذکر کرنا لازم ھے کہ علماء کے اقوال سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں مختلف ھیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)۔

سورت سے واقفیت:

اس سورت کے جملے مختصر لیکن فیصلہ کن اور دلکش ھیں، اور سورت کے موضوعات سے ھم آھنگ ھیں، سورت کے پہلے حصے میں قیامت کی ابتدائی حالت اور تمام نظام شمسی کے تاریک ھوجانے اور ھرچیز کے ٹوٹنے اور اس دنیا کے موجودہ نظام کے زوال کے بارے میں بات کی گئی ھے، پھر اس نے لوگوں کے قبروں سے ٹولیوں کے شکل میں اٹھنے اور خدا کی طرف جانے کا نقشہ کھینچاھے۔

زمانہ جاھلیت کا سب سے گھناؤنا گناہ یعنی: لڑکیوں کو زندہ دفن کرناتھا ، اس کو یھاں ذکر کیاگیاھے، جنت اور جھنم کے مناظر کابھی ذکرھے، جسے دیکھ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کر انسان سوچتاھے کہ اس نے ان دونوں آخری ٹھکانوں کے لیے کیا تیاری کی ھے، پھر اس دنیاکی وسعت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اور اپنے پیغام کی صداقت کا حوالہ دیتے ہوئے مدعو سامعین کی توجہ اس بات کی طرف دلاتاھے ، کہ اگر اس داعی کے پیغام کا موازنہ دوسرے دعوت دینے والوں کے پیغام کے ساتھ کریں گے، اورپھر اس کے بارے میں فیصلہ کریں گے، تویقیناً آپ کو اس کی حقانیت کا یقین ہوجائے گا۔

سورة التکویرکی فضیلت :

ایک حدیث شریف میں ابن عمررضی الله عنهما روایت کرتے ہیں کہ : رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: جو شخص قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتاہے تو اسے چاھیئے کہ: (اذلشمس کورت، اذا السّماء انفطرت، اذالسّماءانشقّت،) کو دیکھے۔

اس سورت کی تلاوت کی فضیلت:

هم نبی صلی الله علهی وسلم کی ایک حدیث کو پڑھتے ھیں کہ : جو شخص سوره (اذالشّمس کوّرت) کی تلاوت کرے الله تعالی اس کو اس دن کی رسوائی سے کہ جس دن اس کا نامه اعمال کھولاجائے گا اس کی حفاظت کرے گا۔

دوسری حدیث ہے کہ پیغمبر اسلام صلی الله علیہ وسلم سے پوچھا گیا : اتنی جلدی بڑھاپے کے آثار آپ پر کیوں نمایاں ہوگئے ھیں ؟ آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا : "سوره هود، واقعه، مرسلات، عمَّ ، اور اذالشّمس کوّرت" نے مجھے بوڑھا کردیا، اس لیے کہ ان سورتوں میں قیامت کے هولناک حوادث کا ذکر اتنا زیاده هوا هے کہ وه باشعور اور جاگتے انسان کو بهت جلد بوڑھا کردیتاھے ۔

مذکوره بالا روایات میں جن تعبیرات کا ذکر هوا هے ، ان سے معلوم هوتاھے کہ تلاوت سے وه تلاوت مقصود ومطلوب هے جو علم ، ایمان اور عمل کا سرچشمه هو ۔

سورت کا خلاصه :

پهلے مرحلے میں یه سورت ان افراد کو سرزنش اور ملامت کرتی هے جو اکثر فرض کی گئی باتوں اور خیالات کی بنیاد پر ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے ، عام طور پر اس سورت کے مشتملات میں دو اهم محوروں پر بحث کی گئی

(c) ketabton.com: The Digital Library

ھے -

1 - اس سورت کی ابتدائی آیات قیامت کی نشانیوں ، اور اس جهان کے آخر میں بڑی تبدیلیوں کے ساتھ قیامت کے آغاز کو بیان کرتی ھیں -

2 - سورت کا دوسرا حصه قرآن اور اس کے لانے والے کی عظمت اور انسانی نفس پراس کے اثرات بیان کرتاہے، یه حصه بیدار کرنے والی قسموں اور معانی سے بهرپور ھے -

اس سورت کا سیاق:

اگر آیت (1- ۱۴) کا خلاصه ملاحظه کریں تو اس کےموضوعات میں شامل ہے: تنبیه، ڈرانا، اور انسان کو قیامت کے دن اپنے اعمال سے آگاہ اورباخبر کرنا ، اور اس میں یاد دہانی کی گئی ھے که : اس دنیا کا موجوده نظام لپیٹ لیا جائے گا ایک نیا اور پہلے سے معین کرده نظام اس کی جگه لے گا: إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

(١) وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ (٢) وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ (٣) وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (٤) وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (٥) وَإِذَا
الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (٦) وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (٧) وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ (٨) بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (٩) وَإِذَا الصُّحُفُ
نُشِرَتْ (١٠) وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ (١١) وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ (١٢) وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ (١٣) عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا
أَحْضَرَتْ (١٤)

اسی طرح آیت (15 – 29) تک یه ھے که : وحی کے ایک لفظ سے بهی نه ہٹیں بلکه اس کو یاد رکھیں-

انسان کو اس کے روزقیامت کے اعمال سے آگاہی دینا اس کا ثبوت ہے کہ یہ قرآن جبرئیل امین کے لائے ہوئے الفاظ ہیں اور وحی ھیں، اسے رسول الله صلی الله علیه وسلم نے جنات اور شیاطین سے دریافت نهیں کیاھے، پھر کیوں اس سے دوری اختیار کرتے ھو، اس سے دور رهنے سے بهتر ھے که اسے یاد رکھو: فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (١٥) الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (١٦) وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ (١٧) وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ (١٨)
إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (١٩) ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ (٢٠) مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (٢١) وَمَا صَاحِبُكُمْ
بِمَجْنُونٍ (٢٢) وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ (٢٣) وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (٢٤) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ
(٢٥) فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ (٢٦) إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (٢٧) لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ (٢٨) وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ

(c) ketabton.com: The Digital Library

يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (٢٩).

سوره تکویر کے اخلاقی اور معاشرتی نکات

1 - مظلوم کا دفاع کرنا کفر اور اسلام سے تعلق نہیں رکھتا، اس لیے که زنده دفن ھونے والی بیٹیاں مسلمان نہیں تھیں، لیکن قرآن کریم نے وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ کے انداز میں ان لڑکیوں کے حق کا دفاع کیاھے .

2 - سوال کے ذریعے ضمیروں کو جگایاگیا ہے (بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ)-

3 - وقار اور عظمت، قابلیت اور طاقت ، فرمانبرداری اور قابل اعتماد قوّتوں کا ھونا پیغام اور ارشادات کے پھنچانے کے لیے ضروری شرائط ھیں .

4 - کبھی کبھی تھمتوں اور الزامات کا جواب دیئےبغیر نھیں چھوڑنا چاھیئے ، بلکه ان کا جواب دینا چاھیئے (وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ) .

5 - تبلیغ دین کا طریقه نصیحت ھے ، جبر نھیں: (ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ)

6 - انسان نه بغیر ارادے کے ھے اور نه ھی مکمل خود مختار .

7 - چونکه خدا تعالی رب العالمین ھے، اس لیے تمام امور اس کے قبضے میں ھیں، اور انسان کی مشیت الله تعالی کی مشیت کے ما تحت ھے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة التكوير

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۙ۝۱ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۙ۝۲ وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۙ۝۳ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۙ۝۴
وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۙ۝۵ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۙ۝۶ وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۙ۝۷ وَاِذَا الۡمَوۡءٗدَةُ سُئِلَتۡ ۙ۝۸
بِاَىِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۚ۝۹ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ۙ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتۡ ۙ۝۱۱ وَاِذَا الۡجَحِيۡمُ سُعِّرَتۡ ۙ۝۱۲
وَاِذَا الۡجَنَّةُ اُزۡلِفَتۡ ۙ۝۱۳ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّاۤ اَحۡضَرَتۡ ؕ۝۱۴ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ ۙ۝۱۵ الۡجَوَارِ الۡكُنَّسِ ۙ۝۱۶
وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۙ۝۱۷ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۙ۝۱۸ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۙ۝۱۹ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ
مَكِيۡنٍ ۙ۝۲۰ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ؕ۝۲۱ وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ۝۲۲ وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ۚ۝۲۳ وَمَا هُوَ عَلَى
الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ۚ۝۲۴ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ ۙ۝۲۵ فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَ ؕ۝۲۶ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۙ۝۲۷
لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَ ؕ۝۲۸ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۲۹

سورت کا لفظی ترجمه

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مهربان نهایت رحم والا هے
اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۙ۝۱	جب سورج لپیٹ لیا جائے گا (1)
وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۙ۝۲	اور جب تارے بے نور هوجائیں گے (2)
وَاِذَا الۡجِبَالُ سُيِّرَتۡ ۙ۝۳	اور جب پهاڑ چلائے جائیں گے (3)
وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۙ۝۴	اور جب دس ماه کی حامله اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی(4)
وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۙ۝۵	اور جب وحشی جانور اکٹھے کیےجائیں گے (5)
وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۙ۝۶	اور جب دریا آگ کی طرح بھڑکائے جائیں گے (۶)
وَاِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۙ۝۷	اور جب روحیں (بدنوں) سے ملادی جائیں گی (۷)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۙ۸	اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنادی گئی ہو پوچھا جائے گا (۸)
بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۚ۹	که وه کس گناه پر ماری گئی؟ (9)
وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۙ۱۰	اور جب (عملوں کے) دفتر کھولے جائیں گے (10)
وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۙ۱۱	اور جب آسمان کا پرده ہٹادیا جائے گا (11)
وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۙ۱۲	اور جب دوزخ (کی آگ) بھڑ کائی جائے گی (12)
وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۙ۱۳	اور جب جنت (پرهیزگاروں کے لیے) قریب لائی جائے گی (13)
عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ؕ۱۴	تب هرشخص جان لے گا که وه کیا لے کر آیا هے (14)
فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۙ۱۵	هم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے هٹ جاتے هیں (15)
الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۙ۱۶	(اور) جوسیرکرتے اور غائب هوجاتے هیں (۱۶)
وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۙ۱۷	اور رات کی قسم جب ختم هونے لگتی هے (۱۷)
وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۙ۱۸	اور صبح کی قسم جب نمودار هوتی هے (۱۸)
اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ۱۹	که بیشک یه (قرآن) فرشته عالی مقام کی زبان کا پیغام هے (۱۹)
ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ۲۰	جو صاحبِ قوت مالکِ عرض کی هاں اونچے درجے والا (20)
مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ؕ۲۱	سردار (اور) امانت دار هے (21
وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ۲۲	اور (مکّے والو) تمهارے رفیق (یعنی محمّد) دیوانے نهیں هیں (22)
وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۚ۲۳	اور محمد صلی الله علیه وسلم نےجبرئیل علیه السلام کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھاهے (23)
وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ۲۴	اور وه پوشیده باتوں (کے ظاهر کرنے) میں بخیل نهیں (24)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍۙ‏ ۲۵	اور وه (قرآن) شیطان مردود کا کلام نهیں هے (25)
فَاَيۡنَ تَذۡهَبُوۡنَؕ ۲۶	پهر تم کدهر جارهے هو (26)
اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَۙ‏ ۲۷	یه تو جهان کے لوگوں کے لئے نصیحت هے (27)
لِمَنۡ شَآءَ مِنۡكُمۡ اَنۡ يَّسۡتَقِيۡمَؕ ۲۸	(یعنی) اس کے لئے جو تم میں سے سیدهی چال چلنا چاهے (28)
وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۲۹	اور تم کچھ بهی نهیں چاه سکتے مگر وهی جو خدائے رب العالمین چاهے (29)

تفسیر سوره تکویر

محترم قارئین:

آیات مبارکہ(1 تا 14)میں قیامت کے دن کے ابتدائی حالات، جمع ہونا، خوف اور ڈر اور ہولناکی اور دہشت کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۱	جب سورج کو لپیٹ لیا جائے گا (۱)

جب سورج کو لپیٹ لیا جائے گا ، پگڑی لپیٹنے اور کپڑے سمیٹنے کی طرح لایا جائے گا، اور اسے دنیا کی تباهی کی اعلان کے طورپر پهینک دیا جائے گا .

حسن بصری اپنی تفسیر میں لکهتے هیں که : "کوّرت" تکویر سے مشتق هے ، بے نور هونے کے معنی میں هے، اور پهینکنے کے معنی میں بهی آیاهے ، ربیع بن خیثم نےبهی ایسی تفسیر کی هے، که اس سے مراد یه هے که سورج کو سمندرمیں پهینک دیا جائے گا، جس کی حرارت کی وجه سے سمندر اور تمام دریا آگ پکڑیں گے، ان دونوں تفسیروں میں کوئی تعارض نهیں هے، که پهلے سورج کا نور ختم کیا جائے اور پهرسمندر میں ڈالاجائے .

امام بخاری رحمه الله نے حضرت ابوهریره کی روایت سے نقل کیا هے که

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:قیامت کے دن چاند اورسورج (بے نورکردیئے جائیں گے) سمندرمیں ڈالے جائیں گے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

مسند بزار میں ہے کہ : آگ میں ڈال دیئے جائیں گے ۔

ابن ابی حاتم اور ابن ابی الدنیا اور ابو الشیخ نے ان آیات کے ذیل میں نقل کیاھے کہ : قیامت کے دن خدا تعالی سورج، چاند، اور ستاروں کو بے نور کرکے سمندر میں ڈال دے گا، اور اس کے بعد تیزھوا چلے گی جس کے اثر سے تمام دریا آگ بن جائیں گے، اسی طرح یہ بھی ٹھیک ھے کہ سورج اور چاند سمندرمیں ڈالےجائیں گے، اور یہ بھی درست ھے کہ جھنم میں ڈالے جائیں گے، اس لیے کہ اس وقت سارے دریا جھنم میں پھینکے جائیں گے ۔

(مستفاد من المظھری والقرطبی)

مفسّرین کرام "اذَ الشّمس کُوّرت " کی تفسیر میں فرماتے ھیں کہ : سورج کا نور جو ھرجگہ چمک رھاھوتاھے، اور میلوں دور دور تک پھنچ رھاھوتاھے، اور آب وتاب کے ساتھ تاباں ھے، قیامت کے آتے ھی اس کا نور منقبض ھوکر لپیٹا جائے گا اور نظروں سے اوجھل ھوجائے گا۔

سورج ایک چمکتا ھوا اور درخشاں نظام ھے جو کہ تدریجًا ٹھنڈا پڑجائے گا، اپنی تپش اور روشنی کھودے گا، اور تاریک اورٹھنڈے ستارے کی شکل اختیار کرجائے گا، جیسا کہ زمین سورج اور دوسرے نظاموں سے الگ ھونے کے بعد پھلے پھل گرم اور روشن اور آگ سے بھری تھی مگر پھر بہ تدریج سرد اور ٹھنڈی پڑگئی، سرد اور تاریک مادے میں بد ل گئی، اور اب نور اورحرارت سورج سے حاصل کرتی ھے، جبکہ اپنے سینے اور دل کی گھرائی میں اپنی حرارت کو محفوظ کیاہے سب چیزیں اس کے اندر پگھلنے اور جوش مارنے کے مرحلے میں ھیں۔

لیکن اس کی بیرونی سطح ٹھنڈی اور تاریک ھے، سورج بھی زمانہ گذرنے کے ساتھ ایساھی ھوگا۔

"شمس" نور بکھرنے والے سورج کے معنی میں ہے، چمکنا اور روشنی دینا سورج کی صفت ہے، جوکہ (سورہ نبأ آیت : 13)بیان کیا گیا ہے۔

"کُوِّرَتْ"لپیٹ لیا جائے اور بے نور ہوجائے، اس وقت جب سورج تاریک ہوجائے ، یعنی:

1 - اس کی روشنی غائب ہوجائے گی اور اندھیرا ہوجائے گا۔
2 - زمین پر گرجائے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

3 - اس کی حرکت اور طلوع رک جائے۔
4 - لماء کے نزدیک "کُوِّرَتْ" کے معنی : لپیٹنا، جمع کرنا اور گرجانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سورج اور چاند دونوں قیامت کے دن آگ میں ہونگے" "إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ يُكَوَّرَانِ فِي النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

اس کی وجہ ان کافروں کے عذاب کو بڑھانا ہے جو اس دنیا میں سورج اور چاند کی پرستش کرتے تھے تاکہ ان کو مزید عذاب اور تکلیف پہنچائے۔(مشکل الآثار طحاوی : 183) و (الابانۃ الکبریٰ ابن بطۃ : 70) (والسلسلۃ الصحیحۃ : 124)

حکم البانی: صحیح۔

وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝٢	اور جب تارے بے نور ہوجائیں گے (٢)

اور ان کا نور ختم ہوجائے گا، یا "انکدار" ان کے گِرپڑنے کے معنی میں ھے، یا بکھرنےاور ان کی عمر ختم ہونے کے معنی میں ھے .

قیامت آنے پر اورچمکتے دمکتے سورج جیسے مشعل تابان کے بجھنے پر تمام تارے تاریک ہوجائیں گے ، ستارے جو کافی تعداد میں چمک رھے ہوتے ھیں، در اصل یہ تاریک ھیں،یہ اپنی روشنی دوسرے سرچشموں سے عاریتًا حاصل کرتے ھیں۔

وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣	اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے(٣)

اس دن پہاڑ بکھری ہوئی ریت ہوجائیں گے، اور وہ دھنکی ھوئی اون کی طرح ھوامیں اڑجائیں گے، پھر وہ متغیرھوجائیں گے ، اور اپنی جگہ سے اکھاڑے جائیں گے .

"سُيِّرَتْ"پہاڑ اپنی جگہ سے اکھیڑ دیے جائیں گےاور ادھر اُدھر دھکیل دیئے جائیں گے، روئی کی طرح پھسلتے ہوئے، اپنی جگہ سے اکھاڑ دئیے جائیں گے اور حرکت کریں گے۔

سورج اور ستاروں کے بعد زمین آہستہ آہستہ بدلتی رہے گی، زمین میں جو پہلے

(c) ketabton.com: The Digital Library

بدل جائیں گے وہ پہاڑ ہیں، (وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣)کہ پہاڑ مسلسل اور بہت زیادہ حرکت میں ڈالے جائیں گے، سورہ طہٰ کی دوسری آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمت والے پیغمبر سے فرماتا ہے: (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ)اور تجھ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ ان پہاڑوں کا کیا ہوگا؟(فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝١٠٥) (طہٰ:105)کہدو: میرا رب ان کو ٹکڑے ٹکڑے اور ذرّات میں تبدیل کریگا، (فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝١٠٦)(طہٰ:106) "ان پہاڑوں کو مکمل طور پر ہموار کردے گا" زمین کی طرح برابر.(لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝١٠٧)(طہٰ:107)ترجمہ: "جس میں نہ تم کجی(اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلا (اور بلندی)"

وہ پہاڑ جو زمین اور زمین والوں کا سہارا ہیں، ایسے پہاڑ کہ جہاں بھی ہوں، (استحکام اور استقرار) (سکون اور آرام) کے عوامل میں سےہیں، انہی پہاڑوں کو چلایا جائے گا، اور اگر ہم ان مناظر کا تصور کرلیں تو یہ بہت اہم اور مؤثر ہوگا۔

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝٤	اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی(۴)

اس دن لوگ اپنے سب سے قیمتی اموال کو جن کا وہ همیشه خیال کرتے تھے چھوڑ دیں گے، اس لیے که ایسی حالت آئی گی که وه اپنے سب سے مهنگی چیزکو بھول جائیں گے۔

عشار: ایسی اونٹنیوں کو کهتے هیں جن کو تربیت اورنگرانی کر کے سدھا یا گیاهو، اور ان کے پیٹ میں بچه هو ، ایسی اونٹنیاں خاص طور پر اس لیے قابل ذکر قرار پاتی ہیں که عرب کے نزدیک نفیس ترین اور قیمتی ترین مال سمجها جاتاتھا، یا یه که قیامت کی هیبت کے وجه سے اونٹنیوں کے مالک ان کو یونهی چھوڑدیں گے ۔

عطّلت: یعنی بغیر چرواهے اور نگرانی کے چھوڑ دیئے جائیں گے، اس عظیم خوف وهراس کی وجه سے جس کا یه قیامت کو مشاهده کریں گے ، یه آیت اس بات کی دلیل هے که اونٹوں کو بھی دوسرے جانوروں کی طرح وجود میں لایا جائے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝٥	اور جب وحشی جانور اکٹھے کیےجائیں گے (۵)

یعني : وحشی جانوروں اورجنگلی درندوں اور چوپایوں کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا، اور باهمی قصاص کے لیے جمع کیا جائے گا، پھر دوبارہ انهیں مٹی میں تبدیل کردیا جائے گا، ایک قول کے مطابق : ان کا حشر ان کی موت هے -

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦	اور جب دریا آگ کی طرح بھڑکائے جائیں گے(۶)

بھڑکتے ہوئےشعلے کی صورت اور تباہ کن آگ بن جائیں گے، کوئی بعید نہیں که اس سے مراد زمین کے اندر کا پگھلنے والاآتش فشان کے پھٹنے کے وجه سے خطرناک زلزلے هوں، جیساکه آلوسی جیسے بعض مفسرین کی رائے ہے-

ابی بن کعب کهتے هیں که : اس اثنا میں لوگ با زاروں میں هوں گے سورج کی روشنی اچانک چلی جائے گی، اور لوگ اس حال میں هوں گے که پهاڑ زمین پر گرپڑیں گے ، پھر زمین میں ایک بڑی جنبش وحرکت برپاهوگی، اس وقت جنات دهشت زده هوکر انسانوں کی طرف بھاگیں گے، اور انسان جنات کی طرف، اور چوپائے عام جانور ، پرندے اور درندے آپس میں خلط ملط هوجائیں گے -

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝٧	اور جب روحیں (بدنوں) سے ملادی جائیں گی(۷)

یعني: مؤمنوں کے نفوس کو حور عین کے ساتھ ملایا جائے گا، کافروں کو شیاطین کے ساتھ ملایاجائے گا، یا روحوں کو جسموں کے ساتھ ملادیاجائے گا۔

حسن بصری اس کی تفسیر میں کهتے هیں: هر ایک کو اس کی جماعت کے ساتھ ملادیاجائیگا، یهودی کو یهودی کے ساتھ ، نصاری کو نصاری کے ساتھ ، اور مجوسیوں کو مجوسیوں کے ساتھ، منافقوں کو منافقوں کے ساتھ ، اور اسی طرح مؤمنوں کو مؤمنوں کے ساتھ، پھر هرکسی کو اپنےهم فکر و هم مذهب کے ساتھ لاحق کردیا جائے گا .

" نفوس" نَفس کی جمع، جان اور روح -

(c) ketabton.com: The Digital Library

" زوّجت" اپنی اصل کا جوڑا بنایا، اور اپنی اصل یعنی جسم کی طرف لوٹ گیا۔

اس آیت کا مطلب یه هے که انسانوں کے مرنے کے بعد جان جسم سے الگ هوگی، اور یه الگ آزاد طریقے سے رهے گی، جبکہ جسم مٹی میں تبدیل اور دوسرے عناصر میں جذب هوں گے، اور شکلیں اور چهرے جدید ترکیب اختیار کریں گے۔

ربّ غفور کے حکم سے جب دوسرا صور پهونکا جائے گا، تو پھر روحیں جسم میں واپس پلٹ جائیں گی، اور نئی دنیا میں آنکھ کھولیں گی، وه ایک معجزے کے طور پر همیشه زنده رهیں گی ۔

وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ۝٨	اور جب اس لڑکی سے جو زنده دفنادی گئی هو پوچھا جائے گا (۸)

کہ کیوں مارا گیا؟ یہ سوال قاتل کی سرزنش اور اس کے ظلم کو ثابت کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

بِأَيِّ ذَنۢبٍ قُتِلَتْ ۝٩	که وه کس گناه پر ماری گئی؟ (۹)

جیساکه معلوم هے که عرب کی ایک تعداد زمانه جاهلیت (دامادی کے) عارسے اور فقروتنگدستی کے اندیشه سے اپنی لڑکیوں کو ولادت کے بعد زنده دفن کردیا کرتے تھے، اُن کو بوجھ اور اپنے لیے عار سمجھتے تھے ۔

اس جاهلانه عادت کی وجه سے رب عظیم نے ان کو دھمکی دی (اور ان کی تنبیه کی) لڑکیوں کے قاتل کو کہ جو بغیر کسی گناه کے قتل کئے هیں ان کا مقدمه کیا جائے گا، اور ان زنده درگور کی گئی لڑکیوں سے متعلق پوچھا جائے گا که کس جرم کی وجه سے قتل کی گئی تھیں ؟ ان کو لڑکیوں کا جواب یه هوگا کہ: بغیر کسی گناه کے زنده درگور هوئی هیں ۔

جب یہ جواب هوگا توپھرقاتلوں سے حساب لیا جائے گا، یه آیت اس بات کی دلیل هے که مشرکین کی اولاد کو عذاب نهیں دیا جائے گا، کیونکه عذاب گناه کے بدلے میں هے ، مشرکین کی اولاد جنت میں جائے گی۔

بیٹیوں کی فضیلت:

بیٹیوں کی فضلیت کوئی ڈھکی چھپی نهیں هے ، وهی مائیں، بهنیں، اور بیویاں هیں، آدھا معاشره ان سے تشکیل پاتاهے، اور باقی آدھا ان سے پیدا هوتاهے ،

(c) ketabton.com: The Digital Library

گویا که وه پورا معاشره هیں .

ملاحظه کریں "تحفته المولود فی أحکام المولود" ابن القیم (صفحه 16)

بیٹیوں کی فضیلت پردلالت کرنے والے دلائل میں سے ایک یه هے که : الله تعالی نے بیٹی کو والدین کے لیے هبه قراردیاهے، اور اس آیت میں ان کو لڑکوں سے مقدم رکھاهے: :يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ (سوره شوري: 49) یعنی : (الله تعالی جسے چاهے بیٹی عطاکردے اور جسے چاهے بیٹا).

اسی طرح رسول الله صلی الله علیه وسلم نے ان کی فضیلت بیان فرمائی ہے، ان کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے کی ترغیب دی هے، جیساکه فرماتے هیں: "مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ "(بخاری صفحه:1418) اور (مسلم صفحه 2629) .

یعنی : جس شخص کو خدا تعالی بیٹی عطا فرماکر آزمائش میں ڈال دے (اس کا والد اس کی عمده اور اچھی تربیت کرے) اور اس کے ساتھ اچھائی کرے، تو وه بیٹی اپنے والد کے لیے دوزخ کی آگ سے ڈھال هوگی، (مأخوذ ازکتاب (الایمان بالقضاء والقدر).

بچیوں کو زنده دفنانے کے بهانے

جیسا که هم نے او پر بیان کیا که : عرب کے دورجاهلیت کی ثقافت میں بیٹے هونے کو باعث عزت اور فخر جبکہ بیٹی کی پیدائش کو باعث عارسمجھاجاتاتھا، الله تعالی فرماتاہے : "وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ" (نحل آیت: 58). اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت دی جاتی تو شدید غصه کی وجه سے ان کے چهرے سیاه هوجاتے، وه غصے سے بھر جاتے .

"يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝٥٩" (سوره نحل آیه: 59)یعنی : اس بُری بشارت کے ملنے پر وه اپنےلوگوں سے چھپتا پھرتاہے(اور وه نهیں جانتا که) وه اس بیٹی کو ذلت اور پریشانی کے ساتھ رکھے یا (زنده) مٹی کے نیچے گاڑ دے ، جی هاں، یہ لوگ بهت هی بُرا فیصلہ کرتے هیں!

قرآن کریم بیان کرتاهے که : زمانه جاهلیت میں عرب میں سے کسی کو جب

(c) ketabton.com: The Digital Library

خبر ملتی که اس کے گھر بیٹی پیدا ہوئی ہے تو وہ غصّے سے سیاہ ھوجاتا تھا ۔

اس خبر کی بُرائی اور عمومی سوچ کے دباؤ سے جس کو وہ بُرا سمجھتے تھے وہ چھپ جاتا، اور اس سوچ میں پڑجاتا کہ وہ اس نوزائدہ بیٹی کو پالے، اور تمام ذلت وخواری کو برداشت کرے ، یا یہ کہ اس کو زندہ دفنادے، ان میں سے اکثر کی سوچ نوزائدہ بیٹیوں کے متعلق یہی تھی۔

مفسرین نے زمانہ جاھلیت میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی مندرجہ ذیل وجوہات بیان کی ہیں:

1 - لڑکیوں کا معیشت اور پیدا وار میں کوئی کردار نہیں تھا اور وہ زندگی کا بوجھ تھیں: وَ لا تَقْتُلُوا أَوْلادَكُمْ مِنْ إِمْلاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ إِيَّاهُمْ...»، (سورہ انعام آیت: 151) اور اولاد کو بھوک کے ڈر سے قتل نہ کریں؛ هم تمھیں اور انھیں روزی دیتےھیں ۔

2 - زمانہ جاھلیت میں عام طور پر عرب قبائل کےدرمیان جنگیں ھوتی تھیں، ان کی فنا وبقاء کا تعین ان جنگوں میں ھوتاتھا، اس لیے ان جنگوں کے لیے وہ بهادر بیٹے چاھتے تھے، یہ کام عورتوں اور لڑکیوں کی استطاعت سے باہرتھا۔

3 - جنگوں میں لڑکیاں جب دشمن کی قید میں چلی جاتیں تو جنسی تشدد کے بھینٹ چڑھ جایا کرتیں، ان مشکلات سے بچنے کے لیے ان کو زندہ دفناتے تھے۔

زمانہ جاھلیت کی اصطلاح

زمانہ جاھلیت کا جملہ اسلام کی اصطلاح اور تصور میں ایسا نام ھے جو مقدّس دین اسلام کے ظھورسے قبل عرب کی فکری حالت کو بتاتا ھے۔

یہ اصطلاح قرآن میں ھے، اگرچہ اس کی مختلف تفسیرین ھوئی ھیں، اھل سیر اور محققین اپنی اپنی تحریروں میں لکھتے ھیں کہ اس لفظ کو عرب کے زمانہ قبل از اسلام کے لیے اشارے کے طور پر استعمال کیا گیاھے۔

دور جاھلیت میں جزیرہ نما عرب کے لوگ بت پرست تھے، اور بہت سارے بتوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے لیے قربانی کرتے تھے، دین اسلام کے ظھور کے بعد بت پرستی کا رواج مکمل طورپر لپیٹ لیاگیا ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دور جاھلیت کی ابتدا اور انتھا میں مسلم محققین کے درمیان اختلاف ھے، ان میں سے بعض اس کو حضرت نوح اور ادریس کے درمیان کا دورانیہ کہتے ھیں، اور بعض علماء حضرت موسی اور حضرت عیسی کے درمیان کا دورانیہ، اور بعض دوسرے اس کو حضرت عیسی اور محمد صلی الله علیه وسلم کے درمیان کا دورانیہ قراردیتے ھیں .

به هرحال دور جاہلیت کے اس زمانے کے اختتام کا وقت کچھ لوگ محمد صلی الله علیه وسلم کےظهور اور کچھ لوگ فتح مکه کو سمجھتے ھیں۔

حوالہ کے لیے دیکھئے (فارسی کے نفوذی راستے جاہلی عرب کی ثقافت اور زبان میں : صفحه 160).

محترم قارئین:

آیات مبارکہ(10 تا 29) قرآن کے نزول کا ثبوت، اور نبوت کا ثبوت کے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠	اور جب (عملوں کے) دفتر کھولے جائیں گے (١٠)

پھر بعض اپنے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں لیے ھوں گے، اور بعض نے اپنے بائیں ھاتھ میں یا پیٹھ پیچھے لیے ھوئے ھوں گے .

"صُحُفُ" اعمال نامہ

"نُشِرَتْ"نشر کرنا، علماء کے قول کے مطابق: اسے نشر کیا جائے گا(المفتوح)۔

یعنی: انسان کے اعمال کی کتاب انسان کو کھلی شکل میں دی جائے گی، اور ہم اپنے اعمال کو دیکھیں گے، یہیں اعمال نامے تقسیم کئے جائیں گے اور منتشر ہوجائیں گے۔(وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝١٣) (الاسراء:13) ترجمہ: "اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کو (بصورت کتاب) اسکے گلے میں لٹکا دیا ہے اور قیامت کے روز (وہ)کتاب اُسے نکال دکھائینگے جسے وہ کُھلا ہوا دیکھے گا(کہا جائیگا)" اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝١٤ (الاسراء:14) ترجمہ: "کہ) اپنی کتاب پڑھ لے۔ تو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے"

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝١١	اور جب آسمان کا پردہ ہٹادیا جائے گا (۱۱)

یعنی : ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اپنی جگه سے اکھاڑ دیا جائے گا، جیساکه گھرکی چھت اور مینڈھے کی کھال اتا ری جاتی هے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے سر پر جو چھت ہے وہ ہٹ جائی گی اور آسمان کا اصلی چہرہ ظاہر ہوجائیگا، یہ زمین و آسمان بدل جائیں گے، ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝٤٨﴾ (ابراہیم:48) ترجمہ: "جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی(بدل دئیے جائیں گے) اور سب لوگ خدائے یگانہ و زبردست کے سامنے نکل کھڑے ہونگے۔"

اور یہ کہ آسمان کا چہرہ بدل جائیگا یہ اس تبدیلی کی طرف اشارہ ہے جو سورج کے بے نور ہونے کے بعد رونما ہوگا، ان واضح اور روشن واقعات کے دو اور مسائل سامنے آتے ہیں: ایک جہنم کا مسئلہ اور دوسرا جنت کا۔

وَإِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝١٢	اور جب دوزخ (کی آگ) بھڑ کائی جائے گی (۱۲)

الله کے دشمنوں کو سخت جلانے کے لیے ، قتاده کهتے هیں که: جهنم کو الله کا غضب اور انسانوں کے گناه بهڑ کاتے هیں۔

وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝١٣	اور جب جنت (پرہیزگاروں کے لیے) قریب لائی جائے گی (۱۳)

اور جنت والے کامیاب قرار پائیں گے، اور جہنمیوں کو جہنم کی طرف لیجایا جائے گا، جبکہ جنت کو جنتیوں تک پہنچایا جائے گا جو کہ اہل جنت کی عزت کی علامت ہے۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ ۝١٤	تب هرشخص جان لے گا که وه کیا لے کر آیا هے (۱۴)

یعنی : جب مذکوره بالا امور واقع هوں گے، اس وقت اعمال نامے کهولنے کے ساتهـ هر شخص جان لے گا که اس نےخیر اور شرمیں سے کیا تیار کیاہے ؟ حدیث مبارکه میں عدی بن حاتم رضي الله عنه سے روایت هے که رسول الله

(c) ketabton.com: The Digital Library

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ، وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ" (متفق علیہ) ترجمہ: تم میں سے کوئی نہیں ھے مگر یہ کہ اللہ تعالی اس سے بہت جلد کلام فرمائے گا، اس طرح کہ اس کے اور اللہ تعالٰی کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، پھر اپنی دائیں جانب دیکھے گا، تو اپنے وہ اعمال دیکھے گا جو اس نے آگے بھیجے تھے، اور اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو وہ اپنے اعمال کے سواکچھ نہیں دیکھے گا، پھر آگ اس کا استقبال کرے گی، جو آدمی یہ طاقت رکھے کہ وہ آگ سے بچے خواہ وہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو تو وہ ایسا کرے، اگر کھجور کے صدقے کی طاقت نہیں رکھتے ہو تو اچھی باتوں سے خود کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

جب یہ سارے ہولناک واقعات رونماھوجائیں گے تو لوگوں کی شناخت ھوجائے گی، ھرشخص کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ اپنی آخرت کے لیے کیا لایاھے، اور جواچھائی اور بُرائی کی تھی جان لے گا، اس دن سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، اور چاند کی روشنی ختم ھوجائے گی، اور دونوں کو آگ میں ڈالاجائے گا۔

جانوروں کا حشر قیامت کے دن:

مفسرین کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں لکھتےھیں کہ: چونکہ حیوانات میں بھی روح ہوتی ہے وہ بھی روز محشر زندہ کئے جائیں گے، اور حساب وکتاب کے لیے پیش ھونگے، پھر دوبارہ وہ ختم ھوجائیں گے، جبکہ جنت اور جہنم انسان اور جنات کے لیے خاص ھیں۔

قرآن کریم میں ھے کہ: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ (سورہ انعام 38)

ترجمہ: اور زمین میں جو چلنے پھر نے والا (حیوان) یا دوپروں سے اڑنےوالے پرندے ہیں، وہ بھی تم لوگوں کی طرح جماعتیں ھیں ، ھم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کسی چیز کی لکھنے میں کوتاھی نہیں کی، پھر سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کئے جائیں گے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسری جگه فرمایا: وَمِنۡ آيَاتِهِ خَلۡقُ السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنۡ دَابَّةٍ وَهُوَ عَلَىٰ جَمۡعِهِمۡ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ(سوره شوري 29) ترجمہ: اور اسی کی نشانیوں میں سے ھے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان جانوروں کا جو اس نے ان میں پھیلا رکھے ھیں ، اور وہ جب چاھے ان کے جمع کر لینے پر قادر ھے .

شیخ الاسلام ابن تیمیه ان دونوں آیات سے استدلال کرتے ھوئے فرماتےھیں: سب کا حشرھوگا جیسا که کتا وسنت اس پر دلالت کرتے ھیں. (مجموع الفتاوی : ج- 248/4)۔

اور جیسا که صحیح حدیث میں ھےکه : (إِنَّ اللهَ لَيَقْتَصَّ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ)(مسلم 2582) ترجمہ: الله تعالی بغیر سینگ کے بکری کا قصاص سینگ والی بکری سے لے گا، یه بھی حشرمیں حیوانات کے زنده ھونے کی دلیل ھے۔

امام نووی مذکوره حدیث کی روشنی میں بتاتے ھیں کہ: یه حدیث قیامت کو حیوانات کے زنده کیےجانے پر صریح دلیل ھے، اور ان کا پلٹنا انسانوں کی پلٹنے کی طرح ھے، جیساکه رب تعالی نے فرمایاھے: (وَإِذَا الْوُحُوش حُشِرَتۡ)

ترجمہ: اس دن کی قسم جس دن حیوانات کو جمع کیا جائےگا .

علماء کھتے ھیں که : سزا اور عذاب ان کے پلٹنے اور حشر کے لیے شرط نھیں ھے، اور مذکوره بالا حدیث میں قصاص سے مراد قصاص تکلیف نھیں ھے، بلکه قصاص یھاں مقابله بالمثل ھے .

فَلَآ أُقۡسِمُ بِٱلۡخُنَّسِ ۝١٥	هم کو ان ستاروں کی قسم جو پیچھے ھٹ جاتے ھیں (١٥)

فَلَآ أُقۡسِمُ: اس کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظه کریں : (واقعه/75، حاقّه/38، معارج/40، قیامه/1 و2) .

(الۡخُنَّسِ)خانس کی جمع ھے ، واپس لوٹنے والے، پیچھے رھنے الے، اس سے مراد تمام ستارے ھیں، جو سورج نکلتے ھی ھم انسانوں کی نظروں سے خود کو پیچھے ھٹاتے اور اپنے ٹھکانوں کی طرف سرکتے ہوئے دکھائی دیتے ھیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

قسم کے دلائل:

1 - اہل عرب اپنی گفتگو میں زیادہ قسمیں کھاتے ہیں، اور قرآن کریم بھی عربی زبان میں ہے۔
2 - کافروں سے بات کرتے وقت اللہ تعالیٰ تاکید کے لیے زیادہ قسمیں کھاتا ہے تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔
3 - کلام کی تاکید کے لیے۔

صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئیے، انسان کو غیراللہ کی قسم نہیں کھانی چاہئیے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات پر قسم کھاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کی تاکید بنانے کے لیے: "فَلَاۤ اُقۡسِمُ"کی اصطلاح استعمال کی ہے، اس کی دلیل سورۃ

ا لواقعۃ کی یہ دو آیت ہیں: "فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ۙ۷۵ وَاِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ ۙ۷۶

" ترجمہ: "ہمیں تاروں کی منزلوں کی قسم ۔ اور اگر تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے"

الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ ۙ۱۶	(اور) جوسیرکرتے اور غائب ھوجاتے ھیں (۱۶)

مفسر قرطبی کہتے ہیں: وہ ستارے جو دن کو چھپ جاتے ہیں اور رات کو ظاہر ہوجاتے ہیں، اور غروب کے وقت آنکھوں سے اوجھل ہوجاتے ہیں، جس طرح ہرن غار میں چھپ جاتا ہے(یہ قول حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور مجاہدؒاور حسنؒ کاہے) تفسیر طبری میں یہی مذکور ہے

"الۡجَوَارِ" جمع جاریہ، جانے والے، سیارے، قرآنی رسم الخط میں

"یاء"تخفیف کے لیے حذف ہوا ہے۔

"الۡکُنَّسِ"کانِس کی جمع:چھپنے والے۔

وَالَّیۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۙ۱۷	اور رات کی قسم جب ختم ھونے لگتی ھے (۱۷)

(قسم ھے رات کی جب وہ پلٹے)یہ بھی کھاگیاھے کہ :"عَسۡعَسَ" کا معنی پیچھے هٹنے کا ھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسر ین لکھتے ھیں که "عَسعَسَ اللیل" متضاد الفاظ میں سے ھے، اور ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ھیں که : واپس ھونے کا مفهوم یهاں زیادہ مناسب ھے.

جیساکہ مفسرین لکھتے ہیں: "عَسعَسَ اللیل" پیچھے جانے اور آگے آنے کے معنی میں ہے، رات کی ابتداء اور انتہاء، جب دن لمبے ہوتے ہیں تو رات دیر سے آتی ہے اور جلدی ختم ہوجاتی ہے، یعنی راتیں چھوٹی ہوجاتی ہے.

"عَسْعَسَ" کی تعبیر:یعنی وہ شخص جو رات کی تاریکی میں داخل ہوا اور اندھیرے کے خاتمے تک اس میں رہا، اور روشنی اور صبح میں داخل ہونے والا تھا ، (وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ)کی تعبیر رات کی اس حالت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو رات کے ختم ہونے اور انتہاکی دلیل ہے.

وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۙ۝۱۸	اور صبح کی قسم جب نمودار هوتی هے (۱۸)

(اور صبح کی قسم جب اس کی علامات نمودار هوجائیں) اور اس کی روشنی آهسته آهسته رات کی تاریکی کو چیردے، یهاں تک که وه روشنی مکمل هوجائے اور سورج طلوع هوجائے، یه وه عظیم نشانیاں هیں که خدا تعالی نے قرآن کی عظمت ،مقام اور هر شیطان مردود سے محفوظ هونے کی ان پر قسم کهائی هے.

"تنفَّس"سانس لیا، (چمکنے لگا) ظاهرهونے لگا، گویا کہ صبح کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اداسی کے دباؤ سے آزاد ہوکر راحت کا سانس لیتاھے ، اس سے مراد روشن ہونا ھے، (ملاحظه کیجئے سورۃ مدّثر : 34) .

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۙ۝۱۹	که بیشک یه (قرآن) فرشته عالی مقام کی زبان کا پیغام ھے (۱۹)

اور وہ جبرئیل علیه السلام هے، جس نے قرآن کریم کو رب کے پاس سے اُتارا، جیساکه رب تعالی فرماتے هیں:

ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ۙ۝۲۰	جو صاحبِ قوت مالکِ عرض کی هاں اونچے درجے والا (۲۰)

"ذِىۡ قُوَّةٍ"اس کے پاس زبردست طاقت ہے، "قُوَّةٍ"قدرت اور طاقت کے معنی میں ہے، اور اس قابلیت اور صلاحیت کو کہا جاتا ہےجو کسی آدمی میں کسی کام کو

(c) ketabton.com: The Digital Library

انجام دینے کے لیے موجود ہوتی ہے، اور تمام مخلوقات میں یہ صلاحیت موجود ہے۔

جبریلؑ کی صفات:

1 - رسول: رب کی طرف سے بھیجا ہوا۔
2 - کریم : عظیم مرتبہ والا، معزز۔
3 - ذِی قُوَّةٍ:مضبوط اور طاقتور، اور چھ سو پر والا، قوم لوط کو ایک پر سے آسمان تک اُٹھا کر زمین پہ پٹخ دیا تھا "أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ"(بخاری: 3232 و 4856 و 4857 و مسلم: 174) ترجمہ: "پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ کو دیکھا (اصلی صورت میں) کہ اس کے چھ سو پر ہیں۔"
4 - مکین: اللہ کے نزدیک مقام و مرتبہ کا مالک، بڑا باوقار ،مُطَاع: رئیس ہیں: اور دوسرے فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں، جس کی فرمانبرداری کی گئی، وہ فرشتہ کریم ہے، اور اس کی بات بھی کریم و شریف ہے، اور اپنے فرائض کو انجام دینے میں طاقتور اور مضبوط ہے، اور اس پیغام کو مضبوطی سے پہنچاتا ہے، اور عرش والے اللہ کے ہاں عظیم مقام و مرتبہ والا ہے، ایسا مضبوط اور طاقتور ہے کہ کوئی انس اور جن اس سے وحی چھننے اور اس میں کمی اوراضافے کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔

مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝٢١	سردار (اور) امانت دار هے (۲۱)

"مُطَاعٍ" اس کا حکم ماناجاتاهے، اس کی فرمانبرداری کی جاتی هے، "ثَمَّ" وهاں، اس سے عالم بالا اور ملکوت اعلی مراد هے کہ اس کو صرف اللہ تعالی هی جانتاهے۔

ملاء اعلی میں جبرئیل کی اطاعت کی جاتی هے، اس لیے کہ وہ مقرّب فرشتوں میں سے هے، اس لیے اس کی فرمانبرداری کی جاتی هے، اور وہ امانت دار بھی هے، جو حکم اس کو دیا جاتاهے، بغیر کمی بیشی کے اور مقررہ حد سے نکلے بغیر اس کو انجام دیتاهے، یہ سب خدا کے نزدیک قرآن کی عظمت وشرافت کی دلیل ہے، خدا تعالی نے قرآن کریم اس عظیم فرشتے کے ذریعے بھیجاهے جو ایسی کامل صفات سے متصف هے ، اور یہ دستور هے کہ باد شاہ اس شخص کے ذریعے اہم پیغام بھیجتاہے جو بادشاہ کے نزد یک لوگوں میں سب سے محترم ، مقرب اور قابل ہوتاہے، جب حامل قرآن فرشتے کی عظمت

(c) ketabton.com: The Digital Library

بیان کی تو اب جس انسان پر قرآن کریم اتارا گیاھے، اور اس پر لوگوں کو دعوت دینے کی ذمہ داری ڈالی ہے اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ھیں:

وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ۲۲	اور (مکّے والو) تمھارے رفیق (یعنی محمّد) دیوانے نھیں ھیں (۲۲)

اور اس کو اچھی طرح پھچانتے ھو، اور اس کی عقل وفراست، شخصیت اور عظمت کا اعتراف کرتے ھو، محمد صلی الله علیه وسلم دیوانه نهیں ھے، جیسا که ا ن کی رسالت کو جھٹلانے والے دشمن کھتے ھیں اور ان پر تھمت لگاکر چاھتے ھیں که ان کے لائے ھوئے قرآن کی طرف دی جانے والی دعوت کوخاموش کردیں، بلکه محمد صلی الله علیه وسلم تمام لوگوں سے زیاده عاقل اور سچاھے۔

"صَاحِبُ" (دوست اور ساتھی) مُصَاحب ومُعاشر، صاحب کی تعبیر، اس بات کی طرف اشاره ھے که وه سالوں قریش کے درمیان زندگی گذار رہے تھے، اور وه اسے امین کھتے تھے، جب تک ان پر وحی نھیں آئی تھی، وه لوگ اسے عقلمند، هوشیار، فرزانه سمجھتے تھے، لیکن اس کے بعد اس کو دیوانه کھنے لگے۔

وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ۲۳	اور محمد صلی الله علیه وسلم نےجبرئیل علیه السلام کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھاھے (۲۳)

محمد صلی الله علیه وسلم نےبلا شبه یقینی طور پر جبرئیل علیه السّلام کا (عالم بالا ، سدرة المنتهی میں فرشتے کی صورت میں مشاهده فرمایا) "رأى محمد صلى الله عليه وسلم جبريل على صورته التي خلق عليها" ترجمہ: نبی صلی الله علیه وسلم نے جرئیل کو اس شکل وصورت میں دیکھا جس صورت میں الله تعالی نے اس کی تخلیق فرمائی تھی. (تفسیر جلالین).

یه بات قابل ذکر ھے که جبرئیل علیه السّلام وحی کے موقع پر نبی صلی الله علیه وسلم کےپاس آتے تھے، کیونکه روایات میں ایسے کافی واقعات مذکورھیں که آپ علیه السلام فلان کام میں مشغول تھے که جبرئیل علیه السّلام تشریف لائے، اس سے معلوم ھوتاھے که جبرئیل همیشه آپ کے ساتھ نھیں تھے، اگر جبرئیل

(c) ketabton.com: The Digital Library

همیشه آپ کے ساتھ هوتے تو پھر نزول معنی نهیں رکھتا، اس لیے که نزول کا معنی هے بلند سے نیچے کی طرف آنا، اترنا اور اگر وه ہمیشہ پیغمبر علیه السلام کے ساتھ هو تے تو پھر نزول کا کوئی معنی نهیں ۔

جبرئیل کا ساتھ هونا یا نه هونا آپ علیه السّلام کے بشر هونے پر اثر انداز نہیں ہوتا، جبرئیل علیه السّلام کا کام صرف رسول الله صلی الله علیه وسلم پر وحی نازل کرناتها ، جبرئیل کے ساتھ هونے اور رسول الله صلی الله علیه وسلم کے فرشته هونے میں کوئی تلازم نهیں هے (یعنی جبرئیل کے ساتھ هونے سے رسول کا فرشته بننا یا فرشته کی صورت اختیار کرنا لازم نهیں هے جیسا که بعض مفسرین کا خیال هے۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝٢٤	اور وه پوشیده باتوں (کے ظاهر کرنے) میں بخیل نهیں (۲۴)

وه (محمد امین هے آسمانی وحی کے مطالب تم سے نهیں چھپاتا، اور نه اس کے اعلان کرنے میں هچکچاتاهے) آپ صلی الله علیہ وسلم لوگوں کو غیب کی باتیں بتانے میں هرگزبخل نهیں کرتے)

"الغیب" سے مراد وحی، یعنی : هروه چیز جو قیامت ، الله کی ذات وصفات، اور جنت و دوزخ ، فرشتے وغیره کے بارے میں خدا کی طرف سے رسول کو پهنچایا گیاهو ۔

"ضنین" بخیل، تنگ نظر، اس آیت کا مقصد اصلی یه هے که پیغمبر اسلام صلی الله علیه وسلم دین کے امور کی تبلیغ میں ذرا بھی کوتاهی نهیں کرتے، جو کچھ وه جانتے هیں آپ لوگوں کو سکھاتے هیں، وه کاهنوں اور جادوگروں کی طرح نهیں که اپنی سیکھی هوئی چیز دوسروں کو نه بتائے ۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ۝٢٥	اور وه (قرآن) شیطان مردود کا کلام نهیں هے (۲۵)

غافل لوگ کدهرجارهے هو؟

گذشته آیات میں یه بات واضح هوگئی تهی که : قرآن کریم الله تعالی کا کلام هے، کیونکه اس کے موضوع اور طرزبیان سے معلوم هوتاهے، جسے خدانے پوری طاقت اور بهروسے کے ساتھ اس نبی پرنازل کیا جو عقل میں سب سے زیاده معتدل هے، یهاں اس عظیم کلام کی پیروی نه کرنے پر مخالفین کو سرزنش

(c) ketabton.com: The Digital Library

کرتے ہوئے توبیخی سوال پوچھا گیاہے:

فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ۲۶	پھر تم کدھر جارھے ھو (۲۶)

محمدصلی الله علیه وسلم نے آپ لوگوں کے سامنے حق اور سچ پیش کرکے حجت تمام کردی ہے،اب اس کے علاوہ جس جگه اور جس راستے پر چلو گے گمراھی اور الجھنیں ھوں گی۔

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۲۷	یه تو جهان کے لوگوں کے لئے نصیحت هے (۲۷)

اس مناسبت سے سب کو نصیحت کرتاھے، خبردار کرتاھے، تاکه غفلت کی نیند سے جاگ جائیں، کیونکه راھنمائی اور تربیت کے لیے صرف بھاگ دوڑ اور سرگرمی ھی کافی نهیں ھے، بلکه قابلیت کا ھونا بھی شرط ھے، ایک آیت میں فرماتے ھیں: قرآن کریم بیداری کا ذریعه ھے تم میں سے اس شخص کے لیے جو صراط مستقیم چاھتاھو :

لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ۲۸	(یعنی) اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی چال چلنا چاھے (۲۸)

گذشته آیت الله تعالی کی هدایت کا فیض بیان کرتی ھے، اور یه آیت اس فیض سے مستفید ھو نے کی شرط بیان کررہی ہے ، دنیا کی تمام نعمتیں ایسی ھیں که ان کا فیض عام ھے، لیکن ان سےفائده اٹھا نا مشروط ھے انسان کے اراده اور عزم کے ساتھ۔

آیت کا سبب نزول :

ابن جریر اور ابن ابی حاتم سلیمان بن موسی سے روایت کرتے ھیں که : اس آیت کے نزول کے بعد ابوجھل نے کهاتھا: ھم کو احتیار دیا گیاھے، اگرچاھیں تو استقامت رکھیں نه چاھیں تو نه رکھیں، اس پر الله تعالی نے آیت نازل فرمائی: "تم نهیں چاہ سکتے ھو مگر وھی جو خدائے رب العالمین چاھے" اس آیت کے سبب نزول میں غور وفکر کے بعد ایک أھم نکته معلوم ھوتاھے که مشیت بشری مشیت الهی پر موقوف ھے، البته یه انسان کی مجبوری کی معنی میں نهیں ھے، کیونکه الله تعالی اپنے ازلی علم کے ساتھ پهلے جانتا ھے، پھر چاھتاھے، اورپھر اپنی قدرت کا اس امر کے ساتھ اظهار فرماتاہے، اس لیے اس کاعلم کشف کرتا

(c) ketabton.com: The Digital Library

ھے اجبارنہیں، یعنی ربّ تعالٰی اپنے علم ازلی کے ساتھ جانتاھے کہ مثلاً زید اپنی زندگی میں کیاکیا کام انجام دے گا، پھر اس کے کاموں کے ھونے کو چاھا، اس کے بعد اپنی قدرت کاملہ سے ان کاموں کو بوقت واقع ظاھر فرمایا۔

قضا و قدر:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝۲۹	اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وھی جو خدائے رب العالمین چاھے (۲۹)

مفسرین فرماتے ھیں: یہ مسئلہ قضا وقدر سے مرتبط ھے، اس لیے قضا وقدر کے بارے میں گھری سمجھ ھونی چاھیئے تا کہ اس آیت کا مفھوم واضح طورپر سمجھ میں آجائے، قضا وقدر کا مسئلہ بھت وسیع ھے، اورمسئلے کو سمجھنے کی ضرورت ھے ، اورھماری رائے تو یہ ھے کہ ایسے مسائل میں نہ اُلجھاجائے، کیونکہ علماء نے ایسے مسائل پربحث کر نے سے منع فرمایا ھے، اور کبھی ایسے سوالات ان کے سامنے آئیں گے، جن کا جواب دینا مشکل ھو گا، لیکن اگر چاھیں تو بعض اشارات قضا وقدر کے مسئلے پر کرسکتے ھیں، سب سے پہلے قضا وقدر کے چھا رمراتب کو اور ان چھار مراتب کے باھم ربط کو سمجھنا چاھیئے .

1 - سب پھلے یہ کہ الله تعالی ھر اس چیزکی تحقیق کو جو ھوچکی ھے، یا آیندہ وقوع پذیر ھوگی جانتاھے۔
2 - رب تعالٰی نے ہرچیزکی تقدیر کو لوح محفوظ میں لکھ رکھا ھے ۔
3 - خدا تعالی کے نہ تبدیل ہونے والے ارادے پر ایمان اور وہ یہ ھے کہ جو کچھ وہ چاھتاھے وہ ھوجاتاھے، اور جو نہ چاھے وہ نھیں ہو گا۔
4 - تخلیق کرنا اور پیدا فرمانا یہ پروردگار کی طرف سے ھے، اور جو کچھ وہ چاھے گا اس کی تخلیق فرمائے گا، اور جو نھیں چاھے گا نھیں فرمائے گا۔

لیکن شاید بعض لوگوں کے لیے یہ بات سمجھنا مشکل ھو کہ ایک طرف الله تعالی انسان کے آئندہ کے اعمال سے باخبر ھے ، اور دوسری طرف انسان کوصاحب ارادہ بنایا، اسی طرح الله یہ بھی جانتاھے کہ کل لوگ کیا عمل کریں گے، اور ان اعمال کو روز اول سے لوح محفوظ میں لکھ رکھاھے ، اور اسی کانام تقدیر رکھاھے، مثال کے طور پر دوبھائی ھیں الله تعالی روز اول سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

جانتاھے کہ ان میں سے ایک اپنے ارادے سے شرک اور کفر کو ترجیح دے گا، حالانکہ اسلام کی طرف اس کی راھنمائی کردی گئی ھے ، اور اس کے لیے اسلام کو آسان بنادیا گیاھے، مگروہ شخص اپنے اختیار کی بناپر اس کو نھیں اپنا تا تو اسی لیے اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں اس بندے کی راہ کو شرکی راہ کھاھے، اگرچه وه راہ بندے نے اپنے اختیار سے چنی ھے۔

جبکه دوسرا بھائی اپنے اختیار سے حق کو تسلیم کرلیتاھے، اور اسلام کی راہ اپنا لیتاھے ، چونکه اللہ تعالی ازل سے اس کےعمل کو جانتاتھا ، چنانچه لوح محفوظ میں لکھا تھا که یه بھائی راہ سعادت پرگامزن ھوگا، اسی وجه سے انسان کو صاحب اراده واختیار بناگیاھے که وه خیر یا شرکو خود منتخب کرے ، چنانچه فرماتاھے: إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا) (سوره انسان 3)

یعنی: (ھم نے اسے راسته دکھا دیا (اب) خواہ وہ شکر گزارھو خواہ ناشکرا).

(وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ) (سوره کھف 29)

(اور کھدو که (لوگو) یه قرآن تمھارے پروردگار کی طرف سے برحق ھے جوچاھے ایمان لائے اور جو چاھے کافر رھے)۔

اب اگر مذکوره آیت کی طرف لوٹتے ھیں؛ تو ھمیں معلوم ہو گا که مذکوره بالا وضاحتوں کے مطابق انسانوں کے ارادے تب کار آمد ھوں گے جب ان پر اللہ تعالی کا اذن ھو اجازت ھو، یعنی انسانوں کو اختیارھے که قصد کرلیں ، اراده کرلیں اور اپنا پسندیده عمل انجام دے دیں ۔

اپنے عزم پر قدم اٹھانےکے بعد اپنے فیصله پر عمل در آمدکرتے ھیں، لیکن اس درمیان میں اب بھی اللہ تعالی کا اراده حاکم ھے، اگر اللہ تعالی اراده فرمائے گا تو تب انسانی اراده جو اس نےاپنی مرضی سے کیا ھے عملی انجام کو پھنچے گا ۔

یعنی : صرف انسانوں کے ارادے کسی عمل کو انجام دینے کے قابل نھیں، بلکه اللہ تعالی کا اذن انسان کے ارادے کے لیےشرط ھے:

فرض کریں کہ ایک شخص کسی سفر پر جانے کا اراده رکھتاھے، اس لیے وه اپنے آپ کو تیار کرلیتاھے، اورسفر کی ضروریات کا بھی بند وبست کرتاھے، اس حالت میں اگررب تعالٰی نے اس آدمی کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا اراده کرلیا تو اس صورت میں وه شخص سفر پر جاسکتاھے، اگر رب تعالی نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

اپنی حکمت کے مطابق ایسا ارادہ نہیں فرمایا تو وہ شخص جتنا بھی ارادہ کرے اگرچہ سفرکی ابتدائی ضروریات بھی تیار کرے، لیکن وہ سفرپر نہیں جا سکے گا۔

اس موقع پرکھاجاتاھے کہ اللہ تعالی نےایسا ارادہ فرمایاکہ سفر کا ارادہ کرنے والا شخص اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہناسکے۔

مختصر یہ ھے کہ کسی بھی عمل کو انجام دینے کے لیے انسان کے لیے دوشرطیں لازمی ھیں:

1 - سب سے پھلے انسان کسی عمل کو انجام دینے کا ارادہ اپنی مرضی سے کرتاھے ۔
2 - اس کے بعد اللہ تعالی چاھے گا تو انسان کی طرف سے کیاگیا ارادہ انجام پائے گا ۔

اس لیے اگر کوئی شخص کسی کام کےکرنے کا ارادہ نہ کرےتو وہ کام انجام نھیں پائے گا،اور اگر کسی کام کے انجام دینے کا ارادہ کربھی لے جب تک اللہ تعالی نہ چاھے تو وہ کام عملی صورت اختیار نھیں کرے گا۔

اس وجہ سے اھلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انسا ن کے اعمال کا خالق اللہ تعالی ھے، اور جو فعل ھم انجام دیتے ھیں وہ ھماری کمائی ھے، لیکن اس کا خالق رب تعالٰی ھے، ھم ارادہ کرتے ھیں اور مقصد تک پھنچنے کے اسباب کا بند وبست کرتے ھیں، لیکن کام کے نتیجہ کا تعلق اللہ تعالی کے ارادہ کے ساتھ ھے۔

جیسے ایک شخص کسی عمارت سے خود کو گراکر خود کشی کرنا چاھتاھے، لیکن بعد میں ھمیں معلوم ھوتاہے کہ وہ اب بھی زندہ ھے مرا نھیں ھے، یا ایک شخص زھرکھالیتاھے ، لیکن وہ زندہ بچ جاتاھے، یہ اس بات کی دلیل ھے کہ رب تعالی نے ارادہ نھیں فرمایا تھا کہ اس شخص کی خود کشی کا ارادہ عملی صورت اختیار کرے، اور اس شخص کا ارادہ اللہ تعالی کا اذن حاصل نھیں کرسکا ۔

اس مسئلہ میں غور وخوض کے بعد ایک انتھائی اھم نکتہ پر پھنچتے ھیں :اور وہ یہ ھے کہ بشرکی مشیت اور ارادہ موقوف ھے اللہ تعالی کی مشیت پر ، البتہ یہ انسان کو مجبور کرنے کے معنی میں نھیں ھے، کیونکہ اللہ تعالٰی ازلی علم کے ساتھ جانتاھے، پھر ارادہ کرتاھے اور اپنی قدرت کا اظھار فرماتاھے، اللہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

تعالٰی اپنے اس علم کا کشف کرنے والا ھے، مجبور کرنے والا نہیں، پس جاننا چاھئیے کہ اللہ تعالی کا یہ معمول ھے کہ جو ارادہ انسان کرتاھے اللہ تعالی بھی اس پر (اذن) اجازت عنایت فرماتاھے، مگر یہ کہ اس کی حکمت کے مقتضا کے خلاف نہ ہو، اور یہ اس لیے تاکہ انسان اپنا اختیار بھرپور طریقے سے استعمال کرسکے، اور اپنی مرضی سے انجام دینے والے عمل کے لیے جواب دہ ہو۔

مثلاً رب تعالی اپنے ازلی علم کے ساتھ جانتاتھا کہ احمد اپنی زندگی میں کیا کیا کام انجام دے گا، پھر اس کے کاموں کے ھونے کا ارادہ فرمایا، اور پھر اپنی قدرت کاملہ سے ایک موقع پر ان کو ظاھرکیا، اس کی مشیت اور چاھت نافذالعمل ھے، ممکن ہے کوئی چیز اس کی چاھت کے مخالف ھو، یہ آیت اور اسی طرح کی دوسری آیتیں دوفرقوں قدریہ اور جبریہ پر ردھیں جوکہ رب کی چاھت کی نفی کرتے ھیں ۔

﴿وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (29).

خدا تعالی نے "الْخُنَّسِ" کی قسم کھائی ھے، یہ وہ ستارے ھیں جو معمول کی گردش سے مشرق کی طرف واپس چلے جاتے ھیں، یہ سات متحرک ستارے ھیں، جیسے : سورج ، چاند ، زھرہ، مشتری ، مریخ، زحل، عطارد، یہ سات ستارے دوقسم کی حرکت کرتے ھیں:

1 - ان کی ایک حرکت مغرب کی طرف ھے تمام ستاروں اور افلاک کے ساتھ ۔

2 - اور دوسری مشرق کی سمت سے الٹی حرکت جو کہ صرف یہ سات ستارے کرتے ھیں ، تو اللہ تعالٰی نے ان کے واپس پلٹنے کی صورت اور حرکت کی حالت پر اور چھپ جانے پر قسم کھائی ھے، البتہ یہ بھی ممکن ھے کہ" الْخُنَّسِ" سےمراد تمام ستارے اور سیارے وغیرہ ھوں ۔

جبرئیل امین قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں کے حامل

دین ابراھیمی میں جبرئیل علیہ السلام ان چار مقرب فرشتوں میں سے ھے جو اللہ تعالی اور پیغمبروں کے درمیان رابط کی حیثیت رکھتاھے، یھودیت اور مسیحیت اور دین اسلام میں جبرئیل کےکردار کےبارے میں بھت بحث ھوئی ھے، انسانوں میں سے نبی علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی فرشتوں کو اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

خاص طور پر جبرئیل علیه السلام کو اس کی اصلی صورت میں نہیں دیکھ سکاہے، اس لیے که الله تعالی نےانهیں یه قدرت اور صلاحیت نهیں دی هے، جبکہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے دومرتبه جبرئیل کو اس کی اصلی شکل وصورت میں دیکھاهے۔

پهلی بار : بعثت کے تین سال بعد، صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی الله عنه سے روایت هے که جناب پیغمبرصلی الله علیه وسلم نے فرمایا: ایک دن چلتے هوئے ایک آواز کانوں سے ٹکرائی، سراُٹھا یا تو دیکھا که وهی فرشته هے جو غار حرا میں میرے پاس آیاتها، زمین وآسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا هواتها، اس منظرکو دیکھ کر میں خوف زده هوگیا، اور میں گھر واپس لوٹا اور کها: میرے او پر کوئی چادر یا رضائی ڈال دو، (بخاری : ج- 27/1 نمر: 4).

دوسری بار: جب جبرئیل رسول الله صلی الله علیه وسلم کومعراج کی رات آسمانوں کی طرف لے گیا، "سوره نجم" میں دونوں مرحلوں کی طرف اشاره هوا هے: عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى *ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَى *وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى *ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى *فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى *فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى *مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى *أَفَتُمَارُونَهُ عَلَى مَا يَرَى *وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى *عِندَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى *عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَى *إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى *مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى(نجم: 5-17.) ترجمه: ان کو نهایت قوّت والے نے سکھایا ، (وه جو پخته حکمت اور پاکیزه خیالات رکھتاهے)، (یعنی جبرائیل) طاقتورنے پھر وه (اپنی فرشتے والی شکل میں جو اپنے پروں کے ساتھ آسمان کے کناروں کو بھردیاتها) سیدھا آکھڑا ہوا، اور وه(آسمان کے) اونچے کنارےمیں تها ، پھر جبرائیل قریب ہوئے اور آگے بڑھے، یهاں تک که اس کا فاصله اور محمد صلی الله علیه وسلم کا فاصله دوکمان جتنا یا اس سے کم ره گیا، پھر جبرئیل نے الله کے بندے محمد صلی الله علیه وسلم کو وحی پهنچائی، جو وحی پهنچانی تھی، محمد صلی الله علیه وسلم کا دل نهیں جھٹلایا جس کو اس نے آنکھوں سے دیکھا تها، کیا تم اس کے ساتھ اس چیزکے بارے میں جھگڑتے هو جو اس نے دیکھا هے ، اس نے تو دوسری بار (معراج کی رات) اس کو دیکھاہے، بیری کے درخت کے پاس ، وه جنت جوکه پرهیزگاروں کی منزل اور ٹھکانه هے اس کے پهلو میں هے، اس وقت ایسی چیزیں تهیں جس نے بیری کوگھیرلیاتها،

(c) ketabton.com: The Digital Library

محمد کی آنکھیں دائیں بائیں دیکھنے میں غلط نہیں ھوئیں، اور نہ نگاہ تیڑھی ہوئی اور نہ ھی سرکشی کی ۔

عظمت والے رب نے قرآن میں جبرئیل امین کی عظیم صفتوں کے ساتھ تعریف کی ھے: جیساکه فرمایا: فَلَآ أُقۡسِمُ بِٱلۡخُنَّسِ ۝١٥ ٱلۡجَوَارِ ٱلۡكُنَّسِ ۝١٦ وَٱلَّيۡلِ إِذَا عَسۡعَسَ ۝١٧ وَٱلصُّبۡحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝١٨ إِنَّهُۥ لَقَوۡلُ رَسُولٖ كَرِيمٖ ۝١٩ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي ٱلۡعَرۡشِ مَكِينٖ ۝٢٠ مُّطَاعٖ ثَمَّ أَمِينٖ ۝٢١. (سوره التکویر 15 – 21)

ترجمه: هم کو ان ستارون کی قسم جو پیچھے ھٹ جاتے ھیں، اور جو چلتے چلتے غائب ھوجاتے ھیں، اور رات کی قسم جب ختم ھونے لگتی ھے، اور صبح کی قسم جب نمودار ھوتی ھے، که بیشک یه (قرآن) فرشته عالی مقام کی زبان کا پیغام ھے، جو صاحب قوت مالکِ عرش کے ھاں اونچے درجے والا ، سردار (اور) امانت دار ھے۔

صفت اوّل: پهلی صفت جبرئیل کی اس کا طاقتور ھوناھے، جیساکه رب تعالی قرآن عظیم الشأن میں فرماتے ھیں: (ذی قوةعندذی العرش) (سوره التکویر20). اور ایسی طاقتوں والاھے که قرآن کریم اور جو کچھ اسے دیاگیا اسے اٹھا نے کی قدرت رکھتاھے ، اور وہ عرش والے کے نزدیک مقام اور مرتبه والاھے ۔

" ذی العرش" صاحب عرش رب تعالی ھے. "ذی قوّة" طاقتور اور مظبوط فرشته.

دوسری صفت : "مکین" مرتبه ، عرش والے رب کے پاس مقام ومرتبه والاھے، یعنی ایسی عزت اورمقام رکھتاھے، که کوئی دوسرا اس مقام تک نهیں پهنچ سکتا ۔

تیسری صفت: "طاعت" (مطاع) فرشتوں کے درمیان حاکم ھے، تمام فرشتے الله کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کرتے ھیں ۔

چوتھی صفت: (أمین) أمانت ، قرآن کریم کے لینے اور اس کے پهنچانے میں اور جو کچھ اسے حکم دیا جائے وہ ان میں امین ھے ، یعنی وحی پرامین ھے، اس میں کوئی کمی بیشی نهیں کرتا، بلکه اسے جیسا که رب تعالی نے نازل فرمایاھے ویسے ہی پهنچاتاھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

محمد صلی الله علیه وسلم نے جبرئیل کو دیکھا: رب تعالٰی فرماتا ھے : وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ۲۲ؕ.(سوره التکویر 22).

تمھارے دوست اور ساتھی جو تمھارے درمیان بڑا ھوا ھے، اور اس کو پھچانتے بھی ھو اوراس کی تعریف بھی کرچکے ھو، رسول اکر م صلی الله علیه وسلم دیوانه نھیں ھے، اور اے لوگو! (تمھارا دوست) دیوانه نھیں ھے، جیساکه تم لوگ سوچ رھے ہو :(وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ) (سوره التکویر 23). ترجمه: بیشک آپ صلی الله علیہ وسلم نے اس (فرشتے) کو (آسمان کے کھلے یعنی) مشرقی کنارے پر دیکھا ھے

دیگر فرشتے:

1 - میکائیل آسمان سے بارش برسانے پر مأمور ھے، که رب تعالی نے اسےحکم دیا ھے .

2 - اسرافیل جو که صور پھونکنے پر مقرر ھے ، جب رب تعالٰی چاھے گا لوگوں کو قبروں سے اٹھائے گا، اور جسم قبروں سے نکلیں گے، اور مکمل ھوجائیں گے، اور روح کے علاوه کچھ بھی باقی نھیں بچے گا، اس وقت اسرافیل الله تعالٰی کے حکم فرمانے سے صور پھونکیں گے، اور ارواح ان اجساد میں داخل ھوجائیں گی، جو قبروں سے نکلے تھے اور اٹھے تھے، پھر جس جگه پر رب نے جانے کا حکم دیا ھے لے جایا جائے گا .

3 - ایسے فرشتے جو ماں کے پیٹ میں موجود نطفے پر مامور ھیں : جیساکه عبد الله بن مسعودؓ سے روایت ھے : (حدثنا رسول الله وهو الصادق المصدوق: إنَّ أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه أربعين يوماً نطفة ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون مضغة مثل ذلك ثم يرسل إليه الملك فينفخ فيه الروح ويؤمر بأربع كلمات بكتب رزقه وأجله وعمله وشقي أو سعيد» (متفق عليه) ، رب کے بھیجے ھوئے سچے اور تصدیق شده پیغمبر نے فرمایا: یقینا تم میں سے ایک کی خلقت اپنی ماں کے پیٹ میں اس طرح ھوتی ھے، چالیس دن نطفے کی حالت میں ھوتی ہے، اس کے بعد چالیس دن خون کے لوتھڑے کی صورت میں، پھر اس کے بعد اتنی ہی مدّت میں گوشت کا ٹکڑا بن جاتاہے ، تین مرتبہ چالیس چالیس دنوں کے بعد (جوکه

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایک سوبیس دن 120 بن جاتےہیں)، رب تعالی ایک فرشتے کو اس کی طرف بھیجتاہے تاکه اس میں روح پھونکے، اور فرشته چار الفاظ لکھنے پر مأمور ھے، اس کا رزق و ورزی لکھنا ، عمر کی مدّت ، اس کے کردار ، اور یه که بدبخت ھے یا نیک بخت .

4 - ایسے فرشتے ھیں جو ارواح قبض کرنے اور جان نکالنے پر مأمور ھیں، جب انسان کی عمر اختتام کو پهنچے، اوروه (ملک الموت)یعنی موت کا فرشته ھے، جیساکه رب تعالی فرماتے ھیں : قُلۡ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ ٱلۡمَوۡتِ.(سوره السجدة: 11) اے نبی کھدیجئے: موت کا فرشته تمھاری جان لیتاھے، اور موت کا فرشته وھی (ملک الموت) اپنے ساتھیوں کے ساتھ ھے .

5 - ایسے فرشتے ھیں جو بنی آدم کے اعمال کی نگرانی کرنے پر مقرر کئے گئے ھیں، جیسا که حدیث شریف میں ھے:(يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ) (متفق علیه). ایسے فرشتے جو پے درپےتمھارے پاس آتے ھیں ، فرشتوں کی ایک جماعت رات کو آتی ھے اور ایک جماعت دن کو.

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

جزء – (30)

سوره الانفطار

یه سوره مکه میں نازل هوئی اس کی انیس (19) آیتیں هیں

وجه تسمیه:

اس سورت کا "انفطار" نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ الله تعالی کے فرمان "إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ" سے اس کا آغاز هواهے، سوره انفطار مکی سورتوں میں سے هے، اس کی آیتیں چھوٹی اور قیامت کے بارےمیں هیں، سورۂ انفطارمیں سب سے پهلے اس هستی میں برپا هونے والے انقلاب کا بتایاگیاهے جوقیامت کو رونماهوگا، پهرناشکرے انسان کو تنبیه اور ملامت کی گئی ہے، اور آخر میں منکرین کے انکار کی وجه بیان کی گئی هے ۔

سورة الانفطار کا سورة المطففین اور سورة الانشقاق کے ساتھ تعلق اورمناسبت:

تینوں سورتوں میں قیامت کے دن اور اس کی مشکلات اور خوف و هراس کے بارے میں بیان کیاگیاهے ۔

سورة الانفطار کی آیات کی تعداد، الفاظ، اور حروف:

اس سورت کا نام الانفطار (پھٹنا) هے، یہ نام اس سورت کی سب سے پهلی آیت سے لیا گیاهے، سوره "الانفطار" مکی هے، اس میں ایک "1" رکوع، انیس "19" آیتیں، ستّر "70" الفاظ، تین سو چونتیس "334" حروف، اور ایک سو چوّن "154" نقطے هیں ۔

یه بات ذکر کرنا لازم هے که علماء کے اقوال سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں مختلف هیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے سوره "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

قابل غور بات: اس سورت کی ابتدائی آیات قیامت کے عظیم واقعات جیسے: آسمان کا پھٹنا، ستاروں کا بکھرجانا، قبروں کواکھیڑنا، اور مردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں بحث کرتی ہے ۔

پھر یه سورت انسانی افعال کا خاکه دکھاتی ہے، اور اس کے ساتھ دھوکه کھایا ہوا انسان جو اپنے رب کو بھول گیاہے، اور اپنے خدا سے ملنے سے انکار کرتاہے، حیران کن صیغے اور لهجے میں اس سے مخاطب ہوکر پوچھتاہے، کس چیز نے تجھے اپنے رب کے متعلق دھوکے میں ڈالاہے؟ وہ کیسے سوچتاہے که اس کے رب نے پوچھ گچھ کا کوئی دن مقرر نہیں کیاہے، که اس کے اعمال کا بدله اس کو دیدے؟ آخر میں نیک لوگوں کا مقام ومرتبه اور نافرمانوں کے بُرے انجام اور حساب وکتاب کے دن کی حالت بیان کرتی ہے ۔

آیت "6" کا سبب نزول :

ابن ابی حاتم نے عکرمه سے سورۃ الانفطار کی آیت "6" کے بارے میں نقل کیا ہے که، "يَاأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝٦" اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہے.

ابی بن خلف بن وهب بن حذاقه بن جمع، در اصل قبیله قریش کی بنی جمع والی شاخ سے تعلق رکھتاتھا، اور نبی صلی الله علیه وسلم کے بدترین دشمنوں میں سے ایک تھا.

ابی بن خلف اور اس کا بھائی دور جاهلیت میں قریش کے اشراف میں سے تھے، جوکه پیغمبر اسلام کی دشمنی میں دوسروں سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتے تھے.

مؤرخین لکھتے ہیں که ابی کی زندگی کے دورانیے پر نظر دوڑائیں تو تکبّر اور نافرمانی سے بھری ہوئی پائیں گے.

مؤرخین مزید لکھتے ہیں که: امیه بن خلف جب اپنے ایک غلام پر تشدّد کرتا تو اُبی کهتا که : اس کی سزا(دوگنی کردو) بڑھادو، ابی کا رسول الله صلی الله علیه وسلم سے کینه اور دشمنی آپ صلی الله علیه وسلم کی بعثت کے آغاز سے هی عیاں ہے، رسول الله صلی الله علیه وسلم سے ابی بن خلف کی دشمنی اس حدتک تھی که جب بھی الله کے رسول کو مکه میں دیکھتا تو کهتا: "میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

اپنے گھوڑے کی بہترین دیکھ بھال کرونگا تاکہ اس پر سوار ہوکر تجھے قتل کردوں" وہ مشرکین کے ان سرداروں میں سے ایک تھا جو "دارالندوۃ " کی مجلس شوری میں شرکت کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر کمربستہ ہوگئے تھے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ: أُبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی میں اپنی جان اور مال پیش کیا، اور غزوہ بدر میں مشرکین کے لشکر کوکھانا کھلانے والوں میں شامل تھا۔

أُبی کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی قسم کھائی تھی، جنگ احد میں اونچی آواز سے پکارا، اےمحمد! تجھے زندہ نہیں چھوڑونگا، یہ الفاظ کھہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ھوا جس کے نتیجے میں قتل کردیا گیا۔

سورۃ الانفطارکی فضیلت:

نسائی جابررضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ھیں فرمایا: کہ حضرت معاذؓ قوم کو نماز پڑھارھے تھے، انھوں نے نماز لمبی کردی، اسی دوران لوگوں میں سے ایک بندہ جو حضرت معاذؓ کی اقتداء میں نماز ادا کر رھا تھا، اپنی نماز توڑی، اور مسجد کے کونے میں جاکر انفرادی طور پر نماز پڑھی، اور مسجد سے باھرچلا گیا، جب یہ خبر حضرت معاذ تک پہنچی تو انھوں نے کھا کہ فلان شخص منافق ھے، جب اس معاملے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیاگیا تو آپ علیہ السلام نے اس شخص کو بلاکر وجہ پوچھی کہ کیوں اپنی نماز امام کےپیچھے چھوڑ کر انفرادی طور پر پڑھی ؟ تو اس نے کھا کہ : اے اللہ کےرسول ! میں آیاتھا اس کی امامت میں نماز پڑھنے، مگر اس نےنماز لمبی کردی، اس لیے میں لاچار مسجد کے کونے میں جاکر نماز پڑھ کرچلا گیا، تاکہ اپنے اونٹ کو گھاس کھلادوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا: "أفتانٌ أنت يامعاذ؟ اين كنت عن سَبِّح اسم ربك الأعلى، ووالشمس وضحاها، ووالضُّحى وإذا السّماء انفطرت، والليل إذا يغشى".

اے معاذ! کیا تم فتنہ گرھو؟ کھاں تھا تو ان سورتوں کے پڑھنے سے: سَبِّح اسم ربك الأعلى، والشمس وضحاها، والضُّحى، إذا السّماء انفطرت، والليل إذا يغشى "

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی: کیوں تو ان متوسط سورتوں کی ان پر تلاوت نہیں کرتے کہ وہ لوگ دین کے کام میں مشکلات کا شکار نہ ہوں، اور نماز سے تنگ آکر فتنوں میں نہ پڑجائیں ۔

سورت کا تعارف:

اس سورت کا خلاصہ قیامت سے متعلق مسائل کے گرد گھومتا هے، یہ خلاصہ مندرجہ ذیل پانچ عنوانات میں کیا گیاهے:

1 - اس عظیم دن کی مشکلات کا ایک گوشه ۔
2 - قیامت کے دن نیک اور بُرے لوگوں کا انجام۔
3 - انسان کی توجه خدا کی نعمتوں کی طرف جو اس کو سراپا گھیرے هوئی هیں ۔
4 - ان فرشتوں کا حواله دینا جو انسانوں کے اعمال کو محفوظ کرنے کے ذمه دار هیں۔
5 - وه عظیم حوادث جو دنیا کے اختتام پر اور قیامت کے قریب وقوع پذیر هوں گے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃ الانفطار

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۙ۱○ وَاِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ ۙ۲○ وَاِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۙ۳○ وَاِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۙ۴○
عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَاَخَّرَتۡ ؕ۵○ يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ ۙ۶○ الَّذِىۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰٮكَ
فَعَدَلَكَ ۙ۷○ فِىۡۤ اَىِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ۸○ كَلَّا بَلۡ تُكَذِّبُوۡنَ بِالدِّيۡنِ ۙ۹○ وَاِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحٰـفِظِيۡنَ ۙ۱۰○ كِرَامًا
كَاتِبِيۡنَ ۙ۱۱○ يَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ۱۲○ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِىۡ نَعِيۡمٍ ۱۳○ وَاِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِىۡ جَحِيۡمٍ ۚ ۖ۱۴○ يَّصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ
الدِّيۡنِ ۱۵○ وَمَا هُمۡ عَنۡهَا بِغَآئِبِيۡنَ ؕ۱۶○ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ۙ۱۷○ ثُمَّ مَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ؕ۱۸○ يَوۡمَ
لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـئًا ؕ وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۱۹○

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۙ۱○	جب آسمان پھٹ جائے گا(۱)
وَاِذَا الۡكَوَاكِبُ انۡتَثَرَتۡ ۙ۲○	جب تارے ٹوٹ کر بکھرجائیں گے (۲)
وَاِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۙ۳○	اور جب دریا ابل پڑیں گے (۳)
وَاِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۙ۴○	اور جب قبریں اکھیڑی جائیں گی (۴)
عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَاَخَّرَتۡ ؕ۵○	هرشخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجاھے اورجو پیچھے چھوڑا (۵)
يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ ۙ۶○	اے انسان ! تجھ کو کس نے فریب خورده بنایا اپنے رب کے بارے میں (۶)
الَّذِىۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰٮكَ فَعَدَلَكَ ۙ۷○	وه ذات جس نے تجھے پیدا کیا اورٹھیک کیا، اور تیرے مزاج کو متعدل بنایا (۷)
فِىۡۤ اَىِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ۸○	اور جس صورت میں چاھا تجھے جوڑ دیا (۸)

(c) ketabton.com: The Digital Library

كَلَّا بَلۡ تُكَذِّبُونَ بِٱلدِّينِ ۝٩	ہرگزنہیں بلکه تم دین کوجھٹلاتے ہو (۹)
وَإِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحَٰفِظِينَ ۝١٠	حالانکه تم پر نگهبان مقرر ہیں (۱۰)
كِرَامٗا كَٰتِبِينَ ۝١١	معزز کاتب مقرر ہیں (۱۱)
يَعۡلَمُونَ مَا تَفۡعَلُونَ ۝١٢	جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں (۱۲)
إِنَّ ٱلۡأَبۡرَارَ لَفِي نَعِيمٖ ۝١٣	بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہونگے (۱۳)
وَإِنَّ ٱلۡفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٖ ۝١٤	اور بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہونگے (۱۴)
يَصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ ٱلدِّينِ ۝١٥	جزا کے دن اس میں داخل ہونگے (۱۵)
وَمَا هُمۡ عَنۡهَا بِغَآئِبِينَ ۝١٦	اور وہ اس سے غائب نہیں ہوسکیں گے (۱۶)
وَمَآ أَدۡرَىٰكَ مَا يَوۡمُ ٱلدِّينِ ۝١٧	اورتمهیں کیا معلوم که جزا کا دن کیسا ہے؟ (۱۷)
ثُمَّ مَآ أَدۡرَىٰكَ مَا يَوۡمُ ٱلدِّينِ ۝١٨	پھر تمهیں کیا معلوم که جزا کا دن کیسا ہے ؟ (۱۸)
يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٞ لِّنَفۡسٖ شَيۡـٔٗا ۝ وَٱلۡأَمۡرُ يَوۡمَئِذٖ لِّلَّهِ ۝١٩	جس روز کوئی کسی کا اختیار نہیں رکھے گا اور حکم اس روز خداھی کا ہوگا (۱۹)

سورت کی تفسیر

محترم قارئین !

با برکت آیت "1 تا 8" میں قیامت کی نشانیوں، جزا وسزا، خدا کی نعمتوں سے انکار کرنے والوں کی مذمت کے بارے میں بحث ھے .

جیسا که هم اوپر ذکرکرچکے ھیں: اس سورت کا بنیادی اور اہم محور قیامت کے آنے سے پهلے ہونے والے واقعات کے سےمتعلق ھے، اور اسی کی شروع میں افق اور انفس (روح) کی وسعتوں میں رونما ہونے والے واقعات کی طرف اشاره ہے، اور لوگوں کو اس سورت میں الله تعالی کے منصوبے

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے متعلق ان پر جو ذمہ داری عائد ھوتی ھے اس سے آگاہ کرنا ہے کہ مواقع ضائع ھونے سے پھلے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں، اس سورت میں الله تعالی نے قیامت کی نشانیوں کو بتانے کے ساتھ ساتھ ھمیں پکڑنے اور سرزنش کرنے کی بھی تنبیه کی ھے ۔

سورۃ الانفطار لفظ "اذا " سے شروع ھوتی ھے، جیساکه فرماتاھے:

إِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿١﴾	جب آسمان پھٹ جائے گا (١)

یعنی فرشتوں کے اترنے کے لیے دروازے بنائے جائیں گے اور آسمان کا خیمه پھٹ جائے گا، انفطار: آسمان کا پھٹ جانا اور ریزہ ریزہ ھوجانا، فرشتوں کے اترنے کے لیےھے۔

آسمان کے پھٹنے کا تقاضاھےکه الله تعالٰی اس کو پھاڑنے کا ارادہ رکھتاھو، اور اس کے حکم سے ھی آسمان پھٹ جائے، "انفطرت" یعنی : ٹکڑے ھونےکو قبول کرنا اور اس کے حکم کے آگے سرِتسلیم خم کرنا، "إذالسّماءانفطرت" جب آسمان میں شگاف پڑجائے گا اور اس کےنتیجے میں اس کا قیام اور استقرار ختم ھوجائے گا ۔

وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿٢﴾	جب تارے ٹوٹ کر بکھرجائیں گے (٢)

دنیا کے ختم ھونے اور قیامت برپاھونے کی نشانیوں میں سے ایک ستاروں کے نظام کا تبدیل ھونا، اور شگاف پڑجانا اور آسمان کا لپٹناھے، جیسا که قرآن کریم کی بھت سی آیات میں اس کی طرف اشارہ ھواھے ۔

اور مختلف تعبیروں کے ساتھ اس کا ذکر ھواھے، کبھی اس کی تعبیر لفظ "انشقاق" سے ھوئی ھے : "اذالسّماءانشقّت" ترجمه: جب آسمان پھٹ جائے گا ۔ (سورۃ انشقاق- 1)

اس کے ھم معنی آیت سورہ الحاقّه میں بھی آئی ھے: "وانشقّتِ السّماءفھی یومئذٍ واھية" ترجمه: "اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن کمزور ھوگا"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور سوره فرقان کی آیت "25" میں یهی معنی معمولی فرق کے ساتھ آیا هے: "ويوم تشقّق السّماء بالغمامِ" ترجمه: "اور جس دن آسمان ابرکے ساتھ پھٹ جائے گا".

ان آیات میں "سماء" کا مفهوم وه آسمانی کره هے جو دنیا کے اختتام کے وقت یکے بعد دیگرے دھماکوں سے پھٹ جائے گا، لیکن بادلوں کے ساتھ پھٹ جانے سے کیا مراد هے ؟ ممکن هے که آسمانوں کے ٹوٹنے سے مراد ان کے غبار کے نتیجے میں بھاری بادلوں کا نمودار هونا هو.

وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿٣﴾	اور جب دریا ابل پڑیں گے (٣)

اور جب دریاؤں کے راستے ایک دوسرے کی طرف کھل جائیں گے، میٹھا اور کھارا پانی باهم خلط هوجائے گا اور ایک دریا کی صورت اختیار کرجائے گا.

وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ﴿٤﴾	اور جب قبریں اکھیڑی جائیں گی (۴)

اورجب قبریں شق کردی جائیں گی، اور مُردے قبروں سے باهرنکل آئیں گے، هرشخص اپنا اگلا اور پچھلا عمل جان لے گا، جو شخص جهاں فوت هواهو، وهیں سے اٹھے گا اور محشر کی طرف چلنے لگے گا، ان واقعات کے بیان کا مقصد یه هے که انسان خواب غفلت سے بیدار هوجائے.

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ ﴿٥﴾	هرشخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجاهے اورجو پیچھے چھوڑا (۵)

اس دن انسان کے اعمال کسی کمی بیشی کے بغیر هرعمل کا وقت مقام اور طریقه بهترین انداز میں پیش کیا جائے گا، قیامت کے دن انسان کی استعداد بڑھ جائے گی اور وه پچھلے تمام اعمال کو یاد کرلے گا، طبری نے کها هے که: اس دن هرایک شخص جان لے گا که اس نے کیا نیک عمل انجام دیاهے، اور کونسان طریقه اورسنت کی بنیاد رکھی هے که اس کے بعد اس پر عمل کیاجاتاهے ؟ (طبری : 30 /54).

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴿٦﴾	اے انسان ! تجھ کو کس نے فریب خورده بنایا اپنے رب کے بارے میں (۶)

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی : کس چیزنے تجھے مشغول رکھا اور دھوکه دیا که اپنے رب کریم کا کفرکیا، وه پروردگار جس نے دنیا میں تیری پیدائش مکمل فرماکرتجھے حواس اورفضل بخشا، تجھے عاقل اور سمجھدار بنایا، اورتجھے روزی دی، اور ایسی نعمتیں عطافرمائیں که ان میں سے کسی ایک کے انکار کرنے کی گنجائش نہیں ۔

بعض مفسرین لکھتے هیں که: انسان کو عفو خداوندی نے مغرور کردیا، اس لیے که اس ذات نے انسان کو اس کی پهلی نافرمانی اورگناه کے مرتکب هونے پرفوراً نہیں پکڑا اور سزا نهیں دی۔

حدیث مبارکه میں هے که جب رسول الله صلی الله علیه وسلم آیت: يَاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِۙ ۝۶ کی تلاوت کرتے تو فرماتے: "انسان کو اس کی جهالت نے دهوکه دیا اور مغرور بنایا" .

بعض مفسرین اس آیت کے شأن نزول کے بارے میں فرماتے هیں که: یه آیت أُبی بن خلف یا أبی اشد بن کلده جمحی کے بارے میں نازل هوئی هے، لیکن ابن عباس رضی الله عنهما فرماتے هیں: "انسان سے مراد یهاں ولید بن مغیره هے"

محترم قارئین:

اس آیت مبارکه میں: بعد اس کے که قیامت سے متعلق بحث درمیان میں آگئی، ایک اور موضوع کو همارے عظیم رب نے بهت عمده اندازمیں اٹھایا، اور انسان کو خواب غفلت سےجگانا اور اس کی ذمه داریوں کے بارے میں اس کی توجه خدا کی طرف مبذول کرنا هے۔

مفسرین لکھتے هیں که اس آیت میں انسان کی رب کی طرف توجه اور خدا کی طرف سے عائد کرده اس کی ذمه داری کی طرف سب سے پهلے مخاطب کیا گیاهے، اور پھر سرزنش کے ساتھ سوال کیا گیاهے، اور ساتھ هی ایک قسم فضل اور محبت کے ساتھ کھائی گئی ہے:"اے انسان!کس چیزنے تجھے اپنےرب کے بارے میں سرکش بنادیاهے؟ " غرور یا خود فریبی کا مطلب یه هے که انسان اپنے پاس جو کمالات اور امکانات رکھتاهے ان سے مطمئن هے، اور اپنے آپ کو سمجھدار اور مکمل سمجھتاهے، اور وه جدوجهد کرنا اور جاننا اور آگے بڑھنا چھوڑ دیتاهے، اور جمود کا شکار هوجاتاهے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

غرور کا مطلب ایسی خود فریبی جو مال ودولت اور غیر حقیقی اشیاء کی کشش اور دنیاوی مفادات کے ذریعے بھکادے، جوکہ انسان کو خدا کی یاد سے غافل رکھنے کا باعث بن جائے، اور اپنی روحانیت اور اپنی خوش بختی کو جو اس کا اصل سرمایہ ھے بھول جائے، اور اس کے نتیجے میں وہ ھرقسم کی اخلاقی اور ذھنی بیماریوں میں مبتلا ھوجائے، جیسے تکبّر اور خود غرضی وغیرہ. "راغب" اپنی کتاب "مفردات" میں لفظ "غرور" (غین کے فتحه کے ساتھ معنی وصفی ھے) کو ھراس چیزکے معنی میں استعمال کرتا ہے، جو انسان کو دھوکے میں ڈالے یا غفلت میں رکھے، چاھے مال اور مقام ھو یا خواھش اور شیطان.

"صحاح اللغه " میں "غرور" کے معنی اور تفسیر میں ان امور کوبتایاھے جو انسان کو غفلت میں رکھ کر دھوکا دیتےھیں، چاھے وہ مال و دولت ھو یا علم اور مقام وغیرہ .

طریحی کے کھنے کے مطابق بعض ارباب لغت نے کھاھے کہ "غرور" ھراس چیز کی محبت میں دھوکہ کھانا جو بظاھر اچھی اور خوبصورت لگتی ھو، اور پیاری بھی لگے، لیکن حقیقت میں بھت ناپسندیدہ ہو.

ارباب لغت کے ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد کتاب "التحقیق فی کلمات قرآن الکریم" میں لکھا ھےکہ اس لفظ کا اصل معنی یہ ھے کہ: انسان کا کسی اور چیز کے اثر سے غفلت میں پڑجانا، جس کے نتیجے میں انسان کو دھوکہ، خود فریبی، نقصان اورشکست حاصل ھوتی ھو اوربس.

"محجة البیضاء فی تهذیب الأحیاء"جس کا شمار اخلاق کی بھترین کتابوں میں ھوتاھے، اور یہ کتاب تکمله اور تھذیب ھے امام غزالی کے "احیاء العلوم " کی اس میں لکھا ہے کہ : غرور کی تعبیر یہ ھے کہ : ایسی چیزسے انسان کادل خوش ھوجائے جو اس کی خواھشات کے مطابق ھو، اور انسانی طبعیت کا میلان اس کی طرف ھو، یہ چیز انسان کی غلطی اور شیطان کے دھو کےسے دل میں پیدا ھوتی ھے، اور جو شخص یہ سمجھتاھے کہ وہ ایک اچھا انسان ھے، اور اس میں کوئی کمزوری نھیں ھے، خواہ روحانی اعتبار سے ھو یا مادی اعتبارسے، یہ عقیدہ یاخیال اس کو غلط سوچ کے نتیجے میں حاصل ھوتاھے، اور وہ آدمی دھوکے میں مبتلاہے (اسی کو اس آیت میں غرِک کیاگیا ھے)، یہ اگرچہ خود کو اچھا آدمی سمجھتے ھے، جبکہ وہ غلطی

(c) ketabton.com: The Digital Library

پرھے اس لیے اکثر لوگ مغرور یعنی دھوکے میں ھیں، اگرچه ان کے غرور اور دھو کے کے مراتب مختلف ھیں۔

الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَۙ۝۷	وہ ذات جس نے تجھے پیدا کیا اورٹھیک کیا، اور تیرے مزاج کو متعدل بنایا (٧)

اےناشکرے انسان ! کس چیز نے تجھے اپنے بخشنے والے رب کے بارے میں دھو کے میں ڈالاہے، اس عظیم رب نے تجھے نطفے سے بنایا، تجھے بھترین اعضاء عطا کیے، حواس خمسه جیسی نعمت دی، جس کے ذریعے اوراس کی برکت سے سن سکتے ھو، دیکھ سکتے ہو اورسمجھ سکتے ھو۔

اس آیت مبارکه میں انسان کی تخلیق، پیدائش، سیدھا ڈھانچه، مساوی ساخت، اور جس اعتدال اور توازن کے ساتھ اس کی تخلیق ھوئی ھے بتایاگیاھے ۔

"فَعَدَلَكَ" (تیری خلقت کو معتدل اور درمیانه رکھا نه ہاتھ دوسرے ھاتھ سے لمباھے، اور نه پاؤں دوسرے پاؤں سےچھوٹا وغیرہ)۔

فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَؕ۝۸	اور جس صورت میں چاھا تجھے جوڑ دیا (٨)

اس عظیم رب نے تمہاری صورت اور ساخت سب سے بھترین اور خوبصورت ترین اور معتدل سانچے میں ڈھالی، قرآن کریم انسانی ساخت کی خوبصورتی اور اس کی شکل و صورت کے بارے میں فرماتاھے:لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۝ (سورہ تین: 4) که ھم نے انسان کو بهت اچھے سانچےمیں پیدا کیا ھے ۔

اسی طرح سورہ غافر کی آیت "64" میں فرماتاھے :" وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ " (اورتمهاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی خوب بنائیں).

سورہ تغابن کی آیت "3" میں فرماتا ھے که : " وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۝وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ۝۳" سورہ مؤمنون کی آیت "14 " میں ھے : "فَتَبَارَكَ اللهُ احسن الخالقین"

ترجمه : "توخدا سب سے بهترین بنانیوالا بڑا بابرکت ھے "

(c) ketabton.com: The Digital Library

حسن صورت عبارت هے ان اشیاء کےتناسب سے جن کی نسبت ایک دوسرے کے ساتھ هو، اور ان اسباب کے مجموعے کا تناسب اس غرض کے ساتھ جس کے لیے اسے ایجاد کیا گیاهے، یه هے حسن کا معنی، صرف ظاهری خوبصورتی نهیں، اس لیے حسن کا معنی عام هے، جو تمام موجودات میں پایا جاتاهے ۔

ابن عباس رضی الله عنهما فرماتے هیں: انسان کو سب سے خوبصورت شکل میں پیدا کیاهے، یعنی: معتدل اور سیدھے قامت والا بنایاگیاهے، دوسرے جانوروں کی طرح پراگنده اور منه کے بل جھکا هوا نهیں۔

(تفسیرالمیزان) "احسن التقویم" انسانوں کو اپنے نفس میں مکمل اور اعضاء وجوارح میں معتدل پیدا کیاهے، جو بولنے اور پهچاننے میں اور کاموں کی تدبیر کرنے میں دوسرے موجودات سے الگ ہے (سوره حجرات: 85)

محترم قارئین !

آیات مبارکه 9 " تا 19 " میں موضوعات : (۱) انکار قیامت، (۲) نامه اعمال کے کاتبین، (۳)نیک لوگوں کی جماعت، (۴) اور گنهگاروں کی جماعت کے بارے بحث کی گئی هے ۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ ۝٩	هرگزنهیں بلکه تم دین کوجھٹلاتے هو (۹)

دین سے مراد : قیامت کےدن اعمال کی سزا، یا دین اسلام هے ۔

کلا: ایسا لفظ هے جو کافر انسان کی تنبیه اور خبردار کرنے اور اس کی سرزنش کرنے کے لیے هے که انسان کو خدا جلّ جلاله کی مهربانی اور کرم پرمغرور نه هو، اوریه که الله کی نعمت اور فضل کو کفر کرنے کا وسیله نه بنائے ۔

قیامت کی نشانیوں کے بیان اور انسان پر اپنی نعمتوں کے گننے اور اس انسان کی طرف سے اس کا انکار اور ناشکری کے بعد اس انکار کی وجوهات جوکه قیامت کی دن کا جھٹلانا هے الله تعالی فرماتے هیں:

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ۝١٠	حالانکه تم پر نگهبان مقرر هیں (۱۰)

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی: تیری تردید اور تکذیب کاکوئی فائده نهیں، نه توقیامت کو موخرکرسکتاہے، اور نه اپنے حساب وکتاب کو روک سکتاهے، باخبر رهو که تجھ پر ایسے نگهبان مقرر هیں جو مکمل توجه کے ساتھ تیری اور تیرے اعمال کی نگرانی کر رہے هیں، اور تیرے اچھے اور برےاعمال کو لکھ لیتے هیں۔

قرطبی کهتے هیں که :وه نگران فرشتے جو انسان کے اعمال کی نگرانی کرتے هیں.(تفسیر قرطبی: 245/9).

كِرَامًا كَاتِبِينَ ﴿١١﴾	معزز کاتب مقرر هیں (۱۱)

صرف انسان کے اعمال کی یاد داشت نهیں لکھتے، بلکه اس کو اکسانے والی حرکات اور نیت اور اس کے مقصد کی بھی خبر دیتے هیں ۔

يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿١٢﴾	جو کچھ تم کرتے هو وه اسے جانتے هیں (۱۲)

یہاں رب تعالی ان لوگوں سے مخاطب ہے جو روز جزاء اور قیامت اور مرنے کی بعد دوباره زنده هونے کی تکذیب اور انکار کرتے هیں ان کے بارے میں الله فرماتاهے: یاد رکھو: رب تعالی کی طرف سے تم پر فرشتے مقرر کئے گئے هیں، تمهارے اعمال لکھتے هیں تا که قیامت کے دن ان اعمال کے حساب سے تم سے پوچھا جائے، اور جو کچھ تم کرتے هو وه جانتے هیں اور لکھتے هیں، باخبر رهو تمهاری کوئی حرکت اور نیت اور اراده ان سے چھپا نهیں رهتا۔

ابن عباس رضی الله عنهما سے مروی هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "إن الله ينهاكم عن التعري، فاستحيوا من ملائكة الله الذين معكم، الكرام الكاتبين، الذين لا يفارقونكم إلا عند ثلاث حالات: الغائط، والجنابة، والغسل، فإذا اغتسل أحدكم بالعراء فليستتر بثوبه أو بجرم حائط، أو ببعيرة" .

خدا جلّ جلاله نے تم لوگوں کو بے لباس هونے (ننگے) سے منع فرمایاهے، حیاءکرو الله کے ان فرشتوں سے جو تمهارے ساتھ هیں، معزز لکھنے والے، جو تین موقع کے علاوه تم سے الگ نهیں هوتے، قضاء حاجت کے وقت، همبستری کے وقت، اور نهانے کے دوران، اور جب تم میں سے کوئی

(c) ketabton.com: The Digital Library

شخص کھلی فضاء میں نہائے تو چاھئیے کہ اپنے کپڑے سے یا دیوار کی یا اپنے اونٹ کی آڑ لیکر نہائے۔

کیا پیغمبروں کے ساتھ بھی کرا مًا کاتبین ہوتے ہیں ؟

شرعی نصوص کی بناپر ھم کھہ سکتے ھیں کہ تمام انسانوں کےساتھ دوفرشتے ھوتے ھیں، جوانسان کے حالات اور روز مرّہ کے معمولات محفوظ کرتے ھیں، ان میں سے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف ھوتا ھیں۔

دائیں طرف والا انسان کی نیکیاں لکھتاھے، اور بائیں طرف والے فرشتے کا امیربھی ھے، بائیں طرف والے کی ذمہ داری انسان کی برائیاں لکھنے کی ھے، اور جب انسان کوئی گناہ کر بیٹھتاہے تو بائیں طرف والا لکھنے لگتاھے، لیکن اس کا امیر دائیں طرف کا فرشتہ اسے روکتاھے، اورکھتاھے کہ صبر کرو، اسے مہلت دو، شاید یہ توبہ کرلے۔

اورجب کوئی نیک عمل کرتاھے تو دائیں طرف والا فرشتہ فورًا لکھتاھے بغیر کسی وقفے اور تأخیر کے، خداتعالی فرماتا ھے:" اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۱۷ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۱۸" (سورہ ق)

ترجمہ:"جب (وہ کوئی کا کرتاھے تو) دولکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھتے ھیں لکھتے ھیں"، کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتاہے"

لیکن اس معاملے میں کہ کیا انبیاء کے ساتھ بھی کراماً کاتبین ھوتے ھیں ؟ رجوع کریں گے عبد اللہ بن مسعود کی اس حدیث کی طرف: " عن عبد الله هو ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما منكم من أحد إلا وقد وكل به قرينه من الجن، وقرينه من الملائكة. قالوا: وإياك يا رسول الله قال: وإياى، ولكن الله أعانني عليه فلا يأمرني إلا بخير"(امام أحمد) : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ھے فرماتے ھیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ھرایک کے ساتھ ایک ساتھی جنات سے اور ایک ساتھی فرشتہ میں سے (اعمال لکھنے والا) ھے، پوچھاگیا: کیا آپ کے ساتھ بھی ؟ فرمایا: یھاں تک کے میرے ساتھ بھی، لیکن خدا تعالی نے اس پر میری مدد کی ہے، چنانچہ وہ خیرکے

(c) ketabton.com: The Digital Library

علاوہ کسی چیز کا حکم نہیں دیتا، اس بناپر ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمام انسان حتی کہ پیغمبروں کے ساتھ بھی اعمال لکھنے والے کاتب فرشتے ہیں۔

فرشتے انسانو ں کا ارادہ اور نیت بھی لکھتے ہیں

ایک حدیث میں آیاھے کہ فرشتے بنی آدم کے ارادہ اور نیت اور جو کچھ انسان کے دل میں ھے اسے لکھتے ہیں، اور کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرلے تو اسے بھی لکھتے ہیں، اس لیے انسان جب اچھی نیت کرے تو اسے ثواب ملتاھے، اور بُری نیت پر اسے سزا ہوتی ھے، کیونکہ نیت قلب کا عمل ھے، فرشتے اس بات پر مأمور ہیں کہ جب ایک انسان سن بلوغت کو پہنچتاھے تب سے دنیا میں جو نیت اور کردار اور گفتگو کرتاھے دنیا سے رحلت کرنے تک سب لکھتے ہیں۔

فجر اور عصر کی نماز کا مقام ومرتبہ باقی نمازوں کی بہ نسبت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یتعاقبون علیکم ملائکۃ باللیل وملائکۃ بالنہار یجتمعون فی صلاۃ العصر وفی صلاۃ الفجر...(متفق علیہ).

وہ فرشتے جو دن اور رات کو پے درپے تمھارے پاس آتے ہیں، ان کا ایک گروہ رات کو آتاہے اور ایک گروہ دن کو، اور یہ گروہ فجراور عصر میں ایک دوسرے کی ساتھ جمع ہوتے ہیں، رب تعالی فرماتے ہیں :" وَقُرآنَ الفجر" یعنی: صبح کی نماز، اور فرماتے ہیں :"إن قرآن الفجر کان مشھودًا " (سورة اسراء :78) ترجمہ:

رات اور دن کے فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں، اور نماز میں جو قرآن کی تلاوت ہوتی ھے سنتے ہیں، اور عصر کی نماز میں بھی اکھٹے ہوتےہیں، رب تعالی انسانوں کی حالت جانتے ہوئے بھی فرشتوں سے پوچھتاھے کہ: میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑاہے؟ وہ کہیں گے: ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا ھے کہ وہ نماز پڑھ رھے تھے، اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تو نماز پڑھ رھے تھے، یعنی فرشتے جب نازل ہوتے تو ہم نمازمیں تھے، عصرکی نماز ادا کررھے تھے، اور ہمارے ساتھ عصر کی نماز میں حاضر تھے، اور پھر جب اوپرگئے تو ہم فجر کے نماز میں تھے، اس وجہ سے عصر کی نماز کو "وسطی " درمیان والی نماز کہاگیاھے اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

رب تعالی نے اس کی تاکید کی ھے: " حٰفِظُوۡا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰى۝" (سوره بقره : 238)

ترجمه: پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کیجئے، اور خاص طور پر درمیان والی نمازکی (یعنی عصر کی نماز) کیونکه اس نماز میں دن اور رات کے فرشتے جمع ھوتے ھیں ۔

اسی طرح بعض مفسرین نے کهاھےکه : "الصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰى" سے مراد فجر کی نماز ھے، اس وجه سے که اس سے پهلے اور اس کے بعد دو دونمازیں ھے۔

اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِىۡ نَعِيۡمٍ۝۱۳	بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ھونگے (۱۳)

وه حقیقی مؤمن اور پرھیزگار جو اچھے عمل کرتے، اپنے تمام کاموں میں تقویٰ اختیار کرتے ھیں اور رب تعالی سے ڈرتے ھیں "نعمتوں میں ھوں گے" یعنی : بهشت کی ونعمتوں میں ھوں گے، اور بدکار لوگ یقیناً آگ میں رھیں گے، اس میں کوئی شک وشبه نهیں ھے که حساب وکتاب کا دن آنے والا ھے، جس میں ھرشخص اپنے عمل کا بدله پائے گا، اور اپنے ٹھکانے تک پهنچے گا۔

"الابرار" نیکی کرنے والے اور پاک دامن مؤمن ھیں، "جمع برّ" وه لوگ جو خیر کے کام زیاده کرتے ھیں، گناه اور شرّ کے کام نهیں کرتے۔

نیکی کرنے والے دو نعمتوں کے مالک ھوں گے، "نعیم" قلبی اور جسمانی اطمینان۔

وَاِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِىۡ جَحِيۡمٍ۝۱۴	اور بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ھونگے (۱۴)

فُجَّار : فاجر کی جمع ھے، یعنی: وه کفار جنهونے شریعت الهی کو ترک کردیاھے، (دوزخ میں ھوں گے) اس لحاظ سے "فجّار" سے مراد کفار ھے، اس میں کبیره گناھوں کے ارتکاب کرنے والے شامل نهیں ھیں ۔

يَّصۡلَوۡنَهَا يَوۡمَ الدِّيۡنِ۝۱۵	جزا کے دن اس میں داخل ھونگے (۱۵)

(c) ketabton.com: The Digital Library

الله تعالی نے مکمل جزا وسزا کے لے ایک وقت مقررکیا ھے جس کا نام "یوم الدین" رکھاھے،

فاجر اور کافر اس دن حساب وکتاب کے بعد جھنم میں داخل ھوں گے، اور اس کی بھڑکتی ہوئی آگ میں سختیاں جھیلیں گے اور عذاب چھکیں گے .

"یوم الدین " کے معنی جزا، حساب اور اطاعت کے ھیں، شریعت اور قانون کو اس لیے "دین" کھاگیاھے که اس میں اطاعت، جزا اور سزا ھے، فاتحة الکتاب کی آیت: 4، اور حجر کے: 35، شعراء کی آیت : 82، صافات : 20، ص : 78، ذاریات : 12، اور واقعه: 56، المعارج : 26، مدّثّر: 46، مطففین : 11، التین : 7، ماعون کی آیت :1) میں قیامت کے دن کو "یومُ الدین" کھاگیاھے اور قیامت کو "دین" کھاھے۔

کیا ایسا نھیں ھے که قیامت کے قیام کا سب سے واضح منصوبه اور بنیادی مقصد دین کا منصوبه ھے، یعنی سزا و جزا اور انسانی اعمال کا الھی حساب .

جی ھاں ! " یوم الدین " وه دن ھے جب اعمال اور سچائیوں سے پرده اٹھایا جائے گا، اور اعمال کا صحیح حساب ہوگا اور ھر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزاء اور سزادی جائے گی، یه ھے "یوم الدین " کی حقیقت .

امام رازی نے نقل کیاھے : اموی خلیفه سلیمان بن عبد المالک مکے کی طرف سفر کررھے تھے، راستے میں مدینه سے گذر ھوا اور ابوحازم سے ملاقات ھوئی تو ان سے پوچھاکہ: کل قیامت کو رب کے سامنے پیش ھونا کیساھے؟

ابوحازم نے کھا: نیک لوگ، اس شخص کی طرح ھیں جو سفرسے واپس اپنے خاندان کے پاس لوٹتے ھیں، جبکہ بدکار، اس بھگوڑے غلام کی طرح ھے جس کو آقا کے پاس گھسیٹتے ھوئے لایا جاتا ہے .

راوی کہتاہے: سلیمان رونے لگے اور کھا: اے کاش (میں جانتا) که الله سبحانه میرے ساتھ کیا معامله فرمائے گا ؟ ابوحازم نے کھا: یه تو آسان کام ھے اپنےعمل کو قرآن کریم پر پرکھو، تب جان لوگے کے وه تیرے ساتھ کیا معامله فرمائے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سلیمان نے کہا: آپ کی یہ نصیحت اور توصیہ قرآن کریم میں کس جگہ اور مقام پر آیاھے؟ ابوحازم نے کہا: إِنَّ ٱلۡأَبۡرَارَ لَفِي نَعِيمٖ ۝١٣ وَإِنَّ ٱلۡفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٖ ۝١٤ سلیمان نے کہا: اس صورت میں الله جلّ جلاله کی رحمت کہاں ھے؟ ابوحازم نے جواب دیا :أَنَّ رحمت الله قريب من المحسنين" (اعراف " 56) بیشک الله تعالی کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ھے).

وَمَا هُمۡ عَنۡهَا بِغَآئِبِينَ ۝١٦	اور وہ اس سے غائب نہیں ہوسکیں گے (۱۶)

نہ اتنے جلیں گے کہ خاکستر ھوجائیں اور نہ جلنے کے درد سےرھائی ملے گی، یعنی: کافر وفاجر کبھی بھی جھنم سے دور نہیں ھوں گے، اور ان کا عذاب ھلکا بھی نہیں ھوگا، بلکہ ھمیشہ کے لیے اس میں رھیں گے، دوزخ کو الله نے عذاب اور گرمی اورحرارت کے اعتبار سے تمام جھنمیوں کے لیے یکساں نہیں بنایا ھے، بلکہ مختلف ھے، عذاب اور حرارت کی شدت ایک جیسی نہیں ھیں، رب تعالی فرماتا ھے:" إِنَّ ٱلۡمُنَٰفِقِينَ فِي ٱلدَّرۡكِ ٱلۡأَسۡفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمۡ نَصِيرًا ۝١٤٥ " النساء . ترجمه: "یقین جانو کہ منافق جھنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے اور تم کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤگے ".

لفظ "الدّرک" عرب کی لغت میں ھراس چیزکو جو نچلے مقام پرھو کہتے ھیں، اور "الدّرج" ھر اوپر والی چیز اورمرتبہ کے لیے استعمال ھوتاھے، اس بنا پر جنت کے لیے درجہ اور درجات اور دوزخ کے لیے درک اور دَرَکات استعمال ھواھے، جھنم جتنانیچے کی طرف ھوگا اتنےھی اس کے شعلے شدید اور گرم ھوں گے، منافقین کا حصّہ دوزخ کی آگ میں سے زیادہ ھوگا، اس لیے دوزخ کے "درک أسفل" میں ھوں گے، کبھی دوزخ کے مراتب پر لفظ "درجات" کا اطلاق بھی ھوتاھے، رب تعالٰی سوره انعام میں أھل بھشت اور أھل دوزخ کے ذکر کے بعد فرماتا ھے: " وَلِكُلّٖ دَرَجَٰتٞ مِّمَّا عَمِلُواْ " الانعام . ترجمه: "ھرشخص (نیک ھو یا برا) کا درجہ ہے درکات اور اکرام و عزت اور ذلّت اس کے عمل کے لحاظ سے ھے".

"أَفَمَنِ ٱتَّبَعَ رِضۡوَٰنَ ٱللَّهِ كَمَنۢ بَآءَ بِسَخَطٖ مِّنَ ٱللَّهِ وَمَأۡوَىٰهُ جَهَنَّمُۚ وَبِئۡسَ ٱلۡمَصِيرُ ۝١٦٢ هُمۡ دَرَجَٰتٌ عِندَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ بَصِيرُۢ بِمَا يَعۡمَلُونَ ۝١٦٣ " (آل عمران).

(c) ketabton.com: The Digital Library

"بھلا یہ کیسے ہوسکتاھےکہ جو شخص ھمیشہ اللہ کی رضا پر چلنے والا ھو وہ اس شخص کی طرح ہو جو اللہ کے غضب میں گھرگیاھو اور جس کا آخری ٹھکانہ جھنم ھو جو بدترین ٹھکانہ ھے؟ (162) اللہ کے نزدیک دونوں قسم کے آدمیوں میں درجھا فرق ھے اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتاھے " (163)

عبدالرحمن بن زید بن مسلم فرماتے ھیں: جنت کے درجات بلندی اور دوزخ کے درجات بلندی اور پستی دونوں طرف جاتے ہیں (تخویف من النار لابن رجب: صفحه 50).

بعض سلف سے نقل کیاگیاھے کہ : گنھگار موحدین جودوزخ میں جائیں گے وہ درک اعلی میں ھوں گے، یھود درک دوم میں، نصاریٰ درک سوم میں، صائبین (بے دین لوگ) درک چھارم میں، مجوس درک پنجم میں، مشرکین اعراب درک ششم میں، اور منافقین درک ھفتم میں ھوں گے، بعض کتابوں میں ان درکات کے نام بھی ذکر ھوئےھیں .

پھلا درک: جھنم، دوسرا درک : لظیٰ، تیسرا درک: حطمه، چوتھا درک : سعیر، پانچواں درک :سقر، چھٹا درک: جحیم، اور ساتواں درک : ھاویہ ہے .

لیکن لوگوں کی یہ تقسیم مذکورہ تقسیم کی بنیاد پر ٹھیک نھیں، اسی طرح دوزخ کے مراتب کے نام رکھنا بھی اس شکل پر درست نھیں ھے، جیسا کہ بیان ھواھے، راجح اور صحیح قول یہ ھے کہ مذکورہ اسماء بھی جھنم کے نام ھیں جیسے: جھنم، لظیٰ، حطمه ..... یہ جھنم کے طبقات کے نام نھیں ھیں، البتہ یہ مطلب کہ لوگ گناھوں کے اعتبار سے الگ اور مختلف مراتب رکھتے ھیں درست ھے.

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِۙ‏ ﴿۱۷﴾	اورتمھیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ھے؟ (۱۷)

ان آیات میں "یوم الدین" کی سب سے اھم خصوصیت رب تعالٰی کی قدرت ھے، اللہ تعالٰی کے اقتدار اور سلطنت کے ظھور کو یوم الدین کی اھم ترین خصوصیات میں ذکر کیاھے، فرماتا ھے:

ثُمَّ مَآ اَدۡرٰىكَ مَا يَوۡمُ الدِّيۡنِؕ‏ ﴿۱۸﴾	پھر تمھیں کیا معلوم کہ جزا کا دن کیسا ھے ؟ (۱۸)

(c) ketabton.com: The Digital Library

مطلب یہ ہے کہ قیامت کی حقیقت کوئی نہیں جان سکتا اگر چہ اسے تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یعنی اے پیغمبر اگر چہ آپ اس آیت کے اولین مخاطب ہیں مگر اس دن کی عظمت کی حقیقت کا ادراک آپ کو بھی صرف اتنا ہی ہےکہ جتنا ہماری معیشیت کا تقاضہ تھا ۔

يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٞ لِّنَفۡسٖ شَيۡـٔٗاۖ وَٱلۡأَمۡرُ يَوۡمَئِذٖ لِّلَّهِ ١٩	جس روز کوئی کسی کا اختیار نہیں رکھے گا اور حکم اس روز خداھی کا ھوگا (۱۹)

سزا اور جزا کا دن، ایسادن ھے که کسی کو کسی بھی چیز کا اختیار نہیں ہوگا، قیامت کا دن ایسا دن ہوگا که کوئی شخص کسی دوسرے (کا دفاع نہیں کرسکے گا) دفاع کرنے کی طاقت اور صلاحیت نہیں رکھے گا بلکہ، صرف اپنی نجات کی فکر میں ہوگا، اور وہ دنیا کی طرح نہیں ھے که ظالم اور طاقتور لوگ اپنے غلط مقاصد حاصل کرسکیں، اور جوکچھ چاھیں کرگذریں۔

" وَٱلۡأَمۡرُ يَوۡمَئِذٖ لِّلَّهِ " (اس روز حکم محض الله واحد کا ھوگا) جی ھاں ! اُس دن بندوں کے درمیان فیصله کرنا اور تنازعات کا خاتمه، مظلوم کا حق ظالم سے لینا، راست بازوں اور انصاف کے متلاشیوں کو بهتر انعام فراھم کرنا اور گناھگاروں کی بخشش اور درگذرکرنا یا سزاء دینا، یه سب صرف خدا کی طرف سے ہوگا اور بس ۔

کوئی شخص (کوئی بھی ھو) قیامت کے دن کسی دوسرے کو فائدہ پهنچانے کا اختیار نہیں رکھے گا، وھاں پروردگارعالم کے علاوہ کوئی اور حکم جاری نہیں کرسکے گا اور نه کوئی اور کام کرسکے گا، یعنی خدا کی کامله اور لامحدود قدرت کا قیامت کے دن ظهور ھوگا۔

قیامت کے دن کے بارے میں مختصر وضاحت

قرآن کریم زمین، آسمان اور انسان کی حالت کی وضاحت کرتے ہوئے قیامت کے دن کے اوصاف کے بارے میں فرماتاھے، قیامت کا دن فرار اور بھاگنے کا دن ھے، جس دن انسان اپنی ماں، باپ، بھائی، بهن، بیوی، اولاد اور اپنے کنبےسے بھاگےگا، اور یہ کہ ھرکوئی اپنے کام میں مصروف ھوگا، درحقیقت محشرکا دن رشته داروں سے قطع تعلق اور رشتے ناتے توڑنے کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

دن ھے، قرآن کریم فرماتاھے کہ حشر کے دن صرف انسانوں کے جی اٹھنے تک محدود نہیں ھے، بلکہ اس کے ساتھ اھم واقعات کا سلسلہ بھی ھے، جن میں سے کچھ یہ ھیں:

1- زمین، سمندر اور پہاڑوں کی حالت

سورہ مبارکہ تکویر، زلزال، دخان، اور واقعہ کی آیات کے مطابق قیامت کے دن زمین میں شدید زلزلہ برپاھوگا، جوکچھ زمین پرظاھر ھے، وہ منھدم ھوجائے گا، زمین پھٹ جائے گی، اور مُردے اس سے باھر آئیں گے، تا کہ قیامت کے دن وہ جمع ھوں، دریا ایک دوسرے سے الگ ھوکر جوش مارتے ھوئے ابل پڑیں گے۔

پہاڑوں کو اپنی جگہ سے اکھاڑا جائے گا، اور وہ غیر متوازن حرکت کریں گے، اور وہ مٹی کے ڈھیر کی طرح ھوجائیں گے، اور انھیں اُون کی طرح دھنا جائے گا، وہ نرم اور لچکدار ھوجائیں گے ۔

آخرمیں، وہ دھول کے ذرات کی طرح منتشر ھوجائیں گے، اور یہ فلک بوس پہاڑ سراب کےسوا کچھ نہیں بچے گے۔

2- آسمان اور ستاروں کی حالت

آسمان اور ستاروں کی حالت کے بارے میں "تکویر، انفطار، طور، الرحمن" کی سورتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ھیں کہ آسمان کی حالت بدل جائے گی، اور ستارے جڑ سے اکھڑجائیں گے، آسمان لھروں اور حرکتوں کی وجہ سےپارہ پارہ ھوجائے گا، اور یہ سرخ پھولوں اور مائع پگھلے ھوئے دھات کی طرح ظاھر ھوجائے گا۔

آخرکار دھوئیں میں تبدیل ھوکر لپیٹاجائے گا، سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑجائے گی، ان کی ترتیب میں خلل پڑجائے گا، اور زمین کی طرف پھینک دیئے جائیں گے ۔

3- صور پھونکنا:

قرآنی آیات اور اسلامی روایات میں قیامت کی نشانیوں میں صور پھونکنے کا ذکر بھی ھے، اور وہ دوپھونکیں ھیں، جس میں سے ایک موت کا نفخہ ھے، جوکہ عام قیامت سے پہلے پھونکی جائے گی۔

یعنی قیامت کے برپا ھونے سے پہلے ایک ھولناک آواز تمام موجودات کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کانوں سے ٹکرائے گی جس کے نتیجے میں ان سب کی موت واقع ھوگی، اور دنیا کا نظام درھم برھم ھوجائے گا۔

اور دوسرا نفخه زندگی کا ھے، قیامت قائم ھوگی اور دنیا کا منظر خدا کے نور سے منور ھوجائے گا، اور تمام انسان حتی که حیوانات بھی ایک لمحے میں زنده کئے جائیں گے۔

قرآن کریم سوره زمرکی آیت "68" میں صور پھونکنے کے بارے ارشادھے: اور صورپھونکا جائے گا، پھروه سب مرجائیں گے جو آسمان اور زمین میں ھیں، سوائے ان کے جن کو خدا چاھے گا، پھر دوسری مرتبه صور پھونکا جائے گا، اچانک سب کھڑے ھوجائیں گے اور دیکھنے لگیں گے۔

قیامت کی صفات

قرآن کریم نے قیامت کے دن کے لیے مختلف نام اور صفات ذکر کی ھیں، جن میں سے ھرایک سچائی پر دلالت کرتی ھے، ان میں سے بعض یه ھیں:

1 - وقوع پذیرھونے والی اور ناقابل تردید ھے:

قرآن کریم نے سوره واقعه کی آیت "2 " اور سوره حج کی آیت "7 " میں قیامت کو ایک ایسی چیز قرار دیاھے جس کےوقوع پذیر ھونے میں کوئی شک وشبه نھیں ھے۔

2 - قریب ھونا

سوره معارج کی آیت " 7 " میں قیامت کو قریب کھا گیا ھے، بعض تعبیرات میں لفظ " غَد "

یعنی: " کل " کے ساتھ ذکر ھواھے، جیسے سوره حشر کی آیت "18 " میں .

3 - قیامت کا حق ھونا:

سوره نبأ کی آیت "39" میں قیامت کے دن کو برحق کھا گیاھے، اور وه ایسا دن ھوگا جس میں خالص حق کا ظھور ھوگا، اور باطل کے لیے کوئی جگه نھیں ھوگی، ھرایک کو اس کا بدله ملے گا.

4 - بڑی (عظیم) خبر:

سوره "ص " کی آیت " 67 " سوره یونس کی آیت "15" اور (سوره ھود کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

آیت "3") میں قیامت کو بڑی خبر کے عنوان سے ذکر کیا گیاھے، اور "عظیم دن" بھی کھاھے، کیونکه اس میں بڑے بڑے واقعات رونما ھوں گے، اسی طرح (روز کبیر) بڑا دن بھی کھاھے۔

5- پکار کا دن:

محشر کے دن کے منظرکو پکار کا دن اور "یوم التّناد" کھتے ھیں، یه نام اس لیے ھےکه جھنمی لوگ اس دن جنتیوں کو پکاریں گے (سوره اعراف : 50).

6- بوڑھا کرنے والا:

قیامت وه دن ھے جس میں بچے اور نوجوان بوڑھے ھوجائیں گے، اس کی وجه شاید اس دن کی طوالت اور رونما ھونے والے واقعات ھیں۔ (سوره مزمل آیت 17).

رازوں کا افشاء ھوجانا

قیامت کے دن انسانوں کے تمام راز اور اعمال کھل جائیں گے، اور مؤمن وبدکار اپنے چھروں سے پھچانے جائیں گے، اور انسانوں کے اعمال نامے کھل جائیں گے، ایک ایسا اعمال نامه جس میں تمام اعمال درج ھوں گے، اور ھرشخص اپنے کیے ھوئے ھر اچھے اور بُرے عمل کو دیکھے گا، (سوره طارق آیت "9" اور سوره تکویر آیت "10")۔

فرشتوں پر ایمان لانا واجب :

اسلام کے اصول پنجگانه میں سے ایک فرشتوں پر ایمان لاناھے، کچھ فرشتےوه ھیں جن کے نام رب تعالی نے ھمیں بتائے ہیں، جیسے: جبرائیل، میکائیل، اور مالک جو جھنم کا نگران ھے، "

ونادَوا یامالكُ لِيَقضِ علينا ربُّك " (سورة الزخرف : 77).

جھنمی لوگ مالک جوجھنم کا نگران ہے کو پکار کر کھیں گے: " اے مالک ! اپنے پروردگار سے کھدے که ھمیں موت دیدے تاکه ھم مرجائیں اور سکون حاصل کریں"۔

تومسلمانوں پر لازم ھے که اِن فرشتوں پر ایمان لائیں، چاھے وه فرشتے ھوں جن کے نام ذکر ھوئے، یا وه جن کے نام ذکر نھیں ھوئے، اور ان کے ان عمل اور ذمه داریوں پربھی جن کو یه فرشتے الله کے حکم کے مطابق

(c) ketabton.com: The Digital Library

انجام دیتے ھیں، اور ایسے فرشتے بھی ھیں آسمان میں جو اپنے رب کی عبادت، رکوع اور سجود میں مصروف ھیں، اور آسمان میں کوئی ایسی جگه نھیں ھے مگر وھاں پر کوئی نه کوئی فرشته رکوع اور سجدے کی حالت میں ہے، اور ایسے فرشتے بھی ھیں جن کے بارے میں رب کے علاوه کسی کو کوئی علم نھیں ھے ۔

هم اجمالی طور پر ان فرشتوں پر ایمان لاتے ھیں جن کے ناموں کا ذکر نھیں کیا گیا، اور ان فرشتوں پر جن کے نام ذکر کیےگئے ھیں تفصیل کے ساتھ، اور ان سے محبت کرتے ھیں، اور یه وہ فرشتے ھیں جو بنی آدم کو نیکی اور خیر کی نصحیت کرتے ھیں، اور نیکی کام حکم کرتے ھیں، اور ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ھیں، جیساکه رب تعالٰی فرماتا ھے : "اَلَّذِیۡنَ یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهٗ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَیُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۟ۚ"

ترجمه:"عرش الهی کے حامل فرشتے، اور وہ جو عرش کے گرد وپیش حاضر رهتےھیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کررھے ھیں، اس پر ایمان رکھتے ھیں، اور ایمان لانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ھیں" ۔

انسان کی زندگی میں فرشتوں پر ایمان کی نشانی اور اثرات:

فرشتوں پر ایمان لانا انسانوں کی روز مره زندگی میں اھم کردار اور اثر رکھتاھے، کیونکه جب کوئی انسان محسوس کرتاھے کہ اس کا پیچھا کیا جارھاھے، یا اس کی نگرانی کی جارھی ھے، تو وہ اپنی زندگی میں محتاط رھے گا۔

اگر وہ جان لے که ایسے فرشتے اس پر مأمور ھیں جو دن رات اس کی نگرانی کر رھے ھیں، اس صورت میں وہ زیاده احتیاط کرے گا، جیسا که دنیاوی امور میں ایسا کرتاھے، جب انسان محسوس کرتاھے که اس کا پیچھا کیا جارھاھے، تو وہ احتیاط سےقدم اٹھا تاھے، اس لیے ھمیں فرشتوں کی نگرانی کے معاملے میں بھی محتاط رھنا چاھیئے۔

دنیا میں نگرانی اور جاسوسی کرنے والوں کو انسان کم ازکم دیکھ سکتاھے، اور خود کو ان سے چھپا بھی سکتا ہے، جبکہ فرشتوں کی نگرانی اور نظر سے خودکو پوشیده اورمخفی رکھنا یا راہِ فرار اختیار کرنا بھت ھی مشکل

(c) ketabton.com: The Digital Library

بلکہ ناممکن کام ھے، انسان ان فرشتوں کی نگرانی اور نظروں سے بھاگ نهیں سکتا، فرشتے انسان کا هرجگه پیچها کرتے هیں، اور همیشه اس کے ساتھ رهتے هیں، رب تعالٰی نے ان کو یه قدرت وصلاحیت دی هے که جهاں رب تعالٰی ان کو پهنچنے کا حکم فرمائے یه وہاں پہنچ جاتے ہیں، اس لیے رب تعالٰی فرماتا هے: وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَٰفِظِينَ ۝١٠ كِرَامًا كَٰتِبِينَ ۝١١ (سورة الانفطار).

خدانے یه اس لیے کها تا که هم اپنا خیال رکھیں اور اپنے اعمال کی پابندی کریں۔

فرشتوں پر ایمان کا نتیجہ یہ ہوگا که انسان اپنے بُرے قول وفعل میں محتاط رهے گا، تا که اس کے خلاف کچھ نه لکها جائے، نهیں تو قیامت کے دن اسے عذاب دیا جائیگا۔

فرشتوں کے اعمال اور شیطان کے اعمال میں کیا فرق هے ؟

1 - فرشتے رب تعالی کی تسبیح، تقدیس اور شکر ادا کرتے هیں، اور زمین والوں کے لیے طلب استغفار کرتے هیں، اور وه بنی آدم کےلیے خدا تعالی کی سب سے زیاده خیرخواه مخلوقات میں سے هیں، جبکہ شیاطین بنی آدم کے لیے سب سے زیاده خیانت کرنے والی مخلوقات میں سے هیں، اس لیے که شیاطین نے بنی آدم کو گمراه کرنے اور دھوکه دینے کے لیے جس قدر وه کرسکتے هیں عهد کر رکھاھے، تا که بنی آدم کو هلاکت میں ڈال دے۔

2 - فرشتے نیکی اور اچھائی کی طرف بلاتے هیں، اور شیاطین بُرائی اور فساد کا حکم دیتے هیں، چنانچه رب تعالٰی فرماتاهے: "وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝٣٦" ترجمه: "اور جوشخص رحمن کے ذکر سے غفلت برتتاھے، هم اس پرایک شیطان مسلط کردیتےهیں اور وه اس کا رفیق بن جاتاھے".

پهر جولوگ قرآن سے منه موڑتے هیں اور اسے پیٹھ پیچھے ڈالتے هیں، الله سبحانه وتعالی ان کو عذاب میں مبتلاکرتا هے، اس طرح که ایک شیطان کو اس پر مقرر اور مسلّط کرکے اس کا ساتھی بنادیتا هے، تاکه همیشه اس کے ساتھ رهے، اسی طرح رب تعالی فرماتا هے: "وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ۝٣٧ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَٰلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ

(c) ketabton.com: The Digital Library

الْقَرِينُ۝٣٨" ترجمه: "یه شیاطین ان لوگوں کو راه راست پر آنے سے روکتے هیں، جبکہ وه اپنی جگه سمجھتے هیں که هم ٹھیک جارهے هیں " ۝٣٧ "
آخرکار جب یه شخص همارے هاں پهنچے گا تو اپنے شیطان سے کهے گا کاش میرے اور تیرے درمیاں مشرق ومغرب جتنی دوری هوتی تو بدترین ساتھی هے ۝٣٨".

الله تعالی کی یاد کے سوا کوئی چیز انسان کو شیطان سے دور نهیں رکھ سکتی۔

3 - یه که خدا کا ذکر شیطان کو اس سے دور کردیتاهے اور فرشتے اس کے قریب هوتے هیں، اسی وجه سے شیطان کو " الوسواس الخنّاس" کهاجاتاهے، اورجب بهی انسان ذکر خداوندی کو ترک کردیتاهے تو شیطان اس کی طرف آتا هے، اور جب خداکی یاد میں مشغول هو تو فرشتے اسے گھیرلیتے هیں ۔

جیسا که حدیث مبارکه میں هے که: (ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یتلون کتاب الله ویتدارسونه بینهم إلاَّ نزلت علیهم السکینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملائكة وذکرهم الله فیمن عنده).(مسلم).

ترجمه: " جب بهی لوگوں کا ایک گروه خدا کے گھروں میں سے کسی ایک مسجد میں اکھٹا هوجاتا هے، تاکه خدا کی کتاب قرآن مجید پڑھ لیں اور اس کے اسباق ایک دوسرے کو سکھائیں تو ان کے دلوں پر سکون نازل هوتاهے، اور خدا کی محبت اور رحمت ان کا احاطه کرتی ہے اور فرشتے ان کو گھیرلیتے ہیں، اور خدا انهیں اپنے ساتھ والوں کے سامنے یاد کرتاہے ۔

علماء کرام کی ایک بڑی تعداد نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے استنباط کرتے هوئے فرشتوں میں سے کسی ایک کے مذاق اڑانے یا استهزا کرنے کو کفری عمل قرار دیاهے ۔

ملائک کا مذاق اڑانا:

جیساکه هم کهتے آئے هیں: فرشتوں پرایمان لانا اور ان کی تعظیم واحترام کرنا ایمان کے ارکان میں سے هے؛ لهذا فرشتوں کا مذاق اڑانا یا تمسخرکرنا

(c) ketabton.com: The Digital Library

شریعت کی رو سے ناجائز ھے، اور جو شخص ایسا کرے وہ کفری عمل کا مرتکب ھوتاھے، اور وہ کافر ھوجاتاھے .

ان کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ ایسا کام کرتے ھیں تو یہ عمل ایک شخص کے اسلام سے خارج ھونے کی وجہ اور مرتد ھونے کا سبب بنتاھے .

سورہ توبہ کی آیت (65 اور 66) سے علماء نے استنباط کیا ہے: وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾ "
ترجمه: اگرتم ان سے (اس بارے میں) دریافت کرو توکھیں گے کہ ھم تو یوں ھی بات چیت اور دل لگی کرتے تھے، کھو کیا تم خدا اور اسکی آیتوں اور اس کے رسول صلی الله علیه وسلم سے ھنسی کرتے تھے؟ (65) بھانے مت بناؤ، تم ایمان لانے کے بعدکافر ھوچکے ھو، اگر ھم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کردیں تو دوسری جماعت کو سزابھی دینگے، کیونکه وہ گناہ کرتے رھے ھیں (66)

جلیل القدر عالم ابن حزم فرماتے ھیں:

نصّ شرعی سے یہ بات ثابت ھے کہ جو شخص خداتعالی کو یا کسی فرشتے یا انبیاء علیھم السلام یا قرآن کریم کی کسی آیت کو یا دینی فرائض میں سے کسی ایک فریضه کا مذاق اڑائے یا تمسخرکرے، اگر اس پر حجت تمام ھوچکی ھے تو وہ کافرھے، کیونکه یہ سارے الله تعالی کی آیات اور اس کی طرف سے وحی ھے، (الفصل فی الملل والاھواء والنحل: 143/3).

پھر کھا: جوکوئی خدا کو گالی دے یا مذاق اڑائے یا کسی فرشتے کا مذاق اڑائے یا استهزا کرے، یا انبیاء علیھم السلام میں سے کسی کو گالی دے یا مذاق اڑائے، یا قرآن کریم کی کسی بھی آیت کا مذاق اڑائے یا گالی دے، وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے کافر اور مرتد ھوجائیگا، اور اس پر مرتد کا حکم جاری ھوگا، الله کی شریعت اور قرآن کریم سب خداکی آیات ہیں۔(المحلی : 11 / 413).

ابن نجیم حنفی کھتے ھیں کہ: فرشتوں میں سے کسی ایک پر اعتراض کرنے یا اسے ھلکا سمجھنے سے انسان کافر ھوجاتاھے، (البحرائق : 5/ 131)

(c) ketabton.com: The Digital Library

حتی کہ بعض علماء نے لکھاھے که : آدمی ایسے هر لفظ سے کافر هوجا تاھے، جس سے استهزاء اور تمسخر محسوس هوتاهو، جیسا که ابن نجیم نے کهاھے: اگر کوئی دوسرے سے کہے: میرا دیکھنا تیری طرف ملک الموت کے دیکھنے کی طرح هے، بعض اهل علم نے اکثریت کے برخلاف کهاھے که اس طرح کهنے سے بهی کافر هوجاتاھے ۔

وہ جگہیں جهاں فرشتے جاتے هیں:

ایسے فرشتے هیں جو دنیا میں گهومتے اور سفرکرتے هیں، اور ذکر ا ور درس کے حلقے اور مجالس تلاش کرتے هیں، اگرکسی ایسے حلقے کودیکهیں جس میں ذکر اور درس هورهاهو تو کهتے هیں که آؤ همیں اپنی ضرورت مل گئ، ذکر کے حلقات بهت سارے هیں مثال کے طور پر:

1 - تلاوت قرآن، پس جس نے قرآن کی تلاوت کی اس نے خدا کا ذکر پورا کیا۔
2 - جس نے نماز پڑھی اس نے خدا کا ذکر کیا ۔
3 - جس نے الله تعالی کی تسبیح،تهلیل،تکبیر، استغفار اور شکر ادا کیا اس نے خدا کا ذکر کیا، اس صورت میں فرشتے ان کے ارد گِرد جمع هوجاتے هیں جبکہ شیاطین ان سے دور هوجاتے هیں ۔
4 - جس نے علمی کتابوں کا مطالعه کیا اور اس کے لیے مجالس تشکیل دیئے تاکه علم سیکهیں تو اس نے الله تعالی کا ذکر کیا، فرشتے اس کے چاروں طرف جمع هوجاتے هیں۔

وہ جگہیں جهاں شیاطین جاتے هیں:

1 - جو اپنا وقت بے مقصد ضائع کرتے هیں، جیسا که:موسیقی، گیت اور فحاشی، ڈانس اور گانے وغیره کی محفل، شیاطین ان کے ارد گِرد جمع هوجاتے هیں جبکہ فرشتے ان سے دور هوجاتے هیں ۔
2 - جو جاندار اشیاء کی تصاویر گهرمیں لٹکاتے هیں، فرشتے اس گهرمیں داخل نهیں هوتے، جیساکه حدیث میں آیا هے: "إنَّ الملائكة لا تدخل بيتاً فيه كلب ولا صورة" (متفق علیه). ترجمه: "جس گهرمیں کُتّا اور تصویر هو اس گهرمیں فرشتے داخل نهیں هوتے" رحمت والے فرشتے اس گهرمیں داخل نهیں هوں گے جس میں تصویر هو۔

بنی نوع انسان کے ساتھ شیطان کی دشمنی کی تاریخ

(c) ketabton.com: The Digital Library

قرآن کے فرمان کے مطابق شیطان انسان کے ساتھ ایک طویل تاریخ رکھتاھے، جیساکه قرآن عظیم اس سلسلے میں کهتاھے: "اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝" (سوره فاطر آیت 6) ترجمه: "شیطان تمهارا دشمن ہے تم بهی اسے دشمن ہی سمجھو - وہ اپنے (پیرووں کے) گروہ کو بلاتا ہے تاکه وہ دوزخ والوں میں ہوں"-

هم نے کها که شیطان کی انسان سے دشمنی کی تاریخ طویل هے، یه شیطان هی تها جس نے اپنی مکاری اورچالاکی سے آدم اور حوا کو ورغلاکر جنت سےنکالا:" كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ" (سوره اعراف: 27) تمام لوگوں کے سامنے یه اعلان کردیاجائے که شیطان ایک خطرناک دشمن ہے اور ایسی جگه هے که اسے دیکها نهیں جاسکتا، جبکه وہ تمهیں دیکهتاهے: "اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۝" اسلامی روایات میں واضح طور پر کهاگیاهے که شیطان ایسا دشمن هے جس نے قسم کهائی تهی، "فَبعزَّتك " اور وہ هرطرف سے حمله کرتاهے: "مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ" (سوره اعراف :17)

لوگوں کو منحرف کرنے کے لیے اس کا ذریعه غربت کا وعدہ اور فحشاء پر اکساناهے : "اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۝" (سوره بقر : 268) وہ لوگوں کو جهنمی بنانے کے علاوہ کسی بات پر راضی نهیں هوتا : "اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝".

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جزء – (30)

سوره المطففين

يه سوره مكه ميں نازل هوئى هے اسكى "36" آيتيں هيں

وجه تسميه: اس سورت كو اللهٰ تعالٰی كے فرمان "وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ " سے شروع ہونے کی وجہ سے مطففین کہا گیا،مطففین وہ لوگ ہیں جو ناپ تول میں دھوکہ کرتے ہیں خریدار کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

سوره المطففين كا سوره الانفطار كے ساتھ ربط و مناسبت:

الف- سوره انفطار كى سب سے آخرى آيت " ١٩ " قيامت كے بارے ميں ہے، اور سوره مطففين بھی آغاز میں مہنگے دام بیچنے والوں کو تنبیہ کرتا ہے، جو لوگوں کا مال کم قیمت پر خریدتے ہیں اور اپنا مال مہنگے داموں بیچتے ہیں۔

ب - دونوں سورتیں قیامت کے دن کی حالت پر بحث کرتی ہیں۔

ج- سوره انفطار کہتی ہے: وَاِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ۙ۱۰ کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ ۙ۱۱ اورسوره مطففین کہتی ہے : کِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ؕ۹

د- دو نوں سورتوں میں لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیاہے :

1 - نیک لوگ
2 - برےلوگ

سورة المطففين كى آيات،كلمات اور حروف كى تعداد:

اس سورت کا نام المطففین (چھپ چھپا کر کمی کرنے والے) ہے، جو کہ اس سورت کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے، اس سورت میں ایک (1) رکوع، سات سو اسّی (780) حروف، اور ایک سو انہتر الفاظ(169)، چھتیس آیتیں (36) اور ایک سو اٹھاون (158) نقطے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

(یه بات ذکر کرنا لازم هے که علماء کے اقوال سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں مختلف هیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے سوره "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں).

مفسرین کے درمیان "مطففین" کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔

اکثر مفسرین کے نزدیک راجح قول یهی هے که یه سوره مدنی هے۔

(وَيلٌ لِلْمُطففين) خرید و فروخت میں خیانت کرنا ان بری خصلتوں میں سے ہے جس کے مرتکب کو رب نےسرزنش کی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اسے نہ چھوڑے تو اس کا انجام دردناک عذاب ہوگا اور کہا کہ یہ بہت ہی بری عادت ہے۔

پروردگار نے اپنے رسول کواس کام کے مرتکبین کی طرف بھیجا تاکہ ان کو ایمان کی دعوت دے، اور اس بری عادت سے ان کو روکے، اسی طرح ان کو تنبیہ کرےکہ عدم ترک ان کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔

قرآن عظیم کہتا ہے:

1 - خرابی ہے گھٹانے والوں کے لیے۔
2 - وہ لوگ کہ جب ماپ کرلیں لوگوں سے تو پورا بھر لیں۔
3 - اور جب ماپ کر یا تول کر ان کو دیں تو گھٹا دیں۔
4 - کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ کہ (ان کو اٹھنا ہے) وہ اٹھائے جائیں گے۔
5 - اس بڑے دن میں۔
6 - جس دن کھڑے رہیں گے لوگ راہ دیکھتے جہاں کے مالک کی۔

سبب نزول:

اس سورت کے سبب نزول کے بارے میں نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں : (لما قدم النبی صلی الله علیه وسلم المدینة كانوا من أخبث الناس كيلاً. فأنزل الله تعالى: (ويل للمطفِّفين) فحسنوا الكيل بعد ذلك).

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس وقت مدینہ کے لوگ ناپ تول کے اعتبار سے سب سے زیادہ برے تھے، جب اللھ تعالیٰ نے یہ آ یت نازل فرمائی "ویلٌ للمطففین" اس کے بعد انہوں نے پیمائش میں انصاف قائم کیا، قرطبیؒ اس آ یت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ : کچھ لوگوں نے کہا، یہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

آ یات ایک آ دمی کے بارے میں نازل ہوئیں جو ابو جُہینہ کے نام سےمعروف تھا، اس کے دو پیمانے تھے، وہ ایک پیمانہ سے بیچتا اور دوسرے سےخریدتا۔

سورت کا مجموعی خلاصہ:

مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ "تطفیف "، " وزن " اور "کیل" جیسے الفاظ معنوی وزن کے لیے بھی ہیں اور اشخاص کی قدر و منزلت کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ پوری سورت میں "فجار" کی بحث میں جو موضوعات ہیں وہ ان کی برائی اور خطرناک انجام، اور "ابرار" کی بحث میں ان کی اچھائی بہترین اور خوبصورت ترین انجام کا ذکر ہے۔

اسلام کی نظر میں انسان کی عزت اور وقار پر حملہ سب سے بڑا حملہ ہے، اس لیے کہ انسان کے لیے سب سے معزز ترین سرمایہ انسان کی عزت اور شرف ہے۔

اس لحاظ سے "مطفف" وہ شخص ہے جو کسی شریف انسان کی توہین و تحقیر کرے، اور اسے

کمتر اور خود کو برتر سمجھے، فیصلہ کرتے ہوئے اس کی ذاتی اچھائی اور اس کی معاشرتی حیثیت اور مقام کو ٹھیس پہنچا کرحد سے تجاوز کرے یا پھر اس کی حیثیت و اہمیت اور قدر و قیمت کو کم ظاہر کرے، جب وہ خود کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو اپنی حیثیت اور سماجی مرتبے کی بنیاد پر اپنے لیے ان سے فیصلہ چاہتا ہے،اورحد سے زیادہ اپنی تعریف کی توقع رکھتا ہے، کہ اس کی حیثیت اور وقار کو پورا دکھائیں اور اس کی شخصیت میں کوئی عیب، نقص ا ور کمی و بیشی کی نشاندہی نہ کریں، اور اسے ہر قسم کی کمی سے پاک اور اونچا شمار کریں،یہی بد ترین اور سب سے بُرا گناہ ہے جو اس سورت میں بیان ہوا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃ المطففین

بسم الله الرحمن الرحیم

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَۙ۱ ○ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ۲ۖ ○ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَؕ۳ ○
اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓٮِٕكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَۙ۴ ○ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍۙ۵ ○ يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَؕ۶ ○ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ
الۡفُجَّارِ لَفِىۡ سِجِّيۡنٍؕ۷ ○ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا سِجِّيۡنٌؕ۸ ○ كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌؕ۹ ○ وَيۡلٌ يَّوۡمَٮِٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَۙ۱۰ ○ الَّذِيۡنَ
يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِؕ۱۱ ○ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍۙ۱۲ ○ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيۡرُ
الۡاَوَّلِيۡنَؕ۱۳ ○ كَلَّا بَلۡ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ۱۴ ○ كَلَّاۤ اِنَّهُمۡ عَنۡ رَّبِّهِمۡ يَوۡمَٮِٕذٍ
لَّمَحۡجُوۡبُوۡنَؕ۱۵ ○ ثُمَّ اِنَّهُمۡ لَصَالُوا الۡجَحِيۡمِؕ۱۶ ○ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَؕ۱۷ ○ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ
الۡاَبۡرَارِ لَفِىۡ عِلِّيِّيۡنَؕ۱۸ ○ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا عِلِّيُّوۡنَؕ۱۹ ○ كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌۙ۲۰ ○ يَّشۡهَدُهُ الۡمُقَرَّبُوۡنَؕ۲۱ ○ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ
لَفِىۡ نَعِيۡمٍۙ۲۲ ○ عَلَى الۡاَرَآٮِٕكِ يَنۡظُرُوۡنَۙ۲۳ ○ تَعۡرِفُ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِيۡمِۚ۲۴ ○ يُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِيۡقٍ
مَّخۡتُوۡمٍۙ۲۵ ○ خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ ؕ وَفِىۡ ذٰلِكَ فَلۡيَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَؕ۲۶ ○ وَمِزَاجُهٗ مِنۡ تَسۡنِيۡمٍۙ۲۷ ○ عَيۡنًا
يَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَؕ۲۸ ○ اِنَّ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا كَانُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يَضۡحَكُوۡنَ۲۹ۖ ○ وَاِذَا مَرُّوۡا بِهِمۡ
يَتَغَامَزُوۡنَ۳۰ۖ ○ وَاِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰٓى اَهۡلِهِمُ انۡقَلَبُوۡا فَكِهِيۡنَ۳۱ۖ ○ وَاِذَا رَاَوۡهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّ هٰٓؤُلَاۤءِ لَضَآلُّوۡنَۙ۳۲ ○
وَمَاۤ اُرۡسِلُوۡا عَلَيۡهِمۡ حٰفِظِيۡنَؕ۳۳ ○ فَالۡيَوۡمَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡكُفَّارِ يَضۡحَكُوۡنَۙ۳۴ ○ عَلَى الۡاَرَآٮِٕكِ ۙ ○
يَنۡظُرُوۡنَؕ۳۵ ○ هَلۡ ثُوِّبَ الۡكُفَّارُ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ۳۶ ○

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مھربان نھایت رحم والاھے
وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَۙ۱ ○	خرابی ہے گھٹانے والوں کے لیے (۱)
الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ۲ۖ ○	جو لوگوں سے ناپ کر لیں اپنے لیے تو پورا لیں (۲)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ؕ۳○	اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں (۳)
اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ۴○	کیا ان لوگوں کو یقین نہیں ہے کہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے (۴)
لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ۵○	اس بڑے دن کے واسطے (۵)
يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ۶○	جس دن کھڑے ہوں گے لوگ راہ دیکھتے جہاں کے مالک کی (۶)
كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ؕ۷○	ہر گز نہیں، بیشک اعمال نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے (۷)
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ؕ۸○	اور تم کیا جانتے ہو سجین کیا چیز ہے ؟ (۸)
كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ؕ۹○	ایک دفتر ہے لکھا ہوا (۹)
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ۱۰○	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے (۱۰)
الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ؕ۱۱○	جو جزاء اور سزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں (۱۱)
وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ۱۲○	اور اس کو جھٹلاتا وہی ہے جو حد سے گذرا ہوا گنہگار ہے (۱۲)
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ؕ۱۳○	جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں (۱۳)
كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۱۴○	ہرگز نہیں، بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں اس نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے (۱۴)
كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ؕ۱۵○	ہرگز نہیں وہ اپنے رب کے (دیدار) سے اس دن روک دئیے جائیں گے (۱۵)
ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ؕ۱۶○	پھر بلاشبہ وہ جہنم میں داخل کردئیے جائیں گے(۱۶)
ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ؕ۱۷○	پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے(۱۷)

(c) ketabton.com: The Digital Library

كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ ٱلۡأَبۡرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ١٨	ہر گز نہیں بیشک نیک لوگوں کے اعمال نامے (علیین) میں ہیں (۱۸)
وَمَآ أَدۡرَىٰكَ مَا عِلِّيُّونَ ١٩	اور تمہیں کیا معلوم علیین کیا چیز ہے (۱۹)
كِتَٰبٞ مَّرۡقُومٞ ٢٠	ایک دفتر ہے لکھا ہوا (۲۰)
يَشۡهَدُهُ ٱلۡمُقَرَّبُونَ ٢١	جس کے پاس(فرشتے)حاضر رہتے ہیں (۲۱)
إِنَّ ٱلۡأَبۡرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ٢٢	بیشک نیک لوگ یقیناً نعمتوں میں ہوں گے (۲۲)
عَلَى ٱلۡأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ٢٣	تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے (۲۳)
تَعۡرِفُ فِي وُجُوهِهِمۡ نَضۡرَةَ ٱلنَّعِيمِ ٢٤	تم ان کے چہروں سے راحت کی تازگی معلوم کرلوگے (۲۴)
يُسۡقَوۡنَ مِن رَّحِيقٖ مَّخۡتُومٍ ٢٥	ان کو خالص شراب سربمہر(خُدَّام کے ذریعے) پلائی جائے گی (۲۵)
خِتَٰمُهُۥ مِسۡكٞۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلۡيَتَنَافَسِ ٱلۡمُتَنَٰفِسُونَ ٢٦	جس کی مہر مشک کی ہوگی، تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہئیے کہ اسی میں رعبت کریں (۲۶)
وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسۡنِيمٍ ٢٧	اور اس میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوگی (۲۷)
عَيۡنٗا يَشۡرَبُ بِهَا ٱلۡمُقَرَّبُونَ ٢٨	وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خداکے) مقرب پئیں گے (۲۸)
إِنَّ ٱلَّذِينَ أَجۡرَمُواْ كَانُواْ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ يَضۡحَكُونَ ٢٩	جو مجرم تھے، وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے (۲۹)
وَإِذَا مَرُّواْ بِهِمۡ يَتَغَامَزُونَ ٣٠	اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں کے اشارے کرتے تھے (۳۰)
وَإِذَا ٱنقَلَبُوٓاْ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِمُ ٱنقَلَبُواْ فَكِهِينَ ٣١	اور جب اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے جاتے تھے(۳۱)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَإِذَا رَأَوۡهُمۡ قَالُوٓاْ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّونَ ٣٢	اور جب ان مؤمنین کو دیکھتے تو کہتے یہ لوگ یقیناًگمراہ ہیں (٣٢)
وَمَآ أُرۡسِلُواْ عَلَيۡهِمۡ حَٰفِظِينَ ٣٣	حالانکہ ان کو ان مسلمانوں پر نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا (٣٣)
فَٱلۡيَوۡمَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنَ ٱلۡكُفَّارِ يَضۡحَكُونَ ٣٤	پس آج ایمان والے ان کافروں پر ہنسیں گے (٣۴)
عَلَى ٱلۡأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ٣٥	تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے(٣۵)
هَلۡ ثُوِّبَ ٱلۡكُفَّارُ مَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ ٣٦	کیا کافروں کو اس کا بدلہ دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟(٣۶)

سورة المطففين کی تفسیر

آیات مبارکہ "1 تا 6 " ناپ تول میں کمی کرکے بیچنے والوں کی سرزنش اور تنبیہ کے بارے میں بحث کی گئی ہے :

یہ بات قابل غور ہے کہ: پہلی آیت کے متعلق ایک انصاری صحابی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ناپ تول کے لحاظ سےسب سے بُرے تھے،یہاں تک کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی کے دوپیمانے ہوتے تھے، ایک فروخت کے واسطے اور دوسرا خریدنے کے لیے، لیکن جب یہ مبارک سورت نازل ہوئی، تو پھر ہم سب سے اچھا ناپ تول کرنے والےبن گئے۔

وَيۡلٞ لِّلۡمُطَفِّفِينَ ١	خرابی ہے گھٹانے والوں کے لیے (١)

(وَيلٌ) عذاب اور ہلاکت و بربادی ہو ان لوگوں کے واسطے جو اپنا پیمانہ رکھتے ہیں جس سے اپنے لیے تول کر پورا فائدہ اٹھا تے ہیں، لیکن لوگوں کو دینے کے لیے اس سے کم والا پیمانہ اورناپ استعمال کرتے ہیں۔

"مطففین" وہ لوگ ہیں جوناپ، ماپ اور تول میں مکر اور دھوکے سے کام لیتے ہیں، وہ تاجر جو بازار پر غلبہ رکھتے تھے اور اپنے لیے خاص بٹہ، پیمانہ اور وزن رکھتے تھے اور ہر جگہ لے جاتے تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

" تطفیف" طفیف سے لیا گیا ہے یعنی "تھوڑی چیز"، اور طِف سے یعنی "کسی چیز کا کنارہ"تو پھر "تطفیف" کا معنی ہے : پیمانہ اور ترازو کے ساتھ تھوڑی سی چیز کا کم کرنا، اور "مطفف" وہ شخص ہے جو خریدار کے حق میں سے کم کرنا چاہے وہ اجناس میں سے ہو جو تولی جاتی ہے یا ناپنے والی چیز ہو۔

الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ٢	جو لوگوں سے ناپ کر لیں اپنے لیے تو پورا لیں(۲)

"يَسْتَوْفُوْنَ" بڑھا چڑھا کر اندازے سے زیادہ حاصل کرتے ہیں۔

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ٣	اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں (۳)

یعنی: جس وقت دوسروں کو کوئی چیز بیچتےہیں، تو اس کے وزن میں کمی کر دیتے ہیں، اس طرح دوسرے فریق کو نقصان پہنچا تے ہیں، لہٰذا آیت مبارکہ میں جس دھوکہ دہی اور خیانت کا ذکر کیا گیا ہے، وہ در حقیقت پیمائش اور ناپ تول یا وزن میں دھوکہ دہی ہے۔

کیونکہ اس وقت لوگ ان دونوں طریقوں کا بہت زیادہ استعمال کرتے تھے، لیکن بعض علما کہتے ہیں کہ : یہ دھوکہ اور خیانت صرف کاروباری معاملات تک محدود نہیں تھی، بلکہ لوگوں کے تمام حقوق، یہاں تک کہ عبادات میں بھی شامل تھی۔

امام قرطبی کہتے ہیں کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ: آیت میں مذکوردھوکہ اور خیانت پیمائش، ترازو اور وضو،نماز حتیٰ کہ گفتگو میں بھی ہوتی ہے، سالم بن ابی جعد سے مروی ہے کہ نماز کا بھی معیار ہے،جو اس کے حقوق پورے کرے، وہ اس کے حق میں ہے، اور جس نے کمی کی تو تم جان لو اللہ تعالیٰ نے اُس کے بارے میں ارشاد فرمایا :"وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ"بعض علما نے کہا ہے کہ : ہر وہ چیز جس کو لیتے وقت وہ شخص اپنے حق سے زیادہ لے، اور حق دار کو اس کے حق سے کم دے تو وہ خیانت اور دھوکہ میں شمار ہوگا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

قرآن کریم میں کمی کرکے بیچنے سے متعلق حکم:

(وَيلٌ لِّلمُطَفِّفِينَ) "خرابی ہو گھٹانے والوں کی" تباہی و بربادی ہو ان لوگوں کے لیے جو ناپ تول کرتے وقت لوگوں کے حق کو کم کر کے دیتے ہیں،قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں ناپ تول میں کمی کرنے کی مذمت پر واضح اور بار بار متنبہ کیا گیا ہے، اور بہت سختی سے اس عمل کی مذمت کی گئی ہے، اس سے بڑھ کر قرآن کریم نے ناپ تول میں کمی کرنے کو"مَدْيَنْ" کے شہر کے ویرانی کا سبب اور اس میں بسنے والوں کی تباہی کی وجہ بتایا ہے۔

اس موضوع کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ قرآن کی (116) سورتوں میں سے چھ (6) سورتوں میں اس کم فروشی کی مذمت کی گئی ہے۔

اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظرسورہ "مطففین" کو "کم فروشوں" سےموسوم کردیا گیا،اس سورت کو ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے نام سے موسوم کرنا بنی نوع انسان میں اس مسئلے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

جب اس مبارک سورت کا آغاز اس جملے سے ہوتا ہے،"وَيلٌ لِّلمُطَفِّفِينَ" خرابی ہو گھٹانے والوں کے لیے (لوگوں کے حقوق میں) یا دوسرے لفظوں میں ہلاکت ہو ناپ تول میں کمی کرکے بیچنے والوں کے لیے، یہ مضمون ناپ میں کمی اور حق تلفی جیسے سنگین جرم کو ظاہر کرتا ہے، یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کم فروشی کرنا عقلی اور شرعی نقطہ نظر سےحرام اور غیر اخلاقی ہے، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل کم فروشی کے نت نئےاور مختلف طریقے ایجاد ہوچکے ہیں، ان اشیاء کی کم فروشی جو وزن کی بنیاد پر فروخت کی جاتی ہیں، یہ طریقہ فروخت کی قدیم ترین اقسام میں سے ایک ہے۔

"تطفیف" کہ جس سے "مطففین" لیا گیا ہے، لغت میں "تھوڑے اور کم "کے معنی میں ہے، اور " مطفف" کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو کسی چیز میں کمی کر ے یعنی اس کی اصل مقدار سے کم کرے، اب وہ چیز ممکن ہے ان اجناس میں سےہو جسے وہ کسی دوسرے کو بیچتا ہے، یا کوئی کام ہو جسے کسی اور کے لیے انجام دیتا ہے، اور کسی چیز کی قیمت بھی ہوسکتی

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے جسے وہ ادا کرتا ہے، یا کسی کام کی اُجرت دیتا ہے، حقیقت میں تطفیف اور کمی کرنا صرف لین دین کے معاملے میں نہیں، بلکہ ہر معاملے میں ممکن ہے۔

قرآن کریم نے لفظ "مطففین"کا مطلب فصیح انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ہر قسم کے کام میں کمی اور کم فروشی اس میں شامل ہے۔

ہمارے رب عظیم سورۂ اسراء میں فرماتے ہیں : ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۳۵﴾ ترجمہ: "اور جب (کوئی چیز) ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور (جب تول کر دو تو) ترازو سیدھا رکھ کر تولا کرو یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے"۔

اس سورۂ مبارکہ میں پیمائش اورصحیح وزن کرنے کے بیان سے قبل : زِنا، قتلِ نفس، اور یتیم کے مال میں خیانت کا ذکر ہوا ہے، اور کم فروشی کا ذکر ان گناہوں کی قطارمیں ہوا ہے۔

اسی طرح سورۂ رحمان میں آیا ہے : ﴿وَالسَّمَاۗءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷﴾ ترجمہ: "اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کیا "، "﴿اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸﴾ ترجمہ: "کہ ترازو (سے تولنے)میں حد سے تجاوز نہ کرنا، ﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹﴾ ترجمہ: "اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو "۔

اس طرح سورۂ انعام میں ہے : ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ **ترجمہ:** "اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو "۔

اس سورۂ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے جن چیزوں کا اپنے بندوں کو حکم دیا کہ کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا ان کا ذکر فرمایا ہے : شرک سے بچنا ہے، والدین کے ساتھ احسان کرنا ہے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا فقر اور افلاس کے ڈر سے، ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنا، خون ناحق اور یتیم کے مال میں خیانت اور دخل اندازی سے پرہیز کرنا، اور ناپ تول کی درستی اور کم فروشی سے اجتناب کرنا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہمارے پروردگار سورۂ اعراف میں مدین شہر کے رہنے والے شعیبؑ کی قوم سے فرماتے ہیں: پیمائش اور وزن پورا اور مکمل کرکے دیا کرو، اور لوگوں کے مال میں نقصان نہ کرو، اور اصلاح شدہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ، اور یہ کام تم لوگوں کے لیے بہتر ہے اگر ایمان رکھتے ہو۔

اسی طرح سورۂ هود میں مَدْیَن کے واقعہ اور حضرت شعیبؑ کے ساتھ ان کے نامناسب سلوک اور قوم کے ہولناک انجام کا ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے شعیب ؑ کی قوم کو ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے نیست و نابود کیا، اس کے بعد شعیبؑ نے ان کو بار بار نصیحت کی، "وَيٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ۝۸۵" (هود: 85) ترجمہ :"اور اے میری قوم ! ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں خرابی کرتے نہ پھرو۔"

زین الاسلام ابوالقاسم عبدالکریم بن هوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد قشیری کہتے ہیں:

لفظ "مطفف" میں وزن اور پیمانہ کم کرنا، کپڑوں یا دیگر کسی چیز کا عیب ظاہر نہ کرنا یا چھپانا، اپنے لیے انصاف کا مطالبہ کرنا، اور دوسروں کے حق میں انصاف چھوڑ دینا، یہ سب شامل ہیں : لہٰذا وہ شخص جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے مگر اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند نہ کرے وہ عادل اور منصف نہیں ہے، اور ہر وہ شخص جو اپنے عیب کو نہیں دیکھتا اور دوسروں کے عیوب کی تلاش میں ہوتا ہے وہی "مطفف"ہے، اور وہ شخص جو اپنا حق لوگوں سے وصول کرتا ہے، اور لوگوں کو ان کا حق نہیں دیتا وہ بھی اس میں شامل ہے، لہٰذا قابل عزت آدمی وہ ہے جو لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :(خَمْسٌ بِخَمْسٍ، مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ إِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوُّهُمْ وَمَا حَكَمُوا بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللهُ إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الْفَقْرُ وَلَا ظَهَرَتْ فِيهِمُ الْفَاحِشَةُ إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الْمَوْتُ وَلَا طَفَّفُوا الْمِكْيَالَ إِلَّا مُنِعُوا النَّبَاتَ وَأُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَلَا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْمَطَرُ) (ذكر القرطبي وقال اخرجه البزار بمعناه مالك بن آنس ايضاً من حديث ابن عمر).

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی پانچ گناہوں کی سزا پانچ قسم کی ہے :

1 - جو لوگ عہدشکنی کریں، اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔
2 - جو قوم رب کے قانون کو چھوڑ کر دوسرے قانون پر عمل پیرا ہوں ان میں غربت اور افلاس عام ہوجاتا ہے۔
3 - جس قوم میں زنا اور بے حیائی عام ہوجائے تو اللہ تعالیٰ ان پر طاعون اور دوسرے امراض مسلط کردیتا ہے۔
4 - جو لوگ ناپ تول میں کمی کریں، (اللہ تعالیٰ ان کو قحط میں مبتلا کردیتا ہے)۔

جو لوگ زکٰوۃ ادا نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ان سے بارش روک دیتا ہے۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا : مال غنیمت میں چوری جس قوم میں پیدا ہوئی، اللہ نے ان کے دلوں میں دشمن کا خوف ڈال دیا، اور سود جس قوم میں پھیلا اللہ نے ان میں موت زیادہ کردی، اور جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی، اللہ نے ان سے رزق قطع کردیا، اور جس قوم نے خلاف حق فیصلے کئے ان کے اندر خونریزی پھیل گئی اور جس قوم نے عہد توڑا، اللہ نے ان پر دشمن مسلط کردیا، (رَوَاہُ مَالِكٌ مَوْقُوفاً۔ مظہری)

عبادت میں تطفیف :

مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں رکوع، سجدہ اور نماز کے دیگر ارکان ایسے ادا نہیں کررہا جیسا ان کے ادا کرنے کا حق ہے، اور بہت تیزی سے نماز مکمل کی، فرمایا : " لقدطَفَّفْتَ " یعنی : تم حقوق اللہ میں تطفیف کے مرتکب ہوئے ہو۔

امام مالکؒ عمر فاروق ؓ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ : "لِكُلِّ شيئٍ وَفَاءٌ وَ تَطْفِيْفٌ "یعنی حق کا پورا ادا کرنا یا گھٹانا ہر چیز میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ نماز میں، وضو اور طہارت میں بھی، خدا اورانسانوں کے حقوق میں بھی اور عبادت میں کوتاہی کرنے والا بھی تطفیف کا مجرم ہے، نیز جو

(c) ketabton.com: The Digital Library

بندوں کے مقررہ حقوق میں کوتاہی کرتا ہے وہ بھی "تطفیف" کے حکم میں ہوگا "تنویر الأذھان" کے مصنف: (وَاَقِيۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِيۡزَانَ۝۹) (رحمٰن: 9) کے تحت لکھتے ہیں: ایک ملازم، ایک مزدور جو جان بوجھ کر اپنے کام میں غفلت برتتا ہے وہ اس آیت کریمہ کی وعید کی زد میں آئے گا اور مطففین میں شمار ہوگا۔

موت کے بعد کی زندگی پر یقین کا فقدان :

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ۝۴ۙ	کیا ان لوگوں کو یقین نہیں ہے کہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے (۴)

ہمارے رب عظیم فرماتے ہیں : کیا وہ لوگ جو عمل تطفیف کے مرتکب ہوتے ہیں کیا یہ ان لوگوں میں سے ہیں: جن کو کوئی فکر نہیں ہے کہ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ اور اُس وقت پھر جس عمل کے مرتکب ہوئے ہیں ان سے پوچھا جائے گا اس کے متعلق، انہوں نے اس معاملے کے بارے میں غور و فکر اور تدبر نہیں کیا تاکہ اس معاملے میں یقین تک پہنچ کر وہ عمل جس کے نتائج کا خوف تھا چھوڑدیتے، پس "أَلَايَظُنُّ" ایسا سوال ہے جو سرزنش کرنے،تنقید کرنے اور ان کی حالت پر تعجب کرنے کے لیے ہے،یہاں ظن سے یقین مراد لیا گیا ہے، تاکہ اس بات پر اشارہ ہو کہ اگرکسی کو قیامت برپا ہونے کا گمان بھی ہو وہ ایسے بُرے کاموں کی جسارت نہیں کرسکتا، اور جس کو یقین ہو تو وہ یقیناً مرتکب نہیں ہوگا۔

لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍۙ۝۵	اس بڑے دن کے واسطے (۵)

عظیم دن وہ ہے جس دن قیامت ہوگی، اور اس بڑے دن میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوں گے، جن میں سے قیامت کا دن اور حساب و کتاب اور جنتیوں کا جنت میں اور دوزخیوں کا دوزخ میں جانا ہے۔

يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَؕ۝۶	جس دن کھڑے ہوں گے لوگ راہ دیکھتے جہاں کے مالک کی (۶)

یہ عظیم دن وہ ہے جس میں لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے، وہ لوگ جو روزِ جزا اور حشر و قیامت اور سوال و جواب کے دن پر ایمان نہیں رکھتے وہ سب ایک قسم کے بیمار ہیں، یہ بیماری لوگوں میں اس وقت

(c) ketabton.com: The Digital Library

سرایت کرتی ہے جب وہ موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے، اس قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو یقین نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے رو برو کھڑے ہوں گے، اور محاسبہ الٰہی کا سامنا کریں گے۔

جنت والے کون ہیں اور دوزخ والے کون ہیں :

اس کے متعلق کے کون اہل جنت ہیں اور کون اہل جہنم کہلانے کے مستحق ہیں تو : " ہم قطعی اور یقینی طور پر کسی مسلمان کے جنت یا جہنم میں ہونے کا فیصلہ نہیں کرسکتے، الا یہ کہ جن کے جنتی یا دوزخی ہونے کی گواہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دی ہو"۔

یقیناً یہ قاعدہ مومنوں اور مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے، البتہ جو کفر کی حالت میں اس دنیا سے گیا تو ہم اس کے جہنمی ہونے کا حکم اور گواہی دے دیتے ہیں،کیونکہ رب تعالیٰ نے خود وعدہ فرمایا ہے کہ کفار اور منکرین اس دن جہنم میں ہوں گے، "وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيٓ أُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ۝١٣١" (آل عمران :131) " بچو اس آ گ سے جو تیار ہوئی ہے کافروں کے واسطے "

"وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ‌ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝٨٥" (آل عمران: 85) " اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہر گز قبول

نہیں کیا جائیگا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھا نے والوں میں سے ہوگا "

عشرہ مبشرہ سے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ : أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ.(إمام أحمد، أبوداود، ترمذي3680، و ابن ماجه وغيره.)

ترجمہ: ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے، طلحہٰ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے، عبدالر حمن جنتی ہے، سعیدبن زید جنتی ہے، ابو عبیدہ بن جراح جنتی ہے (رضی الله عنهم أجمعين)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسی طرح ان مسلمانوں کے متعلق جو نیک اور تقویٰ والے ہیں اورشرک بدعات و خرافات سے دور ہیں،تو ہم یقینی طور پر ان کے جنتی ہونے کا حکم نہیں لگا سکتے، لیکن ہمیں حسن ظن اور امید ہے کہ انشاءاللہ اللہ تعالیٰ ان کو بہشت میں داخل کرے گا، جیسا کہ فرماتاہے : "وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۝ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا۝ قَالُوْا هٰذَا الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۝ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا۝ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۝ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝٢٥"(سورۂ بقرہ:25) ترجمہ:"اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے (نعمت کے)باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

جب انہیں ان میں سے کسی قسم کا پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دئے جائینگے، اور وہاں ان کے لئے پاک بیویاں ہونگی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے"۔

وہ مسلمان جو نافرمان اور گنہگار ہیں بشرطیکہ موحد ہوں، یقینی طور پر ہم ان کے جنتی یا جہنمی

ہونے کا حکم جاری نہیں کرسکتے، بلکہ کہیں گے : اگر اللہ نے چاہا تو ان کو بخش دے گا، اور جنت میں لے جائے گا اور اگر خدا نے چاہا تو ان کے گناہوں کے مقدار کے مطابق انہیں سزا دے گا پھر جہنم سے باہر نکال لے گا، اور بالآخر کوئی مؤمن موحد دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا،

جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں: (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۝ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا۝٤٨)(سورۂ نساء:48) ترجمہ: "خدا نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کردے، اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا "۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :(يخرج من النار من كان في قلبه مثقال ذرة من إيمان) (بخاري (7510)، مسلم (193)ترجمہ: "جہنم سے وہ آدمی نکل آئے گا جس کے دل میں زرہ برابر ایمان ہوگا "

یہ وہی صحیح عقیدہ ہے جو کتاب و سنت کے مجموعے سے مستنبط ہوتا ہے، اگر کوئی مسلمان آدمی فوت ہوجائے اور چند لوگ اس کی تعریف و خوبیاں بیان کریں اور حقیقت میں بھی وہ نیک اور صالح آدمی ہو، تو اس صورت میں بھی ہم یقینی اور قطع طور پر اس کے جنتی ہونے کا حکم جاری نہیں کرسکتے، لیکن امید اور حسن ظن رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ خدا اسےاپنی جنت میں داخل کرے گا، البتہ بعض علماء نے کہا ہے کہ : بعض لوگ جن کے متعلق مؤ منوں نے خیر کی گواہی دی ہے، ان کے لیے جنت کی گواہی دی جاسکتی ہے۔

امام ابی العزالحنفی رحمہ اللہ "شرح عقیدہ طحاویہ" میں لکھتے ہیں کہ :سلف صالحین کے نزدیک جنتی ہونے کی گواہی پر تین اقوال ہیں :

اوّل: پیغمبروں کے علاوہ کسی کے لیے بھی جنت کی گواہی نہیں دی جاسکتی، یہ قول محمد بن حنفیہ اور اوزاعی سے نقل کیاگیا ہے۔

دوم: یہ ہے کہ ہر وہ مومن جس کے بارے میں نص وارد ہوئی ہو اس کے جنتی ہونے کی گواہی دی جاسکتی ہے، یہ قول اکثر علماء اور محدثین کا ہے۔

سوم: وہ افراد جن کے حق میں مومنوں اور مسلمانوں نے نیک عمل ہونے کی گواہی دی ہوان کے لیے جنت کی گواہی دی جاسکتی ہے۔

جس طرح "صحیحین "میں انس ؓ سے روایت ہے :

مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم :"وَجَبَتْ". ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ :"وَجَبَتْ". فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضى الله عنه: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الأَرْضِ. (بخاري:1367)

ترجمہ: "لوگ ایک جنازے پر سے گزرے تو لوگوں نے اس کی تعریف کی (کیا اچھا آدمی تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا : واجب

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہوگئی، پھر ایک جنازے پر سے گزرے تو لوگوں نے اس کی برائی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : واجب ہوگئی حضرت عمر ؓ نے پوچھا کیا چیز واجب ہوگئی ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : پہلے شخص کی تم لوگوں نے تعریف کی تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی، اور دوسرے کی تم لوگوں نے بُرائی بیان کی تو اس کے لیے دوذخ واجب ہوگئی، تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو"۔

اسی طرح عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ، أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ". فَقُلْنَا: وَثَلاَثَةٌ؟ قَالَ: "وَثَلاَثَةٌ". فَقُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: "وَاثْنَانِ". ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ. (بخاري:1368)

ترجمہ: "جس مسلمان کے متعلق چار آدمی بھلائی کی گواہی دے دیں، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا "، ہم نے عرض کی : اور تین لوگ (جس کے حق میں گواہی دیں) تو ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " اور تین آدمی بھی" ہم نے عرض کی : اور دو لوگ گواہی دیں تو ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اور دو لوگ بھی " پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے بارے میں نہیں پوچھا۔

محترم قارئین :

آیات مبارکہ "7 تا 17" میں کافروں کے اعمال نامے اور بد کاروں کے حالات کے بارے میں بحث کی گئی ہے :

كَلَّآ إِنَّ كِتَـٰبَ ٱلْفُجَّارِ لَفِى سِجِّينٍ ۝	ہر گز نہیں، بیشک اعمال نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے (۷)

"کلاَّ"ہر گز نہیں، معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا کم تولنے والے سوچتے ہیں، "کلاَّ" اس انتظار اور توقع کا جواب ہے جو پوری نہیں ہوئی۔

"فُجَّار"کفار، منافقین، فاسقین، "سِجِّین" تنگ جگہ، ایک خاص مقام ہے جہنم میں۔

ابن کثیر ؒ کہتے ہیں کہ : "سِجِّین"لفظ سجنٌ سے ہے جس کا معنی "تنگی "(قید خانہ)ہے، کافروں کے جانے کی جگہ اسفل سافلین ہے، خدا تعالیٰ فرماتے ہیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہ ان کے اعمال نامے کو حتمی شکل دے کر سر بہ مہر کردیا گیا ہے، کوئی بھی اس میں مداخلت اور تبدیلی نہیں کرسکتا، اس میں نہ کچھ زیادہ کیاجاسکتا ہے اور نہ کم، (مختصر:614/3)

"سِجّین"ایک خاص کتاب یا بد کاروں اور گنہگاروں کے اعمال نامے کا مجموعی دفتر اور رجسٹر ہے،"سِجِّینٌ" مبالغہ کا صیغہ ہے،"سجنّ" قید خانہ کے معنی میں ہے، لہذا"سِجِّینٌ" بہت تنگ اور سخت قید خانہ(فرہنگ لغات ڈاکٹر قریب) اس نام سے اس کی تعبیر اس وجہ سے ہوسکتی ہے کہ اس دیوان کے مندرجات اس کے مالکان کو جہنم میں قید کرنے کا سبب بنیں گے، گویا کہ اس کا اصل "سِنْجُون" ہے اتیوپی اور قدیم حبشی زبان میں مٹی اور کیچڑ کو کہتے ہیں، اس صورت میں اس کا معنی تنزل اور پستی کا بھی ہے (جزء عمَّ شیخ محمد عبدہ)۔

"موت کے بعد انسان کا اعمال نامہ فرشتوں کے ذریعے آسمان پر لیجا کر اس پر مہر لگائی جاتی ہے " نیک لوگوں کا اعمال نامہ علّیین پر اور بُرے اور بدکار لوگوں کا اعمال نامہ نیچے کی طرف سجّین میں ڈالا جاتا ہے، جس کا اعمال نامہ سجّین میں درج کیا گیا ہو، اس کو معلوم ہونا چاہئیے کہ اس کے لیے سختیوں اور مصائب کا طویل قید خانہ زمین کے ساتویں طبقے میں نیچے واقع ہے۔

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سِجِّيۡنٌؕ‏ ﴿۸﴾	اور تم کیا جانتے ہو سجین کیا چیز ہے ؟ (۸)

یعنی تم اس چیز کا تصور بھی نہیں کرسکتے کہ سجین کیسا ہے۔

كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌؕ‏ ﴿۹﴾	ایک دفتر ہے لکھا ہوا (۹)

یہاں کتاب سے مراد علّیین ہے، " علّیین" ایسی کتاب ہےجس میں جنتیوں کے نام لکھے ہوئے ہیں، یا ایسی کتاب ہے جس میں نشان لگے ہوئے ہیں، اسی طرح علّیین جنت اور اس کے بلندیوں کا نام بھی ہے۔

"مَّرۡقُوۡمٌ"

1 - اس میں کمی بیشی نہیں ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - یہ واضح اور مخصوص ہے۔
3 - کفار کے اعمال نامے والی کتاب اس میں خاص علامت ہے اور ان کے نام اس میں لکھے ہوئے ہیں۔
4 - مہر شدہ ہے، مرنے کے بعد مہر جو تالے کی طرح ہے انسان کے اعمال نامے پر لگادی جائے گی۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَۙ۝۱۰	اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے (۱۰)

وادی ویل میں قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لیے خاص ہولناک عذاب ہے، جو اللہ تعالیٰ کو، اور اللہ کے دیدار کو، اور اللہ کی آیات اور حساب و کتاب کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔

"مُكَذِّبِيۡنَ" وہ لوگ ہیں جن کو دین کی دعوت دی گئی لیکن انہوں نے قبول نہیں کی، یعنی عذاب اور ہلاکت ان کے لیے جن پر حجت مکمل ہوئی ہے، اور جس دین کی پہچان کرائی گئی ہے اورانہیں دعوت دی گئی، لیکن اسے انہوں نے قبول نہیں کیا اور دین کو جھٹلایا۔

الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِؕ۝۱۱	جو جزاء اور سزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں (۱۱)

اور مرنے کے بعد جی اٹھنے سے انکار کرتے ہیں یعنی جنت اور دوزخ اور (اللہ کے حضور) خدا ئے جبّار کے حضور کھڑے ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔

"بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ" قیامت کا دن جو جزاء و سزا کا دن ہے۔

وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍۙ۝۱۲	اور اس کو جھٹلاتا وہی ہے جو حد سے گذرا ہوا گنہگار ہے (۱۲)

"مُعۡتَدٍ"وہ متجاوز جو شرعی اور عقلی قانون کی حدود سے نکلنے والا ہے۔

"اَثِيۡمٍ" بہت زیادہ گنہگار،یعنی : سوائے اس ظالم و بدکار کے جو حد سے زیادہ گناہ میں ڈوبا ہوا ہو اور گناہ کے ذرائع کو اختیار کرتا ہو، کوئی دوسرا قیامت کے دن کا انکار نہیں کرتا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایسے افراد و اشخاص قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں جن کی دو خصوصیت ہوں :

1 - معتد یعنی : حد سے تجاوز کرنے والا ہو، کیونکہ آخرت پر ایمان انسان کو حدود کے اندر رہنے پر آمادہ کرتا ہے حد سے تجاوز نہیں کرنے دیتا۔

معتد: وہ آدمی جو حدود اور قیود کو توڑ دیتا ہے، اس بنا پر وہ خود بھی نقصان اٹھاتا ہے اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے، وہ لوگ جو حد کے اندر صحیح ماحول میں رہنا نہیں چاہتے وہ دوسروں کی زندگی کو بھی خطرے میں ڈال دیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

2 - دوسرے وہ لوگ جو ایسے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں کہ وہ ثواب و انعام تک پہنچنے کا شوق ہی نہیں رکھتے، اور ان کے یہ گناہ ان کو ثواب اور نیکی اور خیر کی طرف جانے سے روکے رکھتے ہیں۔

اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣	جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے افسانے ہیں (١٣)

"اَسَاطِيْرُ" جمع "اسطورة" یہ افسانے کے معنی میں ہے جس کا خوبصورت اور دلکش معنی ہو،لیکن اس کی کوئی حقیقت نہ ہو، صرف کہانی سنانے والوں کے ذہن کی اختراع ہو، "اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ" یعنی : یہ کہ پہلوں نے افسانے گھڑے ہیں اور(نعوذباللہ) پیغمبر انہیں دہراتے ہیں، آج کے انسانی معاشرے میں ایسے نام نہاد دانشور موجود ہیں جو قرآن کو پہلو ں کے افسانے سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن آج کے معاشرے کے لیے فائدہ مند نہیں ہے، اور یہ قرآن آج کے ماڈرن معاشرے کے مسائل کو حل نہیں کرسکتا،چنانچہ پوری وضاحت کے ساتھ کہنا چاہئیے: جو لوگ قرآن کریم کو افسانے اور کہانیاں کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں،

واضح رہے کہ :وحی الٰہی جو آسمان سے آتی ہے اس کو افسانہ کہنا کفر پر باقی رہنے کا راستہ ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝١٤	ہرگز نہیں، بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں اس نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے (۱۴)

"رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ "(ان کے دلوں پر زنگ پڑگیا ہے جو حق قبول کرنے سے مانع ہے)

مفسّرین لفظ "رَانَ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں : رَانَ کا مطلب ہے کہ گناہ پر گناہ جمع ہوتا رہے یہاں تک کہ دل سیاہ ہوجائے اور راہ راست نہ دیکھے۔

ایسا نہیں ہے جیسے کہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ قرآن پہلو ں کے افسانے ہیں، بلکہ یہ ان کے بُرے اعمال اور گناہوں کا اثر ہے کہ جس نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کردیا ہے، ایسا زنگ ان کے دلوں پر بیٹھ گیا ہے کہ جس نے ان پر ہدایت کے راستے بند کردیے ہیں، اور ان کو حق سمجھنے اور پہچاننے سے روک رکھا ہے۔

احمد، نسائی، ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ سے ایک حدیث روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

(إن العبد إذا أذنب ذنبا نكتت فى قلبه نكتة سوداء، فإن تاب ونزع واستغفر صقل قلبه وإن عاد زادت حتى تغلف قلبه، فذلك الران الذى ذكره الله سبحانه فى القرآن)

ترجمه: بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پیدا ہوجاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرلیتا ہے، ڈر جاتا ہے اور استغفار کرلیتا ہے تو دل سے گناہ کا نکتہ مٹ جاتا ہے، لیکن اگر گناہ میں اضافہ کرتا ہے تو نکتہ بھی بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے وہ گناہ اس کے دل پر چھا جاتے ہیں، یہی ہے وہ "رَانَ"(زنگ) جس کا ذکر اللہ نے قرآن کریم میں کیا ہے، (ترمذی: 3334 و ابن ماجه: 4244. حکم شیخ البانی: حسن)

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝١٥	ہرگز نہیں وہ اپنے رب کے (دیدار) سے اس دن روک دئیے جائیں گے (۱۵)

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی : یہ لوگ جب قیامت کے دن حساب و کتاب کے لیے الله کے حضور میں لائے جائیں گے یہ لوگ پردے میں ہونگے، اور انہیں الله کے دیدار سے روکا جائے گا، ان کی نظر یں شرم سے جھک جائیں گی، وہ مومنوں کی طرح حقیقی خدا کو نہیں دیکھ سکیں، جیسا کہ وہ لوگ دنیا میں توحید اور یکتا پرستی سے رُکے ہوئے ہیں، اسی طرح رب تعالیٰ کے دیدار سے بھی روک دیے جائیں گے، اور وہ حق تعالیٰ کے کرم و بخشش سے بھی محروم کئے گئے ہیں۔

ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾	پھر بلاشبہ وہ جہنم میں داخل کردئیے جائیں گے(۱۶)

ان کے اعمال کا انجام جہنم ہے، ہرگز اس سے نہیں نکلیں گے، اس لیے وہ خدا رحمان کے دیدار سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ آگ میں ہمیشہ رہنے والے بھی ہیں، اور یقیناً جہنم میں

داخل کرنا ان کو ذلیل کرنے اور عزت سے محروم کرنے سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾	پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے (۱۷)

یعنی: اس کے بعد جہنم کے اہلکار ان کو ڈانٹ کر، ذلیل کرکے اور سرزنش کے طورپر کہیں گے : یہ وہی عذاب ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے، اب اس کو چھکو اور اس میں ہمیشہ رہو،

قارئین کرام:

بابرکت آیات " 18 تا 28 " مؤمنوں کے اعمال نامہ اور ان کے انجام کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾	ہر گز نہیں بیشک نیک لوگوں کے اعمال نامے (علیین) میں ہیں (۱۸)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"کِتٰبَ الۡاَبۡرَارِ" وہ سب جو نیک لوگوں کے اعمال نامے میں لکھا ہوا ہے، "الۡاَبۡرَارِ"برّ یا بارّ کی جمع ہے۔

1 - وہ لوگ جن کے نہ صرف ظاہر بلکہ ان کے باطن اعمال بھی پاک ہیں، ایمان دار ہیں، اور الله کے اور بندوں کے حقوق پورے کرتے ہیں۔
2 - وہ لوگ جو خیر کے کام کثرت سے انجام دیتے ہیں اور زیادہ اطاعت بھی کرتے ہیں، الله تعالیٰ کی سچی اطاعت کے ذریعے واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے بچنے میں رب تعالیٰ کے ساتھ نیک اور اچھا تعلق رکھنے والے ہیں، اس جیسے لوگوں کے اعمال نامے "علیین" میں ہیں۔

"لَفِیۡ عِلِّیِّیۡنَ" ایسے مقام پر جس کا نام علیین ہے، آسمان میں الله تعالیٰ کے عرش کےنیچے، ایسے اعمال نامے والے اعلیٰ مرتبے کی جنت میں ہوں گے۔

مفسرین علیین کے متعلق فرماتے ہیں :

1 - علیین ایک جگہ ہے سدرۃالمنتھیٰ میں،"تسہیل" میں ہے کہ : لفظ علیین مبالغہ کا معنی دیتا ہے، اور علو سے مشتق ہے، اس لیے جنت میں مقام اور مرتبہ اور درجات کی بلندی کا سبب بنے گا، یا یہ معنی ہے کہ ارفع اور اعلیٰ جگہ ہے، روایت کیا گیا ہے کہ عرش کے نیچے ایک جگہ ہے،(التسہیل۴/۱۸۵)۔
2 - "علیین" ساتویں آسمان میں ایک جگہ ہے۔
3 - "علیین" ایک جگہ ہے الله کے عرش کے نیچے۔

مرنے کے بعد انسان کے اعمال نامے کی کتاب اوپر لیجائی جاتی ہےاس پر مہر لگا کر یا بند کرکے علیین یا سجّین میں منتقل کیا جاتا ہے اعمال نامہ رکھنے کی جگہ اس بات کی دلیل ہےکہ یہی جگہ یا مقام اس شخص کا ٹھکانہ ہے۔

روحوں کی آرام گاہ اور منزل :

روحیں اپنے ٹھکانے کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں، یقیناً مؤمنوں کی روحیں ایسی جگہ ہیں جہاں کافروں کی روحیں نہیں ہوتیں، قرآن فرماتا ہے : (کَلَّاۤ اِنَّ

(c) ketabton.com: The Digital Library

كِتٰبَ الۡاَبۡرَارِ لَفِىۡ عِلِّيِّيۡنَ) ایسا نہیں ہے جیسے وہ لوگ قیامت کے بارے میں سوچتے ہیں، بلکہ نیک لوگوں کے اعمال نامے علیین میں ہیں۔

اور فرماتا ہے :(كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ الۡفُجَّارِ لَفِىۡ سِجِّيۡنٍ)(المطففین:7) ایسا نہیں ہے جیسے وہ

لوگ (قیامت کے بارے میں) سوچتے ہیں، یقیناً کفار کے اعمال نامے "سِجِّيۡنٍ" میں ہیں، ان دو آیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کفار کا ٹھکانہ اور جگہ مؤمنین کے ٹھکانہ اور آرام گاہ کے علاوہ ہے، کہا گیا ہے کہ "سجّین" زمین میں سب سے نچلے ساتویں طبقے میں ہے، اور "علیین" سب سے اوپر ساتویں آسمان میں ہے، اور کہا گیا کہ کفار کی ارواح برہوت نام کے ایک کنویں میں ہیں اور مؤمنین کی ارواح "زمزم" کے کنویں میں ہیں، یعنی یہ ارواح وہیں پر اکٹھی ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے ملتی ہیں، صحیح قول یہ ہے کہ ایمان والوں کی ارواح جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کی ارواح کے متعلق فرمایا ہے کہ : وہ سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹے میں جنت کے باغوں میں آویزاں ہونگی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شہداء کی ارواح جنت میں ہونگی، رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہداء کی ارواح زندہ ہیں :

(وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَۙ ۝١٦٩)(آل عمران : 169) **ترجمہ:**"جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا(وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے"۔

یہ گمان مت کرو کہ جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئے ہیں وہ مُردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اور اپنے پروردگار کے پاس رزق دئیے جاتے ہیں، ان کی روحوں کی ایک خاص زندگی ہے، اور ان کی روحیں دوسروں کی روحوں کی طرح الگ تھلگ نہیں ہیں، بلکہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں، جو ان قندیلوں کے گرد گھومتی ہیں جو جنت میں آویزاں ہیں، لیکن دوسرے مؤمنین کی روحیں کہتے ہیں کہ وہ مردہ ہیں اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ وہ بھی پرندوں کے پیٹ میں ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا عِلِّيُّوۡنَؕ۝۱۹	اور تمہیں کیا معلوم علیین کیا چیز ہے (۱۹)

اے محمد ! آپ کو کس نے بتایا کہ علیین کیا ہے؟ یہ سوالیہ انداز اس کے مقام اور مرتبے کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌۙ۝۲۰	ایک دفتر ہے لکھا ہوا (۲۰)

یعنی : علیین ابرار کی کتاب، جس میں جنتیوں کے نام لکھے گئے ہیں، یا ایسی کتاب جو خاص علامت والی ہے، اسی طرح علیین جنت کے نام یا اس سے اونچی جگہوں کے نام ہیں۔

"مَّرۡقُوۡمٌ"

1 - اس کی علامات واضح اور مخصوص ہے۔
2 - اس میں کوئی نقصان اور کمی بیشی نہیں ہے۔
3 - مہر لگی ہوئی اور بند کردیا گیا ہے اور اس شخص کا نام اس پر لکھا ہوا ہے۔
4 - اسے مالک کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا۔

اس کی تحریر یہ بتا رہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کتاب کے حامل کو جہنم کی آگ سے امن دے گا، اور جنت بھیج دے گا، تاکہ ان کا معاملہ صاف اور واضح ہوجائے۔

يَّشۡهَدُهُ الۡمُقَرَّبُوۡنَؕ۝۲۱	جس کے پاس(فرشتے)حاضر رہتے ہیں (۲۱)

یعنی: مقرب فرشتوں کی ایک بڑی جماعت ابرار و صالحین کے صحائف اعمال کے پاس حاضر ہوگی اور جو کچھ اس کتاب میں ہو گا اس کی گواہی دے گی، یعنی اس بات کی گواہی دے گی کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا میں اپنے قول و فعل سے اللہ کے احکام کی پیروی کی تھی، یہاں مقربین سے مراد فرشتے ہیں، اور اس کے دوسرے معنی جس سے مراد ہے عام انسان اور انبیاء جو کہ گواہ ہیں ان کی راہ کی سچائی پر۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

رب تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں :(وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾) (الزمر: 69)

ترجمہ:"اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اُٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائیگی اور پیغمبر اور (اَوْر) گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائیگی۔"

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿٢٢﴾	بیشک نیک لوگ یقیناً نعمتوں میں ہوں گے (۲۲)

یعنی؛ فرماں بردار لوگ آخرت کے گھر میں ایسی نعمتوں میں ہوں گے جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٢٣﴾	تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے (۲۳)

"ارائک " تخت اور آسمانی رنگ کے پردے ہیں، اریکہ کا اطلاق صرف تخت پر نہیں ہوتا، مگر جب تخت ایک ایسے گنبد کے نیچے واقع ہو جسے پردوں سے مزیّن کیا گیا ہو تو اس کا اطلاق ہوگا۔

دیکھ رہے ہوں گے، اس کی طرف جسے الله رب ا لعزت نے نعمتوں اور اعزاز و اکرام میں سے ان کے لیے تیار کیا ہے، یا تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ خدائے ذوالجلال کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿٢٤﴾	تم ان کے چہروں سے راحت کی تازگی معلوم کرلوگے (۲۴)

ان کو دیکھ کر سمجھ جاؤگے کہ ناز و نعمتوں والے ہیں، اس نور، خوبصورتی، سفیدی، اور سرور و تازگی جو ان کے چہروں سے عیاں ہے، اس لیے رب تعالیٰ نے ان کے چہرے، شکل اور انداز میں ایسی رونق، صفائی اور تازگی رکھی ہے کہ کوئی تعریف و توصیف کرنے والا اس کا وصف بیان ہی نہیں کرسکتا۔

"نَضْرَةَ النَّعِيْمِ" (خوشی، رونق اور تازگی)

(c) ketabton.com: The Digital Library

يُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِيۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍۙ۝۲۵	ان کو خالص شراب سربمھر(خُدَّام کے ذریعے) پلائی جائے گی (۲۵)

"يُسۡقَوۡنَ" فرشتے اسے لیکر استقبال میں کھڑے ہوکر پیش کریں گے۔

"مِنۡ رَّحِيۡقٍ" ایسی شراب جس میں نہ کوئی ملاوٹ ہوگی اور نہ کوئی ایسی چیز ہوگی جواس کو گندہ کردے۔

"مَّخۡتُوۡمٍ" وہ ہے جس کو مہر لگی ہو، کوئی اس کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا، اور صالحین خود ہی اس کی مہر توڑیں گے۔

خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ‌ ؕ۝وَفِىۡ ذٰلِكَ فَلۡيَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَؕ۝۲۶	جس کی مہر مشک کی ہوگی، تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہئیے کہ اسی میں رعبت کریں (۲۶)

"تَنَافُسِ"جھگڑا اور کشمکش کسی چیز کی ملکیت حاصل کرنے کے لیے جسے ہر کوئی اپنے لیے چاہتا ہے، اسی لیے اسے اپنانے کے واسطے دوسروں سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتا ہے، اور اس معاملے میں بخل سے کام لیتا ہے اور اسے اپنے دائرۂ اختیار میں لانا چاہتاہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ : ہر وہ مومن جو دوسرے مؤمن کو پانی کا ایک گھونٹ پلاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن رحیق مختوم سے پلائے گا، اور ہر وہ مؤمن جو دوسرے بھوکے مؤمن کو کھانا کھلائے گا، خدا جلّ جلاله اسے جنت کے پھلوں سے کھلائے گا، اور ہر وہ مؤمن جو دوسرے ننگے مؤمن کو لباس پہنائے گا، خدا جلّ جلالہ اسے جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔

وَمِزَاجُهٗ مِنۡ تَسۡنِيۡمٍۙ۝۲۷	اور اس میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوگی (۲۷)

تسنیم وہ شراب ہے جو جنتیوں پر اوپر سے برسے گی، جنت کی اعلیٰ شرابوں میں اس کا شمار ہے۔

عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَؕ۝۲۸	وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خداکے) مقرب پیئں گے (۲۸)

(c) ketabton.com: The Digital Library

رحیق، یا تسنیم وہ چشمه هے جس سے جنتی لوگ اپنی پیالوں میں ملاتے هیں، جبکه مقربین اس سے خالص پیتے هیں، پھر رحیق کی چار صفتیں هیں :

1 - ایسی شراب ہے جس پر مہر لگی ہوئی ہوگی۔
2 - اس کی مہر کستوری کی ہوگی۔
3 - یہ مقابلہ کی اور سبقت لیجانے کی جگہ ہے۔
4 - اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا : تسنیم اہل قرب کے لیے مخصوص ہے اہل قرب اس کو کسی چیز کی آمیزش کے بغیر پئیں گے اور باقی اہل جنت کے لیے اس میں آمیزش کی جائے گی۔

بابرکت آیات (29 تا 36) کافروں کے ہنسی مذاق مؤمنوں کے ساتھ اور مسلمانوں کے مقابلہ بالمثل قیامت کے دن کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝٢٩	جو مجرم تھے، وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے (۲۹)

مفسرین کرام نے اس آیت مبارکہ کے دو سبب نزول نقل کیے ہیں:

پہلی روایت کے مطابق :مجرمین سے مراد مشرکین کے بڑے، جیسے ابوجہل، ولید بن مغیرہ، اور عاص بن وائل ہیں، جوکہ عمار، صہیب، بلال اور دیگر فقراء مسلمین کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ : علی ابن ابی طالبؑ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے منافقین ان پر ہنس رہے تھے اور آنکھوں ابروؤں کے اشارے سے ان کا مذاق اڑاتے تھے، تب اپنے منافق دوستوں کے پاس جاکر کہتے؛ آج ہم نے ایک گنجے آدمی کو دیکھا، اس بات پر وہ سب ہنس پڑے اس سے پہلے کہ علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتے یہ آیت نازل ہوئی :

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝٣٠	اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں کے اشارے کرتے تھے (۳۰)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"يَتَغَامَزُونَ "آنکھ اور ابروں کے اشارے سے مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے، اور ان کا یہ کام ہنسنے سے زیادہ سخت تھا، یہاں لفظ اور فعل جمع استعمال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ ایسا کرتے تھے۔

وَإِذَا انْقَلَبُوٓا إِلَىٰٓ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ۝٣١	اور جب اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاتے تھے تو دل لگی کرتے ہوئے جاتے تھے (٣١)

جب کفار اپنی مجالس و محافل سے خوشی خوشی لوٹتے تھے اپنی اس حالت پر اور اس پرکہ مسلمانوں کو ٹھٹا کر تے اور مذاق اڑاتے تھے، یا یہ کہ وہ لوگ جب اپنے گھروں کو واپس جاتے تو ہر قسم کی ناز و نعمت جو وہ چاہتے تھے گھروں میں ان کو مل جاتی تھی، البتہ ان نعمتوں کا ان کو دینا "استدراج" تھا، کیونکہ وہ لوگ بدترین کام کرنے کے باوجود سکون محسوس کرتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ گویا خدا کی طرف سے ان کے پاس کوئی عہد آیا ہے کہ وہ لوگ خوش نصیب اور سعادت والے ہیں۔

انہوں نے اپنے بارے میں خود ہی فیصلہ کیا ہے کہ وہ ہدایت والے ہیں، اور مؤمنین گمراہ ہیں،حالانکہ وہ ایک جھوٹ تھا جو خدا کی طرف منسوب کرتے تھے، اور یہ جرأت کر کے بغیر علم کے اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے۔

وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوٓا إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّونَ ۝٣٢	اور جب ان مؤمنین کو دیکھتے تو کہتے یہ لوگ یقیناًگمراہ ہیں (٣٢)

"وَإِذَا رَأَوْهُمْ" جب مذاق اور تحقیر کرنے والے مسلمانوں کو دیکھتے "قَالُوٓا إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّونَ" تو کہتے :یہ لوگ، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب گمراہ (دقیانوسی اور پرانے زمانے کے لوگ) ہیں۔

وَمَآ أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَٰفِظِينَ ۝٣٣	حالانکہ ان کو ان مسلمانوں پر نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا)٣٣(

انہیں اللہ تعالٰی نے مسلمانوں پر پوچھ گچھ کرنے والا مقرر نہیں کیا تھا، کہ ان کے اعمال و احوال کی نگرانی کریں، بلکہ وہ اپنے اعمال کی نگرانی کے مکلف تھے، کہ اپنے کاموں اور عمل کی اصلاح کریں، پس اپنے اعمال و

(c) ketabton.com: The Digital Library

کردار کی طرف متوجہ ہونا دوسروں کی عیب جوئی میں مشغول رہنے سے ان کے لیے زیادہ بہتر تھا۔

ان کا یہ کام ضد اور ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے ہوا ہےکسی دلیل کی بنا پر نہیں، اس لیے آخرت میں ان کی سزا ان کے عمل کے جنس سے ہوگی۔

فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۳۴	پس آج ایمان والے ان کافروں پر ہنسیں گے (۳۴)

"مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ"یعنی جب مؤمنین اپنے تختوں پر بیٹھ کر کفار کے عذاب کا نظارہ کریں گے تو ان پر ہنسیں گے۔

عَلَى الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ۳۵	تختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے (۳۵)

قرطبی کہتے ہیں کہ :اہل جہنم سے کہا جائے گا کہ باہر نکلو تو ان کے لیے جہنم کے دروازے کھول دئے جائیں گے، جب وہ دیکھیں گے کہ دروازے کھول دیے گئے تو وہ نکلنے کے لیے ان دروازوں کی طرف بڑھیں گے جب کہ مؤمن پلنگوں پر بیٹھیں ہوں گے، جب وہ دروازے تک پہنچیں گے تو ان پر دروازے بند کردیے جائیں گے، تو ان پر مؤمن ہنسیں گے، مؤمنین راحت اور سکون کے ساتھ سجے ہوئے پلنگوں پر ٹیک لگائے نعمتوں میں ہوں گے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کیا ہے، اور اپنے رب کا دیدار کریں گے۔

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۳۶	کیا کافروں کو اس کا بدلہ دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟(۳۶)

یعنی: کیا ان کو ان کاموں کی سزا دے دی گئی جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے؟ مثال کے طور پر وہ لوگ مسلمانوں پر ہنستے تھے اور انہیں گمراہ کہتے تھے، چنانچہ اب قیامت کے دن ان کی گمراہی اور سرکشی کی بناء پر ان کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر مؤمن ان پر ہنسیں گے۔

کاروبار میں نبی کا طریقہ:

(c) ketabton.com: The Digital Library

سیرت نگاروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارت اور خرید و فروخت کے طریقے کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے:

1 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود خرید و فروخت کیا کرتے تھے، جیسا کہ عمر اور جابر رضی اللہ عنهما کی حدیث میں ہے، اور کبھی کبھار اصحاب کرام میں سے کسی کو وکیل مقرر فرماتے تھے۔

مثلا عروہ بن جعدالبارقی کے بارے میں کہا گیا : (أَعْطَاهُ النَّبِي صلى الله عليه وسلم دِينَارًا يَشْتَرِي بِهِ أُضْحِيَةً - أَوْ شَاةً - فَاشْتَرَى شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ، فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ، فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيهِ) ترمذي (1258) و أبو داود (3384) و ابن ماجه (2402). "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دیا تاکہ وہ ایک قربانی یا بکری خریدے، اس نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں، اور پھر ان میں سے ایک بکری ایک دینار میں فروخت کردی، اور دوسری بکری اور ایک دینار آپؐ کی خدمت میں پیش کردیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیع میں برکت کی دعا فرمائی، پس اگر وہ مٹی بھی خرید تے تو اس میں نفع کماتے "

2 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاجروں کو نیکی کرنے اور سچائی اختیار کرنے اور صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے۔

حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

(فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا) (بخاري (1973) و مسلم (1532)) ترجمہ: اگر(خریدار اور بیچنے والا) دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات صاف صاف بیان اور واضح کردی، تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے، لیکن اگر انہوں نے کوئی بات چھپائی یا جھوٹ بولا تو ان کی خرید و فروخت سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔

اسماعیل بن عبید بن رفا عہ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم سلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ کے لیے نکلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا : اے تاجروں کی جماعت : "يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ" انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

جواب دیتے ہوئے اپنی گردنیں اور نگاہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّاراً،

إِلاَّ مَنِ اتَّقَى اللَّهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ" (ترمذي (1210) و ابن ماجه (2146))

بلاشبہ قیامت والے دن تاجر لوگوں کا حشر گنہگار کی حیثیت سے ہوگا، مگر جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا، نیکیاں کرتا اور سچ بولتا رہا۔

قیس بن أبی غرزہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ إِنَّ الْبَيعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلِفُ فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ" (ترمذي (1208) وأبو داود (3326))"اے تاجروں کی جماعت ! تمہاری خرید و فروخت میں قسم اور لغو باتیں آجاتی ہیں، لہٰذا تم اس میں صدقہ کو ملا دیا کرو "۔

3 - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید و فروخت میں سخاوت، خوش اخلاقی اور نرمی کا حکم دیا ہے۔

جابر بن عبدا للہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "رَحِمَ اللَّهُ رَجُلاً سَمْحًا إِذَا بَاعَ، وَإِذَا اشْتَرَى، وَإِذَا اقْتَضَى" بخاري (1970)

"اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے گا جو خرید و فروخت اور اپنا حق مانگنے میں نرمی اختیار کرتا ہو"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ رائے کی مثالوں میں سے ایک حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں: "كُنَّا مَعَ النَّبِي صلى الله عليه وسلم فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ، فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ فَقَالَ النَّبِي صلى الله عليه وسلم لِعُمَرَ: (بِعْنِيهِ) قَالَ: هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: (بِعْنِيهِ) فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ النَّبِي صلى الله عليه وسلم: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ" (بخاري :2610) ترجمہ: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، میں عمر رضی اللہ عنہ کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر سوار تھا، اکثر وہ مجھ سے بے قابو ہوکر سب سے آگے نکل جاتا، لیکن عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹ کر پیچھے واپس

(c) ketabton.com: The Digital Library

کردیتے، وہ پھر آگے بڑھ جاتا، آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ دے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ! یہ تو آپ ہی کا ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں مجھے یہ اونٹ فروخت کردے، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول ا للہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اونٹ بیچ دیا، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : عبداللہ بن عمر اب یہ اونٹ تیرا ہوگیا، جس طرح تو چاہے اسے استعمال کر۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ :"أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَا، فَمَرَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَضَرَبَهُ، فَدَعَا لَهُ، فَسَارَ بِسَيْرٍ لَيْسَ يَسِيرُ مِثْلَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِعْنِيهِ بِوَقِيَّةٍ قُلْتُ: لاَ ثُمَّ قَالَ: بِعْنِيهِ بِوَقِيَّةٍ فَبِعْتُهُ، فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلاَنَهُ إِلَى أَهْلِي، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ، وَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَأَرْسَلَ عَلَى إِثْرِي، قَالَ: مَا كُنْتُ لآخُذَ جَمَلَكَ، فَخُذْ جَمَلَكَ ذَلِكَ فَهُوَ مَالُكَ" (بخاري (1991) ومسلم (715) ترجمہ: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا، میرا اونٹ تھک کر چلنے سے عاجز آگیا، اتنے میں رسول اللہ علیہ وسلم مجھ سے آملے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دُعا کی اور اسے تھپتھپایا، اب وہ ایسا چلا کہ اس طرح کبھی نہیں چلا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "اسے ایک اوقیہ(40درھم)میں مجھے بیچ دو، میں نے کہا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اسے مجھے بیچ دو تو میں نے ایک اوقیہ میں اسے آپ کے ہاتھ بیچ دیا اور مدینے تک اس پر سوار ہو کر جانے کی شرط لگائی، جب ہم مدینے پہنچے تو میں اونٹ لے کر آپ کے پاس آیا اور اس کی قیمت وصول کرلی، پھر میں لوٹا تو آپ نے مجھے بلا بھیجا، اور فرمایا : کیا تم سمجھتے ہو کہ میں نے کم قیمت لگائی تاکہ میں تمھارا اونٹ لے سکوں، لو اپنا اونٹ بھی لو اور درہم بھی۔"

4 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے حقوق ادا کرتے ہوئے اچھا معاملہ فرماتے تھے نیز اسکی ترغیب بھی دیتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:"كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم سِنٌّ مِنَ الإِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: (أَعْطُوهُ). فَطَلَبُوا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلاَّ سِنًّا

(c) ketabton.com: The Digital Library

فَوْقَهَا، فَقَالَ (أَعْطُوهُ)، فَقَالَ : أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللَّهُ بِكَ، قَالَ النَّبِي صلى الله عليه وسلم: إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً" (بخاري (2182) و مسلم (1601)

ترجمه: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا

اونٹ قرض تھا، وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کرنے آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اونٹ دے دو، صحابہ کرام نے تلاش کیا لیکن ایسا اونٹ نہ مل سکا جو قرض خواہ کے اونٹ کے برابر ہو البتہ ایسا اونٹ مل سکا جو قرض خواہ کے اونٹ سے اچھی عمر کا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی دے دو، اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے میرا حق پوری طرح دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اس کا بدلہ پورا دے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں بھی سب سے بہتر ہو۔

5 - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشیمان شخص کی طرف سے سودے کی منسوخی کو قبول کرنے کی تر غیب دی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"مَنْ أَقَالَ مُسْلِماً أَقَالَهُ اللَّهُ عَثْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (أبو داود (3460) و ابن ماجه (2199)

ترجمه: جو کوئی اپنے مسلمان بھائی سے فروخت کا معاملہ فسخ کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ معاف کردے گا۔

"أَقَالَهُ" یعنی درگذر کرنا، سخاوت کرنا، خریدا ہوا یا بیچا ہوا مال واپسی کی صورت میں قبول کرنا، یہ انسان کی شرافت کی دلیل ہے۔

مثال کے طور پر کسی نے کوئی سامان خریدا، مگر کسی وجہ سے اس خرید پر پشیمان ہوگیا یا اسے پسند نہ آیا یا اس نے محسوس کیا کہ دھوکہ کھایا ہے، یا اس کو اس سامان کی ضرورت نہ رہی، اور خریدا ہوا سامان واپس کردینا چاہا اور فروخت کنندہ نے سامان واپس لےلیا، تو گویا اس نے ایک مسلمان پر

(c) ketabton.com: The Digital Library

احسان کیا، اس لیے الله تعالیٰ بھی اس پر احسان کرےگا کیونکہ اس نے اس خریدار پر احسان کیا، یه اس صورت میں هے که خریدوفروخت کا معامله طے پایاهو اور خریدار کو سودا فسخ کرنے کا اختیار نه هو، ملاحظه کریں : " عون المعبود" شرح سنن ابو داود.

6 - پیغمبر صلی الله علیہ وسلم لوگوں کے مال کو حقیر اور بے وقعت نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ جابر ؓ کی حدیث ہے کہ ان کے اونٹ کے فروخت سے متعلق جو واقعہ ان کے ساتھ ہوا، کپڑے خریدتے وقت وہ بیچنے والے کے ساتھ سودا طے ہونے تک بحث کرتے تھے(یعنی بھاؤ تاؤ کرتے تھے)۔

سوید بن قیس سے روایت ہے:"جَلَبْتُ أَنَا وَمَخْرَمَةُ الْعَبْدِيُّ بَزًّا مِنْ هَجَرَ فَأَتَيْنَا بِهِ مَكَّةَ، فَجَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم يَمْشِي، فَسَاوَمَنَا بِسَرَاوِيلَ، فَبِعْنَاهُ" ترمذي (1305) و قال: حديث حسن صحيح، وأبو داود (3336) والنسائي (4592) وابن ماجه (2220)۔

ترجمه: میں اور مخرمہ عبدی ھجر کے علاقے سے کچھ کپڑے خرید کر لائے، رسول الله صلی الله علیہ وسلم ہمارے پاس سے گذرے ہم سے کچھ شلواروں کا بھاؤ طے کیا اور بحث کی اور ہم نے وہ ان کو فروخت کردیں۔

7 - پیغمبر صلی الله علیہ وسلم خرید و فروخت میں کسی چیز کو تولتے وقت ترازو کو ذرا سا جھکانے کا حکم دیتے تھے۔

سوید بن قیس سے روایت ہے کہ:(رأى) رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم رَجُلاً يَزِنُ بِالأَجْرِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم: (زِنْ وَأَرْجِحْ). ترجمه :رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو أجرت لیکر تولتا تھا، آپ صلی الله علیہ وسلم نے اس وزن کرنے والے سے مخاطب ہو کر کہا :"تولو اور کچھ جھکتا ہوا تولو "یہ حدیث سابقہ حدیث کا تسلسل ہے۔

8 - رسول الله صلی الله علیہ وسلم تنگ دستوں کو مہلت دینے اور قرض میں کمی کرنے کا حکم دیتے تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ابوالسیر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ" (مسلم :3006) ترجمہ: جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دے یا اسے قرض معاف کردے تو اللہ اسے اپنے (عرش کے)سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا۔

9 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود، بیع غرر، وبیع العینہ اور محرمات کے خرید و فروخت اور دھوکہ اور گھماؤپھراؤ سے منع فرمایا۔

"غَرَرْ" یعنی ایسا لین دین جو لا علمی یا خطرے کے ساتھ ہو۔

"بیع عینہ" اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو کوئی چیز اُدھار قیمت میں فروخت کردے، پھر قیمت لینے سے پہلے ہی خریدار سے اصل قیمت سے کم میں اسے خرید لے،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" جو ہمیں دھوکہ دے اور دغا و فریب کا ارادہ رکھتا ہے ہم میں سے نہیں ہے۔(مسلم:101)

اور ابن عمر سے روایت ہے :"إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ" (ابوداود :3445)
ترجمہ: جب تم بیع عینہ کرنے لگو گے تو گائیوں بیلوں کے دُم تھام لوگے، کھیتی باڑی میں مست و مگن رہنے لگو گے، اور جہاد کو چھوڑ دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کردے گا،جس سے تم اس وقت تک نجات و چھٹکارا نہیں پاسکو گے جب تک اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آو گے۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
جزء – (30)

سورہ الانشقاق

یه سورت مکه میں نازل ھوئی ھے اسکی پچیس "25" آیتیں ھیں

وجه تسمیه:

"انشقاق"مصدر ہے، یہ پھاڑنے کا معنی دیتا ہے،اس میں آسمان کو پھاڑنے کے بارے میں بحث کی گئی ہے، اس سورت کا نام "انشقاق" "اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ"سے لیا گیا ہے، ایک ایسا واقعہ جو بذات خود دنیا کی تباہی اور قیامت کے دن بڑے پیمانے پر خوف و ہراس کی علامت ہے۔

سورۃالانشقاق کی آیات، حروف اور الفاظ کی تعداد:

سورۂ "الانشقاق"سورۃالانفطار کے بعد نازل ہوئی ہے، اور مکی سورتوں میں سے ہے، اس کاایک(1)رکوع،پچیس(25)آیتیں،ایک سو آٹھ(108)الفاظ،چارسواڑتالیس(448)

حروف، اور دو سو نو(209) نقطے ہیں۔

واضح رہے کہ قرآن کی سورتوں میں حروف کی تعداد میں علماءکی آرا ء مختلف ہیں،(اس بحث کی تفصیل کے لیے تفسیر احمد سورہ الطور ملاحظہ کریں)۔

سورۃالانشقاق کا ربط و مناسبت ماقبل سورتوں سے:

چونکہ سورہ انشقاق مکی سورتوں میں سے ایک ہے چنانچہ دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی قیامت کے دن دل دہلا دینے والے مناظر، اور اسلامی عقیدہ کے اصولوں سے بحث کی گئی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الانشقاق کا ربط و مناسبت سوره مطففین، انفطار اور تکویر سے یہ ہے کہ : اس میں بھی قیامت کے دن کے، خوش نصیبوں اور بد نصیبوں کی حالت پر بحث کی گئی ہے۔

یادداشت:

سورۂ انشقاق کی آیات (20 اور 21)میں سجدۂ تلاوت ہے، سجدۂ تلاوت کے تفصیلی احکام کے لیے اس تفسیر میں سورۃالنجم کا مطالعہ فرمائیں۔

سورة الانشقاق کا تعارف:

یہ سورت قرآن کریم کے آخری پارے کی اکثر سورتوں کی طرح قیامت کے دن کے موضوعات سے متعلق بحث کرتی ہے، سوره کے شروع میں دنیا کے آخر میں ہولناک اور دل دہلا دینے والے واقعات اور قیامت کے آغاز کے بارے میں اشارے اور تنبیہات ہیں، اور اگلے مرحلے میں قیامت کا حال، نیکوں اور بدکاروں کے اعمال اور ان کے انجام کا بیان ہوا ہے،جبکہ تیسرے مرحلے میں ان اعمال اور عقائد کا ایک حصہ بیان ہوا ہے جو عذاب الٰہی کا سبب بنتے ہیں۔

چوتھے مرحلے میں بعض قَسَمُوں کا ذکر کرنے کے بعد دنیا اور آخرت میں انسانی زندگی کے مراحل کی طرف اشاره کیا گیا ہے، اور آخرت میں پانچویں مرحلے میں اچھے اور برے اعمال اور ان کی سزا و جزا کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

سوره کے شروع میں آسمان کے چیر پھاڑنے کا واقعہ قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی کے طور پر بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد زمین کا برابر ہونا اور جو کچھ اس کے سینے میں ہے اس کا باہر آنا، انسان کا بیدار ہونا، اور اس کا خدا کی طرف جانا اور اعمال نامے کی تقسیم کے طریقہ کار پر بحث کی گئی ہے۔

جیسا کہ ہم قرآن کریم میں پڑھتے ہیں: کہ قیامت آنے والی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، اور اللہ تعالٰی تمام لوگوں کو جو قبروں میں ہیں زندہ کرے گا(سوره حج:7)

(c) ketabton.com: The Digital Library

قرآن کریم میں ہے کہ :"اور اس دن (اعمال کا) تلنا برحق ہے تو جن لوگوں کے (عملوں کے)وزن بھاری ہونگے تو وہ نجات پانے والے ہیں"

"اور جن لوگوں کے وزن ہلکے ہونگے تو یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنےتیئں خسارے میں ڈالا اس لیے کہ ہماری آیتوں کے بارے میں بے انصافی کرتے تھے "

ہمارے پروردگار اس حساب و محاسبہ کے دن کے متعلق فرماتے ہیں :لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت)نزدیک آپہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے)منہ پھیر رہے ہیں۔ (الانبیاء)

اسی طرح اعمال نامے کی تقسیم کے متعلق فرماتے ہیں :(وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠)

ترجمہ:"اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے"(سورۂ تکویر)

قرآنی فرمان کے مطابق قیامت کے دن جب نامہ اعمال موصول ہوں گے تو لوگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے:"پہلا وہ گروہ جس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، دوسرا وہ گروہ جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔
پہلا گروہ خوش اور آسان حساب و کتاب والا اور جنت سے ان کا تعلق ہے، جبکہ دوسرا گروہ جہنمی ہوگا،(اس موضوع پر آیات" 7 تا 12 "میں بحث کی گئی ہے)
پُل صراط وہ پُل ہے جسے جہنم کے اوپر بچھایا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کے تمام بندے اسے عبور کریں گے، تاکہ جو جنتی ہیں جنت میں داخل ہوں، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں:اور تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اسے اس پر گزرنا ہوگا، یہ تمھارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔

سورۃ الانشقاق کی فضیلت:

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے فرماتے ہیں : ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ" اور "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ" کی تلاوت کے موقع پر سجدہ کرتے تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

لغوی تحقیق

لغات اور اصطلاحات کی تشریح:

"اِنْشَقَّتْ"چیرگیا، پھٹ گیا، پھاڑنا (ملاحظہ کریں:حاقہ آیت:16 اور انفطار آیت:1)

"أذنت" اس نے سنا، حکم دیا، اطاعت کی۔

"حُقَّتْ"اس کو یہی لائق ہے، اس پر لازم ہے کہ مطیع و فرمانبردار ہو۔

"مُدَّتْ" کھینچا گیا اور پھیلا یا گیا، اس کا مقصد دو چیزیں ہیں:

1 - نشیبی اور بلندیوں کا ختم ہونا، اور زمین کا چٹیل، کشادہ اور برابر ہونا۔
2 - زمین کا کشادہ اور فراخ ہونا، تاکہ پہلی اور آخری مخلوقات کے لیے گنجائش پیدا کرے۔

"ألقت" پھینک دیا، باہر پھینکا۔

"تخَلَّتْ"(خلوّ) خالی ہوا۔

"کَادِحٌ"سخت محنت کرنے والا۔

"کَدۡحاً" کام میں جدوجہد کرنا مشقت اور تکلیف کے ساتھ اتنی محنت کہ جسم اور جان میں اس کا اثر پیدا ہوجائے۔

"فَمُلٰقِيۡهِ"اپنے رب تک پہنچو گے، اور اپنی کوشش کا بدلہ پالے گا۔

ضمیر"ہِ"ربّ یا کدْحٌ کی طرف راجع ہے۔

"فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ"حساب اور عملدرآمدکیا جائےگا۔

"اِلٰٓى اَهۡلِهٖ" اپنی بیوی بچے اور اقارب کے پاس۔

"وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ"پیٹھ پیچھے، کافر اور گنہگار لوگ اپنے اعمال نامے پیٹھ پیچھے اور بائیں ہاتھ

سے وصول کریں گے،اس طرح کا عمل ان کے اس منحوس نامہ اعمال اور ناپسندیدہ مقدمے سے بیزاری کا اظہار ہے، یعنی ایک بد رونق اور تاریک مقدمہ(ملاحظہ فرمائیں:الحاقط آیت:25)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"يَدۡعُوۡ" پکارتا اور روتا ہے۔

"ثُبُوۡرًا"ہلاکت، تباہی۔

"يَصۡلٰى" داخل ہوتا ہے۔

"سَعِيۡرًا"دوذخ کی آ گ، دوذخ کی بھڑکتی اور دھکتی ہوئی آ گ،دوزخ۔

"اَهۡلِهٖ"اپنے اہل خانہ اور رشتہ دار۔

"كَانَ فِىۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا"اس سے مراد ہے خواہشات اور غفلت سے پیدا ہونے والا سرور۔

"لَّنۡ يَّحُوۡرَ"واپس نہیں آئے گا، اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت پر یقین نہیں رکھتا تھا، آخرت میں اٹھنے کے دن اور حساب و کتاب پر اور جنت و دوذخ پر یقین نہیں رکھتا تھا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورہ الانشقاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ۱ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ۲ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ۳ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۙ۴
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ؕ۵ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ۶ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ
بِيَمِيْنِهٖ ۙ۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ۸ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ۹ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ
ظَهْرِهٖ ۙ۱۰ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ۱۱ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ؕ۱۲ اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ۱۳ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ
يَّحُوْرَ ۛۚ۱۴ بَلٰۤى ۛۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ؕ۱۵ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ۱۶ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ۱۷ وَالْقَمَرِ اِذَا
اتَّسَقَ ۙ۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ۱۹ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ۲۰ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا
يَسْجُدُوْنَ ؕ۲۱ ۩ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۖ۲۲ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۖ۲۳ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ۲۴
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۠۲۵

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مھربان نہایت رحم والاھے
اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ۱	جب آسمان پھٹ جائے (۱)
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ۲	اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گا، اور اس پر لازم ہے یہی کرے (2)
وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۙ۳	اور جب زمین ہموار کردی جائے گی(3)
وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۙ۴	اور نکال ڈالے گی جو کچھ اس میں ہےاور خالی ہوجائے گی (4)
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ؕ۵	اور سنے گی حکم اپنے رب کا اور اس کو یہی لائق ہے (5)
يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ۶	اے انسان!تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں)خوب کوشش کرتا ہےسو اس سے جاملے گا (6)

(c) ketabton.com: The Digital Library

فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ ۙ۷	تو جس کا نامہ(اعمال) اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا (7)
فَسَوۡفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیۡرًا ۙ۸	تو اس سے جلد ہی آسان حساب لیا جائے گا (8)
وَّ یَنۡقَلِبُ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ۹	اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوش باش پلٹے گا (9)
وَ اَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَہۡرِہٖ ۙ۱۰	اور جس کا نامہ(اعمال) اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا (10)
فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ۙ۱۱	تو وہ عنقریب اپنی موت کو پکارے گا (کاش کہ میں ہلاک ہوجاؤں) (11)
وَّ یَصۡلٰی سَعِیۡرًا ؕ۱۲	اور بھڑکتی ہوئی آ گ میں پہنچے گا (12)
اِنَّہٗ کَانَ فِیۡۤ اَہۡلِہٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ۱۳	بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا (13)
اِنَّہٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ یَّحُوۡرَ ۚ۱۴	اس کا خیال تھا کہ اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں جائے گا (14)
بَلٰۤی ۚۛ اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیۡرًا ؕ۱۵	ہاں، اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا (15)
فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ۱۶	پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی (16)
وَ الَّیۡلِ وَ مَا وَسَقَ ۙ۱۷	اور قسم ہے رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے (17)
وَ الۡقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ۱۸	اور چاند کی قسم جب کامل ہوجائے (18)
لَتَرۡکَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ ؕ۱۹	کہ تم ضرور ہی ایک حالت سے دوسری حالت کو چڑھتے جاؤ گے (19)
فَمَا لَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۙ۲۰	تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے (20)
وَ اِذَا قُرِئَ عَلَیۡہِمُ الۡقُرۡاٰنُ لَا یَسۡجُدُوۡنَ ؕ۲۱ ۩	اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے (21)
بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُکَذِّبُوۡنَ ۫ۖ۲۲	بلکہ کافر تو جھٹلاتے ہیں (22)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُوۡعُوۡنَ ۖ۝۲۳	اور خدا ان باتوں کو جو یہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں خوب جانتا ہے (23)
فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍۙ۝۲۴	سو خوشخبری سُنا دے ان کو عذاب دردناک کی (24)
اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ۝۲۵	البتہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے (25)

محترم قارئین:

بابرکت آیات "1 تا 15 "میں خوف، دہشت، روزقیامت اور دو جگہوں کی طرف لوگوں کے جانے کے بارے میں بحث کی گئی ہے،اور اس کی تصویر کشی، اور اس کی مثال دی گئی ہے، اسی طرح ان مصائب اور مشکلات پر بھی بحث ہے جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے،جس کا تصور ہی پریشان کُن ہے۔

ترجمہ اور تفسیر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نہایت رحم والاھے
اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡۙ۝۱	جب آسمان پھٹ جائے (۱)

آسمان کا پھٹ جانا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، یعنی اس کے دروازے کھل جائیں گے، اس کی حالت میں تبدیلی واقع ہوجائے گی، اور اس کی چھت ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ میں فرماتے ہیں کہ:جب آسمان پھٹ جائے گا اور منتشر ہوجائے گا، کیونکہ اس کے بنانے کا مقصد پورا ہوچکا ہوگا، اور اب دنیا کی حالت بدلنی ہے۔

مفسر آلوسی کہتے ہیں کہ : قیامت کے دن کے خوف سے آسمان پھٹ جائےگا،(روح المعانی:78/30)

وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡۙ۝۲	اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گا، اور اس پر لازم ہے یہی کرے (2)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وہی ہے جس نے آسمان کو بنایا، اس کا حکم نافذالعمل ہے، کوئی بھی اس کی مخالفت میں قدم نہیں اٹھا سکتا، مبارک آیت کے جملہ:"وَأَذِنَتۡ لِرَبِّهَا "میں"اذن"کا لفظی معنی :کسی چیز کو کان لگا کر سننا، اور اس کی بات قبول کرنا ہے،"اس نے اپنے رب کا حکم سنا "۔

لیکن عربی زبان میں روز مرہ کی گفتگو کے لحاظ سے "اذن لہ"کامعنی صرف یہ نہیں ہے کہ اس نے حکم سنا، بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ حکم سننے کے بعد فرمانبردار کی طرح اس کو بجا لایا، اور اس سے کسی بھی طرح انحراف نہیں کیا، آسمان اس بات کا پابند ہے کہ اپنے پروردگار کا فرمانبردارہو، اور اس کے سامنے عاجزی کرے اور بات سنے، اور"حُقَّتۡ"کا معنی مجہول صیغے کے طور پر یہ ہے کہ : "حق لھاالانقیاد"یعنی :حق اور واجب تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرے۔

وَإِذَا الۡأَرۡضُ مُدَّتۡ ۞۳	اور جب زمین ہموار کردی جائے گی(3)

اور جب زمین پہاڑوں اور ٹیلوں کے ساتھ پھیل جائے گی، اور صاف و ہموار ہوجائے گی، اس طرح کہ نہ بستیاں، اور نہ کوئی عمارت، اور نہ پہاڑ اور نہ وادیاں نہ اونچ نیچ اس میں باقی رہے گی۔

حاکم نے عمدہ سند سے حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"قیامت کے دن زمین کو اس طرح کھینچ کر پھیلا ئی جائے گی جیسے چمڑے(یا ربڑ یا پلاسٹک)کو کھینچ کر پھیلا یا جاتا ہے۔"

مگر اس کے باوجود میدان حشر جو اس زمین پر ہوگا اس میں ابتداء دنیا سے قیامت تک تمام انسان جمع ہوں گے تو صورت یہ ہوگی کہ ایک آدمی کے حصے میں صرف اتنی زمین ہوگی جس پر اس کے پاؤں ہیں(رواہ الحاکم بسند جید،مظہری)۔

وَأَلۡقَتۡ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتۡ ۞۴	اور نکال ڈالے گی جو کچھ اس میں ہےاور خالی ہوجائے گی (4)

قیامت سے پہلے ہر وہ چیز جسے زمین نے اپنے اندر محفوظ کیا ہے دفائن،

(c) ketabton.com: The Digital Library

خزائن اور معادن میں سے سب کو اپنے بطن سے باہر اگل دے گی، اور ان تمام مخلوقات میں سے جو اس میں ہےخالی ہوجائے گی اور اس کی ذمہ داری پوری ہوجائے گی، زمین بھی آسمان کی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابع اور فرمانبردار ہوگی۔

مفسر شیخ قرطبی فرماتے ہیں :مُردُوں کو باہر نکال دے گی اور اس سے خالی ہوجائے گی، جیسے حاملہ اپنا حمل گرادیتی ہے، وہ بھی اپنے بطن سے خزانہ اور معدنیات باہر پھینک دے گی، اس طرح یہ اس امر کے عظیم ہونے کی خبر ہے۔(قرطبی:248/19)

وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا وَحُقَّتۡ ۝	اور سنے گی حکم اپنے رب کا اور اس کو یہی لائق ہے (5)

یعنی:زمین اسی لائق ہے کہ جو کچھ اس کے اندر ہےباہر پھینکے اور رب کا حکم سن کر اطاعت و فرمانبرداری کرے، کیونکہ وہ رب اپنے ملک کا با اختیار مالک ہے، کوئی بھی اس کا حکم نہیں ٹال سکتااور اس کی مرضی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

تفسیر"فی ظلال القرآن"کے مفسر اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :سب سے واضح منظر جو وہ اس صورت کی ابتدائی آیات انسان کے سامنے رکھتی ہیں وہ ہے، آسمان اور زمین کا اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، اس کے بعد انسان کو اس تسلیمی کی طرف بلانا "یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ" ان آیات کا آپس میں جو ربط ہے وہ بہت واضح اور روشن ہے :کہ (آسمان اور زمین)نے سر تسلیم خم کیا، اگر چہ علم، ارادہ، شعور نہیں رکھتے، پھر تو اے انسان!تیرے علم اور ارادے کے ساتھ، کیا یہ بات معقول اور مناسب ہے کہ تو اس تسلیمی میں ان کے ساتھ نہ ہو؟

یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰی رَبِّكَ كَدۡحًا فَمُلٰقِیۡهِ ۝	اے انسان!تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں)خوب کوشش کرتا ہےسو اس سے جاملے گا (6)

یہ خطاب عام ہے تمام انسانوں کو شامل ہے، یعنی:تواپنے اعضاءاور جوارح کے ساتھ مسلسل کام کرتاہے اچھے اور برے اعمال میں مصروف ہے، اور مرتے دم تک کام کرتا ہے یہاں تک کہ آخرت کے گھر میں منتقل ہوجائے

(c) ketabton.com: The Digital Library

گا اور اپنے رب سے ملاقات کرلےگا، یہ ملاقات تو انسان کی موت ہے یا یہ کہ اپنے اعمال کے ساتھ قیامت کو ملاقات کرے گا، اور اپنی محنت اور مشقت کا نتیجہ ضرور دیکھ لےگا، اچھائی ہو یا برائی، اگر تمہارےاعمال نیک ہوں تو اچھا بدلہ پاؤ گے اور تمہارےعمل بُرےہوں تو بُرا بدلہ پاؤ گے۔

"البحر"میں ہے کہ :"کادح"یعنی وہ شخص اپنے اچھے اور بُرے کام میں پوری زندگی کوشش کرتا رہتا ہے اور بالآخر الله کے حضور میں کھڑا ہوجائے گا، پھر اس وقت اسے اپنے کئے کی سزا یا بدلہ ملے گا۔(البحر:446/8)

حدیث شریف میں ہے رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا : جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا : اے محمد!جیسے چاہو زندگی گذارو (بلآخر) مرنا تو ہے، جس کو چاہو اپنا محبوب بناؤ (بلآخر) جدا تو ہونا ہے، اپنی چاہت کے مطابق عمل کرو (بلآخر) اپنے عمل سے ملاقات کرنی ہے۔

"اِنَّكَ كَادِحٌ" یقیناً تو سخت جدوجہد کرنے والا اور نیکی کمانے والا ہے۔

"اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا" اپنے پروردگار کی طرف سعی اور کوشش کرنے والا ہے۔

"فَمُلٰقِيْهِ"تم عمل کرو اگرچہ یہ عمل الله کے ہاں کم ہوں، لیکن اس کا بدلہ دے گا، اور تم قیامت کے دن اس کی جزاء یا سزا دیکھو گے۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖۙ○	تو جس کا نامہ(اعمال) اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا (7)

تو یہ خوشبختی اور سعادت کی علامت ہوگی، اور وہ مؤمنین ہیں کہ ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں جو کہ خیر سے بھرے ہوں گےاور ان میں بُرائی نہیں ہوگی دیے جائیں گے، کیونکہ سیدھا ہاتھ مبارک ہے، ایسا آدمی جو خوشبخت اور کامیاب ہے۔

جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال نامے کی کتاب بند کرکے اس پر مہر لگا دی جاتی ہے، اور اوپر لیجا کر اور باندھ کر اس شخص کے اعمال کے ساتھ علیین یا سجین میں منتقل کردیا جاتا ہے، انسان کے نامہ اعمال میں تاریخ، سال، مہینہ، دن اور اعمال کی دیگر تفصیلات موجود ہوتی ہیں، اور جلد ہی وہ خود دیکھ لے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيۡرًا ۝٨ۙ	تو اس سے جلد ہی آسان حساب لیا جائے گا (8)

یعنی: اس سے سخت حساب نہیں لیا جائے گا، اور اس سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ فلا ں کام کیوں کیا، اور تیرا عذر اور دفاع اس کام کی انجام دہی کے بارے میں کیا ہے، اس کے اعمال نامے میں اس کی بُرائیاں یقینی طور پر اس کی نیکیوں کے پہلومیں لکھی ہوں گی، البتہ یہ بات ثابت ہوجائے کہ نیکیوں کا پلڑا اس کے بُرائیوں کے پلڑے سے بھاری ہے تو اس کے بُرائیوں سے درگذر کیا جائے گا اور اس کی بخشش ہوگی، جیسا کہ رب تعالیٰ نے (سورۂ احقاف:آیت نمبر:16)میں اہل ایمان کے بارے میں فرمایا :(اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَنَتَجَاوَزُ عَنۡ سَيِّاٰتِهِمۡ فِىۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَـنَّةِ‌ؕ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِىۡ كَانُوۡا يُوۡعَدُوۡنَ ۝١٦)

ترجمہ:"یہی لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے درگذر فرمائیں گے اور یہ جنتی لوگوں میں ہیں، یہ سچا وعدہ (ہے) جو ان سے کیا جاتا ہے"

اس طرح قرآن کریم میں (سورۂ رعد آیت:18)میں سخت حساب کے لئے لفظ "سوءالحساب " یعنی: "بُرا حساب" استعمال کیا گیا ہے۔

"حِسَابًا يَّسِيۡرًا" سے مراد آسان حساب ہے جو اس آیت مبارکہ میں ہے صرف ایک پیشی ہوگی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ :"جس سے باریک بینی سے حساب لیا گیا اس کو عذاب دیا گیا "۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا :"فَسَوۡفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيۡرًا"جلد ہی اس سے حساب لیا جائے گا، آسان حساب، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :(ليس ذلك بالحساب، ولكن ذلك العرض، من نوقش الحساب يوم القيامة عذب)

یہ حساب نہیں ہوگا، یہ تو محض اعمال نامہ پیش کیا جائے گا، اور قیامت کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

دن جس کے حساب کی جانچ پڑتال کی گئ اسے تو ضرور عذاب دیا جائے گا۔(بخاری و مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے نزدیک ہوگا اور اسے اپنی رحمت اور مغفرت میں شامل کرے گا، اور اس سے کہے گا، تم نے ایسا ایسا کیا، اس کے گناہوں کو گن کر بتائے گا، اور پھر کہے گا:اس پر میں نے دنیا میں پردہ ڈالا تھا اور آج اسے بخش دونگا، حساب یسیر سے مراد یہی ہے۔

وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۙ۹	اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوش باش پلٹے گا (9)

یعنی: مؤمن آسان حساب کے بعد ان لوگوں کی طرف واپس پلٹے گا جو اس کے خاندان میں سے اور بال بچوں میں سے ہوں گے جو اس کی طرح معاف کردئیے گئے ہیں، اور بہشت میں ہیں، اور اللہ کے فضل و کرم سے جو اسے عطا ہوگا فرحان و شاداں ہوگا۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ :"أَهْلَه"سے وہ جنتی مراد ہیں جو اس سے پہلے فوت ہوئے ہیں اور وہ بھی ان سے جاملے گا۔

بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ طور میں فرمایا :
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّـتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَـقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ

امْرِی ٔۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۲۱

ترجمہ:"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی (راہِ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو بھی اُن (کے درجے) تک پہنچا دینگے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال میں گروی ہے"

جو شخص ایمان کی حالت میں فوت ہوگا اس کے اہل کو اس سے ملائیں گے شرط یہ ہے کہ اس کے اہل و عیال بھی اہل ایمان میں سے ہوں،(یا الٰھا!ہمیں بھی ان ہی میں سے بنا دے، آمین۔)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ ۙ‏ ﴿۱۰﴾	اور جس کا نامہ(اعمال) اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا (10)

یعنی: وہ جو اپنے بائیں ہاتھ سے اور پیٹھ پیچھے سے اپنا نامہ اعمال وصول کرے گا، یہ شقاوت اور بد بختی کی علامت ہے، اور کفار کے عذاب میں سے ایک یہی ہے کہ ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ اور پیٹھ پیچھے سے دیے جائیں گے۔

فَسَوۡفَ يَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ۙ‏ ﴿۱۱﴾	تو وہ عنقریب اپنی موت کو پکارے گا (کاش کہ میں ہلاک ہوجاؤں) (11)

یعنی: بعد اس کے کہ اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے اور وہ اسے پڑھے تو کہے گا : ہائے افسوس ہے مجھ پر! آہ میرا سر خاک آلود ہو! اور موت اور بربادی کی تمنا کرے گا، اور اللہ پاک سے چاہے گا کہ اسے ہلاک کردے تاکہ اس افسوس ناک صورتحال سے نجات پائے، لیکن اس کو ان باتوں کا اب کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اور جو مہلت دی گئی تھی اور جو موقع ملا تھا وہ موقع ختم ہوگیا، اللہ تعالیٰ کا مقصد لوگوں کو نیک اعمال کی انجام دہی کی طرف راغب کرنا اور بیدار کرنا ہے۔

"ثُبُوۡرًا":ہلاکت اور فساد اور بربادی کے معنی میں ہے، اور "مثبور"جو قرآن میں استعمال کیا گیا ہے، اس سے وہ شخص مراد ہے جس کی عقل ناقص ہو، کسی کی عقل میں خلل اور نقصان کا ہونا بڑے نقصانوں میں سے ایک ہے۔

وَّيَصۡلٰى سَعِيۡرًا ؕ‏ ﴿۱۲﴾	اور بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچے گا (12)

یہاں تک کہ وہ اس کی سختیوں اور جلتی گرمی کا مزہ چکھ لے۔

تفسیر میسر میں لکھا ہے کہ: اپنے کفر و تکذیب اور بُرے اعمال کی وجہ سے بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا، جو اس کے چہرے کو جلادے گی، اور اس کے جسم کو جلا ئے گی مگر اس کے وجود کو باقی رکھے گی۔

اِنَّهٗ كَانَ فِىۡۤ اَهۡلِهٖ مَسۡرُوۡرًا ؕ‏ ﴿۱۳﴾	بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا (13)

وہ دنیا میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے سرمست، مغرور، متکبر،لالچی، خوش و خرم، غافل اور خوشحال تھا، انجام کے بارے میں نہیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

سوچتا تھا، آخرت کا اس کے دل میں خیال بھی نہیں آتا تھا، اور وہ گمان کرتا تھا کہ یہ دنیا اسی حالت و کیفیت کے ساتھ ہمیشہ کے لئے باقی رہے گی، وہ لوگ دنیا میں مادی نعمتوں کے ساتھ خوش تھے، اور گناہ کا ارتکاب کرتے تھے اورمؤ منوں کا مذاق اُڑاتے تھے، لیکن یہ خوشی ان کی صرف جسمانی تھی روحانی نہیں تھی، کیونکہ کفار کی خوشیوں کے بعد غم اور افسوس ہوتا ہے، جبکہ مؤمنوں کی خوشیوں کے بعد پشیمانی نہیں ہوتی، بلکہ خوشی ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے۔

ابن زید نے کہا : اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کی صفت دنیا میں خوف رکھنے والے، غمگین، رونے والے، اور شفقت کرنے والے بیان کی ہے، جبکہ آخرت میں ان کی صفت نعمتوں اور سرور سے کی،جبکہ جہنمیوں کی دنیا میں صفت سرور، ہنسنے اور لطف اندوزی سے کی ہے اور آخرت میں ان کا انجام ہمیشہ کےغم سے کی ہے،(قرطبی:271/19)

اِنَّهٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ يَّحُوۡرَ ۚ‏ ۱۴	اس کا خیال تھا کہ اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں جائے گا (14)

اور حساب کتاب اور پوچھ گچھ کے لیے مرنے کے بعد اسے زندہ نہیں کرے گا، اس لیے اللہ کی کتاب کو جھٹلایا، اور رسالت کو رد کرکے گمراہوں کی پیروی کی،اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب کی طرح کہتا تھا:میں اپنے پیسوں سے جنت خریدونگا اور ایسا تصور کرتا تھا کہ:یہ دنیا ختم ہونے والی نہیں ہے، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہوگا،اس لیے کبھی بھی کوئی نیک عمل انجام نہیں دیا، اور بُرے اعمال سے پرہیز نہیں کیا، اور قیامت اور سزا پر یقین نہیں رکھتا تھا، حالانکہ یہ عمل اور عقیدہ کفر اور سراسر نقصان والا ہے۔

بَلٰٓى ۛۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيۡرًا ؕ‏ ۱۵	ہاں، اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا (15)

یعنی: ایسا نہیں ہے جیسا وہ سوچتا ہے، بلکہ بہت جلد اپنے پروردگار کی طرف لوٹے گا، اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، اور اس کا رب اس کے اعمال سے باخبر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کی جدوجہد اور کوشش کو خوب جانتا ہے، اس کی حالت سے واقف ہے اور اس کے چھپے اور کھلے معاملات کو دیکھتا ہے، اور دنیا میں اس کی حالت کے بارے میں کوئی چیز

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس سے پوشیدہ نہیں رہتی، اور اب اس کے تمام اعمال، قول و فعل اور ا س کے کردار کا احتساب ہوگا اور سزا دی جائے گی۔

تفہیم القرآن کے مفسر کہتے ہیں کہ:یہ خدا کے انصاف اور حکمت کے خلاف تھا کہ جو کرتوت وہ کر رہا تھا ان کو وہ نظر انداز کردیتا اور اسے اپنے سامنے بلا کر کوئی بازپرس اس سے نہ کرتا۔

"بَصِيرًا"بصیر:دلی ادراک کی طاقت، اس کے مقابل بصر ہے۔

بصر:ظاہری آنکھ،بصیرت:دل کی آنکھ،یعنی وہ قوت جو انسان کو اچھائی اور بُرائی،حق اور باطل کے تمیز کرنے میں مدد دیتی ہے۔

حیوانات فقط "عین" رکھتے ہیں، اور انسان عین کے علاوہ بصیرت بھی رکھتے ہیں، اس وجہ سے مکلف ہیں۔

محترم قارئین:

مبارک آیات(16 سے 25)تک میں قیامت کے واقع ہونے اور یقینی ہونے کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

اصطلاحات اور لغات کی تشریح :

"لا أقسم" حلف، قسم کھاتا ہوں(واقعہ/75)(حاقہ/38)(معارج/40)

"الشّفق"مغرب کے افق میں آسمان کے کنارے پر سرخی، جوکہ سورج غروب ہونے کے وقت نظر آتی ہے۔

اس سورت میں "شفق" سے مراد ہے رات کے شروع میں وہ روشنی جس میں ہلکی سی تاریکی کی آمیزش ہو، شفق کا ظہور دنیا میں بدلاؤ اور گہری تبدیلی کی کیفیت کے بارے میں بتاتا ہے، دن کے اختتام اور رات کے آغاز کا وقت ہے، ایک خاص خوبصورتی ہے اس میں، اور سب سے ہٹ کر مغرب کی نماز کا وقت ہے، خدا نے اس پر قسم کھائی ہے تاکہ ہر کسی کو آسما نی خوبصورتی کے اس مظہر کے بارے میں سوچنے پر آمادہ کیا جائے۔

"وَسَقَ" لپیٹا، جمع کیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"إِتَّسَقَ" جمع کیا گیا، جمع ہو کر درست ہوجائے، گول اور مکمل ہوجائے،اس سے مراد ہے چودھویں رات کی چاند کی روشنی کا مکمل ہوجانا، اس حالت میں چاند کی ایک خاص چمک ہوتی ہے اور خوبصورت نظارہ ہوتا ہے۔

"لَتَرْكَبُنَّ"ایک حالت سے یقینی دوسری حالت کی طرف جاؤ گے: یعنی ایک صورتحال کے بعد دوسری صورتحال سے تمہیں دوچار ہونا پڑے گا۔

"يُكَذِّبُونَ"فعل مضارع کا لانا استمرار کے لیے ہے،یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کفار اپنے انکار اور تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں۔

"يُوعُونَ"چھپاتے ہیں، وہ دلوں میں چھپاتے ہیں، اور دل میں لے لیتے ہیں۔(ملاحظہ فرمائیں:معارج:18)(حاقہ:12) اور سورہ فرقان۔

ترجمہ اور تفسیر:

فَلَآ أُقۡسِمُ بِٱلشَّفَقِ ۝١٦	پس میں قسم کھاتا ہوں شفق کی (16)

(لا)قسم کی تاکید کے لیے آتا ہے، یعنی افق کی سرخی جو غروب آفتاب کے بعد نمودار ہوتی مؤ کداً قسم کھاتا ہوں۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں:شفق ایسی سفیدی جو سرخی مائل ہو، اس کو نرم اور نازک ہونے کی بنا پر شفق کہا جاتا ہے، تو پھر شفق، شفقت سے لیا گیا ہے۔

وَٱلَّيۡلِ وَمَا وَسَقَ ۝١٧	اور قسم ہے رات کی اور جو کچھ وہ سمیٹ لیتی ہے (17)

یعنی: رات نے جو کچھ اپنے ساتھ جوڑا ہے، اور لاکر سمیٹ لیا ہے، کیونکہ رات دن میں بکھرنے والوں کو اکھٹا کرتی ہے، جو کاروبار کےحصول میں ہرطرف بکھرے ہوئے ہیں، اسی طرح جب رات ہوتی ہے تو سب کچھ اپنے مسکن اور ٹھکانے پر جمع ہوجاتے ہیں۔

وَٱلۡقَمَرِ إِذَا ٱتَّسَقَ ۝١٨	اور چاند کی قسم جب کامل ہوجائے (18)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اتِّساق ماہ: چاند کا بھر جانا اور مکمل ہوجانا، اس حالت کو "بدر"کہا جاتا ہے،اوریہ قمری مہینے کے درمیان ہوتا ہے، اللہ تین چیزوں کی تاکید کے لیے سخت اور شدید قسم کھاتا ہے۔

1 - شفق:یعنی مغرب کے بعد کی سرخی جو عشاء تک رہتی ہے۔
2 - رات اور ہر وہ چیز جو رات میں واقع ہوتی ہے، اور ہر وہ چیز جو رات کو مخلوق کے ساتھ ہوتی ہے۔
3 - چاند، جب کہ مکمل بدر اور چودھویں کا ہوجائے۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾	کہ تم ضرور ہی ایک حالت سے دوسری حالت کو چڑھتے جاؤ گے (19)

"طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ"مختلف حالات اور درجات کو یکے بعد دیگرے طے کرے گا:وہ یہ کہ تو نطفہ ہوگا، پھر جماہوا خون،پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر زندہ پھر موت، پھر دوبارہ زندگی، کبھی بھی ایک حالت پر باقی نہیں رہے گا۔

مفسر آلوسی فرماتے ہیں :ایسی آفات کا سامنا ہوگا جن میں سے ہر ایک دوسری سے زیادہ مشکل اور سخت ہے،یہ اہوال:ڈر اور خوف، جو مشتمل ہیں موت اور اس کے بعد کے واقعات پر، جیسے قیامت کے دن کا خوف اور اس سے پیدا ہونے والی پریشانیاں۔(روح المعانی،82/3)

مفسر طبری کہتے ہیں:یعنی قیامت کے خوف اور ڈر کی وجہ سے وہ پریشان کن صورتحال دیکھتے ہیں۔(تفسیر طبری،۴۰/80)

تفہیم القرآن میں ہے کہ:یعنی تمہیں ایک حالت پر نہیں رہنا ہے، بلکہ جوانی سے بڑھاپے، بڑھاپے سے موت، موت سے برزخ، برزخ سے دوبارہ زندگی، دوبارہ زندگی سے میدان حشر، پھر حساب و کتاب پھر جزا و سزا کی بے شمار منزلوں سے لا زماًتمہیں گزرنا ہوگا، اس حقیقت کے اثبات پر تین چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے:

ایک سورج ڈوبنے کے بعد شفق کی سرخی دوسری دن کے بعد رات کی تاریکی اور اس میں ان بہت سے انسانوں اور حیوانات کا سمٹ آنا جو دن کے وقت زمین پر پھیلے رہتے ہیں، اور چاند کا ہلال سے درجہ بدرجہ بڑھ کر بدر کامل بننا، گویا چند وہ چیزیں ہیں جو اس بات کی اعلانیہ شہادت دے رہی ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہ جس کائنات میں انسان رہتا ہے اس کے اندر کہیں ٹھراؤ نہیں ہے، بلکہ ایک مسلسل تغیر اور درجہ بدر جہ تبدیلی ہر طرف پائی جاتی ہے، لہٰذا کفار کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ موت کی آخری ہچکی کے ساتھ معاملہ ختم ہوجائے گا۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝٢٠	تو ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایمان نہیں لاتے (20)

ان کو کیا ہوا ہے جو خدائے واحد اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہیں لاتے، حالانکہ ان کے سامنے ثبوت رکھے گئے ہیں، دلائل قائم کیے گئے ہیں، حجتیں بیان کی گئی ہیں، اور استدلال کے طریقے واضح کئے گئے ہیں ؟جی ہاں!وحدانیت کے ثبوت موجود ہیں، الوہیت کی نشانیاں ظاہر، اور ربوبیت کے آثار واضح ہیں۔

وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۩ ۝٢١	اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے (21)

سر تسلیم خم نہیں کرتے اور خدائے رحمان کے سامنے سجدہ نہیں کرتے، اس معجزے والے کلام کو سننے کے بعد انہیں اس کو قبول کرنے اور اس پر ایمان لانے سے کس چیز نے روکا ہے ؟ قرآن کی تلاوت کے دوران ان کے سجدہ اور سر تسلیم خم کرنے کی راہ میں کیا رکاوٹیں حائل ہیں؟ یا یہاں پر سجدے سے مراد وہی مشہور و معروف سجدہ تلاوت ہے، جیسا کہ امام ابو حنفیہؒ اس آیت کریمہ سے سجدۂ تلاوت کے وجوب پر استدلال کرتے تھے، کیونکہ آیت کریمہ میں ان لوگوں کی جو اس کو سنتے ہیں اور سجدہ نہیں کرتے سرزنش کی ہے، علماء کرام کی رائے بھی سجدۂ تلاوت کے وجوب پر ہے۔ (تفسیر انور القرآن)تفسیر معارف القرآن میں اس بابرکت آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ سجدہ اور مسجود کے معنی لغت میں جھکنے کے ہیں اور یہ اطاعت شعاری اور فرمانبرداری سے کنایہ ہے، ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ سجدہ سے مراد سجدہ اصطلاحی نہیں، بلکہ اللہ کے سامنے اطاعت کے ساتھ جھکنا، جس کو خشوع و حضوع کہتے ہیں وہ مراد ہے، وجہ اس کی واضح ہے کہ اس آیت میں حکم سجدہ کسی خاص آیت کے متعلق نہیں، بلکہ پورے قرآن کے متعلق ہے، اگر اس سے سجدہ اصطلاحی مراد لیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

پورے قرآن کی ہر آیت پر سجدہ لازم ہو جو باجماع امت مراد نہیں ہوسکتا، سلف و خلف میں کوئی اس کا قائل نہیں، اب رہا یہ مسئلہ کہ اس آیت کے پڑھنے اور سننے پر سجدہ واجب ہے یا نہیں، تو اگر چہ کسی قدر تاویل کے ساتھ اس آیت سے بھی وجوب سجدہ پر استدلال ہوسکتا ہے، جیسا کہ بعض فقہائے حنفیہ نے کہا ہے کہ یہاں القرآن سے مراد پورا قرآن نہیں، بلکہ الف لام عہد کا ہے، اور مراد اس سے خاص یہی آیت ہے، لیکن یہ ایک قسم کی تاویل ہے، جو احتمال کے درجے میں صحیح کہی جاسکتی ہے، مگر اس کا مراد قرآن ہونا ظاہری عبارت سے بعید معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ اس کا فیصلہ روایات حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابہ کرام کے تعامل سے ہوسکتا ہے، مگر روایات حدیث سجدہ تلاوت کے متعلق مختلف قسم کی آئی ہیں۔

بعض سے وجوب معلوم ہوتا ہے اور بعض سے رخصت، اسی لئے آئمہ مجہتدین کا اس معاملہ میں اختلاف ہے، امام اعظم ابو حنفیہ کے نزدیک اس آیت پر بھی سجدہ واجب ہے، امام اعظم کا استدلال اس کے وجوب پر مندرجہ ذیل احادیث سے ہے:

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو رافع نے فرمایا کہ :میں نے ایک روز عشاء کی نماز حضرت ابو ہریرہ کے پیچھے پڑھی، انہوں نے سورۃ "اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ"کی تلاوت نماز میں کی اور اس آیت پر سجدہ کیا، میں نے ابو ہریرہ سے پوچھا کہ یہ کیسا سجدہ ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں اس آیت پر سجدہ کیا ہے۔

شیخ قرطبی نے ابن عربی سے نقل کیا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ آیت بھی آیات سجدہ میں سے ہے، اس کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہے، مگر ابن عربی جن لوگوں میں مقیم تھے ان میں اس آیت پر سجدہ کرنے کا رواج نہیں تھا، شاید وہ کسی ایسے امام کے مقلد ہوں گے جن کے نزدیک سجدہ واجب نہیں، تو ابن عربی کہتے ہیں کہ : میں نے یہ طریقہ اختیار کرلیا کہ جب کہیں امامت کروں تو سورۂ انشقاق نہیں پڑھتا، کیونکہ میرے نزدیک اس پر سجدہ واجب ہے، اگر سجدہ نہیں کرتا تو گنہگار ہوتا ہوں، اور اگر کرتا ہوں تو پوری جماعت میرے اس فعل کو بُرا سمجھے گی، بلاوجہ اختلاف کیوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

ڈالا جائے، (واللہ سبحانہ وتعالی أعلم)(تفسیرمعارف القرآن:حضرت علامہ مفتی محمد شفیع عثمانی)(دیوبندی:مترجم:شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف حسین پوری)

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝٢٢	بلکہ کافر تو جھٹلاتے ہیں (22)

حقیقت یہ ہے کہ کافروں نے کتاب الٰہی کا انکار کیا، اللہ کی کتاب جو کہ اثبات توحید، قیامت، اور جزا و سزا پر مشتمل ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝٢٣	اور خدا ان باتوں کو جو یہ اپنے دل میں چھپاتے ہیں خوب جانتا ہے (23)

اور یہ کفار جو کفرو تکذیب اپنے سینے میں جمع کئے ہوتے ہیں اور وہ چیزیں جو اپنے دل میں چھپاتے ہیں خوب جانتا ہے، خدا تعالی ان مخفی چیزوں سے باخبر ہے اور جو کچھ ان کے سینوں اور نیتوں میں کفر اور تکذیب ہے اور چھپائے ہوئے ہیں علماً احاطہ کیا ہوا ہے۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں : یُوعُون: یعنی عداوت اور دشمنی پیغمبر اور مومنوں کے ساتھ اپنے دلوں میں لئے ہوئے ہیں۔ (البحر:448/8)

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٢٤	سو خوشخبری سُنا دے ان کو عذاب دردناک کی (24)

اے رسول اللہ!وہ لوگ جو سنتے ہیں اور عمل نہیں کرتے ان کو ایک بڑے عذاب کی خبر دو، قرآن کریم میں یہاں اور دوسری جگہوں پر بشارت کے یہ الفاظ استہزا ء پر دلالت کرتے ہیں، ان کو خبر دو کہ درد دینے والا عذاب ان کے انتظار میں ہے، عذاب ان کے سامنے ہے، ان کا ٹھکانہ آگ اور دوزخ ہے۔

"التسہیل"میں ہے کہ :تنبیہ اور ڈرانے کی جگہ خوشخبری دینا کافروں کی سر زنش کے لیے ہے۔ (التسہیل:188/4)

بشارت:

قرآن کریم اور کتب لغت میں لفظ "بشارت"خوشی اور غم والے خبر دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے، البتہ شواہد کے مطابق ان دونوں میں سے ایک معنی

(c) ketabton.com: The Digital Library

متعین کیا جاتاہے(قریشی،(سید علی اکبر قاموس قرآن، جلد 1، صفحہ194)اگرچہ لفظ بشارت(بشارۃ) قرآن کریم میں نہیں آیا ہے، لیکن اس کے مشتقات کا ذکر ہوا ہے جیسے "بشرٰی":(وَمَا جَعَلَهُ اللهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ)

ترجمہ:"اور اس مدد کو تو خدا نے تمہارے لیے بشارت بنایا " ان آیات اور اسی طرح کی دوسری آیات میں خوشخبری کے لیے استعمال ہوا ہے۔

لیکن قرآن کریم لفظ"بشَّر"کے دونوں معنی بشارت کے ہیں، جیسے (وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۝ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا۝ قَالُوْا هٰذَا الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۝ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا۝ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۝ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝۲۵)(سورہ بقرہ:25)

ترجمہ:"اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے (نعمت کے)باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب انہیں ان میں سے کسی قسم کا پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل پھل دئیے جائینگے اور وہاں ان کے لئے پاک بیویاں ہونگی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے"

لفظ "بشِّر"اس آیت کریمہ میں خوشخبری اور خوشی کے لئے آیا ہے۔

(بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۝۱۳۸)(سورۂ نساء:138)

ترجمہ:"(اے پیغمبر) منافقوں (یعنی دو رُخے لوگوں) کو بشارت سنا دو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار)ہے۔"

اور (فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝۲۴)

ترجمہ:"تو ان کو دکھ دینے والے عذاب کی خبر سنا دو "ان آیات میں لفظ"بشِّر" کا مطلب غم اور افسوسناک خبر ہے،اور اس لفظ کا استعمال ایک قسم کا استعارہ اور تحکم کے لیے ہے، یعنی: عذاب کے سوا ان کے لیے کچھ بھی

(c) ketabton.com: The Digital Library

نہیں ہے، کیونکہ کفار اور بت پرستوں کے دلوں میں وعظ اور نصیحت کوئی اثر نہیں کرتی۔

خدا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا : ان کو درد ناک عذاب اور بُرے انجام کی خبر سنا دو، یہ طعنہ اور ملامت کی ایک شکل ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۠ ﴿٢٥﴾	البتہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے (25)

مکمل اور نہ ختم ہونے والا انعام، غم کے بغیر خوشی، اور احسان جتائے بغیر تحفہ تیار ہے، عظیم تحفہ، پسندیدہ نعمت، مکمل فراوانی اور بہت بڑا انعام ان کو دیا جائے گا، اور اس کے علاوہ ان کا بہترین اکرام کیا جائےگا۔

ہمارے رب عظیم نے بعد اس کے کہ بدبختوں کے احوال اور کیفیت بیان کی، اس سورۃ مبارکہ کا ان نعمتوں کے ذکر کے ساتھ اختتام کیا ہے جو نعمتیں نیک لوگوں کو عطا کی ہیں، یہ درحقیقت ایک قسم کی اجمالی توضیح ہے جوکہ سورت کے شروع میں ہے، کیونکہ سورت کے شروع میں بیان ہوا تھا کہ ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ دیکھے گا۔

(يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ﴿٦﴾)

قیامت اور اس کی علامات:

ابو بکر الجزائری مرحوم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے شعبہ تفسیر اور حدیث کے مشہور اساتذہ میں سے ایک ہیں،اپنی کتاب "عقیدۃ المؤمن"میں قیامت کے دن کی اس طرح تعریف و توصیف کرتے ہیں : (ان المراد من یوم القیامه امران: فناء هذه العوالم كلها وانتها هذه الحياة بكاملها والثانى إقبال الحياة الآخرة وابتدإها. فدل لفظ اليوم الآخر على آخر يوم هذه الحياة وعلى اليوم الاول والاخر من الحياة الثانيه اذهو يوم واحد لا ثانيه له فيها البتة)قیامت کے دن سے ذیل کے دو امور مراد ہیں :

1 - تمام کائنات فنا ہوجائے گی، اور اس دنیا کی زندگی کا بالکل خاتمہ ہوگا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - پھر ایک اور زندگی کی آمد ہوگی، اور اس کا باقاعدہ آغاز ہوگا، آخرت کا لفظ بتاتا ہے کہ یہ دن دراصل اس زندگی کا آخری اور آنے والی زندگی کا پہلا اور آخری دن ہوگا، پہلا اور آخری اس لئے کہ ابتداء سے انتہاء تک یہ کامل ہوگا، اس کا کوئی دوسرا دن نہ ہوگا۔

پس لفظ آخرت سے مراد دنیا کی زندگی کا آخری دن اور دوسری زندگی کا پہلا اور آخری دن ہے، کیونکہ قیامت کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

(هو الحادثه الكونية العظمى التي تطوى عندها السموات والارض وينتشر فيها النظام الكوني)

قیامت کا ایک عظیم کونی واقعہ ہے، جس میں زمین وآسمان لپیٹ دیے جائیں گے، اور موجودہ کائنات کا نظام اس دن منتشر ہوجائیگا۔

ابو بکر بن ابی الدنیا مقداد بن أسود سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : قیامت کے دن سورج لوگوں سے ایک میل یا دو میل (سلیم بن عامر حدیث راویوں میں سے کہتے ہیں کہ: مجھے نہیں معلوم میل سے مراد مسافت ہے یا وہی میل ہے جس سے آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں)نزدیک ہوجائے گا، اور لوگ اس کی گرمی میں اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ڈبوئے ہوں گے، کسی کو پاؤں کے اوپر تک، کسی کو گھٹنوں تک، اور کسی کو کمر تک، اور کسی کو گلے تک، اور کچھ پیشانی تک پسینے میں ہوں گے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:"اور ایک گروہ وہ ہے جن کو یہ پسینہ گھیر لے گا اور غرق کرلے گا"(مسلم اور ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے)

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو اللہ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا؛ انصاف کرنے والا بادشاہ،وہ نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں جوانی بسر کی، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں، اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی (اللہ کے لیے محبت)ہے،پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے(برے ارادے سے)بلایا، لیکن اس نے کہہ دیا کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طریقے سے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا، ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور (بے ساختہ) آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

یہ سب اس وقت ہوگا جب لوگ تنگ جگہ میں تکلیف میں ہوں گے، ایک تھکا دینے والی اذیت ناک جگہ، سوائے ان کے جن پر خدا رحم کرے اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہےکہ اس دن کو ہمارے لیے آسان بنا دے اور اس دن کی سختیوں سے ہمیں محفوظ فرمادے۔(آمین)

اور جب لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو زمین کو مختلف انداز میں دیکھیں گے، اس کے پہاڑ ہموار ہوگئے ہوں گے، اس کے ٹیلے ختم، اس کی شکل بدل گئی ہوگی، دریا سوکھ گئے ہوں گے،درخت جڑ سے اکھڑ گئے ہوں گے، سمندر ابل پڑیں گے، نشیبی علاقے اور اونچائیاں ایک جیسی ہوگئی ہوں گی،شہر اور گاؤں تباہ ہوگئے ہوں گے، زلزلے آئے اور زمین نے اپنا مواد باہر پھینک دیا ہوگا، تو انسان پوچھے گا:زمین کو کیا ہواہے؟

اور آسمان بھی اسی طرح تبدیل ہوا ہوگا، اور ستارے بےنور ہوکرتتر بتر ہوگئے ہوں گے، اور آسمان پھٹ کر ٹکرے ٹکرے ہوگیا ہوگا، اور فرشتے سب جگہ کو گھیرے ہوئے اور چاند سورج اکھٹے ہوکر تاریک ہوگئے ہوں گے۔

ابو بکر ابن عیّاش ابن عباس ؓسے روایت کرتے ہیں کہ :"جب لوگ اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے، دیکھیں گے کہ نہ یہ زمین پہلے والی زمین ہے اور نہ یہ لوگ پہلے والے لوگ ہیں، جن کو یہ پہلے جانتے تھے"

رب تعالٰی فرماتے ہیں: (يَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَيۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوۡا لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ۝۴۸)(سورہ ابراہیم:48)

ترجمہ:"جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دئیے جائیں گے) اور سب لوگ خدائے یگانہ و زبردست کے سامنے نکل کھڑے ہونگے۔"

(يَّوۡمَ تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًا۝۹ وَّتَسِيۡرُ الۡجِبَالُ سَيۡرًا۝۱۰ فَوَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ۝۱۱)(طور:9 تا 11)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمہ:"جس دن آسمان لرزنے لگے کپکپا کر۔ اور پہاڑ اُڑنے لگے اون ہوکر۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔"

(فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝٣٧ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٣٨ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝٣٩ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٤٠)(سورۃ الرحمان:37 تا 40)

ترجمہ:"پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہوجائیگا ((تو) وہ کیسا ہولناک دن ہوگا۔) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟اس روز نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پرسش کی جائیگی اور نہ کسی جِنّ سے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟"

(فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝١٥ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝١٦ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۝١٧ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝١٧ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝١٨) (الحاقہ:15 تا 18)

ترجمہ:"تو اس روز ہو پڑنے والی (یعنی قیامت) ہو پڑے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا وہ اس دن کمزور ہو گا۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر (اُتر آئیں گے)اور تمھارے پروردگار کے عرش کو اُس روز آٹھ فرشتے اپنے او پر اٹھائے ہوں گے۔ اس روز تم پیش کئے جاؤ گے اور تمھاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔"

صحیحین میں سھل ابن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:قیامت کے دن لوگوں کو ایک سفید اور ہموار زمین میں جمع کیا جائے گا، جہاں کوئی اونچی جگہ نہیں ہوگی۔

امام احمدؒ عائشہ ؓ سے نقل کرتے ہیں : فرماتی ہیں کہ میں نے ہی سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا:(يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝٤٨)(سورہ ابراہیم:48)

اے اللہ کے رسول! لوگ اس حالت میں کہاں ہوں گے ؟ فرمایا! صراط پر۔(امام مسلم اور ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے)

(c) ketabton.com: The Digital Library

مسلم دوسری روایت میں ثوبان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم سے روایت کرتے ہیں : علماء یہود میں سے ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا:تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اندھیرے میں پل صراط کے نزدیک"

قیامت سے متعلق آیات قرآن کریم کی بیشتر سورتوں میں موجود ہیں امام احمدؒ ابن عمر ؓ سے نقل کرتے ہیں :کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جو شخص چاہتا ہے کہ قیامت کو قریب سے دیکھے، تو وہ "سورۃ التکویر"،"انفطار"،"انشقاق" اور سورہ هود پڑھے،(امام احمد نے عبد الرازق سے اور عبد اللہ بن یحی اور صنعانی اور اس نے عبد اللہ بن یزید صنعانی سے اور اس نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :(ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے)

اسرافیل، جو سور پھونکنے پر مامور فرشتہ ہے، خدا کی اجازت سے دو بار نرسنگھا پھونکے گا، پہلی بار دنیا اور زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کو ختم کرنے اور قیامت کے آغاز کے لیے زمین و آسمان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے لیے اور دوسری بار قبروں سے انسان اور دیگر مخلوقات کے اٹھنے اور محشر کی طرف جانے اور اعمال نامے حاصل کرنے اور خدا سے روبرو ہونے کے لیے ہے۔

(وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۝ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ۝ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۝٦٧ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ۝ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ۝٦٨ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝٦٩ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ۝٧٠) (سورۃ الزمر:67 تا 70)

ترجمہ:"اور انہوں نے خدا کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔ اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مُٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔اور وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔ اور جب صور پھونکا جاوے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بیہوش ہوکر گر پڑینگے مگر جس کو خدا چاہے۔ پھر دوسری

(c) ketabton.com: The Digital Library

دفعہ پھونکا جائے گا تو سب کھڑے ہوکر دیکھنے لگیں گے۔ اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائیگی اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور بےانصافی نہیں کی جائے گی۔ اور جس شخص نے جو عمل کیا ہوگا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ مل جائیگا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کو سب کی خبر ہے۔"

لیکن قیامت کے دن کی سختیاں اکثر کفار کے لیے خاص ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں خدا کی آیات کا انکار کیا،درحقیقت انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، کیونکہ وہ کفر کرکے انہوں نے خود کو رب تعالیٰ کے قہر اور غضب اور عذاب کا مستحق بنا لیا تھا، حالانکہ دنیا میں ان کو ڈرایا گیا تھا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں:(وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ۰ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ۸۷ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۰ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ۰ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ۸۸)(النمل:87تا88)

ترجمہ:"اور جس روز صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور جو زمین میں ہیں سب گھبرا اُٹھیں گے مگر وہ جسے خدا چاہے۔ اور سب اس کے پاس عاجز ہوکر چلے آئیں گے اور تم پہاڑوں کو دیکھوگے تو خیال کرو گے کہ (اپنی جگہ)پر کھڑے ہیں مگر وہ (اُس روز) اس طرح اڑے پھرینگے جیسے بادل۔ (یہ) خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ بیشک وہ تمھارے سب افعال سے باخبر ہے۔"

(فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ۸ فَذٰلِكَ يَوْمَىِٕذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ۹ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ۱۰)(سوره مدثر:8 تا 10)

ترجمہ:"جب صور پھونکا جائے گا۔ وہ دن مشکل کا دن ہوگا۔ (یعنی) کافروں پر آسان نہ ہوگا۔"

امام احمدؒ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں:وہ آیت:"فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْر"کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں :تم اس وقت کیا کرو

(c) ketabton.com: The Digital Library

گے جب نرسنگھا پھونکنے کاذمہ دار اسے ہاتھ پکڑے،اپنی پیشانی کو آ گے لاکر اس پر پھونکنے کے لیے خدا کے حکم کا انتظار کررہا ہو؟

صحابہ ؓ نے پوچھا : اے اللہ کے رسول ہم کیا کہیں ؟فرمایا:(حسبنا اللہ،ونعم الوکیل،علی اللہ توکلنا)

ترجمہ: "اللہ ہمارے کافی ہے،اور کیا خوب کارساز ہے،ہم خدا پر یقین رکھتے ہیں"

پس پہلی بار صور پھونکنے پر موجودہ نظام تخلیق تباہ ہوجائے گا دھماکے کی شدت سے تمام موجودات مر جائیں گی، آسمان اور زمین اپنے فطری راستوں سے نکل جائیں گے اور ایک آن میں زلزلہ آئے گا، اور یہ تمام حوادث اور واقعات صرف آغاز ہوگا خدا کی طرف واپسی اور حساب و کتاب کرنے کے لیے قیامت کے دن۔

پھر چالیس سال کی مدت کے بعد صور دوبارہ پھونکا جائے گا، اور تمام مُردے اٹھائیں جائیں گے خواہ ان کی موت کا وقت کچھ بھی ہو، اور وہ حیران و پریشان ہوکر چاروں طرف دیکھیں گے ان تبدیلیوں کی وجہ سے جو انہیں نظام تخلیق میں نظر آئیں گی، اور یہ وہ جگہ ہے جہاں مجرم اپنی تباہی اور بدبختی اور روسیاہی کو دیکھ لیں گے اور دیوانوں کی طرح ادھر اُدھر بھاگیں گے، اور بالآخر ننگے بدن اور ننگے پاؤں محشر کی طرف روانہ کیے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کتنی خوبصورتی سے اس کو ایک جملے میں بیان فرماتے ہیں: (مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۝)(سورہ طہٰ:55)

ترجمہ:"اسی (زمین)سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری دفعہ نکالیں گے۔"

قیامت کے دن ضروری سوالات

انسانوں سے ان معبودوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جن کی وہ عبادت کرتے تھے، ان سے پوچھا جائے گا کہ پیغمبروں کی دعوت قبول کی تھی کہ نہیں،انسانوں سے ان کے کئے ہوئے اعمال اور دنیا میں جن نعمتوں سے فائدہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

اٹھایا تھا اور عہد و معاہدوں اور کان، آنکھ اور ان کے دلوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

1 - کفر اور شرک:

یہ نہیں بھولنا چاہیے، قیامت کے دن انسانوں سے جو اہم ترین سوال پوچھا جائے گا وہ کفر و شرک کے بارے میں ہوگا، ان سے ان کے معبودوں کے متعلق پوچھا جائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے :(وَقِيۡلَ لَهُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ۙ۝۹۲ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ۝ هَلۡ يَنۡصُرُوۡنَكُمۡ اَوۡ يَنۡتَصِرُوۡنَ ؕ۝۹۳)(سورة الشعراء:92 تا 93)

ترجمہ:"اور اُن سے کہا جائے گا کہ جن کو تم پوجتے تھے وہ کہا ہیں؟یعنی جن کو خدا کے سوا (پوجتے تھے)کیا وہ تمھاری مدد کرسکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں۔"

(وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ۝۶۲)(سورۃالقصص:62)

ترجمہ:"اور جس روز خدا ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہا ں ہیں جن کا تمھیں دعویٰ تھا۔"

(اے مشرکو!اب تو سارے حجاب اور پردے ہٹ چکے، اور حساب وکتاب کا وقت اور پکڑ دھکڑ اور بے بسی کا وقت آپہنچا ہے، اور پکارو ان بتوں اور جنوں اور انسانوں میں سے ان کو جنہیں تم خدا جیسا بنا کر عبادت کرتے تھے، تاکہ تمہیں الله کی پکڑ اور عذاب سے آزاد کردیں، انسانوں سے پوچھا جائے گا کہ وہ خدا کے سوا کس کی عبادت کرتے تھے، اور یہ کہ جانور اور مختلف عطیات باطل معبودوں کے لیے پیش کرتے تھے،پوچھے جائیں گے۔

(وَيَجۡعَلُوۡنَ لِمَا لَا يَعۡلَمُوۡنَ نَصِيۡبًا مِّمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ ؕ۝ تَاللّٰهِ لَتُسۡـَٔـلُنَّ عَمَّا كُنۡتُمۡ تَفۡتَرُوۡنَ ۝۵۶) (سورة النحل:56)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمہ:" اور ہمارے دئیے ہوئے مال میں سے ایسی چیزوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں جن کو جانتے ہی نہیں۔(کافرو) خدا کی قسم کہ جو تم افترا کرتے ہو اس کی تم سے ضرور پرسش ہوگی۔"

(وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ۝٦٥ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ ۝٦٦ فَأَمَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَعَسَىٰٓ أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ۝٦٧ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَٰنَ اللَّهِ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝٦٨) (القصص:65 تا 68)

ترجمہ:"اور جس روز خدا ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا۔ تو وہ اس روز خبروں سے اندھے ہوجائیں گے اور آپس میں کچھ بھی پوچھ نہ سکیں گے۔ لیکن جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو امید ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں ہو۔ اور تمھارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے)برگزیدہ کرلیتا ہے۔ اُنکو اس کا اختیار نہیں ہے۔ یہ جو شرک کرتے ہیں خدا اس سے پاک و بالاتر ہے۔"

2 - انہوں نے دنیا میں کیا کیا ہے؟

انسان سے دنیا میں اس کے کئے ہوئے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا:
(فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝٩٢ عَمَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝٩٣)(سورۃ الحجر:92 تا 93)

ترجمہ:"تمھارے پروردگار کی قسم ہم اُن سے ضرور پرسش کریں گے۔ اُن کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔"

(فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۝٦) (سورۃ الاعراف:6)

ترجمہ:"تو جن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم اُن سے بھی پرسش کریں گے(کیا آسمان سے لائے گئے پیغام تمھاری طرف پہنچائے گئے تھے کہ نہیں ؟) اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے (کیا رب کا پیغام لوگوں تک پہنچایا کہ نہیں،(اور جواب میں لوگوں سے اس کے حکم کے بارے میں کیا سنا اور کیا دیکھا ؟)"

(c) ketabton.com: The Digital Library

قیامت کے دن کوئی بھی ایک قدم ادھر اُدھر نہیں ہوسکتا، جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں نہ پوچھا جائے:

1 - اپنی عمر کے بارے میں کہ اس نے کہاں گنوائی ؟
2 - اپنے علم کے بارے میں کہ اس نے اس پر کیا عمل کیا؟
3 - اپنے جسم کے بارے میں کہ کہاں کھپا یا ؟
4 - اپنے مال کے بارے میں کہاں سے کمایا اور کہاں لگایا؟

سنن ترمذی میں عبدا للہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لا تزول قدم ابن آدم یوم القیامة من عند ربه، حتى يسأل عن خمس: عن عمره فيم أفناه؟ وعن شبابه فيم أبلاه؟ وعن ماله من أين اكتسبه، وفيم أنفقه، وماذا عمل فيما علم)

"روز قیامت ابن آدم کے پاؤں اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے پاس سے نہیں کھسک سکیں گے، جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرلی جائے:

1 - اس نے اپنی عمر کہاں فنا کی؟
2 - اپنی نوجوانی کہاں کھپائی؟
3 - مال کہاں سے اور کیسے کمایا؟
4 - اور مال و دولت کہاں خرچ کی ؟
5 - اس نے اپنے علم کے مطابق کتنا عمل کیا ؟

مذکورہ حدیث میں جو قابل غور بات ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو مال و دولت جمع کرنے میں احتیاط کی طرف دعوت دے رہے ہیں اس لیے کہ انسان کا مال جتنا زیادہ ہوگا، اس کے مطابق اس کے بارے میں زیادہ پوچھ گچھ اور محاسبہ کا دورانیہ لمبا ہوگا۔

اور اس کا مال جتنا کم ہوگا، اس کے حساب کا وقت اتنا ہی کم ہوگا، اور اسے جلد از جلد جنت میں لے جایا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :(إن فقراء المهاجرين يسبقون الأغنياء، يوم القيامة إلى الجنة بأربعين خريفا)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"مہاجر فقراء جنت میں مالدار مہاجر وں سے چالیس سال پہلے داخل ہوں گے"

3 - وہ نعمتیں جن سے فائدہ حاصل کیا جاتا تھا :

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان نعمتوں کے متعلق جو انسان کو اس دنیا میں دی ہیں فرماتا ہے:(ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝۸)(التکاثر:8)

ترجمہ:"پھر اُس روز تم سے (شکرِ)نعمت کے بارے میں پرسش ہوگی"

مراد درج ذیل نعمتیں ہیں:

بھرا پیٹ، ٹھنڈا پانی، گھر اور رہائش، جسم اور روح کی ساخت میں توازن۔

سعید بن جبیر ؒ فرماتے ہیں کہ: حتی کہ شہد کے ایک گھونٹ کا بھی سوال کیا جائے گا۔

مجاہد کہتے ہیں: دنیا کی تمام لذتیں پوچھ گچھ اور حساب کتاب میں شامل ہوں گے۔

حسن بصری ؒ فرماتے ہیں:صبح و شام ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔

ابن عباس ؓ کہتے ہیں:نعمت سے مراد ہے : جسم کی صحت، آنکھ اور کان،(تفسیر ابن کثیر:364/7)

نعمتوں کی جو قسمیں شمار کی گئیں وہ نعمتوں کی تشریح میں تنوع کی وجہ سے ہیں،وگرنہ خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں، ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا: (وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۝) (سورہ ابراہیم:34)

بعض نعمتیں ضروری ہیں اور بعض نعمتیں تکملہ میں سے ہیں، اسی طرح نعمتوں کے سلسلے میں لوگ بھی ایک جیسے نہیں ہیں، لوگ ایک زمانہ میں ایسی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں گے جو نہ اس سے پہلے موجود تھیں اور نہ بعد میں ہونگی۔

ایک نعمت ایک علاقے میں پائی جاتی ہے جو دوسرے علاقے میں نہیں پائی جاتی، انسان کو ان تمام نعمتوں کے متعلق مسئول قرار دیا گیا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(إن أول ما يسأل العبد عنه يوم القيامة من النعيم أن يقال له: ألم نصح لك جسمك؟ ونروك من الماء البارد) (مشكاة المصابيح:656/2):1596)

قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں انسان سے جو سب سے پہلا سوال پوچھا جائے گا وہ یہ ہے:کیا تجھے صحیح اور سالم جسم نہیں دیا تھا ؟اور ٹھنڈے پانی سے تجھے سیراب نہیں کیا تھا ؟

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی عظیم اور قیمتی نعمتوں کو نہیں سمجھتے جو ان کو دی گئی ہیں، ایک گھونٹ پانی، اور ایک نوالہ کھانا،رہائش، بیوی اوربچے کی قدر نہیں جانتے، بلکہ صرف خوبصورت گھر، محلات، باغات اور نت نئی ماڈل کی گاڑیوں کو ہی نعمتیں سمجھتے ہیں۔

ایک شخص نےعبد اللہ بن عمرو بن العاص سے سوال کیا اور کہا:کیا ہم مہاجر فقراء میں سے نہیں ہیں، عبد اللہ نے اس سے پوچھا:تمہاری بیوی ہے کہ تو اس کے پاس جائے؟ کہا: ہاں ہے، پھر پوچھا: رہنے کے لیے گھر ہے؟ کہا: ہاں ہے، عبد اللہ بن عمرو نے کہا: پھر توتم مالداروں میں سے ہو، اس شخص نے کہا:اس کے علاوہ میرے کچھ نوکر بھی ہیں، عبد اللہ بن عمرو نے کہا:تو آپ کا شمار بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم:2285/4) اس کا نمبر:2979)

صحیح بخاری میں ابن عباس ؓسے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة والفراغ)دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ اپنا نقصان کرتے ہیں : ایک تندرستی، دوسری فراغت۔

حدیث کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اس نعمت کا شکر ادا کرنے اور اس کی قدر و قیمت جاننے میں کوتاہی کرتی ہے، اور اس کے مطابق اور تقاضا پر عمل نہیں کرتی، اور جو شخص اس کے مقتضا پر جو اس پر واجب ہے عمل نہ کرے وہ خسارے میں ہوگا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :(لا بأس بالغنى لمن اتقى الله عز وجل، والصحة لمن اتقى الله خير من الغنى، وطيب النفس من النعيم)

"مال اس شخص کے لیے نقصان دہ نہیں جو اللہ سے ڈرنے والا(متقی) ہو، جب کہ متقی کے لیے صحت مال سے بہتر ہے، اور خوش گوار طبیعت اللہ کی نعمتوں میں سے ہے"

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (يلقى (الرب) العبد فيقول: أى فُلان، ألم أ كرمك، وأسودك، وأزوجك، وأسخر لك الخيل والإبل، وأذرك ترأس وتربع؟ فيقول: بلى، قال: فيقول: أفظننت أنك ملاقى؟ قال: فيقول: لا، فيقول: فإنى أنساك كما نسيتنى، ثم يلقى الثانى فيقول: أى فُل، ألم أ كرمك، وأسودك، وأزوجك، وأسخر لك الخيل والإبل، وأذرك ترأس وتربع؟ فيقول: بلى، أى رب، فيقول: أفظننت أنك ملاقى؟ فيقول: لا، فيقول: فإنى أنساك كما نسيتنى، ثم يلقى الثالث، فيقول له مثل ذلك، فيقول: يا رب آمنت بك وبكتابك وبرسلك وصليت وصمت وتصدقت، ويثنى بخير ما استطاع، فيقول: ههنا اذن.

قال: ثم يقال له: الآن نبعث عليك شاهداً عليك، ويتفكر فى نفسه، من ذا يشهد علىّ؟ فيختم الله على فيه، ويقال لفخذه ولحمه وعظامه: انطقى فتنطق فخذه ولحمه وعظامه بعمله. وذلك ليعذر من نفسه. وذلك المنافق الذى يسخط الله عليه)

"جب بندہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا، توحق تعالیٰ سوال کرے گا بندے سے: اے فلاں بندے!بھلا میں نے تجھ کو عزت نہیں دی، اور تجھے سردار نہیں بنایا، اور تجھ کو تیرا جوڑا نہیں دیا، اور گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا تابع نہیں کیا، اور تجھ کو چھوڑا کہ تو اپنی قوم کی ریاست کرتا، اور خوشحال رہتا؟ تو بندہ کہے گا:سچ ہے،"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تو حق تعالیٰ فرمائے گا : بھلا تجھ کو معلوم تھا کہ تو مجھ سے ملے گا ؟ سو بندہ کہے گا کہ نہیں، تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ہم بھی تجھ کو بھولتے ہیں (یعنی تیری

(c) ketabton.com: The Digital Library

خبر نہ لیں گے اور نہ تجھ کو عذاب سے بچائیں گے) جیسے تو نے ہم کو بھلایا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندے سے حساب کرے گا تو کہے گا :اے فلاں!بھلا میں نے تجھ کو عزت نہیں دی اور تجھ کو سردار نہیں بنایا، اور تجھ کو تیرا جوڑا نہیں دیا، اور گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا تابع نہیں کیا، اور تجھ کو چھوڑا کہ تو اپنی قوم کی سرداری کرتا، اور خوشحال رہتا؟ تو بندہ کہے گا:سچ ہے اے میرے رب!پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا :بھلا تجھ کو معلوم تھا کہ تو مجھ سے ملے گا ؟ تو بندہ کہے گا کہ نہیں، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا :سو میں بھی اب تجھے بھلا دیتا ہو، جیسے تو نے مجھ کو دنیا میں بھلایا تھا۔

پھر تیسرے بندے سے حساب کرے گا اس سے بھی اسی طرح کہے گا : اے رب! میں تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر اور میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا، صدقہ دیا اسی طرح اپنی تعریف کرے گا جہاں تک اس سے ہوسکے گا، حق تعالیٰ فرمائے گا : دیکھ یہیں تیرا جھوٹ کھل جاتا ہے،"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر حکم ہوگا اب ہم تیرے اوپر گواہ کھڑا کرتے ہیں،بندہ اپنے جی میں سوچے گا کہ کون مجھ پر گواہی دے گا، پھر اس کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور حکم ہوگا اس کی ران سے کہ بول، تو اس کی ران کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیں گی، اور یہ گواہی اس واسطے ہوگی تاکہ اس کا عذر باقی نہ رہے اس کی ذات کی گواہی سے، اور یہ شخص منافق یعنی جھوٹا مسلمان ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ غصہ کرے گا۔"

نعمت کے بارے میں سوال، دراصل ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا سوال ہے، جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں، جب بھی انسان شکر ادا کرتا ہے، درحقیقت اس نے نعمت کا حق ادا کردیا ہے، لیکن اگر وہ ناشکری کرے اور نعمت کی قدر نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب کرے گا۔

صحیح مسلم میں سیدنا انس ؓسے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (إن الله ليرضى عن العبد أن يأكل الأكلة، فيحمده عليها، أو يشرب الشربة فيحمده عليها)

"بیشک اللہ تعالیٰ تو اپنے بندے سے اتنی بات پر راضی ہوجاتا ہے کہ وہ ایک لقمہ کھائے اور (اس پر) اس کی تعریف کردے یا پانی کا ایک گھونٹ پئے اور اس پر اللہ کی حمد و ثنا بیان کردے۔"

(c) ketabton.com: The Digital Library

عہد اور میثاق:

خدا تعالیٰ لوگوں سے اس عہد کے متعلق جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے پوچھ گچھ کرے گا، آیت: (وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ۝١٥) (الاحزاب:15) ترجمہ:"حالانکہ پہلے خدا سے اقرار کرچکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور خدا سے (جو) اقرار (کیا جاتا ہے) اس کی ضرور پرسش ہوگی۔

ہر وہ عہد و معاہدہ جو جائز اور شرع کے مطابق ہو انسانوں کے درمیان طے ہوتا ہے،اس کو پورا کرنے یعنی اس پر وفا کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں بھی پوچھ گچھ ہوگی، فرماتے ہیں:(وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝٣٤)(الاسراء:34) ترجمہ:"اور عہد و میثاق (جو خدا یا لوگوں کے ساتھ باندھا ہے)پورا کرو، کیونکہ تم لوگوں سے (قیامت کے دن)عہد و میثاق کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

کان، آنکھ اور دل:

اللہ تعالیٰ انسانوں سے ان تمام باتوں کے بارے میں پوچھے گا جو باتیں انہوں نے کی ہیں، یہیں پر انسانوں کو بعیداز علم اور ثبوت کے بغیر گفتگو کرنے سے منع کیا ہے: (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝٣٦)(الاسراء:36)ترجمہ:"اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح)سے ضرور باس پرس ہوگی۔"

قتادہ فرماتے ہیں کہ:ان چیزوں کے متعلق جو تم نے دیکھا ہے، سنا ہے یا نہیں سنا ہے، جانتے یا نہیں جانتے کچھ مت کہنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سب کے بارے میں تجھ سے پوچھے گا۔

ابن کثیر کہتے ہیں :اس آیت میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے بغیر علم و سند اور ثبوت کے بات کرنے سے منع فرمایا ہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

حتیٰ کہ گمان اور شک والی بات کو بھی جائز نہیں کہا ہے :(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘○اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا٘○ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ٘○ وَاتَّقُوا اللّٰهَ٘○ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۱۲○)(سورۃ الحجرات:12)

ترجمہ:"اے اہل ایمان!بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کروگے (تو غیبت نہ کرو) اور خدا کا ڈر رکھو بیشک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

حدیث میں ہے کہ : (إیاکم والظن فإن الظن أکذب الحدیث)"بد گمانی سے بچتے رہو، کیونکہ بد گمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے"

سنن ابو داؤد میں ہے کہ :انسان کی سب سے بُری عادت یہ ہے کہ شک اور گمان سے بات کرے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ :(إن أفری الفری أن یری الرجل عینیه مالم تریا)"سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ اپنی آنکھ کو وہ دکھائے جو اس نے دیکھا نہ ہو"

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ: (من تحلم حلماً کلف یوم القیامة أن یعقد بین شعیرتین ولیس بفاعل) (تفسیر ابن کثیر: (308/4) "جو شخص ایسا خواب دیکھنے کا دعویٰ کرے، جو اس نے دیکھا نہ ہو، تو اسے جو کے دو دانوں کے درمیان گِرہ لگا کر جوڑنے کا پابند کیا جائے گا اور ہرگز (ایسا)نہ کر پائے گا"۔

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة البروج

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے یہ بائیس(22) آیتوں پر مشتمل ہے۔

وجہ تسمیہ:

برجوں والے آسمان پر رب تعالیٰ کی قسم کھانے کی وجہ سے اس کام نام بروج رکھا گیا، اسی طرح بعض تفاسیر میں اس سورت کے نام: "البروج" اور "وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ" بھی ہیں، اس سورت کا آغاز تشدد اور ظلم و جبر کرنے والے گروہ کے جرائم کے ذکر سے کیا گیا ہے، جو ایک گہری خندق اور کھڈا کھودتے، اور اس میں بڑی آگ جلاتے، اور مؤمنوں کو اس بڑی خوفناک آگ میں جلانے کی دھمکی دیتے تھے، اور جو ایمان لانے سے باز نہیں آتا اس کو آگ میں ڈال دیتے، عظیم رب بھی ان سے جہنم کی شدید آگ کا وعدہ کرتا ہے، جس کا موازنہ اس دنیا کی آگ سے نہیں کیا جاسکتا۔

سورة البروج کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد:

سورة البروج مکی سورتوں میں سے ہے، اس کا ایک(1)رکوع، پچیس(25) آیتیں، ایک سونو(109) الفاظ، چار سو چوہتر(474) حروف، اور دو سو چار(204) نقطے ہیں۔

(اس بات کا ذکر کرنا لازم ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورة البروج کا سورة الانشقاق سے ربط و مناسبت:

الف:دونوں سورتیں "السّماء" پر قسم سے شروع ہوتی ہیں۔

ب:دونوں سورتیں مؤمنوں کو اچھائی کا وعدہ دیتی ہیں، کفار کو عذاب الٰہی سے ڈراتی ہیں، اور دونوں میں قرآن کریم کی شان و عظمت پر بحث کی گئی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ج:پچھلی سورت کہتی ہے: خدا تمام مشرکوں کے دلوں سے واقف ہے کہ وہ پیغمبر اور مؤمنوں سے بغض اور دشمنی رکھتے ہیں، اور انہیں مسلسل ذہنی اور جسمانی اذیت دیتے ہیں، اور وہ چالوں، حیلہ اور جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں، چنانچہ سورۃ البروج بتاتی ہے کہ پچھلی نسلوں کی کافر قوموں کا بھی یہی حال تھا۔

سورۃ البروج کی فضیلت:

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ ؓسے روایت ہے کہ فرمایا:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں سورہ"بروج" اور "والسّماءِ والطارق" کی تلاوت فرماتے تھے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس سورہ کے نزول کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور پیروکاروں کو کفار کی اذیت اور تکلیف پہنچانے کے خلاف تسلی دینا ہے، اس حقیقت کو بیان کرنا ہے کہ پچھلی امتوں کے کافر بھی اہلِ مکہ کی طرح الٰہی دعوتوں کے خلاف لڑنے والےاور حق کو جھٹلانے میں یکساں تھے: یمن میں اصحاب اخدود کی طرح، فرعون، قوم ثمود وغیرہ۔

لیکن رب تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا، کیونکہ وہ خدا عزوجل کے قبضہ قدرت میں تھے، تو اسی طرح وہ اسلام کے دشمنوں اور متحارب منکروں سے انتقام لے گا، اس لئے کہ وہ بھی اس اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

سورۃ البروج کے نزول کا وقت:

سورۂ بروج کا عمومی موضوع خود وضاحت کرتا ہے کہ یہ سورت مکہ معظمہ کے اس دور میں نازل ہوئی ہے، جس وقت مسلمانوں کے خلاف شدید ظلم و ستم جاری تھا، اور کفار مسلمانوں کو بدترین اذیتیں دے کر ایمان اور اسلام کی راہ سے روکنے کی کوشش کرتے تھے۔

سورۃ البروج کا سبب نزول:

اس سورت کا سبب نزول جوکہ اصحاب اخدود کے گرد گھومتی ہے مختصراً یہ تھا: کہ کفار یہود کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ جس کا نام زرعہ بن تبان أسعد حمیری تھا ، اور ذونواس سے مشہور و معروف تھا، کو خبر ملی کہ اس کے رعایا دین یہودیت کو چھوڑ کر دین اسلام یا نصرانیت پر ایمان لائی ہے، پھر قبیلہ حُمیر سے ایک لشکر لیکر ان کے پاس گیا، اور انہیں گرفتار کرلیا، کہ یا تو یہودی بنے یا پھر آگ میں جلائے جائینگے، ان کو اختیار دیا، لیکن مؤمنوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

نے آگ کو چُن لیا، پھر آگ کے گڑھے کھودے گئے اور ان میں آگ بھڑکا کر مؤمنوں سے کہا: تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے اسے رہا کردینگے، اور جو اپنا دین نہ چھوڑے اسے اس آگ میں ڈال دینگے، وہ مؤمنین صابر اور ثابت قدم رہے بلآخر انہیں آگ میں ڈالا گیا، جب کہ وہ ظالم بادشاہ اس منظر کا نظارہ کر رہا تھا، منقول ہے کہ ان مؤمنین میں سے بارہ(12)، بیس(20) یا ستّر(70) ہزار افراد شہید کیے گئے، کہتے ہیں کہ ذونواس قبیلہ حمیر کا آخری بادشاہ ابن کثیر کے قول کے مطابق مشرک تھا۔

سورۂ بروج سے متعلق معلومات:

یہ سورت مکی سورتوں میں سے ایک ہے جو اسلامی عقیدے پر بحث کرتی ہے، اس سورت کا عمومی مواد دشمنوں کے مقابلے میں مؤمنوں کی حوصلہ افزائی، اور انہیں ثابت قدم رہنے اور مزاحمت کرنے کی ترغیب دینا ہے۔

اس سورت کی بحث کا محور اخدود کے مؤمنوں کا قصہ ہے، جو بہادری، ایثار اور قربانی کی واضح مثال ہے، "اصحاب اخدود" وہ لوگ ہیں جنہوں نے خندقیں اور گڑھے کھودے اور ان میں بہت بڑی آگ جلائی، اور مؤمنوں کو آگ سے اذیت دینے کی دھمکی دی، اور بہت سے مومنوں کو آگ میں جلایا لیکن وہ ایمان سے پیچھے نہیں ہٹے، سورت کی شروع میں آسمان کی قسم کھائی گئی ہے، جس میں حیرت انگیز ستارے اور ان کے بڑے بڑے مدار ہیں، جن میں افلاک تیرتے ہیں۔

اور مشہود کے عظیم دن یعنی روز قیامت پر قسم کھائی گئی ہے، پیغمبروں اور مخلوقات پر قسم کھائی گئی ہے کہ مجرمین نیست و نابود اور جڑ سے ختم ہوجائینگے، وہ مجرمین جو دین چھڑانے کے لیے مؤمنوں کو آگ میں ڈال دیتے تھے -

"وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝١ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝٢ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝٣" اس کے بعد اس سورت میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکتا ہے، ان مجرموں سے جو خدا کے بندوں اور دوستوں کو تکلیفیں دیتے ہیں۔

"اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝١٢ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝١٣ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝١٤ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝١٥"

سورت کے اختتام میں ظالم فرعون کا واقعہ اور ان آزمائشوں اور آفات کا ذکر ہے جو فرعون اور اس کی قوم پر سرکشی اور بغاوت و طغیان کی وجہ سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

آئی تھیں: "هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡجُـنُوۡدِۙ‏ ﴿۱۷﴾ فِرۡعَوۡنَ وَثَمُوۡدَ ؕ‏ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِىۡ تَكۡذِيۡبٍۙ‏ ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنۡ وَّرَآٮِٕهِمۡ مُّحِيۡطٌ ۚ‏ ﴿۲۰﴾ بَلۡ هُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِيۡدٌ ۙ‏ ﴿۲۱﴾ فِىۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ ‏﴿۲۲﴾" یہ ایک عمدہ اختتام ہے جو سورت کے موضوع سے مکمل مناسبت رکھتا ہے۔

اصحاب اخدود:

محدثین اور اہل سِیَر نے اصحاب اخدود کا واقعہ مختلف روایات کے ساتھ لکھا اور نقل کیا ہے، اس واقعے کا خلاصہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے جس میں اس سورہ کے نزول کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔

سیرت لکھنے والے لکھتے ہیں: ابن عباس ؓ کی ایک روایت کے مطابق "یمن میں بادشاہ یوسف ذونواس" کے دورِ بادشاہت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت سے تقریباً "70" سال پہلے ایک کاہن، اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک ماہر جادوگر رہتا تھا۔

اہل سِیَر لکھتے ہیں کہ: یہ ماہر جادوگر شدید بیمار ہوگیا تو یہ "یوسف ذونواس" کے پاس گیا، اور اس سے عرض کی کہ میں ایک لاعلاج اور شدید قسم کی بیماری میں مبتلا ہوا ہوں، میری موت کا وقت قریب آچکا ہے، لہٰذا مہربانی فرماکر ایک ایسا نوجوان میرے حوالے کردیں کہ میں اسے جادو سکھا دوں، بادشاہ نے اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ ایک ہوشیار اور ذہین نوجوان تلاش کرکے ساحر کی خدمت میں دیدو، درباریوں کو مطلوبہ نوجوان مل گیا اور اسے جادوگر کے حوالے کردیا: مؤرخین نے اپنی روایت میں اس نوجوان کا تعارف "عبداللہ بن تامر" کے نام سے کیا ہے، جادوگر کےحکم کے مطابق یہ نوجوان ہر روز سحر اور جادو کی تربیت کے لیے شاہی محل جایا کرتا تھا، ایک دن راستے میں ایک راہب اور مسیحی عالم (اس زمانے میں مسیحی دین حق تھا) کے وعظ و نصیحت سے واسطہ پڑا، یہ نوجوان راہب کے وعظ و نصیحت سننے کے بعد اللہ کے دین کی حقیقت جان گیا، بلآخر مسلمان ہوگیا، اللہ نے اسے ایسا کامل اور مضبوط ایمان عطا فرمایا کہ اس نے ایمان کی خاطر لوگوں کی اذیتیں برداشت کیں، نوجوان (عبداللہ بن تامر) اس دن کے بعد وہ روزانہ اس عابد و عالم کے حلقۂ وعظ و نصیحت میں اس کے معبد جایا کرتا تھا، اور اس روحانی عالم کے ساتھ طویل عرصے تک رہنے اور ان کے مفید وعظ و نصیحت سے فائدہ اٹھانے میں دلچسپی رکھتا تھا، رب تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا، چنانچہ اکثر ایسا ہوتا کہ جادوگر کے پاس جانے میں اسے تاخیر ہوجاتی، کیونکہ وہ کافی دیر تک راہب

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے پاس رہتا، ساحر اسے سزا دیتا یہاں تک کہ اسے مارتا اور پیٹتا، نوجوان نے عیسائی راہب سے شکایت کی، اور اسے شاہی دربار کے جادوگر کے ہاتھوں مار پیٹ کے بارے میں بتایا، راہب نے اس نوجوان سے کہا: میرے بیٹے! جب جادوگر پوچھے کہ تم نے دیر کیوں کی تو کہو کہ کچھ لوگوں نے مجھے روکا تھا، اور جب گھر والے پوچھیں کہ کیوں دیر سے گھر آتے ہو تو کہدو: جادوگر نے مجھے روکا تھا۔

نوجوان اسی آمد ورفت میں مصروف تھا کہ ایک دن دیکھا کہ ایک بہت بڑا اور خوفناک شیر لوگوں کا راستہ روکے ہوئے تھا، اور لوگوں کو تباہ کرنا چاہتا تھا، نوجوان نے کہا میں آج معلوم کرتا ہوں کہ راہب کا وعظ و نصیحت حق پر ہے یا جادوگر کا کام ، پھر نوجوان نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: "یا اللہ" اگر آپ کے نزدیک راہب کا کام زیادہ مقبول ہے تو اس پتھر سے اس شیر کو ہلاک کردے، اور اسے شیر کے سر پر مارا اور اسے قتل کردیا ، لوگوں کو اس درندہ شیر کے شر سے نجات دلادی، نوجوان نے اس واقعے کی اطلاع راہب کو دی، راہب نے اس نوجوان سے کہا: میرے بیٹے! تم بہت جلد پکڑے جاؤ گے، اور جب گرفتار ہوجاؤ تو میری خواہش ہے کہ میرے بارے میں ان کو کچھ نہ بتانا، اس نوجوان نے اس کے بعد سے بیماروں کا علاج کرنا شروع کردیا، اور کوڑھی، اور برص جیسے بیماریوں کا علاج کیا جس سے وہ شفایاب ہوگئے۔

(جزام ایک خطرناک بیماری ہے جو عام طور پر mycobacterium leprae نامی جراثیم کی وجہ سے ہوتی ہے، اس بیماری کی واضح علامات ہوتی ہیں جن کے سب سے زیادہ اثرات جسم کے اعصابی حصوں اور بیمار شخص کے جلد کے حصوں پر دیکھے جاتے ہیں)۔

ایک دن بادشاہ سے وابستہ ایک شخص جوکہ نابینا تھا اس نوجوان کے پاس گیا اور اس سے تقاضہ کیا کہ اس کی آنکھیں ٹھیک کردے، نوجوان نے کہا: میں کسی کو شفاءنہیں دے سکتا، بلکہ وہ عظیم رب ہے جو شفاء دینے والا اور بخشنے والا ہے، اگر تو اللہ پر ایمان لاتا ہے تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ تیری بینائی واپس کردے، اور میں اس معاملے میں اپنے رب سے دعا مانگوں گا، وہ نابینا آدمی یہ بات سن کر ایمان لایا، تو نوجوان نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطاکر، جب یہ شخص شفایاب ہوکر صحیح آنکھوں کے ساتھ بادشاہ یوسف ذونواس کے دربار میں حاضر ہوا، اور اپنی آنکھوں کی شفایابی کا ماجرا

(c) ketabton.com: The Digital Library

بادشاہ کے حضور بیان کیا، بادشاہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تجھے کس نے شفا دی؟ اس شخص نے کہا: میرے رب نے ۔

بادشاہ نے کہا: میں نے۔

شخص نے کہا: نہیں میرے اور تیرے رب نے۔

بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی خداہے؟

اس شخص نے کہا: جی ہاں میرا پروردگار اور تیرا پروردگار الله تعالیٰ ہے، بادشاہ نے اپنے ماتحتوں کو اسے گرفتار کرنے اور سزا دینے کا حکم صاور کردیا، کافی تشدد اور سزا کے بعد اس شخص نے نوجوان کے بارے میں بتادیا جس کی دعا سے شفایاب ہوا تھا، بادشاہ نے اس نوجوان کی گرفتاری کا حکم جاری کردیا اور اسے بادشاہ کے سامنے پیش کردیا گیا، نوجوان سے بادشاہ نے پوچھا کہ: تو ہے جو جزام اور برص کی بیماروں کو شفا دیتا ہے؟

نوجوان نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا، بلکہ میرا رب شفاء دیتا ہے۔

بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ تیرا کوئی اور رب ہے؟

نوجوان نے کہا: جی ہاں میرا اور تیرا رب۔

پھر بادشاہ نے اسے پولیس کے حوالے کیا پولیس نے اس پر تشدد کیا کہ پہلے معلّم کا پتہ بتا دے، نوجوان پر حد سے زیادہ تشدد کیا یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بتادیا، شاہی دربار کے غنڈوں(اہلکاروں) نے راہب کو گرفتار کرکے اس پر ایسا غیر انسانی تشدد کیا کہ اس کا سر بھی آرے سے کاٹ دیا اور جسم کو دو ٹکڑے کردیا، اور نوجوان سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پلٹ جاؤ، نہیں تو ایسے ہی تشدد کا سامنا کرنا پڑے گا، نوجوان نے تسلیم ہونے اور اپنا راستہ چھوڑنے سے انکار کردیا، بادشاہ نے حکم دیا کہ کچھ لوگ اسے پکڑ کر فلاں پہاڑی پر لے جائیں، اگر اپنے دین سے پھر جائے تو اسے آزاد کردیں، اگر اپنا دین نہ چھوڑے تو اسے پہاڑی کے اوپر سے ایک گہری وادی میں پھینک دیں ۔

اہل سِیَر مزید لکھتے ہیں کہ: مقررہ وقت آپہنچا، درباری محافظ نوجوان کو پکڑ کر پہاڑی پر لے گئے، جب نوجوان پہاڑ کی چھوٹی پر پہنچا تو دست بہ دعا ہوا: اے پروردگار! مجھے ان کے شر سے نجات دے، کہتے ہیں کہ اس دعا کے ساتھ پہاڑ لرزنے لگا، اور تمام محافظین درّے کی گہرائی میں پھینک دیے گئے اور ہلاک ہوگئے، اور نوجوان صحیح سلامت بادشاہ کے دربار میں پہنچا اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

بادشاہ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے سارے محافظوں کو ہلاک کردیا، بادشاہ نے دوسری بار اپنے محافظوں کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ کر سمندر کی تیز موجوں کے درمیان غرق کردو، بادشاہ کے محافظ نوجوان کو ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر کی گہرائی کی طرف روانہ ہوگئے، محافظین نے جب نوجوان کو سمندر کے بیچ میں پھینکنا چاہا تو نوجوان نے پھر دعا کی: اللہ مجھے ان ظالموں کے شر سے نجات دے ، اسی دوران کشتی سمیت تمام شر پسند ڈوب گئے، اور وہ نوجوان صحیح سلامت بادشاہ کے پاس آگیا، بادشاہ نے پوچھا محافظوں کا کیا بنا؟ تو اس نوجوان نے کہا کہ میرے رب نے اُن سب کو سمندر میں غرق کرکے ہلاک کردیا، اور پھر نوجوان نے بادشاہ کی طرف پلٹ کر کہا: تم مجھے قتل نہیں کرسکو گے یہاں تک کہ جو کچھ میں کہوں گا اس پر عمل نہ کرلو .

بادشاہ نے کہا کیا کروں، نوجوان نے کہا: لوگوں کو اکھٹا کرو، اور مجھے کھجور کے تنے سے باندھو، پھر میرے تیر کش میں سے ایک تیر نکالو اور کمان میں ڈالو اور کہدو: اس نوجوان کے پروردگار اور خدا کے نام پر، پھر کمان کو کھینچو اور تیر مجھے مارو تومیں مرجاؤں گا، یہ بات سننے کے بعد بادشاہ نے لوگوں کو جمع کیا اور نوجوان کو درخت سے باندھ دیا، اور اس کے تیرکش میں سے ایک تیر نکال کر کمان میں ڈالی اور کہا: اس نوجوان کے "اللہ کے نام پر" اور تیر چھوڑ دیا تیر کمان سے نکل کر اس کی پیشانی پر جا لگا، اس طرح اس مؤمن نوجوان کو شہادت کا درجہ نصیب ہوا، اور حاضرین کو ایمان، موقع پر موجود تمام لوگ یک صدا ہوکر پکار نے لگے "ہم اس نوجوان کے رب پر ایمان لے آئے" بادشاہ کے ساتھی اور اس کے محافظین یہ منظر دیکھ کر بادشاہ سے مخاطب ہوکر کہنے لگے: دیکھا جس چیز کا تجھے ڈر تھا وہی ہوا، تمام لوگ اس جہاں کے خدا پر ایمان لے آئے۔

اس صورت حال پر بادشاہ کو غصہ آیا اور انہیں حکم دیا کہ گہری کھائیاں کھود کر ان میں آگ جلادو، ہر وہ شخص جو اس نوجوان کا دین چھوڑ دے اسے آزاد کیا جائے اور جو بھی اس نوجوان کے دین کا معتقد و مؤید ہو اسے ان خندقوں اور آگ کے گڑھوں میں جلادیں، اس دوران مؤمنین کی بڑی تعداد آگ میں جلا دی گئی(مؤرخین نے اس آگ کا شکار ہونے والوں کی تعداد 12 سے 20 کے لگ بھگ کا بتائی ہے)۔

سیرت نگار مزید لکھتے ہیں کہ: اس دن رب نے مؤمنین کو ایسی طاقت اور استقامت بخشی کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ایمان کو چھوڑنے پر راضی نہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہوا اور آگ کے گڑھوں میں گرنا قبول کیا، لیکن اپنے دین اور عقیدے سے انکار نہیں کیا، کہتے ہیں کہ ایک خاتون کی گود میں بچہ تھا، جس کی وجہ سے اس عورت نے اس آگ میں جانے سے انکار کردیا، تو گود والے بچے نے اس سے کہا: امی جان! صبر کرو کیونکہ تو حق پر ہے۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ: محمد بن اسحاق سے روایت ہے: حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ضرورت کے پیش نظر جس جگہ عبداللہ بن تامر دفن کیا گیا تھا کھدائی ہوئی، وہاں سے عبداللہ بن تامر کا جسد صحیح سلامت باہر نکلا، اسے غسل دیے بغیر ہی دفن کردیا گیا تھا، اور اس کا ہاتھ اس زخم پر رکھا تھا جہاں تیر لگا تھا، وہاں موجود افراد میں سے ایک نے اس کا ہاتھ ہٹایا تو اس سے خون بہنے لگا، پھر ہاتھ کو دوبارہ اس جگہ پر رکھا تو خون بند ہوگیا، اس کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر "اللہ ربیّ" کا لفظ کندہ تھا۔

والی یمن نے اس واقعے سے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی، حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا اس کو اسی حالت میں انگوٹھی سمیت دوبارہ دفن کیا جائے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں اہل ایمان کو آگ کے گڑھے میں جلانے کے واقعات ایک نہیں تھے، بلکہ ایسے دو یا تین اور واقعات دوسرے علاقوں میں بھی رونما ہوئے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ یمن میں(جوکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ستّر سال پہلے کا ہے)ہوا جس کو قرآن کریم کی اس سورت میں بیان کیا گیاہے وہ ملک یمن میں خندق نجران ہے۔

اس واقعے کو بیان کرنے کا عمومی مقصد:

اس واقعے کا عمومی اور حتمی مقصد یوں بیان ہوسکتاہے کہ:

1- ان مؤمنین کی پہچان جو دوسروں کے عذاب اور ایذا رسانی کے مقابلے میں صبر اختیار کرنے والے ہیں۔
2- کافروں کو ڈرانا اور دھمکانا، تاکہ وہ جان لیں کہ ان کے ظلم کے بعد انہیں کس طرح کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃ البروج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ؕ۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ۴ النَّارِ ذَاتِ
الْوَقُوْدِ ۙ۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ؕ۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ
يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؕ۹ اِنَّ الَّذِيْنَ
فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ؕ۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ؕ۱۱ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؕ۱۲
اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۚ۱۳ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۙ۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۙ۱۵ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ؕ۱۶ هَلْ اَتٰىكَ
حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۙ۱۷ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ؕ۱۸ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۙ۱۹ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۚ۲۰ بَلْ
هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ۲۱ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۚ۲۲

سورت کا لفظی ترجمہ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ۱	برجوں والے آسمان کی قسم (1)
وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ۲	اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے (2)
وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ؕ۳	ہر شاہد اور مشہود پر (3)
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ۴	کہ خندقوں کے(کھودنے) والے ہلاک کردئیے گئے(4)
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ۵	آگ سےبھری ہوئی خندقیں بھرپور ایندھن والی(5)
اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ۶	جبکہ وہ اُن (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے(6)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور وہ لوگ جو کچھ مؤمنوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے(7)	وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۷ۭ
ان کو مؤمنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب اور قابل ستائش ہے (8)	وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۸ۙ
وہی جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے، اور خدا ہر چیز سے واقف ہے(9)	الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۹ۭ
بیشک جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر تشدد کیا، پھر انہوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے دوذخ کا عذاب اور جلنے کا عذاب ہے(10)	اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۱۰ۭ
بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کے لیے باغات ہیں جن کے قصروں کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، یہ ہے بڑی کامیابی (11)	اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۱۱ۭ
بیشک تمہارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے (12)	اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۱۲ۭ
وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (زندہ) کریگا (13)	اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۱۳ۚ
اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے (14)	وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۱۴ۙ
عرش کا مالک بڑی شان والا (15)	ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۱۵ۙ
جو چاہتا ہے کردیتا ہے (16)	فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۱۶ۭ

(c) ketabton.com: The Digital Library

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡجُنُوۡدِۙ‏ ﴿۱۷﴾	بھلا تم کو لشکروں کا حال معلوم ہوا ہے (17)
فِرۡعَوۡنَ وَثَمُوۡدَ ؕ‏ ﴿۱۸﴾	(یعنی) فرعون اور ثمود کا (18)
بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِىۡ تَكۡذِيۡبٍۙ‏ ﴿۱۹﴾	لیکن کافر (جان بوجھ کر) تکذیب میں (گرفتار) ہیں (19)
وَّاللّٰهُ مِنۡ وَّرَآٮِٕهِمۡ مُّحِيۡطٌ ۚ‏ ﴿۲۰﴾	اور خدا (بھی) ان کو گردا گرد سے گھیرے ہوئے ہے (20)
بَلۡ هُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِيۡدٌ ۙ‏ ﴿۲۱﴾	(یہ کتاب ہزل و بطلان نہیں)بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے(21)
فِىۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ ﴿۲۲﴾	لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) (22)

مختصر تفسیر

محترم قارئین:

آیات مبارکہ(1 تا 11) میں اصحاب اخدود اور جزاء و سزاء جیسے موضوعات سے متعلق بحث کی گئی ہے۔

لغات اور اصطلاحات کی تشریح:

"ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ" برجوں والے، ستاروں اور کہکشاؤں کا برج، یا بارہ مشہور برج

ہیں، جن میں سے ہر ایک زمین کی مخلوقات سے مشابہت رکھتا ہے، ان میں سے چھ خطِ استواء کے شمال میں واقع ہیں: حمل، ثور، جوزاء، سرطان، أسد، سنبلہ،(بہار اور گرمی کا موسم) اور خطِ استواء کے جنوب میں دوسرے چھ: میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت(خزاں اور جاڑے کا موسم)۔

کہا جاتا ہے کہ: سورج تین مہینوں میں پہلے تین شمالی برجوں سے گزرتا ہے، جوکہ بہار کا موسم ہے، اور اگلے تین مہینوں میں دوسرے تین برجوں سے گزرتا ہے جوکہ موسم گرما ہے، اس کے علاوہ پہلے تین جنوبی برجوں سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

تین مہینوں میں گزرتا ہے جوکہ خزاں کا موسم ہے، اور دوسرے تین جنوبی برجوں سے دوسرے تین مہینوں میں سفر کرتا ہے جوکہ سردیوں کا موسم ہے۔

لیکن چاند ان میں سے ہر ایک برج کو دو یا تین دن میں طے کرلیتا ہے اس لیے چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں، جبکہ دو راتوں تک چھپا رہتا ہے۔

عربی زبان میں "بروج" کا دوسرا معنی: قصور: قصر کی جمع ہے۔

"الْيَوْمِ الْمَوْعُودِ"روزِ قیامت ۔

"شَاهِدٍ" گواہ، گواہی دینے والا ۔

"مَشْهُودٍ"گواہی کا سبب، جو گواہی دیدی گئی ہو، واقع شدہ، گواہی کا سبب بنا ہو۔

"قُتِلَ" قتل ہو، نفرت ہو، نیست و نابود ہو۔

"أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ" خندقوں کی آگ کے مالکان، انسانوں کو جلانے والے بھٹی کے مالکان، اذیت دینے والے، گڑھے اور خندقوں والے۔

"أُخْدُودِ" بڑا گڑھا اور خندق، ایک بڑی مستطیل کھائی، اس کی جمع "أخادید" ہے۔

"ذَاتِ الْوَقُودِ" آگ کے ایندھن کے مالکان۔

"الْوَقُودِ" لکڑی، بھڑکانے والا ایندھن، جس سے آگ جلائی جاتی ہے(وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ :بقرہ/23)، (أُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ:آل عمران:10)، (وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ:تحریم:6)

"قُعُودٌ" قاعد کی جمع، بیٹھے ہوئے۔

"شُهُودٌ"شاہد کی جمع، گواہ، آتش زنی اور جرائم کا نظارہ کرنے والا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"وَمَا نَقَمُوْا" انہوں نے بدلہ نہیں لیا، کوئی عیب نہیں دیکھا، کوئی بُرا کام نہیں دیکھا۔

"الْحَمِيْدِ"تعریف کیا گیا، تعریف کے لائق

"فَتَنُوا"ہراساں کیا، اذیتیں دیں، مصیبتوں میں مبتلا کردیا۔

"الْحَرِيْقِ"جلانے والا

"الْفَوْزُ"کامیابی، نجات، فتح۔

سورۃ البروج کا ترجمہ و تفسیر:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ﴿۱﴾	برجوں والے آسمان کی قسم (1)

یا اس آسمان کی قسم جو منازل والا ہے، (چاند، سورج، ستارے ان منازل میں مکمل نظم و ضبط کے ساتھ متحرک ہیں) اور اس میں سورج، چاند ، ستاروں کے بھی منازل ہیں جو ایک ترتیب کے ساتھ چل رہے ہیں، سورج، چاند اور ستاروں اور نظام شمسی کی حرکت اللہ تعالیٰ کی قدرت ، اور رحمت کے کمال اور علم و حکمت کی وسعت کی نشاندہی کرتی ہے۔

مفسرین میں سے کثیر تعداد جیسے: ابن عباس، مجاہد، قتادہ، حسن بصری، ضحاک اور سدی کے نزدیک البروج سے مراد آسمان کے عظیم الشان تارے اور سیارے ہیں(تفہیم القرآن)۔

قرآن کریم سیاروں کو آسمان میں رکے ہوئےٹھہرے ہوئے نہیں سمجھتا، بلکہ ہر سیارے کو اپنی ذاتی حرکت کے مطابق متحرک سمجھتاھے جیساکه سوره یسٓ آیت (40) میں ھے که "وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ " ترجمه: (اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رھے ھیں) یھاں فلک سے مراد آسمان نھیں، بلکه ستاورں کے مدار ھیں، جن میں یه ستارے حرکت کرتے ھیں (مظہری)

وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ﴿۲﴾	اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے (2)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس روز موعود پر جوکہ قیامت کا دن ہے، اور الله تعالیٰ نے لوگوں کو وعده دیا ہے کہ اس دن سب کو ایک جگہ جمع کریگا، رب تعالیٰ کا یہ وعده ایسانہیں ہے کہ تبدیل ہو یا اس کے برعکس عمل ہو، آپ چاہیں یا نہ چاہیں ضرور واقع ہوگا، ایک خاص وقت میں وقوع پذیر ہوگا۔

وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳	ہر شاہد اور مشہود پر (3)

یہ ہر اس بندے کی حالت کو شامل ہوگا جو اس صفت سے متصف ہو، یعنی: دیکھنے والا اور جو کچھ دیکھا جاتا ہے، اور حاضر و موجود اور جو حاضر ہوا ہے، جس چیز کو ثابت کرنے کے لیے خدا نے قسم کھائی ہے وہ چیزیں ہیں جو اس قسم پر مشتمل ہیں، اور وہ خدا کی عظیم نشانیاں اور اس کا واضح حکم اور اس کی وسیع رحمت ہے ۔

ایک قول کے مطابق: شاہد جمعہ کا دن ہے، ہر عمل کرنے والے کے عمل پر جو اس دن کیا ہے گواہی دیتا ہے، الله تبارک و تعالیٰ، فرشتے ، پیغمبر اور انبیاء، جسمانی اعضاء(گواہی دینے والے)۔

اور "مشہود" عرفہ کا دن ہے، کہ لوگ اس میں مناسک حج کے گواہ ہیں، اور فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں یا "مشہود" سے مراد: وہ عجائبات ہیں جو قیامت کے دن لوگ دیکھیں گے(تفسیر انوارالقرآن)

یہ بات قابل ذکرہے کہ: حضرات مفسرین کرام "الشاہد والمشہود" کے متعلق اختلاف رائے رکھتے ہیں، یہاں تک کہ بعض مفسرین نے اس کے بارے میں سولہ(16) اقوال اپنی تفسیر میں بیان کیے ہیں۔

اس طرح ایک اور روایت میں ہے: شاہد یعنی: قیامت کا دن، مشہود: عرفہ کا دن، ایک اور قول ہے: شاہد یعنی حضرت محمد صلی الله علیہ وسلم، مشہود یعنی روزِ قیامت۔

ایک اور قول ہے: "شاہد"یعنی: انسانی اعضاء، "مشہود" یعنی:بنی آدم، صاوی فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ اسے عام بیان کیا جائے، کیونکہ یہ نکره کی صورت میں بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر شاہد اور مشہود کو شامل ہو(صفوة التفاسیر)۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴	کہ خندقوں کے(کھودنے) والےہلاک کردئیے گئے(4)

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہا گیا ہے جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ" یعنی: (خندق والے برباد ہوجائیں) خندق والے کافر قوم تھی جس کے ساتھ مؤمنوں کی ایک جماعت رہ رہی تھی، کفار نے چاہا کہ مؤمن اپنے دین سے پھر جائیں اور ان کے دین میں شامل ہوجائیں لیکن مؤمنوں نے کفار کے دین میں شامل ہونے سے انکار کردیا، تب کفار نے خندقیں کھودی زمین میں اور مسلمانوں کو سزا دینے اور جلانے کی غرض سے اس میں آگ جلائی۔

قرطبیؒ کہتے ہیں: "اخدود" سے مراد ایک بڑا گھڑا اور خندق، ایک بڑی مستطیل کھائی ہے جو زمین میں بنائی جاتی ہے، اس کی جمع "اخادید" ہے۔

"قُتِلَ" کا معنی: نفرت بھیجنا اور اس پر لعنت بھیجنا ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: قرآن کریم میں جس جگہ لفظ "قُتِلَ"آیا ہو وہ لعنت کے معنی میں ہے۔(تفسیر قرطبی)

النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾	آگ سے بھری ہوئی خندقیں بھرپور ایندھن والی(5)

"النَّارِ"نحویوں کی اصطلاح میں "اخدود" سے بدل ہے، یعنی: "قُتِلَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ" یعنی ہلاک ہوجائیں وہ لوگ جو آگ بھڑکانے والے ہیں، "ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ" یعنی: ایندھن کے مالک، کیونکہ یہ ایندھن ہے جو شعلے کو بھڑکاتا اور متحرک کرتا ہے، وہ آگ جو مسلسل شعلہ ور ہوتی ہے، بجھتی نہیں اس سے لگاتار شعلے بلند ہوتے ہیں۔

ابوسعود کہتے ہیں: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک بڑی اور بھڑکتی ہوئی آگ تھی، اور لکڑی کی کافی مقدار اس کا ایندھن فراہم کرتی تھی(ابوسعود:202/5)

اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ﴿۶﴾	جبکہ وہ اُن (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے(6)

یعنی: جب کافر خندق کے کنارے پر بے فکر بیٹھے مؤمنین کو زندہ جلتے ہوئے اور اذیتوں میں دیکھ رہے تھے، اور وہ اس سے لطف اندوز ہورہے تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

یاد رکھیں: گناہ کا مرتکب ہونا ایک مسئلہ ہے، اور سنگدلی اور بے رحمی اور خوشی سے اس کا نظارہ کرنا ایک اورمسئلہ ہے، اہل ایمان پر ظلم و ستم دیکھنے والے ظالموں کو معلوم ہونا چاہئیے کہ: اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ۝	اور وہ لوگ جو کچھ مؤمنوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے(7)

یعنی: جو ظلم و ستم وہ مسلمانوں پر روا رکھے ہوئے تھے جیسے اسلام سے ارتداد، انہیں آگ میں پھینکتا دیکھ رہے تھے، یعنی انہوں نے ان اذیتوں کا مشاہدہ کیا جو اہل ایمان پر ڈھارہے تھے اور اپنے ان اعمال سے وہ لذت محسوس کر رہے تھے، اور یہ کہ ظالم نفسیاتی طور پر ایسا سنگدل ہوتا ہے کہ وہ کسی کو عذاب اور اذیت میں دیکھ کر خوشی محسوس کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ کافر کی منطق دھمکی اور انتقام ہے۔

آیت مبارکہ کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نزدیک ایمان لانا سب سے بڑا جرم ہے، اور وہ لوگ ایمان سے دست بردار ہونے کے علاوہ کسی اور چیز پر راضی نہیں ہوتے لیکن کافروں کو معلوم ہونا چاہئیے کہ مؤمنین کا مددگار رب تعالیٰ ہے جوکہ انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہے۔

وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِۙ‏ ۝٨	ان کو مؤمنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب اور قابل ستائش ہے (8)

یعنی: مؤمنوں میں اللہ تعالی پر ایمان کے علاوہ کوئی بُرائی نہیں دیکھی تھی، ان کے نزدیک مسلمانوں کا اور کوئی جرم و گناہ نہیں تھا، سوائے اس کے کہ رب تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے تھے، اگر ایمان کا مسئلہ ختم ہوتا تو وہ نہ مسلمانوں کو اذیتیں دیتے اور نہ ان پر ظلم کرتے، اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہےکہ ان کو آگ میں جلانے کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے، جبکہ یہ ایسا گناہ نہیں ہے کہ سزا اور تعذیب کا موجب بنے۔

"نَقَمُوۡا" نقمت کے مادے سے ہے، یعنی کسی چیز کو ناپسندیدہ اور بُرا سمجھنا، چاہے زبان سے ہو یا انکار اور سزا دینے سے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"عَزِيْزِ" اسماءالحسنٰی، قادر، قوی، وہ سختی اور شدت سے بدلہ لیتا ہے، طاقت کا مالک ہے، کسی کا محتاج نہیں (یہ کفار کے لیے دھمکی ہے) -

"حَمِيْدِ":محمود، اچھی صفات کا مالک، اور مؤمنوں کو ان کے صبر کا بدلہ دیتا ہے، (از اسماءالحسنی) (بشارت مؤمنوں کے لیے)

الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ؕ‏ ۝۹	وہی جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے، اور خدا ہر چیز سے واقف ہے(9)

پروردگار ہر چیز پر گواہ اور ہر کام جانتا ہے، وہ ہر چیز سے باخبر ہے اور ہر چھوٹے بڑے کا احاطہ کیے ہوئے ہے، مؤمنوں کے ساتھ کفار نے جو سلوک کیا اس میں سے بھی کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے، یہ خندق اور گڑھے بنانے والوں کے لیے سخت وعید ہے، اور مؤمنوں کے لیے جو اپنے دین کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے اچھا اور نیک وعدہ ہے۔

ان مبارک آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی وہ صفات اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں جن کے مطابق وہی ذات مستحق ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اس لیے جب لوگ ان صفات کی روشنی میں رب تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں تو یہ کفار اس کی وجہ سے پریشان اور مشتعل ہوکر ظلم و ستم کرنے لگتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمۡ عَذَابُ الۡحَرِيۡقِ ؕ‏ ۝۱۰	بیشک جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر تشدد کیا، پھر انہوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے دوزخ کا عذاب اور جلنے کا عذاب ہے(10)

یعنی: ان کے لیے ان کے کفر کے عذاب کے علاوہ مزید جلانے والا عذاب ہے مؤمنوں کو جلانے کی وجہ سے۔

حسن بصری ؒ فرماتے ہیں: رب تعالیٰ کی بے انتہاء رحمت و مہربانی کی طرف دیکھیں باوجود اس کے کہ ان کفار نے اس کے دوستوں کو قتل کیا ، لیکن پھر بھی ان کو توبہ اور مغفرت طلبی کی طرف بُلاتا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ"مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں، کیونکہ تشدد ہونے والوں میں عورتیں بھی تھیں، ایک مؤمن عورت اپنے بچے کی وجہ سے ایمان سے پھر جانے لگی تھی، لیکن چھوٹا بچہ بولنے لگا اور اپنی ماں سے کہا کہ تو حق پر ہے، چنانچہ وہ ماں اپنے ایمان پر قائم رہی اور اسے جلا دیا گیا۔

"ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا" پھر انہوں نے توبہ نہیں کی باوجود اس کے کہ بدترین تشدد مؤمنوں پر کیا ان کو زندہ آگ میں جلایا، لیکن اگر وہ لوگ توبہ کرتے اور کفر سے پلٹ جاتے تو خدا تعالیٰ ان سب کو بخش دیتا، اور ان کی توبہ قبول فرماتا، سبحان اللہ! ان آیات کے مخاطب قریش ہیں ان کو توبہ کی ترغیب ہے۔

"عَذَابُ جَهَنَّمَ وَعَذَابُ الْحَرِيْقِ"حرارت میں جہنم کا جلانے والا عذاب دگنا اور کئی گنا زیادہ ہے دنیا کی آگ سے، اور بڑے موٹے جسم زیادہ عذاب چھکنے کے لیے ہیں۔

یہ اللہ کا قانون ہے جنہوں نے مسلمان مرد اور عورتوں کو ایمان کی وجہ سے ایذائیں دیں اور انہیں ایمان سے پلٹنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی، پھر توبہ نہیں کی، دوزخ کا عذاب ان کے لیے ہے، اس لیے کہ انہوں نے بھی اس دنیا کو اہل ایمان کے لیے اذیت اورتشدد سے جہنم بنایا تھا۔

"وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ" عذاب حریق کیوں؟ اس لیے کہ اصحاب اخدود کی بحث تھی، بات یہاں تک پہنچی تھی کہ مؤمن کو ایمان کی وجہ سے زندہ آگ میں پھینک دیتے تھے، چنانچہ ان کی سزا ان کے عمل کی جنس سے ہے، آگ کا عذاب ان کے لیے تیار ہے، دوزخ کا عذاب قیامت سے مربوط ہے، اور جلانے والے عذاب کا تعلق دنیا سے ہے۔

تفہیم القرآن کے مفسر لکھتے ہیں: عذاب سے الگ جلائے جانے کی سزا کا ذکراس لیے کیا گیا ہے کہ انہوں نے بھی مظلوم لوگوں کو آگ کے گڑھے میں پھینک کہ زندہ جلایا تھا، غالباً یہ جہنم کی عام آگ سے مختلف اور اس سے زیادہ سخت کوئی اور آگ ہوگی جس میں جلائے جائیں گے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾	بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، ان کے لیے باغات ہیں جن کے قصروں کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، یہ ہے بڑی کامیابی (11)

یہ وہی مطلوبہ کامیابی، خوشگوار چیزوں کا حصول، اور وہ تمام اچھی چیزیں حاصل کرنا ہے جو خدا کے فضل سے ہی کسی کے ہاتھ لگتی ہیں۔

یہ مبارک آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جس کو کفر پر مجبور کیا جاتا ہے، اس کے لیے یہی زیادہ مناسب ہے کہ ہر مصیبت اور خطرے کے خلاف ثابت قدم رہے اور زیادہ صبر کو اپنا وتیرہ بنائے اگرچہ اس کے لیے کلمۂ کفر کہنے کی اجازت ہے۔

روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب نے دو صحابہ رسول کو گرفتار کیا، اور ان میں سے ایک سے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس صحابی نے کہا: جی ہاں! تو مسیلمہ نے اسے رہا کیا، پھر دوسرے صحابی سے ایسا ہی پوچھا: لیکن دوسرے صحابی نے اس کے جواب میں کہا: نہیں میں تیرے متعلق ایسی گواہی نہیں دونگا، بلکہ تو جھوٹے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، تو مسیلمہ کذاب نے اس صحابی کو قتل کردیا۔

جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: جس شخص کو مسیلمہ نے رہا کیا اس نے رخصت پر عمل کیا، لہٰذا اس پر کوئی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جو شہید کیا گیا، اس نے فضیلت پر عمل کیا، لہٰذا یہ فضیلت اس کو مبارک ہو(تفسیر انوار القرآن)۔

محترم قارئین:

آنے والی آیات مبارکہ(12 تا 22) میں اس کے بارے میں بحث کی گئی ہے کہ مکمل قدرت کاملہ اور اختیار اللہ کے پاس ہے۔

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ﴿١٢﴾ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ﴿١٣﴾ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴿١٤﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ﴿١٥﴾
فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾
وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾

(c) ketabton.com: The Digital Library

الفاظ اور اصطلاحات کی تشریح:

"بَطۡشَ"غصہ کرنا، سختی اور شدت کے ساتھ پکڑنا، کچلنا، اچانک حملہ کرنا، سخت سزا۔

"يُبۡدِئُ"شروع کرتا ہے۔

"يُعِيۡدُ" دُہرائے گا۔

"الۡوَدُوۡدُ" محبت والا۔

"الۡمَجِيۡدُ"شان و شوکت والا، عظمت و عزت والا۔

"الۡجُنُوۡدِ"جند کی جمع، سپاہی، فوج، اہلکار۔

"فِيۡ تَكۡذِيۡبٍ"جھوٹ میں ڈوبے ہوئے ہیں، ان کا کام انکار ہے۔

"مِنۡ وَّرَآءِ"پیچھے سے، ہر طرف سے۔

تفسیر:

اللہ تعالیٰ مشرکین کے عقاب اور عذاب کو بیان کرنے کے بعد سب سے پہلے مؤمنین کے انعامات بیان کرتا ہے، کیونکہ قرآن کریم مثانی ہے، کفر اور ایمان کے دونوں پہلؤوں اور عذاب اور ثواب دونوں کے متعلق بحث کرتا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے:

اِنَّ بَطۡشَ رَبِّكَ لَشَدِيۡدٌ ؕ۝۱۲	بیشک تمہارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے (12)

یعنی: یقیناً اللہ کا عذاب ان لوگوں پر جو اس کی نافرمانی کرتے ہیں، دوہرا، دگنا اور برداشت سے باہر ہے، اس کی سزا اتنی سخت ہے کہ کوئی آدمی اور کوئی چیز اس کے آگے نہیں ٹھہر سکتی، جب کسی کو پکڑتا ہے تو اس کو تباہ و برباد کردیتا ہے، خصوصاً یہ ظالم اور جابر لوگ جن کا واقعہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"بَطْشَ" شدّت اور سختی سے پکڑنا، چونکہ یہ لفظ خود شدّت کا معنی دیتا ہے، پھر شدید اس کی صفت ہو تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ پکڑ سخت سے سخت تر ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿١٣﴾	وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (زندہ) کریگا (13)

لہٰذا جس میں شروع کرنے اور دُہرانے کی صلاحیت ہو اس کا حملہ بھی شدید ہوتا ہے، حق تعالیٰ کی قدرت و قوت یہ ہے کہ انسان کو پہلی بار پیدا فرماکر وجود میں لایا اور بلآخر دوسری بار بھی زندہ کرکے لوٹائے گا، وہ عدم سے پیدا کرتا ہے اور ہڈیاں بوسیدہ ہونے کے باوجود زندہ کرتا ہے، وہ مارتا ہے اور دوبارہ زندہ کرتا ہے، اس نے پیدا کیا اور برابر کیا، پیدا کیا اور رہنمائی فرمائی ہے۔

یہ کہنا ضروری ہے کہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ پیدا کرنا اور دوبارہ بھیجنا رب عظیم کا ہمیشہ کا کام ہے، واضح رہے کہ الله تعالیٰ کی قدرت پیدا کرنے اور دوبارہ لوٹانے میں یکساں ہے۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿١٤﴾	اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے (14)

وہ ذات جو دشمنوں کی پکڑ پر قادر ہے، اپنے دوستوں کے گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے، یعنی: رب تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کے گناہوں سے درگزر فرماکر انہیں چھپا دیتا ہے، ان کو ان گناہوں کی وجہ سے رسوا نہیں کرتا، گناہوں سے توبہ کرنے والے اور پشیمان ہونے والے کے لیے بہت زیادہ مہربان اور بخشنے والا ہے، کوتاہی کرنے والے کو معاف کرتا ہے، اسی طرح رجوع کرنے والے سے محبت رکھتا ہے۔

ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ: جس طرح انسان اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے، وہ اسی طرح محبت کرتا ہے اور ان کو خوشخبری دیتا ہے(قرطبی:294/19)۔

مفسرین اس آیت مبارکہ کے اعجاز میں لکھتے ہیں:

خدا نے لفظ "ودود" کو لفظ"غفور" کے ساتھ اس لیے بیان فرمایا تاکہ اس بات کی دلیل ہو کہ گنہگار لوگ جب بھی اپنے رب کی طرف تائب ہوکر رجوع کریں تو ان کو بخشنے کے ساتھ ساتھ ان سے محبت بھی کرتا ہے، ایسا نہیں ہے جیسا کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

بعض لوگ کہتے ہیں کہ:صرف ان کے گناہ بخشے جاتے ہیں، ان سے محبت نہیں کرتا یہ بات غلط ہے۔

بلکہ رب تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اُس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جس

کا اونٹ اس کے کھانے سمیت کسی بیاباں میں گم ہوا ہو اور بندہ نا امید ہوکر موت کے انتظار میں کسی درخت کے سایہ میں لیٹا ہوا ہو لیکن اچانک آنکھ اٹھا کر دیکھے تو اس کا اونٹ اس کے سر پر کھڑا ہو، اس کا لگام ہاتھ میں پکڑ کر فرط جزبات اور خوشی کے عالم میں اپنا ہوش کھو بیٹھتا ہے اور غلطی سےکہتا ہے: "اے رب! تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں"، رب تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۙ﴿۱۵﴾	عرش کا مالک بڑی شان والا (15)

حق تعالیٰ عظیم عرش کا مالک عالی شان اور عظمت والا ہے۔

"الْمَجِيْدُ" یعنی اللہ تعالیٰ مجید ہے، اس کا مقام تمام مخلوقات کے درجہ اور مقام سے بلند ہے اور کمال و جلال کی تمام صفات سے متصف ہے، اللہ کی ذات عظیم اور اس کی صفات خوبصورت ہیں، اچھی صفات کا مالک ہے اور عظمت و جلال اس کے لیے خاص ہیں، تخلیق کے ساتھ ساتھ تمام تدبیریں اور حکم اس کے لیے ہیں۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۭ﴿۱۶﴾	جو چاہتا ہے کردیتا ہے (16)

یعنی: خدا تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے کر گزرتا ہے، جو کچھ ارادہ فرمائے حکم دے دیتا ہے، اس کا حکم کوئی ٹال نہیں سکتا، اور جو کچھ کرتا ہے اس سے نہیں پوچھا جائیگا، اس کا فیصلہ کوئی رد نہیں کرسکتا، جو کچھ عطا کردے کوئی نہیں روک سکتا، اور جب منع فرمائے تو کوئی دے نہیں سکتا، اس کی قدرت نافذالعمل ہے اور اس کی حکمت واضح، اللہ تعالیٰ کسی چیز پر مجبور نہیں ہے، اور نہ کوئی اسے مجبور کرسکتا ہے، جب چاہے گناہوں کو بخش دیتا ہے، اور جب چاہے عذاب دیتا ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: کوئی چیز اس کی مرضی اور ارادے سے باہر نہیں ہے۔ (قرطبی:290/19)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ مریض اور بستر مرگ پر تھے کہ، ان سے کہا گیا کہ کیا کسی طبیب نے آپ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پوچھا گیا: کیسا تھا اور کیا کہا؟ جواب میں کہا: مجھ سے کہا:"اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" میں جو چاہوں کرتا ہوں۔(مختصر:625/3)

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝١٧	بھلا تم کو لشکروں کا حال معلوم ہوا ہے (17)

یعنی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو سرکش اور باغی اقوام کے قصوں سے باخبر کردیں؟ وہ لوگ جو انبیاء کرام سے جنگ کرنے لگے تھے، زمین میں بہت زیادہ جرائم کیےتھے، اور اپنے حال پر بہت فخر کیا کرتے تھے، کیا تجھ تک ان کی خبر پہنچی ہے کہ رب کی طرف سے کیسی کیسی مصیبتیں ان پر آئیں؟ اور ان پر کیسا انتقام اور عذاب نازل ہوا؟

مفسر قرطبی فرماتے ہیں: اس موضوع کے بیان کرنے کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے، اور یہ کہ قوم کی تکذیب اور جھٹلانے کے مقابلے میں صبر و تحمل اختیار کرنا چاہیئے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کرام نے صبر کیا تھا۔

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝١٨	(یعنی) فرعون اور ثمود کا (18)

کہ فرعون اور ثمود بہت زیادہ فوج اور طاقت والے تھے، تیری قوم سے زیادہ بھی تھے اور طاقتور بھی، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے بدلے میں ان سے سخت انتقام لیا۔

فرعون ذوالاوتاد سے مراد وہ فرعون ہے جو "وتد" رکھتا تھا، یعنی میخ والا تھا، یہ اس کے لشکر کی کثرت سے کنایہ ہے، کیونکہ فرعون کے پاس بہت زیادہ افرادی قوت تھی، اور ثمود بھی جسمانی لحاظ سے بہت زیادہ مشہور تھے،(وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝) (الفجر:9) ترجمہ: "چٹانوں کو تراشتے اور اپنے لیے گھر بناتے تھے"، فرعون بڑے تکبر کے ساتھ غرور کی انتہاء کو پہنچ گیا، اسی طرح قوم ثمود جنہوں نے جھٹلانے میں حد سے زیادہ تجاوز کیا، لیکن خدا نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ سب سے زیادہ لیس دستے اور فوجی قہر الٰہی کے سامنے بے حیثیت ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرعون: فرعون کا اصل لفظ: بڑے گھر کے معنی دیتا ہے، فرعون کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں تھا، فراعنہ اپنے آپ کو خدا اور بشر کے درمیان ثالث سمجھتے تھے، فراعنہ نے موجودہ مصر کے آس پاس کی سرزمین پر 6000 سال قبل مسیح میں حکومت کی۔

لفظ فرعون (74) مرتبہ قرآن عظیم میں خاص طور پر بنی اسرائیل اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں ذکر ہوا ہے، فراعنہ کا مقام اور محل مصر کی سرزمین تھی۔

فرعون: طاغی، مسرف، عالی، ذوالاوتاد جیسے الفاظ سے متصف کردیا گیا، اور اس کے شیطانی سیاست کو "کید" فرعون سے یاد کیا گیا ہے، فرعون ابتداء میں ربوبیت کا داعی تھا، "فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰىۖ ۝۲۴" (النازعات:24) ترجمہ: "کہنے لگا کہ تمہارا سب سے بڑا مالک میں ہوں"

پھر اس نے صرف اس صفت پر اکتفا نہیں کیا،بلکہ آگے بڑھ کر ابوبیت کا دعویٰ بھی کردیا: "وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَاُ مَا عَلِمۡتُ لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرِىۡ ۝" (سورہ قصص:38) ترجمہ: "اور فرعون نے کہا کہ اے اہل دربار میں تمہارا اپنے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا"

فرعون بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا، ان کے نرینہ اولاد کو قتل کرتا تھا، اور ان کی لڑکیوں کو خدمت کے لیے زندہ رکھتا تھا۔(سورہ اعراف:141)

بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِىۡ تَكۡذِيۡبٍۙ ۝۱۹	لیکن کافر (جان بوجھ کر) تکذیب میں (گرفتار) ہیں (19)

کفار قریش نے جھٹلانے والوں کے انجام سے عبرت نہیں لی، بلکہ اپنی تکذیب جاری رکھی، پس کفار مکہ کا کفر اور سرکشی ان سرکشوں، باغیوں کے کفر و سرکشی سے زیادہ سخت ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں: ان کے نہ ماننے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان تک سابقہ قوموں کی خبریں نہیں پہنچی تھیں، اور وہ ان کی ہلاکت سے بے خبر تھے، بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے انبیاء کرام کے لائے ہوئے پیغام کو جھٹلاتے تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَّاللّٰهُ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ مُّحِيۡطٌ ۚ﴿۲۰﴾	اور خدا (بھی) ان کو گردا گرد سے گھیرے ہوئے ہے (20)

یعنی: اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر غالب اور قادر ہے، جب چاہے ان کو اپنے قبضۂ قدرت میں لے سکتا ہے، اس کے دائرہ اقتدار سے باہر نکل کر اسے بے بس نہیں کرسکتے اس لیے ہر وقت اور ہر موقع پر اس کے حکم کے تابع ہونگے، اس کے دائرہ اقتدار سے باہر نہیں جاسکیں گے، فرار کا کوئی راستہ نہیں پائیں گے،(لفظ "وَّرَآئِهِمۡ" یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت اور ان لوگوں کی غفلت کی علامت ہے) اللہ تعالیٰ دیکھتا اور جانتا ہے کہ ان لوگوں نے کیا کیا اور کیا کررہے ہیں، یہ آیت کافروں کے لیے سخت تنبیہ ہے کہ انہیں ضرور سزا ملے گی، اور یہ کہ سب کے سب براہ راست اس کی نگرانی میں ہیں، وہ پیچھے سے ان کا تعاقب کرتا ہے، جبکہ انہیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

بَلۡ هُوَ قُرۡاٰنٌ مَّجِيۡدٌ ۙ﴿۲۱﴾	(یہ کتاب ہزل و بطلان نہیں)بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے(21)

یہ قرآن جسے کفار نے جھٹلایا "قرآن مجید" ہے بہت ہی باعزت، با وقار اور ایک بابرکت کتاب، اور عظیم و کریم رہنماء ہے، اس لیے کہ بخشنے والا مہربان رب کا کلام ہے، جیسا کہ وہ لوگ کہتے ہیں مگرغلط کہتے ہیں یہ شعر اور کہانت نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو معجزات اور معنی کی درستی کے میدان میں دوسری مقدس آسمانی کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے، جی ہاں وہ الٰہی کتاب قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے۔

رب تعالیٰ اس آیت کریمہ کے ساتھ مشرکین کے دعوے جو کہتے تھے: قرآن جادو، شعر و شاعری ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں، ردّ کرکے فرماتے ہیں: ایسا نہیں ہے جیسا کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں بلکہ یہ قرآن نہایت ہی محترم اور لوح محفوظ ہےجو شیاطین کے دسترس سے محفوظ و مامون ہے، کبھی بھی شیاطین یا غیر شیاطین نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا ہے اور نہ اس کے قریب ہوئے ہیں۔

قرآن کریم کے لیے لفظ "مقدس" کا استعمال:

قرآن کریم کو لفظ "مقدس" سے توصیف کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، کیونکہ تقدس اور تقدیس بہ معنی تطہیر کے ہیں، اور قدس لغت عرب میں طہارت کے معنی میں ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

أزھری ؒ نے کہا: "اَلْقُدُّوْسُ"اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے، یعنی تمام عیوب اور نقائص سے پاک اور منزّہ، اور تقدیس: یعنی "تطہیر" اور تقدّس: یعنی "تطہُّر"۔(مراجعہ فرمائیں: لسان العرب: 169-168/6)

ابن جریر طبری ؒ فرماتے ہیں: تقدیس وہی تطہیر اور تعظیم ہے، بشمول اس قول کے: "سبوح قدوس" اس سے مراد یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ پاک اور منزّہ ہے، اور "قدوس" کے معنی ہے: طہارت، پاکی اور تعظیم خدا کے لیے، اسی لیے زمین کے لیے کہا گیا: "ارض مقدسہ" یعنی پاک زمین۔(تفسیر الطبری:475/1)

البتہ بہتر و افضل یہی ہے کہ ہم قرآن کریم کی ہی صفات بیان کریں جو رب تعالیٰ نے اس کے لیے بیان کی ہیں، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:(الٓرٰ۟ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱)(الحجر:1) ترجمہ: "الرٰیہ (خدا کی) کتاب اور قرآن روشن کی آیتیں ہیں"

(وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝۸۷)(الحجر:87) ترجمہ: "اور ہم نے تم کو سات (آیتیں) جو (نماز میں) دُہرا کر پڑھی جاتی ہیں(یعنی سورۂ الحمد) اور عظمت والا قرآن عطا فرمایا ہے"

(بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝۲۱) (بروج:21) ترجمہ:"(یہ کتاب ہزل و بطلان نہیں)بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے"

اس کے علاوہ قرآن کے لیے لفظ "مقدس قرآن" لقب کی اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے، کیونکہ ہم اس عبارت کو کہتے ہوئے اپنے آپ کو نصاریٰ کے مشابہ بنالیتے ہیں کہ وہ اپنے تحریف شدہ کو "کتاب مقدس" یا "انجیل مقدس" کہتے ہیں، اگر کوئی پوچھے: کیا تمہاری کتاب مقدس نہیں ہے؟ ہم کہیں گے: جی ہاں ہماری کتاب کسی بھی دوسری کتاب سے زیادہ مقدس اور مطہر ہے، لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اس لفظ "کتاب مقدس" یا "قرآن مقدس" کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ یہ کہتے ہوئے ہم اپنے آپ کو نصاریٰ کے مشابہ بنائیں گے، اگرچہ قرآن کریم کو آپ "مقدس" اور "مطہر" سے توصیف کرسکتے ہیں، لیکن قرآن کریم کا نام لیتے ہوئے ہم اس کا وہی نام لیں گے جس طرح خدا تعالیٰ نےنام لیا ہے، "قرآن کریم" یا "قرآن مجید"۔

فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲	لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) (22)

(c) ketabton.com: The Digital Library

قرآن عظیم کو ایک محفوظ تختی "لوح محفوظ" میں رکھا گیا ہے، اور وہاں سے اسے کسی بھی قسم کی تبدیلی، تغیر، اضافے اور شیطانوں کی طرف سے ہیرا پیری اور خنّاسوں کے چوری سے محفوظ رکھا گیا ہے، اور یہ وہ تختی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو لکھ کر محفوظ کیا ہے۔

یہ قرآن کریم کی عظمت و اہمیت اور بلند مقام پر دلالت کرتی ہے، قرآن کریم

غلطیوں سے پاک اور منزّہ ہے، اور اس سے کافی بلند ہے کہ اس میں کوئی غلطی واقع ہو، کیونکہ یہ پروردگار عالم کی طرف سے آیا ہے، اس کے بہترین رہنما اصول اور معجزات ضرور عمل میں آئیں گے، اگر سارے دنیا والے بھی یکجا ہوکر اس کو ختم کرنا چاہیں، کبھی بھی نہیں کرسکیں گے رب تعالیٰ بھی تعریفوں اور عظمتوں والا ہے اور اس کی کتاب بھی۔

لوح محفوظ :

لوح محفوظ کے متعلق مفسرین کرام نے مختلف تفسیریں لکھی ہیں، لیکن یہ سمجھنا چاہئیے کہ اس کی کیفیت واضح نہیں ہے، ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ کائنات میں جو کچھ ہوا یا ہوگا وہ سب اس میں لکھا ہوا ہے، حتی کہ قرآن مجید بھی اس میں درج ہے، ایسا لوح محفوظ ہے جو شیطان کے دست رس سے محفوظ و مامون ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہے: " بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ " بلکہ یہ وہ قرآن ہے جس کے معنی اور مفاہیم عظیم اور بہت سے ہیں، اس میں بہت زیادہ علم اور خیر کثیر ہے۔

"فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ" لوح محفوظ میں اس کی جگہ ہے، اور ہر تغیر و تبدیل اور کمی بیشی اور شیطانوں سے محفوظ ہے، ایک ایسی تختی ہے جس میں رب تعالیٰ نے ہر چیز کو محفوظ کر رکھا ہے، یہ قرآن کریم کی اہمیت و عظمت پر دلالت کرتی ہے۔(تفسیر سعدی)

امام بخاری ؒ اپنی صحیح میں عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ)(بخاری) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا وجود تھا، اس کے علاوہ کسی بھی چیز کا وجود نہیں تھا، خدا کا عرش پانی کے اوپر ہے، اور تمام کائنات کی تقدیر لوح محفوظ میں لکھدی، زمین اور آسمان کو پیدا کیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

آدم علیہ السلام سے پیغمبر اسلام تک انبیاء کا تسلسل :

قرآن کریم میں صرف 20 پیغمبروں کا ذکر ہے، اس فرمان الٰہی میں ان میں سے 18 کے نام مذکور ہیں: (وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝83 وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰي وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝84 وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰي وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝85 وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝86) (سورہ انعام:83-86) ترجمہ: "اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو اُن کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کردیتے ہیں۔ بیشک تمہارا پروردگار دانا اور باخبر ہے۔ اور ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق اور یعقوب بخشے۔ (اور) سب کو ہدایت دی۔ اور پہلے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی۔ اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور زکریا علیہ السلام اور یحیٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی یہ سب نیکو کار تھے۔ اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی۔ اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔"

اور ان کے علاوہ کا ذکر قرآن کریم کے دوسرے مقامات پر آیا ہے جیسے:ھود، صالح، شعیب، آدم، ادریس، اور ذوالکفل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَاِلٰي عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ) (سورۂ اعراف:60)

ترجمہ: "اور (اسی طرح) قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا"

(وَاِلٰي ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ) (سورۂ اعراف:73) ترجمہ: "اور قوم ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا"

(وَاِلٰي مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ) (سورۂ اعراف:85) ترجمہ: "اور مَدیَن کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا"

(اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓي اٰدَمَ وَنُوْحًا) (سورۂ آل عمران:33)

(c) ketabton.com: The Digital Library

(وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِدۡرِيۡسَ وَذَا الۡكِفۡلِ‌ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيۡنَ‌ۚ ۸۵) (سورۃ انبیاء:85) ترجمہ: "اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل (کو بھی یاد کرو) یہ سب صبر کرنے والے تھے"

اور فرماتے ہیں: (مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ) (سورۃ فتح:29)

ترجمہ: "محمد ؐ خدا کے پیغمبر ہے۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل"

وہ انبیاء کرام جن کے اسماء گرامی زمانہ کی ترتیب کے لحاظ سے ہم پر واضح نہیں وہ یہ ہیں: آدم، ادریس، نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، اسماعیل، شعیب، موسی، ہارون، یونس، داؤد، سلیمان، الیاس، الیسع، ذکریا، یحیی، عیسیٰ، ذوالکفل، اور سب کے سردار محمد علیہم الصلاۃ والسلام، اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبروں کی تعداد اس سے زیادہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نام اور واقعات کا ہم سے ذکر نہیں فرمایا۔

جیسا کہ فرماتا ہے: (وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ‌ؕ)(سورۃ النساء:164) ترجمہ: "اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات تم سے بیان نہیں کئے"

اور فرماتے ہیں:(وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ‌ؕ)(سورۃ عافر:78) ترجمہ: "اور ہم نے تم سے پہلے (بہت سے) پیغمبر بھیجے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات تم سے بیان کردئیے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کئے۔"

بعض علماء کہتے ہیں کہ انبیاء کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار(124000) تھی۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورۃ وَٱلطَّارِقِ

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ، اس کی سترہ(17) آیتیں ہیں۔

وجہ تسمیہ:

"وَالسَّمَآءِوَالطَّارِقِ" پرقسم کھانے کی وجہ سے اس سورت کا نام"طارق" رکھا گیا ہے، "طارق" کا معنی توڑنے والا اور کچلنے والا ہے، وہ چمکنے والا چاند یا ستارہ جو رات کی تاریکی کو چیر پھاڑ کر اپنی روشنی زمین پر پہنچائے اسے "طارق" کہتے ہیں۔

اس سورت کی پہلی آیت میں "طارق" کی قسم کھائی گئی ہے، جیسا کہ ہم نے کہا سورت کا نام اس کے مطابق رکھا گیا ہے، واضح رہے کہ عرب کے صحرانشین اس سے پہلے بھی "طارق" نام کے ستارے سے واقف تھے، اور اسے پہچانتے تھے، بتایا گیا ہے کہ جنگ احد میں ہندہ بنت عتبہ ابو سفیان کی بیوی عورتوں کے ایک گروہ کے ساتھ قریش کے لشکر میں تھی، جو اپنے جنگجوؤں کی حوصلہ افزائی کے لیے مل کر گیت گاتی تھی، جس کا ایک شعر درج ذیل ہے:

نحن بنات الطارق * نمشی علی نمارق

ترجمہ: ہم چمکتے ستارے کی بیٹیاں ہیں، جو نرم قالینوں پر چلتی ہیں۔

سورہ طارق کے نزول کا وقت:

سورہ طارق کے مشتملات اور موضوعات بقیہ سورتوں کی طرح مکی دور کے ابتدائی ایام سے متعلق ہیں، لیکن یہ سورت تب نازل ہوئی تھی جب کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور قرآن عظیم الشان پر کاری ضرب لگانے کے لیے تمام حربے استعمال کررہے تھے۔

سورۃ الطارق کا سورۃ البروج سے تعلق اور مناسبت:

الف: دونوں سورتوں طارق اور بروج کی ابتداء اور آغاز سورۂ انشقاق اور انفطار

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی طرح آسمان پر قسم کھانے سے ہوتی ہے۔

ب: اسی طرح اس کی آیات کی ترکیب میں: زندہ ہونا، قیامت، قرآن کی صفات اور مشرکوں، جھوٹوں اور کافروں کا رد جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے، جس میں سے سورۂ بروج کی آیات (13،21،22) اور سورۂ طارق کی آیات (8-13) کا ذکر ہے۔

سورۃ الطارق کے الفاظ،حروف اور آیات کی تعداد:

سب سے پہلے جاننا چاہیے کہ سورۃ الطارق سورۃ البلد کے بعد نازل ہوئی ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس سورت کا "طارق" نام رکھنے کی وجہ اس کی پہلی آیت کی بنیاد پر ہے، سورہ "طارق" مکی سورتوں میں سے ہے، اس کا ایک (1) رکوع، سترہ(17) آیتیں، اکسٹھ(61) الفاظ، ایک سو چوراسی(184) حروف، اور اٹھانوے(98) نقطے ہیں۔

(یہ بات قابل ذکر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے "سورۃ الطور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں) ۔

سورۃ الطارق کا سبب نزول:

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے: ابو اشدرنگے ہوئے چمڑے پر کھڑے ہوکر کہتا تھا: اے قریش! جو مجھے اس چمڑے کے اوپر سے ہٹالے میں فلاں فلاں چیز دونگا، پھر کہتا محمد کا دعوی ہے کہ: جہنم کے نگہبان انیس(19) افراد ہیں، میں اکیلے تمہیں ان میں سے دس سے نجات دونگا، اور تم سب مجھے باقی نو کے شر سے نجات دلاؤ، اس کے متعلق: "فَلۡيَنظُرِ ٱلۡإِنسَٰنُ مِمَّ خُلِقَ" نازل ہوئی۔

سورۃ الطارق سے متعلق معلومات:

اس کے بنیادی موضوعات دو محوروں قیامت اور قرآن عظیم اور اس کی قدرو اہمیت کے گرد گھومتے ہیں، لیکن سورت کے شروع میں فکر انگیز قسموں کے بعد بنی نوع انسان کے لیے خدا کی طرف سے مقررکردہ نگران کے وجود کی طرف اشارہ ہوا ہے، اس کے بعد معاد "یوم واپسی ، یعنی قیامت" کے امکان کو

(c) ketabton.com: The Digital Library

ثابت کرنے کے لیے پہلی زندگی اور منی سے انسان کی ابتدائی تخلیق کی طرف اشارہ ہے اور نتیجہ اخذ کیاگیاہے، (خدا تعالیٰ جو اسے ایسے بے کار اور حقیر پانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ اسے دوبارہ واپس لانے کی قدرت رکھتا ہے) اس کے بعد قیامت کے دن کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کیا ہے، پھر بہت سی معنی خیز قسموں کے ساتھ قرآن کی اہمیت کی نشاندہی کی گئی ہے، اور آخر میں کافروں کو عذاب الٰہی کی دھمکی دے کر سورت کو ختم کیاگیا ہے، اس سورت میں ایک خاص خوبصورتی کے ساتھ کہا گیا ہے: کہ ہر انسان کا ایک خاص محافظ اور نگران ہوتا ہے، جو اس کے اعمال کو لکھ کر رکھتا، اور حساب و کتاب اور جزا اور سزا کے لیے اس کو محفوظ رکھتاہے ۔

اس وجہ سے انسان اکیلا نہیں ہے، جو کوئی بھی ہو اور جہاں بھی ہو وہ خدا تعالیٰ کے مامور فرشتوں کی نگرانی میں ہوگا، یہ وہ اصل مقصد ہے جس پر توجہ دینے سے انسان کی اصلاح ہوسکتی ہے اور یہ اس کی تعلیم میں انتہائی مؤثر ہے، انسان شروع میں مٹی تھا، پھر کئی مرحلوں سے گزر کرنطفہ بن گیا، اور یہ نطفہ پیچیدہ اور حیرت انگیز مراحل سے گزرنے کے بعد مکمل انسان کی صورت میں تبدیل ہوگیا، اس لیے اس کی واپسی نئی زندگی کی طرف کسی قسم کی مشکل کا باعث نہیں بنے گی، یہ ظہور یعنی روز قیامت زندہ ہونا اہل ایمان کے لیے فخر ، عزت اور برکات کاباعث نعمتوں کی صورت میں، اور مجرموں کے لیے رسوائی اور ذلت کا باعث ہے، کتنا تکلیف دہ ہوگا کہ ایک انسان تمام عمر لوگوں کے درمیان عزت و آبرو کے ساتھ زندگی گزارے، لیکن اس دن تمام مخلوقات کے سامنے رسوا اور شرمسار ہوجائے، اس دن نہ ایسی کوئی قوت ہوگی جو اس کی برائیوں پر پردہ ڈال سکے، اور نہ کوئی ایسا مددگار ہوگا جو اسے عذاب الٰہی سے رہائی بخشے۔

سورت کے آخر میں تمام مسلمانوں کے لیے اپنے کاموں میں ایک مشق اور مثال دی گئی ہے خاص طور پر اس وقت جب ایک طاقتور اور خطرناک دشمن مدّ مقابل ہو تو ہمت، حوصلہ، صبر اور محتاط طریقے سے سامنا کریں اور کسی بھی جلد بازی یابغیر منصوبہ بندی کے کوئی کام نہ کریں اور ایسے اقدامات سے گریز کریں جو وقت اور حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہوں ۔

سورت کے اہم ترین موضوعات:

1 - طارق کی اہمیت و عظمت کا اظہار کرنا یا اس کی قسم کھانا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - انسان کے اعمال کی نگرانی۔

3 - انسان کی تخلیق اور تکمیل کے مراحل۔

4 - قیامت اور اس دن انسانوں کے پوشیدہ رازوں کا ظہور۔

5 - قرآن کی عظمت کی طرف اشارہ۔

6 - کافروں کو مہلت دینے کا حکم۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الطارق

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ۱ ○ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ۲ ○ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۙ۳ ○ اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ؕ۴ ○
فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ۵ ○ خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ۶ ○ يَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ۷ ○ اِنَّهٗ عَلٰى رَجۡعِهٖ
لَقَادِرٌ ؕ۸ ○ يَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ ۙ۹ ○ فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ۱۰ ○ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۙ۱۱ ○ وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ
الصَّدۡعِ ۙ۱۲ ○ اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ۙ۱۳ ○ وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ ؕ۱۴ ○ اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ۙ۱۵ ○ وَّاَكِيۡدُ كَيۡدًا ۚۖ۱۶ ○ فَمَهِّلِ
الۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا ۹۱۷ ○

سورت کا لفظی ترجمہ

بسم الله الرحمن الرحيم	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ۱ ○	قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے ستارے کی (1)
وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ۲ ○	اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ کیا ہے؟ (2)
النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۙ۳ ○	وہ تارا ہے چمکنے والا (3)
اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ ؕ۴ ○	کہ کوئی متنفس نہیں جس پر نگہبان مقرر نہیں (4)
فَلۡيَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ۵ ○	تو انسان کو دیکھنا چاہئیے کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا ہے (5)
خُلِقَ مِنۡ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ۶ ○	وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے (6)
يَّخۡرُجُ مِنۡۢ بَيۡنِ الصُّلۡبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ۷ ○	جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے (7)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اِنَّهٗ عَلٰى رَجۡعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ﴿۸﴾	بیشک خدا اس کے اعادے (یعنی دوبارہ پیدا کرنے) پر قادر ہے (8)
یَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾	جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے (9)
فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾	تو انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی اور نہ کوئی اسکا مددگار ہوگا (10)
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۙ﴿۱۱﴾	آسمان کی قسم جو مینھ برساتا ہے (11)
وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ۙ﴿۱۲﴾	اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے (12)
اِنَّهٗ لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ ۙ﴿۱۳﴾	کہ یہ کلام (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا ہے (13)
وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ ؕ﴿۱۴﴾	اور نہیں یہ بیہودہ اور ہنسی کی بات (14)
اِنَّهُمۡ يَكِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ۙ﴿۱۵﴾	یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے ہیں (15)
وَّاَكِيۡدُ كَيۡدًا ۚۖ﴿۱۶﴾	اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں (16)
فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡهِلۡهُمۡ رُوَيۡدًا ﴿۱۷﴾	تو تم کافروں کو مہلت دو بس چند روز ہی کی مہلت دو (17)

تفسیرکا خلاصہ

محترم قارئین:

آیات مبارکہ (1 تا 17) میں فرشتے انسان کے نگران، انسانی تخلیق، رب تعالیٰ کا بنایا ہوا شاہکار، قرآن حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا، کافروں کو تھوڑی سی مہلت ایک معین وقت تک جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝١	قسم ہے آسمان کی اور رات کو نمودار ہونے والے ستارے کی (1)

رب تعالیٰ اس سورت میں آسمان اور فرشتوں کی قسم کھا کر فرماتے ہیں: ہر ایک انسان کے لیے ایک محافظ مقرر کیا گیا ہے، جو کہ اس کے تمام افعال، اعمال، حرکات اور سکنات پر نظر رکھے ہوئے اور جانتا ہے، اس کا عقلی تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنے انجام کے بارے میں سوچے، کیونکہ وہ جو کام بھی دنیا میں کرتا ہے وہ رب تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے، یہ اعمال کا محفوظ ہونا قیامت میں حساب و کتاب کے لیے ہے، اس لیے آخرت کی فکر سے ہر گز غافل نہیں ہونا چاہئیے۔

طارق: وہ ستارہ ہے جو رات کو دوسرے ستاروں کی طرح نمودار ہوتا ہے، اور دن کو چھپ جاتا ہے، حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہے: (أعوذبك من شر طوارق الليل والنهار، إلا طارقا يطرق بخير يا رحمن) ترجمہ: "میں رات اور دن کے وقت آنے والوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مگر ایسے آنے والے سے نہیں جو بھلائی لائے اے رحمٰن"

دوسری حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ مسافر آدھی رات کو اچانک اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اہل وعیال کے پاس داخل ہو۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝٢	اور تم کیا جانتے ہو کہ وہ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ کیا ہے؟ (2)

طارق: لغت میں: کھٹکھٹانا، "ط ر ق" کے مادے سے لیا گیا ہے، یعنی کھٹکھٹانے والا آلہ، اسی لیے ہتھوڑے کو بھی "مطرقہ" کہا جاتا ہے، عرب رات کو گھر کے دروازے پر دستک دینے والے کو "طارق" کہتے ہیں۔

یہاں طارق سے وہی مراد ہے جو دوسری آیت کے بعد ذکر ہوا ہے، یعنی: "النَّجْمُ الثَّاقِبُ" ، "ثاقب" ایک روشن ستارہ ہے جس کی روشنی انسانی آنکھ میں داخل ہوکر اس کے وجود کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔

مفسرین اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں: طارق (نجم ثاقب) سے مراد ہر وہ روشن ستارہ ہے جو آسمان میں چمکتا ہے، اس لیے عظیم رب نے ایک ستارے کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

نہیں بلکہ اس نے ان تمام ستاروں کی قسم کھائی ہے جن کی ایک خاص چمک اور روشنی ہے، کیونکہ ان ستاروں کی عظمت انسانوں پر زیادہ نمایاں ہے۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں: اس سے مراد "زحل" ستارہ ہے کیونکہ "زحل" نظام شمسی کا سب سے زیادہ دور، اونچا اور بلند ترین ستارہ ہے جسے آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے، اس کے بعد اورانوس، نپٹون اور پلوٹون دریافت ہوئے، اگرچہ یہ تین ستارے بغیر آلات کے آنکھوں سے نہیں دیکھے جاسکتے، اور آخر میں پلوٹون کو نظام شمسی سے نکالا جاچکا ہے، کیونکہ اس کی سیارے جیسی کافی حجم نہیں ہے، بلکہ یہ ایک گردش کرنے والی چٹان ہے جو نظام شمسی میں موجود ہے۔

طارق کو زحل ستارے سے تعبیر کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ستارہ خاص خصوصیات کا حامل ہے کہ سائنسدانوں نے ابھی تک اس کے رازوں سے پردہ نہیں اُٹھایا ہے، اور وہ یہ ہے کہ زحل کے گرد حلقے نظر آتے ہیں جو فاصلے پر مسطح اور عریض ہیں، اور زحل کے گرد گھومتےہیں، کیا حلقے برف کے ٹکڑے ہیں جو اس کے ارد گرد گھومتے ہیں، یا اس بکھرے ہوئے سیارے کا ٹکڑا ہے جو اس سے پہلے سورج کے گرد گھومتا تھا یا کچھ اور ہے، تیسرا احتمال یہ ہے کہ "طارق" سے مراد "ثریا" ستارہ ہے۔

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝٣	وہ تارا ہے چمکنے والا (3)

جیسا کہ ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں کہ ہمارا عظیم رب ان ستاروں کی قسم کھاتا ہے جو رات کو نمودار ہوتے ہیں اور ان کی روشنی اور چمک آسمان اور رات کی تاریکی کو چیر دیتی ہیں اور زمین سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

سب سے أصح قول مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ "النَّجْمُ الثَّاقِبُ" تمام ستاروں کو شامل ہے، اگرچہ بعض مفسرین اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں کہ "النَّجْمُ الثَّاقِبُ" سے مراد"زحل" ستارہ ہے، جس کی روشنی ساتوں آسمانوں سے گزر کر دیکھی جاتی ہے۔

اسی طرح بعض مفسرین کا یہ عقیدہ ہے کہ "النَّجْمُ الثَّاقِبُ" سے مراد چاند ہے جو دراصل ہمارے قریب ترین روشن ستاروں میں سے ایک ہے، یہ ایک چھوٹا ستارہ ہے چونکہ اس کا فاصلہ ہم سے بہت کم ہے اس لیے وہ ہمیں بڑا نظرآتاہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

إِن كُلُّ نَفۡسٖ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٞ ۝٤	کہ کوئی متنفس نہیں جس پر نگہبان مقرر نہیں (4)

رب تعالیٰ قسم کھاتے ہوئے فرماتے ہیں: ہر ایک کے لیے ایک نگہبان مقرر ہے جو اس کے اچھے اور برے کاموں کو لکھ کر محفوظ کرتا ہے، اور وہ اپنے ہر کام کے بدلے میں جو اس نے کیا ہے اور محفوظ ہوا ہے جزا اور سزا پائے گا، یہ آیت پچھلی دونوں قسموں کا جواب ہے۔

نگہبان اور محافظ وہ فرشتے ہیں جو انسانی عمل، گفتگو، کردار اور خیر و شر میں سے جو عمل کرتاہے اسے لکھ کر محفوظ کردیتے ہیں اور آفتوں اور مصیبتوں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ وہ اس کے اعمال، روزی اور مقررہ وقت کو لکھ کر اس کی نگرانی کریں، دراصل نگرانی کرنے والی ذات اللہ رب العزت ہے، لیکن فرشتوں کی نگہبانی اس اللہ کی نگہبانی کے زیرِ اثر اور تابع ہے، کیونکہ فرشتوں کی انسان پر نگرانی رب کے حکم سے ہے۔

فَلۡيَنظُرِ ٱلۡإِنسَٰنُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥	تو انسان کو دیکھنا چاہئیے کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا ہے (5)

انسان کو اپنی تخلیق اور ابتدائی پیدائش کو دیکھنا چاہئیے، یعنی: انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے بارے میں غور و فکر کرے تاکہ وہ جان سکے کہ اللہ تمہاری پہلی تخلیق پر قادرہے تو دوبارہ زندہ کرنا تو اس سے آ سان ہے۔

خُلِقَ مِن مَّآءٖ دَافِقٖ ۝٦	وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے (6)

"اچھلتے پانی" جوکہ رحم میں بہادیا جاتا ہے، اس سے مراد مرد اور عورت کے نطفہ کا پانی ہے، اس لیے کہ انسان ان دونوں پانیوں سے مل کر بنا ہے، ان دونوں کا ایک ہی لفظ میں ذکر کیا ہے اس بنا پر کہ دونوں پانی باہم خلط کیے جاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہےکہ: ابو اشدرنگے ہوئے چمڑے پر کھڑے ہوکر کہتا تھا: اے قریش! جو مجھے اس چمڑے کے اوپر سے ہٹالے میں فلاں فلاں چیز دونگا، پھر کہتا محمد کا دعوی ہے کہ: جہنم کے نگہبان انیس(19) افراد ہیں، میں اکیلے تمہیں ان میں سے دس سے نجات دونگا، اور تم سب مجھے

(c) ketabton.com: The Digital Library

باقی نو کے شر سے نجات دلاؤ، اس کے متعلق: "فَلۡيَنظُرِ ٱلۡإِنسَٰنُ مِمَّ خُلِقَ" نازل ہوئی۔

يَخۡرُجُ مِنۢ بَيۡنِ ٱلصُّلۡبِ وَٱلتَّرَآئِبِ ۞	جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے (7)

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ: اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اس سے مراد ممکن ہے صرف آدمی کی منی ہو جو اس کی کمر اور سینے سے نکلتی ہے، شاید یہی معنی بہتر ہو، کیونکہ پانی کو کودنے والا کہا گیا ہے، اور یہ مرد کی منی ہے جوکہ کودنے والی ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ "ترائب" کا لفظ مرد کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور مردوں میں "ترائب" والے دو پستان والی عورت کی طرح ہے، اگر اس سے مراد عورت ہوتی تو فرماتا: "من بین الصلب و الثديين" یعنی کمر اور دو پستانوں کے درمیان سے۔

"الصُّلۡبِ"پشت کی ہڈی، ریڑھ کی ہڈی۔

"التَّرَآئِبِ"جمع "تَرِيبَة"، سینے کی ہڈیاں۔

"يَخۡرُجُ" فعل کا فاعل ضمیر مستتر (ھو) ہے جو اس سورت کی پانچویں آیت میں "انسانُ" کی طرف لوٹتی ہے، ترقی یافتہ انسانی جنین کے دو قطب جنین کے آخری ہفتوں میں ماں کے سینے کی سٹرنم اور نچلی پسلیوں اور ماں کی کمر کی ریڑھ کی ہڈی کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور وہاں سے یہ برتھ کینال کے راستے میں حرکت کرنا شروع کردیتا ہے۔

"رجعه" میں ضمیر "ہ" "انسانُ" کی طرف راجع ہے، یہ آیات نطفہ کے جمنے کے آغاز سے لے کر قیامت تک انسانی زندگی کے راستے کا جائزہ لیتی ہے۔

انسانی نطفے میں 200 تا 300 یا اس سے بھی زیادہ اسپرم ہوتے ھیں بعض نے ان کی تعداد 200 تا 50۰0 بھی بتائی ھے، ان اسپرم کو جراثیم، کیڑے اور کرم بھی کہاجاتاھے، ہراسپرم کی لمبائی 10 تا 100 بال برابر ہوتی ھے، اور ہر بال ایک میٹر کا دس لاکھواں حصہ بنتاھے، ان اسپرم میں سے ہرایک کا سر، گردن اور ایک متحرک دم ہوتی ھے یہ 16 سے 23 مائکرون فی سیکنڈ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی رفتارسے حرکت کرتے ھیں، مجامعت کے وقت عورت کے رحم میں یہ اسپرم داخل ھوتے ھیں، مگر بچه پیدا کرنے کے لیے ان 200 تا 5000 اسپرم میں سے صرف ایک ھی کافی ھوتاھے ، اور اگر ایک مردانه اسپرم عورت کے نطفے کے ایک جرثومے میں داخل ھوجائے تو ان دونوں کے ملاپ سے بچه تولد ہوتاھے، بقیه جراثیم کی ضرورت نهیں رهتی (توماس، رویان شناس لانگمس، رضای، حسن رضا، قرآن و فرہنگ زمانہ طبع تہران).

منی کی اصل جگه کے بارے میں ماهرین کهتے ھیں که لغت کی کتابوں میں منی کی جگه صلب اور ترائب بتایاگیاھے، صلب ریڑھ کی دوھڈیاں اور ترائب ان ھڈیوں کے مقابل سامنے یعنی پیڑوکی دوھڈیاں ھیں، یه پچھلی اور اگلی ھڈیاں ریڑھ کے مهروں کے ذریعے مربوط ھیں، (جب مرد کا نطفه عورت کے رحم میں جاتاھے تو) پهلے وه بیضه میں اور بیضه رحم میں قرار پاتاھے، اگرجنین نرھے تو چھ ماه تک پشت میں (عورت کے رحم کے ایک حصے میں) رهتاھے ، اور پھر وقت مکمل ھونے پر پیدا ھوتاھے، اور اگر جنین ماده ھے تو مختصر وقت کے لیے رحم کی اطراف کی نالیوں میں (پشت میں نهیں) رهتاھے، (پھررحم میں آتا ہے اور پھر اپنے مقرره وقت پرپیدا ھوتاھے).

انسانی نطفه کی پیدائش وافزائش کے بارے میں ایک اور علمی نظریه بھی ھے جو که لغت کے مطابق بھی ھے اورمشهور قول بھی ھے اور وه رائے یا نظریه اس طرح ھے که مرد کا نطفه مرد کے صلب یعنی پشت اور اس کے ترائب یعنی ٹانگوں کی اوپری ھڈیوں کے درمیان سے خارج ھوتاھے، پوسٹ مارٹم اور انسانی جسم کی جانچ سے ثابت ھواھے که مرد کی منی کے گزرنے اور قرار پکڑنے کی جگه صلب اور ترائب (پشت اور اگلی ھڈیوں) کے درمیان ھے ، یهیں پر منی کی تھیلیاں ھیں، یهیں پر وه غدود ھیں جو منی میں رطوبت شامل کرتے ھیں (پروسٹیٹ گلینڈ) یعنی هم یوں کهه سکتے ھیں که صلب ایک عصبی نظام ھے ، جو تناسل کے کام کا مرکزھے اور ترائب اس تناسل کے اجراء کے لیے عصبی کام کرنے والے کا نام ہے، صلب منی کو اپنے اندر رکھتاھے اور ترائب اس کو بوقت ضرورت خارج کرتاھے، اور یه دونوں یعنی صلب اور ترائب آدمی کے کولھے کی ھڈیاں صلب اورخصیتین کے اطراف کی دو ھڈیاں یعنی ترائب منی کا مرکز ھیں (دیاب و قرقوز، رضای، حسن رضا، بررسی شبهات، قرآن و فرہنگ زمانہ).

اس رائے کو مد نظر رکھیں اور کتب لغت اور مفسرین اور طب کے ماهرین کی رائے کو دیکھیں تو کهاجا سکتاھے که صلب یعنی مرد کی پشت ایک عصبی

(c) ketabton.com: The Digital Library

مرکزھے اور ترائب ران کے اوپر کی وہ ھڈیاں ھیں جن کے درمیان مرد کے تناسلی اعضاء ھیں، چنانچہ صلب اور ترائب ماھرین کی نظر میں یہی ھیں۔

إِنَّهُۥ عَلَىٰ رَجۡعِهِۦ لَقَادِرٞ ۝٨	بیشک خدا اس کے اعادے (یعنی دوبارہ پیدا کرنے) پر قادر ہے (8)

جس خدا نے انسان کو اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا ہے ایسا پانی جو ایسی مشکل جگہ سے نکلتا ہے، انسان کو آخرت میں دوبارہ زندہ کرکے جزا و سزاء کیلئے لوٹانے پر قادر ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہمیں در اصل انسان کی کمزوری اور عاجزی یاد دلائی ہے اور اسے قیامت کا اقرار کرنے کی ہدایت دی ہے، کیونکہ وہ ذات جو اسے پہلی بار پیدا کرنے کی طاقت رکھتی ہے، دوبارہ اس کو بطریق اولیٰ پیدا کرسکتی ہے۔

يَوۡمَ تُبۡلَى ٱلسَّرَآئِرُ ۝٩	جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے (9)

جس دن چھپی ہوئی اچھائیاں اور برائیاں چہرے سے عیاں ہوجائیں گی، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: (يَوۡمَ تَبۡيَضُّ وُجُوهٞ وَتَسۡوَدُّ وُجُوهٞۚ) ترجمہ: "جس دن بہت سے چہرے سفید ہونگے اور بہت سے سیاہ" دنیا میں بہت سے چہرے پوشیدہ رہ جاتے ہیں، لوگوں کے لیے ظاہر نہیں ہوتے ، لیکن قیامت کے دن نیک لوگوں کی نیکیاں اور بُرے لوگوں کی بُرائیاں اعلانیہ طور پر آشکار ہوجائیں گی ۔

فَمَا لَهُۥ مِن قُوَّةٖ وَلَا نَاصِرٖ ۝١٠	تو انسان کی کچھ پیش نہ چل سکے گی اور نہ کوئی اسکا مددگار ہوگا (10)

یعنی اپنے دفاع کی صلاحیت بھی نہیں رکھ سکے گا اور نہ ہی کوئی اس کا مدد کرنے والا ہوگا۔

"التسہیل" میں ہے کہ: چونکہ دنیا میں رکاوٹوں اور مسائل کو یا تو انسان خود ہی دور کرسکتا ہے یا کوئی اور ان پر قابو پانے میں اس کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے دن انسان ان میں سے کسی سمت سے مدد حاصل نہیں کرسکے گا، نہ اس کی اپنی طاقت ہوگی اور نہ کوئی اس کی مدد کرسکےگا (التسہیل:192/4) ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

(فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ) بہت ساری آیتوں کے رو سے یہ بات واضح ہوکر سامنے آتی ہے کہ: قیامت کے دن نجات کا ذریعہ صرف اور صرف ایمان اور عمل صالح ہے اور بس، (ملاحظہ کریں: آیہ :19: سورہ انفطار).

"ناصر" نَصَر اور نُصرت کے مادے سے ایک خاص قسم کی مدد کرنے کو کہتے ہیں، نصر اور عون میں فرق یہ ہے کہ "عون" ہر قسم کی مدد کرنے کو کہتے ہیں، جبکہ نصرت مدد کرنے کی ایک خاص قسم کو کہتے ہیں جو آفت اور مصیبت کے وقت ہوتی ہے، جس کا انسان محتاج ہو، مدد کا ایک حصہ اللہ کی طرف سے بندوں کے لیے ہے اور دوسرا حصہ جو قرآن کریم میں آیا ہے بندے کی طرف سے اللہ کی طرف ہے، "اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ۝" (محمد:7) ترجمہ: "اگر تم اللہ (کے دین اور پیغمبر) کی مدد کرو گے، وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا"

اللہ کے لیے انسانی نصرت کا کیا مطلب؟ یعنی: بندگی کرنا اور اللہ کی نازل کردہ حدود اور احکام کو قائم کرنا، خدا کے ساتھ اپنے عہد کو برقرار رکھنا، ان تمام معنوں کا مجموعہ اللہ کے لیے انسان کی نصرت اور مدد میں شامل ہے، لیکن ان سب سے بڑھ کر بندے کی مدد کا بہترین طریقہ اللہ کی بندگی ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ ۝١١	آسمان کی قسم جو مینھ برساتا ہے (11)

مفسرین "رجع" کے معنی میں لکھتے ہیں: "رجع" وہ بارش ہے جو لگاتار برستی ہے، یعنی ایک بار برستی ہے اور ختم ہوتی ہے پھر واپس آتی ہے اور برستی ہے، بارش والے آسمان کی قسم کہ ہر سال اس سے بارش برستی ہے، اور وہ زمین کو چیرتی ہے اور پودے اور سبزہ اگاتی ہے، اور اسی کے ذریعے انسان اور جانور زندہ رہتے ہیں خدا تعالیٰ کے احکام ہمیشہ آسمان پر انجام پاتے ہیں، قیامت کے دن زمین پھٹ جائے گی اور اس سے مردے باہر آئیں گے ۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "رجع" کا مطلب ہے اگر بارش نہ ہو تو انسان نیست و نابود ہوجائیں گے، اور چوپائے تباہ ہوجائیں گے۔

وَالۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ ۝١٢	اور زمین کی قسم جو پھٹ جاتی ہے (12)

جسے پودوں، درختوں، آتش فشاں وغیرہ کو نکالنے کے لیے چیرا جاتا ہے، اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ چیزیں اس سے نکلتی ہیں، "ذَاتِ الصَّدۡعِ" جس میں شگاف ہو، زراعت کے لیے تیار، نباتات اُگنے کی وجہ سے شگاف پڑجانا۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: "ذَاتِ الصَّدۡعِ" کا مطلب ہے سبزہ اُگنے اور پھل دینے کے موقع پر زمین کو پھاڑ دینا (تفسیر طبری:90/30)

اللہ تعالیٰ نے آسمان کی قسم کھائی ہے جو ہم پر بارش برساتا ہے ، زمین کی قسم کھائی ہے جو ہمیں پھل اور نباتات دیتی ہے، تخلیق کے معاملے میں آسمان کو باپ اور زمین کو ماں کی حیثیت حاصل ہے، دونوں کے درمیان عظیم اور ہمہ گیر نعمتیں ہیں جن پر انسانوں اور جانوروں کی بقاء کا انحصار ہے۔

إِنَّهُۥ لَقَوۡلٞ فَصۡلٞ ١٣	کہ یہ کلام (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا ہے (13)

یہ مبارک آیت جواب قسم ہے: بلاشبہ یہ قرآن حق اور باطل ، گمراہی اور ہدایت اور نیکی اور بد ی میں فرق کرتا ہے۔

"فَصۡلٞ" (1)یعنی حق اور سچا ہے، (2) اس کی معلومات صحیح اور غلط میں فرق واضح کرتی ہیں، (3)یہ متقی اور ظالم میں فاصلہ پیدا کرتا ہے۔

وَمَا هُوَ بِٱلۡهَزۡلِ ١٤	اور نہیں یہ بیہودہ اور ہنسی کی بات (14)

قرآن پاک مبالغہ آرائی یا مذاق نہیں ہے، بلکہ قرآن ایک سنجیدہ کلام ہے، ایسا کلام جو صحیح اور غلط گروہوں اور افکار کے درمیان فیصلہ کرتا ہے، اختلافات اور جھگڑے اسی کے ذریعے حل ہوجاتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلاشبہ ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے" حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس فتنے کے شر سے بچنے کا راستہ کونسا ہے؟ فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب: اس فتنے کے شر سے بچنے کا راستہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب ہے،(فیه نبأ من قبلکم، وخبر ما بعدکم، وحکم ما بینکم، هو الفصل لیس بالهزل، من ترکه من جبار قصمه الله ومن ابتغی الهدی فی غیره أضله الله وهو حبل الله المتین، ونوره المبین، وهو الذکر الحکیم، وهو الصراط المستقیم، وهو الذی لا تزیغ به الأهواء

(c) ketabton.com: The Digital Library

ولا تلتبس به الألسنة ولا تتشعب معه الآراء ولا يشبع منه العلماء ولا يمله الأتقياء ولا يخلق على كثرة الرد ولا تنقضي عجائبه هو الذي لم تنته الجن لما سمعته أن قالوا): "قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝" (سورة الجن:1 تا 2) ترجمہ: اس میں تم سے پہلی امتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں اور تمہارے بعد کی اس میں اطلاعات ہیں(یعنی اعمال و اخلاق کے جو دُنیاوی و آخروی نتائج و ثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں، قرآن مجید میں ان سب سے آگاہی دے دی گئی ہے) اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں قرآن میں اُن کا حکم اور فیصلہ موجود ہے (حق و باطل اور صحیح اور غلط کے بارے میں) وہ قول فیصل ہے، وہ فضول بات اور یاوہ گوئی نہیں ہے، جو کوئی جابر و سرکش اس کو چھوڑے گا (یعنی غرور اور سرکشی کی راہ سے قرآن سے منہ موڑے گا) اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا، اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا اُس کے حصے میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئے گی، (یعنی وہ ہدایت حق سے محروم رہے گا) قرآن ہی حبل اللہ المتین ہے(یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے)، اور اللہ کا چمکتا نور ہے، اور محکم نصیحت نامہ ہے، اور وہی صراط مستقیم ہے، وہی ہے جس کی اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں، اور زبانیں لڑکھڑ انہیں سکتیں، اور آراء اس کی روشنی میں متفرق نہیں ہوں گی، اور علم والے اس کے علم سے کبھی سیر نہیں ہونگے، اور متقی لوگ اس سے کبھی بیزار نہیں ہوں گے، کثرتِ مزاولت سے کبھی پرانا نہیں ہوگا، اور اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے، قرآن کی شان یہ ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو بے اختیار بول اٹھے: (قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝)(سورۃالجن:1 تا 2) ترجمہ: "(اے پیغمبر لوگوں سے) کہدو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک بہترین قرآن سنا۔ جو بھلائی کا راستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے"

جو قرآن کے علم سے آراستہ ہوا وہ آگے بڑھ گیا اور جس نے قرآن کے ذریعے بات کی اس نے سچ کہا، اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی وہ راہ راست پر آ گیا، قرآن عظیم ایک مشعل ہے جو بجھتی نہیں اور وہ ایسا چراغ ہے جس کی روشنی کبھی ختم نہیں ہوتی، قرآن وہ کتاب ہے جو صحیح اور غلط کو الگ کرتی ہے، اور ذہنوں سے شکوک و شبہات کو دور کرتی ہے، اور اس کو سننے

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور پڑھنے سے دل کو چمکایا جاتا ہے اور تقویت ملتی ہے، انسان کو سکون اور اطمینان ملتا ہے، قرآن کریم انسانیت کے لیے ہدایت اور روشنی کی کتاب ہے، اور انسان کی زندگی میں اس کی حیثیت اور کردار نہایت ہی اہم اورضروری ہے۔

قرآن کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو صرف 1400 سال پہلے رہنے والے لوگوں کی رہنمائی کے لیے نازل ہوئی ہے، بلکہ قرآن تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک کتاب ہے، بشر اور بشریت کی پوری تاریخ میں، یعنی جب تک انسان باقی ہے قرآن کریم ان کی رہنمائی کرتا رہے گا، انسان حقیقی ترقی اس وقت حاصل کرسکتا ہے جب وہ قرآنی ہدایات پر کان دھرے، انسان اصل اور ابدی سعادت اس وقت حاصل کرسکتا ہے جب وہ قرآن پاک اور اس کی تعلیمات کی طرف رجوع کرے۔

مسلمانو یاد رکھو!

زندگی کے تجربات نے ثابت کیا ہے کہ جو بھی قرآن کے راستے پر ہے اور قرآن سے دوستی رکھتا ہے، اسے چاہتا ہے اور اس کی قدر کرتا ہے اور احترام کرتا ہے، یقین رکھو کہ اسے قرآن پر بھروسہ اور اعتماد رکھنے کا صلہ ضرور ملے گا، قرآن کریم انسان کو زندگی میں اکیلا نہیں چھوڑے گا، قرآن ایسی کتاب ہے جو غم اور خوشی میں انسان کا ساتھ دیتی ہے، یہ بات یاد رکھو کہ قرآن آدھے راستے کا دوست اور ساتھی نہیں ہے، یہ ایسی کتاب ہے جو لوگوں کو خوشی اور سرشاری کے ساتھ عبادت کرنے کی دعوت دیتی ہے، اگر انسان کا دوست قرآن ہے تو یقیناً اس دوستی کا حامی الله تعالیٰ ہے، اور الله سے زیادہ مضبوط اور قابل اعتماد کون ہے؟ اور کون ایسا ہے جو نصرت اور مدد کرنے میں الله تعالیٰ سے زیادہ قوی اور قابل اعتماد ہو ؟

یہ کتاب وعظ و نصیحت اور شیریں کلام سے بھرپورہے اور انسانوں کو اعلیٰ مرتبے کا احترام دیتی ہے، اس کتاب کے قوانین و احکام پر عمل کرنا نہ صرف مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کا سبب ہے، بلکہ روئے زمین کے تمام انسانوں کو اس کی طرف دعوت دینا ہے، قرآن کریم دنیا کے مسلمانوں کے لیے بحیثیت سہارا اور آرام گاہ اور مسلمانوں کی وحدت میں اتحاد کا مرکزی محور شمار ہوتا ہے، یہ کتاب مسلمانوں کی طاقت اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی کمزوری رہی ہے اور رہے گی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

إِنَّهُمۡ يَكِيدُونَ كَيۡدٗا ١٥	یہ لوگ تو اپنی تدبیروں میں لگ رہے ہیں (15)

جو لوگ قرآن اور پیغمبر کو جھٹلاتے ہیں وہ سخت دھوکہ دہی کرتے ہیں، تاکہ اپنے اس دھوکے سے حق کو شکست دیں اور باطل کی مدد کریں۔

یہ آیت مبارکہ کفار اور خاص طور پر کفار قریش کے بارے میں ہے کہ وہ اپنی جدوجہد اور کوشش سے لوگوں کو قرآن، پیغمبر اور اس کی دعوت سے دور رکھنا چاہتے ہیں، ان کا یہ کام ایک منصوبہ بندی پر مبنی ہے، وہ پیغمبر کو روکنے اور کمزور کرنے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، اور مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔

"يَكِيدُونَ" كَيۡدٌ کے مادے سے ہے، اور یہ کسی کام کے انجام دینے کے بارے میں سوچنے کی قسم ہے، یہ ایک قابل مذمت چال ہوسکتی ہے، یعنی چالاکی اور دھوکہ دہی سے کرنا، کید بعض مرتبہ ممدوح بھی ہوسکتا ہے، یعنی قابل تعریف ہوسکتاہے جیسے کوئی اچھی چال چلنا کسی اچھے مقصد کے لیے۔

وَأَكِيدُ كَيۡدٗا ١٦	اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں (16)

یعنی: میں بھی تدبیر کروں گا، تاکہ ان کا کوئی بھی مکر و تدبیر مؤثر نہ ہو، میں بھی حق کو ظاہر کرنے کے لیے اور اس باطل کو جو وہ لائے ہیں دور کرنے کے لیے تدبیر کروں گا اگرچہ کافروں کو یہ پسند نہ ہو، یہ واضح ہے کہ کون کامیاب ہوگا، کیونکہ انسان بہت کمزور ، حقیر اور کمتر ہے خدائے غالب اور حکیم کو شکست نہیں دے سکتا۔

مفسر ابو سعود اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ان کے مکر و فریب کے مقابلے میں ایک مضبوط اور ٹھوس چال سے کام لوں گا جسے رد نہیں کیا جاسکےگا، کہ جب وہ ہر چیز سے غافل ہونگے میں انہیں گرفت میں لے لوں گا۔(ابوسعود:438/8)

اس آیت کریم میں اللہ تعالیٰ نے دعوت دینے والےمسلمانوں کو تسلی دی ہے اور انہیں ذہنی اطمینان بخشا ہے، فرماتا ہے: پریشان اور اداس مت ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں، اور وہ لوگ میرے مد مقابل کھڑے نہیں ہوسکتے ، ان سب کو ہلاک کردوں گا، لیکن یہ تب ہوگا جب تم اپنی دعوت اور ذمہ داری بھرپور ادا کرو گے، پھر اس وقت تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی، جس "کید" کی یہاں اللہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

تعالیٰ کی طرف نسبت کی گئی ہے اس "ممدوح کید" کی قسم میں سے ہے (یعنی تدبیر کے معنی میں ہے)۔

آیت مبارکہ کے مفہوم سے واضح ہوجاتاہے کہ: انسان کے ساتھ اللہ کا معاملہ اس کے اعمال کی مناسبت سے ہوگا، اگر سیدھے اور خیر کے راستے میں قدم اُٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ہدایت عطا فرمائے گا، (جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ (عنکبوت:69) اگر مکر اور حیلہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے مکر میں گرفتار ہوگا، (يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكِيدُ كَيْدًا)اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾	تو تم کافروں کو مہلت دو بس چند روز ہی کی مہلت دو (17)

تاکہ ان سے متعلق اتمام حجت ہوجائے اور بعد میں ان کا بُرا ہوگا، اور وہ دنیا و آخرت میں شرمندہ ہونگے، زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ ان کے اعمال کا نتیجہ ان کے سامنے ظاہر ہوگا، اور ضرور جان لیں گے ان کی چال اور دھوکے کی میری تدبیر کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے، اس لیے دشمن کے ساتھ معاملہ میں نہ خود عجلت اور جلدی کریں اور نہ اللہ سے جلدی اور عجلت چاہیں۔

"مَهِّلِ" جو کہ "مهل" کے مادے سے ہے، اس کا مطلب ہے سکون و اطمینان سے کسی کام کو انجام دینا، "مہلت" یعنی ایسا موقع پیداکرنا کہ کام حوصلہ مندی سے پورا کرسکے، اسی طرح "امهال": یعنی چھوڑنا اور تاخیر کرنا، "تھوڑے سے وقت میں" ان کو مہلت دو قریب کی مہلت، اور تھوڑی مہلت، اور عنقریب تم دیکھو گے کہ ان پر ذلت آمیز عذاب نازل ہوگا، اور جب عذاب کا وقت آئے گا تو آپ ان کی زندگی کا تلخ خاتمہ دیکھیں گے۔

جنین میں مرد اور عورت کے انڈوں کا کردار

آیہ مبارکہ "يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ﴿٧﴾" (طارق:7) میں خلقت کا موضوع اور اس میں سے "جنین" کے موضوع پر بحث کی گئی ہے، جنین لغت میں ڈھانپنے کے معنی میں ہے یعنی کسی بھی چیز کو چھونے سے بچانا بچے کے لیے "جنین" کہا گیا ہے کہ وہ ماں کے رحم میں پوشیدہ اور مخفی ہے۔

صحیحین میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يقولُ: يَارَبِّ نُطْفَةٌ يَارَبِّ عَلَقَةٌ يَارَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ

(c) ketabton.com: The Digital Library

أَنْ يقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ: أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى، شَقِي أَمْ سَعِيدٌ، فَمَا الرِّزْقُ وَالأَجَلُ، فَيكْتَبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ.(بخاري (6595) و مسلم (2624)"

ترجمہ: "رحم مادر میں الله تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ اے رب! اب یہ نطفہ ہے، اے رب! اب یہ علقہ ہوگیا ہے، اے رب! اب یہ مضغہ ہوگیا ہے، پھر جب الله چاہتا ہے کہ اس کی خلقت پوری کرے تو کہتا ہے کہ مذکر یا مؤنث، بد بخت ہے یا نیک بخت، روزی کتنی مقرر ہے اور عمر کتنی، پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے۔"

اس کا ہر مرحلہ چالیس دن ہے، یعنی چالیس دن نطفہ، چالیس دن علقہ، اور تیسرے مرحلے میں چالیس دن مضغہ(یا تخلیق) کہتے ہیں، اور آخری مرحلے میں جب "مضغہ" ہو جاتا ہے تو فرشتے کو مقرر کیا جاتا ہے لکھنے کے لیے اور بچے کے جنس کو بھی کہا جاتا ہے۔

عبدالله بن مسعود ؓ فرماتے ہیں: رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: (إِنَّ أَحَدَكُمْ يجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يوْمًا، ثُمَّ يكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يبْعَثُ اللهُ مَلَكًا فَيؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ)(بخاري:3208)ترجمہ: "تم میں سے ہر ایک شخص کا مادہ تخلیق چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں اکھٹا کیا جاتا ہے، پھر وہ اتنی مدت (چالیس دن) کے لیے علقہ رہتا ہے، پھر اتنی ہی مدت کے لیے مضغہ کی شکل میں رہتا ہے پھر الله تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے، جو اس میں روح پھونکتا ہے اور چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے۔"

انتہائی مرحلہ مضغہ ہے جس سے تخلیق ہوتی ہے رب تعالیٰ کا یہ فرمان اس کی دلیل ہے:(فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ ○) (سورہ حج:5)

ترجمہ: "تو ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتدا میں) مٹی سے پھر اس سے نطفہ بنا کر۔ پھر اُس سے خون کا لوتھڑا بنا کر۔ پھر اُس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خالقیت) ظاہر کردیں۔"

"مُّخَلَّقَةٍ" یعنی: گوشت کا ٹکڑا جس کا واضح چہرہ، جسم اور کامل تخلیق کے ساتھ آنکھ، منہ اور پاؤں وغیرہ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

پھر آخری مرحلہ مضغہ (جو اسی دن کے بعد سے شروع ہوکر ایک سو بیس دن تک طول پکڑتا ہے) میں دھیرے دھیرے جنین کی شکل ظاہر ہونے لگتی ہے، اور اس کی جنس بھی فرشتے کو بتادی جاتی ہے، آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ الله کے علاوہ کوئی اس نوزائدہ بچے کی جنس کو نہیں جانتا، جیسا کہ فرماتا ہے: (اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ‌ۚ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ‌ۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ‌ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ‌ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ۝٣٤) (سورہ لقمان : 34) ترجمہ: "خدا ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینھ برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے(کہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا۔ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اُسے موت آئے گی۔ بیشک خدا ہی جاننے والا (اور) خبردار ہے"۔

اس آیت مبارکہ اور گذشتہ حدیث کے مابین تطبیق دیں گے تو ہمیں یہ نتیجہ ملے گا کہ آیت کا معنی یہ ہے: نوزائدہ کی تخلیق سے پہلے (تیسرے مرحلے کی تکمیل سے پہلے) صرف اور صرف خدا اس کی جنس کو جانتا ہے، لیکن اس کی تخلیق کے بعد اس کے فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا مقررہ وقت لکھے اور جنین کے جنسیت سے اسے باخبر کیا جاتا ہے، اب جنین کا علم غیبیات کا حصہ نہیں رہا، بلکہ اب عالم گواہی کا جز ہے، کیونکہ مامور بہ فرشتہ بھی اس نوزائدہ کی جنسیت سےمطلع ہوا ہے، حالانکہ وہ حالت غیبی سے خارج ہوا ہے، اس لحاظ سے جدید آلات کے ذریعے انسان مضغہ کے مرحلے (چار ماہ) مکمل ہونے کے بعد حمل کی شکل سے جنین کی جنس جان سکتا ہے، لہٰذا طبی آلات کے ذریعے اس امر کو جاننا اس آیت سے متضاد نہیں ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ الله اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "الله تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا پیدا کرنا چاہتا ہے، لیکن جب بھی جنین کے مذکر اور مؤنث ہونے یا بد بخت یا خوش بخت ہونے کا حکم کرے، اس کے مؤکل فرشتے بھی اس سے واقف ہوجاتے ہیں، اور پھر اس کے بعد جس کو بھی چاہے اپنی مخلوقات میں سے وہ بھی واقف ہوجاتا ہے"۔

ایک اور نکتہ یہ ہے: الله تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں عام طور پر فرمایا ہے: "وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ" یعنی: "جو کچھ ماؤں کے رحموں میں ہے جانتا ہے"

اس آیت میں جنین کی جنس کی طرف اشارہ نہیں کیا بلکہ فرمایا: جنین کے احوال سے آگاہ ہے، اور یقیناً جنین کی جنس جاننا جنین کے احوال میں سے ہے، لیکن دیگر معاملات جیسے: بچہ ماں کے پیٹ میں کتنا وقت گذارے گا، اور اس کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

زندگی کی مقدار، اس کے اعمال، اور اس کے رزق و روزی کی مقدار، اس کی نیک بختی اور بدبختی بھی ان حالات و معاملات میں سے ہے جو اس آیت کے عموم میں داخل ہے، کہ جس سے صرف اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة ألاعلي

یه سورت مکه میں نازل هوئی هے اس کی انیس (19) آیتیں هیں

وجه تسمیه: اس سورت نے مکه میں بعد ازسوره تکویر شرف نزول پایا، رب تعالی کے فرمان « سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝١» کی وجه سے «اعلی» اس کا نام هوا، اسے سَبَّحَ بهی کهاگیاهے .

یه بات قابل ذکر هے که: بعض مشهور مفسرین جیسے : "ناصرالدین عبد الله بیضاوی" مؤلف تفسیر "انوار التنزیل واسرار التاویل ، المعروف به تفسیر بیضاوی" مفسرمحمودتفسیر افندی آلوسی مؤلف تفسیر "روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم" اور مشهور اسلامی اسکالر محمد سید طنطاوی امام مسجد الازهرشریف سابقه رئیس جامعة الأزهر مصر آیت : 14 اور 15 کی تفسیر سے متعلق کهتے هیں که : "تَزَكَّىٰ" صدقه فطرادا کیا، اور «وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ»عید الفطرمیں رب تعالی کی بڑهائی بیان کی، تکبیرات کهیں، «فَصَلَّىٰ» عیدکی نماز ادا کی.

روح المعانی کے شیخ آلوسی نے اس دلیل کی بنیاد پر "سورة الاعلی" کے "مدنی" هونے کا اشاره کیاهے.

سورة الاعلی کے الفاظ، حروف اور کلمات کی تعداد

سورة الاعلی مکی سورتوں میں سے هے، اس کا ایک (1) رکوع ، انیس (19) آیتیں ، بهتّر (72) الفاظ، دوسو ننانوے (299) حروف اور ایک سو تینتیس (133) نقطے هیں.

(یه بات ذکر کرنا لازم هے که سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف هیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے سوره "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں).

سورة الاعلی کا سورة الطارق سے ربط ومناسبت :

سورة الطارق انسان کی پیدائش اور آسمان وزمین کی تخلیق پر بحث کرتی هے، "خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ۝٦ " (طارق : 6) اور (طارق : 11 ، 12) سورة الاعلی

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں بھی دونوں صورتوں کا تذکرہ قدرے وسیع هے، (آیات مبارکه : (2، 4، اور 5 اعلی میں) ۔

اس ضمن میں یه بات بھی قابل ذکر ہے که : جو سورتیں رب تعالی کی تسبیح بیان کرنے کے حکم کے ساتھ شروع هوتی هیں انهیں "مسبّحات" کهتے هیں ، اور سورۃ الاعلی "مسبّحات" میں سے سب سے آخری سوره هے۔

سورۃ الاعلی کی فضیلت :

حدیث شریف میں نعمان بن بشیر سے روایت هے که : رسول الله صلی الله علیه وسلم عید اور جمعه کی نمازوں میں سوره "سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى" اور "هَلۡ اَتٰكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ " پڑھتے تھے ، اگر کبھی عید اور جمعه ایک هی دن میں آئے تو تب بھی یهی پڑھتے تھے ۔

اسی طرح دوسری حدیث مبارکه میں آیاهے: رسول الله صلی الله علیه وسلم وترکی نماز میں "سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى" ،"قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ " اور " قُلۡ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ " پڑھتے تھے ۔

حضرت علی رضی الله عنه سے روایت هے که : رسول الله صلی الله علیه وسلم سورۃ الاعلی سے محبت کرتے تھے ۔

سورۃ الاعلی کا سبب نزول:

سورۃ الاعلی کے سبب نزول کے بارے میں هم حضرت عقبه بن عامر جهنی کی ایک حدیث مروی هے، که جب سوره "سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى " نازل هوئی تو نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "اجعلوها فی سجودكم" یعنی اسے اپنی سجدوں میں رکھو "سبحان ربی الاعلی" ۔

" سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى " کامعنی هے که اپنے رب کی نام کی تعظیم وتکریم بجا لائیں، جب بھی الله کانام اپنی زبان پر لاؤ تو خشوع وخضوع اور عاجزی اور ادب کا خاص خیال رکھو ۔

سورۃ الاعلی کا موضوع اور مندرجات:

اگرهم اس سورت کے عمومی مواد کو غور سے دیکھیں تو یه بات بالکل واضح هوجائے گی که بنیادی طور پر یه سورت دواهم حصوں پر مشتمل هے :

اوّل: اس میں روئے سخن خاص طور پر جناب پیغمبر صلی الله علیہ وسلم کی طرف ہے، تسبیح کے ضمن میں در اصل الله کی تسبیح کے ساتھ ساتھ رسالت

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی ذمہ داری پوری کرنے کی طرف اشاره بھی ہے۔

دوم: اس حصے میں فرمانبردار مؤمنین اور بدبخت گروھوں کی سعادت اور شقاوت کے عوامل کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیاھے، سورت کے آخرمین اس حقیقت کو بیان کیاگیاھے که تمام مذکوره حقائق صرف قرآن عظیم میں ھین ، بلکه دیگر سابقه کتب اور صحائف میں جیسےصحف ابراهیم او رصحف موسی میں بھی مؤکد بیان کیےگئےھیں۔

اسی طرح اس سوره مبارکه کے تمام متن سے اور خاص طور پر آیت "6" سے "سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰٓ" ایسا معلوم هوتاھے، که یه سورت مکّی دور کے بالکل ابتدائی زمانه میں اس وقت نازل هوئی جب رسول الله صلی الله علیه وسلم وحی دریافت کرنے کے عادی نهیں بنے تھے، اور آپ کو خدشه تها که کهیں وه کچھ وحی بھول نہ جائیں۔

جیساکه آپ ملاحظه کریں گے: پهلی پانچ آیات میں خدا کی پهچان اور توحید کے اصولوں کے بارے میں بحث کی گئی ھے، اور بعد کی آیات میں آپ صلی الله علیه وسلم کو درج ذیل اطمینان اور تسلی عظیم رب کی طرف سے دی گئی ھے که: خدا کے فضل وکرم سے آپ قرآن کریم کو نهیں بھولیں گے ۔

اور اطمینان بھی دلایا گیا ھے که: اس ذمہ داری اور دعوتی کام کورب تعالی نے مشکل نهیں بنایاھے، بلکه اس میں منحصرکردیاھے که ایسے شخص کو وعظ ونصیحت کریں اوراس کی هدایت اور رهنمائی کا اهتمام کریں جو دعوت سے فائده اٹھائے اور اس میں نصیحت حاصل کرنے کی صلاحیت پائی جاسکتی هو، جوشخص بے خوف نهیں هوتا، وه اپنے اعمال کے اچھے اور برے نتائج سے بے نیاز نهیں هوسکتا، وه اپنے آپ سے ڈرتاھے، اور وه اپنے اور معاشرے کے برےخیالات اور نظریات کے نتائج سے ڈرتاھے، اور معاشرے پر حاوی ظلم اور فساد سے ڈرتاھے، اس دعوت الهی کا اصل مخاطب یهی ھے، ایساشخص اپنے دل سے اس نجات دینے والے پیغام کو ضرورر سنے گا، البته بد بخت اور نامراد عناصر اس دعوت سے دوری اختیار کریں گے۔

خوشخص اپنی فکری اور اخلاقی آبیاری کرے، اور اپنے رب کو یاد کرتے هوئے نماز قائم کرے تو فلاح اورکامیابی حاصل کرے گا، لوگ دنیاکی جلد حاصل هونے والی زندگی کا انتخاب کرتے هیں، اور معمولی مقاصد پر اڑے رهتے هیں، حالا نکه دنیا حقیر اور فنا هونے والی ھے جبکہ آخرت بهتر اور همیشه رهنے والی ھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

نبی صلی الله علیه وسلم کو یه اطمینان د لایا گیا ھے که: آپ کی رسالت کی بنیاد اولوالعزم پیغمبروں جیسے: حضرت ابراھیم علیه السلام اور حضرت موسی علیه السلام کی سی رکھی گئی ھے، اور تاریخ کے بڑےبڑے متکبر لوگ ان انبیاء کے ھاتھوں سرنگوں ھوچکے ہیں، آپ کا اور ان کا پیغام ایک ھی ہے، اور آپ کے کام کی انتهابھی ایک ھی ھے۔

آخرمیں: سوره مبارکه : "الاعلی" کے الفاظ اس مواد کے ساتھ ختم کیے گئے ہیں که نجات صرف ان کے لیےھے، جو اپنے خیالات، اعمال اور اخلاق کو پاکیزه بنائیں اور اپنے پروردگار کا ذکر کریں اور نماز پڑھیں۔

لیکن افسوس سے کهنا پڑتاھے که لوگوں کی تمام تر سوچ اور فکر اس دنیا کی خوشحالی اور راحت، فائدے اور لذتوں کے حصول کے لیے ھے اور بس، حالانکه ان کو اصل فکر آخرت کا ھوناچاھیے، کیونکه آخرت باقی رهنے والی جبکه دنیا فنا ھونے والی ھے، اور آخرت کی نعمتیں دنیاکی نعمتوں سے کهیں زیاده ھیں، یه حقائق صرف قرآن کریم میں نهیں آئے، بلکه ابراهیم اور موسی علیهما السلام کے صحیفوں میں بھی، بیان کیے گئے ھیں ۔

عالم اسلام کےمشهور مفسر شیخ قرطبی (ابوعبدالله محمد بن احمد انصاری قرطبی) اپنی تفسیرمیں لکھتے ھیں: عمومًا صحابه کرام بشمول حضرت علی ، حضرت عبدالله بن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابوموسی وعبد الله بن مسعود رضی الله عنهم اجمعین، جب اس سورت کی قراءت کا آغاز کرتے تو(سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى) کے بعد کہتے: " سُبۡحَانَ رَبِّيَ الأَعلیٰ" یعنی نماز کے علاوه جب تلاوت کریں تو ایسا کهنا مستحب ھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة الاعلى

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ١ ○ الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ٢ ○ وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ٣ ○ وَالَّذِىْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۙ٤ ○ فَجَعَلَهٗ
غُثَآءً اَحْوٰى ؕ٥ ○ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ٦ ○ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ ○ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ٧ ○ وَنُيَسِّرُكَ
لِلْيُسْرٰى ۚ٨ ○ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ؕ٩ ○ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۙ١٠ ○ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ١١ ○ الَّذِىْ يَصْلَى
النَّارَ الْكُبْرٰى ۚ١٢ ○ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ؕ١٣ ○ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ١٤ ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ؕ١٥ ○ بَلْ
تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ١٦ ○ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ١٧ ○ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ١٨ ○ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ
وَمُوْسٰى ۚ١٩ ○

سورت کا مختصر ترجمہ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ١ ○	اپنے رب برترکے نام کی تسبیح بیان کرو
الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ٢ ○	جس نے پیداکیا اور پھراس کا تناسب قائم کیا
وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ٣ ○	اور جس نے ہرچیزکوایک خاص انداز دیا پھرراستہ بنایا
وَالَّذِىْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۙ٤ ○	اور وہ جس نے چارہ اگایا
فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ؕ٥ ○	پھرکردیا اس کو خشک سیاھی مائل
سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۙ٦ ○	ھم تمھیں پڑھا دیں گے پھر تم بھولو گے نہیں
اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ ○ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ؕ٧ ○	مگرجو الله چاھے، یقیناً وہ کھلی بات کو جانتاھے اور اس بات کو بھی جوچھپی ہوتی ھے

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہم آپ کو سادہ اور آسان شریعت کے لیے تیار کریں گے	وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۚۖ ۝٨
لهذا تم نصیحت کیے جاؤ، اگر نصیحت کا فائدہ ہو	فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ؕ ۝٩
جوشخص (ہمارے رب عظیم سے) ڈرتاھے وہ تو نصیحت قبول کرے گا	سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۙ ۝١٠
اور برا بدبخت اس سے دور رھے گا	وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ ۝١١
وہ شخص جو بڑی آگ میں داخل ھوگا	الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۚ ۝١٢
پھر وھاں نہ وہ مرےگا اور نہ جیے گا	ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ؕ ۝١٣
بہ تحقیق فلاح پاگیا وہ جس نے (کفراور گناھوں سے) پاکیزگی اختیارکی	قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ ۝١٤
اور اپنے رب کا نام ذکرکرتارھا اور نماز پڑھتا رھا	وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ؕ ۝١٥
بلکہ تم دنیاکی زندگی کو ترجیح دیتے ھو	بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ ۝١٦
حالانکہ آخرت بھتراور باقی رھنے والی ھے	وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ ۝١٧
بیشک یہ بات یقیناً پھلے صحیفوں میں ھے	اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۙ ۝١٨

(c) ketabton.com: The Digital Library

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ؏ ۱۹	ابراهيم اور موسى عليهما السلام كے صحيفے

مختصر تفسير

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ۱	اپنے رب برتركے نام كى تسبيح بيان كرو

يعنى : هروه چيز جو اس كى شان كے لائق نهيں هے، "سُبْحَانَ رِبِّيَ الأَعلى" كهتے هوئے ان تمام چيزوں سے اس كى پاكى بيان كرو، حديث شريف ميں هے كه: جب بهى نبى كريم صلى الله عليه وسلم اس آيت كى تلاوت فرماتے توكهتے: " سُبْحَانَ رِبِّيَ الأَعلى " (امام احمد نے اس كو ابن عباس رضى الله عنه سے روايت كيا هے)

"اعلى" سے مراد يه هے كه : الله تعالى هراس چيز سے برتر، اونچا ، عظيم اور بڑا هے جو توصيف كرنے والے اس كے وصف ميں بيان كرتے هيں۔

علماء فرماتے هيں: اس آيت كى تلاوت كرنے والے كے ليے مستحب هے كه جب اس آيت كو پڑهے تو "سُبْحَانَ رِبِّيَ الأَعلى" كهے، جيساكه نبى كريم صلى الله عليه وسلم اور صحابه كى كثير تعداد كرتى تهى .

اسى طرح دوسرى حديث ميں هے كه : جب يه آيت نازل هوئى تو آپ صلى الله عليه وسلم نے ارشاد فرمايا: "اجعلوها فى سجودكم" كه تم اسے اپنے سجدوں ميں ركھ لو، يهيں سے سجدے ميں" سُبْحَانَ رِبِّيَ الأَعلى" پڑها جانے لگا۔

اسى طرح ايک حديث ميں عقبه بن عامر جهنى رضى الله عنه سے روايت هے كه نبى كريم صلى الله عليه وسلم نے سجدے ميں "سبحان ربى الاعلى" پڑهنے كا حكم اس آيت كى بنياد پر ديا، اور ركوع ميں "سُبْحَانَ رِبِّيَ العَظِيْم" پڑهنے كا حكم سورۂ واقعه كى آخرى آيت : "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْم" كى بنياد پر ديا (مسند احمد ، ابوداود، ابن ماجه، ابن حبان، حاكم، ابن المنذر۔

اس مبارک آيت ميں هم ديكهتے هيں كه عظمت والارب اپنى تسبيح بيان كرنے كا حكم دے رها هے، جس ميں اس كى شان وشوكت اور عظمت بيان كرنا اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کا ذکر کرنا اور عبادت کرنا شامل ھے، یہ ایسی تسبیح ھو جو ھمارے پروردگار کی عظمت شان کے لائق ھو، اس طرح کہ اس کے اسماء حسنی ذکر کیے جائیں، اس کے خوبصورت نام اچھے اور عظیم معانی کے ساتھ جواس کے ھیں ھرنام میں اس کی برتری موجود ھے، اور ھمارے عظیم رب کے کام بھی ذکر ھو۔

"سَبِّح " اللہ تعالی ھرعیب اور نقصان سےپاک اور منزہ ھے، اللہ تعالی دیگرمخلوقات کی مشابھت سے پاک ھے۔

"رَبِّكَ " "آغاز اور ابتدا سے رب یعنی" تربیت اور پرورش کرنے والا۔

"الأعلی" اللہ تعالی کی صفات میں سے ھے، برتر، سب سے اوپر، اللہ تعالی سب سےاوپر ھے۔

"عُلوِّ ذات" ذات کی بلندی، ذات کے اعتبارسے آسمان میں اور اوپر ھے، اس کاعرش اور علم ھرجگہ کو گھیرے ھوئے ھیں۔

"علوِّ القھر" وہ ظالموں کے خلاف قاھر اور طاقتورھے ۔

"عُلوّ قدر" اس کا وقار اور مرتبہ بلند ھے۔

الَّذِىۡ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝۲	جس نے پیداکیا اور پھراس کا تناسب قائم کیا

اللہ کے عظیم کاموں میں سے ایک یہ ھے: کہ اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، اور ان کی شکل اچھی بنائی، ان کا قد برابربنایا، ان کے اعضاء موزوں بنائے، اور ان کی تخلیق کو مضبوط اور خوبصورت بنایا تاکہ وہ اپنے اپنے کام کو سنبھال سکیں، جیساکہ سورۂ سجدہ میں فرمایا: الَّذِىۡۤ اَحۡسَنَ كُلَّ شَىۡءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِيۡنٍ‌ۚ‏ ۝ ترجمہ: "جس نے ھرچیز کو بھت اچھی طرح بنایا، (یعنی) اس کو پیدا کیا اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا"

"البحر" میں اس کی تفسیر یوں کی گئی ھے کہ اس نے ھرچیزکو ترتیب سے پیداکیا، تا کہ ان میں عدم مطابقت نہ ھو، بلکہ وہ استحکام اورطاقت میں متناسب ھیں، اور اس بات کا اظھار کرتی ھیں کہ انھیں حکیم اور علیم خدانے پیدا کیاھے (البحر: 458/8)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"خَلَقَ" پیدا کیا ۔

"فَسَوّٰی " نقص اور عیب کے بغیر بهترین صورت اور ساخت میں ۔

وَالَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝۳	اور جس نے ہرچیزکوایک خاص انداز دیا پھرراستہ بنایا

عظمت والے رب نے هرچیزکا اندازه مقررکیاهے، اور تمام مخلوقات کی اس اندازے تک رهنمائی کی، یه هدایت عام هے، یعنی اس نے هرمخلوق کی اس چیزکی طرف رهنمائی کردی هے جو اس کے لیے بهتر اور مفیدهو دنیاوی نعمتیں اس مذکوره ہدایت کے زمره میں شامل ہیں، مفسرین فرماتے ہیں کہ افاده عام کے مدنظر یہاں مفعول کو حذف کردیا گیا ہے یعنی مخلوق اور حیوانات جیساکه وه هونے چاهیے پیدا کیا اور ان کی ان کے کاموں اور ذمہ داریوں کی طرف رهنمائی فرمائی اور ان کو ان کے کام سکها دیے، (روح المعانی : 104/30) اور (التسهیل: 193/4 کی طرف رجوع کیاجائے)

هدایت کی متعدد قسمیں هیں:

1 - هدایت تکوینی یا طبعی:یہ جسم کے تمام اندرونی اور بیرونی اعضاء، پودوں اور جانوروں کے جسموں کا احاطه کرتی هے۔

2 - هدایت غریزی: یه حیوانات کے لیے مخصوص هے، جن میں حسب مراتب کچھ اراده، فهم اور شعور واضح اور موجود هے۔

3 - هدایت فطری : اس قسم کی هدایت غریزی ہدایت سے زیاده کامل تر صورت ہے جو زندگی کےراستوں میں عقل و تدبرکا پهلا دریچه هے، جو انسانی ذهن میں کهلتاهے ۔

4 - آزاد اور خودمختارفکری رهنمائی:جو نظری مسائل تک پهنچنے کے لیے فطری ، محسوس اور بدیهی ترتیب دریافت کرتی ہے۔

5 - هدایت وحی ونبوت (تشریعی) : یه هدایت ، گذشتہ هدایتوں کی تکمیل کرنے والی ہے اور عقل کو راه راست پہ رکھنے کے لیے اعلیٰ مرتبے کی ہدایت ہے (قرآن اور تفسیر فرقان سے انتخاب)۔

وَالَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۝۴	اور وه جس نے چاره اگایا

اور جس نے آسمان سے پانی برسایا، جس کے ذریعے مختلف نباتات اور بهت سی سرسبز گهاس اُگائی، که لوگ اور ان کے مویشی اور تمام حیوانات اس سے کهاتے هیں ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"اَلۡمَرۡعٰی "چراگاه وه جگه جهاں جانور چرتے هیں، تازه اور خشک گهاس سے ، اگرچه آیت مبارکه میں لفظ "مرعی" استعمال هواهے جس کا اطلاق چوپائیوں کے چارے پرهوتاهے، لیکن اس عبارت کے سیاق سے معلوم هوتاهے که اس سے مراد صرف چاره نهیں هے، بلکه وه تمام قسم کی نباتات هیں جو زمین سے اگتی هیں ۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰیؕ۝	پھرکردیا اس کو خشک سیاهی مائل

پھر اس کے بعد اس مدت کو پورا کردیا جو مدّت تروتازه رهنے کے لیے همارے رب عظیم نے مقررکی تهی، وه مدت ختم کردی "فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰی " پھر اس کو خشک اورسیاهی مائل کردیا، یعنی اس کو سیاه کوڑا کرکٹ بنادیا۔

یه تنبیه انسان کے لیے بهی هے که همیشه جوان اور شاداب نهیں رهے گا۔

مذکور بالا پانچ آیات میں سے: پهلی آیت میں الله تعالی کے نام کی تنزیه اور تقدیس شامل هے، اور بعد والی چار آیات الله تعالی کی تعریف اور اوصاف سے متعلق هیں، تاکه الله تعالی کے نام کی تعظیم اور اس کی مبارک ذات کی عظمت هو، اور شریک ، همسر، اور اولاد سے اس کی پاکی کا اظهار هو وغیره۔

اسی طرح الله تعالٰی نےاپنی قدرت اور وحدانیت کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اپنے نبی پر اپنے فضل وکرم کا ذکرکیا اور فرمایا.

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓیۙ۝	هم تمهیں پڑھا دیں گے پھر تم بھولو گے نهیں

جو کتاب آپ پروحی کی صورت میں نازل کی، اس کی حفاظت کریں گے اور اس کوآپ کے دل میں جگه دیں گے اور آپ نه بھولیں گے، هدایت کے معاملے میں کوئی کمی بیشی نهیں دیکھوگے ، کیونکه هم یه هدایت آپ کو حالات و واقعات کے مطابق سناتے هیں، جیسا که جمله:"فَلَا تَنۡسٰٓی " سے بهلا نه سکوگے،

یعنی بھول جانے اور فراموش هونے کا خوف نه کیاکرو، کیونکه هم آپ کو یه هدایت اس طرح دیں گے که آپ اسے بھول نه پائیں گے۔

یه الله تعالی کا اپنے فرستاده رسول کے لیے وعده هے جوکچھ سیکھ گئے هیں وه بھولیں گے نهیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس آیت مبارکه میں همارے رب کی طرف سے وعده اور خوشخبری هے رسول الله صلی الله علیه وسلم کے لیے اس بنیا د پرکه رب جو علم اسے عطاکرے گا تو رسول صلی الله علیہ وسلم اس کو فراموش نهیں کریں گے، اس کے علاوه اس مبارک آیت میں حضرت محمدصلی الله علیه وسلم کا معجزه بهی شامل هے، اس لیے که وه لکهنا پڑهنا نهیں جانتے تهے، پڑهائی اور لکهائی سے واقف نهیں تهے، اس کے باوجود جبرئیل علیه السلام جو کچه ان پر تلاوت کرتے آپ بهولتے نهیں تهے، اور یه حقیقت ہےکه آپ صلی الله علیه وسلم نے اس عظیم کتاب کو سیکها اور دهرائے بغیر حفظ کرلیا اور اسے فراموش نهیں کیا، یه آپ صلی الله علیہ وسلم کی نبوت کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل هے، وعده کیا گیاهے که جو کچه ان پر پڑها جائے گا وه اسے فراموش نهیں کریں گے، (مختصر : 630/3).

آیت کا شان نزول: جب جبرئیل علیه السلام رسول الله صلی الله علیه وسلم پروحی نازل فرماتے تو جبرئیل آخری آیت کی تلاوت سے فارغ نهیں هوتے که نبی صلی الله علیه وسلم پهلی آیت کی تلاوت شروع کرتے، تاکه آپ وه بهول نہ جائیں، پهر یه آیت نازل هوئی اور الله تعالی نے قرآن کی تلاوت اپنے نبی پرالهام کردی، اور ان کو اسے بهول جانے سے حفاظت میں رکها ۔

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝	مگرجو الله چاهے، یقیناً وه کهلی بات کو جانتاهے اور اس بات کو بهی جوچهپی هوتی هے

(مگر جس چیزکی حکمت الهی متقاضی هو اس کو فراموش کروگے)

همارا رب هرظاهر اور پوشیده چیزکو جانتاهے ، اور اپنے بندوں کی مصلحت کوبهی جانتاهے ، اس بناپر جو کچه چاهتاهے شریعت کے عنوان پر اسے مقرر کردیتاهے،اور اس کا حکم صادر فرماتاهے، مفسرین اس عبارت یعنی : "يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى "کی تفسیر میں فرماتے هیں که : الله تعالی بندے کی قرات اور گفتگو میں سے جو کچه وه بنده ظاهرکرتا یاچهپاتاهے باخبر هے، بندوں کے برعکس که وه پوشیده اور مخفی کاموں سے بے خبر هوتےهیں، الله تعالی نے اس آیت کی ابتدا میں لفظ :"الْجَهْرَ" (ظاهراور آشکارا) کا ذکر فرمایا اورپهر لفظ "يَخْفٰى" (پوشیده)اس کی وجہ یه هے که اپنے بندوں کو سمجهادیا که: جس طرح وه جہری اور ظاهری چیزکو جانتاهے، اسی طرح سرّی اور پوشیده کو بهی جانتاهے، تاکه ان کویقین هوکه الله تعالی ظاهر او باطن کا علم رکهتاهے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝٨	هم آپ کو ساده اور آسان شریعت کے لیے تیار کریں گے

یعنی: آپ صلی الله علیہ وسلم پرنیک عمل انجام دینا آسان کردیں گے، اور وحی کو آسان بنادیں گے اس طرح که آپ اس کو آسانی کے ساتھ یادکریں گے ، اور اس پر عمل کریں گے، سهل اور آسان راسته یعنی: کسی بهی نقصان سے دور جو که اسلامی شریعت هے ، که سهل اورآسانی پر اس کی بنیاد رکهی گئی هے -

جیساکه الله تعالی فرماتاهے: "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۝" ترجمه: اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نهیں کی -

اس آیت میں الله تعالی اپنے رسول سے فرماتے هیں که نه صرف تمهارا دین اور شریعت تمام ادیان سے آسان هے، بلکه هرچیز تمهارے لیے آسان بنادیں گے ، دوسرے لفظوں میں هم تبلیغ اور رهنمائی کو آسان کردیں گے اور آپ کو بهی تیارکریں گے که اس کام کو بخوبی انجام دیں اور تبلیغ کریں، تو جب یه معامله هے ،تو آپ کا کام واضح هے، اور یه بهی ایک اچهی خبرهے که عظیم رب اپنےپیغمبر کے تمام کاموں کو آسان بنائے گا، اور اس کی شریعت کو بهی آسان اور ساده بنائے گا۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝٩	لهذا تم نصیحت کیے جاؤ، اگر نصیحت کا فائده هو

اس آیت میں الله تعالیٰ پیغمبر صلی الله علیه وسلم سے فرماتے هیں که: شریعت الهٰی اور اس کی آیات کے مطابق نصیحت کریں، اگر نصیحت قابل قبول واقع هو، آپ وعظ ونصیحت کیجیے اگر کوئی سنتا ہے، اور نصیحت کرنے سے نصیحت کے تمام مقاصد پورے هوتے هوں، یا بعض آپ نصیحت ہر حال میں جاری رکھیں۔

اس آیت کا مفهوم یه نکلتاهے که اگر نصیحت کرنا فائده مند نه هو، یعنی کہ اس نصیحت کرنے سے شراور بُرائی میں اضافه هو، یاخیر اور اچهائی میں کمی هو تو اس صورت میں نصیحت نهیں کرنی چاهیے، نصیحت کرنا لوگوں کو دوگروهوں میں تقسیم کرتاهے، ایک وه لوگ جو فائده حاصل کرتے هیں اور دوسرا وه لوگ جو فائده حاصل نهیں کرتے، جو لوگ نصیحت سے فائده اٹهاتے هیں یہ وہ لوگ ہیں جو رب عظیم سے ڈرتے هیں، اس کی سزا سے ڈرتے ہیں اور ان کاموں سے دوری اختیارکریں جو همارے رب با عظمت کو

(c) ketabton.com: The Digital Library

ناپسند ہیں، اور اچھے اعمال انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

عالم اسلام کے مشہور مفسر ابن کثیر فرماتے ھیں: یہاں سے علم اور دانستگی کی اشاعت کاطریقه اور آداب لیاجاتاھے، اس کا مطلب یه ھے که نا اھل اور ناشائسته لوگوں کے سامنے اس کو بیان نه کیاجائے، حضرت علی رضی الله عنه کے کهنے کے مطابق که : "ایسی بات لوگوں سے نه کهی جائے که ان کی عقل اس کو سمجھنے کی صلاحیت نه رکھتی هو، کیونکه یه کام بعض لوگوں کے لیے فتنے کا سبب بنے گا" اور فرمایا: "لوگوں سے اس انداز سےبات کرو که وہ سمجھ سکیں، کیا تم پسند کروگے کہ لوگ خدا اور پیغمبر کو جھٹلائیں" (مختصر: 630/3)۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰىۙ۝۱۰	جوشخص (همارے رب عظیم سے) ڈرتاھے وہ تو نصیحت قبول کرے گا

یعنی: جوشخص الله پر ایمان رکھتاهو اور اس کے غضب وقهرسے ڈرتا اور خوف رکھتاهو نصیحت پکڑے گا۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَىۙ۝۱۱	اور برا بدبخت اس سے دور رهے گا

اور جو لوگ اس وعظ ونصیحت سے فائدہ نهیں اٹھائیں گے، وہ بدبخت ترین لوگ هیں جو سب سے بڑی آگ میں هونگے اور اس میں جلیں گے۔

"الْاَشْقَى " وہ کافر ومنکر جو الله کی شریعت اور قرآن سے نصیحت حاصل نهیں کرتے۔

الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰىۚ۝۱۲	وہ شخص جو بڑی آگ میں داخل هوگا

یعنی: اس خوفناک اور انتهائی دردناک آگ میں جو جهنم کی آگ هے، وہ آگ جو دنیا کی آگ سے ستر (70)گنا زیادہ جلاتی هے ۔

حدیث مبارکه میں هے که:"نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ». قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ: «فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا " (بخاری: 3265 و مسلم: 2843) ترجمه: "رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: تمهاری آگ جهنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور هلاکت خیزی میں) ستروان

(c) ketabton.com: The Digital Library

حصه هے، کسی نے پوچھا : یارسول الله! یه هماری دنیاکی آگ کافی نهیں هے؟ آپ نے فرمایا: دنیاکی آگ کے مقابلے میں جهنم کی آگ انهترگناه بڑھ کر هے".

مفسرحسن فرماتاهے: "نَارٌ کبری" یعنی آخرت کی آگ ، "نَارٌ صُغری" دنیاکی آگ.

ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَ لَا یَحۡیٰی ﴿۱۳﴾	پھر وهاں نه وه مرےگا اور نه جیے گا

وه لوگ وهاں دردناک عذاب سے دوچار هوں گے که کسی بھی قسم کا سکون اور راحت نهیں دیکھیں گے، یهاں تک که وه لوگ موت کی خواهش کریں گے مگر ان کو موت بھی نهیں آئے گی۔

واقعی !انسان کے لیے زندگی کا وه دن سب سے مشکل هوتاهے جب انسان کو زندگی کی صورت میں کوئی امید نه هو، اور نه هی اسےموت آئے جو اسے مکمل طور پر فنا کردے۔

جیسا که همارا رب فرماتا ہے: "لَا یُقۡضٰی عَلَیۡہِمۡ فَیَمُوۡتُوۡا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنۡہُمۡ مِّنۡ عَذَابِہَا۔" ترجمه: "نه مریں گے اور نه ان کےعذاب میں کمی آئے گی".

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾	به تحقیق فلاح پاگیا وه جس نے (کفراور گناهوں سے) پاکیزگی اختیارکی

جس نے خود کو کفر اورگناهوں سے پاک رکھا، اور خود کو شرک کرنے ، ظلم اور غلط رویوں سے پاک رکھا یقیناً وه کامیاب هے۔

"اَفۡلَحَ " فلاح پائی، دوزخ کی آگ سے نجات پائی، اور جنت میں داخل هوا .

"مَنۡ تَزَکّٰی " وه شخص جس نے کفراور شرک سے خلاصی کے بعد اپنے آپ کو ایمان اور اعمال صالحه کے ذریعے پاک کیا، اور زکوة ادا کرکے بخل سے دوری اختیارکی۔

"تزکیه" دراصل اس کا معنی نمو بڑھنے اور ترقی کرنے کا هے، اسی طرح تزکیه به معنی تطهیر اور پاکی کے بھی هے۔

ہم یوں کہہ سکتے ہیں که: تزکیه یه هے که ایمان کفر یه عقیدے کے فساد سے اور نفس اخلاق کے فساد سےاور اعضاء فاسد رویے سے پاک هوں، اور زکات

(c) ketabton.com: The Digital Library

جو روح کی پاکی کے لیے ھے لالچ اور بخل سے پاک ہو، اس مال سے بھی جو محروموں کے حقوق ھیں ۔

قرآن کریم گیاره قسموں کے بعد فرماتاھے: اس سب چیزوں کی قسم جس نے اپنے نفس کو پاک کیا کامیاب رہا، اور جس نے اپنے نفس کو آلوده کیا (الله تعالی کے لطف ومهربانی سے)محروم ھوا، قرآن کریم نے پیامبروں کا مقصد تزکیه اور لوگوں کی تربیت قرار دیاھے ۔

"تَزَكَّىٰ " زکوة سے مشتق ھے پاک کرنے کی معنی میں ھے، مال کی زکوة اس لیے زکات کهاگیا که باقی مال کو انسان کے لیے پاک کردیتاھے، یهاں لفظ " تَزَكَّىٰ " عام ھے، یه تزکیه ایمان اور اخلاق دونوں کو شامل ھے، اوراسی طرح مال کی زکات کوبھی، تزکیه تک پهنچنےکے لیے مفسرین نے دومراحل تجویز کیے ھیں:

1 - نفس کو برائیوں سے پاک کرنا، یعنی دل کو برے اخلاق سے پاک کرنا، اور گناهوں سے بچنا، اس عمل کو تصفیه اور تخلیه بھی کهتے ھیں۔

2 - نفس کی دیکھ بھال اور تکمیل کرنا حصول علوم ومعارف ، فضائل ، اچھے اخلاق ، اور نیک انجام کے ساتھ، اس عمل کو تحلیه بھی کهتے ھیں ، یعنی: دیکھ بھال اور مکمل ، مزیّن کرنا، لیکن تخلیه اور تحلیه سے پهلے انسان کو اپنے کمزور نکات کو پهچاننا چاهیے۔

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ١٥	اور اپنے رب کا نام ذکرکرتارھا اور نماز پڑھتا رھا

اپنے رب کے ذکر میں مشغول ھوجائے اور اس کا دل اس کے ذکر سے مانوس ھو، ایسا شخص ایسا عمل انجام دے گا، جو رب کو خوش کرے گا، خاص طور پر نماز ادا کرے گا، که نماز ایمان کا ترازو ھے، بعض مفسرین ایسے ھیں جو "تَزَكَّىٰ ، فَصَلَّىٰ " کی تفسیرمیں کهتے ھیں: " زکوة فطر دیتے ھیں، اور عید کی نماز پڑھتے ھیں" حالانکه یه مفهوم بھی شامل ہے، لیکن آیت کا معنی صرف یهی نهیں ھے۔

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ١٦	بلکه تم دنیاکی زندگی کو ترجیح دیتے ھو

یعنی اس دنیاکی ناپسند اور ختم ھونے والی نعمت کو اختیار کرتے ھو، اور آخرت کوچھوڑ دیتے ھو، تمهاری ساری فکر، عقل اور دھان دنیا اور اس کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

فلاح وبهود اور راحت وفائدے اور لذتوں کی طرف ہے، اور سمجھتے هو کہ تمام حقیقی فائدے یهی هیں، جو یهاں حاصل هوتے هیں؟ اگر یهاں کسی چیز سے محروم هوجاؤ تو سمجھتے هو که یهی حقیقی نقصان ہے جس سے دوچار هوئے هو، افسوس کے ساتھ کهنا پڑتاهےکہ بهت سے ایسے لوگ هیں جو هر جلد حاصل هونے والی چیز کی تلاش میں کوشش کرتے هیں، جبکہ آنے والے وقتوں میں جس چیز کے ملنے کا وعده هے اس سے چشم پوشی کرتے هیں ۔

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝١٧	حالانکه آخرت بهتراور باقی رهنے والی هے

اس آیت میں الله فرماتا ہے: که آخرت دنیا کے مقابلے میں هرلحاظ سے بهتر اور باقی رهنے والی هے، کیونکه آخرت همیشه رهنے والی اور بقا کا گھر هے، جبکہ دنیا فنا اور نابود هونے والی هے ، تو عاقل مؤمن بهترکوچھوڑ کر بدتر کو اختیارنهیں کرتا،اور همیشه والے سکون اور راحت کو عارضی خوشیوں اور لذتوں کی وجه سے هاتھ سے جانے نهیں دیتا، اس لیے دنیاکی محبت اور اسے آخرت پرترجیح دینا هرغلطی کی جڑهے، ابن مسعود رضی الله عنه نے اس آیت کو پڑھ کر اپنے ساتھیوں سے کها: تمهیں معلوم هے کیوں هم نے دنیا کو آخرت پرترجیح دی؟ انهوں نے کها: نهیں، فرمایا، کیونکه دنیا همیں کھانا، پینا، عورتیں، لذتیں اور تفریح نقدًا سستے میں دے دیتی هے، اور آخرت هماری نظروں سے اوجھل اور پوشیده هے، توپھر هم نے عاجل کو پسند کرکے آجل کو چھوڑدیا، (تفسیرخازن: 234/4)۔

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝١٨	بیشک یه بات یقینًا پهلے صحیفوں میں هے

وه تمام مضامین، اچھی باتیں، اور اچھی خبریں جو اس سوره مبارکه میں بیان کی گئی هیں اس آسمانی کتاب تک منحصر نهیں هے، بلکه سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی بیان کی گئی تھیں، جن میں ابراهیم اور موسی علیهماالسلام کے صحیفے هیں، جو که محمد صلی الله علیه وسلم کی طرح سب سے بڑے اوالوالعزم پیغمبروں میں سے تھے، پس یه وه فرامین هیں جو هرشریعت میں آئے هیں ، اس لیے کہ یہ احکام دونوں جهانوں کے منافع سے متعلق هیں اور یه اوامر هر وقت اور هرجگه انسانوں کو اصلاح ومنفعت فراهم کرتے هے ۔

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝١٩	ابراهیم اور موسی علیهما السلام کے صحیفے

(c) ketabton.com: The Digital Library

دس صحیفے هیں ابراهیم علیه السلام کے اور تورات موسی علیه السلام کی هے۔

"صُحُف " پهلے والے صحف کا بدل هے، یه آیت اس حقیقت کی طرف اشاره کرتی هے که آسمانی ادیان کے بنیادی مضامین اور عمومی اصول سب ایک هیں، اور ایک هی مأخذ سے مأخوذ هیں البتہ صرف تعلیمات اور احکامات میں فرق هواهے، جس کی وجه وقت کا مختلف هونا ہے اور دوسرا یہ کہ انسانی ترقی بهی اس کی متقاضی ہے، (تفسیر نور مصطفی خرمدل)۔

ملاحظہ :

یه قرآن کریم میں دوسری جگه هے جهاں موسی اور ابراهیم علیهما السلام کے صحیفوں کی طرف اشاره هواهے، اس سے پهلے "سوره نجم کی آیات : 36-37" میں اس طرف اشاره هواهے .

صحف ابراهیمی کے موضوعات اور مضامین

آجری نے حضرت ابوذر غفاری سےروایت کیاهے که اس نے رسول الله صلی الله علیه وسلم سے سوال کیا: ابراهیم علیه السلام کے صحیفے کیسے اور کیاتهے؟ آپ صلی الله علیه وسلم نے جواب میں فرمایا: اس میں عبرت کی مثالیں بیان کی گئی تهیں، ایک مثال میں ایک ظالم بادشاه کو مخاطب کیاگیاهے که : اے لوگوں پر غلبه پانے والے، مغرور اور متکبر، میں نے تجهے بادشاهت اس لیے نهیں دی که تو دنیا میں دولت پر دولت جمع کرے، بادشاهت اس لیے دی که تو کسی مظلوم کو بے یارومددگار نه چهوڑے که اس کی فریاد مجه تک پهنچے، کیونکه یه میرا قانون هے که میں کسی مظلوم کی پکار کو بے نوا نهیں چهوڑوں گا، چاهے وه کافر کی زبان سے هی کیوں نه نکلے .

دوسری مثال میں عوام الناس کو مخاطب کیاگیاهے که عقلمند آدمی کا کام یه هے که وه اپنے اوقات تین حصوں میں تقسیم کرے گا: (1) ایک وقت الله تعالی کی عبادت اور اس کے دربار میں دعاؤں کے لیے، (2) دوسرا، اپنے اعمال کا محاسبه کرنا، اور الله تعالی کی عظمت، قدرت اور صنعت میں غور وفکر کرنا۔

(3) تیسرا، ضروریات زندگی کا حصول اور فطری ضرورتوں کو پورا کرنا۔

فرمایا: عقلمند آدمی کے لیے ضروری هے که اپنے زمانے کے حالات سے باخبر رهے، اور بامقصد کاموں میں مصروف رهے، اپنی زبان کو اپنے قبضے میں رکهے، جو شخص اپنے قول اور فعل کو شمار میں رکهے گا، اس کی زبان کم اور صرف ضروری کاموں میں ہی استعمال ہوگی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حضرت موسی کے صحیفوں کے موضوعات

حضرت ابوذر فرماتے هیں: پھرمیں نے پوچھا موسی علیه السلام کے صحیفوں میں کیاتھا؟ آپ صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں صرف عبرت تھی جس میں سے کچھ مندرجه ذیل هیں: میں تعجب کرتاهوں ایسے بندے پر جس کومرنے پر یقین هو، لیکن پھر بھی اس کا دل خوشیوں سے وابسته هو، اور تعجب کرتاهوں اس پر جس کو تقدیر پر ایمان هو، لیکن پھربھی بے بس اورمایوس هو، اور تعجب کرتاهوں اس پر جس کو آخرت کے حساب وکتاب کا یقین هو، لیکن پھربھی عمل سے هاتھ کھینچ لیے۔

حضرت ابوذر فرماتے هیں، پھر میں نے پوچھا: کیا جو وحی آپ پر نازل هوتی هے اس میں ان صحیفوں میں سے کچھ آیاهے ؟ توفرمایا: اے ابوذر ! ان آیات کی تلاوت کرو: "قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰىۙ ۝۱۴ وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىؕ ۝۱۵ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ۝۱۶ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰىؕ ۝۱۷ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰىۙ ۝۱۸ صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ " (قرطبی).

آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم

یه کهنا ضروری هے که جو شخص تمام دیگر آسمانی کتابوں (تورات ، انجیل، زبور ، صحف ابراهیم اور صحف موسی) پرایمان نه لائے، اس کا ایمان قابل قبول نهیں هے، اور وه مسلمان نهیں کهلائے گا .

آسمانی کتابوں پر ایمان واجب هونے کی دلیل

تمام آسمانی کتابوں پر ایمان کے وجوب کا حکم الله تعالیٰ کا یه فرمان هے: " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِىۡ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ‌ؕ ۝ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِاللّٰهِ وَمَلٰۤئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ۝۱۳۶ "(سوره نساء :136) ترجمه: "مومنو ! خدا پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخرالزماں) پر نازل کی هے اور جو کتابیں اس سے پهلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ، اور جوشخص خدا اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور روزِقیامت سے انکار کرے وه رستے سے بھٹک کر دور جا پڑا"

اس آیت میں الله تعالی اپنے نیک بندوں کو حکم کرتا هے که: الله تعالی اور اس کے رسول محمد صلی الله علیه وسلم اور ان پر نازل شده کتاب جو که پهلے تمام کتابوں کو شامل هے جیسے: تورات ، انجیل اور زبور پر ایمان لائیں .

(c) ketabton.com: The Digital Library

پهر آيت کے آخرميں بيان کرتاهے که کوئی بهی ايمان کے ارکان ميں سے کسی ايک پر کفر کرے تو وه بهت دورکی گمراهی ميں مبتلاهے اور سيد هے راستے سے بهٹک گياهے ۔

پهر تمام کتابوں پر ايمان کے بيان ميں الله تعالی اپنے مؤمن بندوں کو حکم کرتاهے، که اهل کتاب کو مخاطب کر کے اس طرح کهو کہ: " قُولُوٓا۟ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَمَآ أُوتِىَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَآ أُوتِىَ ٱلنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ١٣٦ " (سوره بقره : 136)

ترجمه:" (مسلمانو) کهوکه هم خدا پر ايمان لائے اور جو (کتاب) هم پر اتری اس پر اور جو (صحيفے) ابراهيم اور اسمعيل اور اسحق اور يعقوب اور ان کی اولاد پر نازل هوئے ان پر اور جو (کتابيں) موسی اور عيسی کو عطا هوئيں اُن پر اور جو اور پيغمبروں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے مليں اُن پر (سب پرايمان لائے) هم اُن پيغمبروں ميں سے کسی ميں بهی کچه فرق نهيں کرتے، اور هم اسی (خدائے واحد) کے فرمانبردار هيں"

يه آيت مؤمنوں کے ايمان کو جو کچه الله نے اپنے رسول صلی الله عليه وسلم کے ذريعے نازل کياهے شامل هے اور جوکچه انبياء سے متعلق آيت ميں ذکر هواهے اور جوکچه باقی انبياء پر نازل هواهے سب کو شامل هے، اور وه ان پيغمبروں پر ايمان ميں کسی قسم کا بهی فرق نهيں کرتے، اور تمام انبياءپر اور ان پر جوکتابيں ترتيب وار نازل هوئی هيں رب کی طرف سے سب پر ايمان لاتے هيں ۔

اس ليے قرآن کريم کی صريح آيات کے مطابق، جو شخص ان آسمانی کتابوں پر جو قرآن کريم سے پهلے نازل هوئی هيں ايمان نهيں لاتا وه کافر هے، کيونکه دوسری آسمانی کتابوں پر ايمان نه لانے کا مطلب هے خداکی آيتوں کا جهٹلانا جو دوسرے پيغمبروں سے متعلق هيں، جبکه الله کے تمام پيغمبر حق پر هيں اور الله تعالی کی طرف سے انسانوں کے رهنمائی کے ليے بهيجے گئے هيں، ان ميں سے بعض انبياء آسمانی کتاب کے حامل تهے۔

ضروری اور جاننے کے قابل نکات

سب سے پهلے: ايک مسلمان کوجاننا چاهيے که قرآن کريم کے علاوه تمام آسمانی کتابوں ميں تحريف ، تغيير اور تبديلی هوئی هے، کيونکه خداعزوجل قرآن کريم ميں اس تحريف، تغييراور تبديلی کے بارے ميں جو اهل کتاب نے نازل شده کتابوں ميں کی تهيں خبر دی ہے، يهوديوں کے بارے ميں الله تعالی

(c) ketabton.com: The Digital Library

کا ارشاد ھے: "اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا لَـكُمۡ وَقَدۡ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوۡنَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡهُ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ○ " (سوره بقره : 75) ترجمه:"(مؤمنو) کیا تم امید رکھتے ھو که یه لوگ تمھارے (دین کے) قائل ھوجائینگے (حالانکه) ان میں سے کچھ لوگ کلام خدا (یعنی تورات) کو سنتے پھر اس کے بعد اس کو جان بوجھ کر بدل دیتے "

اورفرماتا ھے: "مِنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا يُحَرِّفُوۡنَ الۡـكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ " (سوره نساء : 46) ترجمه: " اور یه جو یهودی ھیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ھیں که کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ھیں "

نصاری کے بارے میں الله تعالی کا ارشاد ھے: " وَمِنَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَهُمۡ فَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ ○ فَاَغۡرَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ○ وَسَوۡفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ○ يٰۤـاَهۡلَ الۡـكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُـنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡـكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ○" سوره مائده: 14-15) ترجمه: " اورجو لوگ کھتے ھیں که ھم نصاری ھیں ھم نے اُن سے بھی عھد لیا تھا مگر انھوں نے بھی اس نصیحت کا جو ان کو کی گئی تھی ایک حصّه فراموش کردیا تو ھم نے ان میں باھم قیامت تک کے لیے دشمنی اور کینه ڈال دیا، اورجو کچھ وه کرتے رھے خدا عنقریب اُن کواس سے آگاه کرے گا (14) اے اھل کتاب تمھارے پاس ھمارے پیغمبر (آخرالزمان) آگئے ھیں که جو کچھ تم کتاب میں چھپاتے تھے وه اس میں سے بهت کچھ تمھیں کھول کھول کر بتادیتے ھیں اور تمھارے بھت سے قصور معاف کردیتے ھیں "

آیات سے معلوم ھوتاھے که یهود اور نصاری نے ان پر نازل ھونے والے کتابوں میں تحریف کی ، اور یه تحریف کبھی اضافه کرکے اور کبھی کمی کرکے کی گئی ھے، اور ان کتابوں میں اضافه کی دلیل الله تعالی کا یه فرمان ھے: "فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ○ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ○ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ ○ " (سوره بقره : 79)

ترجمه:" تو اُن لوگوں پر افسوس ھے جو اپنے ھاتھ سے کتاب لکھتے ھیں اور کھتے ھیں که یه خدا کے پاس سے (آئی) ھے تا که اس کے عوض تھوڑی سے قیمت حاصل کریں، اُن پر افسوس ھے اس لیے که اپنے ھاتھ سے لکھتے ھیں اور پھر اُن پر افسوس ھے که ایسے کام کرتے ھیں "

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور ان کتابوں میں کمی کی دلیل رب تعالی کا یه فرمان هے: "يَاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ۙ قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۙ‏ ۱۵" (سوره مائده : 15) ترجمه: "اے اهل کتاب تمهارے پاس همارے پیغمبر (آخرالزمان) آگئے هیں که جو کچھ تم کتاب میں چھپاتے تھے وہ اس میں سے بهت کچھ تمهیں کھول کھول کر بتادیتے هیں اور تمهارے بهت سے قصور معاف کردیتے هیں، بیشک تمهارے پاس خداکی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی هے "

اور فرماتاهے: "قُلۡ مَنۡ اَنۡزَلَ الۡـكِتٰبَ الَّذِىۡ جَآءَ بِهٖ مُوۡسٰى نُوۡرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجۡعَلُوۡنَهٗ قَرَاطِيۡسَ تُبۡدُوۡنَهَا وَتُخۡفُوۡنَ كَثِيۡرًا ۚ" سوره انعام : 91) ترجمه: " کهوکه جو کتاب موسی لے کر آئے تھے اُسے کس نے نازل کیا تھا، جو لوگوں کے لیے نور اور هدایت تھی اور جسے تم نے علیحده علیحده اوراق (پرنقل) کر رکھاهے ان کو تو ظاهر کرتے هو اور اکثر کو چھپاتے هو"

لیکن قرآن کریم ان تحریفات اور تبدیلیوں سے جو پهلے کتابوں میں هوئی تھیں محفوظ اور سالم هے، رب تعالی نے اسے محفوظ رکھاهے، اور وہی اس کی حفاظت کرے گا، جیسا که وہ خود اس کی خبر دیتاهے: "اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ ۙ" (سورة الحجر: 9) ترجمه: "بیشک یه (کتاب) نصیحت هم هی نے اُتاری هے اور هم هی اس کے نگهبان هیں"

ثانیًا: اسے معلوم هوناچاهیے که قرآن سے پهلے کتابوں پر ایمان کیسے لایاجائے، اور وہ اس طرح هے:

1 - اس بات کی پخته تصدیق که یه سب الله تعالی کی طرف سے نازل هوئی هیں، اور الله کا کلام هے، اور جس طرح الله تعالی کے لیے لائق هے اور جسے چاها اس سے بات کی ، الله تعالی فرماتے هیں: "اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الۡحَىُّ الۡقَيُّوۡمُ ؕ‏ ۲ نَزَّلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ ۙ‏ ۳ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُوانۡتِقَامٍ ۴" (آل عمران: 2-4) ترجمه: "خدا (جو معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا۔ اس نے (اے محمدؐ) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق

(c) ketabton.com: The Digital Library

کرتی ہے اور اُسی نے تورات اور انجیل نازل کی۔ (یعنی) لوگوں کی ہدایت کے لیے پہلے (تورات اور انجیل اتاری) اور (پھر قرآن جو حق اور باطل کو) الگ الگ کردینے والا (ہے) نازل کیا۔ جو لوگ خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور خدا زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔"

الله تعالی مطلع فرماتے هیں که یه کتابیں: توریت ، انجیل ، اور قرآن اس کی پاس سے آئی هیں اور یه اس بات کی دلیل هے که الله نے ان انبیاء سے کلام فرمایاهے اور اس کا آغاز اس الله کی ذات پاک سے ہی هوا هے اور اس کے غیر سے نهیں، اسی وجه سے آیت کے آخرمیں وعید دیتاهے که جس شخص نے خدا تعالی کی آیات کا انکارکیا وه عذاب شدید میں مبتلا هوگا .

2 - یه عقیده رکھنا که الله تعالی کی کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی هیں، اور ان میں باہم کوئی تناقض اور تعارض نهیں هے، جیساکه الله تعالی قرآن کریم میں فرماتاهے : " وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِ " (سوره مائده : 48) ترجمه: "اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے۔ جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر مشتمل یا نگران ہے"

انجیل کے متعلق فرماتاهے : "وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ " (سوره مائده: 46) ترجمه: "اور اُن کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی جو اس سے پہلے ہے تصدیق کرتی ہے"

ان کتابوں پر ایمان واجب هے ، الله تعالی کی کتابیں تمام قسم کے تناقضات اور تعارضات سے پاک هیں، مخلوق کی کتابوں کے مقابلے میں الله تعالی کی کتابوں کی سب سے بڑی خصوصیات یہی هیں، کیونکه لوگوں کی کتابوں میں نقص ، خلل اور تعارض موجود هے جبکه الله کی کتب ان عیوب سے پاک ہیں، جیساکه الله تعالی قرآن کریم کی صفت بیان کرتا هے:

"وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا ۝٨٢" (سوره نساء : 82) ترجمه: "اگر یہ خدا کے سوا کسی اور (کا کلام)ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے"

3 - یه پخته عقیده رکھنا که وه تمام کتابیں اور صحیفے جو الله تعالی نے رسولوں پر نازل فرمائے قرآن کریم کےذریعے سے منسوخ کردیے گئے

(c) ketabton.com: The Digital Library

هیں، جن اور انس اور پچھلی کتابوں کے پیروکاروں یا دوسروں میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں ھے کہ وہ قرآن کریم کے آنے کے بعد خدا کی عبادت کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے، یا اس قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب پر فیصلہ کرے، اس مسئلے پر قرآن وسنت میں بہت دلائل هیں۔

الله تعالی فرماتاھے: "تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۝۱ " (سورہ فرقان: 1) ترجمہ: "وہ (خدائے عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا، تاکہ اہل جہاں کو ہدایت کرے۔"

اور فرماتاھے : "يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ۝ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۶" (سورہ مائدہ: 15- 16) ترجمہ: "اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخر الزمان) آگئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب (الٰہی) میں چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتادیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کردیتے ہیں۔ بیشک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔ جس سے خدا اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور ان کو سیدھے رستے پر چلاتا ہے"

خدا تعالی اپنے پیغمبرکو حکم دیتاھے کہ اھل کتاب کے درمیان قرآن کے مطابق فیصلہ کریں : "فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ۝ " (سورہ مائدہ: 48) ترجمہ: "تو جو حکم خدا نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر اُن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا"

اور اسی طرح فرماتاھے: "وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ۝ " سورہ مائدہ : (49) ترجمہ: "اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) خدا نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو خدا نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔"

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور حدیث میں سے جابربن عبداللہ کی روایت ھے کہ عمر بن خطاب اھل کتاب کی ایک کتاب لے کر نبی کریم صلی اللہ علیه وسلم کے پاس آئے، اور اسے پڑھ کر نبی صلی اللہ علیه وسلم کو سنایا، پیغمبر صلی اللہ علیه وسلم غصے ھوگئے اور فرمایا: " أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي " (مسند الإمام أحمد: 3 / 387، وكشف الأستار: 134، وشعب الإيمان للبيهقي: (177). وغيرهم وهو حديث حسن بمجموع طرقه) " ترجمه: "اے خطاب کے بیٹے! کیا اس میں تعجب کرتے ھو؟ اس ذات کی قسم جس کے ھاتھ میں میری جان ھے ، میں تو اس دین کو روشن اور ھرنقص سے پاک لایاھوں، تم ان سے کچھ پوچھو گے، اگروہ تمھیں حق کی خبردیں تو تم اس کی تکذیب کرو گے، یا وہ تمھیں باطل کی خبردیں جس کے تم تصدیق کردو گے، اس ذات کی قسم جس کے ھاتھ میں میری جان ھے اگر موسی علیه السلام زندہ ھوتے تو میرے پیروی کے سوا ان کے لیے کچھ اور راستہ نہ ھوتا".

یہ اللہ تعالی کی کتابوں کی مختصر سے بحث ھے، اس پر ایمان لانا واجب ھے، اور جو قرآن میں خاص طور پر مذکور ھے.

سوم: سب سے اھم نکتہ یہ ھے کہ: توریت، بائبل اور دوسری کتابوں کی آیات سے واسطہ پڑنے کی دوران ہرمسلمان کو تین صورتوں کا سامنا کرنا پڑسکتاھے.

1 - وہ آیت جو دیکھتا اورسنتاھے قرآن کی مخالف ھے، (اس حالت میں اس کو جھٹلانا واجب ہے، کیونکہ وہ تحریف شدہ ھے ، ھم مسلمان ان تحریف کی ھوئی آیات پر ایمان لانے پرمکلف نہیں ھیں، اس لیے کہ وہ تحریف شدہ آیات رب کی جانب سے نازل نہیں کی گئی ہیں، بلکہ انسانوں کے ذریعے اس میں تغییر اور تبدیلی کی گئی ھے، اس بنا پر ان کی تکذیب واجب ھے) .

2 - وہ آیت جو قرآن کی آیات کے مطابق ھے اور اس کی تصدیق کرتی ھے، (اس حالت میں چاھیے کہ اس پر ایمان لائے اور رب کی جانب سے اس کی نزول کی تصدیق کریں) .

3 - وہ نہیں جانتا کہ تورات، انجیل وغیرہ کی وہ آیت جو دیکھتا یا سنتاھے قرآن کی تصدیق کرتی ھے یا اس کی مخالف ھے، (اس صورت میں وہ نہ اس کی تصدیق کرے نہ جھٹلائے) .

(c) ketabton.com: The Digital Library

آسمانی کتابوں کے احترام کا حکم

الله تعالی کی کتابوں پر ایمان بهت سے پهلوؤں پر مشتمل هے جو که نصوص کی واجب هونے، ان پر عقیده رکهنے اور ان کے اظهار کرنے پر دلالت کرتے هیں، تا که اسلام کے ارکان میں سے سب سے بڑا رکن ثابت هوسکے اور وه یه هیں:

1 - اس بات کی پخته تصدیق که یه سب الله تعالی کی طرف سے نازل هوئی هیں، اور الله تعالی کا کلام هیں، اور الله تعالی اس کی حقیقت کو جس طرح اس کی شان کے لائق وزیبا هے، اور جس طرح چاهاهے ان انبیاءسے کلام کیا هے.

2 - اس بات پر ایمان لاناکه وه سب الله تعالی کی خالص عبادت، اور جو کچھ خیر، هدایت، نور اور روشنی ہے اس کی طرف دعوت دیتے هیں.

3 - اس بات پر ایمان لاناکه الله تعالی کی کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی هیں، اور ان میں کوئی تناقض اور تعارض نهیں هے.

4 - یه پخته عقیده رکهنا که وه تمام کتابیں اور صحیفے جو خدا نے رسولوں پر نازل کیے ہیں قرآن کریم کے ذریعے سے سب منسوخ هوچکے هیں، جن اور انس اورپچهلی کتابوں کے پیرو کاروں یا دوسروں میں سے کسی کے لیے جائز نهیں هے که وه قرآن کریم کے آنے کے بعد خدا کی عبادت اس کے علاوه کسی اور طریقے پر کرے، یا اس کے بغیر کسی اورچیزپر فیصله کرے ، نبی صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " وَالَّذِي نَفْسِي بِيدِهِ لَوْ أَنَّ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ كَانَ حَيا مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يتَّبِعَنِي" مسند أحمد (3 / 387)، وشعب الإيمان بيهقي (177)." ترجمه:" اس ذات کی قسم جس کے هاتھ میں میری جان هے اگر موسی علیه السلام زنده هوتا تو میری پیروی کے سوا کوئی چاره نه هوتا ".

لهذا صرف وهی چیزجو قرآن کریم میں مذکور هے اس پر عمل کرنا واجب هے، لیکن جو کچھ سابقه آسمانی کتابوں میں هے اگر وه هماری شریعت کی خلاف هے تو خود بخود متروک هے اس وجه سے نہیں که وه باطل تها، ممکن هے وه اپنے زمانے میں حق تها، لیکن هم اس کے مکلف نهیں ، کیونکه هماری شریعت کے آنے کے ساتھ هی وه منسوخ هواهے، اگر هماری شریعت کے موافق هو تو لازمًا ایسا حق اور سچ هے که شریعت اسلام اس کے حق هونے پردلالت کرتی هے.

5 - اس بات کا یقین رکهنا که سابقه کتابوں میں تحریف کی گئی هے، کیونکه خدا تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اهل کتاب نے ان پر نازل هونے

(c) ketabton.com: The Digital Library

والی کتابوں میں تحریف، تبدیلی اور تغییر کی ہے، الله تعالی یہود کے بارے میں فرماتاھے:"اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا لَـكُمۡ وَقَدۡ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوۡنَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡهُ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ‏" (سوره بقره : 75) ترجمه:

"(مؤمنو) کیا تم امید رکھتے ھو که یه لوگ تمهارے (دین کے) قائل هوجائینگے (حالانکه) ان میں سے کچھ لوگ کلام خدا (یعنی تورات) کو سنتے پھر اس کے بعد اس کو جان بوجھ کر بدل دیتے "

"مِنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا يُحَرِّفُوۡنَ الۡـكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ " (سوره نساء : 46) ترجمه: " اور یه جو یهودی هیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی هیں که کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے هیں "

اور الله تعالی نصاری کو مخاطب کرتاھے: يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُـنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡـكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ‌ؕ" سوره مائده: 15) ترجمه: "اے اهل کتاب تمهارے پاس همارے پیغمبر (آخرالزمان) آگئے هیں که جو کچھ تم کتاب میں چھپاتے تھے وه اس میں سے بهت کچھ تمهیں کھول کھول کر بتادیتے هیں اور تمهارے بهت سے قصور معاف کردیتے هیں"

اور فرمایا: "فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ‌ؕ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ " (سوره بقره: 79)

ترجمه: " تو اُن لوگوں پر افسوس ھے جو اپنے هاتھ سے کتاب لکھتے هیں اور کهتے هیں که یه خدا کے پاس سے (آئی) ھے تا که اس کے عوض تھوڑی سے قیمت حاصل کریں، اُن پر افسوس ھے اس لیے که اپنے هاتھ سے لکھتے هیں اور پھر اُن پر افسوس ھے که ایسے کام کرتے هیں "

یه آیات دلالت کرتی هیں که اهل کتاب نے اپنے اوپر نازل هونے والی کتابوں میں تحریف کی تھی، اور یه تحریف کبھی اضافه کرکے اور کبھی گھٹاکر کی گئی ھے، لیکن قرآن کریم اس قسم کی تحریف اور تغیرسے محفوظ رهاھے ، خدا تعالی اس کی حفاظت اور نگرانی کرتاھے، جیساکه وه خود فرماتا ہے: "اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ " (سورة الحجر: 9) ترجمه: "بیشک یه (کتاب) نصیحت هم هی نے اُتاری ھے اور هم هی اس کے نگهبان هیں".

ابوعمر اور دارائی ابو حسن منتاب سے روایت کرتےهیں که انهوں نے کها: " ایک دن میں قاضی ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق کے پاس تھا، ان سے کهاگیا:

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیوں اهل توریت کو تحریف کی اجازت دی گئی(یعنی موقع ملا یا ان کے لیے ممکن ہوا) لیکن اهل قرآن کو اس کی اجازت نهیں دی گئی؟ قاضی نے کها: خدا عزوجل اهل توریت سے متعلق فرماتاهے: "بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ" (سوره مائده : 44) ترجمه: "کیونکہ وه کتاب خدا کے نگهبان مقرر کیے گئے تهے" تو اس کی حفاظت ان کے سپرد کردی گئی؛ لهذا تبدیلی کا موقع کیوں دیاگیا یا ان کے لیے ممکن هوا، اور قرآن کریم میں فرماتاهے: "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ " (سورة الحجر: 9) ترجمه: "بیشک یه (کتاب) نصیحت هم هی نے اُتاری هے اور هم هی اس کے نگهبان هیں" تو اس میں تبدیلی کا موقع یا امکان نہیں ہے۔

اس نے کها : میں ابوعبدالله محاملی کی طرف گیا اور یه واقعه ان سےبیان کیا، تو انہوں نے کها: میں نے اس سے زیاده خوبصورت بات نهیں سنی۔

قرآن کریم میں پچهلی کتابوں کا خلاصه اور سابقہ انبیاء کی شریعت کے اصول شامل هیں ، الله تعالی فرماتاهے: "وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ " (سوره مائده : 48) ترجمه: "اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے۔ جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر نگہبان ہے"

سوال: ممکن هے کوئی کهے: قرآن وسنت کے نصوص کے مطابق هرمسلمان پر واجب هے که تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے، اور ایمان لائے، لیکن دوسرے نصوص ان کتب کی تحریف هونے پر دلالت کرتے هیں، اس صورت میں، ایک مسلمان کیسے ان تحریف شده کتابوں پر ایمان لائے ؟

جواب: همیں مکمل یقین اور اطمینان هے که رب تعالی نے گذشته کتابوں میں جو کچھ اپنے انبیاء علیهم السلام پر نازل فرمایا تها وه هرقسم کی تحریف اور تبدیلی سے محفوظ تها، اور یه حق هے کسی قسم کا شک وشبه اس میں نهیں هے، لیکن اس کا مطلب هرگز یه نهیں هے که اس وقت جوکچھ ان کتابوں میں درج هے اور اهل کتاب کے پاس هے اس کو هم قبول کریں، کیونکه یه کتب محرّف هیں، جس کیفیت کے ساتھ الله تعالی نے اپنے نبیوں پر نازل کی تهیں اس پر باقی نهیں هیں۔

جس توریت پر ایمان لانا واجب هے وه وهی کتاب هے جو موسی علیه السلام پر خدا تعالی نے نازل فرمائی تهی، نه وه کہ جو تحریف شده کتاب اهل کتاب کے پاس هے، جس انجیل پر ایمان لانا واجب هے یہ وه انجیل هے جو خدا نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

عیسی علیه السلام پر نازل کی تھی، اور جس زبور پر ایمان لانا واجب ھے تو وه وھی کتاب ھے جسے خدا نے داؤد علیه السلام پر نازل فرمائی تھی نه وه تحریف شده زبور جس کو یهود نے تحریف کی ہے۔

تاهم ضروری نهیں ھے که اس تحریف اور تبدیلی میں ان کی پوری کتاب شامل هو، ان کی کتابوں میں بهت سے ایسے مسائل هوسکتے هیں جو صحیح هوں، چنانچه یه کتب بعض اسماءالهی پر مشتمل هیں، اس لیے یه بهی نهیں کهه سکتے کہ تمام تورات ، انجیل اور زبور تحریف شده هیں اور انسان کی لکهی هوئی هیں ۔

تحریف شده کتابوں کے بارے میں اعتقاد

1 - جس چیز کو هم یقینی طور پر جان لیں که یہ الله تعالی کی طرف سے نازل هوئی ھے اور اس میں تحریف اور تبدیلی نهیں هوئی ھے، اس کی تصدیق کریں گے، مثلاً جس چیزکی تصدیق قرآن وسنت کرے هم یقینًا اس کی تصدیق کریں گے، کیونکه الله اور اس کے رسول نے اس کو بیان فرمایاھے، مثال کے طور پر : الله تعالی فرماتاھے: "اَمۡ لَمۡ يُنَبَّاۡ بِمَا فِىۡ صُحُفِ مُوۡسٰىۙ ۝٣٦ وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓىۙ ۝٣٧ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰىۙ ۝٣٨ وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ ۝٣٩ وَاَنَّ سَعۡيَهٗ سَوۡفَ يُرٰى ۝٤٠ ثُمَّ يُجۡزٰٮهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰىۙ ۝٤١ " سوره نجم : 36 – 41) ترجمه: "کیا جو باتیں موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اُن کی اس کو خبر نہیں پہنچی۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی جنہوں نے (حق طاعت و رسالت) پورا کیا۔ یہ کہ کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔ پھر اُس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔"

اور فرماتاھے : "بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ۝١٦ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ۝١٧ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰىۙ ۝١٨ صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى ۝١٩ " (سوره اعلی: 16- 19)

یا فرماتاھے : "كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰٮةُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰٮةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝٩٣ " (سوره آل عمران: 93) ترجمہ: "بنی اسرائیل کے لیے (تورات کے نازل ہونے سے) پہلے کھانے کی سب چیزیں حلال تھیں بجز ان کے جو یعقوب نے خود اپنے اوپر حرام کرلی تھیں کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور اُسے پڑھو (یعنی دلیل پیش کرو) "

(c) ketabton.com: The Digital Library

تو مثال کے طورپر: هم ایمان رکھتے هیں کہ تمام انواع کے طعام اور کھانے توریت میں حلال تھے، اور جوکچھ بنی اسرائیل پر حرام هوا وه ان کے گناهوں کی وجه سے تھا، الله تعالی نے ذکرفرمایا که الله کا حکم توریت میں موجود تھا : "وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ " (سوره مائده 43) ترجمه: "اور یہ تم سے (اپنے مقدمات) کیونکر فیصل کرائیں گے۔ جب کہ خود ان کے پاس تورات (موجود) ہے جس میں خدا حکم لکھا ہوا ہے"

2 - هم جس چیزکو جان لیں که تحریف شده هے اس سے انکار کرتے هیں، وه چیزیں جن کا قرآن وسنت نے انکار کیا هو هم بھی یقینی طور پر انهیں ناقابل قبول سمجھ کر تکذیب کریں گے .

3 - جن چیزوں کی قرآن وسنت نے تصدیق یا تکذیب نهیں کی هو، هم بھی خاموشی اختیار کریں گے، یعنی نه تصدیق کریں گے نه هی تکذیب، کیونکه اس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال هے، جب تک که حقیقی دلائل اس کی تصدیق یا تردید کی نشاندهی نہ کریں توهم بھی تصدیق یا تردید میں اُن دلائل کے تابع هونگے ، مثال کے طورپر قرآن کی آیات کے خلاف هو، اگر احکام کی آیات هو تو هوسکتاهے که اس کے نسخ کی دلیل قرآن کی آیات کے ذریعے سے هو، یا شاید محرف هو، اگر آیاتِ احکام سے متعلق نهیں هے تو یقینی طور پر اس کی تحریف هونے پر دلیل هوگی، کیونکه الله تعالی کی کتابیں ایک دوسرے کی تایید کرتی هیں، اور ان کے درمیان کوئی تناقض اور تعارض نهیں هے، جیساکه الله تعالی قرآن کریم میں فرماتے هیں:" وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ " (سوره مائده : 48) ترجمه: اور (اے پیغمبر!) هم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے۔ جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پرمشتمل ہے"۔

انجیل کے متعلق فرماتے هیں: "وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ "(سوره مائده : 46) ترجمه:

حضرت ابوهریره رضی الله عنه نے روایت کیاهے: "كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ، وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لأَهْلِ الإِسْلامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم : لا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ، وَلا تُكَذِّبُوهُمْ وَقُولُوا: (آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا). (بخاري: 4485) "

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمه: "اہل کتاب تورات عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اورمسلمانوں کے لیے اس کی تفسیر عربی میں کرتے تھے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو بلکہ یہ کہا کرو (آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا) یعنی ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے"۔

ان وضاحتوں سے هم پر یه بات ظاهر هوجاتی هے كه توریت اور انجیل کی توهین جائز نهیں هے، اس لیے كه هوسكتاهے كه وه الله کے کلام پر مشتمل هوں، جیساكه اس میں الله تعالی کے بعض اسماء وصفات موجودهے۔

هیثمی اپنی کتاب "تحفة المحتاج " (178/1) میں کهتاهے : یه سچ هے كه: توریت اور انجیل ایسی چیزیں هیں جن کی عدم تبدیلی کا گمان هے، کیونکه هم نے جو کچھ اپنی شریعت سے سیکھا هے وه ان سے مطابقت رکھتاهے".

خطیب شربینی نے بهی کها: هرغیر محترم چیزکے ساتھ استنجا جائز هے،قاضی عیاض نے توریت اور انجیل کے اوراق کے ساتھ استنجاء کرنے کو جائز کهاهے، لیکن ان کا یه کلام ان اوراق پر محمول هوتاهے (یا وه اوراق مراد هیں) جن کی تبدیلی یا تحریف کی صراحت هوتی هے، اور اس میں الله تعالی کے نام یا اس کےمشابه کوئی چیز نه هو (مغنی المحتاج :1/162 -163).

خرشی مالکی نے کتاب "مختصرخلیل" (63/8) میں کهاهے: الله تعالی کے اسماء اور انبیاء کےنام ان کے نام کے حرمت کی وجه سے مصحف کی طرح قابل احترام هیں ۔

حطاب مالکی نے کتاب "مواهب الجلیل : 1/ 287) میں کها : الله تعالی کے اسمائے گرامی کا احترام واجب هے ، اگرچه ایسی چیزوں پر لکھی گئی هو جن کی اهانت واجب هو، جیسے : تورات اور انجیل جو تحریف هوئے هوں، ان کو جلانا اور نابود کرنا جائز هے، لیکن ان کی توهین ان اسماء مبارکه کی موجودگی کی وجه سے جائزنهیں هے ۔

فقهی کتاب دائرة المعارف میں هے كه : جمهور فقهانے توریت اور انجیل کے چهونے یا هاتھ لگانے کو بغیر طهارت کے جائز قرار دیاهے، سوائے امام ابوحنیفه رحمه الله کے انهوں نے کها: حائضه عورت اور جنبی آدمی کو توریت اور انجیل کی تلاوت کرنا مکروه هے، کیونکه وه سارے کا سارا کلام الله هے، سوائے ان چیزوں کے جو تحریف شده ہیں، اور جو چیزیں تحریف شده هیں وه غیر معین هیں (الموسوعة الفقهية) ، (رد المحتار على الدر المختار : 190/1) اور (الفتاوى الهنديه : 39/1) ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسی کتاب میں لکھاھے کہ : فقھاء کا اس بات پر اتفاق ھے کہ حروف کی حرمت کی وجہ سے قابل احترام اشیاءسے استنجا کرنا جائز نہیں ہے مثلاً جن کتابوں میں اللہ تعالی کا ذکر ھے ، جیسے: حدیث ، فقه ۔

لیکن غیر محترم کتابوں کے بارے میں نقطہ نظر کا اختلاف رکھتے ھیں ، جیسے: سحراور جادو کی کتابیں، فلسفه اور تورات ، انجیل جن کا تحریف ھونا واضح ھو۔

مالکیه کھتے ھیں: حروف کی حرمت کی وجه سے ان کتب کے ساتھ استنجاء جائز نھیں ھے ۔

ابراھیم اللّقائی کھتےھیں: اگر یه حروف عربی میں لکھے گئے ھوں تو حرمت والے ھیں، نھیں تو ان کی کوئی حرمت نھیں ھیں، مگر یه که الله تعالی کے اسمائے گرامی میں سے کوئی اسم لکھا گیا ھو۔

ولی علی اجھوری کھتےھیں: چاھے عربی میں لکھے گئے ھوں، یا غیر عربی میں دونوں صورتوں میں قابل احترام ھیں۔

شافعیه کھتے ھیں: غیر محترم اشیاء جیسے: فلسفه کی کتابیں، اور اسی طرح تورات اور وه انجیل جس کی تحریف کا معلوم ھواھو، اور الله کے اسم سے خالی ھو تو اس سے استنجاء جائز ھے ۔

ابن عابدین علماء حنفیه سے نقل کرتے ھیں" ھمارے نزدیک اس طرح روایت ھواھے که حروف (قرآن) حرمت والے ھیں، یھاں تک کہ مقطعات کیوں نه ھوں، اور بعض قراء نے نقل کیا ھے که قرآن کے حروف ہجا ہود علیه السلام پرنازل ھوئےتھے ۔

اس بات کا فائده یه ھے که ان حروف کا کوئی حرف کسی بھی چیز پرلکھا ھواھو تو وه حرمت والاھے، (الموسوعة الفقهية : 181/34).

(اس موضوع کی تفصیل حاشیه ابن عابدین (1/ 227) حاشیه الدسوقی (113/1) مواھب الجلیل (1/ 287) نهاية المحتاج (1 /132) كشاف القناع (1 /69) اور المغنی (1 / 158) میں ملاحظہ کریں)

شیخ الاسلام ابن تیمیه سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیاگیا جو یھود کو لعن کرتاھے اور ان کے دین پر بھی لعنت بھیجتا ھے ، اور تورات کو گالیاں دیتاھے کیا ایک مسلمان کےلیے جائزھے که ان کی کتاب کو گالی دے؟

جواب دیا: "کسی کے لیے بھی جائز نھیں ھے که تورات کو لعن کرے، بلکه جس شخص نے تورات پر علی الاطلاق لعنت کی اس سے توبه کا مطالبه

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیاجائے گا، اگر اس نے توبه نهیں کی تو قتل کیاجائے گا، اور اگراس کتاب میں کسی ایسی چیز پرلعنت بهیجی جس کے بارے میں واضح ہو که وه الله کی طرف سے نازل شده هے تو اس حالت میں اسے قتل کیاجائے گا، حتی که علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی.

اور اگر یهود کے اُس دین کو لعنت کرے جس پر وه آج قائم هیں، اس میں کوئی اعتراض نهیں هے، کیونکه یهود اور ان کا دین ملعون هے، اسی طرح اگروه تورات جو ان کے پاس هے کو گالی دے، اور یه واضح کردے که اس کا مقصد اس کا تحریف شده حصه هے، مثلا کهه دے که: یه تورات محرّف اور نسخ شده هےاس کے مواد پرعمل کرنا جائز نهیں هے، اور جس نے بهی ان کی محرّف اور منسوخ شده شریعت پر عمل کیا وه کافرهے، یه بات اور اس طرح کی بات کرنا حق هے، اور اس کے کهنے والے پر کوئی مسئله نهیں هے (مجموع الفتاوی: 200/35)

خلاصه یه هے که:

انجیل کی توهین ، اهانت اور بے حرمتی کرنا اور وه توراة جو اهل کتاب کے پاس هے جائز نهیں هے، اس لیے کہ یه کتب حق اور باطل دونوں پرمشتمل هیں، نیز الله تعالی کے اسماء وصفات بهی ان میں شامل هیں، لهذا ان چیزوں کی حرمت کے تحفظ کے لیے ان کی اهانت جائز نهیں هے، مثال کی طورپر انجیل یا تورات کو زمین پر دے مارے، البتہ ایک مسلمان کے شایان شان نهیں هے که ان تحریف کیے هوئے کتب کا بند وبست کرے، اور ان کو پڑهے، مگروه حضرات جو اهل علم هیں ان کی اکاذیب کے استخراج کا اراده رکهتے هوں، تو اگر ان کتابوں میں سے کوئی بهی همارے هاتھ لگے تو ان کی حفاظت اور نگرانی کرنا جائز نهیں هے، جس طرح ان کی توهین کرنامثلاً کچرے کی بالٹی میں ڈالنا جائز نهیں هے، لیکن اس کو جلاکر اس سے خلاصی حاصل کی جاسکتی هے، کیونکه اسماء الهی پرمشتمل هے، اور ممکن ہے ایسے مسائل واحکام بهی هوں جو تحریف سے محفوظ رہے هوں .

اور یه جو هم کهتے هیں که ان کو جلایا جائے اس کی بے حرمتی اور بے ادبی کے لیے نهیں ، بلکہ اهانت سے بچانے کے لیے ہے، اس لیے که یه بات ثابت هوگئی ہے که صحابه کرام نے مصحف کے اوراق کو اهانت سے بچانے کے لیے ان کو جلایا تا که ان کو بے حرمتی سے بچایا جائے.

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

جزء – (30)

سورة الغاشيه

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کی 26 آیات ہیں

وجہ تسمیہ:

یہ سورت رب تعالیٰ کے فرمان "هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِؕ‏۝١" سے شروع ہونے کی وجہ سے "غَاشِيَةِ" کہلائی، "غَاشِيَةِ" قیامت کے ناموں میں سے ایک ہے ، "غَاشِيَةِ" قیامت اور پوشیدہ کے معنی میں ہے، اس سورت کے تین نام ذکر کیے گئے ہیں:

1 - "الۡغَاشِيَةِ "

2 - "هَلۡ اَتٰىكَ"

3 - "هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ"

نبی کریم صلی الله علیہ وسلم عیدین اور جمعے کی نماز میں "سورة الاعلى" اور "سورة ا لغاشية" پڑھا کرتے تھے، "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ، وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ، قَالَ: وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدُ وَالْجُمُعَةُ، فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ، يَقْرَأُ بِهِمَا أَيْضًا فِي الصَّلَاتَيْنِ" (مسلم: 878)

چونکہ ان دو سورتوں کے معانی بہت اہم ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں بار بار آئیں اور محفوظ ہوجائیں، سورہ غاشیة کے تمام مضامین اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ سورت بھی ان سورتوں میں سے ہے جو بعثت کے ابتدائی ایام میں مکہ میں نازل ہوئی ہیں ، لیکن اس فرق کے ساتھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نزول کے وقت ہی عام تبلیغ شروع کردی تھی اور اہل مکہ نے اسے عموماً سنا، مگر اس کی طرف توجہ نہیں دی۔

سورہ غاشیہ کے بحث کا محور:

سورہ غاشیہ کا محور آخرت اور موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں نقطہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

نظر کی اصلاح ہے، جو ایک بدیہی مسئلہ ہے، عقل اور روایت سے ثابت ہے، اسی طرح لوگوں کی زندگیوں میں آخرت پر ایمان کے اثرات اور اس اہم واقعہ کے بارے میں ان کا موقف جو صرف ایک بار رونما ہوتا ہے ، سورت کے نام کے ساتھ اس سورت کامحور جو غاشیہ ہے اور "غشا" کے مادے سے ہے، ایسے پردے کو کہتے ہے جو کسی چیز کو مکمل ڈھانپتا ہے، اس طرح کہ اس میں سے کچھ نظر نہ آئے، اس لیے کہ "غَاشِيَةِ"قیامت کے ناموں میں سے ہے ، یہ قیامت کے ہمہ گیر ہونے کو بتاتی ہے۔

سورۃ الغاشیۃ کا سورۃ الاعلی سے ربط و مناسبت:

ہم کہہ سکتے ہیں کہ سورہ غاشیہ سورہ اعلی کی مختصر تفسیر ہے، البتہ یہ سورت مؤمن و کافر کے احوال، جنت اور دوزخ کے بارے میں تھوڑا سا زیادہ بتاتی ہے، سورہ اعلی میں فرماتا ہے: "وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ﴿١١﴾ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ﴿١٢﴾ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿١٣﴾" (اعلی: 11 تا 13) سورۃ الغاشیۃ اس کی تفسیر یوں بیان کرتی ہے: "عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ﴿٥﴾ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ﴿٧﴾"(3 تا 7)سورۃ الغاشیہ مؤمنوں کی صفات کے بارے میں بتاتی ہے:"وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ﴿١٣﴾ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ﴿١٤﴾ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ﴿١٥﴾ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴿١٦﴾"(8 تا 16) سورہ اعلی میں فرماتا ہے:"وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٧﴾"(اعلی : 17)

سورۃ الغاشیہ کے الفاظ، آیات اور حروف کی تعداد:

اس سورت کا نام "الْغَاشِيَةِ" ڈھانپنے والی ہے، یہ نام سورت کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے، یہ سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی ایام میں نازل ہوئی ہے، "سورۃ الغاشیہ" مکی ہے سورۃ الذاریات کے بعد نازل ہوئی ہے، اس کا ایک (1) رکوع، چھبیس (26) آیتیں ، بیانوے (92) الفاظ ، تین سو چوراسی (384) حروف، اور دو سو سولہ (216) نقطے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

(واضح رہے کہ قرآن کی سورتوں میں حروف کی تعداد گننے میں علماء کی آراءمختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے تفسیر احمد سورۃ الطور ملاحظہ کریں)

سورۃ الغاشیہ کا خلاصہ:

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا "الْغَاشِيَةِ"ڈھانپنے کے معنی میں ہے، اور "غَاشِيَةٍ" نام کا چناؤ قیامت کے لیے اس لیے ہے کہ اس کے خوفناک واقعات اچانک سب کو اپنے گھیرے میں لے لیں گے، سورہ غاشیہ کے مجموعی اور بنیادی مشتملات کا خلاصہ درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

1 - اس سورت کی پہلی آیت میں قیامت کے آنے سے متعلق بحث کی گئی ہے، کیونکہ اس دن کی سب سے واضح اور اہم خصوصیت اس کی ہمہ گیریت ہے، قیامت کا ابتدائی مرحلہ ہم سب جانتے ہیں کہ موت ہے، اور یہ عام بھی ہے، ، شاید انسان بہت سے دینوی مسائل ، حوادث اور واقعات میں شرکت سے انکار کرسکتا ہے، لیکن قیامت سے پہلے موت کے اہم واقعہ میں دوسروں کے ساتھ شرکت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ، سب کے سب موت میں شریک ہیں اور ان کو مرنا ہی ہے، البتہ موت کے وقت میں تقدیم اور تاخیر موجود ہے، کوئی جلدی موت کو گلے لگاتا ہے اور کوئی دیر سے، جبکہ موت بذات خود "غَاشِيَةٍ"کی ایک قسم ہے البتہ چھوٹے پیمانے پر، آیات" 2 تا 7" ان میں لوگوں کے ایک گروہ کا حال بیان کیا گیا ہے جو قیامت کے دن ذلیل اور رسوا ہوں گے، کیونکہ وہ دنیا میں گناہوں کا ارتکاب کرکے اس ذلت و رسوائی کے مستحق قرار پائے۔

2 - آیات "8 تا 16" دوسرے گروہ کی حالت بیان کرتی ہیں جو اپنی دنیاوی کوششوں پر خوش اور فخر کرتے ہیں۔

3 - آیات "17 تا 20" آفاق کی نشانیوں پر دلالت کرتی ہیں جو ہدایت الہٰی کی عظمت کو ثابت کرتی ہیں۔

4 - آیات "21 اور 22" میں لوگوں کی رہنمائی کے سلسلے میں داعی اور مبلغ کے فرائض بتائے گئے ہیں کہ ایک دعوت دینے والے کی ذمہ داری کیا ہے۔

5 - آیات "23 تا 26" تک ان لوگوں کے انجام کا بیان ہے جو ہدایت سے منہ موڑ چکےہیں۔

سورت کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

مخالفت سے نہ تھکنا جو یہ جاہل عناصر آپ کے خلاف کررہے ہیں، بلکہ اپنا کام تسلسل سے جاری رکھیں۔

اے محمد! تو نصیحت کرنے والا اور ڈرانے والا ہے، انہیں نصیحت کرو اور بھولے ہوئے حقائق کی ان کو یاد دہانی کرواؤ اور ان کو یاد دلاؤ، اور ان کو یہ باور کرادو کہ انجام کار اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، اور پروردگار تم سے حساب لے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الغاشيه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴ تُسْقٰى
مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ
نَّاعِمَةٌ ۝۸ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝۹ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝۱۱ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝۱۲ فِيْهَا سُرُرٌ
مَّرْفُوْعَةٌ ۝۱۳ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝۱۴ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝۱۵ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝۱۶ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ
كَيْفَ خُلِقَتْ ۝۱۷ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝۱۸ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝۱۹ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ
سُطِحَتْ ۝۲۰ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝۲۱ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝۲۲ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝۲۳
فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝۲۴ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝۲۵ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝۲۶

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مہربان نہایت رحم والاھے
هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝۱	کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والے کی خبر پہنچی؟ (1)
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝۲	اس روز بہت سے چہرے (والے) ذلیل ہوں گے (2)
عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝۳	سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے (3)
تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝۴	دہکتی آگ میں داخل ہوں گے (4)
تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝۵	وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے (5)
لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝۶	اور خاردار جھاڑ کے سوا ان کے لیے کوئی کھانا نہیں (ہوگا)(6)
لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝۷	جو نہ فربہی لائے گا نہ بھوک میں کچھ کام آئے گا (7)
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝۸	بہت چہرے اس دن خوش و خرم ہوں گے (8)

(c) ketabton.com: The Digital Library

لِّسَعۡيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ٩○	اپنے نیک اعمال پر شاداں ہوں گے (9)
فِىۡ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ١٠○	عالیشان جنت میں ہوں گے (10)
لَّا تَسۡمَعُ فِيۡهَا لَاغِيَةً ؕ١١○	جس میں وہ کوئی لغو بات نہیں سنیں گے (11)
فِيۡهَا عَيۡنٌ جَارِيَةٌ ۘ١٢○	اس جنت میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے (12)
فِيۡهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَةٌ ۙ١٣○	اس میں اونچے اونچے تخت ہیں (13)
وَّاَكۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَةٌ ۙ١٤○	اور آب خورے (قرینے سے) رکھے ہوئے (14)
وَّنَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ ۙ١٥○	اور وہاں گاؤ تکیے ہیں برابر لگے ہوئے (15)
وَّزَرَابِىُّ مَبۡثُوۡثَةٌ ؕ١٦○	اور وسیع و عریض قالین بچھے ہوئے (16)
اَفَلَا يَنۡظُرُوۡنَ اِلَى الۡاِبِلِ كَيۡفَ خُلِقَتۡ ١٧○	کیا وہ اونٹوں پر نگاہ نہیں کرتے، وہ کیسے بنائے گئے ہیں!(17)
وَاِلَى السَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ ١٨○	اور آسمان کو نہیں دیکھتے کیسے بلند کیا گیا ہے (18)
وَاِلَى الۡجِبَالِ كَيۡفَ نُصِبَتۡ ١٩○	اور پہاڑوں کی طرف (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح (زمین پر مضبوط) کھڑے کیے گئے ہیں (19)
وَاِلَى الۡاَرۡضِ كَيۡفَ سُطِحَتۡ ٢٠○	اور (نہیں دیکھتے) زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی (20)
فَذَكِّرۡ○ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ ٢١○	اے پیغمبر! تو تم نصیحت کرتے رہو کہ تم نصیحت کرنے والے ہی ہو (21)
لَسۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِمُصَيۡطِرٍ ۙ٢٢○	تم ان پر داروغہ نہیں ہو (22)
اِلَّا مَنۡ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۙ٢٣○	ہاں جس نےمنہ پھیرا اور نہ مانا (23)
فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الۡعَذَابَ الۡاَكۡبَرَ ٢٤○	تو خدا اس کو بڑا عزاب دے گا (24)
اِنَّ اِلَيۡنَاۤ اِيَابَهُمۡ ۙ٢٥○	بیشک ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے (25)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ۠ ٢٦	پس ہماری ذمہ داری ہے ان سے حساب لینا (26)

مختصر تفسیر:

بابرکت آیات "1 تا 7" میں قیامت اور جہنم میں لوگوں کی حالت کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۱	کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والے کی خبر پہنچی؟ (1)

اے محمد! کیا آپ کے پاس قیامت کی خبر آچکی ہے جو اپنی ہولناکیوں کے ساتھ مخلوق پر چھا جائے گی؟

یہاں استفہام تشویق کا مطلب یہ ہے کہ اس خبر کو کان لگا کر سنیں، اور اس کو ہولناک اور ڈراونا بتا کر اس دن کو بڑا ظاہر کرنا مقصود ہے، یعنی ایک ایسی مصیبت جو تمام جہاں پر غالب آجائے گی، قیامت وہ دن ہے جو سب پہ آئے گا، کوئی مشتسنٰی نہیں ہے، اس دن کو "غَاشِيَةِ"کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سختی اور ہولناکی تمام لوگوں کو لپیٹ میں لےلیگی۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ ان آیات میں آخرت کے تمام مراحل، موجودہ نظام کے انہدام سے لے کرتمام انسانوں کے زندہ ہونے تک، اور تمام انسانوں کے لیے عدالت الہٰی سے حکم کے اجراء وغیرہ تمام مراحل کو، اور ایک ساتھ ہی ذکر کیا گیا ہے۔

سورۃ الحج میں "غَاشِيَةِ"کی تعریف اور تعبیر اس طرح کی گئی ہے:جب آئے گا اس کے ساتھ زلزلہ تو ایک شدید قسم کا جھٹکا ہو گا جو سب کو غافل، حیران اور پریشان کر دے گا، (يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ)(الحج : 2) ترجمہ: "(اے مخاطب) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اُس دن یہ حال ہوگا کہ)تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی" (وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا)(الحج : 2) ترجمہ: "اور تمام حمل والیاں اپنا حمل گرادیں گی"

(c) ketabton.com: The Digital Library

(وَتَرَى النَّاسَ سُكْرٰى)(الحج : 2) ترجمہ:"اور دیکھو گے لوگوں کو بے خود، نشے میں اور حیران ادھر اُدھر بھاگ رہے ہوں گے، کچھ معلوم نہیں کہ کس کام میں مشغول ہیں" (وَمَا هُمْ بِسُكْرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۝۲)(الحج : 2) ترجمہ: "حالانکہ وہ بے خود اور نشے میں نہیں ہیں، بلکہ غاشیہ نے ایسے حالات پیدا کیےہیں، اور کوئی بھی اس حالت سے بھاگ نہیں سکتا".

مفسرین فرماتے ہیں کہ: قیامت کے دن خوف، ڈر اور سختیاں لوگوں کو گھیر لینگی، اس کے حوادث اور یہ سختیاں عام ہوں گی، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اس حالت کو "غَاشِيَةِ"سے تعبیر کیا گیا ہے۔

"غَاشِيَةِ"غشاء کے مادے سے ہے، ایسےپردے کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز

کو مکمل ڈھانپ لے، قرآن کریم میں لفظ غطاء بھی آیا ہےجو کہ غاشیہ ہی کا معنی دیتا ہے، لیکن معمولی فرق کے ساتھ"غشاء"نازک پردے کو کہتے ہیں اور غطاء موٹے اور ضخیم پردے کو، غشاء: گھیرنے والا، لپیٹنے والا اور ڈھانپنے والا۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ۝۲	اس روز بہت سے چہرے (والے) ذلیل ہوں گے (2)

قیامت کے دن بہت سے چہرے اپنے بد اعمالیوں اورغلط کاموں کی وجہ سے خوار، ناامید، اور سیاہ ہوں گے، کیونکہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو پشیمانی ان کو گھیر لیگی، اور نقصان اٹھانے کا احساس کرلیں گے۔

حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت فاروق اعظمؓ ملک شام تشریف لے گئے، تو ایک عمر رسیدہ نصرانی راہب ان کے پاس آیا، اور اپنے مذہب کے مطابق عبادت، ریاضت اور محنت میں مشغول ہوگیا، اس محنت کے اثر سے اس کا چہرہ متغیر ہوگیا تھا، اس کا جسم کمزور تھا اور اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے، جب فاروق اعظم نے اسے دیکھا تو رونے لگے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے اس بوڑھے پر ترس آتا ہےکہ جس مقصد کے لیے محنت اور مشقت کی ہےوہ الله کی رضا ہےجسے یہ حاصل نہیں کرسکا، تب حضرت فاروق ؓ نے یہ آیت تلاوت کی: "وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ "(قرطبی) "خَاشِعَةٌ" ذلیل اور بُری حالت ہوگی،

(c) ketabton.com: The Digital Library

پریشان، خوار، "وُجُوْهٌ" (چہرہ) بیان کیا ہے مگر اس سے مراد(اصحاب وجوہ) چہرے والے ہیں۔

یہ آیت پہلی والی آیت "الْغَاشِيَةِ"کی تفصیل ہے کہ گنہگاروں کے چہروں کے بارے میں بتایا ہے جو ان کے دل اور اندرونی احساس کو ظاہر کریں گے، اس میں بتایا گیا ہے کہ وہ کس طرح جھکے ہوئے، شرمندہ اور پریشان حال ہوں گے، "غَاشِيَةِ"کے گھیرنے کی وجہ سے ان کی فکرمندی ان کے چہروں سے عیاں ہوگی، اور وہ چہرے ذلیل و رسوا ہوں گے۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣	سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے (3)

(دنیا میں) وہ مسلسل عمل کرتا رہا(اور) تھک گیا (چونکہ وہ صحیح راستے پر نہیں تھا، اس نے کوئی نتیجہ نہیں دیکھا) مفسرین فرماتے ہیں: یہ آیت کافروں سے متعلق ہے، وہ زنجیریں اور طوق کھینچتے ہوئے تھک جائینگے جیسے اونٹ کیچڑ میں دھنستا ہے، اسی طرح وہ آگ میں دھنس جائینگے، وہ اونچی اور نیچی جگہوں اور دروں میں اوپر نیچے جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۂ غافر میں فرماتا ہے:(اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ۝٧١ فِی الْحَمِیْمِ ۬ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۝٧٢) ترجمہ:"جب کہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی (اور) گھسیٹے جائیں گے۔ (یعنی) کھولتے ہوئے پانی میں۔ پھر آگ میں جھونک دئیے جائیں گے۔"

یہ ان کےاس تکبر کا بدلہ ہے جو دنیا میں کرتے تھے، اور دنیاوی لذتوں اور بے مقصد خواہشات میں غرق ہونے کی سزاء ہے۔

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤	دہکتی آگ میں داخل ہوں گے (4)

وہ آگ کہ جو جسم کی کھال کو جھلساتی ہے، وجود کے اعضاء کو پگھلاتی ہے، نہ انہیں کوئی رعایت ملے گی اور نہ اس کے عذاب سے نجات پائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:جہنم کی آگ تیزہوگی اوراللہ تعالیٰ کےدشمنوں پربھڑکےگی، (خازن:237/4)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"تَصۡلٰی" آگ میں داخل ہوں گے اور اس میں جلیں گے(انشقاق:12، اعلیٰ:12)

"حَامِیَةً"حد سے زیادہ گرم اور جلانے والی(قاسمی)

"حَامِیَةً" :

1 - کبھی بھی نہیں بجھے گی بلکہ ہمیشہ جلتی رہے گی۔
2 - دنیا کی آگ کی طرح نہیں کہ کبھی گرم، کم اور زیادہ ہو یا مکمل طور پہ بجھ جائے۔
3 - آگ تمام جہتوں اور اطراف سے گھیرے ہوگی۔
4 - قیامت کے دن آگ سے ایک گردن اٹھے گی اور بولے گی اور کافروں کو پکارے گی۔

تُسۡقٰی مِنۡ عَیۡنٍ اٰنِیَةٍ ؕ﴿۵﴾	وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے (5)

ایسے گرم اور کھولتے ہوئے چشمے کے پانی سے پئیں گے کہ جس کی حرارت جوش مارنے کی وجہ سے آخری حد کو پہنچی ہوئی ہوگی، یعنی اہل جہنم جب بھی مدد یا پانی مانگیں گےتو انہیں"اٰنِیَةٍ" چشمے سے گرم اور کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا، جس کی گرمی کی وجہ سے ان کی آنتیں کٹ جائیں گی اور اس کے جلنے کی شدت سے ان کے چہروں کا گوشت گرجائے گا، ایک ایسا چشمہ جس کا پانی زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت کو پہنچ چکا ہوگا، (وَسُقُوۡا مَآءً حَمِیۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَهُمۡ ﴿۱۵﴾) ترجمہ:"اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا"

لَیۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِیۡعٍ ۙ﴿۶﴾	اور خاردار جھاڑ کے سوا ان کے لیے کوئی کھانا نہیں (ہوگا)(6)

یعنی جہنمیوں کے لیے ضریع کے سوا کوئی کھانا نہیں ہوگا، ضریع ایک کانٹے دار پودا ہے جس کا ذائقہ تلخ ہوگا وہ ان کو دیا جائے گا، کیونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تھی چنانچہ اب وہ تمام نعمتوں سے محروم رہیں گے،دنیا میں جانوروں جیسی زندگی گزارتے تھے، چنانچہ ان کا کھانا خاردار اور کڑوی جھاڑیاں اور پودے ہو نا چاہیے، اس کے بعد کہا گیا

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہ یہ کڑوے اور کانٹے دار گھاس پھوس میں سے ہے جو نہ کسی کو موٹا کرے گا اور نہ بھوک مٹائے گا۔

اس مبارک آیت میں فرمایا ہے: ان کا کھانا ضریع ہے: "لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ" جبکہ سورہ حاقہ آیت (36) میں فرماتا ہے: "وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ غِسۡلِيۡنٍۙ ۝٣٦" یہ دونوں متضاد نہیں ہیں، کیونکہ عذاب کی مختلف صورتیں اور اقسام ہیں، اور گنہگار بھی مختلف ہیں، بعض کا کھانا زقوم ہے اور ایک گروہ کا کھانا ضریع اوربعض کی خوراک غسلین ہے، اس ترتیب سے عذاب کی مختلف انواع اور صورتیں ہیں۔

ضریع کیا ہے؟

اس بارے میں مفسرین کرام نے مختلف تفسیریں بیان کی ہیں، مفسرین میں سے بعض نے کہا:ضریع خاردار جھاڑی کی ایک قسم ہےجو زمین میں چھپکی ہوئی ہے، ایک زہریلی گھاس ہے کہ کوئی جانور اس کے قریب نہیں جاتا، اور یہ کانٹے دار گھاس جب تازہ ہو تو قریش والے اسے "شبرق" اور جب سوکھ جاتی ہے تو"ضریع" کہتے ہیں۔

خلیل علماء لغت میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ: "ضریع" ایک سرسبز اور بدبودار گھاس ہے جو سمندر سے باہر آتی ہے۔

ابن عباس ؓ "ضریع" کی تعریف میں لکھتے ہیں: یہ آگ کا درخت ہے اگر دنیا میں ہو تو جو کچھ اس میں ہے سب جلا دے گی۔

قتادہ کہتے ہیں کہ: کھانے کی سب سے بدترین، ناپاک اور بُری چیز ہے (مختصر:632/3)

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: "ضریع"ایک چیز ہے دوزخ میں، کانٹے کی طرح، گھیکھوارسے زیادہ کڑوا اور مردار چیز سے زیادہ بدبودار، آگ سے زیادہ جلانے والا، خدا نے اس کا "ضریع" نام رکھا ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے: کہ "ضریع"ایک گھٹیا قسم کا کھانا ہے جو جہنم والے اس سےبچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں تضرع اور عاجزی اختیار کریں گے، یہ کھانا نہ ان کو فربہ کرے گا نہ ان کی بھوک مٹانے میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کوئی اثر رکھے گا، جیسا کہ فرماتا ہے:

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ۝	جو نہ فربہی لائے گا نہ بھوک میں کچھ کام آئے گا (7)

(ایسا کھانا نہیں ہے کہ جو جسم کو تقویت پہنچائے یا بھوک مٹائے، یہ غذا کانٹے دار، خشک، اور زہر آلودہے جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک کا احساس ختم کرے گا، بلکہ اس برعکس درد میں اضافہ اور بیماری کو بڑھائے گا)

علماء نے کہا ہے:کہ یہ ایک قسم کی غذا ہے جو حلق میں اٹک جاتی ہے اور بذات خود ایک قسم کا عذاب ہے۔

جنہوں نے اس دنیا میں ہر طرح کے لذیذ، مرغّن اور عمدہ کھانے ظلم و جبر اور دوسروں کے حقوق کی ماپالی کے ذریعےحاصل کیےاور محروموں کو حلق میں اٹکنے والے اور ناگوار کھانوں کے علاوہ کسی چیز کا استعمال نہ کرنے دیا، ان کے لیے وہاں ایسا ہی تکلیف دہ کھانا ہونا چاہیے۔

"يُسْمِنُ"سَمَنْ کے مادے سے ہے، موٹے ہونے کا معنی دیتا ہے، اس کی ضد هُزال ہے، یعنی لاغر ہونا، گھی کو سَمن کہتے ہیں، شاید اس لیے کہ یہ بھی انسان کے موٹے ہونے کا ایک سبب ہے۔

محترم قارئین!

واضح رہے کہ سابقہ آیات میں قیامت اور خوش نصیبوں، بدبختوں کے گروہ اور ان کے مقام اور ان کی جزاء اور سزاء پر بحث کی گئی ہے۔

بابرکت آیات 8 تا 28 میں ہمارا عظیم رب اپنی قدرت اور وحدانیت کے دلائل بیان کرتا ہے، اور وہ تنبیہ کرتا ہے کہ وہ بلند آسمان، وسیع زمین، اونٹوں کی حیرت انگیز تخلیق، پہاڑوں اور چیزوں کو دیکھیں اور اچھی طرح سوچیں اور خدا کی شان و عظمت کو یاد کریں۔

اسی طرح ان آیات میں نیک اور مخلص مؤمنوں کی حالت اور اہل جنت کی بے مثال نعمتوں کی توصیف و تعریف بیان کرتا ہے۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝	بہت چہرے اس دن خوش و خرم ہوں گے (8)

اس آیت مبارکہ میں جنتیوں کی توصیف و تعریف اور ان کے چہروں کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

بارے میں بحث کی گئی ہے، بہت سے چہرے اس دن شاداب، تر و تازہ اور خوش و خرم ہوں گے، جیسا کہ فرماتا ہے:(تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ نَضۡرَةَ النَّعِیۡمِ۲۴)(مطففین)اس کے برعکس دوزخیوں کے چہرے اس دن ذلیل و خوار ہوں گے۔

"نَّاعِمَةٌ"کی بنیاد "نعمة"ہے یہاں مراد وہ چہرے ہیں جو نعمتوں سے بھرے ہوئے اور خوش نما روشن ہوں گے، حقیقت یہ ہے کہ: واقعی خوشی چہرے سے عیاں ہوتی ہے، یہ چہرے خوش نصیبوں اور اچھے لوگوں کے ہوں گے، وہ لوگ جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور دنیا میں بھی وہ مقام رکھتے ہیں، لیکن در حقیقت اس دنیا میں وہ اپنی آخرت کے لئے کوشش کرتے ہیں، دوسرے الفاظ میں وہ دنیا کو ایک پُل سمجھتے ہیں جسے عبور کرکے آخرت میں پہنچ جاتے ہیں، اور پُل کو بھی ایسا مضبوط بنائیں کہ جلدی نہ گرے، تاکہ ہم خود بھی اسے عبور کرلیں اور دوسرے بھی عبور کرسکیں۔

لِّسَعۡیِهَا رَاضِیَةٌ۹	اپنے نیک اعمال پر شاداں ہوں گے (9)

ان چہروں کی صفت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی کوششوں سے (دنیا میں کیے ہوئے نیک اعمال سے) مطمئن اور خوش ہیں، یعنی: دنیا میں انہوں نے جو عمل کیے ہیں اس سے راضی ہیں، کیونکہ انہیں اس کا اطمینان بخش اجر ملا ہے۔

جہنمی لوگ جنہیں تھکاوٹ اور تکالیف کے سوا ان کی کوشش کا اور کوئی فائدہ نہیں ہوا، اور "عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ۳" تھے، ان کے برعکس جنتی لوگ اپنی کوششوں کے نتائج کو بہترین انداز میں دیکھیں گے، اور مکمل خوش اور راضی ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی روشنی میں جن کوششوں کو بڑھا چڑھا کر کبھی دس گنا، کبھی سات سو برابر، اور کبھی اس سے بھی زیادہ ملے گا، اور کبھی اس کا بے حساب اجر پائیں گے: (اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَیۡرِ حِسَابٍ۱۰)(الزمر) انہوں نے اپنی زندگی خلوص نیت کے ساتھ صرف اللہ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق گزاری اور اپنی زندگی کے اوقات اور لمحات کا بہترین استعمال کیا، انہوں نے بہترین

(c) ketabton.com: The Digital Library

وقت پر بہترین کام کیے اور بہترین حالت پائی جو بلندجنتوں میں ہے، پھر اس معاملے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے: وہ بہت ہی اعلی جنت میں ہیں۔

فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍۙ۱۰	عالیشان جنت میں ہوں گے (10)

"عَالِيَةٍ" کا لفظ ممکن ہے"علو مکانی"کی طرف اشارہ ہو، یعنی وہ اعلی طبقات میں ہوں گے، یا "علو مقام" ہے، مفسرین کے نزدیک دونوں احتمال ہیں، لیکن دوسری تفسیر زیادہ مناسب لگتی ہے، اگرچہ دونوں معانی کے درمیان تطبیق بھی کی جاسکتی ہے، کیونکہ جنت کے درجات ہیں جیسا کہ دوزخ کے درکات و طبقات ہیں۔

"عَالِيَةٍ":

1 - جنتی اور مکانی: جنت بلند مقام پر اور ساتوں آسمانوں کے اوپر واقع ہے۔
2 - معنوی: اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ باوقار اور مرتبے والے ہیں۔
3 - درجات: جنت درجے درجے اور منزلیں رکھتی ہے۔

جو جنت عالی شان اور بلند درجے والی ہے وہاں ہر کوئی نہیں پہنچتا، مگر جو اچھے اعمال والا اور ایمان والا ہو وہی پہنچے گا، اس کے بعد اس جنت کی ایک اور تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے جس کا ایک روحانی اور معنوی پہلو بھی ہے، فرمایا:

لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةًۙ۱۱	جس میں وہ کوئی لغو بات نہیں سنیں گے (11)

ایسے کوئی الفاظ نہیں جو نفاق، دشمنی، جنگ و نزاع، بغض و حسد، جھوٹ، غیبت، تہمت، حتی کہ لغو اور کوئی بے فائدہ بات بھی نہیں۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: نہ کوئی اذیت دینے والی کوئی بُری بات کانوں سے ٹکرائی گی، نہ کوئی باطل اور بیہودہ بات (تفسیر طبری:104/30)

کتنا پر سکون ہوگا وہ ماحول جو ان باتوں سے پاک ہوگا، اگر صحیح طور پر غور کیا جائے تو دنیا کی زندگی میں گھٹن کا ایک بڑا حصہ ایسے الفاظ کا سننا بھی ہے جو روح کے سکون اور معاشرتی نظام کو درہم برہم کرتے ہیں، اور فتنوں کی آگ بھڑکاتے ہیں، نہیں بھولنا چاہئیے کہ جو لوگ دنیا میں لغو سے دوری اختیار کرتے ہیں، آخرت کے گھر میں لغو سے پاک ماحول میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

رہیں گے، جنت میں نہ صرف لغو نہیں بلکہ ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو کسی نہ کسی طریقے سے لغو کا سبب بنے۔

اس بنا پر دنیا میں اگر ہماری مجلسوں اور محفلوں کا اس طرح انتظام ہوکہ اس میں کوئی لغو اور بیہودہ بات نہ کی جائے تو وہ مجلس جنت والی مجلس جیسی ہوگی، اور انشاءاللہ اُس دنیا میں بھی کوئی لغو اور بیہودہ بات نہیں ہوگی، اس روحانی نعمت اور روحانی سکون کے ذکر کے بعد اللہ جنت کی چند مادی نعمتوں کا بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢	اس جنت میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے (12)

جنت میں صاف اور ٹھنڈے پانی کے ساتھ ایک خوشگوار اور صاف بہتا ہوا چشمہ ہے جو تیزی سے باہر نکلتا ہے، اور یہ اہل ایمان کے لیے باعث اعزاز ہے، اس کے جاری ہونے اور نکلنے کی جگہ جنت الفردوس ہے، اور کستوری کے پہاڑوں سے بہتا ہوا آتا ہے۔

"عَيْنٌ"یہ اسم جنس ہے، یعنی اس میں جاری اور بہتے ہوئے چشمے ہیں، جہاں چاہیں گے انہیں لے جائیں گے ۔

زمحشری کہتے ہیں کہ:"عَيْنٌ"کی تنوین تکثیر کے لیے ہے، یعنی اس میں بہت سارے چشمے ہیں (آلوسی:115/30) جنت میں مختلف نہریں مختلف ذائقوں کے ساتھ بہتی ہیں(پانی، دودھ، شہد، شراب، سَلْسَبِیل)

اس جاری پانی کی آواز انہیں سکون دے گی، اور پانی کو دیکھنے سے ان کی فرحت دوگنی ہوجایا کرے گی۔

فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝١٣	اس میں اونچے اونچے تخت ہیں (13)

قدر و منزلت کے اعتبار سے بھی اور مقام اور موقع کے لحاظ سے بھی، "سُرُرٌ" سریر کی جمع ہے، جس کا اصل "سرُور" ہے، ایسے تخت کا معنی دیتا ہے جو محبت اور خوشی والی مجالس میں ہوتا ہے، جنتی اس پر بیٹھے ہوئے ہوں گے، اور حوریں ان کے سامنے فرمانبرداری کا مظاہرہ کریں گی، (مختصر:633/3)

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ تخت اس لیے اونچے اور بلند ہیں تاکہ جنتی اپنے اردگرد کے تمام مناظر سےلطف اندوز ہوتے رہیں۔

یہ احتمال بھی ہے کہ ان تختوں کی توصیف جو "مَّرۡفُوۡعَةٌ" سے کی گئی ہے اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ان تختوں کا شمار مہنگے ترین تختوں میں ہو، جیسا کہ ان تختوں کی توصیف اور تعریف میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ تخت سونے کے ٹکڑوں سے بنائے گئے ہیں، اور زبرجد کے پتھر، موتی اور یاقوت کے پتھر سے مزین کیے گئے ہیں۔

"سُرُرٌ"سریر کی جمع وہ تخت ہے جس پر بیٹھتے ہیں یا سوتےہیں۔

"مَّرۡفُوۡعَةٌ"رفع کے مادے سے ہے، کسی چیز کو مادی لحاظ سے یا معنوی اعتبار سے اونچا کرنا، رافعہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام بھی ہے جس کا ذکر سورہ واقعہ میں ہوا ہے، چونکہ جنت کے اس دلنشین اور پاک صاف مشروب پینے کے لیے برتن اور گلاس کی ضرورت بھی ہوگی، اس لیے بعد والی آیت میں فرماتا ہے:

وَّاَكۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَةٌ ۝۱۴	اور آب خورے (قرینے سے) رکھے ہوئے (14)

ان چشموں کے کنارے خوبصورت جام رکھے ہوں گے، جب بھی پینے کا ارادہ کریں گے وہ جام خود بھر کے ان کے سامنے پیش ہوجائیں گے، لذت والے تازہ بہ تازہ مشروبات پی کر سیراب ہوں گے، ایسی لذت جس کی تعریف دنیا والوں کے لیے ناممکن ہے۔

"اَكۡوَابٌ"(کوب) کی جمع بہ معنی پیالہ اور جام کے ہےجس کے دستے ہوں، اس نکتے کی طرف توجہ دیناضروری ہے کہ قرآن کریم میں جنتیوں کے شراب طہور کے ظروف کے بارے میں مختلف تعبیریں آئی ہیں، اس مقام پر اور بعض دوسری آیت میں لفظ "اکواب" ذکر ہوا ہے۔

سونے اور چاندی کے پیالے آسمانی مشروب سے بھرے جائیں گے:(لَّا يُصَدَّعُوۡنَ عَنۡهَا وَلَا يُنۡزِفُوۡنَ ۝۱۹) (الواقعہ: 19) جس کے پینے سے نہ ان کے سر میں درد ہوگا اور نہ مدہوش ہوں گے، ان کے لیے رکھے گئے ہیں تاکہ وہ جب بھی

(c) ketabton.com: The Digital Library

مشروب پینا چاہیں تو اپنے ہاتھوں سے لے کر پی لیں، یاکہ غلام ان پیالوں سے انہیں پلائیں، یہ جنتیوں کے پینے کی ایک قسم ہے،اب جنت کی نعمتوں کی مزید تفصیلات بیان ہورہی ہیں، فرمایا:

وَّنَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ ۙ﴿۱۵﴾	اور وہاں گاؤ تکیے ہیں برابر لگے ہوئے (15)

"نَمَارِقُ"(نمرقہ) کی جمع ہے، اس سے مراد ریشم اور نرم و نازک سا بنا ہوا ایک چھوٹا سا تکیہ ہے جو کمر کے پیچھے رکھتے ہیں، قطار میں لگے ہوئے اور ترتیب دیے گئے ہوں گے، جن پر اہل جنت ٹیک لگائیں گے، جو عام طور پر مکمل آرام کے وقت استعمال ہوتے ہیں، اور وہ تھکاوٹ جو اللہ اور اس کے دین کی خاطر دنیا میں برداشت کی تھی دور کریں گے۔

"مَصۡفُوۡفَةٌ" کا لفظ ان کی تعداد اور ترتیب کو ظاہر کرتا ہے، اس تعبیر سے پتا چلتا ہے کہ وہ پر خلوص اجتماعی مجلسیں منعقد کریں گے، اور یہ اجتماعات ہر قسم کے لغو اور بیہودگی سے پاک ہوں گے ، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل اور بے شمار نعمتوں اور دنیا کے درد اور الم آخرت کے عذاب سے نجات کے بارے میں باتیں ہوں گی، اور اس میں ایسا لطف اور لذت ہوگی کہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں ہے، پھر عالیشان جنتی قالینوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَّزَرَابِیُّ مَبۡثُوۡثَةٌ ﴿۱۶﴾	اور وسیع و عریض قالین بچھے ہوئے (16)

"زَرَابِیُّ" (زربیةٌ) کی جمع ہے، یہ پر تعیش اور قیمتی نرم آرام دہ قالین کو کہتے ہیں جو ریشم کے ہوں گے اور اس کے ساتھ قیمتی اور مہنگے ہوتے ہیں، اس میں نرم، پتلی اور نازک مخمل ہوتی ہےاور یہ جنتیوں کی مجالس میں زیادہ تعداد میں پائے جائیں گے۔

"مَبۡثُوۡثَةٌ" ہر جگہ پھیلے ہوئے ،یعنی قالین جو زمین پر بچھے ہوئے ہوں گے اور ان قالینوں کو دیکھ کر ان کی آنکھوں کو سکون ملے گا، یہ جنتیوں کے ایک منظر کا مختصر خلاصہ تھا جو رغبت کرنے والوں کی یاد دہانی اور پرہیز گاروں کے لیے نصیحت تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: جنت ایسی جگہ ہے جو ہر لحاظ سے بے مثال، ہر قسم

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی تکلیف اور جنگ و جدال سے پاک، مختلف رنگ و انواع کے پھل، دلکش آوازیں، بہتے ہوئے چشمے، پاک صاف مشروب، بہترین خدمت کرنے والے ملازم، بے مثال بیویاں، جڑے ہوئے اور پرآسائش قالین، اور دلچسپ پیالے اور آب خورے چشموں کے کنارے رکھے ہوئے ، درحقیقت ایسی ایسی نعمتیں ہیں جو اس دنیا کے محدود الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتیں اور تخیلی علم میں بھی سمجھائی نہیں جاسکتی، یہ سب ان مؤمنوں کے لیے ہیں جنہوں نے اپنے اعمال صالحہ سے اس مرکز الٰہی میں داخل ہونے کی اجازت حاصل کی ہوگی۔

اس کے بعد والی آیات میں تمام نعمتوں کی اصل کلید کو حاصل کرنے کے لیے جو "اللہ تعالیٰ کی معرفت" ہے کے بارے میں بات کی گئی ہے، اور خدا کی قدرت کے مظاہر کی چار مثالیں خدا کی تخلیق سے ذکر کرکے انسان کو ان کے مشاہدہ کی دعوت دی گئی ہے جو جنت میں داخل ہونے کا راستہ دکھاتی ہیں، اس ضمن میں، خدا کی لامحدود طاقت کی طرف اشارہ ہے جو قیامت کے مسئلےکو حل کرنے کی کلید ہے۔

اَفَلَا يَنۡظُرُوۡنَ اِلَى الۡاِبِلِ كَيۡفَ خُلِقَتۡ‌ ۞۱۷	کیا وہ اونٹوں پر نگاہ نہیں کرتے، وہ کیسے بنائے گئے ہیں!(17)

یعنی: لوگ غور و فکر اور عبرت کی نگاہ سے اونٹ کی طرف کیوں نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شکل اور جسمانی ہیئت اس قدر شاندار طریقے سے بنائی، جس سے خالق کی قدرت اور صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔

"التہسیل" میں ہے کہ: اس آیت میں انسان کواونٹ میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ، کیونکہ باوجود اس کے کہ وہ ایک مضبوط اور طاقتور جانور ہے، اور انسان ضعیف اور بے بس پھر بھی انسان اس پر سوار ہوکر اسے چلا کر لیجاسکتا ہے، یہ جانور بھوک اور پیاس کے معاملےمیں بہت برداشت رکھتا ہے، اس کے بے شمار اور متعدد فائدے ہیں، انسان اس پر بوجھ لاد کر اس پر سوار ہوتا ہے، اور اس کے دودھ اور گوشت سے فائدہ اٹھاتا ہے، اونٹ عرب کے بہترین جانوروں میں سے ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا ذکر کیا ہے، اور تمام حیوانات سے زیادہ فائدہ مند بھی ہے، اس وجہ سے اس کو "صحرا کی کشتی" کہا جاتا ہے، تو پھر اس کی تخلیق کی طرف دیکھیں کہ وہ بہت طاقتور بہت مفید ہے، (التسہیل:196/4)

(c) ketabton.com: The Digital Library

قابل غور بات یہ ہے کہ: یہ آیت ان لوگوں کے لیے ایک سرزنش ہے جو قیامت کو نہیں مانتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی تصدیق نہیں کرتے، اور اس مبارک آیت کا مطلب بھی لوگوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حیرت انگیز تخلیقات کے بارے میں غور و خوض کریں۔

آیت "17" کا سبب نزول:

ابن جریر اور ابن ابی حاتم قتادہ سے روایت کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کی تعریف کی تو گمراہ لوگ متعجب ہوئے، پس یہ آیت نازل ہوئی: (اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۷﴾) ترجمہ: "کیا وہ اونٹوں پر نگاہ نہیں کرتےکہ وہ کیسے بنائے گئے!"

وَاِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ ﴿۱۸﴾	اور آسمان کو نہیں دیکھتے کیسے بلند کیا گیا ہے (18)

یعنی کیا وہ عبرت کی نظر سے نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کی خالص اور مضبوط تخلیق کی طرف کہ (ان کے لیے محفوظ چھت) اٹھائی گئی ہے (جو گرتی نہیں؟)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو آسمان کی تخلیق پر سوچنے اور توجہ کرنے کی ترغیب دی ہے جو بغیر کسی ستون اور خلل کے اور کسی بے ترتیبی کے اٹھایا گیا ہے۔

وَاِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ ﴿۱۹﴾	اور پہاڑوں کی طرف (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح (زمین پر مضبوط) کھڑے کیے گئے ہیں (19)

(اور زمین کی حفاظت کرتےاور اسے ہلنے سے روکتے ہیں)

یہ پہاڑ جو شان و شوکت کے ساتھ کھڑے ہیں، اورکیلوں کی طرح زمین کو جمائے رکھتے ہیں، وہ ہوا، طوفان اور آندھی کو روکتے ہیں اور سمندروں کو طغیانی سے بچاتے ہیں، شہادت کی انگلی کی طرح ہر پہاڑ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گوہی دیتا ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ ان تین مذکورہ بالا آیات میں ایک روح پرور سبق بیان کیا گیا ہے کہ بہترین تعلیمی اداروں میں بھی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایک چرواہا اور ایک کسان اگر وسیع و عریض چراگاہ میں اپنےمویشی چرا رہا ہوتا ہے تو اس کے پیروں کے نیچے زمین اور سر کے اوپر آسمان اور چاروں طرف پہاڑ اور اس کے برابر میں اونٹ ہیں، اگر ان مخلوقات میں سے کسی ایک کی تخلیق پر گہری نگاہ ڈالے تو بہت سارے راز اس پر کھل جائیں گے، مثال کے طور پر اونٹ گھوڑے سے زیادہ تیز دوڑتا ہےاور گدھے سے زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے، اور حیوانات میں سے بعض سواری کے لیے، اور بعض گوشت کے لیے اور بعض دودھ کے لیے استعمال ہوتے ہیں، جبکہ اونٹ سے یہ تینوں فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

اس کی دیکھ بال کرنے پر کسی بھی قسم کی مشکلات کا سامنا نہیں ہوتا، کیونکہ جب صحرا میں چھوڑے جائیں تو حفاظت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی،ان کی غذا ہاتھی اور دوسرے حیوانات کے جیسی نہیں ہے کہ اس کا حاصل کرنا مشکل ہو۔

سعودی عرب کے صحراؤں میں پانی بہت کم ہوتا تھا، ہمیشہ اور ہر جگہ نہیں ملتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اونٹ کے پیٹ میں پانی ذخیرہ کرنے والا ٹینک بنایا ہے، کہ ایک مرتبہ پانی پینے سے سات یا آٹھ دن کا پانی ذخیرہ کرلیتا ہے، پھر حسب ضرورت اسے استعمال کرتا ہے، اس بلند قامت حیوان میں سوار ہونے کے لیے سیڑھی کی ضرورت، تھی، لیکن رب تعالیٰ نے اس کے پاؤں کے تین جوڑ بنا دیے کہ ہر پاؤں میں دو گھٹنے ہیں، اسے سمیٹ کر بیٹھ جاتا ہے تاکہ اس پر سوار ہونا اور اترنا آسان ہو، اور یہ اتنا محنتی ہے کہ تمام جانوروں سے زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے۔

عرب کے بیابانوں میں موسم گرما میں سفر کرنابہت مشکل تھا،خدا نے اونٹ کی ایسی تخلیق کی ہے کہ ساری رات چلتا رہتا ہے، یہ سب سے مضبوط، سب سے کم خرچ، سب سے زیادہ مفید، پرسکون، اور سب سے کامیاب جانور ہے، اور اتنا فرمانبردار ہے کہ ایک چھوٹا بچہ بھی اس کا لگام پکڑ کر جہاں چاہے اسے لے جاسکتا ہے، اس کے علاوہ اس میں دوسری خصوصیات بھی ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت بالغہ کا درس دیتی ہیں۔

آسمانوں ، پہاڑوں اور زمینوں کی تخلیق اتفاقی نہیں ہے بلکہ بڑی حکمت کے ساتھ پیدا کیے گئے ہیں، اور اپنی صحیح جگہ پر رکھے گئے ہیں، ہر نعمت میں ایک نمایاں سمت ہے، (اونٹ میں تخلیق کی، آسمان میں بلندی کی، زمین میں وسعت کی اور پہاڑوں میں زمین کا توازن برقرار رکھنے کی)

(c) ketabton.com: The Digital Library

آسمان، کرے، کروں کے مدار، ان کی ترتیب اور حساب، جن میں ہر روز عجائبات کا ایک نیا گوشہ دریافت ہوتا ہے، مطالعہ، دریافت اور غور و فکر کے مستقل میدان ہیں، زمین کے قلب میں پہاڑاور ان کی جڑیں کیلوں اور زنجیر کی کڑیوں کی طرح زمین کے اندر گندھک چونا اور ان کی وجہ سے پیدا ہونے والے لاوا کے نتیجے میں زمین میں پیدا ہونے والی جنبش عدم استحکام اور بے چینی سے زمین کی حفاظت کرتے ہیں، برف کو اپنے اندر ذخیرہ کرکے ترتیب کے ساتھ چشموں کی صورت بہاتے رہتے ہیں، وہ طوفان کو روکتے ہیں، اور ہوا کو صاف کرتے ہیں، یہ ہر قسم کی کانوں اور صنعتی مواد اور قیمتی معدنیات جیسے یہ مسافروں کے لیے نشانیاں اور پودوں کو اگانے اور ان کی پرورش کی جگہ ہے۔

مختلف قیمتی اور آرائشی پتھروں جیسے عقیق یا تعمیراتی پتھر جیسے سنگِ مرمر کے ذریعے بنی نوع انسان کے لیے ایک لازوال سرمایہ ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں کھیتی باڑی، صنعت زراعت کے ساتھ ساتھ خلائی امور جیسے مسائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ۞٢٠	اور (نہیں دیکھتے) زمین کو کہ کس طرح بچھائی گئی (20)

اس آیت میں الله تعالیٰ اپنی قدرت کے نشانیوں کی یاد دہانی کراتا ہے، اور انسان سے کہتا ہے کہ کس طرح زمین بچھائی گئی ہے۔

الله تعالیٰ نے متعدد آیتوں میں: (آل عمران:19 ؛ بقره:164 ؛ روم:22 ؛ جاثیه:3 ؛ عنکبوت:44 ؛ یونس:3؛ عنکبوت:61 ؛ غافر:57 ؛ ذاریات:47-48 ؛ انبیاء:32؛ رعد:2) آسمان اور زمین کو اپنی قدرت کے نشانیوں میں شمار کیا ہے، آسمانی کرّوں اور کہکشاؤں کی عظمت، وسعت اور ان کا لاتعداد ہونا خدا تعالیٰ کی لامحدود قدرت کی سب سے واضح نشانی ہے۔

فَذَكِّرْ۞إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ۞٢١	اے پیغمبر! تو تم نصیحت کرتے رہو کہ تم نصیحت کرنے والے ہی ہو (21)

"مُذَكِّرٌ" آپ انہیں توحید کی نعمت اور اس کے دلائل یاد دلائیں الله تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ اپنی ذمہ داریاں نبھائیں، قرآن کی آیات اور مخلوقات کی تخلیق کی دلیلوں سے لوگوں کو نصیحت کرتے رہیں، لوگوں کو نعمتوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی اقسام اور عذاب کے ایام بھی یاد دلاتے رہیں، کیونکہ آپ ؐ کی ذمہ داری صرف نصیحت کرنا ہے۔

لَّسۡتَ عَلَيۡهِم بِمُصَيۡطِرٍ ٢٢	تم ان پر داروغہ نہیں ہو (22)

کہ ان کو زبردستی ایمان لانے پر مجبور کردو، آپ کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچانا ہے، آپ کا فریضہ یہ نہیں ہے کہ انہیں جبر اور اکراہ کے ساتھ ایمان والوں میں شامل کردو اس لیے کہ ہدایت قبول کرنا اجباری نہیں بلکہ اختیاری ہے، اگر اجباری ہوتا تو ایمان کوئی معنی نہیں رکھتا، کیونکہ ایمان کا مطلب امن تک پہنچنا ہے، اور یہ زبردستی اور ناپسندیدگی سے حاصل نہیں ہوتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ:لوگوں کو نصیحتیں اور وعظ قبول کرنے پر مجبور کرنا پیغمبر کے فرائض اور ذمہ داریوں میں سے نہیں ہے،

"لَّسۡتَ عَلَيۡهِم بِمُصَيۡطِرٍ"، (صَطَرَ) و (سَطَرَ) کا ایک ہی معنی ہے (مفردات) و (سیطر) کا معنی عہدے والا اور مسلّط شدہ کا ہے (مقاییس اللغہ)

دوسرا مسئلہ اس آیت کو سمجھنے میں یہ ہے کہ دین قبول کرنے میں زبردستی نہیں ہے "لَّسۡتَ عَلَيۡهِم بِمُصَيۡطِرٍ"

تیسرا نکتہ آیت کی تفہیم میں یہ ہے:کہ لوگوں کی رہنمائی میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید دلچسپی تھی مگر (لَّسۡتَ عَلَيۡهِم بِمُصَيۡطِرٍ) کو مدّنظر رکھتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی لوگوں پر تسلط اور غلبہ نہیں چاہتے تھے، آیت مبارکہ کی تاکید غلبہ کی نفی کرتی ہے اور اس کے ساتھ لوگوں کی رہنمائی کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم کوشش اور مسلسل جستجو کو ظاہر کرتی ہے۔

چوتھا نکتہ اس آیت کی تفسیر میں یہ ہے کہ: لوگوں پر دین کے وعظ و نصیحت کا اثر نہ کرنا، یہ علم الٰہی کی تعلیم، اور ابلاغ کے فریضہ کوساقط نہیں کرتا:(فَذَكِّرۡ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٞ ٢١ لَّسۡتَ عَلَيۡهِم بِمُصَيۡطِرٍ ٢٢) آیت کریمہ میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ بعض لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور تذکیر سے منہ موڑ لیتے ہیں مگر اس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس صورت میں بھی لوگوں پر خدا تعالیٰ کے دین کی تعلیمات کو مسلط نہ کیا جائے، گذشتہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

آیت میں پیغمبرؐ کو "نصیحت کرنے والا" قرار دے کر، اس معاملے میں بھی آپ کو صرف نصیحت کا کام سونپا گیا ہے۔

اِلَّا مَنۡ تَوَلّٰی وَ کَفَرَ ﴿۲۳﴾	ہاں جس نےمنہ پھیرا اور نہ مانا (23)

سوائے اس کے جو ہدایت سے منہ پھیرے اور رسالت کا انکار کرے، راستہ پانے سے گریز کرے، اور دلائل سے انکار کرے، اور حق کو جھٹلائے، ایسا شخص حقیقی معنوں میں عذاب اور سزا کا مستحق ہے۔

فَیُعَذِّبُہُ اللّٰہُ الۡعَذَابَ الۡاَکۡبَرَ ﴿۲۴﴾	تو خدا اس کو بڑا عزاب دے گا (24)

چنانچہ اس کو ہمیشہ کے لیے دوذخ میں داخل کرے گا، یعنی جس نے خدا کی اطاعت سے منہ موڑا اور آیات کا انکار کردیا وہ بڑے عذاب اور آخرت کی شدید سزا سے کبھی بھی خلاصی نہیں پائے گا، وہ ہمارے سامنے دوبارہ ضرور بالضرور آئے گا اورہم اس سے ایک ایک ذرہ کا حساب لیں گے۔

"العذاب الاکبر"

- جسمانی عذاب
- نفسانی اور روحانی عذاب

حق تعالیٰ قیامت کے دن اسے شدید عذاب میں مبتلا کرے گا، انہیں طوقوں اور لوہے کی زنجیروں سے دوزخ کی آگ میں جو بہت گہری ہے عذاب دیا جائے گا، وہ ان سے امن چھین کر ان پر بڑا عذاب لائے گا، عذاب اکبر کیوں؟ کیونکہ ان کا موقف تکبر اور غرور پر مبنی تھا، اس لیے ان کی سزا بھی ان کے عمل کے مطابق ہونی چاہئیے، تکبر انسان کو حق سے دور کردیتا ہے اور ایسا بنادیتا ہے کہ انسان پھر حق بات کو قبول نہیں کرتا۔

اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَہُمۡ ﴿۲۵﴾	بیشک ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے (25)

حقیقت یہ ہے کہ سب کا پلٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور سب اسی کی طرف لوٹیں گے۔

ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَہُمۡ ﴿۲۶﴾	پس ہماری ذمہ داری ہے ان سے حساب لینا (26)

ان سے ان کے اعمال کا حساب لینا اورانہیں ان اعمال کی سزا دینے کی ذمہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

داری ہم پر ہے، یعنی سب کو دہان میں رکھیں گے اور ہر ایک کو اس کے اچھے یا بُرے عمل کے مطابق بدلہ دیں گے۔

کیا جنت کی مروج زبان عربی ہے؟

اوپر ہم نے نعمتوں، کھانوں اور اہل جنت کی زندگی کے بارے میں اور جہنمیوں کے کھانے کے بارے میں مختصر معلومات فراہم کی ہیں، اب ہم اہل جنت کی زبان پر بھی مختصراً لکھیں گے:

شیخ الاسلام ابن تیمیه رحمه الله مجموع الفتاوي جلد چار عقیدے والے حصے میں لکھتے ہیں کہ: یہ معلوم نہیں ہے کہ قیامت کے دن لوگ کس زبان میں بات کریں گے، اور کونسی زبان میں الله تعالیٰ کا خطاب سنیں گے، اس لیے الله تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس بارے میں ہمیں کچھ نہیں بتایا ہے، یہ درست نہیں ہے کہ وہاں کے لوگوں کی زبان عربی ہے، مجھے نہیں معلوم کی صحابہ کرام کے درمیان کوئی اختلاف ہے، بلکہ انہوں نے اس مسئلے پر بحث ہی نہیں کی ہے، کیونکہ اس بارے میں بات کرنا فضولیات کا حصہ ہے، لیکن متاخرین کے درمیان کچھ قیل و قال ہوئے ہیں:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ: جنت والے عربی زبان میں بات کریں گے، بعض دوسرے کہتے ہیں: جنتی لوگ سُریانی زبان میں بات کریں گےکیونکہ آدم علیه السلام کی زبان ہے، لیکن بعض اور لوگوں کا عقیدہ ہے کہ: جنتی صرف اور صرف عربی زبان میں بات کریں گے۔

البتہ ان تمام اقوال کی کوئی دلیل نہیں ہے، نہ عقل سے اور نہ نصوص سے کوئی ثبوت ہے، بلکہ یہ تمام دعوے ہیں جن کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہیں، الله تعالیٰ اسے بہتر جانتا ہے (مجموع الفتاوي شیخ الاسلام أحمد بن تیمیة،جلد4 بخش (العقیدة)

ہم نے کئی بار کہا ہے کہ اسلام میں عبادات اور اس سے متعلقہ مسائل کا تعلق نصوص سے ہے نہ کہ عقل سے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ شریعت میں عبادت کے مسائل کا عقلی پہلو نہ ہو،اس کے برعکس علم ہر روز پوشیدہ رازوں اور اسلامی مسائل اور احکام کی معنویت اور گہرائی کو اس طرح بیان کرتی ہے کہ قرآن کریم کا معجزہ روز بہ روز ثابت ہوتا جارہا ہے، اس سلسلے میں ہم جنت اور جہنم میں استعمال ہونے والے کھانے، لباس اور آلات کے بارے میں بات کرتے ہیں تو:

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسلام اور عقل کے اس ربط اور تعلق کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جنت اور جہنم میں جو کھانا پینا لباس اور دیگر اشیاء اور نعمتیں ہوں گی جن سے وہ لوگ استفادہ کریں گے تو جہاں تک میں دین اسلام کو سمجھا ہوں ان مسائل کو دنیاوی مسائل (اشیاء اور نعمتوں کو دنیاوی نعمتیں)بنا کر پیش کیا گیا ہے تاکہ انسان انہیں عالم اسباب یعنی دنیا کے لحاظ سے بہتر طور پر سمجھ سکے ورنہ تو وقت اور اندازے کا کم زیادہ ہونا، بصارت، بصیرت، آنکھ اور دیگر اعضاء سے عالم برزخ اور آخرت کے مشکل اور عمیق معاملات، جنتیوں اور جہنمیوں کی زبان ان کا کھانا وغیرہ انسانی فہم کے مطابق بیان کیا ہے ورنہ الله جانتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ مفاہیم یا یہ سب اشیاء اس مشکل میں عملی اعتبار سے اس طرح کا وجود ہی نہ رکھتی ہوں یا عین وقت پر دیگر ذرائع اور وسائل سے حاصل کیے جائیں۔

غذاء، لباس اور دیگر زیب و زینت کے بیان میں جو تشریحات اور مطالب بیان کیے گئے ہیں یہ نصوص شرعی بھی انسان کو سمجھانے کے لیے ہیں اور ان کو یہ بتانے کے لیے ہیں کہ الله تعالیٰ یقینی طور پر اس بات پرقادر ہے کہ جنتیوں، جہنمیوں کو اسی شکل اور ذائقے کے کھانے دے یا ان سے زیادہ اچھی شکل اور بہتر و افضل دے، اور مختلف انداز اور اشکال میں دے کہ جن سے الله بخوبی واقف ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ ان مسائل اور معاملات کو اس صورت میں سمجھنا حتمی نہیں ہے کہ ہم اس وقت کے معاملات اور روابط و تعلقات جو اس وقت ہوں گے اور اس وقت حالات کا جو نقشہ ہوگا اسے انسان موجودہ فہم کے مطابق سمجھ سکےیہ ضروری نہیں ہے۔

اس وقت ان اصطلاحات اور اس طرح کے مفاہیم کی سرے سے ضرورت ہی نہ ہوگی (والله اعلم بالصواب)

کیا دن کی بے برکتی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے؟

بہت سارے لوگ دن اور رات کی بے برکتی کو قیامت کی علامات میں سے سمجھتے ہیں، اکثر و بیشتر نبی کریم صلی الله علیہ وسلم کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں اور پھر خاص طور پر صحیح بخاری کے حدیث نمبر: 1036 جو حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے:(لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ، وحَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ) ترجمہ: "قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ یہ علامات ظاہر نہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہوں: علم کا اٹھایا جانا، کثرت سے زلزلہ آنا، زمانہ کا باہم قریب ہونا، فتنوں کا ظاہر ہونا اور فساد کی کثرت اور فساد سے مراد قتل ہے، اور تم لوگوں میں مال و دولت کا بے حد زیادہ ہونا"

امام احمد ؒ حدیث: 10260 میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمایا:(لا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، فَتَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَيَكُونَ الشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَتَكُونَ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ، وَيَكُونَ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ، وَتَكُونَ السَّاعَةُ كَاحْتِرَاقِ السَّعَفَةِ) ترجمہ: "قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمانہ قریب ہوجائے گا، سال ایک مہینے کے برابر ہوجائے گا، جب کہ ایک مہینہ ایک ہفتے کے برابر اور ایک دن ایک گھنٹے کے برابر ہوجائے گا"

ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح مسلم کی شرط پر ہے، البانی ؒ نے الجامع الصحیح (7432)میں اسے صحیح قرار دیا ہے،اور ساعت (گھڑی)کھجور کے ٹہنیوں میں آگ لگنے کی مانند ہو، یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قیامت کی علامات میں سے زمانہ کا باہم قریب ہونا ہے، زمانے کی نزدیکی کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، اوراس بارے میں بہت سارے اقوال ہیں، ان میں سے سب سے بہترین قول یہ ہے کہ: زمانے کے نزدیک ہونے کو حسّی اور معنوی نزدیک ہونے پر محمول کرتے ہیں۔

معنوی نزدیکی:

معنوی نزدیکی یا روحانی نزدیکی کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کی برکت ختم ہوجائے گی اور یہ آنے والے زمانے میں واقع ہوگا، اس قول کو قاضی عیاض، نووی اور حافظ ابن حجر رحمہ الله نے اختیار کیا ہے۔

نووی کہتے ہیں: دن کے چھوٹے ہونے کا مطلب اس کا بے برکت ہونا ہے، مثال کے طور پر پورا دن گزرجاتا ہے لیکن ہم اس سے ایک گھنٹے کے برابر فائدہ لیتے ہیں۔

حافظ کہتا ہے کہ: حقیقت یہ ہے کہ اس سے مراد تمام چیزوں سے برکت کا ختم ہونا ہے، حتی کہ زمانے سے بھی جو کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

معنوی نزدیکی سے دور دراز مقامات کے درمیان رابطے کی آسانی اور ان

(c) ketabton.com: The Digital Library

فاصلوں کے درمیان سفر کی تیزی بھی مراد لی جاسکتی ہے، جسے وقت کی قربت سے تعبیر کیا جاتا ہے، گزشتہ زمانے میں جو فاصلے کئی مہینوں میں طے کیے جاتے تھے، مبالغہ نہیں ہوگا کہ اگر ہم یہ کہیں کہ آج کے زمانے میں وہ چند گھنٹوں میں طے ہوجاتے ہیں۔

شیخ ابن باز فتح الباری(522/2)کی تعلیق میں کہتے ہیں کہ: حدیث میں جو نزدیکی ذکر ہوئی ہے اس نزدیکی سے مراد ہے شہروں، ملکوں کے درمیان، ہوائی جہازوں اورنقل و حمل کے دیگر وسائل کی اختراع کی وجہ سے فاصلوں کی کمی ۔

حسی نزدیکی:

اس سے مراد یہ ہے کہ وقت کا مختصر ہونا محسوس ہوگا، دن اور رات کے اوقات تیزی سے گزر یں گے اور ان اوقات اور گھڑیوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہوگا، اس کا واقع ہونا غیر ممکن نہیں ہے، اس کی تایید کے لیے دجال کے زمانے کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں، کہ اس میں ایک دن سال، مہینے اور ہفتے کے برابر طویل ہو گا، خلاصہ جس طرح دن لمبے ہوتے ہیں اسی طرح چھوٹے بھی ہوں گے کہ جس کی بنا پر دنیا کے نظم و ضبط میں خلل واقع ہوگا اور دنیا انتہاء کے قریب ہوگی۔

حافظ "الفتح"میں ابن جمرہ سے نقل کر تے ہیں: حدیث (لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ) میں زمانے کے نزدیک ہونے سے مراد زمانے کا چھوٹا اور مختصر ہونا ہے، اس حساب سے چھوٹا ہونا حسّی ہونا چاہئیے اور معنوی معنی بھی لیے جاسکتے ہیں، لیکن حسی میں فاصلہ مقصود نہیں ہوتا، شاید یہ ان امور میں سے ہو جو قیامت کے قریب ہوں گے، لیکن معنوی لحاظ سے وہ فاصلہ اور مدت مراد ہے جسے علماء جانتے ہیں، اگر دنیا والے بھی سمجھدار اور عقل مند ہوں تو جان لیں گے کہ وہ پہلے کی طرح جو بڑے بڑے کام کرتے تھے اب وہ نہیں کرسکیں گے، اس کی وجہ سے وہ شک اور تردد میں مبتلا ہوں گے لیکن اس کی علت کو نہیں سمجھیں گے، اس کی وجہ شاید ایمان کی کمزوری ہے جو کھلم کھلا خلاف شرع کام کرنا اور حد سے زیادہ سخت اور بدتر وہ کھانا ہے جس کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ وہ حرام ہے، اور بہت سارے لوگوں کو حلال و حرام سے کوئی سروکار نہیں ہے، بس اس کی تلاش اور حاصل کرنے میں تمام تر کوشش کریں گے، اور اپنی عقل

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے کام نہیں لیں گے۔

بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وقت، روزی اور زمینی پیداوارمیں برکت پختہ ایمان اور خدا کے احکام کی اطاعت کرنے اور اس کے نواہی سے بچنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:(وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ)(اعراف:۹۶) ترجمہ: "اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقوی کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے"

سیوطی الحاوی للفتاوی (44/1) میں مذکورہ حدیث کے معنی کے بارے میں کہتے ہیں: "کہا گیا ہے کہ اس چھوٹے ہونے سے مراد حسی طور پر ہونا ہے، رات اور دن اوقات قیامت قائم ہونے کے قریب چھوٹے ہوجائیں گے یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنوی طور پر ہوتا ہے کہ اس سے مراد زمانے کا تیزی سے گزر جانا اور تمام چیزوں سے برکت کا ختم ہوجا نا مراد ہے یہاں تک کہ زمانے سے بھی، دیگر اقوال بھی اس بارے میں موجود ہیں۔واللہ اعلم۔

یہ تین اقوال: برکت کا اٹھ جانا، رابطے کی سہولت، نزدیک ہونا حسی صورت میں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، اور یہ حدیث ان تینوں پر دلالت نہ کرے ایسے کسی مانع پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے، بہت سارے اقوال زمانے کے بارے میں کہے گئے ہیں لیکن ان دلائل میں وہ قوت نہیں ہے جو مذکورہ اقوال میں ہے:

مثلاً خطابی نے کہا ہے کہ اس کا مطلب زندگی کا لطف اٹھانا ہے، حافظ اسی کا قول ذکر کرکے کہتا ہے: کہ خطابی کی بات کا مطلب یہ ہے کہ یہ مہدی کے ظہور کا وقت ہوگا، جب زمین پر سچائی کا ظہور ہوگا، (انصاف کامیاب ہوگا) انصاف کا بول بالا ہوگا، اور لوگ زندگی سے لطف اندوز ہوں گے، اور اس کی مدت مختصر ہوگی، اور لوگوں کی خوشی کے دن تھوڑےعرصے میں گذر جائیں گے، اگر اس کی مدت زیادہ عرصہ رہے تو وہ ناگوار اور ناپسند ہوجائےگی، نتیجتاً اس کی مدت کم ہوگی۔

پھر حافظ کہتا ہے کہ: میں کہتا ہوں کہ اس میں جو بات خطابی نے بیان کی ہے وہ تاویل میں گئی ہے، کیونکہ زمانہ اور وقت میں کمی نہیں ہوتی، ورنہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

حدیث کی ضمانت دینے والا اس کو ہمارے زمانے میں وجود میں لاتا، نتیجتاً اس حدیث سے ہم وقت میں کمی کے بجائے دنوں کے جلدی گزرنے کو سمجھتے ہیں، کیونکہ ہمارے زمانے کا پچھلے زمانے سے کوئی فرق نہیں ہے، اور اس حدیث سے مراد زندگی سے لطف اندوز ہونا نہیں ہے، سچ یہ ہے کہ اس سے مراد برکت کا ختم ہوجانا ہے۔

ابن بطال کہتے ہیں: اس سے مراد انسانوں کے عمر کا نزدیک ہونا ہے عبادت کی کمی کی وجہ سے، یہاں تک کہ گناہوں اور فسق و فجور کے غالب آجانے، اور مفسد انسانوں کے غالب ہونے پر، کوئی نہیں ملے گاکہ نیکیوں کا حکم کرے یا برائیوں سے روکے، مگر یہ تاویل حدیث کے ظاہری معنی کے خلاف ہے، اس جملے کی تردید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں: (لا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، فَتَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ..الخ) اس کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد زمانے کا نزدیک ہونا ہے نہ کہ انسانوں کی عمر کی مدت۔

اس موضوع کی تفصیل کے لیے مراجعہ فرمائیں: فتح الباری کی طرف(21/13)شرح حدیث رقم(7061) اتحاف الجماعة للتجویری(497/1) "السنن الواردة فی الفتن وغوائلها والساعة وأشراطها" لأبي عمرو عثمان الداني، تحقيق د/ رضاء الله المباركفوري. "أشراط الساعة"للوابل (صفحه 120)۔

جنت میں پرندوں کی موجودگی

روایات کے مطابق جنت میں ایسے پرندے اور جاندار موجود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا، اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کے بارے میں جو جنتیوں کی غذاء میں شامل ہوں گی فرماتا ہے: (وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝٢١) (سورۃ الواقعہ:21) ترجمہ: "اور پرندوں کا گوشت جس قسم کا ان کا جی چاہے"

سنن ترمذی میں حضرت انس ؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ: کوثر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کوثر کیا ہے؟ فرمایا: (ذاك نهر اعطانيه الله، اشد بياضاً من اللبن و احلى من العسل فيه طير اعناقها كاعناق الجزر، قال عمر: ان هذه لناعمة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكلتها انعم منها) ترجمہ: "جنت میں ایک

(c) ketabton.com: The Digital Library

نہر ہے جو خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے: دودھ سے زیادہ سفید ہے، اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹ کی گردن کی طرح لمبی ہیں۔"

عمر ؓ نے کہا: پھر تو یہ شترمرغ ہونا چاہئیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا کھانا شترمرغ سے زیادہ بہتر ہے۔(مشکاۃ المصابیح (91/2)

ابو نعیم "حلیہ" میں اور حاکم "مستدرک" میں ابن مسعود ؓ سے نقل کرتے ہیں: (جاء رجل بناقة مخطومة، فقال: يا رسول الله، هذه الناقة في سبيل الله، فقال: لك بها سبعمائة ناقة مخطومة من الجنة) ترجمہ: ایک آدمی نکیل شدہ اونٹی لے کر آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ اونٹنی اللہ کے راستے میں صدقہ کے لیے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے لیے اس کے بدلے میں جنت کی ساٹ سو اونٹنیاں ہوں گی، سب کی سب مہار والی ہوں گی۔

صحیح مسلم میں ابو سعود انصاری سے اس طرح مروی ہے: (لك بها يوم القيامه سبعمائة ناقة كلها مخطومة) ترجمہ: "قیامت کے دن اس اونٹنی کے بدلے سات سو نکیل شدہ اونٹنیاں تجھے دی جائیں گی"

خمر یا جنت کی شراب

ان مشروبات میں سے جو خدا اپنے فضل سے جنت والوں کو عطا کرتا ہے ایک "خمر" ہے، جنت کی "خمر" ان تمام عیوب اور نقصانات سے پاک ہے جو دنیا کی شراب میں ہے، دنیا کی شراب عقل کوزائل کردیتی ہے، سر اور پیٹ میں تکلیف پیدا کرتی ہے، اور مہلک امراض کا سبب بنتی ہے، بعض اوقات اس کے رنگ اور بناوٹ میں نقائص ہوتے ہیں، لیکن جنت کی خمر اور شراب ان تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہے، جنت کی شراب: چمکدار، شفاف اور خوبصورت ہوگی(يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝٤٥ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۝٤٦ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ۝٤٧)(الصافات:45 تا 47) ترجمہ: "شراب لطیف کے جام کا اُن میں دَور چل رہا ہوگا۔ جو رنگ کی سفید اور پینے والوں کے لیے(سراسر)لذت ہوگی۔ نہ اُس سے دردِ سر ہو اورنہ وہ اس سے مہ ہوش ہوں گے۔"

(c) ketabton.com: The Digital Library

الله تعالیٰ نے جنت کی شراب کی خوبی اور اس کا حُسن بیان کیا ہے اور پھر فرمایا کہ: شراب پینے والا بغیر اس کے کہ اس کی عقل میں کوئی خلل پیدا ہو اس سے لطف اندوز ہوگا:(وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيۡنَ۞) (محمد:15) ترجمہ: "اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے (سراسر) لذت ہے"

اور جنت کے شرابوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ پینے والے اس کے پینے سے بیمار نہیں ہوں گے: (لَا فِيۡهَا غَوۡلٌ وَّلَا هُمۡ عَنۡهَا يُنۡزَفُوۡنَ۞۴۷) (الصافات:47) ترجمہ: "نہ اُس سے دردِ سر ہو اورنہ وہ اس سے مہ ہوش ہوں گے"

(يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَۙ۞۱۷ بِاَكۡوَابٍ وَّاَبَارِيۡقَ ۙ۞ وَكَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِيۡنٍۙ۞۱۸)(الواقعه:17-18) ترجمہ:"نوجوان خدمت گذار جو ہمیشہ (ایک ہی حالت میں) رہیں گے اُن کے آس پاس پھرینگے۔ یعنی آب خورے اور آفتابے اور صاف شراب کے گلاس لے لے کر۔"

ابن کثیر مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں: انہیں سر درد نہیں ہوگا اور ان کی عقلوں میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔

ضحاک ابن عباس ؓ سے نقل کرتے ہیں:(فی الخمر اربع خصال: السکر، الصداع، القیء و البول، فذکر الله خمر الجنة، ونزهها عن هذه الخصال) ترجمہ: "نشہ، سردرد، قئی اور الٹی، اور پیشاپ کا آنایہ دنیا کی شراب میں ہیں، لیکن خدا نے جنت کے مشروبات کو ان عیوب سے پاک قراردیا ہے"،(تفسیر ابن کثیر:514/6)

خدا تعالیٰ دوسری آیت میں جنت کی شراب کی صفت میں فرماتے ہیں:(يُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِيۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍۙ۞۲۵ خِتٰمُهٗ مِسۡكٌ ؕ۞ وَفِىۡ ذٰلِكَ فَلۡيَتَنَافَسِ الۡمُتَنَافِسُوۡنَؕ۞۲۶)(المطففین:25-26) ترجمہ:"اُن کو خالص سربمہر شراب پلائی جائے گی جس کی مُہر مشک کی ہوگی تو (نعمتوں کے) شائقین کو چاہئیے کہ اسی میں رغبت کریں۔"

خدا نے اس شراب کی دو صفتیں بیان کی ہیں: سب سے پہلی یہ کہ مختوم ہے، یعنی مہر لگی ہوئی ہر قسم کی ملاوٹ سے محفوظ، اور دوسری یہ ہے کہ جو لوگ اس کو پئیں گے تو اس میں کستوری خوشبو محسوس کریں گے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

جنت میں شہوت اور جماع

قابل ذکر بات یہ ہے کہ روایات میں بتایا گیا ہے کہ جنت میں انسانوں کے لیے ہر لذت موجود ہے، جس میں سے کھانا پینا، شہوت اور جنسی لذت، لہذا جنت میں شہوت اور جماع ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دوسرے کیا کہتے ہیں، وہ وحی سے نابلد یا لاتعلق یا منکر ہیں، اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا کہ جنت میں جماع (ہمبستری) اور لذت ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو اپنی امت کے لیے بیان فرمایا۔ جیسا کہ فرماتا ہے:(إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةِ رَجُلٍ فِي الأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالشَّهْوَةِ وَالْجِمَاعِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ: فَإِنَّ الَّذِي يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ تَكُونُ لَهُ الْحَاجَةُ؟! قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَاجَةُ أَحَدِهِمْ عَرَقٌ يَفِيضُ مِنْ جِلْدِهِ فَإِذَا بَطْنُهُ قَدْ ضَمُرَ) (رواه أحمد برقم 18509، والدار مي برقم 2704) ترجمہ: "بے شک اہل جنت میں سے ہر ایک آدمی کو کھانے پینے، شہوت اور جماع کے لیے (دنیا کے) سو آدمیوں کی طاقت دی جائے گی تو ایک یہودی نے کہا کہ جب ایک آدمی کھائے گا پئیے گا تو اسے قضائے حاجت بھی ہوگی؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی حاجت خوشبودار پسینے کی صورت میں ہوگی، جو ان جلد سے مشک کی طرح نکلے گا اور اس کا پیٹ ہلکا ہوجائے گا"

پس جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جنت میں شہوت اور جماع کے ہونے کی تصدیق کرتا ہے، دوسروں کی بغیر ثبوت کی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں، ہم صرف اپنے نبی کی پیروی کریں گے اور انہی کی باتوں کی تصدیق کریں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ خود قرآن کی آیات میں حور العین کے وجود کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیاہے کہ وہ جنتی مردوں کی بیویاں ہوں گی:(كَذَٰلِكَ ۖ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ۝٥٤)(دخان:54) ترجمہ:"(وہاں) اس طرح (کا حال ہوگا)اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی گورے رنگ کی عورتوں سے ان کے جوڑے بنائینگے۔"

یعنی ہم ان کو حورعین کے ساتھ جوڑے بنائیں گے جن کو ان کے لیے حلال بنایا ہے، ان کی عزت اور اکرام کریں گے، اس طرح کہ ان سے کوئی بھی

(c) ketabton.com: The Digital Library

جتنی تعداد میں حورعین چاہیں گے انہیں دستیاب ہوں گی، اور "وَزَوَّجْنٰهُمْ" (ہم بیویاں بنائیں گے) کی تفسیر جنتیوں کا حورعین کے ساتھ جماع کی دلیل ہے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ:جنت میں جماع کی وجہ سے کوئی اولادتولّد نہیں ہوگی، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يَكُونُ لَهُمْ فِيهَا وَلَدٌ) یعنی: ابی زرین العقیلی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کے لیے وہاں کوئی اولاد نہیں ہوگی۔(یہ حدیث امام بخاری کی تایید میں مسند احمد میں آیا ہے(15773)

کیا عورتوں کے لیے بھی حوریں ہیں؟

حور کا لفظ "سفیدی" سے لیا گیا ہے بمعنی "سفید عورتیں" اور لفظ "عین" یعنی: "کشادہ آنکھیں" اور یہ اصطلاح صرف عورتوں کے لیے استعمال ہوئی ہے، جیسا کہ دنیا میں مرد عورتوں کے ہاتھ مانگنے کے لیے جاتے ہیں تو مرد طالب ہیں اور عورتیں مطلوب، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جنتی حوروں کا ذکر فرمایا تاکہ ان کا شوق بڑھ جائے، لیکن جنسی مسئلہ ایک ایسی چیز ہے کہ بشر کی خواہش (چاہے مرد ہو یا عورت) کا اس کی طرف میلان ہے، اس لیے لازماً عورتوں کے لیے بھی جنت میں مرد موجود ہیں جیسا کہ شرعی نصوص میں واضح طور پر حور اور غلمان کے بارے میں بتایا گیا ہے، ان غلمان کو بعض نافہم لوگ اور مرد (مردوں کو بالادست جاننے والے) حضرات صرف مرد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور جنت میں عورتوں کی مراعات، اور حقوق کی طرف مناسب توجہ نہیں دیتے، اس بنا پر اگر عورت جنت میں دنیا سے اس حالت میں جا کے داخل ہوکہ غیر شادی شدہ ہو، یا شادی شدہ ہو اور اس کے شوہر دوزخی ہو، اور وہ مرد جن کی دنیا میں بیوی نہ ہو یا ان کے بیویاں دوزخی ہوں تو ان مردوں اور عورتوں کی آپس میں شادی کروائی جائے گی۔

جنت میں کسی بھی قسم کی کوئی ممانعت نہیں ہے، جس چیز کی دل خواہش کرے اسے پالے گا چاہے مرد ہو یا عورت، جیسا کہ حدیث میں ذکر ہوا ہے کہ جنت میں ایسی چیزیں موجود ہیں جن کو نہ کسی نے دیکھا اور نہ سنا ہے، اور نہ ان کا کسی بشر کے دل میں خیال گزرا، چنانچہ بندوں پر لازم ہے کہ خود کو اعمال صالحہ سے آراستہ کرکے وہاں پہنچیں، اور پھر ایسی چیزوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کا مشاہدہ کریں گے جو انسان کے ذہن اور دماغ میں نہیں آسکتیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے ایک حدیث مروی ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لاَ عَيْنٌ رَأَتْ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلاَ خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)(سورہ السجدہ:17)(متفق علیہ)

ترجمہ: "اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں خیال گزرا، ان نعمتوں کے علاوہ جن پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مطلع کردیا ہے"

پھرفرمایا چاہو تویہ آیت پڑھو: "کسی کو معلوم نہیں کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے"(سورہ سجدہ:17)

خدا تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:(وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ)(سورہ فصلت:31) ترجمہ: "اوروہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گاتم کو (ملے گی) اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لیے (موجود ہوگی) "

اور فرمایا:(وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ)(سورہ زخرف:71) ترجمہ:"اور وہاں جو جی چاہےاور جو آنکھوں کو اچھا لگے(موجود ہوگا) اور (اے اہل جنت)تم اس میں ہمیشہ رہو گے"

جنتی غلمان:

جنت میں اہل جنت کے لیے "خوبصورت لڑکوں" کا جو وعدہ کیا گیا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اہل جنت ان کے ساتھ قوم لوط کا عمل کریں گے، کیونکہ جنت ان خبائث اور برائیوں سے پاک ہے، اور یہ برا فعل جنت میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ طور میں اہل جنت کے متعلق فرماتے ہیں:(وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ

(c) ketabton.com: The Digital Library

رَهِيْنٌ ۝۲۱ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۲۲ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝۲۳
وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝۲۴ (سوره طور:21-24) ترجمہ:"اور جو لوگ ایمان لائےاور ان کی اولاد بھی(راہِ) ایمان میں ان کے پیچھے چلی۔ ہم ان کی اولاد کو بھی اُن (کے درجے) تک پہنچا دینگے اور ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔ اور جس طرح کے میوے اور گوشت کو ان کا جی چاہے گا ہم ان کو عطا کریں گے۔ وہاں وہ ایک دوسرے سے جام شراب لیا کرینگے۔ جس (کے پینے) سے نہ ہذیان سرائی ہوگی نہ کوئی گناہ کی بات۔ اور نوجوان خد متگار (جو ایسے ہونگے)جیسے چھپائے ہوئے موتی، ان کے آس پاس پھریں گے۔"

قرآن میں ان نوجوانوں کو غلمان کہا گیا ہے، لیکن معلوم ہوجانا چاہئیے کہ ان نوجوانوں کا فرض جنت والوں کی خدمت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ"خوب رو" نوجوان پیالے، پھلوں اور نعمتوں کے ساتھ جنت والوں کے اردگرد گھومیں گے، وہ صرف خدمت کرنے اور آنے جانے میں مصروف ہوں گے، اور وہ نوجوان اپنے حسن و جمال، چمک دمک اور صفائی میں موتیوں کی مانند ہوں گے، یعنی یہ سیپ کے پردے میں چھپا ہوا ہے اور سیپ کے اندر محفوظ ہے، اور کسی ہاتھ نے اسے چھوا نہیں ہے، گورے، خوبصورت آنکھیں، اور خوش باش۔

قتادہ ؓ سےایک حدیث مروی ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! خدمت کرنے والا (خود جنت میں) موتی کی مانند ہے، پس وہ بندہ کیسا ہوگا جس کے یہ خادم خدمت کریں گے؟ فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان دونوں کے درمیان فضیلت ایک دوسرے پر چودھویں رات کے چاند کی فضیلت کے مانند دوسرے ستاروں پر ہے"۔(انوارالقرآن)

اس لیے جنت میں خوبصورت نوجوانوں کا ہونا اہل جنت کے لیے جنسی طور پر لطف اندوز ہونے کی دلیل نہیں ہے، اور کوئی بھی اس قبیح اور غیر فطری فعل کی توجیہ نہیں کرسکتا سوائے ہم جنس پرستوں کے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان نوجوانوں کے وجود کا دنیاوی شرعی احکام سے کوئی تعلق نہیں ہے، تاکہ وہ آدمی چاہے ان کا حوالہ دے کر ان کے ساتھ بد فعلی اور ہم جنس پرستی کے جائز ہونے کی توجیہ پیش کرے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دنیاوی عورتوں کا حوروں میں تبدیل ہونا

عورتیں بعد از مرگ جب جنت میں داخل ہوں گی تو حور میں تبدیل نہیں ہوں گی، بلکہ جنت کی حوریں دنیا کی عورتوں سے مختلف ہیں، جیسا کہ قرآن کریم جنت کی حوروں کے بارے میں فرماتا ہے:(فِيهِنَّ قَٰصِرَٰتُ ٱلطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝٥٦)(سورہ رحمٰن:56) ترجمہ:"اُن میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جِنّ نے۔"

یہ معنی ان لوگوں کے قول کی نفی کرتا ہے جو کہتے ہیں:حوریں وہی دنیاوی بیویاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بڑھاپے کے بعد دوبارہ جوان بنادے گا، جی ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مؤمن عورتوں کو جوانی کی عمر دے کر جنت میں داخل کرے گا، لیکن وہ ان حوروں کے علاوہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا۔

قرآن کریم جنتی عورتوں کے حسن و جمال کے بارے میں فرماتا ہے:(وَحُورٌ عِينٌ ۝٢٢ كَأَمْثَٰلِ ٱللُّؤْلُؤِ ٱلْمَكْنُونِ ۝٢٣) (سورۃ الواقعہ:22-23) ترجمہ:" اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں، جیسے (حفاظت سے) رکھےہوئے (آب دار) موتی۔"

مکنون کے معنی: پوشیدہ اور محفوظ ہے، یعنی سورج کی روشنی نے ان کا رنگ تبدیل نہیں کیا ہے، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے جنتی حوروں کو یاقوت اور مرجان سے تشبیہ دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا، يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ، فَتَهُبُّ رِيحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُو فِي وُجُوهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُونَ حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَرْجِعُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوا حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَقُولُ لَهُمْ أَهْلُوهُمْ: وَاللهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا، فَيَقُولُونَ: وَأَنْتُمْ، وَاللهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا)(مسلم :2833) یعنی:" جنت میں ایک بازار ہے جس میں ہر جمعہ کے دن لوگ آئیں گے، شمال کی ہوا چلے گی تو ان کے چہروں اور لباس سے ہوتے گزر جائے گی اور اس سے ان کا حسن و جمال مزید بڑھ جائے گا، اور وہ جب اپنے اہل خانہ کے پاس واپس آئیں گے تو اس حال میں لوٹیں گے کہ ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہوچکا ہوگا، ان کے اہل خانہ ان سے کہیں گے، اللہ کی قسم! ہمارے پاس سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

جانے کے بعد آپ کے حسن و جمال میں اضافہ ہوگیا ہے، تو وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! تمہارا بھی حسن و جمال ہمارے جانے کے بعد بڑھ گیا ہے"

اور جنت میں عورتیں اپنے دنیا کے شوہروں کے ساتھ ایسی ہوں گی، جیسا کہ فرماتا ہے:(اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ۰۰○) (سورہ زخرف:70) ترجمہ: "(ان سے کہا جائے گا) کہ تم اور تمہاری بیویاں عزت (و احترام) کے ساتھ بہشت میں داخل ہوجاؤ"

اگر کسی عورت کا شوہر جہنمی ہو تو اس صورت میں وہ عورت کسی جنتی مرد کے عقد نکاح میں آجائے گی، اسی طرح اگر کوئی عورت دنیا میں شادی سے پہلے فوت ہوگئی تو جنت میں کسی ایسے مرد سے شادی ہوجائے گی جو دنیا سے شادی کے بغیر چلا گیا۔

اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ: دنیا میں عورت درج ذیل حالات میں سے کسی ایک حالت میں ہوتی ہے:

1 - شادی سے پہلے (کنواری حالت میں) فوت ہوجائے تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا سے کوئی شوہر معین کرے گا، ایسا شوہر جو اس عورت کا پسندیدہ ہو، کیونکہ جنت کی نعمتوں میں سے ایک میاں بیوی کی قربت ہے، اور یہ نعمت صرف ایک کے لیے نہیں، بلکہ دوسرے کے لیے بھی ہے۔

2 - طلاق کے بعد اور دوسرے شوہر سے نکاح کیے بغیر فوت ہوجاتی ہے تو اس صورت میں بھی مذکورہ بالا حکم ہے، یعنی: اللہ تعالیٰ دنیا سے ہی اس کے لیے اس کی خواہش کے مطابق شوہر عطا کرے گا۔

3 - عورت کا شوہر ہے، لیکن دوزخی ہونے کی بنا پر اس کے ساتھ جنت نہیں جائے گا، اس صورت میں وہ مرد جنہوں نے اس دنیا میں شادی نہیں کی یا ان کی بیویاں جہنمی ہیں، ان عورتوں کے ساتھ نکاح کریں گے۔

4 - شادی کے بعد میاں بیوی مرجائیں تو اس صورت میں وہی دنیا والا شوہر جنت میں بھی ا س کا شوہر ہوگا۔

5 - اس کا شوہر مر جاتا ہے اور وہ مرتے دم تک بغیر شوہر کے بیوہ رہتی ہے تو اس صورت میں بھی اس کا شوہر وہی دنیا والا شوہر ہوگا۔

6 - اس کا شوہر مرجاتا ہے اور اس کے ساتھ دوسرا مرد شادی کر لیتا ہے، تو اس صورت میں اگر گذرتے زمانے کے ساتھ اس نے دنیا میں یکے بعد دیگرے کئی شادیاں کیں تو جنت میں اس کا شوہر اس کا آخری والا شوہر ہوگا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

نبی کریم صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا:(المرأة لآخر أزواجها) (صحيح - سلسلة أحاديث صحيحة ألباني)

حذیفه ابن یمان نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تم چاهتی هو که جنت میں بھی تیرا شوهر رهوں تو میری موت کی بعد کسی اور سے شادی مت کرنا، کیونکه جنت میں عورت اپنے آخری شوهر کے حصّے میں آئےگی ، اگرچه یکے بعد دیگرے کئی شوهر کرلے، اس وجه سے الله تعالی نے پیغمبر کے بیویوں سے اس کے بعد شادی کرنے کو حرام قرار دیا، کیونکه وه سب جنت میں پیغمبر کی بیویاں هوں گی، یه تها ایک عورت کا مقام دنیامیں، اور ان میں سے هرایک حالت کے مقابل جنت میں، پس کوئی بھی جنت میں جوڑے کے بغیر نهیں رهے گا۔

جنت میں حوروں کا حجاب

سب سے پهلے یه جان لیناچاهیے که هم انسان بهت سے غیبی امور کو سمجھ نهیں سکتے، اس لیے الله تعالی نے وه خبریں اپنے نبی کو نهیں بهیجیں چنانچہ جوهم پر واجب هے وه یه هے که هم ان پرایمان لائیں اور زیاده تجسّس سے گریز کریں۔

جیساکه هم نے کها کہ اُس جهاں میں معاملات کی نوعیت، اور کیفیت اور امور کی تفصلات الله تعالی کے وسیع اور بے انتها امکانات کے ساتھ اس طرح هوگی که هم اس کا یقینی تصور نهیں کرسکتے، اور بهت سے تصورات اور اهداف بهتر اور خوب تر دوسرے طریقے سے فراهم کیے جاسکتے ہیں، یا کچھ مفاهیم اور تصورات اور پهلوؤں پر اس وقت غور کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے، یا وه همارے تصورکی شکل میں موجود نه هو، اس کےساتھ هم نے اس موضوع میں بعض شرعی نصوص روایات کچھ واقعات کےساتھ میں آپ کو شریک کیا۔

دوم: جنت میں کوئی برائی اور بُری نظرنهیں هوگی، اور جو لوگ اس میں داخل هوں گے ان کے دلوں میں بھی کوئی ایسی بیماری نہیں ہوگی کہ جس کی بنا پر وه عورتوں کے پیچھے گھومتے رہیں بلکه جنت عزت کی جگه هے وہاں کوئی برائی نهیں هے اور نه کوئی حرام شهوت هے ۔

دوسرانکته یه هے که جنتی حور جس شخص سے شادی کے لیے تیار کی گئی

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہوگی اس کاکسی دوسرے آدمی سے نہ رابطہ ہوگا اور نہ ہی اس شخص کے علاوہ کوئی اور اس حور سےاستفادہ کرسکے گا۔

عبدالرحمن سعدی سورہ صافّات کی آیت "48" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "وعندهم قاصراتُ الطّرف" (صافات: 48) اهل جنت اپنی پهلوؤں میں خوبصورت حوریں رکھتے هیں جو هرقسم کے عیب اور برائی سے پاک هیں، بڑی آنکھوں والی نیچی نظر والی، "قاصِرَاتُ الطَّرف" یعنی : وہ حوریں صرف اپنے شوهروں کی طرف دیکھیں گی، دوسروں کی طرف نهیں ، کیونکه وہ پاکدامن هیں، دوسروں کی طرف نظر یں نهیں اٹھائیں گی، اس وجه سے که ان کے شوهر خوبصورت اور کامل هوں گے، وہ جنت میں اپنے شوهروں کے علاوہ کسی کو نهیں چاهیں گی ، صرف ان کی طرف میلان رکھیں گی، اس کا مطلب یه هے که اس کا شوهر بھی اسی کی طرف نظریں جمائے رہے گا، یه اس بات پر دلالت کرتا هے که جنتی عورت خوبصورت اور کامل هے، اس کے حسن کی وجه سے اس کا شوہر صرف اسی کو دیکھے گا، اور نگاہ کا صرف اس کی طرف منحصر هونا اس بات کی دلیل هے که ان کی محبت ایک دوسرے تک ہی محدود هوگی، دونوں معنی درست هونے کا امکان هے۔

یه سب دلائل جنتی مرد اور عورت کے حسن پردلالت کرتے هیں، اور یه بتاتے ہیں که وہ ایک دوسرے سے محبت کریں گے، کوئی بھی اپنی بیوی کے علاوہ کسی اور سے محبت کرنا نهیں چاهے گا، یه ان سب کی سخت پاکدامنی کی طرف اشارہ هے، اس سے یه بھی ظاهر هوتاهے که وہ حسد نهیں کریں گے اور وهاں رنجیش نهیں ہوں گی، کیونکه حسد اور کینه کی کوئی وجه نهیں هوگی، سورہ رحمن کی آیت "56" کی تفسیر میں لکھاهے: "قاصراتُ الطّرف" یعنی ان محلوں میں ایسی حوریں هیں جو آنکھیں جمائی هوئی هیں۔

اس کا مطلب یه هے که ان کی نظریں صرف اپنے شوهروں پر هوں گی، کیونکه ان کے شوهر بهت خوبصورت اور اچھے هوں گے، اور وہ ان سے پوری طرح محبت کریں گے، ان کے شوهر بھی صرف انهی کی طرف دیکھیں گے، کیونکه وہ بھی بهت زیادہ خوبصورت هوں گی، اورشوہر سے بهت پیار کریں گی، ان کا میل ملاپ اور باهم ملاقاتیں بهت خوشگوار هوں گی۔

"لَمۡ يَطۡمِثۡهُنَّ إِنسٞ قَبۡلَهُمۡ وَلَا جَآنّٞ" یعنی: ان سے پهلے جنوں اور انسانوں میں سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کسی کی رسائی ان تک نہیں تھی، اور چونکه وہ اچھے شوهر بننے کا حق ادا کریں گے، اور ان حوروں میں نرمی ، ناز اور دلبری هوگی، اس لیے اپنے شوهروں کی پسندیده هوں گی، اس لیے فرمایا:" كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝٥٨ " گویا وہ یاقوت اور مرجان هیں، یه ان کی صفائی اور دلکشی اور حسن کی وجه سے هے، الله تعالی سوره رحمن کی آیت "72" میں فرماتاهے، "حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۝٧٢ " وہ حوریں (هیں جو) خیموں میں مستور (هیں) اس بنا پر که جنت کی حوروں کو شوهروں کے علاوہ کوئی بهی نهیں دیکھ سکے گا، اس صورت میں ان کے لے اپنے شوهروں سے کوئی حجاب نهیں هے، عام طور پر اس کے بارے میں کوئی نص صریح نهیں هے، یه نهیں کها جاسکتا که ان کا حال کیسا هے، لیکن جو بات یقینی هے وہ یه هے که انهیں اپنے شوهروں سے حجاب کی ضرورت نهیں هے، ایسی کوئی عبارت موجود نهیں که جس میں بتایا گیا هو کہ: مرد دوسری جنتی عورتوں کی طرف دیکھیں گے یا نهیں!

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة الفجر

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کی "30" آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اللہ تعالیٰ کے فرمان"وَالْفَجْرِوَلَيَالٍ عَشْرٍ" سے شروع ہونے کی وجہ سے اس سورت کا نام "وَالْفَجْرِ" (صبح) رکھا گیا، اور یہ صبح کی سفیدی پر ایک بڑی قسم ہے کہ اندھیرے کے دل کو چیرتی ہے، سورة الفجر نےسورہ "واللیل" کے بعد شرف نزول پایا۔

سورة الفجر کا خلاصہ:

سورہ فجر کا بنیادی محور اہل ایمان کے لیے کشادگی کا بیان ہے، جو بغاوت اور سرکشی سے لڑنے کی راہ میں ہوتی ہے، اور اس بات کی وضاحت کرنا ہے کہ تاریکی اور سرکشی کا دور محدود ہے، ہر حال میں اسے فنا ہونا ہے، بالکل اسی طرح کہ جیسے رات گزر جاتی ہے اور اپنی جگہ روشن دن کے لیے چھوڑ دیتی ہے۔

سورة الفجر کی آیات، حروف اور تعداد:

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا اس سورت کا نام"وَالْفَجْرِ"صبح کے معنی میں ہے، سورت کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے، یہ سورہ مکی ہے اور اس کا ایک(1) رکوع، تیس(30) آیتیں، ایک سو سینتیس(137) الفاظ، پانچ سو پچاسی(585) حروف، اور دو سو چھپن(256) نقطے ہیں۔

(یہ بات قابل ذکر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعدادگننے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ طور تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

یہ سورت مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں ایسے حالات میں نازل ہوئی تھی جب دشمن مسلمانوں کے خلاف طاقت کے استعمال سے کام لیتے تھے، مسلمان خطرے اور دباؤ میں تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃ الفجر کا سورۃ الغاشیہ سے ربط و تعلق:

الف: سورۃ الفجر کے شروع میں قسمیں اور سورۃ الغاشیہ کے آخر میں آیات کے صحیح ہونے کی دلیلیں ہیں۔
ب: سورہ غاشیہ میں لوگوں کو دو گروہوں بدبخت اور نیک بخت میں تقسیم کیا، یہ سورت بھی نافرمان اقوام: جیسے عاد، ثمود، فرعون اور ان جیسے بدنصیبوں کے زمرے میں جو لوگ آتےہیں، اور وہ لوگ جو یقین اور ایمان والے کہ شکر گزار اور وفادار ہیں کے بارے میں بات کرتی ہے۔
ج: الفجر کا "اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ" کا جملہ الغاشیہ کے"اَفَلَا يَنۡظُرُوۡنَ اِلَى الۡاِبِلِ" کے مشابہ ہے (فرقان)

سورہ فجر کی فضیلت:

امام نسائی رحمہ اللہ حضرت جابر ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا:معاذ ؓ لوگوں کے پیش امام تھے، اس دوران ایک آدمی آیا اور ان کی اقتدا کی، لیکن معاذ نے نماز لمبی کردی، تو اس آدمی نے اپنی نماز توڑ کر مسجد کے ایک کونے میں جا کر نماز پڑھی اور باہر چلا گیا، جب یہ خبر معاذ تک پہنچی تو کہا: فلاں آدمی جس نے اس طرح کیا وہ منافق ہے، چنانچہ اس واقعے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کہ معاذ کے پیچھے نماز کیوں چھوڑ دی؟ اس نے کہا: میں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے آیا تھا، لیکن انہونے مجھ پر نماز لمبی کردی، اس لیے لاچار میں پلٹ گیا اور مسجد کے ایک گوشے میں نماز پڑھ کہ گیا تاکہ اپنے اونٹ کو گھاس ڈالوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ ؓ سے کہا:" اے معاذ! کیاتم فتنہ برپا کرنے والے ہو؟ کیوں:(سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَىۙ○ وَالشَّمۡسِ وَضُحٰىهَا○ۙ وَالۡفَجۡرِۙ○وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰىۙ○) جیسی سورتیں لوگوں پر نہیں پڑھتے ؟"

سورہ فجر کا سبب نزول:

سورہ فجر کی آیت "27" کے سبب نزول کے بارے میں ابن ابی حاتم بُریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ آیت:(يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ) حضرت حمزہ ؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے، اور جویبر کے توسط سے ضحاک سے وہ ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:بئر رومہ کو کون خریدے گا؟ کہ اپنے اس عمل سے میٹھا اور خوشگوار پانی بھی پیے، اور خدا تعالیٰ کی عطا اور بخشش کا مستحق بھی بنے؟ حضرت عثمان ؓ نے اس کنویں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کو خریدا، پھر آپ صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ اس کنویں کو عوام کے پینے کی جگہ بنا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، اس وقت آیت(يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ) حضرت عثمان ؓ کے متعلق نازل ہوئی۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ(27) ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (28) اے نفس مطمئنہ! (اطمینان پانے والی روح) یعنی: اے امن والی روح! تو الله تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی وحدانیت پر یقین رکھنے میں اس یقین کو پہنچ گئی ہے کہ اس میں کوئی شک و شبہ کی آمیزش باقی نہیں ہے اور اس میں کوئی دھوکہ یا منافقت نہیں پائی جاسکتی،اے وہ روح جو الله کے فیصلے سے مطمئن ہے، تو راضی ہے اور جانتی ہے کہ ہر چیز اس کی تقدیر کے مطابق ہے، اور جو چیز انسان کو پہنچنی چاہیے وہ پہنچے گی اور اس سے دور نہیں، اور جو کچھ اس تک نہیں پہنچنی وہ اس سے بالکل دور ہے، اے خوش و خرم روح! "اپنے رب کی طرف راضی ہو کر لوٹ جا" اس انعام سے جو اس نے تمہیں دیا ہے، "اور وہ بھی تجھ سے راضی ہے" الله تعالیٰ بھی تجھ سے راضی ہے اور تو قیامت کے دن پرسکون اور پر امن میدان محشر میں آئےگی، کیونکہ تجھے موت کے وقت اور قیامت کے وقت جنت کی بشارت دی جائے گی۔

بعض مفسرین نے اس کے اسباب نزول میں دو روایتوں کاذکر کیا ہے: پہلی روایت یہ ہے کہ: یہ آیت حضرت حمزہ ؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب احد میں شہید ہوئے۔

دوسری روایت وہی ہے کہ حضرت عثمان ؓ نے جب رومہ کنواں خرید کر لوگوں کے پینے کے لیے وقف کیا یہ آیت اُس بارے میں نازل ہوئی۔

سورہ فجر کا موضوع اور محور

1 - خدا تعالیٰ کی خاص قسم صبح سویرے پر اور ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں پر، ہر چیز کے جفت و طاق اور رات کے آخری حصے پر کہ کفار الله تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ نہیں سکتے (1 الیٰ 5)
2 - کچھ ظالم قوموں کی قسمت اور انجام کا مختصر بیان جو خدا کے پیغمبروں کا انکار کرتی ر ہیں (6الیٰ14)
3 - دنیا کی زندگی انسان کے لیے عام آزمائش کی جگہ ہے کہ آخر کہاں ختم ہوگی ؟ (15 الیٰ 20)
4 - قیامت کی بار بار تفصیل (21 الیٰ 23)

(c) ketabton.com: The Digital Library

5 - قیامت میں لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوں گے: خوش نصیب اور بد نصیب (24 الٰی 26)

6 - اہل سعادت یعنی خوش نصیب کو جنت کی نعمتوں کو حاصل کرنے کے بارے میں آگاہ کرنا (27 الٰی 30)(بہ نقل تفسیرفرقان)

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃ الفجر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡفَجۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۙ﴿۲﴾ وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ۙ﴿۳﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ ۚ﴿۴﴾ ہَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ ؕ﴿۵﴾ اَلَمۡ تَرَ
کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۪ۙ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۪ۙ﴿۷﴾ الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُہَا فِی الۡبِلَادِ ۪ۙ﴿۸﴾ وَثَمُوۡدَ الَّذِیۡنَ جَابُوا
الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ ۪ۙ﴿۹﴾ وَفِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ ۪ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِیۡنَ طَغَوۡا فِی الۡبِلَادِ ۪ۙ﴿۱۱﴾ فَاَکۡثَرُوۡا فِیۡہَا الۡفَسَادَ ۪ۙ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ
عَلَیۡہِمۡ رَبُّکَ سَوۡطَ عَذَابٍ ۚ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالۡمِرۡصَادِ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىہُ رَبُّہٗ فَاَکۡرَمَہٗ
وَنَعَّمَہٗ ۬ۙ فَیَقُوۡلُ رَبِّیۡۤ اَکۡرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابۡتَلٰىہُ فَقَدَرَ عَلَیۡہِ رِزۡقَہٗ ۬ۙ فَیَقُوۡلُ رَبِّیۡۤ اَہَانَنِ ﴿۱۶﴾ کَلَّا بَلۡ
لَّا تُکۡرِمُوۡنَ الۡیَتِیۡمَ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ﴿۱۸﴾ وَتَاۡکُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَکۡلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوۡنَ
الۡمَالَ حُبًّا جَمًّا ؕ﴿۲۰﴾ کَلَّاۤ اِذَا دُکَّتِ الۡاَرۡضُ دَکًّا دَکًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّکَ وَالۡمَلَکُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِایۡٓءَ
یَوۡمَئِذٍۭ بِجَہَنَّمَ ۬ۙ یَوۡمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ وَاَنّٰی لَہُ الذِّکۡرٰی ﴿۲۳﴾ یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ قَدَّمۡتُ لِحَیَاتِیۡ ﴿۲۴﴾
فَیَوۡمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَہٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا یُوۡثِقُ وَثَاقَہٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ﴿۲۷﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی
رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ﴿۲۸﴾ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ﴿۲۹﴾ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ﴿۳۰﴾

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مہربان نہایت رحم والاھے
وَالۡفَجۡرِ ۙ﴿۱﴾	قسم ہے فجر کی (1)
وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۙ﴿۲﴾	اور دس راتوں کی (2)
وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ۙ﴿۳﴾	اور جفت اور طاق کی (ہر چیز کی قسم کھاتا ہے) (3)
وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ ۚ﴿۴﴾	اور رات کی جب (وہ دن کی روشنی کی طرف) چلتی ہے (4)
ہَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ ؕ﴿۵﴾	کیا اس میں کسی صاحب عقل کے لیے کوئی قسم ہے؟ (5)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ۪ۙ۶	(اے پیغمبر) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا (6)
اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ۪ۙ۷	اِرَمْ کے لوگ ستونوں جیسے لمبے قد والے (7)
الَّتِىۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِى الۡبِلَادِ۪ۙ۸	وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا (8)
وَثَمُوۡدَ الَّذِيۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ۪ۙ۹	(کیا تم نہیں جانتے ہو تمہارے رب نے)قوم ثمود کے ساتھ کیا کیا جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے(اور گھر بناتے) تھے (9)
وَفِرۡعَوۡنَ ذِى الۡاَوۡتَادِ۪ۙ۱۰	اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کس طرح کیا) (10)
الَّذِيۡنَ طَغَوۡا فِى الۡبِلَادِ۪ۙ۱۱	وہ لوگ جنہوں نے شہروں میں سرکشی اختیار کرلی تھی (11)
فَاَكۡثَرُوۡا فِيۡهَا الۡفَسَادَ۪ۙ۱۲	اور ان میں بہت فساد مچایا تھا (12)
فَصَبَّ عَلَيۡهِمۡ رَبُّكَ سَوۡطَ عَذَابٍۚ۱۳	چنانچہ تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا برسادیا (13)
اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِ۪ؕ۱۴	بے شک تیرا رب یقیناً گھات میں ہے (14)
فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰٮهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِؕ۱۵	پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی (15)
وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابۡتَلٰٮهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِۚ۱۶	اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، اور اس پر اس کا رزق تنگ کردے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا ہے (16)
كَلَّا بَلْ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَۙ۱۷	ہر گز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے (17)
وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِۙ۱۸	اور نہ تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو (18)
وَتَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا لَّـمًّا ۙ۱۹	اور میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو (19)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝۲۰	اور مال سے محبت کرتے ہو، بہت زیادہ محبت کرنا (20)
كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝۲۱	ہر گز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی (21)
وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝۲۲	اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے (22)
وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝۲۳	اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں (23)
يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝۲۴	کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجا ہوتا (24)
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝۲۵	پس اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں کرے گا (25)
وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝۲۶	اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا (26)
يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝۲۷	اے نفس مطمئن! (27)
ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۲۸	اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جا، اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی (28)
فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝۲۹	پس میرے (خاص) بندوں میں شامل ہوجا (29)
وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝۳۰	اور میری جنت میں داخل ہوجا (30)

مختصر تفسیر

محترم قارئین:

آیات مبارکہ(1 تا 16) میں کفر اختیار کرنے والوں کی جزا و سزا یقینی بتائی گئی ہے، اور ان میں سے بعض کو اسی دنیا میں جزا و سزا دی جائے گی اس کے بارے میں بھی بحث کی گئی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مھربان نھایت رحم والاھے
وَالۡفَجۡرِۙ﴿۱﴾	قسم ہے فجر کی (1)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے صبح کی قسم کھائی ہے، کیونکہ یہ وقت اندھیرے کو چیرنے اور دن طلوع ہونے کاہے، یعنی: میں صبح سویرے کی قسم کھاتا ہوں، جب وہ اندھیروں کو دور کرتا ہے،اور کائنات کو اپنی روشنی سے منور کرتا ہے۔

صبح کی قسم!جب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دن طلوع ہوتا ہے، اور ہم نیند سے بیدار ہوتے ہیں جو کہ چھوٹی موت ہے، اور اللہ تعالیٰ مزید اعمال ذخیرہ کرنے کے لیے ہمیں ایک اور دن دیتا ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں: اس قسم سے اللہ تعالیٰ کی مراد عید الا ضحی کے صبح سویرے کی روشنی ہے۔

والفجر کی تفسیر میں مفسرین کے نظریات و آراء

1 - مکمل فجر کا وقت۔
2 - فجر صبح کی نماز کا وقت: کیونکہ صبح کی نماز کے وقت فرشتوں کے دو گروہ موجود ہوتے ہیں:

رات کے فرشتے اوپر اور دن کے فرشتے نیچے آتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہےمیرے بندے کہاں تھے اور کیا کررہے تھے؟ وہ جواب دیتے ہیں: انہیں اس حال میں چھوڑ آئے ہیں کہ وہ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:(يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلاَئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلاَئِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلاَةِ الفَجْرِ وَصَلاَةِ العَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ) (بخاری: 555 و 3223 و 7429 و 7486) و (مسلم: 632) ترجمہ: فرشتے آگے پیچھے زمین پر آتے جاتے ہیں، کچھ فرشتے رات کے ہیں اور کچھ دن کے اور یہ سب فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوجاتے ہیں، پھر وہ فرشتے جو تمہارے یہاں رات میں رہے، اللہ کے حضور جاتے ہیں تو اللہ ان سے پوچھتا ہےحالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے وہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ جب ہم نے انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

نماز پڑھ رہے تھے، اسی طرح جب ہم ان کے ہاں گئے تھے، تب وہ (عصر) کی نماز پڑھ رہے تھے، صبح اور عصر کی نماز کے وقت فرشتوں کے دونوں گروہ انسانوں کے پاس حاضر ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے کے لیے جگہ خالی کرتے ہیں، انسانوں کے دن اور رات کے اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں۔

"فجر" حج کی صبح، عید قربان، (ذی الحج کی راتوں میں سے آخری رات)قرآن کریم میں فجر کی جو دوسری تعبیر آئی ہے وہ فلق ہے: "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ۱" "میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی" فلق یعنی پھاڑنا، یہ اندھیرے کے پردے کو پھاڑتا ہے اور اس اندھیرے کے دل سے روشن صبح نکالتا ہے۔

وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۙ۲	اور دس راتوں کی (2)

ذی الحج مہینے کی پہلی دس مبارک راتوں کی قسم، کیونکہ یہ ایک محترم وقت ہے، کہ اس میں بہت اچھے اعمال کثرت سے کیے جاتے ہیں، عبادات اور مناسک ادا کرنے کا وقت مقرر کیا گیا ہے، (یہ جمہور کی رائے ہے، اور ابن عباس رضؓ سے بھی روایت ہے) بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں: اس سے مراد رمضان کے آخری دس دن ہیں، کیونکہ اس میں شب قدر ہے، ابن عباس رضؓ سے بھی یہ قول مروی ہے، لیکن پہلا قول راجح ہے)

حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معنی کی تائید میں فرماتے ہیں:(مَا مِنۡ أَيَّامِ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنۡ هَذِهِ الأَيَّامِ العَشۡرِ) ترجمہ: "نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی الحج کے پہلے عشرے کی طرح کسی اور دن میں محبوب نہیں" (ترمذی: 757) و (ابوداود: 2438) و (ابن ماجه: 1727) حکم البانی: صحیح۔

دس راتوں کے بارے میں مفسرین کے نظر یات:

1 - ذی الحج کا پہلا عشرہ : یہ اللہ کے دنوں (ایام اللہ) سے مشہور ہیں، نیک اعمال کا ان دنوں میں بہت زیادہ اجر و ثواب ہے، تمام نیک اعمال ان دنوں میں جمع ہوجاتے ہیں، وہ سارے نیک عمل جو شب قدر میں ہیں وہ ذی الحج کے پہلے عشرے میں بھی ہیں، علاوہ اس کے کہ ذی الحج میں مناسک حج بھی ادا کیے جاتے ہیں، جس میں تمام مسلمان یک صدا ہوکر لبیک کہتے ہیں، اور شیطان ناراض ہوجاتا ہے، ذی الحج کے پہلے عشرے کی عبادت اور روزہ کی فضیلت اللہ کے راستے میں جہاد سے بھی زیادہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے، مگر سوائے اس شخص کے جو جہاد میں شہید ہو اور اپنے تمام مال و دولت کو اللہ کےراستے اور جہاد میں کھو دیا ہو، صرف اس صورت میں شہید کی فضیلت زیادہ ہے:"مَا مِنْ أَيَّامٍ العَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الأَيَّامِ العَشْرِ". فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَا الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"وَلَا الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ" (ترمذی: 757) و (ابوداود: 2438) و (ابن ماجه: 1727) حکم البانی: صحیح.

2 - "وَلَيَالٍ عَشْرٍ" سے رمضان کا آخری عشرہ مرادہے، شب قدر کی وجہ سے۔

رمضان کے آخری عشرے کے بارے میں علماء کی دو رائے

1 - بعض کا خیال ہے کہ دس راتوں سے مراد رمضان کی آخری راتیں نہیں ہیں، کیونکہ سورۃ الفجر مکی ہے، جبکہ رمضان کے روزے کی فرضیت ہجرت کے دوسرے سال میں ہوئی ہے۔

2 - بعض دوسرے مفسرین کا کہنا ہےکہ اگرچہ کوئی دلیل موجود نہیں ہے، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے علم غیب سے ہر اس چیز کی قسم کھا سکتا ہے جو ابھی تک نازل نہیں ہوئی ہو۔

آخر میں علماء نے اس آیت سے متعلق درج ذیل دو رائے پیش کی ہیں:

1 - رمضان کی راتیں جبکہ ذی الحج کے دن بہتر ہیں۔

2 - عشرہ ذی الحج بہتر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دن ہیں جو بہت زیادہ مقام

اور فضیلت رکھتے ہیں، اس میں شب قدر کے تمام اعمال کے علاوہ حج بھی ہوتا ہے۔

وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ﴿۳﴾	اور جفت اور طاق کی (ہر چیز کی قسم کھاتا ہے) (3)

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی قسم کھائی ہے، کیونکہ ہر چیز یا تو جفت ہوگی یا طاق، خالق اور مخلوق بھی اس میں شامل ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے، تمام مخلوقات جو نر اور مادہ سے پیدا ہوئے ہیں جوڑے ہیں، (یہ رائے مجاہد اور ابن عباس ؓ سے روایت کی گئی ہے)، اور ابن عباس ؓ سے یہ بھی

(c) ketabton.com: The Digital Library

روایت ہے کہ "شفع" یعنی: عید قربان کے دن، اور "وتر" عرفہ کے دن، اس لیے نواں "9" دن ہے، اس بارے میں بہت سارے اقوال منقول ہیں، مزید تفصیل معلوم کرنے کے لیے تفاسیر کی طرف رجوع فرمائیں،(تفسیر صفوة التفاسیر)

"الشفع" زوج، جوڑا "الوتر" طاق، "شفع ووتر" اس میں پوری کائنات شامل ہے، بعض کا خیال ہے کہ "شفع" الله کی مخلوق اور "وَتْر" الله کی ذات ہے۔ (قاسمی-خرمدل)

وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴	اور رات کی جب (وہ دن کی روشنی کی طرف) چلتی ہے (4)

رات کا صبح کی روشنی کی طرف جانا یہ ایک نشانی ہے جو خدائے بزرگ و برتر کی قدرت کو ظاہر کرتی ہے۔

هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵	کیا اس میں کسی صاحب عقل کے لیے کوئی قسم ہے؟ (5)

یعنی: عقل والوں کے لیے قائل کرنے والی قسم موجود ہے؟ یہ تقریری استفہام ہے، اس سے مذکورہ امور کی وسعت اور اہمیت کا پتہ چلتا ہے، گویا کہ فرماتا ہے: کہ یہ عقل اور سمجھ رکھنے والوں کے نزدیک حقیقت میں ایک بڑی اور عظیم قسم ہے، لہذا جو بھی عقل و شعور رکھتا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ مذکورہ بالا اشیاء میں خدا کی وحدانیت اور اس کے وجود کے بے شمار دلائل ہیں، پس یہ سب اشیاء قسم کھانے کے لائق اور مناسب ہیں کیونکہ یہ خدائے عظیم الشان پر دلالت کرتی ہیں، (بنقل از تفسیر صفوة التفاسیر)

مفسر قرطبی فرماتے ہیں: بعض اوقات الله تعالیٰ اپنے اسماء و صفات کی قسمیں کھاتا ہے جس سے اس کا علم ظاہر ہوتا ہے، اور کبھی افعال کی قسم کھاتا ہے کیونکہ وہ اس کی طاقت اور قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔

جیسا کہ فرمایا ہے: "وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۝۳"اور اپنے مخلوقات کی قسم کھاتا ہے، کیونکہ وہ اس کی قدرت اور طاقت کو بیان کرتی ہیں: "وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱"، وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱"اور "وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲" (تفسیر قرطبی: 19 / 41)

جواب قسم محذوف ہے اور تقدیر اس کی اس طرح ہے: ان اشیاء کے رب کی قسم میں کفار کو عذاب دوں گا، (آلوسی: 122/30)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۪ۙ○	(اے پیغمبر) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا (6)

(اور کیا مصیبت ان پر آئی) جب ان کو سخت اور تیز ہوا کے ساتھ عذاب سے دو چار کیا، اور ہلاک کر کے نابود کیا، حالانکہ وہ کفار مکہ سے زیادہ طاقتور تھے، اس لیے ان کفار کی ہلاکت زیادہ آسان ہے۔

"اَلَمۡ تَرَ"کیا نہیں دیکھا؟ دیکھنے سے مراد آنکھ کا دیکھنا نہیں ہے، بلکہ دل کی آنکھ سے عقلی طور پر دیکھنا اور سمجھنا ہے۔

"رَبُّکَ" تیرا پروردگار، یہ پیغمبر کے لیے بشارت ہے کہ تجھے تنہاء نہیں چھوڑوں گا، اور مقصود پوری امت ہے۔

"بِعَادٍاِرَمَ" عاد قوم ھود کے باپ کا نام ہے، اس کا قبیلہ اس کے نام پر تھا، سلطنت عمان میں یمن کے علاقےمیں رہتے تھے، چونکہ یہ مکہ کے قریب تھے اس لیے اہل مکہ ان کے حالات اورتاریخ سے با خبر تھے، جن کا پیغمبر ھود علیہ السلام تھا، وہ لوگ کافی مضبوط اور طاقتور تھے، اِرَمَ شاید ان کے دادا کا نام ہو۔

اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ ۪ۙ○	اِرَمْ کے لوگ ستونوں جیسے لمبے قد والے (7)

اور ان کے محل اور خیمے ستون والے تھے،" اِرَمَ" قوم عاد کا دوسرا نام ہے، جو عاد سے بدل اور مجرور ہے،"ذَاتِ الۡعِمَادِ" ستون جیسے دراز اور لمبے قد والے، طاقتور اور اونچے اونچے ستونوں سے بھرے محلات اور خیمے تھے، اس سے مراد قوم عاد کی مادی اور جسمانی طاقت ہے۔ (تفسیر نور مصطفی خرّم دل)

الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ ۪ۙ○	وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا (8)

اس قبیلے کے افراد کی طرح مضبوط، لمبے قد و قامت، طاقتور کسی اور کو نہیں بنایا گیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

قوم عاد

عاد (عادیوں کے پر دادا کا نام تھا) تفاسیر میں جو کہا گیا ہے اس کے مطابق قوم عاد سام بن نوح کی نسل سے ہے، جو مضبوط جسامت کے مالک اور طاقتور تھے، عادیوں کی سرزمین زرخیز ، سرسبز اور شاداب تھی اور انہوں نے اپنی خداداد قوتوں سے اسے آباد کرنا شروع کیا، اور پہاڑوں اور اونچی جگہوں پرنہایت مضبوط اور خوبصورت محلات اور قصر تعمیر کیے جو قرآن کے مطابق ان کی طرح کہیں اور نہیں بنائے گئے،(شیخ قرطبی نے لکھا ہے کہ مثلها ضمیر قبیلہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی اس قبیلہ جیسی قوت، مضبوطی، بڑے جسم اور لمبے قد دیگرشہروں میں کوئی پیدا نہیں کیے گئے، انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ ایک گروہ اس ضمیر کوعادیوں کے شہر کی طرف راجع سمجھتا ہے، یعنی اس جیسا شہر کہیں نہیں بنایا گیا:

قولہ تعالیٰ: "ٱلَّتِي لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِي ٱلۡبِلَٰدِ" الضمير في "مثلها" يرجع إلى القبيلة. أي لم يخلق مثل القبيلة في البلاد: قوة وشدة، وعظم أجساد، وطول قامة؛ عن الحسن وغيره. وفي حرف عبد الله «التي لم يخلق مثلهم في البلاد». وقيل: يرجع للمدينة. والأول أظهر، وعليه الأكثر، حسب ما ذكرناه.)

زیادہ طاقت اور ترقی قوم عاد کے تکبر اور سرکشی کا سبب بنی، چنانچہ ان کی سرکشی اس حد تک پہنچ گئی کہ انہوں نے اپنے نبی کی دعوت حق سے انکار کردیا اور کہا: کون ہم سے زیادہ طاقتور ہے (سورہ فصلت: 15) کہ ہمیں عذاب دے سکے؟ قرآن مجید سورہ ھود آیت: (60) میں صراحت سے موجود ہے کہ عاد وہی قوم ھود ہے، قبیلہ یا قوم عاد کا نام 24 مرتبہ قرآن مجید میں آیا ہے، اور سورہ نجم آیت "50" میں "عادِن الاولیٰ" کہا گیا ہے کہ بعض محققین اس سے استدلال کرتے ہیں کہ عاد کے دو قوم تھے: "عادِن الاولیٰ"جس کی ایک ہزار سے زائد شاخیں ہیں، ان کی ہلاکت کے بعد "عاد ثانی" ظاہر ہوئے جو کہ بت پرست تھے، جن کے بتوں کے نام کتب اصنام میں ذکر ہوئے ہیں۔

(تفسیر قرطبی سورۂ نجم آیت 50 کی تفسیر میں ہے کہ: قولہ تعالیٰ: (وأنه أهلك عادا الأولى) سماها الأولى لأنهم كانوا من قبل ثمود. وقيل: إن ثمود من قبل عاد. وقال ابن زيد: قيل لها عاد الأولى لأنها أول أمة أهلكت بعد نوح عليه السلام. وقال ابن إسحاق: هما عادان فالأولى أهلكت بالريح الصرصر، ثم كانت الأخرى فأهلكت بالصيحة. وقيل: عاد الأولى هو عاد بن إرم بن عوص بن سام بن نوح، وعاد الثانية من ولد عاد الأولى؛ والمعنى متقارب. وقيل: إن عاد الآخرة الجبّارون وهم قوم هود)

(c) ketabton.com: The Digital Library

قوم عاد بت پرست تھے، خدا تعالیٰ نے ان کی طرف ھود علیہ السلام کو بھیجا، حضرت ھود ؑ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے ایک تھے جن کا اسم گرامی سات بار قرآن میں ذکر ہوا ہے، اور قرآن کریم کی ایک سورت بھی ان کے نام سے ہے۔

ھود حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے ہیں، سات پشتوں کے بعد ان سے جا ملتے ہے، ان کو ھود اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہیں قوم کو گمراہی سے نجات دلانے، اور رب کی طرف سے اپنی قوم کی ہدایت کے لیے چنُا گیا تھا، لیکن قوم عاد نے ھود علیہ السلام کو بے وقوف اور احمق تصور کیا (سورہ اعراف: 66، سورہ ھود: 54)، خدا کی عبادت سے منہ پھیر لیے اور اپنے باپ دادا کے دین سے چمٹ گئے، تکبر کرنے لگے اورھود علیہ السلام کو ستانے لگے، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا عذاب طوفان اور ہوا کی صورت میں ان پر نازل ہوا، ھود علیہ السلام اور اس کے تھوڑے سے پیروکاروں کے علاوہ سب کے سب نابود ہوگئے، قوم عاد کے واقعات: سورہ اعراف، ھود، مؤمنون، شعراء اور فصلت میں تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں، قرآن کی رو سے جو کچھ سامنے آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد کے محل سکونت احقاف (ایک ریگستان عمان اور حضر موت کے درمیان) میں تھا، (سورۂ احقاف آیت: 21)

سورۂ حاقہ آیت 6 تا 8 میں ہے: لیکن قوم عاد ایک تیز، سرکش اور ٹھنڈی ہوا سے ہلاک ہوگئی(6) خدا نے اس کو سات رات اور آٹھ دن مسلسل ان پر چلائے رکھا تو لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھتا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں (7) تو کیا ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا تونے دیکھا ہے؟ (8) (مزید تفصیل کے لیے تفسیر قرطبی، تفسیر جلالین، ابن کثیر و تفسیر بغوی کا مطالعہ کریں)

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾	(کیا تم نہیں جانتے ہو تمہارے رب نے)قوم ثمود کے ساتھ کیا کیا جو وادی (قریٰ) میں پتھر تراشتے(اور گھر بناتے) تھے (9)

وہی قوم جو شام اور مدینے کے درمیان وادی قریٰ میں بڑے بڑے چٹانوں کو تراشتی اور کاٹتی تھی، اور پہاڑوں کے اندر اپنے لیے عالیشان محلات اور گھر بنا کر رہتی تھی۔

وادی قریٰ کی سرزمین (مکہ اور مدینہ کے درمیان) شہر حجر میں (اب بھی ان کے کچھ آثار اور علامات بڑے بڑے پتھروں کے درمیان دیکھے جاسکتے ہیں) زندگی بسر کرتے تھے، اور مختلف قبائل سے تشکیل پاتے تھے، قوم عاد

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی طرح بت پرستی، ظلم اور سرکشی میں ڈوبے ہوئے تھے، عمارتیں اور محلات بناتے تھے، اور ان کی زندگی میں سوائے انحراف اور گمراہی کے اور کچھ نظر نہیں آیا۔

حضرت صالح

حضرت صالح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے ایک ہیں قرآن کریم میں گیارہ مرتبہ ان کے نام کا تذکرہ ہوا ہے، حضرت صالح ثمود قبیلے سے اور سام بن نوح کے پوتے تھے، بعض مؤرخین حضرت صالح کے سلسلہ نسب سے متعلق لکھتے ہیں: "صالح بن عبید بن جابر بن ثمود" اور بعض دوسروں نے ان کو: "صالح بن جابر بن ارم بن سام بن نوح" لکھاہے، حضرت صالح ان پیغمبروں میں سے تھے جن کو عربی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا، اور روایات کے مطابق "280" سال عمر پائی۔

روایات کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام کا مدفن اور مقام حجرالاسود اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے درمیان کعبہ کے پہلو میں ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بھیجے گئے تھے، دن اور رات محنت کرکے اس قوم کو خدا اور نیکیوں کی طرف دعوت دی، لیکن اس قوم نے ان کی اطاعت نہیں کی، بلآخر وہ قوم خدا کے سخت عذاب میں گرفتار ہوگئ۔

حضرت صالح علیہ السلام تیسرے پیغمبر تھے جو حضرت نوح اور ھود علیہما السلام کے بعد بتوں اور بت پرستی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ، برسوں تک ان سے لڑتے رہے -

بعض روایات کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام نے سولہ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا شروع کیا، ایک سو بیس (120) سال تک ان کو دعوت دیتے رہے، لیکن سوائے چند آدمی کے اور کوئی ان پر ایمان نہیں لایا۔

مغضوب زمین:

اس سے مراد وہ زمین ہے جس میں عذاب الہٰی کا نزول ہوا ہو، وہ سرزمین جو مغضوب ہیں، ان میں: لوط علیہ السلام کی سرزمین، بابل اور ثمود (مدینہ اور شام کے درمیان جس میں قوم صالح رہتی تھی) اور مسجد ضرار(جو مسجد قبا کے پہلو میں ہے جسے منافقین نے بنایا تھا) شامل ہیں، اگر چہ مغضوب

(c) ketabton.com: The Digital Library

سرزمین میں جمہور علماء کے نزدیک نماز پڑھنا درست ہے، لیکن چند دوسرے علماء اس میں نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

محدثین فرماتے ہیں: کہ ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ثمود کے علاقے سے گزرے تو فرمایا:(لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ) بخاري (433) ترجمہ: "ان عذاب والوں کے آثار سے اگر تمہارا گزر ہو تو روتے ہوئے گزرو، اگر تم اس موقع پر نہ رو سکو تو ان سے گزرو ہی نہیں، ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی ان کا سا عذاب آجائے"

اور مسلم کے لفظ میں ہے کہ : (لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ حَذَرًا أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ) مسلم (2980) ترجمہ: "جن لوگوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے ان کی رہائش گاہوں میں داخل نہ ہونا، مگر اس طرح کہ تم رو رہے ہو، ڈر رہے ہو کہ تمہیں بھی عذاب نہ آجائے جس نے انہیں آ لیا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زور سے سواری کو ہانکا رفتار تیز کی یہاں تک کہ اس جگہ کو پیچھے چھوڑ دیا"

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:(أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ أَمَرَهُمْ أَنْ لَا يَشْرَبُوا مِنْ بِئْرِهَا وَلَا يَسْتَقُوا مِنْهَا. فَقَالُوا: قَدْ عَجَنَّا مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا. فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَطْرَحُوا ذَلِكَ الْعَجِينَ وَيُهَرِيقُوا ذَلِكَ الْمَاءَ) بخاري (3378) ومسلم (2981) ترجمہ:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حجر (ثمود کی بستی) میں غزوہ تبوک کے لیے جاتے ہوئے پڑاؤ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ یہاں کہ کنویں کا پانی نہ پینا اور نہ اپنے برتنوں میں ساتھ لینا، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی کہ ہم نے تو اس سے اپنا آٹا بھی گوند لیا ہے اور پانی اپنے برتنوں میں بھی رکھ لیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ گوندا ہوا آٹا پھینک دیا جائے (یا اونٹوں کو دے دیں) اور اس پانی کو بہا دیں۔"

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بابل میں نماز پڑھنے کو مکرو سمجھتے تھے (اس موضوع کی تفصیل : الموسوعۃ الفقھیہ: 190/30 میں ملاحظہ کرسکتے ہیں)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾	اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کس طرح کیا) (10)

(اور) اے محمد! (کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے رب نے) فرعون کے ساتھ کیا کیا؟

ایک باغی اور جابر فرعون جس کے پاس بڑی فوج اور لشکر تھی جس کے ذریعے اس نے اپنی سلطنت کو مضبوط کیا۔

مفسر ابو سعود فرماتے ہیں: اس لحاظ سے اسے"أوتاد" کہا گیا کہ اس کی بہت زیادہ فوج اور کثیر تعداد میں خیمے تھے، اپنے فوجی چھاؤنیوں کے لیے میخیں استعمال کرتا تھا، یا اس لیے کہ لوگوں کو میخوں سے تشدد کرتا اور اذیتیں پہنچاتا، (ابوسعود:362/5)

ابن عباس ؓ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: فرعون کے بہت سارے سپاہی اور لشکر تھے جن کے پاس کافی سارے خیمے ہوتے تھے، ان خیموں کو میخوں کے ذریعے مضبوط کرتے۔

"أوتاد": میخیں، یہ اشارہ ہے فرعون کی فوج، لشکراور بہت سارے خادموں کی طرف جو فوجی اور میدانی خیموں کو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کیلوں سے مضبوطی سے باندھا کرتے تھے۔

دوسرا یہ کہ:میخیں زمین میں گاڑتے، اور جو لوگ فرعون کے غضب کا نشانہ بنتے انہیں اذیتیں دیتے اور کیلوں سے انہیں میخ لگاتے یہاں تک کہ وہ فوت ہوجاتے۔

لفظ "ذِي الْأَوْتَادِ" کی تفسیر کے بارے میں مفسرین کی آراء کا اظہار درج ذیل شرح سے کیا جاسکتا ہے:

(1) پہاڑ والے (اہرام) فرعونوں نے اہرام بنائے تاکہ ان کے اندر ان کی قبریں رکھی جاسکیں، اور انہوں نے ان بڑی عمارتوں کی تعمیر کے لیےلوگوں کو جبری مشقت پر مجبور کیا۔

(2) ایک فرعون جو لوگوں کو اذیت دینے کے لیے کوڑے کا استعمال کرتا تھا۔

(3) وہ فرعون جس کے پاس اپنی حکومت اور بادشاہت کی حفاظت کے لیے

(c) ketabton.com: The Digital Library

بہت سی فوجیں اور لشکر تھے، اور لمبے ستون جو ان لوگوں نے جشن کے دوران کھڑے کیے تھے۔

ملاحظہ:

سب سے خوبصورت تفسیر اور تعبیر اس آیت مبارکہ" وَفِرۡعَوۡنَ ذِي ٱلۡأَوۡتَادِ" کے متعلق یہ ہے کہ: مصری فرعونوں کی عمارتوں کی شکلیں الٹی کیلوں کی طرح تھیں کہ بنیاد سے چوڑی اور اوپر سے پتلی جس کی نمونے قاہرہ میں تکونہ اہرام کی صورت میں موجود ہیں ، (واللہ اعلم) (تفسیر مرغی اور تفسیر فرقان سے منقول)

محترم قارئین:

مؤرخین اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے: جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکار فرعون اور فرعونیوں کے ظلم و ستم سے تنگ آگئے تو مصر میں ان کا رہنا دشوار ہوگیا، پھر موسیٰ علیہ السلام نے عزم اور فیصلہ کرلیا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ فلسطین (بیت المقدس) کی طرف ہجرت کریں، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اپنے پیروکاروں کو رات کے وقت مصر سے باہر نکالے۔

موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکار رات کو مصر سے فلسطین کی طرف نکل پڑے ، سفر کے دوران دریا نیل تک پہنچے ، اس مشکل کی گھڑی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و مہربانی سے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی، کہ اپنی عصا سے دریا کو مارو، "فَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنِ ٱضۡرِب بِّعَصَاكَ ٱلۡبَحۡرَۖ فَٱنفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرۡقٖ كَٱلطَّوۡدِ ٱلۡعَظِيمِ ٦٣"(شعراء:63) اور فرمایا:"فَٱضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيقٗا فِي ٱلۡبَحۡرِ يَبَسٗا لَّا تَخَٰفُ دَرَكٗا وَلَا تَخۡشَىٰ ٧٧" (طہٰ:77) بنی اسرائیل کے لیے دریا میں خشک راستہ بنادے کہ (فرعونیوں) کے پیچھا کرنے سے ڈرو گے نہ دریا نیل میں ڈوبنے اور غرق ہونے سے (سورہ طہٰ:77)

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی لاٹھی دریا پر دے ماری ، دریا کا پانی شق ہوگیا اور دریا کے نیچے کی زمین ظاہر ہوگئی، موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل اسی راستے سے چلتے ہوئے دریا کی دوسری طرف سلامتی کے ساتھ نکل گئے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرعون اور اس کے سپاہی جب پہنچ گئے،تو اسی راستے سے جو دریا کے بیچ میں خشک نکل آیا تھا بنی اسرائیل کا پیچھا کرنے لگے، فرعون پر غرور اور تکبر اتنا غالب آیا تھا کہ اپنے سپاہیوں کی جانب منہ کرکے کہا: دیکھ لو کیسے میرے حکم سے دریا دو لخت ہوگیا اور راستہ دیا تاکہ اپنے بھگوڑے غلاموں (بنی اسرائیل) کا تعاقب کروں۔

جب فرعون کی فوج کا آخری آدمی دریائے نیل کے کھلے راستے میں داخل ہوا تو اچانک الله تعالیٰ کےحکم سے پانی دونوں طرف سے باہم مل گیااور تمام فرعونیوں کو غرق کرکے ہلاک کردیا، طوفان کے عین لمحے میں جب فرعون نے خود کو موت کے شدید خطرے میں دیکھا، تو اس نے شکست مان لی اور اسے احساس ہوا کہ اس کی ساری زندگی سرکشی میں گزری اور اس نے غلطی کی، روتی آنکھوں کے ساتھ جہاں خدا کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:(اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِيۡلَ وَاَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ۝۹۰) (سورہ یونس:90) ترجمہ: "میں ایمان لایا کہ جس (خدا) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمابرداروں میں ہوں۔"

لیکن اس وقت اور موقع ہاتھ سے گیا تھا، توبہ کرنے کا کوئی لمحہ نہیں بچا تھا، دریائے نیل کی موجوں نے فرعون کو غرق کردیا پھر اس کے بے جان جسم کو دریا سے باہر پھینک دیا، تاکہ آنے والے نسلوں کے لیےعبرت کا نشان بنے، (اس بحث کی تفصیل آیات متبرکہ:95 تا 92 سورہ یونس میں ملاحظہ کریں)

الَّذِيۡنَ طَغَوۡا فِى الۡبِلَادِ۝۱۱	وہ لوگ جنہوں نے شہروں میں سرکشی اختیار کرلی تھی (11)

یہ عاد، ثمود اور فرعون کی تفصیل ہے، یعنی: ان میں سے ہر قبیلے نے اپنی اپنی سرزمین میں بغاوت شروع کردی اور حکم الٰہی سے پھر گئے اور سرکشی کی : باغی اور سرکش کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

"الَّذِيۡنَ" مذکورہ تینوں اقوام، یعنی: عاد، ثمود، فرعون اور اس کی قوم۔

"طَغَوۡ" زمین میں فساد اور سرکشی کی۔

یہ قوم عاد، ثمود، فرعون اور ان کے پیروکاروں کی صفت ہے جنہوں نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

شہروں، آبادیوں میں سرکشی اور بغاوت کی، اور اللہ کے بندوں کو دین اور دنیا مین اذیت پہنچائی اور ظلم کیے۔

فَأَكۡثَرُواْ فِيهَا ٱلۡفَسَادَ ١٢	اور ان میں بہت فساد مچایا تھا (12)

قتل، ظلم، اور سرکشی کی، اور اللہ کی زمین پر بہت سارے گناہ اور معاصی کے مرتکب ہوئے۔

"اَلۡفَسَادَ" اس سے مراد بھرپور فساد اور تباہی، (روحانی فساد) یعنی: جیسے کفر اور شرک، (حسی اور عملی فساد) جیسے ظلم ، فسق اور فجور ہے۔

انہوں نے فساد اور بدعنوانی میں حد سے تجاوز کیا، کفر اور گناہ کے مرتکب ہوئے، شدید کفر کی بناء پر ظالم ہوئے اور پیغمبروں کے ساتھ جنگ اور مخالفت میں اور اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے کی بہت کوششیں کیں۔

فَصَبَّ عَلَيۡهِمۡ رَبُّكَ سَوۡطَ عَذَابٍ ١٣	چنانچہ تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا برسادیا (13)

یہ تشریح اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں مثال کے طور پر قتل کے لیے کوڑے مارنے کے مترادف ہے۔

"سَوۡطَ"کیا ہے:

"سَوۡطَ" کوڑے مارنے کے معنی میں ہے، اصل معنی ہے ایک چیز کو دوسری چیز میں مخلوط کرنا، اس کے علاوہ وہ کوڑا جو چمڑے کے مختلف حصوں سے یا اس جیسی چیز سے بُنا گیا ہو پر اس کا اطلاق ہوا ہے، اور بعض اسے عذاب کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں، وہ عذاب جو انسان کے گوشت اور خون میں پیوست ہوجاتا ہے، اور اسے سخت تکلیف پہنچاتا ہے۔

"صَبَّ"کا معنی دراصل پانی بہانا ہے، یہاں اس عذاب کی شدت اور تسلسل کی طرف اشارہ ہے، اس مختصر تشریح سے مراد وہ سخت اور مختلف سزائیں ہیں جو ان اقوام کو دی گئیں۔

مفسرین لکھتے ہیں: قوم عاد کو تیز اور جلانے والی ہوا کے ذریعے ہلاک کیا (سورہ حاقہ:6)،قوم ثمود کو ایک بڑی آسمانی چیخ کے ساتھ نیست و نابود کیا

(c) ketabton.com: The Digital Library

(سورہ حاقہ:5)، اور قوم فرعون کے لوگ دریائے نیل کی موجوں میں غرق ہوکر ڈوب گئے (زخرف: 55)

اس بحث کی آخری آیت میں ان تمام لوگوں کے لیے جو سرکشی کے راستے پر چلتے ہیں تنبیہ کے طور پر کہتا ہے:

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِؕ۝۱۴	بے شک تیرا رب یقیناً گھات میں ہے (14)

بے شک تمہارا رب ہر سرکش، جبّار اور ظالم کی تاک میں ہے، اسے تھوڑی سی مہلت دیتا ہے، پھر سختی سے پکڑتا ہے اور اس کا عذاب ختم ہونے والا نہیں ہے۔

"مِرۡصَادِ" یہ "رصد" کے مادے سے ہے، کسی چیز کی نگرانی کے لیے تیارہونا، فارسی میں اس کے مترادف معنی (کمین گاہ) یعنی گھات ہے۔

یہ لفظ عام طور پر ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے جہاں لوگوں کو کسی گزر گاہ کوعبور کرنا ہوتا ہے اور کوئی دوسرا شخص چور ڈاکو قاتل وغیرہ اس گذرنے کی جگہ تاک میں انہیں مارنے کے لیے بیٹھا ہوتا ہے، مجموعی طور پر اس کا معنی یہ ہے کہ آپ یہ نہ سوچیں کہ عذاب الٰہی کے چنگل سے کوئی بھاگ سکتا ہے، ہر کوئی اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ جب چاہتا ہے انہیں سزا دیتا ہے، ظاہر ہے کہ خدا کی کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ کسی گزرگاہ میں بیٹھتا ہے یہ تعبیر اشارہ ہے خدا کی قدرتِ احاطہ یعنی تمام ظالموں، باغیوں اور مجرموں کو گھیرنے کی طرف۔

محترم قارئین:

آیات مبارکہ 15 تا 30 میں آخرت کی طرف توجہ نہ کرنے پر انسان کی مذمت، حد سے زیادہ حرص، دنیا کی محبت اور دنیا کی پرستش کرنا، دنیاوی مال سے بے نیازی اور قیامت کے دن کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔

فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ۬ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِؕ۝۱۵	پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی (15)

پس انسان! جب اس کا رب اسے آزماتا ہے(نعمتیں دے کر) پھر اسے عزت بخشے اور نعمت دے (اس کو مال دے کر اور رزق میں وسعت دے کر

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسےنعمتیں عطا کرتا ہےتو کہتا ہے: مجھے میرے رب نے عزت بخشی، اس لیے اس خیال کے ساتھ کہ دنیا کے فائدے اس کے لیے اللہ کی طرف سے عزت افزائی ہے، اس پر خوش اور مغرور ہوجاتا ہے، بجائے اس کے کہ ان نعمتوں کاشکرگزار بنے، یا اس کو یہ فکر لاحق ہو کہ یہ اس کے لیے رب کی طرف سے ایک امتحان ہے۔

مفسر تفسیربیضاوی فرماتے ہیں: گویا کہ اللہ فرماتا ہے: "اے انسان! جان لو کہ میں تمہاری گھات میں ہوں، چاہتا ہوں کہ تم اپنی آخرت کے لیے کوشش کرو، لیکن انسان کو دنیا کی فکر، سوچ اور لذتوں کے علاوہ کسی اور چیز کی پرواہ نہیں"

"لیکن جب اسے آزمائے (مصیبت اور تکلیف کے ساتھ) اور اس کا رزق، روزی اس پر تنگ کرے" (اور اس میں اس کے لیے کوئی کشادگی اور فروانی نہ رہے تو) کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کیا ہے (یعنی مجھے خواری اور حقارت میں دھکیل دیا ہے)۔

یہ ان منکروں کی صفت ہے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ، اس لیے ایسے لوگوں کی نظر میں دنیا اور اس کے وسیع فوائد کے علاوہ کوئی عزت و تکریم نہیں اور دنیا کے فوائد کو کھونے اور اس کی سجاوٹ تک عدم رسائی کے علاوہ ان کی نظر میں کوئی ذلت اور رسوائی نہیں ہے لیکن مؤمن کی کرامت اور عزت یہ ہے کہ خدا اس کی بخشش فرماکر اس کو اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق عطا کرکے آخرت کے عمل کے لیےتوفیق بخش دے، پس مؤمن نہ دنیا کے کام میں وسعت کو عزت سمجھتا ہےاور نہ اس کی اہانت، بلکہ کام کی وسعت اور دولت کو اپنے لیے آزمائش سمجھتا ہے کہ کیا اس کے مقابلے میں شکر ادا کرتا ہے کہ نہیں؟ اور فقر کو بھی اپنے لیے آزمائش سمجھتا ہے کہ کیا اس پر صبرکرتا ہے کہ نہیں؟

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابۡتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ۔ فَيَقُوۡلُ رَبِّيۡۤ اَهَانَنِ ۚ ۱۶	اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، اور اس پر اس کا رزق تنگ کردے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا ہے (16)

اور جب وہ اسے آزماتا ہے، تو اس پر اس کا رزق تنگ کردیتا ہے(تو وہ نا امید ہوجاتا ہے اور) کہتا ہے:"رَبِّيۡۤ اَهَانَنِ"مجھے میرے رب نے خوار اور ذلیل کردیا، یعنی:مجھے رسوائی اور حقارت میں دھکیل دیا ہے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں پر جو اسے عطا کی گئی ہیں جیسے: اس کے اعضاء کی صحت

(c) ketabton.com: The Digital Library

و سلامتی اور جسمانی درستی پر وہ شکر ادا نہیں کرتا، اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے رزق میں کمی کردیتا ہے اور اس کی فلاح و بہبود کو محدود کردیتا ہے، اور محنت کے باوجود اسے محدود خوراک مہیا کرتا ہے، اس طرح کہ اس کے روز مرہ کے کھانے سے زیادہ نہ ہو، تو وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کیا اور اسے عزت نہیں دی، فکر اور تنگدستی سے اس کو عذاب دے رہا ہے رب اس پر توجہ ہی نہیں دیتا، حالانکہ انسان کا یہ طرز تصور اور سوچ درست نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے آزماتا ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت کا پیمانہ مال و دولت نہیں ہے بلکہ دین ہے۔

مفسر قرطبی لکھتے ہیں: یہ کافر کی صفت ہے جو قیامت پر ایمان نہیں لاتے اللہ کے نزدیک عزت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنی اطاعت اور توفیق سے نوازے اور اسے آخرت کے حصہ کی طرف لے جائے، اگر اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں وسعت عطا فرمائے تو وہ بندہ اللہ کی حمد کرتا ہے اور شکر بجا لاتا ہے، (قرطبی:51/19)

كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿١٧﴾	ہر گز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے (17)

"كَلَّا" نہیں، اس کی حقیقت نہیں ہے، ایسا نہیں جیسا کہ یہ کافر سوچتے اور کہتےہیں: یہ مت بھولنا کہ عزت اور وقار دولت نہیں ہے، اور ذلت و رسوائی غربت اور بد حالی میں نہیں ہے، بلکہ عزت اور ذلت کا دارومدار اطاعت اور نافرمانی پر ہے، لیکن تم نہیں جانتے، پھر فرمایا: "بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ" بلکہ اس سے بدتر عمل کے مرتکب ہوتے ہو، یعنی: اللہ تعالیٰ نے تم پر کرم کیا، اور بہت زیادہ مال و دولت عطا کی، لیکن تم یتیم پر مہربانی اور نرمی نہیں کرتے ہو۔

"لَّا تُكْرِمُونَ" (عزت نہیں کرتے ، اکرام نہیں کرتے ، اپنے خیالات کے بنیاد پر:

1 - اپنے مال و دولت سے یتیم کو کچھ نہیں دیتے ۔

2 - حتی کہ تم یتیم کے مال سے کھاتے ہو، اور اس کا حق ادا نہیں کرتے، اور ساتھ ہی اس کی تذلیل و تحقیر بھی کرتے ہو۔

یتیم: وہ بچہ جس کا باپ اس کی بلوغت سے پہلے فوت ہوگیا ہو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حدیث میں ہے کہ: (خیر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یحسن إلیه وشر بیت فی المسلمین بیت فیه یتیم یساء إلیه ثم قال بأصبعیه: أنا وکافل الیتیم فی الجنة هکذا) ترجمہ:"مسلمانوں میں سب سے اچھا گھر وہ ہےجس میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتاہو، مسلمان گھرانوں میں سب سے بُرا گھر وہ ہےجس میں کسی یتیم کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتاہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے"

وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ ۙ﴿۱۸﴾	اور نہ تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو (18)

یعنی: خود کو اور دوسروں کو اس کی تشویق اور ترغیب نہیں دیتے اور ابھارتے نہیں ہو، آپ لوگوں کے درمیان اور معاشرے میں مسکین کو کھانا کھلانے کے بارے میں گفتگو نہیں ہوتی ، نہ کوئی شخص ماتحتوں اور محتاجوں کو کھلانے کی فکر میں ہے، کہ بھوکوں کی بھوک مٹانے کے بارے میں سوچے اور ایک دوسرے کو اس کے متعلق کوئی حل تلاش کرنے کی ترغیب دے ۔

وَ تَاۡکُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَکۡلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾	اور میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو (19)

عورتوں اور یتیموں میں سے ضعیفوں کو حق نہیں دیتے ، یعنی: وراثت کو سختی سے کھاتے ہو اس کے حلال یا حرام ہونے کی پرواہ نہیں کرتے ، یتیموں، بیواؤں اور عورتوں کے حقوق کو اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوف کھائے بغیر اپنے مال کے ساتھ ملا لیتے ہو۔

"التسہیل" میں ہے کہ: اپنی وراثت اور دوسرے کا مال اٹھا لیتے ہو، کیونکہ عرب عورت اور یتیم کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیتے تھے، بلکہ وراثت مردوں کے لیے خاص تھی (مختصر:638/3)

"التُّرَاثَ" میراث: وہ مال جو کسی کے مرنے کے بعد اس کے گھر والوں اور ورثاء کو ملتا ہے۔

وَّ تُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾	اور مال سے محبت کرتے ہو، بہت زیادہ محبت کرنا (20)

(دنیا کے مال و متاع کے ساتھ سخت محبت ہے) (دنیا کے مال و متاع پر دل

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہار بیٹھے ہو) اس کو حاصل کرنے کے لیے عمریں ضائع کرتے ہو، خطرات مول لیتے ہو، اور دور دراز سفروں کے لیے آمادہ ہوتے ہو، جی ہاں! آج کل کے بہت سے انسان درہم اور دینار کے بندے ہیں، مال سے پیار کرنا فطری ہے ، البتہ مذہب نے انسانوں کے لیے جائیداد سے محبت کرنے کی مقدار مقرر کی ہے، اس لیے ہمیں مال سے محبت کرنے کا حق اس حد تک ہے کہ وہ ہمارا خادم ہو نہ کہ ہمارے حق میں خائن، ہمارے لیے سواری ہو نہ کہ ہم پرسوار ہو، اگر یہ دولت انسان کو اپنی عبودیت یا غلامی میں لاتا ہے تو یہ بہت خطرناک ہے۔

مختصر یہ کہ تم لوگ اس دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کے لیے کوشش کرنے سے زیادہ آخرت کے لیے کوشش کرنا پسند ہے، اور وہ اس بات پر خوش نہیں ہے کہ دنیا کی دوستی اور اس کی لذتیں انسان پر غالب آجائیں اور انتہاء کو پہنچ جائیں۔

كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝٢١	ہر گز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی (21)

ہر گز ایسا نہیں ہے(جیساکہ تم گمان کرتے ہو) "إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ" جب زمین کو سختی سے کوٹا جائے گا بڑے زلزلہ اور شدید حرکت کے ساتھ، یہاں تک کہ زمین پر کوئی اونچی جگہ نہیں رہے گی، (زمین ہموار، صاف اور نشیب و فراز کے بغیر چٹیل میدان میں تبدیل جائے گی)

جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: (وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝٣ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۝٤) (انشقاق:2 تا3) ترجمہ: "اور اس پر لازم بھی یہی ہے اور جب زمین ہموار کردی جائے گی۔ اور جو کچھ اس میں ہے اسے نکال کر باہر ڈال دے گی اور (بالکل) خالی ہوجائے گی۔"

"كَلَّآ" روکنے اور منع کرنے کے معنی میں ہے، یعنی اے غافلو! بس کرو اور اس عمل سے باز رہو، قیامت کے دن اپنے سامنے بے چینی اور خوف ا ور ڈر پاؤ گے، وہ بھی اس وقت جب زمین حرکت کرنے اور ہلنے لگے گی۔

"دُكَّ"ٹوٹ جانا، کوٹنا اور کسی اونچی سطح کو ہموار کرکے برابر کرنا، یعنی: زمین یکے بعد دیگرے ایسی ہلائی جائے گی کہ اس پر بنی ہر عمارت ڈھے

(c) ketabton.com: The Digital Library

جائے گی، یہاں تک کہ پہاڑ اور ٹیلے ہموار صحرا میں تبدیل ہوجائیں گے، "دکاںؔ" بھی "دُکَّ"کے مادے سے ہے، کیونکہ وہ ہموار جگہ ہے۔

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالۡمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ۲۲	اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے (22)

"التسہیل" میں آیا ہے کہ: منذر بن سعید فرماتے ہیں: اُس موقع پر خالق خلائق کے سامنے ظاہر ہوں گے، اس آیت اور اس جیسی آیتوں پر ایمان لانا واجب ہے، بغیر اس کے کہ ہم اس کی کوئی کیفیت یا مثال بیان کریں۔

ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوقات قبر سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گی، حق اور انصاف کا فیصلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان آئیں گے، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بعد اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان فیصلے کے لیے آئیں گے، اور فرشتے منظم صفوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے، (صفوۃ التفاسیر)

وَجِایۡٓءَ یَوۡمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ یَوۡمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الۡاِنۡسَانُ وَاَنّٰی لَهُ الذِّكۡرٰی ؕ۲۳	اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں (23)

اس دن دوزخ کو سامنے حاضر کریں گے (تاکہ مجرمین دیکھیں)۔

جیسا کہ فرماتا ہے: (وَبُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ لِمَنۡ یَّرٰی ۳۶) (النازعات:36) حدیث شریف میں ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ: جہنم کو قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا اس حال میں کہ اس کے ستر ہزار زنجیر ہوں گے، اور ہر زنجیر کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے۔

"یَوۡمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الۡاِنۡسَانُ" اُس بے چینی والے دن اور انتہائی خوفناک حالات میں انسان اپنے عمل کو یاد کرے گا، وہ اپنی لاپرواہی اور نافرمانی اور ذیادتیوں پر نادم ہوگا اور دنیا میں واپس آنے کی آرزو اور توبہ کرنا چاہےگا، کیا اس وقت ہوش میں آنا اور پشیمان ہونا اس کو فائدہ پہنچائے گا؟ ۔

"وَاَنّٰی لَهُ الذِّكۡرٰی" اس دن متنبہ ہونا اسے کیا فائدہ پہنچائے گا، کیونکہ اس کا وقت گذرچکا ہے، نصیحت کرنے اور متنبہ ہونے سے اس کو اس وقت فائدہ ہوتا جب

(c) ketabton.com: The Digital Library

وہ موت کے آنے سے پہلے حق کو یاد رکھتا، اس لیے اس کو آخرت میں توبہ کوئی فائدہ نہیں دے گا، یہ ماضی کی تلافی کا وقت نہیں ہے، وہ وقت گذر چکا ہے، عمل کا وقت ختم ہوچکا ہے اور حساب کا وقت ہے، اور پھر وہ ندامت اور پشیمانی کے ساتھ کہے گا:

يَقُولُ يٰلَيۡتَنِيۡ قَدَّمۡتُ لِحَيَاتِيۡ ۝۲۴	کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجا ہوتا (24)

"قَدَّمۡتُ لِحَيَاتِيۡ" کاش میں اس فانی دنیا میں اس ابدی زندگی کے لیے بھلائی اور خیر کا کوئی عمل انجام دے دیتا، کیونکہ ابدی زندگی وہاں ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ: اگر کوئی شخص پیدائش سے موت تک ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصروف و مشغول رہے تو وہ بلاشبہ قیامت کے دن اپنے اس عمل کو بھی حقیر اور کم تر سمجھے گا، اور وہ چاہے گا کہ اپنے اجر و ثواب میں اضافہ کے لیے اس دنیا میں واپس لوٹ آئے۔

فَيَوۡمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ۝۲۵	پس اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں کرے گا (25)

جس دن ایسے حالات پیش آئیں گے اللہ تعالیٰ کافر کو ایسی سزا دے گا کہ اس جیسا عذاب کوئی نہیں دے گا، یعنی: قیامت کے دن خدا کا عذاب نافرمانوں پر ایسا سخت اور ہولناک ہوگا کہ اس کے سوا کوئی ایسی سزا پر قادر نہیں، کیونکہ حساب اور سزا کا مکمل اختیار اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے پاس ہے، اور اس کے اقتدار اور تسلط سے کوئی بھی باہر نہیں نکل سکتا۔

وَّلَا يُوۡثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ۝۲۶	اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا (26)

اور اس دن کوئی بھی اسے خدا جیسا نہیں باندھ سکے گا اور نہ زنجیروں میں جکڑ سکے گا، جی ہاں مجرم کی سزا ایسی ہی ہے، البتہ پاکیزہ اور مطمئنہ روح کا استقبال کیاجائےگا اور اس کی ایک الگ حیثیت ہوگی ۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۝۲۷	اے نفس مطمئن! (27)

کہ تو نے اللہ کے ذکر اور عبادت کی روشنی میں سکون پایا، اے وہ انسان جو اللہ کے فیصلے اور تقدیر پر یقین رکھتا تھا، خوشی اور ناخوشی میں، نعمتوں کے ہونے اور نہ ہونے کے وقت ، مالداری اور مفلسی کے وقت تو اطمینان

(c) ketabton.com: The Digital Library

رکھتا تھا، تمہیں کو کوئی شک اور تردید بھی نہیں ہوتا تھا، منحرف نہیں ہوتا، اپنے اوپر اطمینان تھا کہ راستے سے ادھر اُدھر نہیں بھٹکا، تم محفوظ ہو اور قیامت کے دن کی ہولناکی اور ڈر و خوف سے نہیں ڈرو گے۔

یہاں کلام کا خوبصورت اختتام ہے ہمیں یہ سمجھایا گیا ہے کہ: ہم کوشش کریں اس نفس مطمئنہ کو موت سے پہلے بطور ذخیرہ آخرت حاصل کریں، اور ہم یقیناً اس مقام تک پہنچ سکتے ہیں، ہم اگر چاہیں تو اسی ذہنی سکون اور اطمینان اور مرضیت یعنی پسندیدگی کو پہنچ سکتے ہیں۔

ارْجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝٢٨	اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جا، اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی (28)

یہ مطمئن روحوں کو خطاب ہے، وہ روحیں جو ایمان کے ساتھ آخری سکون تک پہنچ چکی ہیں، دنیا میں اپنے کردار وعمل سے اور آخرت میں نعمتوں سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی مستحق ہیں، اپنے رب کی طرف اور اس کے جلال و کرامت کی طرف لوٹ جاؤ، اس فریاد سننے والے رب اور حاکم کی طرف جس کی تم دنیا میں بندگی کرتے تھے۔

جب مؤمن آدمی کے جسم سے روح نکلتی ہے، تو پانی کا ایک قطرہ گرنے جتنا آسان ہوتا ہے، تو فرشتے اسے آرام دہ موت اور سکون والی جگہ کی بشارت دیتے ہیں۔

1 - تمہاری روح تمہاری جسم سے سکون اور راحت کے ساتھ نکل جاتی ہے۔
2 - تیرا ٹھکانا جنت میں ہوگا۔
3 - تو اللہ سے راضی ہے، اور اللہ تجھ سے راضی ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں: اس خطاب اور پکار کا ادراک موت کے وقت ہوتا ہے، جب مؤمنین کی موت کا وقت قریب آتاہے کہا جائے گا:

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝٢٩	پس میرے (خاص) بندوں میں شامل ہوجا (29)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور کامیاب گروہ میں شامل ہو جا، جو کہ ابدی اور لافانی نعمتوں کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی جنت میں ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝٣٠	اور میری جنت میں داخل ہوجا (30)

یعنی نیک اور صالح لوگوں کے ٹھکانے میں داخل ہوجا، (کہ میں نے ان کے لیے تیار کیا ہے)۔

نفس مطمئنہ:

نفس مطمئنہ: وہ مطمئن روح ہے جس کے پاس ہو وہ خدا کی طرف سے تحفظ محسوس کرتا ہے، اور اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتا ہے، وہ اللہ کے پاس لوٹتی ہے اور اس سے ملنے اور اس کے قریب ہونے کی اشتیاق میں رہتی ہے، ایسی روح ہے، جو اللہ کی بارگاہ میں مطیع اور فرمانبردار عاجزی انکساری والی ہے، دنیا کی فانی زندگی میں متقی اور پرہیزگار ہوتی ہے، فرشتے موت کے وقت ان مطمئن روحوں والوں سے کہتے ہیں: (يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي) ترجمہ:"اے سکون پانے والے انسان! (کہ ذکر الہٰی اور عبادت الہٰی کی روشنی میں تم نے سکون پایا ہے، اور اب تم یہاں اطاعت و عبادت کے بڑے ذخیرے کے ساتھ آرام کروگے۔"
اپنے رب کی طرف پلٹ جاؤ، اس حال میں کہ تو(دنیا میں اپنے اعمال سے اور آخرت میں نعمت سے خوش ہو اور (خدا بھی) تجھ سے راضی ہے، میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا (نیک اور بہترین لوگوں کے درمیان رہو) اور میری جنت میں داخل ہوجا، (اور خوش رہو)۔
اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ: (اے روح! اللہ عزو جل کے نزدیک، رحمت و ثواب الہٰی کی طرف پلٹ جا، تو اللہ اس سے راضی ہوجائے گا، اور اس روح کو موت کے قریب ہونے کے وقت خوشخبری سنا دی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے ہے اور بہت جلد جنت میں داخل ہوگی، فرشتوں کی یہ بشارت مؤمن انسان کو موت کے قریب ہونے اور قبر سے اٹھنے کے وقت دی جاتی ہے) (تفسیر ابن: ج 1 –ص: 511)

ابن عباس رضؓ نفس مطمئنہ کے معنی کےبارے میں فرماتے ہیں

(مطمئنہ یعنی:تصدیق شدہ) حضرت قتادہ (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: (مؤمن وہی ہے کہ اس کی روح اس چیز پر مطمئن ہو جس کا خدا نے وعدہ کیا ہے ، خدا کے ناموں کی معرفت اور پہچان کے ضمن میں اس روح کا مالک اس بات سے پوری طرح واقف ہوتاہے کہ موت کے بعد اوربرزخ کے واقعات اور ان کے بعدقیامت کی ہولناکی اور خوف کیا ہوتا ہے، گویا وہ ان کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے ، اور خدا تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر کو تسلیم کرتاہے اور اس سے مطمئن ہے اس سے راضی ہے، اور کسی بھی قسم کا شکوہ اور فریاد نہیں کرتا، اپنے ایمان میں کسی شک، تردید اور اضطراب سے دو چار نہیں ہوتا ،

(c) ketabton.com: The Digital Library

کسی چیز کے ہاتھ سے جانے پر نا امید نہیں ہوتا، اور جو کچھ اسے میسر ہوتا ہے اس پر شاد اور مسرور نہیں ہوتا، کیونکہ آنے والی مصیبت اس تک پہنچنے سے پہلے ہی مقدر میں لکھی ہوتی ہے۔
نفس مطمئنہ ایک بیدار نفس ہے، یہ بیداری سبب بن جاتی ہے کہ انسان اپنے اعمال کے عیوب اور کوتاہیوں کا مشاہدہ کرے، اور اپنے جرائم اور گناہوں سے دست بردار ہوجائے، اوریہ نفس اس کو بہت سارے حقوق اور واجبات پر ترغیب دیتی ہے، اور اس میں عاجزی لاتی ہے، انسان میں تواضع کی صفت اجاگر کرتی ہے، اور اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے نعمتوں کے مشاہدہ کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور اپنے گناہوں اور عیوب کے ظاہر ہونے پر شرمندہ کردیتی ہے، انسان اللہ کے سامنے تواضع اختیار کرکے جھک جاتا ہے، اسی طرح زمانے کی قدر و قیمت اور اہمیت کو سمجھ لیتا ہے کہ وہ اس کی خوش نصیبی کا سرمایہ ہے، پس ہر وہ چیز جو اسے اپنے پروردگار کے قریب نہیں کرتی اس سے بیزار ہوکر اسے دور کردیتا ہے۔
اس لیے اس روح کونابود کرنے اور ختم کرنے میں نقصان اورپچھتاواہےاور اس کو ترقی دینے اور بڑھانے میں فائدہ اور خوش نصیبی ہے، اور یہ اس بیداری کا اثر اور نتیجہ ہے، یہ نفس مطمئنہ کی پہلی منزل ہے جہاں سے انسان روزِجزا کی طرف پیشرفت کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتاہے۔

نفس مطمئنہ کی بعض خصوصیات

نفس مطمئنہ کی خصوصیات میں سے ایک خاصیت یہ ہے کہ یہ نفس غفلت سے جگانے والی، خدا کے ہاں گناہوں اور کوتاہیوں سے پاک کرنے والی ہے کہ ہمیں خدا تبارک و تعالیٰ کے ذکر ، کثرت توبہ اور مغفرت طلب کرنے اور اس کی طرف رجوع کرنے پر مطمئن کرتی ہے، اور یہ ہمیں خدا سے ملنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا مشتاق بناتی ہے،جبکہ فرشتے اسے خدا کی خوشنودی کی بشارت دیتے ہیں، علماء اور صلحائے امت اور دانشوروں نے نفس مطمئنہ کی خصوصیات مندرجہ ذیل بیان کی ہیں:

اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی قضا و قدر پر اطمینان

ہمارا عظیم رب نیک اور صالح انسانوں کی صفت اس طرح بیان کرتا ہے:"الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَآئِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ" (پرہیزگار وہی ہیں (موت کے وقت) جب فرشتے (روح قبض کرنے والے) ان کی جانیں نکالنے لگتے ہیں اور یہ (کفر و شرک سے) پاک اور (رب کے ساتھ اپنی کامیاب ملاقات سے)خوش ہوتے ہیں، (تو فرشتے ان سے) کہیں گے: سلامتی ہو تم پر! (اللہ کی حفاظت میں ہو آج کے بعد کبھی مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا نہیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہو گے) (اور کہتے ہیں) جو عمل تم کیا کرتے تھے اس کے بدلے میں جنت میں داخل ہوجاؤ (سورہ نحل:32)

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (لَذَاقَ طَعْمَ الإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالإِسْلاَمِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَسُولاً) ترجمہ:"اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر (دل سے) راضی ہوگیا۔"

اور جو شخص اذان سننے پر کہے:(رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالإِسْلاَمِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم رَسُولاً غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ)(رواہ مسلم) ترجمہ:"میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہوا تو اس کے گناہ معاف کردئیے جائیں گے۔"

خدا کے فیصلے پر اطمینان کامل مقبولیت کی علامت ہے اور صالحین کی صفات میں سے ایک صفت بھی، خدا تعالیٰ فرماتا ہے: (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ) (سورة البینہ:8) ترجمہ:"خدا ان سے خوش اور وہ اس سے خوش۔ یہ (صلہ) اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔"

اور جو شخص اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی سے بھر دے اس کی روح کو تکلیف، غم اور پریشانی سے آزاد کردیا جاتا ہے، اور وہ اپنی روح کو اپنی خواہشات اور شیطان کے وسوسوں کو غالب آنے نہیں دیتا، مسلمان کو یقینی طورپر (اللہ کی) رضا، خوشنودی ، آرام اور سکون حاصل ہوتاہے، اس ضمن میں حدیث میں ایک دعا ہے: (اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ نَفساً بِكَ مُطمَئِنَّةً وَتُؤمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرضىٰ بِقَضَائِكَ وَتَقنَعُ بِعَطَائِكَ) ترجمہ:" اے پروردگار! میں تجھ سے ایسے نفس کا سوال کرتا ہوں جو تجھ پر بھروسہ اور تجھ سے ملنے پر یقین رکھتا ہو تیرے فیصلے سے مطمئن اور تیری دی گئ نعمت اور عطا پر قناعت رکھتا ہو"

عاجزی اور خوف خدا

ایک متقی مسلمان ہمیشہ گناہوں اور محرمات کے ارتکاب سے ڈر اور خوف کے عالم میں زندگی گزارتا ہے، یہ اس کے ایمان کے مضبوط ہونے کی دلیل

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ)(آل عمران: 170) ترجمہ:" پس (چونکہ تم خدا پر یقین رکھتے ہو اس لیے بے خوف اور بہادر بنو) ان سے مت ڈرنا مجھ ہی سے ڈرتے رہنا"

اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کی صفت کچھ یوں بیان کرتا ہے:(إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ) (سورہ مؤمنون:57) ترجمہ: "جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے ہیں"

اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنا

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو امید کی صفت اور عادت کا حامل قرار دیتا ہے اور کہتا ہے:(أُوْلَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللهِ وَاللهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ) (سورہ بقرہ:218) ترجمہ:"وہی خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں اور خدا بخشنے والا(اور) رحمت کرنے والا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک دعاہے: (اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ) ترجمہ: "اے اللہ ! بے شک میں تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ میں آتاہوں اور تیری پکڑ سے تیری معافی کی پناہ میں اور تیرے عذاب سے تیرے ہی پناہ میں آتا ہوں، میں پوری طرح تیری تعریف کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، تو ایسا ہی ہے جیسے تو نے خود اپنی ثنا بیان کی ہے"

نفس بشری کا خدا کی رحمت سے امید رکھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ حقیقت میں نفس انسانی اپنے رب کی ہمیشہ محتاج ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ انسانی نفس خدا کی رحمت، کرم، فضل اور توفیق سے بے نیاز رہے، خدا کی رحمت کی امیدپر گناہ اور نافرمانی جائز نہیں ہے ، البتہ خداکی امید پر سستی اور کاہلی ہوسکتی ہے، جبکہ صحیح اور پسندیدہ امید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید نیک اعمال کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً) (سورہ کہف:110) ترجمہ: " تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہئیے کہ عمل نیک کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے"

(c) ketabton.com: The Digital Library

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (لَیسَ الإِیمَانُ بِالتَّمَنِّی وَلکِن مَا وَقَرَ بِالقَلبِ وَصَدَّقَهُ العَمَلُ) (متفق علیہ) ترجمہ:" ایمان خواہش یا من پسند تمناؤں کا نام نہیں، بلکہ ایمان تو ایک ایسی حقیقت کا نام ہے جو دل میں مضبوطی سے بیٹھ جائے اور بندے کے اعمال اس کی تصدیق کرتے رہیں"

پس اللہ کی رحمت کی امید صحیح عمل کرنے کے سوا اور کسی طرح درست نہیں ہے، توبہ، استغفار کی کثرت اور سیدھے راستے اور حقیقت کی طرف لوٹنا، نفس مطمئنہ والا انسان اپنی غلطیوں اور صغیرہ گناہوں کو بڑا سمجھ کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے، اس سے بخشش طلب کرکے اس کی پناہ میں آجاتا ہے اور اپنے کیے پر نادم ہوکر معافی مانگتا ہے اور نافرمانیوں کے ارتکاب کی طرف کبھی واپس نہ آنے کا فیصلہ کرتا ہے، اور اطاعت و عبادت میں اضافہ کرکےخدا کی بارگاہ میں اپنا سر جھکا تا ہے، توبہ کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے، خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو استغفار اور توبہ کا حکم دیتا ہے:(وَأَنِ اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعاً حَسَناً إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى) (سورہ ھود:3) ترجمہ: "اور یہ کہ اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو وہ تم کو ایک وقت مقرر تک متاع نیک سے بہرہ مند کرے گا"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ توبہ سچی، حقیقی اور خالص اس اللہ کے لیے ہونی چاہئیے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحاً عَسَى رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ) (سورہ تحریم:8) ترجمہ: "مؤمنو! خدا کے آگے صاف دل سے توبہ کرو۔ امید ہے کہ وہ تم سےتمہارے گناہ دور کردے گا اور تم کو بہشت کے باغوں میں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔ اس دن خدا پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا (بلکہ) ان کا نور ایمان ان کے آگے اور داہنی طرف (روشنی کرتا ہوا) چل رہا ہوگا۔ اور وہ خدا سے التجا کرینگے کہ اے پروردگار ہمارا نور ہمارے لیے پورا کر اور ہمیں معاف فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور فرماتا ہے: (إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ) (سورہ بقرہ:222) ترجمہ:"کچھ شک نہیں کہ خدا توبہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

توبہ بھی خدا کے رسول کی وصیتوں میں سے ہے فرماتے ہیں: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوبُوا إِلَى اللَّهِ فَوَ اللَّهِ إِنِّي لَأَتُوبُ فِي الْيَوْمِ إِلَيْهِ أَكْثَرَ مِن سَبعِينَ مَرَّةٍ) (رواہ مسلم و بخاری) ترجمہ: "اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرلو، اللہ کی قسم میں دن میں ستر بار اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں"

اور نیز فرماتے ہیں: (لَلَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ فِي أَرْضٍ دَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ فَطَلَبَهَا حَتَّى أَدْرَكَهُ الْعَطَشُ ثُمَّ قَالَ أَرْجِعُ إِلَى مَكَانِيَ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ فَأَنَامُ حَتَّى أَمُوتَ فَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى سَاعِدِهِ لِيَمُوتَ فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهُ رَاحِلَتُهُ وَعَلَيْهَا زَادُهُ وَطَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَاللَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هَذَا بِرَاحِلَتِهِ) (رواه البخاري و مسلم) ترجمہ:یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کی توبہ پر اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو مہلک ویرانے میں ہو، اس کے ساتھ اس کی سواری ہو جس پر اس کے کھانے، پینے کی چیزیں ہوں اور پھر وہ سوجائے، بیدار ہوکر دیکھے تو اس کی سواری غائب ہو، پھر اسے تلاش کرتے کرتے پیاس لگ جائے۔ آخر کار (دل میں) کہے کہ اس جگہ جاکر سوجاتا ہوں حتی کہ میری موت واقع ہوجائے۔ پھر وہ مرنے کے لیے کلائی پر سر رکھ کر لیٹ جائے جب بیدار ہوتا ہے تو اچانک دیکھتا ہے کہ اس کی سواری اس کے سامنے موجود ہے جس پر اس کا زادِ راہ، طعام و مشروب لدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس آدمی سے بڑھ کر خوش ہوتا ہے جو (گم ہونے کے بعد) اپنی سواری کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

انسانی روح کی اقسام

خدا تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ نفس تین قسم کی ہے:

1 - نفس امّارہ بالسوء
2 - نفس لوّامہ
3 - نفس مطمئنہ

(إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلاَّ مَا رَحِمَ رَبِّي) (سورہ یوسف:53) ترجمہ:"کیونکہ نفس (سرکش فطرتاً خواہشات کی طرف راغب کرتا ہے، اور برائیوں کو مزین کردیتا ہے اور لوگوں کو) برائیوں کی طرف بلاتا ہے مگر وہ آدمی جس پر

(c) ketabton.com: The Digital Library

میرا رب رحم فرمائے (اور اسے اپنے حمایت کے پہلو میں محفوظ و مامون رکھے) "

(وَلَآ أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ) (سورۃ القیامہ:2) ترجمہ: "قسم ہےملامت کرنے والے نفس کی"

کہ مرنے کے بعد اٹھائے جائیں گے، اور قیامت حق ہے، (ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِي فِي عِبَادِي. وَادْخُلِي جَنَّتِي) (الفجر: 28 – 30) ترجمہ:"اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ہے پس میرے (خاص) بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا"

البتہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر انسان کے بیک وقت تین نفس ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں صفات اور حالات ممکن ہے شرائط کے اعتبار سے کسی کے ساتھ وابستہ ہوجائیں، مثال کے طور پر جب بھی نفس کی خواہشات انسان پر غالب آجائیں اور نفس گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو نفس امارہ بن جاتا ہے، اگر گناہ کے بعد توبہ کرلے اور پشیمان ہوجائے تو نفس لوّامہ بن جاتا ہے کیونکہ انسان کو گناہ کے انجام پر ملامت کرتا ہے، اور گناہوں کے ارتکاب اور نیک اعمال کے بارے میں شک کرتا ہے۔

لیکن نفس مطمئنہ اس صورت میں ہے کہ خیر کی محبت، نیکیوں کی طرف میلان، شر اور برائیوں سے دوری کا بدیہی ملکہ اور اچھے اخلاق میں بدل گیا ہو۔

شرح عقیدہ طحاویہ کے شارح نفوس کی انواع و اقسام بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: در حقیقت یہ نفوس ایک انسان کے لیے پیش آتے ہیں، یعنی انسانی نفس کے تین حالات ہیں، پہلے تو انسان کو گناہ انجام دینے کا حکم دیتا ہے نفس امارہ بن جاتا ہے پھر اگر ایمان آجائے تو نفس لوّامہ بن جاتا ہے، اور گناہ کرنے کے بعد انسان کو سزا دیتا ہے اور سرزنش کرتا ہے، اگر ایمان مضبوط ہوجائے تو نفس مطمئنہ میں تبدیل ہوجاتاہے۔ (شرح طحاویہ:445)

کیا نفس مرتا ہے؟

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: بغیر کسی تردید کے ارواح مخلوق ہیں، ان پر بھی عدم اور فنا آتے ہیں، لیکن ان کی موت جسم سے جدا ہونے کی صورت میں ہے، دوسری صور پھونکنے سے ارواح جسموں میں واپس آجائیں گی۔(مجموع فتاوی:4/۲۷۹)

(c) ketabton.com: The Digital Library

شرح طحاویہ کے شارح اس مسئلے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: روح مرتی ہے یا نہیں اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ارواح مرتی ہیں، کیونکہ وہ نفوس ہیں، اور ہر نفس کو ضرور مرنا ہے اگر فرشتے موت سے نجات نہ پاتے، تو روح کوبھی ہر گز نجات نہیں ملے گی، دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ارواح نہیں مریں گی، کیونکہ روحیں ہمیشہ رہنے کے لیے پیدا ہوئی ہیں، جبکہ جسم اور بدن موت اور نابود ہونے کے لیےہیں، اس اصول کی بنا پر کہتے ہیں: وہ احادیث جو ارواح کو انعام دینے یا عذاب دینے پر دلالت کرتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ روحیں ختم نہیں ہوتیں، اس بارے میں صحیح نظریہ یہ ہے کہ: روحوں اور نفوس کا مرنا، یعنی جسم سے ان کا الگ ہوجانا، اگر ارواح اور نفوس کے مرنے سے مراد صرف یہی ہے جسم سے جدا ہونا ہو تو یہ موت کا ذائقہ چھکیں گی، اور "کل نفس ذائقة الموت" ان کے بارے میں محقق ہے، لیکن اگر ارواح کے مرنے سے ان کا فنا یا معدوم ہونا مراد ہو کلی طور پر تو یہ درست نہیں ہے، کیونکہ روح کو جنت یا جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے، نعمت یا عذاب سے متاثر ہوگی جیسا کہ رب تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:(لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝٥٦) (سورہ الدخان:56) ترجمہ: "(اور) پہلی دفعہ کے مرنے کے سوا (کہ مرچکے تھے) موت کا مزہ نہیں چھکیں گے۔ اور خدا ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا"

اس موت سے مراد وہی روح کی مفارقت اور الگ ہونا جسم یا بدن سے ہے، (شرح طحاویہ:446)

نفس اور شیطان میں کیا فرق ہے؟

ہم کیسے جان لیں کہ ہمیں گناہوں پر نفس آمادہ کرتا ہے یا شیطان؟

انسانی نفس تین قسموں پر مشتمل ہے:

1 - نفس امارہ بالسوء؛ کہ اسے بُرائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے اور بھلائی سے دور کرتا ہے، گناہ اور معصیت میں مبتلا کرتا ہے۔
2 - نفس لوّامہ؛ جب بھی کوئی انسان کوئی غلط کام کرنا چاہتا ہے، یا گناہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، تو ملامت کرنے والی روح یا نفس اس کو ملامت کرتی ہے تاکہ وہ پلٹ جائے اور توبہ کرے اور درست سمت کی طرف قدم اٹھا لے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

3 - نفس مطمئنہ؛ کہ نفس لوامہ سے اوپر ہے، اور یہ انسان کو سکون کی حالت میں لے آتا ہے اس طرح کہ وہ ایمان اور عبادت کی مٹھاس کو سمجھتا اور لطف اندوز ہوتا ہے، جب بھی گناہ کی سوچ یا اس کو انجام دینے کا ارادہ ہونے لگتا تو نفس لوامہ اس کو سرزنش اور تنبیہ کرے گا تاکہ وہ کام نہ کرے، پس وہ رو کر اور پشیمان ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا، اور حق تعالیٰ سے بخشش طلب کرے گا۔

خلاصہ اس شخص کی کوئی نیکی نہیں جو ہمیشہ تا آخر وقت نفس امارہ کے تابع ہو، جب اس کے پاس پلٹنے اور پشیمان ہونے کا موقع ہی نہیں رہے اور یہ واضح نقصان ہے۔

انسانی طبیعت کسی پابندی کو قبول نہیں کرتی، اس کا نفس چاہتا ہے کہ تمام پابندیوں سے آزاد رہے، (وَمَآ أُبَرِّئُ نَفۡسِيٓۚ۝ إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓۚ۝ إِنَّ رَبِّي غَفُورٞ رَّحِيمٞ ۝٥٣) (سورہ یوسف:53) ترجمہ:"اور میں اپنی تیئں پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ (انسان) کو برائی ہی سکھاتا رہتا ہے۔ مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے بیشک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔"

یہ نفس اپنے مالک کو جو کچھ اس کا دل چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور اسے گناہ اور معصیت کی طرف لے جاتا ہے اور بندگی کے راستے سے ہٹاتا ہے، اس کے لیے گناہ اور معصیت کے تمام اسباب حیرت انگیز اور دلچسپ ہیں، اور اس کے دل میں فسق و فجور کی قوتیں بڑھ رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کے کلام میں غور و فکر کریں:"لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ" مبالغہ کے ساتھ کہا گیا ہے۔

خدا نے نہیں فرمایا: "آمرۃبالسوء" یہ نفس کی برائیوں پر کثرت حکم کی وجہ سے ہے، نفس امارہ بہت زیادہ برائیوں کی ترغیب دیتا ہے اور اکثر دیتا ہے، بُرے کاموں کو انجام دینے کے لیے، اس نفس کی نہ تھکنے والی خصلت کی وجہ سے ہے، جب تک کہ اس کا مالک اس ٹوٹی ہوئی لگام کو مضبوطی سے پکڑےنہ رکھے، لیکن جو نفس برائیوں اور گناہوں کا حکم دیتا ہے وہ شیطان سے الگ ہے شیطان انسان کا ساتھی ہے جو اسے گناہ کی دعوت دیتا ہے، لیکن برائی کا حکم دینا انسانی نفس کا شیوہ ہے، کیونکہ نفس خواہشات کی طرف مائل ہوتا ہے اور خواہشات کا اس پر طبعی اثر ہوتا ہے، اور اس کے رحجان کو اس سے روکنا مشکل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کیا کہتے

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہیں اس دوست کے بارے میں جو آپ کے ساتھ ہے، وہ دوست کہ اگر آپ اس کی تعظیم کرتے ہیں ، اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی پردہ پوشی کرتے ہیں تو آپ کو بدترین انجام کی طرف لے جائے گا اور اگر تم اسے تابع کرو گے اور اسے پیاسا اور بھوکا رکھو گے تو وہ تمہیں بہترین انجام کی طرف لے جائے گا؟

صحابہ ؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسا دوست زمین کا سب سے بُرا دوست ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اس خدا کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے، یہ دوست تمہاری جان ہے جو تمہارے اطراف میں ہے، (انوارالفرقان)

تاہم اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ انسان کا برائیوں کی طرف میلان شیطان کی طرف سے ہے یا نفس امارہ کی وجہ سے، اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات اور دوسروں کی خواہشات کے آگے نہ جھکے۔

لیکن رمضان کے مہینے میں شیاطین جو زنجیروں میں جھکڑے ہوتے ہیں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو چیز اس مہینے میں لوگوں سے گناہ کروانے کا باعث بنتی ہے وہ وہی نفس امارہ ہے، حقیقت میں نفس امارہ بالسوء ہر انسان کے اندر ایک خواہش اور رحجان ہے جو بُری چیزوں کو پسند کرتی ہے، اور شیطان اس نفس کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے، اور انسانوں میں ان صلاحیتوں کو ابھارتا اور پرورش دیتا ہے تاکہ وہ انسانوں کو آسانی سے اپنے جال میں پھنسا سکے۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)
سورة البلد

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس کی 20 آیتیں ہیں

وجه تسمیه:

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں بلد حرام (مکہ مکرمہ) کی قسم کھائی ہے، اس وجہ سے اس سورت کو "سورۃ البلد" کے نام سے موسوم کیا گیا، یہ سورت سورہ "ق" کے بعد نازل ہوئی ہے۔

سورۃ البلد کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

اس سورہ کا نام سورۃ البلد ہے جو کہ سورت کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے، یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کا ایک (1) رکوع، بیس (20) آیتیں، بیاسی (82) الفاظ، تین سو سینتالیس (347) حروف اور ایک سو اڑسٹھ (168) نقطے ہیں۔

(یادر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورۃ البلد کا سورۃ الفجر سے ربط و مناسبت

الف: سورۂ فجر میں دوستوں اور ورثاء کی جائیدادوں کو غصب کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے، کیونکہ یہ لوگ غریبوں اور مسکینوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور کسی کو مدد پہنچانے کی ترغیب اور تشویق نہیں کرتے، سورہ بلد میں غلاموں کو آزاد کرنے، قحط اور خشک سالی میں کھانا کھلانے اور یتیموں کی مدد کرنے جیسی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔

ب: سورۂ فجر کے آخر میں نفس مطمئنہ کا ذکر ہوا، سورۂ بلد میں بھی اطمینان اور بھروسہ کرنےکی ترغیب اور مایوسی، کفر اور خدا کی نافرمانی سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

سورۃ "البلد" سے اخذ کردہ نکات

قابل ذکر بات یہ ہے کہ:

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس سورت میں ایک بہت ہی معنی خیز موضوع کو چند مختصر جملوں میں سمویا گیا ہے، جس سے قرآن کے اختصار کا کمال ثابت ہوتا ہے، کہ ایک مکمل عالمی نظریہ جسے کسی بڑی کتاب میں سمیٹنا مشکل ہے کو مختصر سطروں میں مؤثر طریقے سے بیان کیا گیا ہے، اس کا موضوع دنیا میں انسان کے صحیح مقام اور انسان کے لیے دنیا کے صحیح مقام کو سمجھنا ہے، اور یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے سعادت اور بدبختی کے دونوں راستے کھلے رکھے ہیں، اس نے اسے دونوں راستوں کو دیکھنے اور ان پر چلنے کے ذرائع بھی فراہم کردیے ہیں، اور اب یہ انسان کی اپنی کوشش اور محنت پر منحصر ہے کہ وہ سعادت کی راہ پر گامزن ہوکر اچھے انجام کو پہنچتا ہےیا بد بختی اور شقاوت کا راستہ اختیار کرکے بُرے انجام میں مبتلا ہوتاہے ۔

اس سورہ مبارکہ میں بیان ہوتا ہے کہ: انسان رنج، مشقت اور سختیوں میں پیدا ہوا ہے، اسے ساری زندگی مشقتیں برداشت کرنی چاہیے، پس کیا ہی بہتر ہے کہ دنیا کی سختیوں کے بوجھ تلے دب جائے تاکہ آخرت تک آسانی سے پہنچ سکے، ورنہ اس کی آخرت بھی اس کی دنیا کی طرح سختیوں سے بھری ہوگی۔

یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل خدا کی طرف سے امتحان ہے، اس آزمائش سے صبر و تحمل کے ساتھ نکلنا چاہیے، مسائل کے ظاہر کو نہ دیکھیں، اپنی زندگی کے واقعات کے معنوی نتائج اور آخروی زندگی کے اثرات پر بھی توجہ دیں، زندگی ہمیشہ مصائب اور پریشانیوں سے بھری ہوئی ہے، اور بنیادی طور پر زندگی میں مسائل اللہ کی طرف سے امتحان کی ایک قسم ہے، خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: (وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝١٥٥)(سورہ بقرہ:155)

ترجمہ:"اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو"

(الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝٢)(سورۃ الملک:2)

ترجمہ:"اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے"

اہل سیر لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے دوسروں کی بہ نسبت سب سے زیادہ مشکلات کا سامنا کیا، قرآن کریم میں اللہ فرماتاہے: "إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا" اگر ہم آیت کریمہ میں گہری نظر سے توجہ کریں ہم اسے واضح طور پر سمجھ

(c) ketabton.com: The Digital Library

جائیں گے: کہ آیت شریفہ میں سختیوں کو برداشت کرنے اور آسانی کے حصول کے درمیان ایک تعلق اور باہم ربط ہے، یعنی ایسا نہیں ہے کہ کوئی شخص مشکل کے بعد اتفاقاً آسانی حاصل کرے، لہٰذا "عسر اور یسر" کے درمیان تعلق کے لیے ایسے لفظ کا استعمال کیا جائے جس میں یہ معنی موجود ہو، اور وہ لفظ (مع) ہے۔

لفظ (مع) کے استعمال کے لیے مفسرین کے جانب سے متعدد تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱):لفظ "مع" کے ساتھ ایک آیت ذکر کرنے کا یہ ہےکہ ہم انسانوں کو یہ جسے بھولنا نہیں چاہیے کہ آسانی اور تکلیف ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، مشکل لمحات کو برداشت کرنے سے آسانی آہستہ آہستہ حاصل کی جاتی ہے۔

(۲): لفظ "مع" کے استعمال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آسانی مشکل کے قریب ہے، اس طرح بیان کرنے سے سکون ملتا ہے اور حوصلے کو تقویت ملتی ہے۔

بہ ہر حال اس بنا پر کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ملی ہوئی اور ہر صعوبت کے ساتھ سہولت ہے، یہ دونوں ہمیشہ ساتھ ساتھ رہے ہیں اور ساتھ رہیں گے، (بعد) کا لفظ استعمال کرنے سے یہ لطیف معنی نہیں بنتا (چنانچہ لفظ مع کا جو لوگ ترجمہ بعد کا کرتے ہیں وہ اس لفظ کے استعمال کی لطافت سے لا علم ہیں ۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے فرماتے ہیں: پس (جان لیں) کہ یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

جس نبی کو مکہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ظاہرہے کہ خدا کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ مدینے میں اس کے لیے آسانیاں ہوں گی یا جن مشکلات اور سختیوں کے ساتھ وہ دنیا میں ہیں، جنت میں ان کے لیے آسانی ہوگی، البتہ آیات کے مفہوم کی وسعت تمام مسائل کو شامل ہے، یعنی یہ دونوں آیات اس طرح پیش کی گئی ہیں کہ یہ نہ رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں اور نہ آپ کے زمانے کے ساتھ، بلکہ اسے ایک کلی قاعدے کے طور پر اور پچھلے موضوعات کی وضاحت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اور وہ تمام دیانتدار، مخلص اور محنتی لوگوں سے وعدہ کرتا ہے کہ مشکلات کے ساتھ ساتھ ہمیشہ آسانیاں بھی ہوتی ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃالبلد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَاۤ اُقۡسِمُ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ ؕ﴿۴﴾
اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡہِ اَحَدٌ ۘ﴿۵﴾ یَقُوۡلُ اَہۡلَکۡتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ﴿۶﴾ اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ عَیۡنَیۡنِ ۙ﴿۸﴾ وَ لِسَانًا
وَّ شَفَتَیۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَ ہَدَیۡنٰہُ النَّجۡدَیۡنِ ﴿ۚ۱۰﴾ فَلَا اقۡتَحَمَ الۡعَقَبَۃَ ﴿۫ۖ۱۱﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡعَقَبَۃُ ﴿ؕ۱۲﴾ فَکُّ رَقَبَۃٍ ﴿ۙ۱۳﴾ اَوۡ
اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَۃٍ ﴿ۙ۱۴﴾ یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَۃٍ ﴿ۙ۱۵﴾ اَوۡ مِسۡکِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَۃٍ ﴿ؕ۱۶﴾ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ ﴿ؕ۱۷﴾ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَۃِ ﴿ؕ۱۸﴾ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا ہُمۡ اَصۡحٰبُ
الۡمَشۡـَٔمَۃِ ﴿ؕ۱۹﴾ عَلَیۡہِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَۃٌ ﴿۲۰﴾

سورت کا مختصر ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مھربان نھایت رحم والاھے
لَاۤ اُقۡسِمُ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۱﴾	میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں!(1)
وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ۙ﴿۲﴾	اور تو رہنے والا ہے اس شہر میں (2)
وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾	اور قسم ہے باپ (یعنی آدم) اور اس کے اولاد کی (3)
لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ ؕ﴿۴﴾	یقیناً ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے (4)
اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡہِ اَحَدٌ ۘ﴿۵﴾	کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کبھی کوئی قادر نہیں ہوگا؟ (5)
یَقُوۡلُ اَہۡلَکۡتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ﴿۶﴾	کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال برباد کیا (6)
اَیَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ یَرَہٗۤ اَحَدٌ ؕ﴿۷﴾	کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا؟ (7)
اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّہٗ عَیۡنَیۡنِ ۙ﴿۸﴾	کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں (8)
وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیۡنِ ۙ﴿۹﴾	اور زبان اور دو ہونٹ (نہیں دئیے) (9)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۝۱۰	اور ہم نے اسے دو واضح راستے (خیر اور شر) دکھا دیے (10)
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ۝۱۱	پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ (قدم رکھا) گھسا (11)
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ۝۱۲	اور تمہیں کیا پتہ کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ (12)
فَكُّ رَقَبَةٍ۝۱۳	کسی گردن کو (غلامی سے) آزاد کرنا ہے (13)
اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ۝۱۴	یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا (14)
يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ۝۱۵	کسی قرابت والے یتیم کو (15)
اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ۝۱۶	یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو (۱٦)
ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ۝۱۷	پھر ہوئے وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی (۱۷)
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ۝۱۸	یہی لوگ صاحب سعادت ہیں (۱۸)
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ۝۱۹	اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا وہ بدبخت ہیں (۱۹)
عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ۝۲۰	ان پر (ہر طرف سے) آگ بند کی جائے گی (۲۰)

مختصر تفسیر

مبارک آیات (1 تا 7) میں انسان کے مصائب و مشکلات کے ساتھ جڑے رہنے کی بات کی گئی ہے اور ساتھ ہی، طاقت اور دولت کے ذریعے اس کے بہکانے جائے جانےکے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔

جانناچاہیے کہ: سورہ مبارکہ کی ابتداءقسم سے ہوتی ہے، اور اس کے بعدانسان کے نظام توالد اور تناسل کی طرف اشارہ کرکے اس دنیا کی زندگی کو محنت اور مشقت سے متعارف کراتی ہے، پھر وہ غافل اور متکبر لوگوں کو قابل سرزنش ٹھہراتی ہے، اللہ تعالیٰ کی قیمتی نعمتوں کی نشاندہی کرتی ہے جو انسان

(c) ketabton.com: The Digital Library

کو عطا کی گئی ہیں، اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مستحقین کا خیال رکھا جائے اور یتیموں کی مدد کی جائے۔

بلاشبہ نعمتوں کے معاملے میں لوگ دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں، شکر گزار گروہ کا انجام خوشگوار اور مبارک ہوگا جبکہ ناشکرے گروہ کا انجام عبرتناک اور سخت ہوگا۔

لَآ أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ ۝	میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں!(1)

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر یعنی: حرمت والے شہر مکہ مکرمہ کی، وہ شہر جو حرم الٰہی ہے ، اورنزول وحی کا مقام، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور مناسک حج کی جگہ ہے، وہ جو بیت العتیق (جسے قبلہ بناکرشرق اور غرب کا)معزز ترین اور بابرکت مقام بنادیا گیا ہے، اسے رحمتوں اور برکتوں کے نزول کی جگہ قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ سورت کے شروع میں مکہ شہر کی قسم کھاتا ہے،یہ اس سرزمین کے شرف اور احترام کی خاطر، کہ اللہ تعالیٰ کا گھر اس میں واقع ہے اور اللہ کا سب سے محبوب ترین مقام ہے، اس مکان کی فضیلت اور برتری سب پر واضح ہے، اس مقام اور خانہ کعبہ میں دعا رد نہیں کی جاتی بلکہ قبول ہوجاتی ہے، اُس صورت میں کہ دعا کرنے والا اپنی دعا کی قبولیت پر یقین رکھتا ہو۔

اس آیت میں حروف "لا" زائد ہے، بعض محاورات میں عرب کے نزدیک حرف زائد "لا" لانا معمول ہے۔

صحیح ترین قول یہ ہے کہ حرف "لا" مخاطب کے خیال باطل کو رد کرنے کے لیے ہے، قسم کے شروع میں لایا جاتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ جیسا کہ تم سوچتے آئے ہو ایسا نہیں ہے، بلکہ ہم قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ: اس کی حقیقت وہ ہے جو ہم بیان کررہے ہیں، جیسا کہ ہم نے کہا: "البلد" سے مراد مکہ شہر ہے، اسی طرح سورہ "والتین" میں بھی شہر کی قسم کھائی گئی ہے، اس صفت کے ساتھ اسے امین کہاگیا: (وهذا البلد الامين) شہر مکہ کی قسم کھانا دوسرے شہروں کی بہ نسبت اس کے شرف اور فضیلت کا اظہار اور اعلان کرنا ہے۔

التسهیل میں ہے کہ: اکثر مفسرین کا اتفاق رائے ہے کہ "بلد" سے مراد شہر مکہ ہے، اس کی قسم کھائی ہے تاکہ اس کی عزت پر دلالت کرے-(التسهيل:199/4)

(c) ketabton.com: The Digital Library

حضرت عبد اللہ بن عدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے وقت شہر مکہ سے خطاب کرکے فرمایا: اللہ کی قسم! تو اللہ کے نزدیک تمام زمین سے زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہے، اگر مجھ پر یہاں سے نکلنے کا دباؤ نہ ہوتا، تو میں تیری زمین سے باہر نہ جاتا (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

ملاحظہ :

قرآن عظیم میں جملہ "لَآ أُقۡسِمُ" تین بار مستعمل ہوا ہے، مفسرین نے اس کے دو مفہوم اور معنی بیان کیے ہیں، کچھ مفسرین حرف "لا" کو زائد سمجھتے ہیں اور اس کا معنی (قسم کھاتا ہوں) کرتے ہیں اور کچھ نے اسے (قسم نہیں کھاتا ہوں) ترجمہ کیا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ مسئلہ اس قدر واضح اور روشن ہے کہ قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

وَأَنتَ حِلُّۢ بِهَٰذَا ٱلۡبَلَدِ ۝٢	اور تو رہنے والا ہے اس شہر میں (2)

لفظ "حِلُّۢ" میں دو معنی کا احتمال ہے: ایک یہ کہ حلول سے مشتق ہو، کہ متبادل، رہائش اختیار کرنا، اور اترنے جیسے معنی میں آتا ہے، تو اس کے مطابق "حِلُّۢ"کا معنی اترنے کا ہے اور سکونت اختیار کرنے کا معنی بھی آتا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شہر مکہ خود محترم اور مقدس ہے، خصوصاً جب آپ اس میں رہائش رکھتے ہوں، پس مکین کی فضیلت سے مکان کی فضیلت میں اضافہ ہوتا ہے، اس بناء پر شہر کی عظمت اور تقدس آپ کی سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے دوگنا اور دوبالا ہوجاتا ہے، اور دوسرا امکان یہ ہے کہ لفظ "حِلُّۢ" مصدر "حلت" سے مشتق ہو، جوکہ حلال ہونے کے معنی میں ہے، اس لحاظ سے لفظ "حِلُّۢ" کے دو معنی ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ کفار مکہ نے آپ کے قتل کو حلال قرار دیا ہے اور وہ آپ کو قتل کرنے کے درپے ہیں، حالانکہ وہ خود مکہ شہر میں کسی بھی قسم کے شکار کو جائز نہیں سمجھتے ، لیکن ان کا ظلم اور سرکشی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ جس مقدس مقام پر کسی جانور کا قتل جائز نہیں ہے جوکہ ان کا بھی عقیدہ اور ماننا ہے، اُس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون گرانے کا حلال قرار دیا ہے۔

"حِلُّۢ" کا دوسرا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ: آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ حرم میں کفار مکہ سےلڑنا آپ کے لیے حلال ہوگا، جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ

(c) ketabton.com: The Digital Library

صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ایک دن کے لیے حرمت کے احکام اٹھا لیے گئے، اور کفار کا قتل حلال قرار پاگیا۔

خلاصہ تفسیر میں یہی تیسرے معنی کو مدنظر رکھا گیا ہے، لیکن تفسیر "مظہری" میں تینوں احتمالات کا ذکر کیا گیا ہے، اور تینوں معنی کی گنجائش ہے ۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝٣	اور قسم ہے باپ (یعنی آدم) اور اس کے اولاد کی (3)

آدم سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہے تمام بنی آدم کے باپ ہیں اور "مَا وَلَدَ" سے مراد اس کی اولاد ہے، جو ابتدائی پیدائش سے قیامت تک ہیں، اس صورت میں حضرت آدم اور تمام بنی نوع انسان کی قسم کھائی گئی۔

مجاہد نے کہا: "وَالِدٍ" یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور "مَا وَلَدَ" اس کی نیک اولاد ہیں۔

ابن کثیر نے کہا: مجاہد اور اس کے دوستوں کی رائے اچھی اور پختہ ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اُم القری کی قسم کھائی، جوکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سکونت کی جگہ ہے، پھر اس کے باشندے آدم اور ان کے بیٹے کی قسم کھائی۔ (مختصر:630/3)

خازن نے کہا: خدا نے مکہ کی عزت اور شرف کی قسم کھائی ہے، اور آدم، اور دیگرپیغمبروں اور ان کی نیک اولاد کی قسم کھائی ہے، کیونکہ کافر۔ اگر چہ وہ آدم کی نسل سے ہے۔ کی کوئی عزت نہیں ہے (خازن:248/4)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي كَبَدٍ ۝٤	یقیناً ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے (4)

كَبَدٍ:کبد یا کباد کا معنی درد اور سختی کے ہے، جب کہا جاتا ہے کہ: "كَبَدَ رَجُلٌ" یعنی اس آدمی کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، یعنی: ان متذکرہ چیزوں کی قسم: کہ انسان مسلسل دنیا کی تکلیف اور مشقتوں میں ہے اور اس کی سختیوں کو برداشت کرتا ہے، انسان کی تخلیق کے آغاز سے ، یعنی اس کے جسم میں روح پھونکنے سے لے کر جب تک وہ اس سے لی نہیں جاتی، وہ ہر طرح کی سختیوں کو مسلسل برداشت کرتا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ابن عباس ؓ نے فرمایا: "فِيْ كَبَدٍ" یعنی: مشقت اور سختی، حمل، ولادت، بچپن اور دودھ چھڑانے سے لے کر زندگی کے دیگر مراحل زندگی اور موت تک مشکل میں ہے، (خازن:248/4)

کہنے لگے: اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی مخلوق نہیں بنائی کہ انسان جتنی تکلیف اور مشقت اٹھائے، باوجود اس کے کہ انسان سب سے کمزور مخلوق ہے، (خازن:248/4)

ابو سعود فرماتے ہیں: یہ مبارک آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی طرف سے پیش آنے والی مشکلات پر تسلی دیتی ہے، اور ان مشکلات کو برداشت کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ انسانی طبیعت کی خبر دیتا ہے، وہ انسان جو خدا کی قدرت کا انکار اور حشر و نشر کو جھٹلاتا ہے۔

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۘ﴿٥﴾	کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کبھی کوئی قادر نہیں ہوگا؟ (5)

کیا انسان گمان کرتا ہے کہ کوئی بھی اس سے انتقام نہیں لے سکتا کہ اس پر غالب ہو؟ وہ اس مال پر جو اپنی نفسانی خواہشات پر خرچ کرتا ہے فخر کرتا ہے، یہ جہالت ، غرور اور خود غرضی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر غالب آئے گا، اور اس سے انتقام لے گا۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت: "ابی الاشد بن کلدۃ" کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جو اپنی جسمانی طاقت پر بہت فخر کرتا تھا، کہتے ہیں کہ: وہ ایک کھال کو بچھا کر اس پر پاؤں رکھتا اور کہتا کہ: جو بھی اسے میرے پاؤں کے نیچے سے گھسیٹ لے یا مجھے اس پر سے ہٹا لے تو میں اسے اتنی رقم دوں گا، دس بندے کھال کو کھینچتے تھے چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا لیکن اس کا پاؤں اس سے نہیں ہلتا تھا۔

آیت کا معنی اس طرح ہے: کیا یہ سرکش، نافرمان اور مؤمنوں کو ذلیل کرنے والے سمجھتے ہیں کہ ان سے انتقام لینے کی طاقت کسی میں نہیں ہے؟

يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ؕ﴿٦﴾	کہتا ہے کہ میں نے بہت سا مال برباد کیا (6)

یہ کافر کہتا ہے: میں نے ڈھیر سارا مال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں خرچ کیاہے، یعنی: میں نے بہت سا مال خرچ کیا ہے جو اتنا زیادہ ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

مگرپھربھی اس کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی اور دشمنی میں، اسلام کی مخالفت اور نافرمانی میں، یا شہرت کے لیے اور فخر کی خاطر۔

مقاتل اس آیت کے شان نزول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: یہ آیت عامر بن نوفل کے بارے میں نازل ہوئی ہے جوکہ ایک گناہ کا مرتکب ہو ا، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ کفارہ ادا کرے۔

کہا: جب سے میں محمد کے دین میں داخل ہوا ہوں، میرا تمام مال کفاروں اور خیراتوں میں چلا گیا، اس کی یہ بات ایک قسم کی بغاوت تھی، یا اپنے مال کے جانے پر افسوس کا اظہار تھا، جو ہر حال میں مال خرچ کرنے پر اس کے پچھتاوے کا عکاس ہے، مفسر آلوسی فرماتے ہیں: یعنی وہ شیخی مار کر اور گھمنڈ سے مؤمنوں کو کہتا: میں نے بہت سارا مال خرچ کیا، اس کا مقصد وہ مال ہے جو اس نےدکھلاوے کے طور پر اور شہرت حاصل کرنے کے لیے خرچ کیا تھا، اس نے انفاق کو اہلاک سے تعبیر کیا ہے، فائدہ حاصل کرنے کے لیے خرچ نہیں کیا، اس نے ایسا سوچا گویا کہ اس نے بہت سا مال ضائع کردیا ہے۔

کچھ لوگوں نے کہا ہے: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شدید دشمنی ظاہر کرنے کے لیے اس طرح کہتا ہے (آلوسی: 136/30)

اللہ تعالیٰ نے خواہشات اور گناہوں کے راستے میں خرچ کرنے کو ہلاکت کہا ہے، کیونکہ خرچ کرنے والے اس خرچ سے سوائے ندامت، نقصان، پچھتاوے اور کوتاہی کے کوئی فائدہ نہیں ملتا۔

لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنا مال و جائیداد خرچ کیا ہو تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت والا معاملہ کیا ہے اور جتنا اس نے خرچ کیا ہے اس سے کئی گنا بڑا فائدہ حاصل کرے گا۔

"اَهۡلَكۡتُ" مال کا تباہ و برباد اور ہلاک کرنا، مراد خرچ کرنا ہے۔

"لُّبَدًا" زیادہ اور بکثرت، "اَهۡلَكۡتُ مَالًا لُّبَدًا" ایسے کافر اور کافروں کا مقصد مال کی فروانی پر فخر کرنا اور لوگوں کو بلا سوچے سمجھے دینا اور بہت زیادہ مال خرچ کرنا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اَيَحۡسَبُ اَنۡ لَّمۡ يَرَهٗۤ اَحَدٌ ؕ۝	کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا؟ (7)

کیا یہ متکبر اور مغرور شخص یہ سمجھتا ہے کہ کسی کو اس معاملے کی حقیقت اور اس کے خرچ کی مقدار کا علم نہیں ہوگا؟ اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ ہے؟

اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ میں اس شخص کو جو خواہشات کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتا ہے، اور پھر اپنے اس کام پر فخر کرتا ہے تو اللہ اسے سرزنش کررھا ہے کہ کیا اس کاخیال ہے کہ خدا اسے نہیں دیکھتا اور اس کے مقاصد سے باخبر نہیں ہے؟ اس کے اعمال کا حساب و کتاب نہیں کرےگا، ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے اور اس کے اعمال کو محفوظ کرکے اسے اس کا بدلہ دے گا، کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ جس اللہ تعالیٰ نے انسان کو سننے اور دیکھنے کے ذرائع عطا کیے ہوں اور خود ان سے محروم ہو؟

مفسرین لکھتے ہیں کہ: اس آیت سے مراد ایک شخص "ابوالاشدّین" کے نام سے ہے کہ اپنے مال اور جائیداد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے دشمنی میں بڑے فخر سے خرچ کرتا تھا۔

ملاحظہ:

مفسرین کی بڑی تعداد کی رائے ہے کہ اس کا ہدف اور مقصد کوئی معین اور معلوم شخص نہیں ہے، لیکن بعض علماء کا یہ ماننا ہے کہ یہ شخص "*أبوالاشدّين أسَيد بن كَلَدَة الجُمَحِي*" ہے اس بارے میں ایک روایت بلاسند کے ابن عباس سے تفسیر قرطبی "الجامع لا حکام القرآن 20 / 64" میں ذکر ہوئی ہے، جس کو اس آیت مبارکہ سے مربوط مانتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

محترم قارئین:

آیات مبارکہ (۸ تا 20) میں آخرت کے لیے نجات کے راستے کے انتخاب اور اختیار کے بارے میں بات کی گئی ہے۔

اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ ۙ۝۸	کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں (8)

کہ اس کے ذریعے دیکھتا ہے؟ جی ہاں! انسان کی بینائی ایک بڑی نعمت ہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے زندگی کے اسباب اور ضروریات کو دیکھتا ہے تاکہ اس کا وجود ان ضروریات اور اسباب کے ذریعے سے قائم رہے۔

"عَيۡنَيۡنِ" عین کے مادے سے ہے، اس کا مطلب بصارت کا ذریعہ ہے، یعنی: آنکھ؛ البتہ اسے مختلف معنوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے، جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں میری نظروں میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اُس کی حفاظت کررہا ہوں، اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے فرماتے ہیں: "وَلِتُصۡنَعَ عَلَىٰ عَيۡنِيٓ ۝٣٩" (طٰہٰ:39) یعنی اے موسیٰ! تاکہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے (نگرانی میں) کی جائے۔

وَلِسَانٗا وَشَفَتَيۡنِ ۝٩	اور زبان اور دو ہونٹ (نہیں دئیے) (9)

یعنی: وہ زبان جس سے وہ بولتا ہے، اور اس سے اپنی حالت کی ترجمانی کرتا ہے، اس طرح ہم نے اسے ہونٹ بھی دیے ہیں جو بولنے اور خاموش رہنے اور کھانے میں اس کی مدد کرتے ہیں، اور ساتھ ہی ان دونوں نے اس کے جمال کو اور خوبصورت بنایا ہے، اور ان میں مضبوط کاریگری کا استعمال ہوا ہے۔

وَهَدَيۡنَٰهُ ٱلنَّجۡدَيۡنِ ۝١٠	اور ہم نے اسے دو واضح راستے (خیر اور شر) دکھا دیے (10)

اور ہم نے اسے اچھے اور برے دو راستوں کی طرف واضح رہنمائی کردی ہے اور اس کے لیے گمراہی سے ہدایت کو الگ کرکے واضح کردیا تا کہ سعادت کا راستہ اپنا لے اور بد بختی والے راستے سے دور رہے۔

ابن مسعود ؓ نے فرمایا: "ٱلنَّجۡدَيۡنِ" یعنی خیر اورشر، جیسا کہ کہا گیا: (إِنَّا هَدَيۡنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرٗا وَإِمَّا كَفُورًا) (مختصر:3/٦٤١)

لہٰذا ان بے شمار نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا تقاضا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، اور گناہوں کے لیے نعمتوں کو استعمال نہ کرے لیکن انسان نے ایسا نہیں کیا ۔

فَلَا ٱقۡتَحَمَ ٱلۡعَقَبَةَ ۝١١	پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ (قدم رکھا گھسا (11)

"ٱلۡعَقَبَةَ" دو پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کہتے ہیں، یعنی نجات پانے کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

لیے نیک اعمال اور فرض، نفل اور صدقہ کرکے اس کھٹن راستے سے کیوں نہیں گزرتا؟ تاکہ کامیابی حاصل کرتا اور نجات اس کے ہاتھ لگ جاتی۔
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی میں مال خرچ کرنے کے بجائے اس مشکل راستے کو عبور کرنے کے لیے کیوں خرچ نہیں کیا؟!
البحر میں ہے کہ: "اَلْعَقَبَةَ" یہ ایک استعارہ ہے، اس سے مراد وہ عمل ہے جس کو انجام دینانفس پر بوجھ بنتا ہو، کیونکہ مال خرچ کرنا نفس کے لیے مشکل اور سخت ہے، عَقَبَہ یعنی: ایک دشوار گزار پہاڑی راستے سے تشبیہ دی گئی ہے، کہ ایسے راستے پر چلنے کا فیصلہ کرنا درحقیقت سختیوں اور مشقتوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے،"اقتحمها" معنی ہے جلدی اور تیزی سے داخل ہونا، (البحر:476/8)
یہ وہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے نفس، خواہشات اور شیطان کے خلاف جہاد کرنے اور رحمن کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بیان کی ہے، نفس سے جہاد کرنا گھاٹی عبور کرنا جیسا ہی ہے، اور آخرت کا راستہ کافی لمبا اور سخت ہے، پس انسان کو چاہئیے کہ اس سخت اور مشکل راستے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری کے ساتھ طے کرے، اگر دنیا کے مال کو دنیاوی لذتوں میں استعمال کرنے کے بجائے عقبہ کے راستے اور آخرت کی راہیں آسان کرنے کے لیے استعمال ہو تو زیادہ بہتر ہوگا، جنت کا راستہ سخت ہے، اس راستے کو آسان کرنے کے لیے مال خرچ کیا جائے تو بہترہے۔
حدیث میں ہے کہ: "حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ" (مسلم: 2822) "جنت ناپسندیدہ اور تکلیف دہ چیزوں سے گھری ہوئی ہے اور جہنم خواشہات سے گھرا ہواہے"
اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت کا راستہ سختیوں اور مشکلات سے ہوکر گزرتا ہے، اور جہنم کا راستہ خواہشات، شہوتوں اور دلی میلان کی پیروی ہے، اس لیے اس راستے پر قدم اٹھانا اور رکاوٹوں اور تنگ اور خطرناک موڑوں اور دشوار گزار اور ناقابل گزر راستوں گھاٹیوں سے گزرنا لوگوں کو چوٹیوں تک پہنچا دے گا، اگر چہ کافی خطرات بھی ہیں، لیکن اس کا خوشگوار نتیجہ نکلے گا، تو لوگ کیوں مشکلات اور سختیوں کو قبول نہیں کرتے؟

ملاحظہ:

دینی امور کو سخت راستہ اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ خواہشات نفس کے خلاف ہے اسی لیے اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَةُ ؕ۝۱۲	اور تمہیں کیا پتہ کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ (12)

کہ جنت تک پہنچنے کے لیے اس کا طے کرنا لازمی ہے، یعنی: تو کیا جانے کہ اس سخت رکاوٹ کا ہونا اور دشوار گزار گھاٹی کیا ہے؟

یہ آیہ مبارکہ اس گھاٹی کی شان کو بڑا دکھانے کے لیے ہے، یعنی تو اس گھاٹی کی دشواری اور سختی اور پھر اس کو پار کرنے اور اس سے گزرجانے کا بدلہ نہیں جانتے ۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ وہاں سے گزرنے کی توفیق عنایت نہ فرمائے تو گزرنا بہت مشکل ہے ، لیکن جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کے لیے آسان ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ بعد والی آیات میں گھاٹی کی تفسیر بیان فرماتا ہے اور اس گھاٹی کو عبور کرنے کے طریقے بیان کرتا ہے۔

فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳	کسی گردن کو (غلامی سے) آزاد کرنا ہے (13)

اللہ تعالیٰ کے راستے میں قید سے غلام کا آزاد کرانا اور رہا کرنا ہے، تاکہ اسے آزادی ملےاور اپنے حقوق حاصل ہوں اور اس کی انسانیت کمال کو پہنچے، اسلام آزادی اور حریت دلاتا ہے۔

"رَقَبَةٍ" گردن کے معنی میں ہے عربی زبان میں، لیکن بعض مرتبہ انسان سے کنایہ ہوتا ہے، انسان کا آزاد کرنا، کسی انسان کو آزاد کریں۔

اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِىۡ يَوۡمٍ ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ ۝۱۴	یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا (14)

یعنی: کھانا کھلانے کا اقدام کریں، بھوکوں کو کھانا کھلانا، کونسے دن؟ اس دن جب قحط پڑے ، کھانا کھلانا ہمیشہ سے اسلام میں مقبول اور پسندیدہ امر رہا ہے، اور دین اسلام میں ہمیشہ اس کی تشویق اور ترغیب دی گئی ہے،البتہ قحط والے دن اس کھلانے کی قدر و قیمت اور ثواب یقیناً زیادہ اور خاص ہے، کیونکہ "ذِىۡ مَسۡغَبَةٍ" جس دن وہ بھوکے ہوں، یعنی: قحط کے ایام ہو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسر صاوی فرماتے ہیں: کھانا کھلانے کو بھوک کے دن سے مقید کیا ہے، چونکہ ایسے دن میں کھانا کھلانا نفس پر سخت اور بھاری ہے، (تفسیر صاوی:342/4)

جیسا کہ ہم نے کہا: کھانا کھلانا بطور عام مطلوب ہے، یہ کہ انسان کھانا کھلانے

والا ہو، چاہے مستحق افراد کے لیے ہو، یا غیر مستحق افراد کے لیے ایک پسندیدہ کام ہے، لیکن یہ کہ کس وقت اس کی اہمیت زیادہ ہے اور اجر و ثواب جو مطلوب ہے اسے حاصل کرے اور خاص شرائط کیاہیں؟ تو: اس سے مراد وہ بے بس شخص ہے جو غربت کی انتہاء کو پہنچ چکا ہو، اور اس کے لیے کوئی راستہ نہیں بچا ہو، وہ فقیر جو آہستہ آہستہ ایمان کی کمزوری اور کفر کی طرف جارہا ہے، ایسے افراد اور اشخاص کی: اگر مدد کی جائے تو یہ قیمتی ہوگا، آیت کا سادہ سا معنی یہ ہے کہ جو بھوکا ہے اسے کھانا کھلائیں۔

يَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ۙ‏ ﴿۱۵﴾	کسی قرابت والے یتیم کو (15)

یعنی: وہ بچہ جس کے ماں باپ نہ ہوں، اور نہ کوئی ایسا ہو کہ اس کا خیال رکھے اس کی دیکھ بال کرے، وہ شکستہ دل اوراحساس کمتری میں مبتلا ہوتا ہے۔

یتیموں کے ساتھ نیکی کرنا ثواب ہے اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی، اورجہاں یہ دو اکھٹے ہوں تو وہاں ثواب دوگنا ہے۔

اسی طرح: یتیم ہر زمانے میں معاشرے کا محروم ترین طبقہ ہے، چنانچہ یتیم ہونا بلوغت سے پہلے ہے، بلوغت کے بعد اگر باپ نہ بھی ہو تو وہ یتیم شمار نہیں ہونگے، تو اب کیوں اس آیت اور دیگر بابرکت آیات میں یتیم اور مسکین کی بحث زیادہ آئی ہے؟ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان دو قسم کے افراد کا سب سے زیادہ نام لیتا ہے؟ اس کی علت اور وجہ یہ ہے کہ: معاشرے کا محروم ترین طبقہ یتیم ہیں، وہ بھی وہ یتیم جو کسی شخص کی قوم، رشتہ داروں اور اقارب میں سے ہو۔

حدیث میں ہے کہ: (الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي الرحم اثنتان: صدقة وصلة) ترجمہ: "صدقہ مسکین پر صرف صدقہ ہے، رشتہ دار اور قریبی آدمی پر دو چیزیں ہیں: صدقہ اور صلہ رحمی"

اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ؕ‏ ﴿۱۶﴾	یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو (١٦)

(c) ketabton.com: The Digital Library

متربہ، تراب سے لیا گیا ہے، اور تراب کا معنی مٹی ہے، اس مسکین کو کہا جاتا ہے جس کے بود و باش کے لیے کوئی مکان نہ ہو، مٹی میں پڑا ہوا ہو، یہ کنایہ ہے شدید فقر اور غربت سے۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: وہ ایسا غریب ہے جس کے پاس کپڑا یا کوئی اور چیز نہیں ہے کہ اسے مٹی سے بچائے، پس خاکنشین اور خاکسار رہتاہے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۱۷	پھر ہوئے وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی (۱۷)

ان آیات میں جس اہم چیز کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہمارے رب نے انسان کو سعادت کی بلندیوں تک پہنچانے کے لیے اجتماعی مسائل جیسے یتیموں کی دیکھ بال، بھوکوں کو کھانا کھلانا، انسانوں کو آزاد کرنا وغیرہ کے ضمن میں ایک معنوی مفہوم بھی رکھاہے اور وہ یہ کہ اللہ پر ایمان لانا اور تمام خدمت خلق کے امور انجام دینا ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں، خدا پرستی اور خدمت خلق ساتھ ساتھ ہیں .

یعنی دین اسلام میں مادی اور معاشرتی مسائل روحانی اور خدا پرستی سے الگ نہیں ہوتا، لہٰذا بعض آیات میں فرماتا ہے:"ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات"کہ "آمنوا" سے مراد ذہنی اور روحانی پہلو ہے، جبکہ "عملوا الصالحات" اجتماعی مناسب کاموں کی طرف اشارہ ہے، اگر کوئی شخص کمال کی راہ پر قدم رکھنا چاہتا ہے، وہ در حقیقت کمال کے دشوار گزار میدانوں میں داخل ہونا اور انہیں طے کرنا چاہتا ہے،اور ساتھ ہی ایمان کے میدان میں بھی آگے جانا چاہتاہے ، اور معاشرتی اخلاقیات کے میدان میں بھی، اسے اچھے معاشرتی اخلاقیات اور خاص طور پر ایثار و قربانی کا مظاہرہ کرنا ہوگا: اور وہ بھی تومشکل حالات میں خاص کرجو کسی معاشرے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔

چار چیزیں جن کے تحت آپ اس گھاٹی کو عبور کرسکتے ہیں

1 - غلام آزاد کرنا جو روایت میں موجود ہے: جس نے کسی مؤمن غلام کو آزاد کیا جہنم کی آگ سے اس کا فدیہ ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ: (أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا، اسْتَنْقَذَ اللَّهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ) بخاری 2517

(c) ketabton.com: The Digital Library

و6715 ومسلم 1509) ترجمہ: "جس نے کسی مؤمن گردن کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے (اس آزاد کرنے والے کا) عضو آگ سے آزاد کرے گا"

2 - بھوک اور غربت وافلاس کے دورمیں کھانا، خاص طور پر کسی ایسے یتیم کو جو رشتہ دار ہو یا قریب کا رہنے والا ہو، یا کسی غریب کے لیے جو مٹی میں رُل رہا ہو اور انتہائی فقیر ہو۔

3 - سچا ایمان خدا پر، خدا کے رسول پر، خدا کی آیات پر اور خدا کی ملاقات پر، تاکہ اس کا دل اس سے زندہ رہے۔

4 - مظلوم مؤمنوں کو صبر کرنے اور حق پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتاہے ، اور مالداروں اور امیروں کو سمجھاتا رہے کہ غریبوں اور مسکینوں پر رحم و مہربانی کیاکریں۔

ان چار چیزوں کے ذریعے انسان اس عاقبت کی گھاٹی کے پار جاسکتا ہے اور خود کو عذاب سے نجات دلا سکتا ہے،یعنی انسان کو اپنا مال خرچ کرنا چاہیے اور صالح مؤمن رہنا چاہیے۔

أُولَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلۡمَيۡمَنَةِ ١٨	یہی لوگ صاحب سعادت ہیں (١٨)

یعنی مذکورہ صفات والے وہ صالح لوگ ہیں جو نجات پانے والوں کی صف میں شامل ہوں گے، جو اپنا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں وصول کریں گے، اور جب وہ نعمت والے باغوں میں داخل ہوں گے تو خوش ہوں گے، بعض مفسرین نے "مَيۡمَنَةِ" کو مصدر میمی سے بہ معنی زیادہ اور استمرار کے خیر اور برکت میں لیا ہے، اور بعض نے اسم مکاں کہا ہے، جس کا معنی خیر اور برکت کا مقام ہے۔ (التفسیر الکبیر:جلد ٢٧، صفحہ:١٤٣)

اصحاب یمین اور میمنہ کا قرآن عظیم کی اصطلاح کے مطابق ان لوگوں پر اطلاق ہوتا ہے جنہوں نے دنیا میں ایمان اور نیک اعمال کےساتھ زندگی گزاری ہو، جیسا کہ ہم نے کہا: قیامت کے دن اپنا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں حاصل کریں گے، قرآن کریم نے لوگوں کو قیامت کے دن تین گروہوں (سابقون، اصحاب یمین، اصحاب شمال) میں سے ایک قرار دیا ہے: "وَ كُنتُمۡ أَزۡوَٰجٗا ثَلَٰثَةٗ فَأَصۡحَٰبُ ٱلۡمَيۡمَنَةِ... وَأَصۡحَٰبُ ٱلۡمَشۡـَٔمَةِ...وَٱلسَّٰبِقُونَ" اور بعض دوسرے مواقع پر اصحاب یمین کو اصحاب شمال کے مقابل اور اصحاب میمنہ کو اصحاب مشئمہ کے مقابل قرار دیا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

کتاب الله اور احادیث نبوی کے نصوص کی بنیاد پر انسانون کو تین طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے:

1 - ایسے لوگ ہیں جن کا ایمان اور توحید درست ہے، اور ان کے نیک اعمال بہت ہیں، یہ لوگ جنتی ہیں اور الله تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا، (وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۰) (سورہ بقرہ:۲۵) ترجمہ:"اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دوکہ ان کے لیے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں-"

2 - ایسے لوگ ہیں جن کا ایمان اور توحید صحیح ہے: لیکن بہت زیادہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں، جوکہ فسق کے حد کو پہنچ چکے ہیں، یہ افراد جہنم کے مستحق ہیں، لیکن الله تعالیٰ ان کے ساتھ دو طرح کا معاملہ کرسکتا ہے: اپنے فضل اور مہربانی سے ان کے گناہوں سے درگزر کرکے ان کو جہنم سے نجات دے گا، یا پھر ان کو جہنم میں بھیج کر گناہوں کی سزا دے کر ایک دن ان کو دوبارہ باہر نکالے گا:(لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۰وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ۰فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ۰وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۲۸۴) (سورہ بقرہ:۲۸۴) ترجمہ:"جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے۔ تو اپنے دلوں کی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ خدا تم سے اس کا حساب لے گا پھر وہ جسے چاہے مغفرت دے اور جسے چاہے عذاب دے۔"

3 - وہ جن کا ایمان اور توحید صحیح نہ ہو، اس قسم کے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، کبھی بھی اس سے نہیں نکلیں گے، اسی طرح عالم برزخ کے بارے میں، کتاب الله اور احادیث کے نصوص سے اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ تمام لوگ .

أ: قبر یا عالم برزخ میں۔
ب: یا جنت کے باغیچوں میں سے کسی ایک باغیچہ میں ہوں گے۔
ت: یا جہنم کے گڑھوں میں سے کسی ایک گڑھے میں ہوں گے۔

جیسا کہ پیغمبر صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: (إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) بخاري (1379)، وصحيح مسلم (2866)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمہ: "جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو ہر صبح و شام اس کا اصل ٹھکانا اس کے سامنے لایا جاتا ہے، اگر وہ جنت والوں میں سے ہے تو اہل جنت سے اور اگر وہ دوزخ والوں میں سے ہے تو دوزخ میں سے (اس کا ٹھکانا اسے دکھایا جاتا ہے اوراس سے) کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے زندہ کرکے اس (ٹھکانے) تک لے جائے۔"

ضروری نہیں کہ جو لوگ عالم برزخ میں خوش ہوں وہ قیامت کے دن ناخوشی میں رہیں، بلکہ مذکورہ بالا حدیث اس کے خلاف ثابت کرتی ہے، کبھی ایسا بھی ہوگا کہ کوئی عالم برزخ میں تکلیف اور عذاب میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت میں بھیج دے گا، برزخ کے سختی اور عذاب کو اس کے گناہوں کے پاکی کا سبب بنادے کہ صحرائے محشر میں اس کے گناہ کم ہوجائیں، اور یہ شائستہ اور لائق بندوں میں سے ہو۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝١٩	اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو نہ مانا وہ بدبخت ہیں (۱۹)

"أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ" قرآن کریم میں اصحاب الشمال کی دوسری تعبیر ہے، قرآن کریم نے اصحاب شمال کو دوسرے القاب کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے: "مکذّبین"، "ضالّین" "کافر"؛ "أعمی"؛ "مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ" و "مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ۝" اس جماعت اور گروہ کو اصحاب شمال کے نام سے منسوب کرنے کی وجہ مندرجہ ذیل طریقے سے بیان کی جاسکتی ہے:

1 - ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں دیےجائیں گے، اور یہ ان کو خوف زدہ کرنے کے لیے ہے، کیونکہ عرب دائیں ہاتھ خط لینے کو قبولیت اور احترام کی علامت سمجھتے ہیں، اور بائیں ہاتھ سے رد اور توہین کی علامت سمجھتے ہیں۔

2 - انہوں نے اپنی زندگی باطل پرستی، خواہش پرستی اورنافرمانی میں گزاری اور خدا کی آیات سے کفر کرتے ہوئے حق اور سعادت کے راستے کے خلاف چلے ، ان کا انجام جہنم اور دیگربہت سے عذاب ہوں گے۔

3 - کائنات کے دو رُخ ہیں، دائیں اور بائیں، دائیں جانب ملکوت اعلیٰ ہیں۔ اور بائیں جانب ملکوت اسفل اور بدبختوں کی ارواح کی جگہ اور عذاب کے فرشتوں اور برائیوں کے لکھنے والے فرشتوں کی جگہ ہےاور بدکرداروں کے لیے جہنم ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

جہنم میں اصحاب شمال کے جانے، ان کے دردناک عذاب اور آخرت میں ان کے حال اور کیفیت کے بارے میں بتانے والی آیات سے اصحاب شمال کےجہنم میں جانے کے اسباب اور ان کے عذاب کے بارے میں بخوبی سمجھا جاسکتا ہے:

دل کا اندھا ہونا

قرآن کریم نے اصحاب شمال کو اصحاب یمین کے مقابل بیان کیاہے اور اصحاب یمین کے مقابل گروہ کو دنیا میں نابینا اور اندھا کہا ہے، چنانچہ اس سے اس طرح نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ اصحاب شمال دل کے اندھے ہیں،

ان کے دل کا اندھا ہونا قیامت میں ان کے نابینا ہونے کا سبب بنے گا۔

زیادہ نعمتوں کا مالک ہونا

اصحاب شمال دنیا میں نعمتوں میں سر تاپا ڈوبے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ عبرت حاصل کرنے سے غافل ہیں، وہ لوگ جسمانی راحت اور سکون پانے کے لیے اپنے فرائض چھوڑ دیتے ہیں، اللہ نے خواہشات کی قوت انسان کی ترقی اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اس کے جسم میں رکھی ہے، البتہ حد سے زیادہ کھانا پینا اور دیگر خواہشات کی تکمیل اور حصول ان کو فرائض سے غفلت برتنے اور ترک کرنے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں، اس لیے انہوں نے خواہشات کی قوت جوکہ ترقی اور کمال کا ذریعہ ہوسکتی تھی، اپنے زوالـہ استعمال کی:

عَلَيۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌۢ ۝٢٠	ان پر (ہر طرف سے) آگ بند کی جائے گی (۲۰)

جنہوں نے کفر کیا اور ان احکام کو پس پشت ڈال دیا، خدا کو تسلیم نہیں کیا اور اس پر ایمان نہیں لائے، اور نیک عمل نہیں کیے اور اللہ کے بندوں پر رحم نہیں کیا، یہی لوگ شقی اور بدبخت ہیں، ان پر ایسی آگ مسلط کی جائے گی کہ جس کے دروازے اونچے ہوں گے کہ اس سے باہر نہیں نکل سکیں گے، اور یہ لوگ سختی و مصیبت میں رہیں گے۔

صبر کی اہمیت اور مقام

صبر واضح ترین انسانی اخلاقیات میں سے ایک ہے، علماء کہتے ہیں کہ صبر اسلامی اخلاقیات کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے، باقی تمام طرز سلوک

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسی کےگرد گھومتا ہے اور صبر ہی اس کا منبع ہے، اور اگر ہم انسانی خوبیوں میں سے ہر خوبی پر پوری توجہ دیں تو ہم پوری وضاحت کے ساتھ پائیں گے کہ: اس کی بنیاد اور مرکز صبر ہے۔

انسان کو اپنی زندگی کی راہ میں تین قسم کے صبر کی ضرورت ہوتی ہے اور صبر کی تینوں قسمیں قرآن عظیم میں بیان ہوئی ہیں، جیسے:

1 - الله کی اطاعت میں صبر

یعنی تمام نفسانی اور شیطانی خواہشوں کے خلاف مزاحمت اور دین پر استقامت کرنا اور انتھک کوششوں کے ساتھ خدا کی عبادت اور دوسرے انسانی فرائض اور مقاصد انجام دیتے رہنا۔

2 - الله تعالیٰ کی معصیت کے مقابلے میں صبر کرنا

اس کا مطلب یہ ہے کہ روح کو گناہ کی دلدل میں گرنے اور الله اوراس کے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے اصولوں اور احکام کی نافرمانی سے بچانا۔

3 - زندگی کے دردناک واقعات کے مقابلے میں صبر کرنا

یعنی اس حقیقت کا ادراک کرنا کہ زندگی کا ایک رخ اداسی اور دوسرا رخ خوشی کا ہے، مصیبت کے وقت انسان کو نا امید نہیں ہونا چاہیے ، بلکہ خود کو خدا کے حوالے کرنا چاہیے، جو کچھ اس نے چاہا ہے اس پر راضی ہو، یہ صبر کی تیسری صورت ہے جس کا ذکر قرآن میں بکثرت آیا ہے، جو صبر اس طرح کا نہ ہو تو اس کا کوئی ثواب ہے نہ کوئی قدر، خدا نے قرآن میں صرف ان لوگوں کی توصیف کی ہے جو اس کی رضا کی خاطر صبر کرتے ہیں اور مستقبل کے کامیابی کو ان کے لیے بتایا ہے: یہ بات ذہن میں رہے کہ تینوں قسم کے صبر کا محرک رب کی رضا ہونا ضروری ہے، جیسا کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا ہے: (ولربك فاصبر)، (وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ) (رعد:22)

صبر کا لغوی معنی:

روکنا اور حفاظت کے معنی میں ہے، صبر جمیل وہی صبر ہے جس میں آہ و

(c) ketabton.com: The Digital Library

فغان اور واویلا نہ ہو: (فَصَبۡرٌ جَمِیلٌ) (سورہ یوسف: ۱۸) (اس لیے خوبصورت صبر کو اپنائیں) یہ بات قابل ذکر ہے کہ "صبور" پروردگار کے ناموں میں سے ایک ہے۔

اصطلاح میں:

علماء صبر کی اصطلاحی تعریف میں فرماتے ہیں: صبر خدا کی کتاب قرآن عظیم اور رسول خدا کی سنت کے احکام پر استقامت اور ثابت قدمی ہے۔

قرآن کریم جنت میں داخل ہونے کی چابی کو صبر کہا گیاہے، علماء فرماتے ہیں: ایمان کا معیار، انسان کی زینت صبر ہے، اور عظمت تک اس کے پہنچنے کا راستہ صبر ہی ہے، انسان صبر سے سکون پاتا ہے، اور صبر کی سرزمین میں مکمل آسانی حاصل کرلیتا ہے، قرآن کریم میں لفظ صبر ستر مرتبہ سے زیادہ ذکر کیا گیا ہے۔

صبر کے مقام اور مرتبہ کے بارے میں یہی کافی ہے کہ ہمارے عظیم رب نے سورہ زمر کی آیت "۱۰" میں فرمایا: (إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّٰبِرُونَ أَجۡرَهُم بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۝١٠)
ترجمہ: "جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے حساب ثواب ملے گا"

ایک مخلص مسلمان آزمائشوں اور مصیبتوں کا سامنا کرتے وقت جو سب سے بہتر کام کرسکتا ہے وہ ہے صبر ، اور الله کے فیصلوں کے سامنے خدا کے اجر و ثواب کا انتظار ۔

اگر انسان کا صبر شہوت کے خلاف ہو تو اسے "عفت" کہتے ہیں، اگر انسان کا صبر ناخوشی کو برداشت کرنے کے لیے ہو تو وہ "قناعت اور خدا کے سامنے سر تسلیم خم" کرنا ہے ۔

اگر صبر نعمتوں اور شکر کے لیے ہو تو اسے ضبط نفس اور حکمت کہا جائے گا اور اگر صبر مقدس جہاد میں ہو تو اسے "شجاعت" کہا جائے گا، اگر انسان کا صبر دوسروں کی حماقت اور بدتمیزی کے خلاف ہو تو اسے "برداشت اور حلم" کہا جائے گا، اور اگر دوسروں کے راز چھپانے کے لیے ہو تو اس کا مالک "امین اور سچا" کہلائے گا، اور اگر کسی شخص کا صبر زندگی میں زیادتیوں کے خلاف ہو تو اسے "زہد" کہتے ہیں، یہی منطق ہے کہ صبر نہ کرنے والا اپنی زندگی کمزور اور بے اختیار ہوجائے گا اور کسی دباؤ کا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حساب و کتاب سے پہلے جنت میں جانا

روایت ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنے اعمال کے حساب و کتاب کے لیے جمع ہوں گے، ایک منادی پکارے گا: صبر کرنے والے کہاں ہیں؟ تاکہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں۔

لوگوں کا ایک گروہ کھڑا ہوگا، فرشتے اس کو دیکھ کر کہیں گے: کہاں جارہے ہو اے آدم کے بیٹو؟

کہیں گے: جنت، فرشتے کہیں گے: حساب سے پہلے؟

کہیں گے: جی ہاں، فرشتے ان سے پوچھیں گے: تم کون ہو؟ کہیں گے: ہم صابرین ہیں۔

فرشتے پوچھیں گے: آپ لوگوں کا صبر کیا تھا؟

کہیں گے: خدا کی اطاعت پر ہم نے صبر کیا، خدا کی معصیت اور گناہ کے مقابلے میں صبر کرتے رہے جب تک اللہ نے ہمیں موت دی۔

فرشتے کہیں گے: آپ لوگ ایسے ہی ہو جیسے کہتے ہو، جنت میں داخل ہوجائیں کیا ہی اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔

خدا جل جلالہ اس بارے میں فرماتے ہیں: "إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ" (سورہ زمر:۱۰)

لوگوں کے ساتھ صبر اور حوصلہ

ابو سعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، کہ اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی کا قصہ سنا رہےتھے کہ اس نبی کو لوگوں نے ما را پیٹا اور اس کے جسم کو خون سے آلود کردیا، اور جب وہ اپنے چہرے سے خون پونچھ رہےتھے کہا: (اللهم اغفر لقومي فإنهم لا يعلمون) (متفق علیہ) ترجمہ: "اے میرے رب: میری قوم کی غلطیوں کو معاف فرما کیونکہ وہ ناداں ہیں۔"

ایک دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تھے، کہ زید بن سُعنہ نام کا ایک یہودی شخص آپؐ کے پاس آیا اور اپنے قرض کا مطالبہ کیا، اس نے آپ کی قمیص اور عبایا پکڑی اور غصے بھرے چہرے کے ساتھ آپؐ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی طرف دیکھا اور بولا: اے محمد کیا تم میرا حق نہیں دیتے ہو؟ آپ سے سخت اور جارحانہ انداز سے بات کی، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہودی کی اس حرکت سے بہت زیادہ غصہ ہوگئے، شدید غصے کی وجہ سے ان کی آنکھیں گھومنے والے جھولے کی طرح گھوم رہی تھیں اور کہا: اے اللہ کے دشمن! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح بات کرتے اور جارحانہ انداز اختیار کرتے ہو، اس خدا کی قسم جس نے ان کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اگر اس کی ملامت کا خوف مجھے نہ روکتا تو میں ابھی تمہارا سر تن سے جدا کردیتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نےبڑے سکون اور اطمینان سے عمر کی طرف دیکھا اور فرمایا: میں اور یہ معزز آدمی اس رویے کے علاوہ کے محتاج ہیں، تمہیں مجھ سےکہنا چاہیے تھا کہ میں اس کا قرض اچھی طرح چکا دوں، اور اسے اپنا حق اچھی طرح سے مانگنا چاہئیے، اے عمر! جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور اسے بیس (۲۰) اضافی کپ کھجوریں دیدو۔

زید یہودی کہتا ہے: جب عمر نے ۲۰ کپ کھجوریں بڑھا کردیں، تو میں نے کہا: یہ زیادہ کیا ہے؟

حضرت عمرؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ تیری دشمنی اور بغض کے مقابلے میں بیس (۲۰) کپ بڑھا کردوں۔

زید نے کہا: اے عمر مجھے جانتے ہو؟ عمر نے کہا: نہیں تم کون ہو؟ اس نے کہا: زید بن سُعنہ، عمر نے کہا: زید پڑھا لکھا یہودی عالم؟ کہا: جی ہاں، عمرؓ نےکہا: کس چیز نے تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدتمیزی پر آمادہ کیا اور بُرا بھلا کہا؟

زید نے کہا: پیغمبری کے تمام علامات میں محمد میں دیکھتا تھا، دو چیزوں کے علاوہ:

1 - کہ کیا ان کا غصہ اس کے بردباری پر غلبہ پاتا ہے؟
2 - اور کیا اس کے سامنے شدید جہالت اسے مزید بردبار ہونے پر آمادہ کرتی ہے، میں نے چاہا کہ اس کا امتحان لوں، اب تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں: (رضیت باللہ رباً وبالإسلام دنیاً وبمحمد نبیاً) ترجمہ:"میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہوں"

اور تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نےاپنے کل مال و دولت کا آدھا حصہ امت محمد کے مسلمانوں کے لیے بخش دیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

عمر ؓ نے کہا: لیکن مال کی یہ مقدار ان کے لیے کافی نہیں ہوگی، اس مال کو ان میں سے بعض کے لیے بخش دیا۔

پھر زید یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آگیا اور کہا: (أشهد أن لا إله إلاَّ الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله) ترجمہ:"گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہے"

اس طرح اس پر ایمان لایا اور تسلیم کیا، (حاکم نے المستدرک میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة الشمس

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس کی ۱۰ آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

یہ بات قابل ذکر سمجھتا ہوں کہ: قرآن کریم میں بعض موضوعات ایک قسم کے ساتھ آئے ہیں۔

مثال کے طور پر: "وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" اور بعض حالات میں دو قسمیں پے در پے آتی ہیں جیسے : " وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی"۔

اور بعض مواقع پر تین قسمیں یکے بعد دیگرے آئی ہیں: " وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا"۔

اور بعض حالات میں چار قسم مسلسل آتی ہیں، جیسے: "وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ"۔

اور بعض مرتبہ پانچ قسمیں لگاتار آئی ہیں، جیسے: "وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ"۔

لیکن قرآن کریم میں سب سے زیادہ قسمیں یکے بعد دیگرے اسی سورہ مبارک شمس میں آئی ہیں کہ جن کی تعداد گیارہ مسلسل قسموں تک پہنچتی ہے کہ ان میں سے: سورج اور چاند، دن اور رات، آسمان اور زمین، نفس کی پاکی کی قدر اور اہمیت کی تاکید کی گئی ہے۔

سورہ شمس کو اس نام سے مسمی کرنے کی وجہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن کریم کی سورتوں کے نام وحی کے ذریعے متعین ہوگئے تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بعض مواقع پر محدثین اور مفسرین نے سورتوں میں موجود مناسبتوں کی وجہ سے اس سورہ کو دوسرے نام بھی دئیے ہیں، اس بناء پر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کی سورتوں کے ناموں میں مختلف اعتبارات کو مدنظر رکھا گیا ہے جن میں سے کچھ یہ ہیں:

الف: سورہ کا نام رکھنا سورت کے پہلے لفظ یا الفاظ اور ان کے معانی کی بنیاد پر، جیسے سورہ برائت "توبہ" یا سورہ قل ھواللہ "توحید".

ب: سورہ کا نام رکھنا اس نام کی بنیاد پر جو اس سورہ میں آیا ہے۔

ج: ایک خاص موضوع کی بنیاد پر نام رکھنا جو اس سورت میں آیا ہے اور باقی سورتوں میں نہیں ہے، بلکہ اس سورت میں زیادہ وسیع اور مکمل انداز میں پیش کیا گیا ہے، (الاتقان، جلال الدین، جلد: ۱، صفحہ ۱۱۸ کے بعد نشر دارالکتب العلمیه)

سورۃ الشمس کا نام بھی مندرجہ بالا احتمالات میں سے ایک کی وجہ سے ہے، یعنی کہ یہ سورہ لفظ قسم "الشمس" کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

سورۃ الشمس کا سورۃ البلد سے ربط و مناسبت

سورہ "شمس" نے سورہ قدر کے بعد مکہ میں شرف نزول پایا۔

مفسرین سورہ شمس کے سورہ بلد کے ساتھ ربط و تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں:

الف: سورہ بلد کا اختتام اہل سعادت (اصحاب میمنہ) اور اہل شقاوت (اصحاب مشئمہ) کے تعارف کے ساتھ ہوا، اور یہ سورت بھی دو گروہوں کو واضح طور پر بیان کرتی ہے (ملاحظہ فرمائیں: آیہ مبارک:۹، ۱۰)

ب: سورہ بلد کے آخر میں کفر اختیار کرنے والوں کی واپسی اور انجام کی وضاحت کی گئی اور سورہ شمس کے آخر میں بھی بعض کفر اختیار کرنے والوں کی دنیاوی سزاء مذکور ہوئی ہے۔

سورہ شمس کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اس سورت کا نام "الشمس" سورج ہے جو کہ پہلی آیت سے لیا گیا ہے، اس سورت کا ایک (۱) رکوع، پندرہ (۱۵) آیتیں، پچاس (۵۰) الفاظ، دو سو سینتالیس (۲۴۷) حروف اور ستانوے (۹۷) نقطے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

(واضح ر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورہ شمس کا موضوع اور فضیلت

یہ سورت دراصل "تزکیہ نفس" یعنی دلوں کو ناپاکیوں اور نجاستوں سے پاک کرنے والی ہے، اگر انسان بدبخت بن جاتا ہے تو اس کو چاہئیے کہ اس شقاوت اور بد بختی کی وجوہات کو اپنے اندر تلاش کرے، اگر وہ حقیقی سعادت اور خوش نصیبی تک پہنچنا چاہتاہے تو اس کو چاہئیے کہ اس سعادت کے لوازم اپنے اندر پیدا کرے۔

سورت کا خلاصہ اس مفہوم کے گرد گھومتا ہے تاہم، سورت کے شروع میں گیارہ اہم موضوعات مذکور ہیں جو عالم تخلیق سے ہیں، اور خدا کی پاک ذات نے اس معنی کو ثابت کرنے کے لیے کہ فلاح اور نجات روح کی تطہیر پر منحصر ہے ان اشیاءکی قسم کھائی ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا قرآن کریم میں کئ چیزوں کی قسمیں ایک ساتھ کھائی گئی ہیں۔

سورہ شمس نفس کو پاک نہ کرنے کے نتائج کی دو حصوں میں وضاحت کرتی ہے:

پہلے حصے میں (آیات: ۱ تا ۱۰) نفس کو تزکیہ نہ کرنے کے انفرادی نتائج کی طرف اشارہ کرتا ہے، اس بیان میں مظاہر پر قسم کھاکر جیسے: سورج اور چاند، رات اور دن، آسمان اور زمین جو باہمی خصوصیات کے حامل ہیں، اور انسانی روح جس کی دو مختلف حالتیں فجور اور تقوی ہیں اس حقیقت کی وضاحت کرتی ہیں کہ انسان کی نجات نفس کی پاکیزگی پر منحصر ہے، اگر انسان اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے تو ابدی فلاح و کامیابی سے محروم رہے گا۔

دوسرے حصے میں (آیات:۱۱تا ۱۵) انسانی نفس کے تزکیہ نہ ہونے کے اجتماعی نتائج کے ساتھ خاص ہیں اس بیان میں قوم ثمود کے مہذب اور ترقی یافتہ لوگوں کی سماجی فساد کے پھیلاؤ کی وجہ سے تباہی کا ذکر کرتے ہوئے اس نکتے کی تصدیق کی گئی ہے کہ ان کی منحوس حالت اور خراب قسمت اس حقیقت کی وجہ سے تھی کہ قوم ثمود نے (پیغمبرکے بجائے) ایک فاسد اور گمراہ شخص کی پیروی کی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کیا تھا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃ الشمس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰـہَا۪ۙ۱ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰىہَا۪ۙ۲ وَالنَّہَارِ اِذَا جَلّٰىہَا۪ۙ۳ وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰـہَا۪ۙ۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا
بَنٰـہَا۪ۙ۵ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰـہَا۪ۙ۶ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىہَا۪ۙ۷ فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَتَقۡوٰىہَا۪ۙ۸ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ
زَکّٰىہَا۪ۙ۹ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىہَا۪ؕ۱۰ کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ بِطَغۡوٰىہَا۪ۤۙ۱۱ اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰىہَا۪ۙ۱۲ فَقَالَ لَہُمۡ
رَسُوۡلُ اللّٰہِ نَاقَۃَ اللّٰہِ وَسُقۡیٰہَا۪ؕ۱۳ فَکَذَّبُوۡہُ فَعَقَرُوۡہَا ۪ۙ فَدَمۡدَمَ عَلَیۡہِمۡ رَبُّہُمۡ بِذَنۡۢبِہِمۡ فَسَوّٰىہَا۪ۙ۱۴ وَلَا
یَخَافُ عُقۡبٰہَا۪۱۵

سورت کا مختصر ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مہربان نہایت رحم والاھے
وَالشَّمۡسِ وَضُحٰـہَا۪ۙ۱	آفتاب اور اس کی روشنی کی قسم (۱)
وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰىہَا۪ۙ۲	اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے (۲)
وَالنَّہَارِ اِذَا جَلّٰىہَا۪ۙ۳	اور قسم ہے دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کردے! (۳)
وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰـہَا۪ۙ۴	اور قسم ہے رات کی جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لے (۴)
وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰـہَا۪ۙ۵	اورآسمان اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا (۵)
وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰـہَا۪ۙ۶	اور زمین کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا (۶)
وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىہَا۪ۙ۷	اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا (۷)
فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَتَقۡوٰىہَا۪ۙ۸	پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الہام کردی (۸)

(c) ketabton.com: The Digital Library

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰٮهَا ۙ‏ ﴿۹﴾	یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اپنا نفس پاک کرلیا (۹)
وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰٮهَا ؕ‏ ﴿۱۰﴾	یقیناً وہ نامراد ہوگیا جس نے اسے دبادیا (۱۰)
كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ بِطَغۡوٰٮهَاۤ ۙ‏ ﴿۱۱﴾	قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب (پیغمبر) کو جھٹلایا (۱۱)
اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰٮهَا ۙ‏ ﴿۱۲﴾	جب اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھا (۱۲)
فَقَالَ لَهُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقۡيٰهَا ؕ‏ ﴿۱۳﴾	تو ان سے اللہ کے رسول نے کہا اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری (کا خیال رکھو) (۱۳)
فَكَذَّبُوۡهُ فَعَقَرُوۡهَا ۙ فَدَمۡدَمَ عَلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِذَنۡۢبِهِمۡ فَسَوّٰٮهَا ۙ‏ ﴿۱۴﴾	مگرانہونے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو (ہلاک کرکے) برابر کردیا
وَلَا يَخَافُ عُقۡبٰهَا ‏﴿۱۵﴾	اور وہ اس (سزاء) کے انجام سے نہیں ڈرتا (۱۵)

سورت کی تفسیر:

اس مبارک سورت میں سزاوں کے مضامین، تزکیہ شدہ نفس اور ناپاک نفس کا بدلہ اور سرکشوں اور بُرے اعمال والے لوگوں کے نتائج کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰٮهَا ۙ‏ ﴿۱﴾	آفتاب اور اس کی روشنی کی قسم (۱)

جب یہ دنیا کو روشن کرتا ہے اور تاریکی کو منتشر اور ختم کرتا ہے۔

"ضُحٰی" سورج جب طلوع ہونے کے بعد اوپر آجائے جب اس کی چمک اور روشنی تکمیل کو پہنچے، یا یہ معنی ہے کہ: سورج ہمیشہ روشن اور چمکتا رہتا ہے، کہ یہ معنی قرآن عظیم کے معجزات میں سے ایک معجزہ کا حاصل ہے۔

وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰٮهَا ۙ‏ ﴿۲﴾	اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے (۲)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور چاند کی قسم جب وہ سورج کے پیچھے پیچھے چلے (اور سورج کے نائب کے طور پر وہ چاندزمین کو اپنی روشنی پرون میں سمودیتاہے)

"تَلٰهَا" اس کے پیچھے نکلا، اس کے پیچھے چل پڑا، یعنی دن کے وقت سورج اور رات کو چاند چمکتا ہے، یہ آیت سورج کی ایک اور چمک اور مظہر ظاہر کرتی ہے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ چاند اپنی روشنی اور چمک کے علاوہ، جو اسے سورج سے حاصل ہوتی ہے، سورج کے گرد بھی گھومتا ہے۔

وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۝۳	اور قسم ہے دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کردے! (۳)

اور دن کی قسم جب وہ سورج کو ظاہر کرتاہے (اور اس کی عظمت کو اپنے چہرے پر ظاہر کرتا ہے) ہاں! البتہ وہ نظروں سے محجوب ہے، اور پردے کے پیچھے ہے، ایک دن اسے ظاہر کردے گا۔

ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں: یعنی یہ زمین کی وسعت کو روشن کرتا ہے اور کائنات کو اپنی روشنی سے منور کرتا ہے، (مختصر۳/۶۴۴)

"النَّهَارِ" دن، "جَلّٰهَا" اسے روشن کردیا، نمایاں کردیا، "ها" کی ضمیر سورج کی طرف لوٹتی ہے، یہ درست ہے کہ درحقیقت سورج دن کو ظاہر کرتا ہے، لیکن آیت کا صریح معنی یہ ہے کہ دن سورج کو ظاہر کرتا ہے، ایک مخفی اشارے سے سورج کی روشنی میں زمین کا دخل اور کردارہے، کیونکہ حقیقت میں یہ سورج کے ساتھ زمین کہ روز سورج زمین پر طلوع ہوتاہے اور روشن ہوتاہے، بہ ہر صورت، سورج کی روشنی اور زمین پر موجود مخلوقات پر اس کے حیرت انگیز اثرات کے بارے میں بات کی گئی ہے۔

"جَلّٰهَا" جَلو کے مادے سے کسی غیر واضح اور مبہم چیز کو روشن اور ظاہر کرنے کا معنی دیتا ہے، یعنی خفیہ چیز کو دریافت کرنا، اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک "جلیل" ہے جو اسی مادے سےہے، یعنی وہ جس کا کام واضح اور روشن کرنا ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۝۴	اور قسم ہے رات کی جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لے (۴)

اور اسے اندھیرے کے پردے کے پیچھے چھپا دے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"يَغْشٰهَا" سورج کو ڈھانپ لیتا ہے، "ھا" کی ضمیر سورج کی طرف لوٹتی ہے، کیونکہ ایک بار پھر زمین کے ایک حصے کے سورج کے ساتھ تقابل وتخالف کی وجہ سے رات سورج کے چہرے پر پردے کی طرح گرتی ہے اور سورج کو زمین کے افق میں ڈھانپ لیتی ہے۔

مفسر صاوی فرماتے ہیں: فواصل کی رعایت کرتے ہوئے فعل مضارع "يَغْشٰهَا" لایا، "غشيها" نہیں کہا (تفسیر صاوی ۴/۳۲۱)

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ○٥	اور آسمان اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا (۵)

احتمال ہے کہ "مَا" موصولہ ہو، اور اس طرح معنی کیا جائے: قسم ہے آسمان اور اس کے بانی کی جو کہ خدا تعالیٰ ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ "مَا" مصدریہ ہو، پھر اس طرح معنی کیا جائے گا: قسم ہے آسمان اور اس کی بناوٹ کی جو نہایت خوبصورتی اور استحکام کے ساتھ بنایا گیا ہے۔

"مَا"اس جملے میں موصولہ ہے اور اس سے مراد پروردگار کی ذات پاک ہے۔

عرب کی لغت میں موصول مشترک عاقل کے لیے "مَن" اور غیر عاقل کے لیے "مَا"استعمال ہوتا ہے، لیکن بعض مواقع پر ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں، (ملاحظہ فرمائیں: سورہ نساء: ۳ و ۲۲ اور سورہ بلد ۳)

یہاں لفظ "مَا" کا استعمال وصفیت کے لیے ہے، یعنی وہ عظیم الشان اور مضبوط طاقت جس کا ذکر ہوچکا اس سے معلوم ہوا کہ، لفظ "مَا" یا "مَن" کا استعمال خدا کے لیے یکساں ہے، کیونکہ ان دونوں لفظوں میں سے ہر ایک کا استعمال، بشر کے ذہن اور سمجھ کے اس تصورکےمطابق ہے جو وہ خدا کے بارے میں رکھتاہے، جبکہ خدا تو نادرالعقول ہے انسانی عقل و ادراک میں اس کا تصور نہیں آسکتا ۔ (ملاحظہ کریں جزء عمہ شیخ محمد عبدہ)۔

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ○٦	اور زمین کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا (۶)

(c) ketabton.com: The Digital Library

قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے زمین کو بچھایااور پھیلا دیا، اس کے گول ہونے اور تیز گردش کے باوجود، اس نے اسے انسانوں کی زندگی اور پودوں کی ہریالی اور نشوونما کے لیے پھیلایا اور بڑھایا ہے۔

"طَحٰىهَا" چلایا، پھینکا، گرایا، پھیلایا یہ لفظ سورہ نازعات آیت (۳۰) میں"دَحا" کے ہم معنی ہے، دال کو طاء سے بدلنا جائز ہے (ملا حظہ کریں لسان العرب، روح البیان، کبیر)۔

زمین کی کِرَوِی یعنی گیند کی طرح گول ہونے اور وضعی اور انتقالی حرکت کی طرف اشارہ ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝	اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا (۷)

اور قسم انسان کی روح کی اور اس کی جس نے اسے بنایا اور اسے منظم کیا، (اس کی روحانی صلاحیتوں اورجسمانی قوتوں کو منظم کیا)۔

"نَفْس" خود انسان ، اس سے مراد انسان کی انسانیت ہے جو روح حیوانی اور جسم کے علاوہ ہے اور جو حیرتوں اور رازوں سے بھری ہوئی ہے، لفظ نَفْسٌ کا نکرہ لانا، یہ اشارہ ہوسکتا ہے ناقابل تصور عظمت اور اہمیت کی طرف جو انسانی علم سے ما ورا ہے، تخلیق کی دنیا کا یہ عجوبہ اور شاہکار جسے سائنسدانوں نے بجا طور پر "نامعلوم موجود" کہا ہے، (یعنی جسم اور حیوانی روح کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جسے انسانیت کہاجاتاہے، یہاں نفس سے وہی مراد ہے۔

"سَوّٰىهَا" اسے بنایا اور برابر کیا، اس طرح اس نے انسانی جسم کے ہر عضو کو ایک کام کے لیے اور اس کی ہر قوت کو ایک مقصد کے لیے بنایا اور جسم کی علامت اور بناوٹ اور اس کے تناسب کا لحاظ رکھا، (مراجعہ فرمائیں سورہ: قیامہ آیہ ۳۸، سورہ کھف آیہ ۳۷، سورہ انفطار ۷)۔

فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝	پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیز گاری اس پر الھام کردی (۸)

اسے گناہ سے بچنے اور تقوی اختیا رکرنے کی سمجھ دی ہے، (اور اس کو وحی کے ذریعے کھائی اور راستہ، اچھائی اور بُرائی دکھادی ہے) ابن عباسؓ

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرماتے ہیں: بھلائی اور بُرائی، فرمانبرداری اور گناہ اس کے لیے واضح کرکے بیان کردیا ہے، اور اسے سکھادیا ہے کہ کیا چیز مناسب ہے اور کیا چیز پرہیز کے لائق ہے۔

"أَلْهَمَ" الہام کیا ہے، دکھایا ہے، سمجھایا ہے، "فُجُورَ" گناہ اور معصیت کی طرف رحجان، حق اور حقیقت سے کنارہ کشی، (معجم الفاظ القرآن الکریم)

اس سے مراد بُرائی اور گناہ کا راستہ ہے، فُجُور ثلاثی مجرد کا مصدر ہے جیسے جُلوس و قُعود۔

"تَقْوٰی" پرہیز، اس سے مراد خیر اور حق کا راستہ ہے، (مراجعہ فرمائیں: سورہ بلد: ۱۰)

مفسرین کہتے ہیں: خدا نے سات چیزوں کی قسم کھائی ہے، یعنی: "سورج، چاند، رات، دن، آسمان، زمین اور انسانی جان کی" اپنی عظیم قدرت کو ظاہر کرنے، اور ربوبیت اور الوہیت میں اپنی وحدانیت بتانے کے لیے قسم کھائی ہے، ان چیزوں کے فائدے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، تاکہ یہ ثابت کرے کہ کسی بنانے والے نے اسے بنایا ہے اور کسی مدبّر نے اس کی حرکات و سکنات کو ترتیب دیا ہے۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: چونکہ سورج محسوسات میں سے سب سے بڑا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی چار صفات ذکرکی ہیں جو اس کی عظمت کو ظاہر کرتی ہیں، اس کے بعد اللہ نے اپنی پاک ذات کا تذکرہ فرمایا اور اسے تین صفات کے ساتھ بیان کیا تاکہ عقل و دانش اس کی شان و عظمت کو ٹھیک طرح سے سمجھ سکے، اور اس طرح عقل کو حواس کی دنیا کی تہہ سے لے کر اپنی عظمت کی وسعتوں کی بلندیوں تک لیجائے، (صفوۃ التفاسیر)

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّىٰهَا ۝	یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اپنا نفس پاک کرلیا (۹)

(ان سب چیزوں کی قسم) وہ شخص نجات اور کامیابی حاصل کرے گا جو اپنے نفس کو (نیک اعمال اطاعت اور عبادت کرکے اور گناہوں اور ممنوعات کو چھوڑ کر) پاک کرے (اور اسے انسانی شناخت دے کر ترقی دے اور بڑھائے)۔

"قَدْ أَفْلَحَ" یقیناً کامیاب ہے، کامیاب ہوا، گیارہ قسموں کا جواب ہے، (ملاحظہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرمائیں: المصحف الميسّر، صفوة التفاسير، روح المعاني)

"زَكّٰى"پاک رکھا، اس سے مراد ہے کہ روح کو، اوامر کے انجام دہی اور نواہی کے ترک کے ذریعے پاک کیا جائے اور اسے سنوارا جائے(مراجعہ کریں: سورہ: بقرہ:129 و 151، سورہ توبہ:103، سورہ نازعات: 18)

اس کا مقصد تقویٰ اور اطاعت کا جذبہ پیدا کرنا اور انسانی شخصیت کو ظاہر کرنا اور نیکی اور نیک اعمال کی صلاحیتوں کو ابھارنا ہے، یہ تزکیہ کے مصدر سے تطہیر اور تَنمِیہ(نشوونما) کے معنی میں ہے(اس کی تفصیل آپ تفسیر: روح المعانی میں قرآن کی روشنی میں دیکھ سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ ایک پاک اور باشعور انسان معاشرے میں تبدیلی کا ذریعہ بن سکتا ہے، اور معاشرے کو ترقی، شجاعت، ہمت، تشخص، علم اور وحدت دیتا ہے، جیسا کہ ایک ناپاک اور غیر مہذب انسان اپنی خواہشات کے حصول کے لیے قوموں کو فساد، تباہی اور تنزل کی طرف لے جاتا ہے۔

قرآن عظیم میں انسانوں کی نجات کے لیے دو اعمال تجویز کیے گئے ہیں: ایک ایمان اور دوسرا تزکیہ۔

وَقَدۡ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا ١٠	یقیناً وہ نامراد ہوگیا جس نے اسے دبادیا (١٠)

اور جو اپنے نفس کو چھپاتا ہے حالانکہ وہ چھپانے کی چیز نہیں ، چھپانے کی مستحق نہیں ، بلکہ ظاہرکرنے کا مستحق ہے، اور اسے ذلیل کرتا ہے، اور یہ اس طرح ہوتاہے کہ اسے برائیوں سے آلودہ کرکے اور عیوب کے قریب کرکے اور گناہوں کے ارتکاب سے اور ان صفات کو ترک کرنے سے ہوتا ہے جو روح کو کامل بناتی ہیں، اور اس کی نشوونما کرتی ہیں، اور ان صفات کے ساتھ ملنا جو روح کو آلودہ کرتی ہیں (جو شخص ایسا کرے وہ نا کام اور نقصان اٹھانے والا ہے)۔

"قَدۡ خَابَ" خابَ: خَيۡبَةٌ سے ہے، مکمل نا امید اور ناکام ہوگیا، وہ یقینی طور پر مطلوبہ مقصد تک نہ پہنچ سکا، محروم اور بے کار ہوگیا (مراجعہ فرمائیں: سورہ: آل عمران: ١٢، ابراہیم: ١، سورہ طہٰ: ٦١ و ١١)

"دَسّٰی" چھپایا ، آلودہ کردیا، از مصدر تَدۡسِية: بہ معنی نقص اور اخفاء کے ہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ صلاحیت کو ناکارہ اور بند کرنا ہے، در اصل "دَسَّسَ" "دَسَّ" مٹی کے نیچے کسی چیزکو چھپانا ہے، اور مضاعف کا دوسرا حرف "ی" سے بدل گیا ہے، "تَقَضَّضَ" اور "تَظَنَّنَ" جیسے کہ یہ تقضّی اور تَضنّی بھی پڑھے گئے ہیں۔

قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ضروری صلاحیتیں، اور بیدار ضمیر، اچھی اور بُری چیزوں کی سمجھ، سعادت کے راستے پر چلنے کے لیےعطا کی ہیں، چنانچہ ان کو ضائع کرنے یا بے ثمر چھوڑنے کا حساب انسان سے ہوگا۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝۱۱	قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب (پیغمبر) کو جھٹلایا (۱۱)

قوم ثمودنے اپنی سرکشی، نافرمانی، تکبر اور حق قبول کرنے سے انکار اور اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے اسے جھٹلادیا ۔

"طَغْوٰیا" طغیان، سرکشی، اس کا مطلب ہے مقررہ حدود الٰہی سے تجاوز کرنا، اور اس کے حکموں کی نافرمانی کرنا جو نفس کا سب سے بڑا گناہ ہے۔

"بِطَغْوٰىهَآ" اپنی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے، یا ان کی سرکشی اور نافرمانی۔

"ثَمُوْدُ" پتھر والے جنہوں نے اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کو جھٹلایا، ثمود صالح علیہ السلام کا مشہور و معروف قبیلہ ہے، چونکہ ان کے گھر اور عمارتیں پتھر کی بنی ہوئی تھیں اس لیے انہیں" اصحاب حجر" کا خطاب ملا، پچھلی آیات کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مثال کے طور پر قوم ثمود کا ذکر فرمایا ۔

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲	جب اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھا (۱۲)

جب ان میں سے سب سے بدنصیب اٹھا اور گیا (تاکہ اونٹنی کی کونچیں کاٹ دے، اس طرح گناہ اور خطاء کا مرتکب ہوکر مجرم بن گیا) یہ بات قابل ذکر ہے کہ: گناہ پر تشویق اور ترغیب دینا اور اکسانا بھی گناہ سمجھا جائے گا۔

ابن کثیر نے کہا: اس بدبخت انسان سے مراد: "قُدار بن سالف" ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"انۢبَعَثَ" انْبَعَثَ فعل بَعْث سے ہے، یعنی: کھڑا ہوا اور روانہ ہوگیا، جب اس قوم نے "قُدار" کو بھیجا تو "قُدار" نے ان کی تایید اور حمایت سے اونٹنی کو قتل کرڈالا۔

حقیقت یہ ہے: مقدسات کو توڑنا بدبختی کی علامت ہے، جو چیز جتنی زیادہ مقدس ہوگی اسے توڑنے کے لیے اتنی ہی زیادہ بدبختی درکار ہو گی، جیسا کہ آیت مبارکہ میں لفظ "اشقی" اسم تفضیل ذکر کیا گیا ہے جس کا معنی ہے بہت زیادہ یا سب سے زیادہ بد بخت۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تزکیہ کی فکر میں نہیں ہے ، اس بارے میں نہیں سوچتا، وہ ابتداء میں چُھپ چُھپ کر نفس کی پیروی کرتا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے: "وَقَدۡخَابَ مَنۡ دَسّٰهَا" پھر اس کے بعد علانیہ طور پر: " اِذِانۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا" کا ذکر کیا گیا ، یہ واضح ہے کہ بُرا عمل انجام دینے میں جو زیادہ بدبخت ہے وہ بہت متحرک ہوگا۔

"اَشۡقٰهَا" قبیلے کا سب سے بد بخت "قُدار بن سالف" اُٹھ کھڑا ہوا، تاکہ کونچیں کاٹ دے، اور دوسروں نے اسے نہیں روکا، تو اس لیے "قُدار" بدبختی اور بغاوت میں ہرعام و خاص کے لیے مثال بن گیا، لوگ آپس میں کہتے تھے: "فلاں قدار سے بھی زیادہ بدبخت ہے"۔

جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث میں ہے:

1 - يَا أَبَاتُرَابٍ! أَلَا أُحَدِّثُكُمَا بِأَشْقَى النَّاسِ رَجُلَيْنِ؟ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: أُحَيْمِرُ ثَمُودَ الَّذِي عَقَرَ النَّاقَةَ، وَالَّذِي يَضْرِبُكَ عَلَى هَذِهِ (يَعْنِي قَرْنَ عَلِيٍّ)، حَتَّى تَبْتَلَّ هٰذِهِ مِنْهُ الدَّمُ، يَعْنِي لِحْيَتَهُ (المستدرک حاکم: 4679) و (مسند احمد: 18321) و (السنن الکبری نسایی: 8485) و (السلسلة الصحیحة:1743) ترجمہ: " اے ابو تراب! (یعنی مٹی والے): کیا میں تمہارے لیے دو بدبخت ترین مردوں کی نشاندہی نہ کروں؟ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُحَیمِرثمودی، جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور وہ آدمی جو (اے علی!) تیرے سر پر مارے گا، حتی کہ تیری (داڑھی) خون سے بھیگ جائے گی"

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - أَشْقَى الْأَوَّلِينَ عَاقِرُ النَاقَةِ، وَ أَشْقَى الْآخِرِينَ الَّذِى يَطْعَنُكَ يَا عَلِي وَأَشَارَ إِلَى حَيْثُ يَطْعَنُ (المعجم الكبير طبرانی: 7311) و(مسند ابویعلی موصلی: 485) و(مسند بزار: 1424) و (السلسلة الصحيحة: 1088) ترجمہ: "پہلے لوگوں میں سے بدبخت ترین شخص وہ تھا جس نے ناقہ صالح کو قتل کیا، اور بعد کے لوگوں میں سے بدبخت ترین آدمی تیرا قاتل ہے اور اس طرف اشارہ کیا جہاں وہ مارے گا۔"

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝١٣	تو ان سے اللہ کے رسول نے کہا اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری (کا خیال رکھو) (۱۳)

پیغمبرِ خدا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تنبیہ کرتے ہوئے ان سے کہا: اس اونٹنی کو قتل کرنے اور کونچیں کاٹنے سے گریز کرو جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک عظیم معجزہ اور نشانی قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو جس کے دودھ سے تم پیتے اس دودھ کا بدلہ ا س کے قتل کی صورت میں نہ دو اس سےچھیڑچھاڑ مت کرو۔

صالح علیہ السلام نے ان میں پوری وضاحت کےساتھ اعلان کیا: اس اللہ کی اونٹنی کے ساتھ کام نہیں رکھو، اس کی باری پر اسےچشمے سے پانی سے پینے مت روکو ۔

"نَاقَةَ اللّٰهِ": اللہ کی اونٹنی، (مراجعہ فرمائیں: سورہ اعراف:۷۳ اور ۷۷، سورہ هود:۶۴، سورہ اسراء:۵۹، سورہ قمر:۲۷) ایک تنبیہ ہے، اور نا قَۃ کا لفظ مفعولٌ بہ ہے"إِحْذَرُوا" فعل محذوف کا۔

"سُقْيا" اس کے پانی پینے کی باری (مراجعہ فرمائیں: سورہ شعراء: آیت : ۱۵۵)

فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۝ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝١٤	مگرانہوںنے پیغمبر کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو خدا نے ان کے گناہ کے سبب ان پر عذاب نازل کیا اور سب کو (ہلاک کرکے) برابر کردیا

انہوں نے اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کو جھٹلایا، اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور قتل کیا، تو خدا نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کردیا

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور عذاب نے ان سب کو ڈھانپ لیا ان کے سر کے اوپر سے ان پر موت منڈلانے لگی، زلزلے نے انہیں نیچے سے گھیر لیا تو وہ بے ہوش ہوکر زمین پر گِر پڑے۔

واضح رہے کہ: جو شخص دوسرے کے گناہ پر راضی ہوتا ہے اسے شریک جرم تصور کیا جائے گا۔

ہم نے دیکھا کہ: ایک بندے نے اونٹنی کو مارا لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان میں سے ایک جماعت نے اسے قتل کیا۔

"دَمْدَمَ عَلَيْهِمْ" ان پر غضب کیا، سب پر عذاب مسلط کیا، ان کو کچل کر روند ڈالا، انہیں ہلاک اور نیست و نابود کیا۔

مفسر خازن فرماتے ہیں:"الدمدمة" یعنی انہیں نابود کیا اور جڑ سے اُکھاڑا، یعنی ان پر ایسا عذاب مسلط کردیا کہ ان میں سے کوئی بھی نہیں بچا ۔

"سَوّٰهَا" ان کو مٹی میں ملادیا، یعنی قبیلے کے تمام افراد کو ایک جیسا عذاب دیا، چھوٹے بڑے، مالدار اور غریب میں سے کوئی بھی نجات نہیں پاسکا ۔

اس کا معنی یہ ہے کہ: زمین ان پر ہموار کردی اور ان کو مٹی میں ملا کر یکساں کردیا، عذاب اور ہلاکت میں یکساں طور پر ان کو مبتلاکرکے ان کوختم کردیا۔

"فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ...فَسَوَّاهَا" ان کے گناہ کے سبب ان سب پر عذاب نازل کردیا اور انہیں نیست و نابود کردیا۔

حضرت صالح کی اونٹنی کا واقعہ

حضرت صالح علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں گیارہ مرتبہ ذکر کیا گیا ہے، حضرت صالح علیہ السلام حضرت نوح اور حضرت ھود علیہما السلام کے بعد تیسرے پیغمبر ہیں جو پوری قوت اور طاقت کے ساتھ بت پرستی اور طاغوت کے خلاف اپنے زمانے میں اٹھ کھڑےہوئے، اور کئی سال تک ان کے خلاف مسلسل جنگ کی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم کی دس سورتوں اور مجموعی طورپر سڑسٹھ "۶۷" آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حضرت صالح قبیلہ ثمود میں سے ہیں اور یہ قبیلہ حضرت نوح کے بیٹے "سام" کی اولاد میں سے ہے، حضرت صالح علیہ السلام خدا کی طرف سے قوم ثمود کی ہدایت کے لیے بھیجے گیے تھے، ثمود کی قوم حجاز اور شام کے درمیان ایک پہاڑی علاقے میں آباد تھی ۔

ثمود بہت زیادہ مالدار، باغوں اور وسیع و عریض زرخیز زمینوں کے مالک تھے، دنیاوی زندگی بسر کرنے کے لیے کافی علاقے ان کے پاس تھے، وہ دنیا کی زندگی سے بے حد دلچسپی رکھتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ خوشحال زندگی گزارنے والے تھے جبکہ مذہبی طور پر بت پرست تھے۔

ان کی ہدایت کے لیے، خدا نے صالح نامی ایک پیغمبر ان کے خاندان اور قبیلے سے پیدا کیا ۔

خدا کی عبادت کی دعوت

حضرت صالح نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اس اکیلے خدا کی عبادت کرو کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، خدا نے تمہیں قوم عاد کے بعد ان کا جانشین بنایا، تاکہ ان سے اور ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو، اس لیے کہ جس عذاب کے ذریعے انہیں ہلاک کیا کہیں تم بھی اس میں گرفتار نہ ہوجاؤ، جی ہاں ! قوم ثمود نےبھی پچھلی اقوام کی طرح پیغمبر کی بات سننے کے بجائے ان پر جھوٹی تہمتیں لگائیں اور بُری باتیں کیں۔

وہ کہتے تھے: کیا ہم اپنے جیسے انسان کی تابع داری کریں؟ ہم میں سے صرف اس پر کیوں وحی اُترتی ہے؟

قوم ثمود کے بت پرستوں نے جب حضرت صالح علیہ السلام کی ثابت قدمی دیکھی تو ان سے ایک معجزہ کا مطالبہ کیا، اس معجزے کے طلب کرنے سے وہ چاہ رہے تھے کہ حضرت صالح عاجز آجائے تاکہ ہمیشہ کے لیے اس سے اور اس کی باتوں سے جان چھڑائیں۔

خدا نے حضرت صالح پر وحی بھیج کر فرمایا کہ ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیج دیں گے، ایسی اونٹنی جو پہاڑی کے دل سے نکلے گی بغیر نر اور مادہ کے ملاپ کے پیدا ہوجائے گی، ایک دن لوگ اس علاقے کے چشمے سے پانی پئیں گے اور دوسرے دن اونٹنی۔

حضرت صالح نے اپنی قوم کو معجزہ دکھایا اور لوگوں کو اس کے متعلق ضروری احکام صادر فرمائے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حضرت صالح نے اپنی قوم سے فرمایا : اس اونٹنی کے آگے رکاوٹ نہ بنیں، چھوڑ دیں اس کو چرتی رہے، اگر کسی نے اسے تکلیف پہنچائی تو دردناک عذاب سے دوچار ہوجائیگا، ایک دن آپ لوگ اس علاقے کے کنویں سے پانی بھریں اور مویشیوں کو بھی پلائیں، اور ایک دن اس اونٹنی کو پینے دیاکریں ۔

اس طرح کچھ عرصہ گزر گیا یہاں تک کہ یہ مسئلہ ان کافروں اور مشرکوں پر بھاری ہوگیا اور انہوں نے اسے پانی سے اپنی محرومی کا سبب بھی سمجھا اور اپنی ذلت کا سبب بھی، پھر قوم ثمود کے بڑے اور مالدار لوگوں نے باہمی مشاورت شروع کی، اس اونٹنی کو مارنے کا فیصلہ کرلیا، اس کے لیے انہوں نے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا جو سب سے زیادہ شریر اور بدکار تھا، اس کام کو انجام دینے کے لیے قدارہ ابن سالف یا قذار ابن سالف جو ایک بے رحم آدمی تھا منتخب کیا اور اسے ضروری احکامات دیے۔

ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کی باری تھی وہ آدمی اونٹنی پر حملہ آور ہوا اور اسے قتل کردیا، حضرت صالح علیہ السلام کو جب اس با ت کی اطلاع ملی ، تو انہوں نے قوم سے کہا: میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا تھا کہ اس اونٹنی کو تکلیف اور اذیت نہ پہنچاؤ ؟

اب بہت مختصر مدت میں اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوجاؤ گے، قوم ثمود پر جو عذاب خدا نے بھیجا وہ حیرت انگیز اور خوفناک تھا، عذاب تب نازل ہوا جب سب نیند میں تھے، کہ اچانک شدید زلزلہ نے اس علاقے کو ہلا دیا وہ نیند سے اُٹھ گئے لیکن ان کو گھروں سے نکلنے کی فرصت نہیں ملی ، کیونکہ ایک شدید کڑک اور خوفناک آواز گونجنے لگی، ایک طرف زلزلہ اور دوسری طرف آسمانی بجلی نے انہیں فیصلہ کرنے کا موقع نہیں دیا، اگلے دن اگر کوئی اس علاقے میں آتا تو وہ تصور نہیں کرسکتا تھا کہ یہاں کبھی لوگ رہتے تھے اور کوئی گھر بھی تھا، کیونکہ نہ لوگوں کے کوئی آثار تھے اور نہ گھروں کے، لیکن حضرت صالح علیہ السلام اور اللہ کے معجزہ پر ایمان لانے والوں کو نجات ملی اورزندہ محفوظ رہے۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا۟ ۱۵	اور وہ اس (سزاء) کے انجام سے نہیں ڈرتا (۱۵)

یعنی پروردگار نے اس عذاب کو نازل کیا، اپنے کام کے خاتمے اور اس کے نتائج سے ڈرے بغیر کیونکہ وہ اپنے فیصلوں میں عادل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ: عظیم پروردگار ہر چیز پر غالب ہے، اور وہ ظالموں اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو تباہ کرنے کی پرواہ نہیں کرتا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ابن کثیر اس قول راحج اور اولٰی سمجھتے ہیں، لیکن دوسرا قول ہے جس میں "ھا "کی ضمیر کونچیں کاٹنے والے کے عمل کی طرف راجع ہے یعنی: اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا اپنے عمل کے نتائج سے نہیں ڈرا۔

زمحشری پہلے معنی کی تائید میں فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ اپنے کام کے نتائج سے نہیں ڈرتا، جیسا کہ اگربادشاہ لوگ اپنے منصوبوں کے انجام سے ڈرنے لگیں یا کسی کو سزاء دینے سے ڈرنا شروع کریں تو کبھی کسی کو سزاء نہیں دے سکیں گے ۔

"لَا يَخَافُ" نہیں ڈرتا ۔

١- الله تعالیٰ کسی کو عذاب دینے کے نتائج سے نہیں ڈرتا کہ کوئی کچھ کہے گا یا کچھ کرے گا۔

٢- الله تعالیٰ عذاب دینے کے انجام سے پشیمان نہیں ہوتا، اور اپنے کام کے نتائج "ان کے ہلاکت اور بربادی" سے وہ خوف زدہ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ سب کا پروردگار، سب کا مالک، قاہر اور قادر ہے، اور وہ اپنے بندوں سے بہت اوپر اور افضل ہے، غالب اور حکمت والا بھی ہے، حکیم ذات اپنے علم اور حکمت کی بنیاد پر سزاء دیتا ہے، چنانچہ اس کے پشیمانی کی کوئی وجہ نہیں ہوتی، کیونکہ ان کو پہلے تنبیہ کی گئی تھی لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔

قرآن میں قسم

قرآن عظیم جوکہ انسانی رہنمائی کی کتاب ہے، انسانوں کی تعلیم کے لیے کئی طریقوں کو مدنظر رکھتا ہے، حلف (قسم) کا استعمال بھی ان تربیتی طریقوں میں سے ایک ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قسم کھانا لوگوں میں ایک عام چیز ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے مذہب اور رسم و رواج کے مطابق قسم کھاتا ہے تاکہ کسی بات پر یقین دلایا جائے یاتاکید پیدا کی جائے یا سامعین کی توجہ زیر بحث نکتے کی طرف مبذول کروائی جائے ۔

"قَسْم" لغت میں حصہ، حصہ کرنا، اور "قِسَم" فائدہ اُٹھانے کے معنی میں ہے، (ابن منظور، محمد بن مکر، لسان العرب، بیروت، دار صادر، 1414ق، ج12، ص478)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور "قَسَم" اصل میں "قَسامه" سے ہے، (وہ قسم جو مقتول کے ورثاء کو کھلائی جائے) حسن و جمال کے معنی میں بھی ہے، یہ لفظ فقہی اور قرآنی اصطلاحات میں "حلف" کے لیے بطور اسم استعمال ہوا ہے۔

اس کا نام قسم رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ "قسم "کھانے والا چاہے کسی بھی حیثیت میں ہو اس چیز کی خوبصورتی سے فائده اٹھاتا ہے جس کی وہ قسم کھاتا ہے، (راغب اصفهانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، بیروت، دارلعلم الدار الشامية، 1412ق، چاپ اول، صفحه 670)

"یمین" کو قسم کے معنی میں اس لیے لیا گیا ہے کہ عرب کے لوگ عہد اور معاہدہ کرتے وقت اور قسم کھاتے وقت آپس میں سیدھے ہاتھ کو مضبوط پکڑ کر دباتے تھے، اس لیے مجازاً اسے "یمین" کہا گیا یمین کا لفظی معنی ہے دایاں (قرشي، سيد علي‌اکبر؛ قاموس قرآن، تهران، دارالکتب الاسلاميه، 1384ش، چاپ چهاردهم، جلد 7، صفحه 273)

قرآنی قسموں کی اقسام:

قرآن میں اقسام کی جو قسمیں بیان کی گئی ہیں ان کی درجہ بندی علماء نے درج ذیل انداز میں کی ہے:

خدا نے قرآن میں اپنی ذات کے علاوہ کئی مخلوقات پر بھی قسم کھائی ہے کہ قرآن میں ایک نظر ڈال کر دیکھ لیں تو درج ذیل چیزوں کی قسم نظر آتی ہے۔

(۱) اپنی ذات کی قسم کھانا

ہمارے عظیم رب نے دس (۱۰) بار لفظ " الله" کی قسم کھائی ہے جیسے "تَاللّٰهِ لَتُسۡـَٔـلُنَّ عَمَّا كُنۡتُمۡ تَفۡتَرُوۡنَ" (سوره نحل آیت:۵۶) اور چھ مرتبہ لفظ "رب" کی قسم کھائی ہے۔

(۲) فرشتوں کی قسم

"وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ۝۱ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا... فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ۝۵" (سوره نازعات آیات: ۵-۱)

پیغمبر کی عمر کی قسم! "لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ۝۷۲" (سوره حجر آیہ ۷۲)

(c) ketabton.com: The Digital Library

(۳) قرآن مجید کی قسم

"یٰسٓ ۝۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝۲" (سورہ یس ۱ و ۲)

(۴) قیامت کی قسم

"و الیوم الموعود" (سورہ بروج آیہ ۲)

(۵) تخلیق کے مظاہر کی قسم

جیسا کہ: سورج، ستارے، زمین، چاند، ہوا، بادل، سمندر، کشتی، انجیر اور زیتون کی قسم کھانا، مراجعہ کیا جائے: (سورہ طارق آیت ۴، سورہ شمس آیت ۱، سورہ تکویر آیت ۱۵، سورہ شمس آیت ۶، سورہ انشقاق آیہ 18، سورہ ذاریات آیہ 1 و 2، سورہ طور آیہ 6، سورہ ذاریات آیہ 3، سورہ تین آیہ 1)

(۶) مختلف وقتوں کی قسم

صبح صادق، چاشت، عصر، غروب آفتاب، دن اور رات، مراجعہ کیا جائے: (سورہ فجر آیہ1، سورہ شمس آیہ 1، سورہ عصر آیہ 1، سورہ انشقاق آیہ 17، سورہ شمس آیہ 4، سورہ تکویر آیہ 17)

(۷) مقدس اماکن کی قسم

جیسے مکہ، کوہ طور، بیت المعمور، مراجعہ فرمائیں سورہ: (بلد آیت: ۱ و ۳)

(۸) دیگر اشاء کی قسم مثلا

انسانی ضمیر کی قسم، قلم اور تحریر، لڑنے والے انسان کی، جفت اور طاق کی، رجوع فرمائیں:(سورہ شمس آیہ 17، سورہ قیامت آیہ 2، سورہ قلم آیہ 1، سورہ عادیات آیہ 1تا 5، سورہ فجر آیہ 3)

قسم کی وجوہات:

البتہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کی قسمیں یا تو ایسی چیز کے بارے میں ہیں جن پر انسان کا اعتقاد ضروری ہے جیسے: خدا کی وحدانیت، قیامت کے وقوع پزیر ہونے، انبیاء کے مبعوث ہونے، پیغمبر اسلام کی نبوت اور خدا کے وعدے کی سچائی پر قسم کھانا، یا انسان کی حالتوں اور مزاجوں پر تاکید کرنا ہے، جیسے انسان کو بہترین شکل میں تخلیق کرنے کی تاکید، انسان کو مصائب اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

مشکلات میں پیدا کرنا، انسان کے لیے محافظوں اور نگرانوں کا وجود، انسان کے زیاں کار ہونے کا ذکر کیا۔

خدا کی قسم اور انسان کی قسم میں فرق

مفسرین اس بارے میں لکھتے ہیں: خدا کی قسموں اور لوگوں کے درمیان روایتی قسموں کے درمیان فرق نے ذیل کے نکات نمایاں کیے ہیں:

۱- لوگ عام طور پر ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں جنہیں وہ مقدس یا بہت عزیز سمجھتے ہیں، ان سب کے بارے میں وہ جھوٹ بولنے پر پکڑ میں آنے یا نقصان اٹھانے سے ڈرتے ہیں۔

۲- لوگوں کی قسم کا اصل مقصد کچھ ثابت کرنا ہوتا ہے، جب بات کرنے والے کو یہ اندیشہ ہو کہ سننے والے اس کی باتوں پر یقین نہیں کریں گے تو وہ قسم کھا کر انہیں یقین دلانے اور ان کا شک دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، قرآن کی قسموں میں ایساکچھ نہیں ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ کسی سے یا کسی چیز سے نہیں ڈرتا، نہ اسے کسی کو یقین دلانے کے لیے قسم کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے کہ خدا کے کلام کے متعلق مؤمن کو یقین دلانے کےلیے قسم کی ضرورت نہیں ہے، جبکہ منکر اور کافر کے لیے قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

خدا کی قسمیں کیوں:

خدا کی قسموں کا ایک فلسفہ اس چیز کی اہمیت کو بیان کرنا ہے جس کی قسم کھائی ہے، خدا کی قسموں کا دوسرا فلسفہ ان مخلوقات کی اہمیت اور قدر کا اظہارہے جس کی اس نے قسم کھائی ہے۔

قرآن کی مجموعی قسموں میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک کے بارے میں ذکر کیا ہے، جوکہ سورہ شمس کی ابتدائی آیات ہیں اور چار مواقع میں پانچ قسم کی قسمیں موجود ہیں، اور دوسرے مواقع پر چار قسم کی قسمیں پائی جاتی ہیں، تین قسمیں چھ مواقع پر اور دو قسم کی قسمیں پانچ مقامات پر ذکر ہوئی ہیں۔

اور متفرد یعنی ایک قَسم سولہ مرتبہ آئی ہے یہ تعداد سب سے زیادہ ہے ۔

سورہ شمس کی قسموں کی گیارہ قسمیں اور تزکیہ نفس

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں گیارہ قسمیں یاد کی ہیں، ان میں سے چار قسمیں دو بار آئی ہیں، اور تین مواقع پر منفرد آئی ہیں پہلے چار مورد درج ذیل ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

۱- وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا۪ۙ‏ ﴿۱﴾: قسم ہے سورج اور اس کے چمک کی: اس آیت میں سورج اور اس کی روشنی دونوں کی قسم کھائی گئی ہے۔

۲- وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۪ۙ‏ ﴿۵﴾: قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اس بلند و بالا عمارت کو بنایا ہے۔

۳- وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰهَا۪ۙ‏ ﴿۶﴾:قسم ہے زمین کی اور خدا کی جس نے اسے پھیلایا ہے۔

۴- وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰٮهَا۪ۙ‏ ﴿۷﴾: انسان کی اور اس کے پیدا کرنے والے کی قسم۔

مندرجہ بالا چار مقامات میں کل آٹھ قسمیں موجود ہیں۔

لیکن تین مواقع جو کہ منفرد ہیں:

۱- وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰٮهَا۪ۙ‏ ﴿۲﴾: چاند کی قسم جب سورج کے بعد نکلے۔

۲- وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰٮهَا۪ۙ‏ ﴿۳﴾: قسم ہے دن کی جب اس کی کرنیں زمین کو منور کردیں۔

۳- وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰٮهَا۪ۙ‏ ﴿۴﴾: قسم ہے رات کی جب اس کی تاریکی ساری زمین کو ڈھانپ لے۔

عالم کو روشن کرنے والا سورج

سورج اور اس کی روشنی کی عظمت و اہمیت کے بارے میں، جس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی تھی، وہ معلومات جن کی قرآن کے نزول کے وقت کسی کو خبر نہیں تھی:

الف: سورج کی چمکیلی عظمت۔
ب: سورج کا وزن۔
ج: سورج کا درجۂ حرارت۔
د: سورج کے شعلے ۔
ھ: سورج کی کشش ۔

سورج کی روشنی کے اثرات اور راز

(c) ketabton.com: The Digital Library

۱- سب کچھ سورج کی روشنی پر منحصر ہے۔

۲-سورج کی روشنی سے غذائی اجناس کا پرورش پانا اور ان کا پختہ ہونا پکنا۔

۳-بارشیں اور سورج کی روشنی۔

۴-سورج کی روشنی اور ہوا کے درمیان تعلق۔

۵-سورج خوبصورتی کا منبع اور ذریعہ۔

۶-سورج کی روشنی توانائی کا مرکز۔

چاند کی قسم

الف: چاند کا حجم۔
ب: چاند کا وزن۔
ج: چاند پر زندگی۔
د: چاند کی حرکت۔
ھ: چاند تک ہمارا فاصلہ۔
و: دن رات اور چاند۔

چاند کی برکتوں کا ایک گوشہ

۱- چاند، قدرتی تقویم (کیلندر)

۲- اصل مقصد یہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روح کی اصلاح اور تہذیب کے سبق کے ضمن میں (سورہ شمس کی گیارہ قسمیں کھاکر) توحید اور خدا کی معرفت کا سبق بھی دیتا ہے اور یہ ہمیں وجود کے آفاقی فضل کے ماخذ اور اسباب کی وجہ کا احساس دلاتا ہے، تاکہ ہم اس کو زیادہ سے زیادہ پہچان کر کمال کے اعلیٰ درجات تک پہنچ سکیں۔

انسان کی روح کی قَسم

"وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا" اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں انسان کی روح اور اس کی ذات کی قسم کھائی ہے جس نے اسے پیدا کیا اور معتدل بنایا، اور آگے اس نکتے کا ذکر کرتے ہیں کہ انسان کی روح کی پیدائش پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسے اس کی اچھائی اور بُرائی کی بھی تعلیم دی یعنی سعادت کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسباب کو بھی اس کے دست رس میں رکھا اور بدبختی، شقاوت کے عوامل کی بھی اسے پہچان کروائی ۔

بالفاظ دیگر: انسان کو راستہ اور کھائی دونوں دکھادیے ۔

"قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا" گیارہ قسمیں اس نکتے کی بڑی اہمیت کو بیان کرتی ہیں کہ: جس نے اپنی نفس کا تزکیہ اور آبیاری کی وہ کامیاب ہوگیا، اور جس نے اپنی روح کو گناہ سے آلودہ کیا وہ نا امید اور محروم ہوگیا۔

سعادت کیا ہے؟

(۱) سعادت کا تصور۔

(۲) اس کی اصطلاحی معنی ۔

(۳) سعادت کے بارے میں ہماری سمجھ

انسانی معاشرے یعنی ہم انسانوں کی زندگیوں میں سعادت ایک اہم اور مرکزی موضوع ہے، انسانی زندگی کا ایک اہم سوال یہ ہے کہ اسے کیسےپتہ چلے گا کہ خوشی کیا ہے؟ سعید اور خوشبخت کون ہے؟ حقیقی سعادت اور خوشی کیا ہے؟ اور انسان حقیقی سعادت کیسے حاصل کرسکتا ہے؟ ان سوالات کے درست اور منطقی جواب تلاش کرنا ہمارے بہت سے مسائل کا یقینی حل ہوسکتا ہے، اس کے مفردات یعنی ہر ایک جواب کو معلوم ہونا یا کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے، ہر قوم کی ثقافت کے لحاظ سے، سعادت کی صورت الگ ہوتی ہے، حتی کہ ہر انسان کی ثقافت میں مختلف مفہوم اور تعریفیں رکھی گئی ہیں، ہر انسانی گروہ اور فرقے نے سعادت کی تعریف اپنی خصوصیات اور ذوق کے مطابق کی ہے اور اس کےمفہوم کے بارے میں اپنی الگ سمجھ ہے۔

لفظ "سعادت" یا" خوشبختی" کا لغت میں علماء نے ترجمہ"سعادت اور خوشی" کا کیا ہے، علماء سعادت کی تعریف میں کہتے ہیں: سعادت مختلف مادی اور روحانی قوتوں کا صحیح ، بھرپور اور جائز استعمال ہے وہ قوتیں جو خدا نے انسان کے قبضے اور صوابدید میں رکھی ہیں۔

اس مفہوم کو قرآن عظیم نے اپنی خاص خوبصورتی کے ساتھ اس طرح متعارف کرایا ہے:"وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا۝۷ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۝۸ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا۝۱۰" آیات مبارکہ کے مفہوم سے واضح ہے کہ: انسان کی کامیابی کا دارو

(c) ketabton.com: The Digital Library

مدار نفس کے تزکیہ پر ہے اور "فلاح" وہی سعادت اور نفس انسانی کی تکمیل ہے کہ انسان کےلیے مشکلات کا سبب ہے، "فوز" وہ مطلوب ذاتی ہے جسے"سعادت" کہا گیا ہے۔

اگر ہم انسانی تخلیق کی حکمت اور فلسفہ کا جائزہ لیں تو ہمیں واضح طور پر سمجھ آجائے گا کہ دنیا کی تخلیق کا مقصد انسان کو کمال فضیلت اورسب سے اعلیٰ ترین کمال انسانی تک پہنچانا ہے، اس منطق کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان فطرتاً کمال کی جستجو کرنے والی مخلوق اور سعادت کا طالب پیدا کیا گیا ہے، اس لیے تمام انسانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی گمشدہ سعادت تک پہنچنے کی کوشش کریں ۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان سعادت کی بلندی تک پہنچنے کے لیے مختلف راستے اور ذرائع تجویز اور مہیا کرتا ہے۔

کچھ لوگ ظاہری لذت تک رسائی کو خوشی اور سعادت کا مقصود سمجھتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ باطنی لذتوں کو خوشی اور سعادت کا مطلوب سمجھتے ہیں۔

ابن سینا نے سعادت کا معنی کیاہے یک جہت اور ہم آہنگ انداز میں انسانی صلاحیتوں کا نشوونما جو انسان کو کمال کی طرف لے جاتا ہے، (رساله سيماي خوشبختي، نوشته حميد رسائي، صفحه ١٧)

اسی طرح علماء کہتے ہیں کہ دو خصوصیات(سعادت اور شقاوت) میں سے ہر ایک کا اپنا مخصوص معنی ہے۔

مثال کے طور پر: "روح" کی اپنی خاص سعادت اور شقاوت ہے، اور "جسم "کی اپنی خاص سعادت اور شقاوت ہے، اس منطق کے مطابق قرآن عظیم نے انسان کو جسم اور روح کے مرکب کے طور پر متعارف کرایا ہے، ابدی روح اور بدلتا جسم۔

اس بناء پر جن چیزوں کا تعلق صرف انسان کی "روح" کی سعادت سے ہے، جیسے: علم، تقوی اور اس کی امثال، انسانی سعادت سمجھی جاتی ہیں، اسی طرح جن چیزوں میں روح اور جسم دونوں کی سعادت شامل ہے، وہ بھی انسان کی سعادت میں شمار ہوتی ہیں جیسے: مال اور اولاد کی نعمت، بشرطیکہ اس سے بندہ خدا کی یاد کو فراموش نہ کرے اور دنیاوی زندگی کی طرف زیادہ مائل نہ ہو، نیز انسانی سعادت وہ چیزہے جو جسم سختی اور پریشانی کا باعث

(c) ketabton.com: The Digital Library

بنتی ہے، لیکن روح کے لیے سعادت سمجھی جاتی ہے، جیسے: خدا کی راہ میں جسمانی مشقتیں برداشت کرنا، اور مال خرچ کرنا۔

تاہم وہ چیزیں جو روح میں شقاوت اور تکلیف کا باعث بنتی ہیں، اگرچہ وہ جسمانی سعادت کا باعث ہی کیوں نہ ہوں ان میں کسی قسم کی سعادت نہیں ہے، جیسے وہ دنیاوی جسمانی آسائشیں جو ناجائز اور حرام ذرائع سے حاصل کی جائیں اگرچہ وہ جسمانی لحاظ سے سعادت نظر آتی ہیں مگرچونکہ وہ خدا کی یاد بھول جانے کا باعث بنتی ہیں، لہذا خدا نے اس قسم کی لذت اور نام نہاد ناجائز جسمانی سعادت کو انسان کے لیے عذاب قرار دیاہے۔

اسلام کا مقدس دین لوگوں کو متنبہ کرتا ہے کہ زندگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے آپ کو دنیاوی آسائشوں تک محدود رکھا جائے، بلکہ دائمی اور ابدی زندگی بھی دکھوں اور آسائشوں کے ساتھ چل رہی ہے جو انسانوں کے اعمال کے مطابق ہوگی، اب یہ انسان پر منحصرہے کہ وہ عارضی اور فانی زندگی کی سعادت کا انتخاب کرتا ہے یا ابدی زندگی کی سعادت کا ۔

اس سلسلے میں دین اسلام اعتدال کا خیال رکھتا ہے، اور مادی اور روحانی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے بہت اعلیٰ انسانی حدود و قیود متعین کرتاہے، جن کی پیروی کرنے سے جو اس دین کی فطرت ہے کہ یہ دنیا اور آخرت کا دین ہے رہنمائی کرتا اور ہدایت بخشتا ہے، ان اصولوں پر عمل کرنے سے دنیا اور آخرت دونوں میں فلاح اور کامیابی نصیب ہوگی۔

یہ بات یقینی ہے کہ سعادت اور خوشی ان انسانوں اور انسانی معاشروں سے تعلق رکھتی ہے جن میں ذہنی سکون زیادہ ہوتا ہے، وہ اشخاص جو سعادت اور خوشی کو دنیوی مال رکھنے میں سمجھتے ہیں تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ: مال، جائیداد اور اقتدار کسی بھی طرح خوشی کا ذریعہ نہیں ہیں، کیونکہ مال و دولت خوشحالی لاتی ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ آرام اور راحت بخش بھی ہو۔

ایک انگریز دانشور کہتا ہے: عقلمند لوگوں کے لیے دولت پریشانی اور بدبختی کا ایک سبب ہے، اہم بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے مال کا مالک بننے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ اس کا غلام، ہمیں اپنے نفس کا امیر بننا چاہیے، نہ کہ نفس کے اسیر۔

جو لوگ دولت اور طاقت میں گرفتار ہوکر ہمیشہ اپنے آپ کو اس کا اسیر بنا چکے ہیں وہ مسلسل یہ سوچتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہوکہ حوادث کی کشمکش

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں وہ اپنی دولت اور جائیداد سے ہاتھ دو بیٹھیں، وہ ہر وقت اسی سوچ میں ڈوبے رہتے ہیں، معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے لوگوں کو کوئی خوشی نہیں ملے گی، غور کرنا چاہیے اور جان لینا چاہیے کہ کفن میں جیب نہیں ہوتی (بلکہ یہ بھی نہیں پتہ کہ کفن بھی نصیب ہوتاہے یا نہیں)

انسان حقیقی سعادت تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟

۱- اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا:

سب سے پہلی چیز جس کے ذریعے انسان حقیقی سعادت تک پہنچ سکتا ہے وہ پروردگار کی رضاحاصل کرنا ہے، قرآن عظیم سورہ عصر میں ان لوگوں کو نقصان سے مستثنیٰ قرار دیتا ہے جو مؤمن اور نیک اعمال والے ہیں، قرآن کریم پوری وضاحت سے بیان کرتا ہے: نیک اور مؤمن انسان لازمی طور پر فلاح اور کامیابی حاصل کریں گے۔

(إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) اخلاقیات کے علمبردار کہتے ہیں کہ خوش نصیب وہ ہے جس کی زندگی خوشگوار ہو، اس لیے کہ خدا کی مرضی کے بغیر خوشگور زندگی نہیں مل سکتی۔

۲- تقویٰ اور پرہیز گاری:

حقیقی سعادت اور خوشی حاصل کرنے کا دوسرا ذریعہ قرآن عظیم میں سورہ شمس کی آیت نمبر ۹ میں گیارہ قسموں کے بعد بیان کیا گیا ہے: سعادت اور نجات ان لوگوں کے لیے ہے جو ہرقسم کی ناپاکی سے پاک ہوجاتے ہیں، اور بد نصیب وہ شخص ہےجو ناپاکی میں ملوث ہوجاتاہے، آسمانی کتابوں اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے بھیجنے کی ایک وجہ کا خلاصہ اس مفہوم میں ہے، انبیاء آئے ہیں تاکہ ہم انسانوں کو زندگی گزارنے اور ابدی سعادت مند زندگی تک پہنچنے کا راستہ دکھائیں، خدا کے پیغمبر انسانوں کو نیکی اور سعادت کا راستہ سکھائیں ، انبیاء کی رسالت کا ایک مقصد لوگوں کو سعادت مند زندگی میں داخل ہونے کے راستے، خوشبختی، نیکی اور نیک عمل، سچائی اور راست بازی، اخلاقی طاقت، خیر خواہی اور مہربانی سکھانا ہے۔

۳- پروردگار کی یاد:

سب سے اہم چیز جو انسانی روح کو سکون اور خوشی پہنچانے کا سبب بنتی ہے وہ خدا کی یادہے، قرآن کریم نے سورہ رعد آیت: ۲۸ میں ذکر الہٰی کو

(c) ketabton.com: The Digital Library

روح کی خوشی اور سکون کے لیے سب سے اہم عنصرقرار دیاہے: (الابذکر اللہ تطمئن القلوب) ترجمہ: "اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون ملتا ہے"

جبکہ اللہ کے ذکر سے منہ موڑنے کو تنگدستی اور مصائب کا سبب قرار دیا ہے اور فرمایا: (وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝١٢٤) (سورہ طٰہٰ آیت: ۱۲۴) ترجمہ: "اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی"

یاد رکھنا چاہیے کہ خوشبختی کا راز صرف خدا پر ایمان کی روشنی میں مضمر ہے اور بس، وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ خوشی صرف مال و دولت جمع کرنے تک محدود ہے ان کا یہ خیال غلط ہے۔

تجربے سے ثابت ہے کہ بے تحاشا مال و دولت کسی شخص کے لیے کبھی خوشی نہیں لایا، اکثر و بیشتر مواقع پریہی مال و دولت انسانوں کے لیے بہت سی آفات اور بدبختی کا باعث بنتی ہے۔

۴- عمل صالح:

قرآن کریم نے اعمال صالحہ جیسے کہ اللہ کی راہ میں جہاد، نیکی کا حکم، برائی سے روکنا، اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور توبہ کو انسانوں کے لیے خوشگوار زندگی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

۵- علماء کرام اور نیک لوگوں سے میل جول اور ملاقاتیں:

شرعی اور دینی رہنمائی یہ ہے کہ: سب سے زیادہ خوش نصیب وہ لوگ ہیں جن کی صحبت اور ہمنشینی علماء کرام اور نیک لوگوں کے ساتھ ہو۔

۶- صالح اور نیک اولاد کا ہونا:

نیک عورت اور شائستہ گھر؛ یہ ان عوامل میں سے ہے جو انسان کو حقیقی خوشی تک پہنچاتے ہیں۔

حدیث شریف میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے فرماتے ہیں: (من سعادۃ المرء المسلم الزوجۃ الصالحۃ و المسکن الواسع و المرکب الھنیء و الولد الصالح) ترجمہ:"ایک مسلمان شخص کی نعمتوں میں سے ایک نیک بیوی، ایک کشادہ گھر، بہترین سواری اور قابل اولاد ہیں۔"

(c) ketabton.com: The Digital Library

محترم قارئین

خوشگوار اور بہتر زندگی کے حصول کے لیے میرا مخلصانہ، دوستانہ اور برادرانہ مشورہ یہ ہے کہ: خود سے گناہ نہ کرنے کا عہد کریں، مجھے یقین ہے کہ ہم گناہ اور نافرمانی جتنی کم کریں گے، اتنی ہی سعادت اور آسائش والی زندگی گزاریں گے: یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اپنے باطن کو ظاہر سے زیادہ بہتر بنائیں، اچھے اخلاق اور مزاج کو زندگی میں نہیں بھولنا چاہیے ، جو چیز زندگی میں مفید نہیں سمجھی جاتی اور اصل خوشی اس سے حاصل نہیں ہوتی ان چیزوں کو چھوڑ دینا چاہیے، ہمیں اپنی زندگی میں اس نتیجےپر پہنچنا چاہیے کہ جو کچھ انسان کےلیے اس دنیا میں بچتا ہے وہ آخرت میں کام آئے گا، انسان کو دنیا کے مال و متاع کا دھوکہ کھاکر ہمیشہ پیسے کی فکر میں نہیں ہونا چاہیے، اس میں کوئ شک نہیں کہ انسان جتنا ہوسکے وہ محنت اور مشقت کرتا رہے تاکہ کسی کا محتاج نہ بنے، اور دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے، لیکن اس سلسلے میں اعتدال اور خدا کے احکامات کا لحاظ کرکے دونوں جہانوں میں صلاح اور کامیابی کا مستحق بنے گا، اے الله! ہمیں دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب فرما۔ (آمین)

اے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، اگر تو نے ہم پر رحم نہ کیا اور درگزر نہ کیا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے، (ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین)

غیر الله کی قسم کھانا

غیر الله کی قسم کھانا یا الله کے اسماء صفات کے علاوہ کی قسم کھانا مطلق طور پر حرام ہے، اوراس کا شمار شرک اصغر میں ہوتاہے، یہاں تک کہ اگر کسی نے غیر الله کو تعظیم کے ساتھ بڑا سمجھتے ہوئے اس کی قسم کھائی تو وہ شرک اکبر کا مرتکب ہوگا، اس کی وجہ پیغمبر صلی الله علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے فرماتے ہیں: (من حلف بشيءٍ دُونَ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ) ترجمہ: "جس نے غیر الله کی قسم کھائی یقیناً اس نے شرک کیا " (ترمذی: ۱۵۳۵) ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

لہذا ہم مسلمانوں کو اول توقسم نہیں کھانی چاہیے اور اگر کھانی ہو تو پھر صرف الله یا اس کے ناموں اور صفات میں سے کسی ایک کی ہونی چاہیے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کی قسم کھا سکتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: (وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۝۱ ،وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۝۳ ،وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۝۴ ،وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۝۵ ،وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا۝۶ ،وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۝۷) (الشمس: ۷-۱) ترجمہ: " آفتاب کی روشنی کی قسم، اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے، اور قسم ہے دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کردے!، اور قسم ہے رات کی جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لے، اورآسمان اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا، اور زمین کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا، اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا"

ان آیات میں اور بہت سی دوسری آیات میں خدا تعالیٰ سورج، چاند ، رات، دن وغیرہ کی قسم کھاتا ہے، جاننا چاہیے کہ فجر، شمس، لیل، جفت اور وتر وغیرہ مخلوقات کی قسم کھانا صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے لیے خاص ہے، ہم انسانوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ مخلوق میں سے کسی بھی چیز کی قسم کھائیں، کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام میں سے کسی نے بھی شمس یا فجر، لیل یو وتر وغیرہ کی قسم نہیں کھائی ہیں، اگر جائز ہوتی تو وہ ان چیزوں کی قسم کھاتے۔

البتہ رب تعالیٰ جس چیز کی چاہتا ہے قسم کھاتا ہے، خدا تعالیٰ کی ان قسموں سے مقصود اپنی نعمتوں کی یاد دہانی ہے وہ نعمتیں جیسے: سورج، دن، رات اور پہاڑ وغیرہ کہ ان سب کو اللہ نے انسانوں کے لیے پیدا فرمایا ہے، اور خدا کا ان نعمتوں پر قسم کھانے کا مقصد ہمیں اس کی یاد دہانی کرانا ہے اس بناء پر فقط ان کے خالق (یعنی خدا) اُن مخلوقات کی قسم کھا سکتا ہے نہ کہ ہم انسان جو کہ خود مخلوق ہیں، ہمیں ان کی قسم نہیں کھانی چاہیے، کیونکہ یہ خدا کے لیے خاص ہے، اللہ تعالیٰ کا ان پر قسم کھانے کا مقصد اپنے مخلوقات کو یاد دہانی کرانا ہے۔

اگر غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہوتا تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس سے منع کرنے کے بجائے ان آیات سے استدلال کرتے ہوئے خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے کو جائز قرار دیتے، جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (أَلَا إِنَّ اللَّهَ عزّوجلّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ) (بخاری: 2679)(مسلم:1646) ترجمہ: "خبردار یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباو اجداد کی قسم کھانے سے روکتا ہے، پس جو کوئی قسم کھانا چاہے تو اس کو چاہیے کہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔"

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسری روایت میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَن کان حالفًا فلا یحلِف إلّا باللہ) ترجمہ: "جو قسم کھانا چاہے وہ اللہ کے علاوہ کسی کی قسم نہ کھائے"

راوی فرماتے ہیں کہ: قریش اپنے آباواجداد کے نام کی قسم کھاتے تھے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لاتَحلِفُوا بآبائکم) ترجمہ: "اپنے باپوں کے نام کی قسم نہ کھاؤ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت اس موضوع کی تائید کرتی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَمَنْ قَالَ لأخيهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ) (رواہ مسلم وغیرہ) ترجمہ: " تم میں سے جس نے حلف اٹھایا اور اپنے حلف میں کہا:لات کی قسم! تو وہ لا الٰہ الااللہ کہے اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا: آو، جوا کھیلیں تو وہ صدقہ کرے" (بخاری:۴۸۶۰) (مسلم:۱۶۴۸)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو جس نے لات اور عُزی کی قسم کھائی ہے حکم دیا ہے کہ وہ لا الٰہ الااللہ کہے، (یعنی: تجدید ایمان کرے) کیونکہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا توحید کے کمال کے خلاف ہے، اس کام میں اس قسم کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے غیر اللہ کی تعظیم ہوئی ہے۔

جی ہاں! یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات ہیں کہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے صراحتاً منع فرماتے ہیں، اگر چاند اور ستاروں کی قسم کھانا جائز ہوتا تو کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں غیر اللہ کی قسم کھانے سے روکتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی آیات اور اس کے معانی کا انسانوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے تو پھر کیوں ان آیات کی روشنی میں جس میں خدا نے ان مخلوقات کی قسم کھائی ہے غیر اللہ کی قسم کھانے کے جواز کا حکم نہیں دیتے؟ العیاذ باللہ! کیا رسول اللہ نے رسالت کے معاملے میں کوتاہی کی تھی؟ یا ان کے معانی نہیں جانتے تھے؟ کیوں ان کے اصحاب کرام غیر اللہ کی قسم نہیں کھاتے تھے؟، جیسا کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: (لأَنْ أَحْلِفَ بِاللَّهِ كَاذِبًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ بِغَيْرِهِ صَادِقاً) (مصنف ابن ابی

(c) ketabton.com: The Digital Library

شیبہ: ۱۲۲۸۱) ترجمہ: "یہ کہ خدا کی جھوٹی قسم کھانا مجھے زیادہ پسندہے خدا کے سوا کسی اور کی سچی قسم کھانے سے"

مختصر یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں چاند، سورج، زمین، آسمان اور دیگر مخلوقات کی قسم کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جہاں والوں کا پروردگار اور خالق ہے اپنی مخلوق کی قسم کھاسکتا ہے، لیکن مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ دوسرے مخلوق کی قسم کھائے، صرف اللہ پر اس کے اسماء و صفات اور کلام پر قسم کھائے مثلاً کہے: "واللہ"یا"اللہ کے کلام پر" اسی طرح کی قسمیں۔

عصر کی قسم کھانے کی حکمت

(وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ)

اللہ تعالیٰ کی قسم سے کون سی عصر مراد ہے؟ کیوں عصرکی قسم کھائی ہے، عصر سے مراد زمانہ اور وقت ہے، اور اللہ تعالیٰ اس بناء پر وقت اور زمانہ کی قسم کھاتا ہے کہ وقت رات اور دن کے گزرنے کا ذریعہ ہے، اور اندھیرے اور روشنی کا پے در پے آنا اور واقعات اور معاملات رونما ہونا اور زندگی کے کا قیام اور فوائد اور زندوں کے مفادات وقت پر منحصر ہیں جوکہ انہیں اپنی گود میں پالتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام چیزیں ایک صانع کے وجود اور اس کی وحدانیت پر واضح دلیل ہیں۔

اس لحاظ سے خدا کا زمانے کی قسم کھانا زمانے کے شرف اور اہمیت کی دلیل ہے، اس لیے حدیث شریف میں ہے کہ: (لاتسبوا الدھر،فإن اللہ ھو الدھر) ترجمہ: "زمانے کو گالی مت دو کیونکہ زمانے کو (پیدا کرنے والا) خود اللہ تعالیٰ ہے" (صحیح مسلم: ۲۲۴۷)

مقاتل کے قول کے مطابق: عصر سے مراد: نماز عصر ہے، اس لیے اکثر علماء نے "صلاۃ وسطی"کی تفسیرکی عصر نماز سے کی ہے اس تفسیر کی بنیاد پر، یہ قسم اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ دنیا کی جتنی عمر باقی ہے گزشتہ عمر کی بنسبت وہ اتنی ہے کہ جتنا وقت نماز عصر اور مغرب میں ہے اسی مقدار کی عمر باقی ہے، پس انسان کو چاہیے کہ بغیر نقصان والے تجارت میں مشغول ہوجائے، کیونکہ (وقت) آخر تک قریب ہوچکا ہے، اور گزرے زمانے کی تلافی ممکن نہیں ہے۔

البتہ ابن کثیر نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے (تفسیر انوارالقرآن)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایک ضروری ملاحظہ

اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم کھاتا ہے اس کے لیے خاص ہے، اور ہم انسانوں کو اس کے نام اللہ یا اس کے صفات کے علاوہ کسی اور چیز کی قسم نہیں کھانا چاہیے، اس معاملے میں علماء کے فتاوی کی طرف رجوع فرمائیں۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة اللیل

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کی ۲۱ آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام اس لیے اللیل رکھا گیا ہےکہ خدا نے رات کی قسم کھائی ہے جس کا اندھیرا دنیا کو ڈھانپنے والا ہے سورت اس سے شروع ہوئی ہے۔

سورۃ اللیل نے سورۃ الاعلی کے بعد شرف نزول پایا۔

سورۃ اللیل کا سورۃ الشمس سے ربط و مناسبت

سورۃ الیل کا عمومی موضوع کچھ حد تک سورۃ الشمس کے موضوع سے مشابہ ہے، دونوں سورتیں ایک دوسرے کی تفسیر معلوم ہوتی ہیں، اور مواد وہی ہے جو سورہ شمس میں مختلف انداز میں سمجھایا گیا ہے جبکہ اس سورت میں دوسرے انداز میں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک دوسرے کے قریب قریب نازل ہوئی ہیں۔

سورہ شمس میں تزکیہ شدہ روح کی کامیابی اور اس کی پاکیزگی کی بات کی گئی ہے اور گناہوں میں ڈوبی ہوئی روح کے نقصان کے بارے میں بحث کی گئی ہے، (ملاحظہ فرمائیں: آیات مبارکہ: ۹ اور ۱۰) اور سورہ لیل ان اوصاف کے بارے میں بتاتی ہے جن سے کامیابی ملتی ہے، اور ان چیزوں کے بارے میں بتاتی ہے جن سے انسان کو نقصان اور مایوسی ہوتی ہے، (آیت:۵) گویا یہ آیات اوپر والی دوآیتوں کی وضاحت اور بیان ہے۔

سورت کی ابتداء لیل سے ہوئی ہے جو بخیل کے بخل سے مناسبت رکھتی ہے، کیونکہ بخل بخیل کی بدبختی اور مایوسی کا سبب ہے۔

سورۃ اللیل کے الفاظ، آیات اور حروف کی تعداد

سورہ الیل کا ایک (۱) رکوع، اکیس (۲۱) آیتیں، اور اکھتر (۷۱) الفاظ، تین

(c) ketabton.com: The Digital Library

سو چودہ (۳۱۴) حروف اور ایک سو سینتیس (۱۳۷) نقطے ہیں۔

(واضح رہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورة اللیل کی آیات کا مکی اور مدنی ہونا

یہ دیکھتے ہوئے کہ بعض روایات اس سورت کے مکی ہونے اور بعض دیگر روایات اس کے مدنی ہونے کی نشاندہی کرتی ہیں مگر اس سورت کی آیات کا سیاق و سباق اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ آیا یہ مکی ہے یا مدنی؛ اس لیے اس کے مکی یا مدنی ہونے کے بارے میں حکم لگانا ممکن نہیں ہے، سورت کی ابتداء میں تین قسموں کے ذکر کرنے کے بعد لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیاگیا ہے: تقویٰ کے ساتھ خرچ کرنے والے، اور بخیل جو قیامت کے دن کے اجر کو جھٹلاتے ہیں، پہلے گروہ کے لیے انجام کی خوشی، سہولت اور سکون ہے، جبکہ دوسرے گروہ کے کام کا انجام مشکلات اور مصائب ہیں۔

اس سورت کے ایک اور حصے میں یہ ذکر کرنے کے بعد کہ بندوں کی ہدایت خدا کے پاس ہے، سب کو جہنم کی آگ سے ڈرا یاگیا ہے، اور آخری حصے میں اس آگ میں جلنے والوں اور اس سے نجات پانے والے گروہوں کا ان کی اوصاف کے ساتھ تعارف کرایا گیاہے۔

سورة الیل کا سبب نزول

مفسرین کی کثیر تعداد نے اس سورت کے شان نزول میں ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ:

ایک مسلمان کے کھجوروں کے درخت میں سے ایک درخت کی ٹہنی ایک غریب آدمی کے گھر کے اوپر تھی، کھجور کا مالک جب بھی کھجوریں توڑنے کے لیے درخت پر چڑھتا تو چند کھجوریں فقیر کے گھر میں گرجاتیں، اس کے بچے اٹھا لیتے، تو کھجور کا مالک درخت سے اُتر کر ان بچوں سے کھجور لے لیتا، اس غریب آدمی نے جاکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاکر اس مسئلے کو حل کردیتے ہیں، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے مالک کے پاس تشریف لائے

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور اس سے کہا: تیرے اس کھجور کے درخت کی شاخیں جو فلاں آدمی کے گھر کے اوپر گئی ہوئی ہیں مجھے دو گے، اس کے بدلے جنت میں ایک درخت تمہیں ملے گا؟

اس نے کہا: میرے پاس بہت سارے کھجور کے درخت ہیں، ان میں سے کسی کا پھل اس جیسا نہیں ہے، میں ایسا سودا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک نے یہ بات سُن لی، عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر میں جاکر یہ درخت اس سے خرید کر حوالے کردو ں تو کیا وہی چیز آپ مجھے عطا کردیں گے جو اسے دے رہے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔

اُس آدمی نے جاکر درخت کے مالک سے اس بارے میں بات کی، کھجور کے مالک نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ محمد مجھے اس کے بدلے جنت کا درخت دینے کو تیار تھا مگر میں نے نہیں دیا ۔

خریدار نے کہا: کیا تم اسے بیچنا چاہتے ہو؟

کہا: میں نہیں بیچتا، مگر ایسی قیمت پر کہ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص مجھے وہ قیمت دے گا۔

اس نے کہا: کتنی رقم؟

کہا: چالیس کھجور کے درخت۔

خریدارنے متعجب ہوکر کہا: واہ،تم کھجور کے اس درخت کی بھاری اور مہنگی قیمت مانگ رہے ہو جو ٹیڑھا بھی ہے، اس کے بدلےچالیس کھجور کے درخت!پھر تھوڑی سی خاموشی کے بعد بولا! بہت اچھا، چالیس کھجور کے درخت تجھے دوں گا۔

بیچنے والے لالچی نے کہا: اگر تم سچ کہتے ہو تو چند آدمی گواہ کے طور پر بلالو، اتفاق سے کچھ لوگ وہاں سے گزر رہے تھے انہیں آواز دی، اور اس معاملے کا گواہ بنادیا۔

پھر وہ بندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہا: کھجور کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

درخت میری ملکیت میں ہے، اور آپ کی خدمت مبارک میں پیش کرتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس غریب آدمی گھر تشریف لے گئے اور اس کے گھرانے کے سربراہ سے فرمایا: یہ کھجور کا درخت آپ کا اور آپ کا بچوں کا ہے۔

اس موقع پر سورہ" لیل" نازل ہوئی، جس میں بخیلوں اور سعادت کرنے والوں کے بارے میں بہت کچھ بیان کیاگیا۔

سورة الیل کی آیات مبارکہ کا موضوع

یہ سورت زندگی کے طریقوں میں لوگوں کے درمیان فرق کی طرف اشارہ کرتی ہے اور آخرت میں ان طریقوں میں سے ہر ایک کے اثرات کی وضاحت کرتی ہے، مثلاً بیان کرتی ہے: جو اللہ سے ڈرتا ہے اور اللہ کے وعدوں کو تسلیم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے ہمیشہ کی زندگی اور ابدی خوشی عطافرمائے گا، اور جو شخص بخل کرتا ہے اور اپنی اندرونی مخفی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہےاور خدا کے اچھے وعدوں کو رد کرتا ہے، تو خدا تعالیٰ اس کاانجام بُرا بنا دیتا ہے اور آخرت میں اس کا مال اس کے کوئی کام نہیں آئے گا۔

سورہ "لیل" کا تاریخی موضوع

اس سورت میں کسی اہم تاریخی مسئلہ کا ذکر نہیں ہے اور صرف ایک بخیل کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس نے اپنی دولت کے باوجود غریبوں کی مدد سے خود کو روکا تھا، مذکورہ شخص کھجور چنتے وقت زمین پر گھرا ہوا کھجور کا ایک دانہ بھی غریبوں کو دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

اگر غلطی سے اس کے ہاتھ سے کوئی کھجور کا دانہ گرجاتا اور غریب کا بچہ اسے منہ میں ڈال دیتا تو وہ کھجور کے درخت سے اُتر کر بچے کے حلق سے نکال لیتا۔

اس سورت میں اس بخیل اور کنجوس شخص اور دوسرے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ عنقریب سختی دیکھیں گے اور اس دن ان کے پاس بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الليل

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰىۙ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰىۙ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰٓىۙ۝۳ اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰىؕ۝۴ فَاَمَّا مَنۡ
اَعۡطٰى وَاتَّقٰىۙ۝۵ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰىۙ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡيُسۡرٰىؕ۝۷ وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰىۙ۝۸ وَكَذَّبَ
بِالۡحُسۡنٰىۙ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰىؕ۝۱۰ وَمَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰىؕ۝۱۱ اِنَّ عَلَيۡنَا لَلۡهُدٰىۖ۝۱۲ وَاِنَّ لَنَا
لَلۡاٰخِرَةَ وَالۡاُوۡلٰى۝۱۳ فَاَنۡذَرۡتُكُمۡ نَارًا تَلَظّٰىۚ۝۱۴ لَا يَصۡلٰٮهَاۤ اِلَّا الۡاَشۡقَىۙ۝۱۵ الَّذِىۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰىؕ۝۱۶
وَسَيُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقَىۙ۝۱۷ الَّذِىۡ يُؤۡتِىۡ مَالَهٗ يَتَزَكّٰىۚ۝۱۸ وَمَا لِاَحَدٍ عِنۡدَهٗ مِنۡ نِّعۡمَةٍ تُجۡزٰٓىۙ۝۱۹ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ
رَبِّهِ الۡاَعۡلٰىۚ۝۲۰ وَلَسَوۡفَ يَرۡضٰىۚ۝۲۱

سورت کا مختصر ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مهربان نہایت رحم والاھے
وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰىۙ۝۱	قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے (١)
وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰىۙ۝۲	اور دن کی جب وہ روشن ہو!(٢)
وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰٓىۙ۝۳	اور اس ذات کی جس نے نر اور مادہ پیدا کیا (٣)
اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰىؕ۝۴	بے شک تم لوگوں کی کوشش طرح طرح کی ہے (٤)
فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى وَاتَّقٰىۙ۝۵	تو جس نے خرچ کیا اور پرہیزگاری کی (٥)
وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰىۙ۝۶	اور بھلائی کو سچ مانا (٦)
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡيُسۡرٰىؕ۝۷	تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے (٧)
وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰىۙ۝۸	وہ شخص جس نے بخل سے کام لیا اور بےنیازی اختیار کی (٨)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰىۙ۝۹	اور اس نے سب سے اچھی بات جھٹلائی (۹)
فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰىؕ۝۱۰	تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے (۱۰)
وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰىؕ۝۱۱	اور جب وہ ہلاک ہو تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہیں آئے گا (۱۱)
اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰىؗۖ۝۱۲	یہ سچ ہے کہ راستہ بتلا دینا ہمارے ذمے ہے (۱۲)
وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى۝۱۳	اور بلاشبہ ہمارے ہی اختیار میں دنیا اور آخرت ہے (۱۳)
فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰىۚ۝۱۴	سو میں نے تم کو بھڑکتی آگ سے متنبہ کیا (۱۴)
لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَىۙ۝۱۵	جس میں اس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا (۱۵)
الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰىؕ۝۱۶	جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا (۱۶)
وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَىۙ۝۱۷	اور اُس سے دور رہے گا نہایت پرہیزگار (۱۷)
وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤىۙ۝۱۹	اور نہیں کسی کا اس پر احسان جس کا بدلہ دے (۱۹)
الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰىۚ۝۱۸	جو اپنا مال (اس لیے) دیتا ہے کہ پاک ہوجائے (۱۸)
اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰىۚ۝۲۰	صرف اپنے رب کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے (۲۰)
وَلَسَوْفَ يَرْضٰىۚ۝۲۱	اور وہ عنقریب خوش ہوجائے گا (۲۱)

سورت کی تفسیر

آیات مبارکہ (۱ تا ۱۱) میں لوگوں کی جستجو اور مختلف کوشش جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىۙ۝۱	قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے (۱)

قسم ہے رات کی جب وہ دن کو ڈھانپ لیتی ہے، جب دنیا کو اپنے اندھیرے میں لپیٹ لیتی ہے، وہ رات جو زمین کی سطح اور تمام اشیاء کو اپنی تاریکی میں گھیر لیتی ہے، وہ رات جو تمام جانوروں اور انسانوں کو آرام اور سکون پہنچاتی ہے۔

"يَغْشٰى" گھیرتا اور ڈھانپ لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رات کی قسم کھاتا ہے کہ لباس کی طرح سب چیزوں کو ڈھانپ لیتی ہے اور اندھیرا کرتی ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز کی قسم کھا سکتا ہے، کیونکہ وہ اس کی مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیشہ بڑی اور اہم چیزوں کی قسم کھاتا ہے، اور رات بھی اہم چیزہے کہ یہ اپنی تاریکی کے ذریعے راحت اور سکون کا باعث بنتی ہے، بعض علماء کی رائے کے مطابق، اس سورت کا آغاز رات سے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں بخیل انسانوں کے بارے میں بات ہوئی ہے کہ ان کے اعمال رات کی طرح سیاہ اور تاریک ہیں۔

رات اور دن کی قسم کھانے میں جو باریک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں،یہ اشارہ کائنات کے ثنوی نظام کی طرف مثلا مؤنث اور مذکر، اچھائی اور برائی، سختی اور آسانی، تصدیق اور تکذیب وغیرہ جن سے اس سورت کا موضوع تشکیل پاتا ہے۔

وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰىۙ۝۲	اور دن کی جب وہ روشن ہو!(۲)

قسم ہے دن کی جب وہ ظاہر ہوجاتا ہے، دن جس کی روشنی رات کے اندھیرے کو بھگاتی ہے، اور تمام انسانوں اور جانوروں کو پھر سے کام اور جدوجہد میں لگاتا ہے۔

"تَجَلّٰى" روشن اور ظاہر ہوا، واضح ہوا۔

مفسرین فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم کھائی ہے جو تمام مخلوق کے آرام کا وقت ہے، انسان اور حیوان رات کو اپنے اپنے ٹھکانوں میں پناہ لیتے ہیں، محنت مشقت اور حرکت سے رہائی پاتے ہیں، اور دن کی قسم کھائی ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

جس کے دوران لوگ اپنے معاش کی تلاش اور جستجو میں لگ جاتے ہیں، اس قسم کی حکمت کے لاتعداد فائدے ہیں جو دونوں کے ایک دوسرے کےبعد آنے اور تعاقب سے حاصل ہوتے ہیں۔

کیونکہ اگر ساری زندگی رات ہوتی تو زندگی ناممکن ہوجاتی اور اگر ہمیشہ دن ہوتا تو انسان کو سکون نہ ملے ، اور انسانی مفادات میں خلل پڑتا ۔

وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰٓ ۝۳	اور اس ذات کی جس نے نر اور مادہ پیدا کیا (۳)

ہمارے پروردگار مذکورہ آیات میں فرماتے ہیں: رات کی قسم جب وہ دن کو ڈھانپ لیتی ہے، اور دن کی قسم جب وہ نکلتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے، اور چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتا ہے، اور اس عظیم اور حیرت انگیز ذات کی قسم جو دو جنسوں، نر اور مادہ کو ایک نوع واحد سے پیدا کرتی ہے۔

بعض مفسرین نے "ما" کو ما مصدریہ کہا ہے کہ اس صورت میں اس کا معنی ہوگا: "نر اور مادہ کی تخلیق کی قسم": "الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰٓ" سے مراد تمام مخلوق میں نر اور مادہ کی جنس ہے، انسانوں اور حیوانات، حشرات اور تمام اقسام کے پودے اور تمام اشیاء میں، یاد رہےکہ: جانوروں اور انسانوں میں نظام زوجیت یعنی جوڑے جوڑے بنانے کا نظام الله سبحانہ و تعالیٰ کی حکمت کی نشانی ہے۔

إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۝۴	بے شک تم لوگوں کی کوشش طرح طرح کی ہے (۴)

اس لیے تمہاری جزاء اور سزاء بھی مختلف نوعیتوں کی ہو گی۔

ابن کثیرفرماتے ہیں: چونکہ قسم متضاد چیزوں پر تھی اس لیے مقسم علیہ یعنی جواب قسم بھی متضاد اور مختلف ہو گا۔

اس لیے فرمایا: "یقیناً تمہاری کوشش مختلف ہے" یعنی: تمہارےعمل بھی مختلف اور متضاد ہیں، ان میں سے بعض کا عمل خیرہے، اور بعض کا عمل شر، اور بعض ان میں جنت کے لیے اور بعض دوزخ کے لیے، کوئی اپنے نفس کی نجات کےلیے کوشش اور جدوجہد کرتا ہے کوئی اس کی بربادی اور ہلاکت کےلیے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"لَشَتّٰى"جمع ہے شَتِیت کی، معنی ہے بکھرے ہوئے، مطلب یہ کہ تمام لوگوں کی کاوشیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ایک گروہ نیک، پرہیزگار تو ایک بد کردار اور برا، بعض مؤمن اور صادق تو بعض کافر ، فاسق، بعض جسمانی آسائشوں کےلیے کوشاں تو بعض انسانی خدمت اور الله کی رضا کے حصول اور اس کے احکام کے نفاذ میں مصروف، اور یہ آیت دو الگ الگ راستوں اور مختلف سمتوں کو بیان کرتی ہے اور قسم کا جواب بھی ہے۔

بعض مفسرین آیت "اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰى" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: انسان کو قدرتی طور پر کسی کام کو سرانجام دینے کےلیے کوششیں اور جدوجھد کی عادت پڑی ہے، لیکن اس کوشش میں بعض لوگوں کو دائمی آسائش ملتی ہے، اور بعض دوسرے اس کی کوشش سے ہمیشہ والا عذاب خریدتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: جو بھی صبح اٹھتا ہے، وہ کسی نہ کسی معاملے میں مشغول ہوجاتا ہے، اس معاملے میں کوئی بندہ کامیاب ہوکر اپنے آپ کو آخرت کے عذاب سے رہائی دلاتا ہے، بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کی جدوجہد اور کوشش ان کی ہلاکت کا سبب بن جاتی ہے۔

عقلمندی یہ ہے کہ لوگ پہلے اپنے کام پر غور کریں، اور وہ عمل جو وقتی طور پر سکون اور آرام کا باعث ہو، مگر آخرت میں عذاب کا سبب بنے، انسان کو ان سے ہوشیار رہنا چاہیے ۔

فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى وَاتَّقٰىۙ ○	تو جس نے خرچ کیا اور پرہیزگاری کی (۵)

یعنی جس نے (الله کے راستے میں اپنا مال) دیا اور معاف کردیا، تقوی اور پرہیزگاری کو وتیرہ بنایا، (اور اپنے رب سے ڈرتا رہا)۔

شاید تقوی کے ساتھ دینے سے مراد یہ ہے کہ یہ خالص نیت اور کسی منت سماجت کے بغیردیا گیا ہے، یہ حلال مال سے اور خدا کی راہ میں ہو، یہ تمام معنی لفظ تقوی میں شامل ہیں۔

ابن کثیر ؒ نے فرمایا: وہ مال دے جس کے دینے کا اُسے حکم دیا گیا ہو اور اپنے کاموں میں خدا سے ڈرے، (مختصر: ۳/۶۴۶)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"اَعۡطٰی" خرچ کیا اور دیا، خرچ کیا اور تقسیم کیا۔

"وَاتَّقٰی" الله سے ڈرا، تقوی اور پرہیزگاری اختیار کی۔

آیت مبارکہ کا شان نزول

حاکم نے عامر بن عبدالله بن زبیر سے اس نے اپنے والد سے روایت کیا ہے: ابوقحافہ (ابوبکرؓ کے والد)نے ابوبکر ؓ سے کہا: پیارے بیٹے! ہم دیکھتے ہیں کہ تم صرف اُن غلاموں اور لونڈیوں کو جو کمزور، بیچارے اور محتاج ہیں آزاد کرتے ہو، اگر تم مضبوط اور طاقتور مردوں کو آزاد کروگے تو وہ تمہارے حمایتی بنیں گے اور تمہاری مدد کریں گے، ابوبکر صدیق ؓ نے کہا: ابو جان! میرا یہ کام صرف الله کی رضا کے لیے ہے، پس"فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی وَاتَّقٰی" نازل ہوتی۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے: (قَالَ أَبُو قُحَافَةَ لِأَبِي بَكْرٍ: أَرَاكَ تُعْتِقُ رِقَابًا ضِعَافًا فَلَوْ أَنَّكَ إِذْ فَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ أَعْتَقْتَ رِجَالًا جَلْدًا يَمْنَعُونَكَ وَيَقُومُونَ دُونَكَ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا أَبَتِ إِنِّي إِنَّمَا أُرِيدُ مَا أُرِيدُ لِمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَاتُ فِيهِ: فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى وَاتَّقٰىۙ‏ ۝٥ وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰىۙ‏ ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡيُسۡرٰىؕ‏ ۝٧ إِلَى قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَا لِاَحَدٍ عِنۡدَهٗ مِنۡ نِّعۡمَةٍ تُجۡزٰٓىۙ‏ ۝١٩ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِ الۡاَعۡلٰىۚ‏ ۝٢٠ وَلَسَوۡفَ يَرۡضٰى ۝٢١ (اللیل: ۲۱-۵) (حاکم: ۳۹۴۲) حکم سند: حَسَنٌ۔

وَصَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰىۙ‏ ۝٦	اور بھلائی کو سچ مانا (۶)

اور اسے اچھے ثواب (الله کی طرف سے اس جہاں میں اور آخرت میں اجر) پر ایمان اور یقین ہونا چاہیے،"اَلۡحُسۡنٰی" الله کی طرف سے اچھا بدلہ جو اس دنیا میں مؤمنوں کے حصے میں آتا ہے، اور خدا تعالیٰ سب سے بہترین بدلہ جو اُس جہاں میں مسلمانوں کو نصیب ہوگا، ایسا خیر اور بھلائی جسے الله تعالیٰ خودخیر کہتا ہے، **یعنی:** وہ آدمی جو مال خرچ کرتا اور بخشتا ہے اور تقوی اختیار کرتا ہے، اچھی چیز اور اچھائی پر ایمان رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: اچھے اور بُرے، نیکی اور بدی کو برابر نہیں سمجھتا،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور فطرتاً وہ نیکیوں اور بُرے کاموں کی جزا وسزا پر یقین رکھتا ہے۔

"اَلۡحُسۡنٰی" یہ صفت مشبہ یا صفت تفضیلی ہوسکتی ہے۔

فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی ؕ۝۷	تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے (۷)

جلد ہی ہم اس کے لیے ایک آسان راستہ بنائیں گے، رکاوٹوں اور مشکلات کو اس کے لیے آسان بنادیں گے، اور اچھے کام کی توفیق دیں گے، اسے خوشحالی اور راحت کے لیے تیار کریں گے۔

"نُیَسِّرُہٗ" اسے تیار کریں گے۔

"اَلۡیُسۡرٰی" خوشحالی اور راحت، سادہ اور آسان، آیت: "فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلۡیُسۡرٰی" دو معنی کو متضمّن ہے:

اول: اسے آخرت کی خوشحال اور آرام دہ زندگی کے لیے تیار کریں گے، (رجوع کریں: سورہ نحل آیت: ۹۷)

دوم: اسے آسان اور معمولی کاموں کے انجام دہی کے لیے تیار کریں گے جو پہلے اس کے لیے مشکل اور سخت تھے۔

یعنی اللہ کے راستے پر قدم رکھنے کی روشنی میں ہم اس کے لیے مسائل کو آسان بناتے ہیں اور اسے ان میں کامیاب کرتے ہیں، (مراجعہ کیا جائے آیت: "۱۶" سورہ مائدہ اور "۶۹" سورہ عنکبوت)

دراصل قیامت اوراللہ کی طرف سے ملنے والے اجر پر ایمان انسان کی نظر میں تمام مسائل کو سہل اور آسان بنادیتا ہے، پھر وہ نہ صرف اپنا مال؛ بلکہ اپنی جان بھی خلوص کے ساتھ لگاتا ہے، اور اس اللہ کے دین میں قربانی سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

یہ آیت اس اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ خدا ان بندوں کی جو خلوص نیت سے اطاعت، بندگی ،تقوی اور انفاق کی راہ پر چلتے ہیں کامیاب فرماتا اور توفیق بخشتا ہے، اور اس راہ میں ان کی حرکت اور چلنے کو آسان بنادیتا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حقیقت یہ ہے کہ نیک عمل-جیسے: "انفاق" انسان کے لیے ابتداء میں بہت مشکل ہے، لیکن بار بار اور تسلسل کے ساتھ کرنے سے آدمی کے لیے ایسا آسان ہوجاتا ہے کہ پھر اس سے لطف اندوز ہوتا ہے اورپھر اسے چھوڑ نا اس کے لیے مشکل ہوجاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ: قیامت پراور اللہ تعالیٰ کی طرف سےبے پناہ اجر و ثواب پر عقیدہ رکھنا انواع و اقسام کی مشکلات کو انسان کے لیے ایسا آسان بنا دیتا ہے کہ نہ صرف اپنا مال بلکہ اپنی جان بھی اخلاص کی ہتھیلی پر رکھ کر عشق شہادت کے میدان میں کود پڑتا ہے، اور اپنے اس ایثار و قربانی سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

بعض مفسرین اس آیت کی تفسیر "فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى" میں لکھتے ہیں:"کہ اس کی بہت راہیں برائی اور مشکلات کی طرف ہموار کریں گے" یعنی: ہم اسے ایک مشکل خصلت اورمشکل کردار تیار کرتے ہیں، اس کا راستہ اس کے لیے ہموار کرتے ہیں، اس طرح کہ اس کے لیے خیر اور نیکی کے اسباب مشکل ہوجاتے ہیں، ان پر عمل کرنے سے کمزور اور سست ہوکر قاصر رہتا ہے، اور یہ کام خود اسے دوزخ کی طرف لے جائے گا جو بہت بُری جگہ اور بدترین ٹھکانہ ہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں تھے تو آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر یقیناً لکھا گیا ہے کہ اس کا ٹھکانہ جنت میں ہے، یا دوزخ میں ۔

صحابہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول!"اب جب سب کچھ لکھا گیا ہے" کیا ہم اس پر بھروسہ کرکے اکتفا نہ کریں (اور عمل سے ہاتھ کھینچ لیں؟) آپ نے فرمایا:عمل کرو کیونکہ ہر بندہ اس چیز کے لیے تیار ہوا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، پس ہر وہ آدمی جو اہل سعادت میں سے ہے اسے اہل سعادت کے عمل انجام دینے کے لیے تیارکیا جائے گا اور جو آدمی اہل شقاوت اور بدبختوں میں سے ہے اسے بدبختوں والے عمل کے لیے تیار کیا جائے گا، پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: "فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى" ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ: یہ آیت امیہ ابن خلف کے بارے میں نازل

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہوئی ہے -

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰىۙ۝۸	وہ شخص جس نے بخل سے کام لیا اور بےنیازی اختیار کی (۸)

اور وہ شخص جو (اپنے مال میں) بخل کرتا ہے اور مال و دولت کا خواہاں ، تنگ نظر اور بخیل ہے، (اور الله کی راہ میں اپنا مال سخاوت کے ساتھ خرچ نہ کرے) اور خود کو (الله تعالیٰ اور اس کی توفیق دنیوی اور اخروی اجر و ثواب سے) بے پرواہ سمجھے۔

ابن عباس رض فرماتے ہیں: یعنی وہ مال خرچ کرنے سے باز رہے اور خود کو خدا کا محتاج نہ سمجھے۔

"اسْتَغْنٰى" خو کو بے نیاز یعنی غیر محتاج جانا، یعنی الله تعالیٰ سے بے نیاز، اور اس کی مدد و نصرت سے اور الله کی ذات کے دنیوی اور اخروی اجر و ثواب سے بے پرواہ سمجھا۔

بخل کرنےوالو ں کو جاننا چاہیے کہ مال و دولت کا ہونا انسان کے لیے باعث نجات نہیں ہے۔

بخل کا نتیجہ آخر کار زوال ہے، انسانی صفات کی تکمیل میں تنزل، لوگوں کی نظروں میں گرنا اور جہنم میں جانا اور دنیوی درجات سے محروم ہوناہے۔

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰىۙ۝۹	اور اس نے سب سے اچھی بات جھٹلائی (۹)

وہ روز جزا کے اچھے اجر کا انکار کرتا ہے، اور اچھے اجر کا اس دنیا میں) یقین نہیں رکھتا۔

مفسرین لکھتے ہیں: یعنی انفاق، صدقہ اور خیرات کے مقابلے میں الله تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے بدلے اور انعامات کا انکار کرے، ان عقا ئد کا انکار کرے جن کو الله تعالیٰ نے فرض کیا ہے:

بخل - واستغنی - وکذب بالحُسنیٰ

۱-حق کو جھٹلانا

۲- مال کے بدلے اور متبادل کا انکار

(c) ketabton.com: The Digital Library

۳- "لا الہ الاالله" کی تکذیب

حسنیٰ یعنی ہر اچھی چیز کا انکار کرے یعنی آخرت کا، کلمہ توحیدکا اور آخرت میں جو چیز بھی سب سے بہترین اور قیمتی ہے اس سے انکار کرتا ہے، اور سب سے کہتا رہتا ہے کہ یہ سب افواہیں ہیں، جنت اور جہنم کا کوئی وجود نہیں ہے، جنت اور جہنم کا تعلق اسی دنیا سے ہے (یعنی دنیاوی اچھی زندگی جنت اور بری زندگی جہنم ہے) ۔

فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلۡعُسۡرَىٰ ۝١٠	تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے (۱۰)

نیک اعمال کو اس کی نظر میں مشکل اور سخت بنادیں گے، اور اسے تیار کریں گے سختی اور مشقت کے لیے (جہنم کی مشکل اور دُکھی زندگی کے لیے)

"اَلۡعُسۡرٰی" سختی اور مشقت، شدت اور محنت، نیک عمل کی توفیق نہ ملنے کی وجہ سے ذلت، دوزخ کا عذاب.

مفسرین لکھتے ہیں: خیر کے راستے کو "یُسۡرٰی" سےموسوم کیا ہے، کیونکہ اس کا نتیجہ جنت میں داخل ہونا اور نعمتوں والا مقام ہے، اور شر کا راستہ"عُسۡرٰی" سے موسوم کیاگیاہے، کیونکہ اس کا نتیجہ عُسر اور سختی ہے، یعنی دوزخ میں داخل ہونا ۔

حدیث مبارکہ امام بخاری اور مسلم کی روایت علی بن ابی طالب ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں تھے تو آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر یقیناً لکھا گیا ہے کہ اس کا ٹھکانہ جنت میں ہے، یا دوزخ میں ہے۔

وَمَا يُغۡنِي عَنۡهُ مَالُهُۥٓ إِذَا تَرَدَّىٰٓ ۝١١	اور جب وہ ہلاک ہو تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہیں آئے گا (۱۱)

اور (موت کے وقت) دوزخ میں جاتے وقت اس کا مال اس کی حالت کو فائدہ نہیں دے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"اِذَا تَرَدّٰی" ہلاک ہوا، آگ میں گِر پڑا۔

اس آیت میں پوری صراحت کے ساتھ بیان کیا گیاہے کو: جب انسان فوت ہوجاتاہے تو دولت اور جائیداد اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی، اس شخص کے برعکس جو پچھلی آیات میں مذکور ہے، یہاں ایک ایسے شخص کے بارے میں بیان ہے جو خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے، اور مال کو ذخیرہ کرنے اور دولت کمانے میں لگا رہتا ہے، اور اس نیک وعدے کا انکار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس خرچ کرنے والے شخص کو دیا ہے یہ انکار دراصل قیامت اور معاد کا انکار ہے، فرماتے ہیں: جو شخص ایسا ہے توہم اسےنیک عمل انجام دینے کی توفیق نہیں دیں گے، تاکہ وہ یہ عمل نہ کر سکے اور عذاب کے لیے تیار ہوجائے، اور جب ایسا شخص قبر میں یا جہنم اور تباہی کے گڑھے میں گِرے گا تو اس کا مال اس کے کس درد کی دوا ہوگا اور اس کو کیا فائدہ پہنچائے گا؟ یہ معنی اس وقت ہوگا جب "ما" استفہامیہ ہو، اگر "ما" نافیہ ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ ایسے آدمی کو کہ جب ہلاکت کے گڑھے میں گِر جائے تو اس کا مال اس کو فائدہ نہیں دےگا۔

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰىۖ ۝١٢	یہ سچ ہے کہ راستہ بتلا دینا ہمارے ذمے ہے (۱۲)

یقیناً ہدایت اور گمراہی کی راہ واضح کرنا اس کی نشاندہی کرنا اور بتانا ہمارے ذمے ہے، کہ ہدایت اور گمراہی کے راستے ہم لوگوں کے لیے روشن اور واضح کریں گے، سیدھے اور غلط راستے کی وضاحت کریں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۝ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۝) (سوره کہف: ۲۹) ترجمہ: اور کہہ دو کہ (لوگو) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تو پس جو چاہے ایمان لائےاور جو چاہے کافر رہے۔

"عَلَيْنَا" ہمارے ذمے ہے، "لَلْهُدٰى" رہنمائی کرنا، راہ دکھانا، راستہ دکھانا۔

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝١٣	اور بلاشبہ ہمارے ہی اختیار میں دنیا اور آخرت ہے (۱۳)

دنیا اور آخرت ہمارا ہے"لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى" وہ جہاں اور یہ جہاں، آخرت کا دنیا پر مقدم ہونا اس کی زیادہ اہمیت اور اصل مقصد ہونے کی وجہ سے ہے، یعنی

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہر کام کی ابتداء اور انتہاء ہمارے ہاتھ میں ہے، اگر چاہتے ہو کہ تمہاری آخرت اچھی ہو تو اس کا راستہ ہدایت کو لازم پکڑنے اور تابعداری کرنے میں ہے، اگر چاہتے ہو کہ تمہاری دنیا اچھی ہو، تو اس اچھی دنیا تک پہنچنے کا راستہ بھی ہدایت ہے، اور اگر دنیا اور آخرت دونوں کو اچھا بنانا چاہتے ہو تو پھر بھی اس کا راستہ اسی ہدایت کی تابعداری اور اسے لازم پکڑنا ہے۔

فَاَنۡذَرۡتُكُمۡ نَارًا تَلَظّٰى ۚ﴿۱۴﴾	سو میں نے تم کو بھڑکتی آگ سے متنبہ کیا (۱۴)

میں تمہیں اس خوفناک آگ سے خبردار کرتا ہوں جو جلتی ہے اور بھڑکتی ہے۔

"فَاَنۡذَرۡتُكُمۡ" تمہیں اس سے ڈرایا، میں نے خبردار کیا۔

"نَارًا تَلَظّٰى" ایسی آگ جو بھڑکتی ہے۔

"فَاَنۡذَرۡتُكُمۡ" یہ "انذار" کے مادے سے اور "نذر" اس کی بنیاد ہے، ڈرانے کے معنی میں ہے ، لوگ جو نذر مانتے ہیں کہ فلاں کام ہوا تو اللہ کی راہ میں فلاں چیز دونگا وغیرہ کو اس نذر سے مراد یہ ہے کہ انسان شریعت کے مقررکیے بغیر اپنے اوپر خودہی کسی کام کے کرنے کو واجب کرتا ہے اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے کسی ایک یا کچھ چیزوں کو چھوڑ دے۔

جب کوئی شخص کہتا ہے کہ:"نذرت للہ امرا" میں نے اللہ کے لیے نذرمانی ہے، تو یہ نذر بغیر اس کے کہ اللہ کی طرف واجب کی گئی ہو، اس پر خودبخود واجب ہوجائے گی، دل میں ڈر اور اندیشہ لگارہتاہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خواہش پوری نہ ہوجائے، "انذار" کی بنیاد یہی ہے، یعنی ڈرانا، اور "نذر" ڈرنا اور ڈرانا، یعنی: وہ خبر جس میں ڈرانا اور خوف ہو۔

"انذار" کے مقابلے میں "تبشیر" ہے، یعنی وہ خبریں جن میں سُرور اور خوشی ہو، مُنذر سے مراد وہ آدمی جو کسی شخص کو اس کے آگے کے برے انجام سے ڈراتا ہے خبردارکرتاہے، اور مُبَشِّر وہ آدمی جو کسی شخص کو اس کے آگےکے اچھے انجام پر خوشخبری دیتا ہے۔

درحقیقت دین اور قرآن میں انبیاء کا "انذار" ان کی "تبشیر" کے ماتحت ہے، یعنی انبیاء کرام کا مُبَشّر ہونا ان کے مُنْذَر ہونے پر مقدم ہے، کیونکہ اللہ کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے، یہ ممکن نہیں کہ انبیاء علیهم السلام کسی کو الله تعالیٰ کی وسیع رحمت کے دربار سے مایوس کردیں، اس لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ شروع ہی سے انذار سے کام کا آغاز کریں، سوائے اس مواقع کے کہ جس میں تبشیر کے ساتھ کوئی مثبت کام نہ ہو، ہمیں بھی الله تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم صلی الله علیہ وسلم کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے اپنی دعوت و تبلیغ کے کام میں "تبشیر" کو بنیاد بنانا چاہیے، اور "انذار" بھی ضرورت کے تحت ہی کرنا چاہیے۔ (بنقل از: ترجمه معانی قرآن)

لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَىۙ ۝۱۵	جس میں اس بڑے بدبخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا (۱۵)

اس میں کوئ داخل نہیں ہوگا اور نہ ہی ہمیشہ رہےگا سوائے اس بدبختی کو اختیارکرنے والے کافر کے جو ہدایت سے منہ موڑتا ہے، وہ ہلاکت کا انتخاب کرتا ہے، ایمان میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور شیطان کی پیروی کرتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں آتاہے امام احمدؒ نے حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: (لا یدخل النار إلا شقی، قیل: ومن الشقی؟ قال: الذی لا یعمل بطاعة ولا یترك لله معصیة) ترجمہ: " بدبخت کے سوا کوئی جہنم میں نہیں جائے گا، کسی نے پوچھا: بدبخت کون؟ آپؐ نے فرمایا: وہ جو اطاعت نہ کرے اور الله کی معصیت کا کوئی کام نہ چھوڑے"

واضح رہے کہ "اتقی" اور "اشقی" میں بھی ہر ایک میں لوگوں کی دوقسمیں ہیں:

لہذا، "اتقی" میں ایک نیک، اچھے اور باعمل مؤمن شامل ہیں جو ہر قسم کی برائیوں سے دوری اختیار کرچکے ہوں، اس میں وہ مؤمن بھی شامل ہے جو کبھی کبھار گناہ کر بیٹھتا ہے اور پھر اس پر پچھتا تا ہے ان دونوں کا بدلہ جنت ہے۔

"اشقی" میں وہ کافر شامل ہے جو الله تعالیٰ اور اس کے انبیاء اور کتابوں سے انکارکرتا ہے، اور وہ مسلمان بھی شامل ہیں جن کے دل میں الله اور اس کے رسول پر ایمان ہے، لیکن بعض گناہوں پر وہ مصرّو اور اڑے ہوئے ہیں ان سے توبہ بھی نہیں کرتے ، یہ خود اس کے یقین اور تصدیق کی کمی کی دلیل

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے، یہ حدیث مبارکہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب زنا کرنے والا زنا کرتا ہے تو زنا کے وقت اس کا ایمان نہیں رہتا، اور جب چوری کرنے والا چوری کرتا ہے تو چوری کے وقت اس کا ایمان نہیں رہتا".

معلوم ہونا چاہیے کہ اشقی کا پہلا گروہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والا ہے، جبکہ دوسرا گروہ اللہ کی مرضی سے کچھ مدت تک جہنم میں رہے گا، لیکن آخر کار جنت میں لے جایا جائے گا (تفسیر انوارالقرآن)

الَّذِیۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ؕ﴿۱۶﴾	جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا (١٦)

وہی شخص جس نے قرآن کریم کو جھٹلایا ہے، اور اللہ کے احکام سے منہ موڑا ہے، رسالت کا انکار کرتا ہے، شریعت کے احکام ترک کرتا ہے، اور نواہی کا ارتکاب کرتا ہے، اسی طرح وہ احادیث کا رد کرتا ہے، اور دین پر عمل نہیں کرتا۔

"تَوَلّٰی" پیٹھ کرلیا، منہ موڑا، (اس کی تفصیل سورہ بقرہ آیت "۲۰۵" اور سورہ آل عمران آیت:۸۲ اور سورہ نجم آیت: ۲۹ میں ملاظلہ کیا جائے)

وَسَیُجَنَّبُہَا الۡاَتۡقَی ﴿ۙ۱۷﴾	اور اُس سے دور رہے گا نہایت پرہیزگار (١٧)

اور بہت جلد متقی لوگوں کو اس خوفناک آگ سے بچالیا جائے گا، یعنی جو شخص "اتقی"ہے یعنی حق کی مکمل اطاعت کرنے والا ہے اور اپنا مال اللہ کی راہ میں اس لیے خرچ کرتا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو ایسے آدمی کو دوزخ کی آگ سے دور رکھا جائے گا، اگرچہ یہ آیت کریمہ عام اور سب کوشامل ہے جو کوئی بھی اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرے، لیکن اس کے شان نزول سے یہ معلوم ہوتا ہے "اتقی" کے لفظ سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ مراد ہے۔

ابن ابی حاتم عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ سات مسلمان ایسے تھے جن کو مشرکین نے اپنا غلام بنایاہوا تھا، جب وہ مسلمان ہوئے تو مختلف بہانوں اور طریقوں سے ان کو اذیتیں دی گئیں، حضرت ابو بکر نے اپنا مال خرچ کرکے ان کو کفار کی غلامی سے آزاد کروادیا، تو اس پر یہ آیت اُتری، (مظہری)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کے مطابق آیت کا آخری جملہ اس طرح ہے: (وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ) یعنی جن غلاموں کو حضرت ابوبکر ؓ نے کثیر رقم خرچ کرکے آزاد کروایا پہلے سے اُن غلاموں کا ان پر کوئی احسان نہیں تھا، کہ اس کے بدلے میں ایسا قدم اٹھایا ہو، بلکہ: (إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ) ابوبکرؓ کا مقصد الله کی رضا کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

مستدرک حاکم میں حضرت زبیر سے منقول ہے کہ: حضرت ابوبکر صدیق کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کسی مسلمان کو کافر کے ہاں غلام دیکھتے تو اسے خرید کر آزاد کردیتے، اور یہ افراد عموماً مستضعفین میں سے ہوتےتھے، حضرت ابو بکر کے والد ابو قحافہ نے ان سے کہا: جب تم غلاموں کو آزاد کرتے ہو تو ایسے غلاموں کو آزاد کرو جو مضبوط اور بہادر ہوں، تاکہ کل تیرے دشمنوں کے مقابلے میں تیرے کام آئیں، اور تیری حفاظت کرسکیں، حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کہا: میرا ان کو آزاد کرنے کا مقصد ان سے فائدہ اٹھانا نہیں ہے، بلکہ صرف اور صرف رب تعالیٰ کی رضا مندی چاہتا ہوں، (مظہری)

"الْأَتْقَى" سب سے زیادہ پرہیز گار، پرہیز گار ترین۔

الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝١٨	جو اپنا مال (اس لیے) دیتا ہے کہ پاک ہوجائے (١٨)

جو شخص اپنا مال و جائیداد (بغیر کسی شہرت، دکھلاوے، احسان جتانے اور تکلیف دیے بغیر الله کے راستے میں خرچ کرے) دیدے تاکہ اپنے آپ کو (اس کام کے ذریعے بخل کی خصلت سے) پاک کرے۔

"يَتَزَكَّىٰ " خود پاک کرتا اور رکھتا ہے، یہ فاعل سے حال یا بدل ہے۔

وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝١٩	اور نہیں کسی کا اس پر احسان جس کا بدلہ دے (١٩)

کسی کا بھی نعمت میں سے اس پر کوئی حق نہیں (تاکہ اس کی نعمت کے احسان پر اسے جوابدہ ہو اور اس کی طرف سے اسے) اس کا بدلہ دیا جائے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"تُجۡزٰٓی " کسی نعمت یا احسان کا حق اُتارا جائے، شکریہ ادا کیا جائے۔

اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ رَبِّهِ الۡاَعۡلٰیۚ ۲۰	صرف اپنے رب کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے (۲۰)

"ابۡتِغَآءَ"چاہنا، طلب کرنا،" وَجۡهِ" ذات (مراجعہ فرمائیں سورہ: انعام/ 52، سورہ کھف/ 28، و سورہ قصص/ 88)

وَلَسَوۡفَ یَرۡضٰیࣖ ۲۱	اور وہ عنقریب خوش ہوجائے گا (۲۱)

یقیناً ایسا شخص اپنے اس کام سے جواس نے کیا ہے)راضی ہوگا اور (ان انعامات سے جو پروردگار اسےدے گا) خوشحال ہوجائے گا۔

"لَسَوۡفَ یَرۡضٰی" مطمئن ہوجائے گا، راضی ہوگا، یعنی جس نے اپنا مال خرچ کیا اور رب کی رضا مندی کو مدنظر رکھا، کوئی ذاتی فائدہ اس کے ذہن اور نظر میں نہ تھا، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں حیرت انگیز اور ابدی نعمتوں تک پہنچائے گا۔

انفاق

علماء انفاق کی تعریف میں فرماتے ہیں: اسلامی معاشرے میں لوگوں کے فرائض میں سے اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ ضرورت مندوں، غریبوں اور مسکینوں کی امدادکیا کریں، ہر شخص کی اپنی استطاعت اور صلاحیتوں کے مطابق فرض اور ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کی زندگیوں میں آنے والے خلا کو پورا کرے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھے، جس طرح رب فقیر اور ضرورت مند کو فقیری اور غریبی کے ذریعے آزماتا ہے اسی طرح دولت مند آدمی کو دولت سےبھی آزماتا ہے۔

ضرورت مندوں، مسکینوں اور فقیروں کی مدد اگر خلوص نیت اور رضائے الٰہی کے لیے کی جائے تو اس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان میں سے بعض اثرات دوسرے جہاں آخرت میں بدلہ اور انعام کی صورت میں اس پر ظاہر ہوں گے، بہت سی آیات اور احادیث کی کثیر تعداد میں ان میں سے بعض اثرات کی طرف اشارہ ہوا ہے ان میں سے حادثات اور ناگہانی اموات

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی روک تھام اور آفات و پریشانیوں کا خاتمہ بھی ہے۔

انفاق قرآن میں

قرآن پاک میں انفاق کے بارے میں بہت سے احکام ہیں اور انفاق کی راہ میں خلوص سے کام کرنے کی تاکید کی گئی ہے قرآن کریم میں ایک آیت ہے کہ صدقہ کا آخری مقصد جوکہ مفادات اور خواہشات سے دل نہ لگانا اور وابستہ نہ ہونا۔

(لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ) (92 آل عمران)، (تم پوری نیکی ہر گز حاصل نہیں کرسکو گے، جب تک کہ اس میں سے کچھ خرچ نہ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو) سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۴ میں رات اور دن میں چھپ کر اور کھلے طور پر خرچ کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے اور بعض نے اسے آیہ انفاق کہا ہے: (اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ‌ۚ۝وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ۝۲۷۴) ترجمہ: "جو لوگ اپنا مال رات اور دن اور پوشیدہ اور ظاہر (راہ خدا میں) خرچ کرتے رہتے ہیں ان کاصلہ پروردگار کے پاس ہے اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غم"

بعض مفسر کے مطابق: خرچ کرنے والے کو صدقات دینے میں دن ہو یا رات کو، چھپ کر علانیہ طور پرہرحال میں اخلاقی اور معاشرتی پہلوؤں کا خیال رکھنا چاہیے، چونکہ ضرورت مندوں کو صدقہ دینے اسے ظاہر کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لیے اسے چھپائیں تاکہ ان کی عزت نفس محفوظ رہے اور اس میں اخلاص بھی زیادہ ہو، البتہ اگر دوسری مصلحتیں ہوں جیسے شعائر کی تعظیم اور دوسروں کو ترغیب دینے کےلیے اعلانیہ کی ضرورت پڑتی ہے، اور انفاق میں کوئی ذاتی پہلو نہیں ہے کہ کسی کے احترام کا موجب بنے (جیسے جہادر اور دوسرے فلاحی کاموں میں خرچ کرنا اور اسی طرح کے اور کاموں میں)تو یہ اخلاص کے منافی نہیں ہے کہ کھلے طور پر خرچ کرے۔

انفاق میں اخلاص اور دکھلاوا

قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کے مختلف درجات ہیں، اللہ تعالیٰ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کا فضل اور بخشش ہر شخص پر اس کے اخلاص کے مطابق ہوتا ہے، آخرت میں اعمال کے پیمانے کا وزن اور ہلکا پن اخلاص کے درجے پر منحصر ہے، سورہ بقرہ میں ان لوگوں کی حالت جو اپنے مال کو اللہ کو راضی کرنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایک اچھے باغ سے تشبیہ دی گئی ہے جو ایک اچھی زمین پر واقع ہو اور اس میں کافی زیادہ بارش برسے تو اپنا پھل دوگنا دے، یا اس پر کم بارش برسے، اس لیے جس طرح اچھی زمین سے ہمیشہ اچھی فصل حاصل ہوتی ہے اسی طرح عمل صالح کا نتیجہ بھی ہمیشہ اچھا ہوتا ہے، اور اللہ کی مہربانی اس میں شامل ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کے عمل سے باخبر ہے، اور اس عمل میں جو اخلاص کی مقدار ہے اس سے بھی باخبر ہے، (واللہ بما تعملون بصیر)

(قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَ اللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ) (بقرہ 263) ترجمہ: "اچھی بات (ضرورت مندوں کے ساتھ) اور معاف کردینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد کسی طرح کی تکلیف پہنچانی ہو اور اللہ بہت بے پروا، بے حدبُردبار ہے"

یہ آیت دراصل پچھلی آیت کی تکمیل ہے، صدقہ دیتے وقت احسان جتانے اور تکلیف دینے کو چھوڑنے اور ترک کرنے پر ترغیب ہے، فرماتے ہیں: اچھی اور پسندیدہ گفتگو (حاجت مند کے سامنے) معاف اور درگزر کرنا (ان کے تکلیفوں اور اذیتوں سے) اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد ظلم اور اذیتیں دی جائیں ، یہ بھی جان لیں جو کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہو درحقیقت اپنی نجات اور بچاؤ کا ذخیرہ کررہے ہو، اور خدا تعالیٰ (اس سے) بے نیاز ہے یعنی اسے کی ضرورت نہیں ہے اور (تمہاری ناشکری اور برائیوں کے مقابلے میں)بُردبار ہے۔

بخل

بخل لغت میں: سخاوت، عطاء اور بخشش کرنے کے مقابلے میں بولاجاتاہے، اگر کوئی مالدار شخص اپنی دولت اور مال کسی جائز اور بہتر جگہ پر خرچ کرے تو یہ سخاوت کہلائے گی، لیکن اگر مال و دولت کسی مناسب جگہ پر خرچ کرنے سے گریز کرے تو یہ بخل کہلائے گا، (مفردات قرآن کریم، راعب اصفہانی، صفحہ ۱۰۹ "بخل")۔

لفظ بخل "۱۲" مرتبہ اور "۷" آیات میں (آل عمران: ۱۸۰، نساء، آیہ ۳۷؛ توبہ، آیہ ۷۶؛ محمد، آیات ۳۷ و ۳۸؛ حدید، آیہ ۲۴؛ لیل، آیہ ۸) میں مصدری صیغوں،

(c) ketabton.com: The Digital Library

فعل ماضی اور فعل مضارع کی صورت میں استعمال ہوا ہے، سورہ لیل کی آیت"۵ تا ۸"میں یہ لفظ "اعطاء" کے مقابل استعمال ہواہےجس کا معنی: دینے اور عطاء کرنے کا ہے، اس بناء پر جو بندہ دینے والا اور عطاء کرنےوالا نہیں ہے وہ بخیل ہے۔

اس لیے، فرہنگ اصطلاحات و مفاہیم قرآنی میں بخل کا ایک وسیع مفہوم بیان ہواہے اور اس کا اطلاق نیک اعمال کے ترک کرنے، جہاد، صدقہ، خیرخواہی اور اس جیسے کام نہ کرنے پر ہوتا ہے، بہ ہر حال، قرآنی لغت میں بخل اس کے لغوی معنی سے زیادہ وسیع معنی رکھتا ہے، لہٰذا بعض نے بخل کو کرامت اور بزرگی کے خلاف سمجھا ہے اور کہا ہے کہ اس کے معنی ممانعت اور روکنے کے ہیں، کیونکہ بخیل شخص دوسروں کو کچھ دینے سے باز رہتا ہے اور دوسروں کو خود سے فائدہ اٹھانے سے روکتا ہے۔

بخل کے مضر اثرات

بخل کے ہر ایک درجے کے الگ الگ اثرات ہوتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ مال خرچ کرنے سے مطلق روکنا یہ ناشکری اور کفران نعمت کی علامت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بہت ساری نعمتیں دی ہیں تاکہ ان سے فائدہ اٹھائیں، خود اور دوسروں کو آخرت کے لیے جو ہمیشہ رہنے والی ہے تیار رکھے، اگر انسان اپنی عقل سے استفادہ نہ کرے، بیوقوفی اورجہالت میں رہے اورحقیقی عقلمندی اختیار نہ کرے تو وہ ناشکری کرنےوالاہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے تاکہ خدا کو اور خود کو پہچان لے، اور اپنی زندگی کے فلسفے اور حکمت کو جان لے اور خدا کے راستے میں صحیح طریقے سے چلے، جو شخص نعمتوں کو اکھٹا کرکے اس کے انبار لگادیتا ہے اور اس سے اچھے طریقے سے فائدہ نہیں اٹھاتا درحقیقت وہ نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے، بعض اوقات یہ بخل اپنے بارے میں ہوتا ہے، اور نہ صرف یہ کہ وہ نعمت کسی دوسرے کو نہیں دیتا، بلکہ دوسروں کو بھی بخل کا حکم اور ترغیب دیتا ہے (نساء آیہ ۳۷؛ المیزان، ج ۴، صفحہ ۳۵۵)

جو لوگ اللہ کی نعمتوں کو درست طریقے سے استعمال نہیں کرتے در حقیقت

وہ لوگ قیامت، محشر اور اجر و ثواب کے منکر ہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ بخل کو ان لوگوں کی غلط بصیرت اور رویہ کی علامت قراردیتا ہے جو قیامت اور اس کے اجر کا انکار کرتے ہیں، (لیل آیات: ۸ اور ۹)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اجنبی کے باغ کے پھل کا استعمال

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ درخت جو کھلے راستے میں بغیر چار دیواری کے ہیں اور پھل والے ہیں، اگر ان کے پھل میں سے کھایا جائے یا فائدہ اٹھایا جائے تو شریعت کی رو سے کوئی ممانعت نہیں ہے، کیونکہ یہ درخت عام مسلمانوں کی ملکیت ہیں، ان کو بغیر کسی حفاظتی حصار یا دیوار کے چھوڑ دینا ان کا پھل کھانے کی اجازت اور اباحت کی دلیل ہے۔

حتی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جو کسی باغ سے گزر رہا ہو اجازت دی ہے کہ اس کے پھل میں سے کھائے، لیکن یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ پھل کو جمع کرکے ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہے، البتہ یہ نبوی اجازت اس باغ کے متعلق ہے جو کسی شخص کی ملکیت ہو، چنانچہ ان درختوں کے پھل اور میوے میں سے کھانا جو عام مسلمین کے ملکیت میں ہیں بطریق اولی جائز ہے۔

ابن عمر ؓ سے روایت ہےکہ فرمایا: (مَنْ دَخَلَ حَائِطًا فَلْيَأْكُلْ وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً) ترمذي (1287) ابن ماجہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: (إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ بِحَائِطٍ فَلْيَأْكُلْ وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً) ابن ماجه (2301) (وصححه الباني في صحيح الترمذي) یعنی: "جو کوئی بھی کسی کے باغ میں داخل ہو اس کے پھل سے کھائے لیکن اپنی جھولی نہ بھرے"

دوسرے الفاظ میں اس طرح روایت کی گئی ہے: "جب بھی تم میں سے کوئی کسی کے باغ سے گزرے اس کے پھل سے کھا سکتا ہے لیکن اپنے جھولی اس سے پُر نہ کرے"

دوسری حدیث ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إِذَا أَتَيْتَ عَلَى رَاعٍ فَنَادِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَإِنْ أَجَابَكَ وَإِلَّا فَاشْرَبْ فِي غَيْرِ أَنْ تُفْسِدَ، وَإِذَا أَتَيْتَ عَلَى حَائِطِ بُسْتَانٍ فَنَادِ صَاحِبَ الْبُسْتَانِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنْ أَجَابَكَ وَإِلَّا فَكُلْ فِي أَنْ لَا تُفْسِدَ) ابن ماجه (2300) وصححه الألباني في صحيح ابن ماجه) ترجمہ:"یعنی: جب تم کسی چرواہے کے پاس آؤ تو تین بار اسے آواز دو، اگر وہ جواب دے تو بہتر ورنہ اپنی ضرورت کے مطابق بغیر خراب کیے دودھ دوہ کر پی لو، اور جب تم کسی باغ میں آؤ تو باغ والے کو تین بار آواز دو اگر وہ جواب دے تو بہتر ورنہ اپنی ضرورت کے مطابق پھل توڑ کر کھا لو، البتہ خراب مت کرو"

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ دوسروں کے باغ کے پھل میں سے کھانے کی اجازت ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ ابتداء میں تین بار باغ والے کو بلائے، (مثلاً کہے کہ: اے باغ والے) اگر جواب دے تو اس سے اجازت لے، اگر جواب نہ دے تو بقدر ضرورت اس کے پھل سے کھاسکتا ہے، بغیر اس کے کہ حد سے تجاوز کرے یا اس میں سے کچھ توڑ کر اپنے ساتھ لے جائے۔

امام بن قدامہ اپنی کتاب "المغنی:۹/۳۳۲ " میں لکھتےہیں کہ: اگر (باغ)کی دیوار نہ ہو (یعنی اس کے اطراف کو کسی رکاوٹ یا دوسرے موانع سے بند نہ کیا گیا ہو) اور بندہ بھوکا ہو تو اس صورت میں اس کے پھل میں سے کھائے، اگر اس کو بھوک نہ ہو تو اس میں سے کچھ نہ کھائے۔

کہا کہ: اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چند لوگوں نے ایسا کیاہے ، اگر باغ کو دیوار کے ذریعے محفوظ کیاگیاہو تو اس سے مت کھاؤ کیونکہ یہ دیوار حریم جیسی ہے (اس باغ کے لیے) (اور مالک کی طرف سے عدم اجازت کی دلیل ہے) ابوزید تیمی سے روایت ہے کہا کہ: میں نے انس بن مالک، عبد الرحمٰن بن سمرۃ اور ابو بردہ کے ساتھ (رسول اللہ کے اصحاب) سفر کیا، اور وہ ایک باغ سے گزر رہے تھے اور اس سے کھا رہے تھے، اور یہ ابن عباس، ابوبردہ اور حضرت عمر ؓ کا قول بھی ہے، عمر ؓ نے کہا: کھاؤ لیکن اس سے کچھ بھی ساتھ لیکر نہ جاؤ، پھر امام احمد سے روایت کیا گیا ہے انہونے کہا: درخت کے نیچے گِرے ہوئے پھل سے کھاؤ، اگر درخت کے نیچے پھل نہ گِرا ہو تو دوسروں کے پھل سے نہ کھاؤ، اور لکڑی، پتھر درخت اور پھل پر نہ پھینکو اس لیے کہ اس طرح پھل خراب ہوجائیں گے (اور یہ حد سے تجاوز ہے)، پس اگر باغ کی حفاظت دیوار لگاکر کی گئی ہو تو اس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے، ابن عباس ؓ کے اس قول کے مطابق: اگر اس کے اِرد گرد کوئی دیوار ہو تو یہ اس باغ کے حریم کے طور پر تصور کیا جائے گا، تو پھر اس سے مت کھاؤ، اگر دیوار نہ ہو تو کوئی مسئلہ نہیں ہے، (کہ اس کے پھل میں سے کھائے) اس کے اِردگرد دیوار اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا مالک اپنے باغ کے پھل کھانے کی اجازت نہیں دیتا۔

لیکن شیخ عثیمین ؒ کہتے ہیں کہ: باغ کے اِردگرد کے دیوار کو اس کے پھلوں کو کھانے کے جواز یا عدم جواز سے مشروط کرنا محض ایک رائے ہے، کیونکہ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: (من دخل حائطا) یعنی: جو کوئی بھی کسی حائط میں داخل ہو، اور حائط اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو

(c) ketabton.com: The Digital Library

اپنے احاطے میں لیے ہوئے ہو، اس بنیاد پر جو نخلستان جس کی اطراف میں دیوار ہو یا وہ باغ جو بغیر دیوار کے ہو کوئی فرق نہیں ہے، اور جو کچھ حدیث سے ثابت ہوتا ہے شرط صرف یہ ہے کہ اس سے کھائے مگر اپنے ساتھ نہ لے جائے، درخت پر کوئی چیز نہ پھینکے بلکہ اپنے ہاتھوں سے پھل اتارے، یا اگر زمین پر گِرا ہوا ہو تو اس سے کھالے، اسی طرح یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ باغ کے مالک کو تین بار بلائے، اگر جواب دے تو وہ اجازت لے کر کھائے، اگر جواب نہ دیا تو اس سے کھالیوے، یہ وہ چیز ہے جس پر حدیث دلالت کرتی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے، لیکن جمہور کی رائے ہے کہ یہ کام جائز نہیں ہے، اس ضمن میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کا تعلق اسلام کے ابتدائی ایام یا ہجرت کے اوائل سے ہے، اس زمانے میں لوگ غریب اور ضرورت مند تھے، جبکہ ضرورت نہ ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہے، لیکن صحیح رائے یہ ہے کہ یہ (حکم) عام ہے (چاہے محتاج بندہ ہو یا نہ ہو) (الشرح الممتع: ۶/۳۳۹)

خلاصہ:

وہ درخت جو سڑک کنارے، عام راستوں میں اور خاص طور پر وہ درخت جن کا کوئی مالک نہ ہو ان کا پھل سے کھانا جائز ہے، اسی طرح اس باغ و بستان سے کھانا جن کے مالک ہو ں مگر شروط کی رعایت کرتے ہوئے کھاناجائز ہے۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة الضُّحَی

سورۃ الضُّحٰی مکہ میں نازل ہوئی اس کی گیارہ آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کو «ضُحٰی» کہا گیا ہے کیونکہ اس کا ابتدائی لفظ«وَالضُّحٰی» ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے «ضُّحٰی» کی قسم کھائی ہے جوکہ دن کا آغاز ہے، روشنی کے اس اہم وقت کی طرف توجہ دلانے کے لیے قسم کھائی ہے ، اور اس لیے بھی کہ یہ سورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی تھی جوکہ خالص نور تھے۔

امام شافعی ؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: سورہ ضحی کے آخر میں اور اس کے بعد والی تمام سورتوں کے اختتام پر "اللہ اکبر " کہنا یا "اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" پڑھنا سنت ہے، مفسرین اس تکبیر کے کہنے کے موقع پر ذکر کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے میں کچھ مدت تک تاخیر ہوئی، پھر فرشتہ نےآکر آپ کو سورۃ الضحی پوری پڑھ کر سنادی تو آپ نے خوشی اور مسرت سے" اللہ اکبر"کہی، لیکن ابن کثیر کہتے ہیں: یہ روایت ایسی اسناد نہیں رکھتی جس کی بناء پر صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ کیا جاسکے۔

سورۃالضحی اور سورۃالیل کے درمیان ربط و مناسبت

چونکہ اللہ تعالیٰ نےسورہ لیل کا اس طرح اختتام فرمایا کہ سب سے متقی آدمی کو اس قدر اجر و ثواب دیا جائےگا کہ وہ راضی ہوجائےگا تو سورۃ الضحی کا آغاز فرمایا اپنے نبی کو خوش کرنے کے لیے ان انعامات کے ذریعے جو قیامت کے دن عزت اور مقام و مرتبہ ان کو عطاکریں گے۔

سورۃالضحی کے الفاظ، حروف اور آیات کی تعداد

سورۃ الضحی مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے نازل ہوئی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃ الضحی مکی سورتوں میں سے ہے جس کا ایک(۱) رکوع، گیارہ(۱۱) آیتیں، چالیس(۴۰) الفاظ، ایک سو چیاسٹھ(۱۶۶) حروف اور اڑسٹھ(۶۸) نقطے ہیں۔

(واضح رہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

یہ سورہ مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا سلسلہ کچھ عرصہ کے لیے منقطع ہوا، ایک طرف وحی کا عارضی تعطل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اضطراب اور پریشانی کا باعث بنا اور آپؐ نہیں جانتے تھے کہ آپ پر وحی میں کیوں خلل پڑا ہے، اور یہ سوچتے اور پریشان ہوکے کہ کہیں ان سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے جس کی وجہ سے اس کا مہربان رب ان سے ناراض ہوا یا اس کے علاوہ کوئی وجہ تھی؟

دوسری طرف دشمنوں میں وسیع پروپیگنڈہ جاری تھا اور انہوں نے اپنے پروپیگنڈے میں کہا: وہ خدا جس کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے تعلق کا دعوی کیا تھا، اس خدانے اسے تنہا چھوڑ دیا، اس سے رابطہ منقطع کردیا، یہ خدا جس سے نبی نے تعلق ہونے کا دعوی کیا تھا وہ خدا نہیں تھا بلکہ ایک جن تھا جس نے نبی کو وسوسے کرکے (نعوذباللہ)فتنہ میں ڈالا، اور وہ اسے وحی الٰہی سمجھتا تھا تو اس جن نے اس سے رشتہ توڑدیا ہے، اس اضطراب اور پریشانی اور دشمن کے شدید پروپیگنڈے کے درمیان یہ سورت نازل ہوئی جس کے دوران ہمارے رب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا کہ آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ کو دشمن سمجھا ہے، بلکہ وحی کی عارضی رکاوٹ میں لامحدود حکمت مضمر ہے، جس طرح دن کی شدید گرمی کے بعد رات کا آنا مضمر ہے۔

سورۃالضحی کا سبب نزول

سورۃ الضحی کے سبب نزول کے بارے میں عالم اسلام کے مشہور دانشور مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں؛ بخاری و مسلم میں حضرت جندب بن عبداللہ کی روایت سے آیا ہےاور ترمذی نے حضرت جندب سے یہ روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگلی زخمی ہوگئی اس سےخون جاری ہوا ، آپ نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرمایا: (ان انت الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ مالقیت) یعنی: تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہوگئی اور جو کچھ تکلیف تجھے پہنچی وہ اللہ کی راہ میں ہے (اس لیے کیا غم ہے) حضرت جندب نے یہ واقعہ ذکر کرکے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد (کچھ روز) جبرئیل امین کوئی وحی لے کر نہیں آئے تو مشرکین مکہ نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے چھوڑدیا اور ناراض ہوگیا، اس پر یہ سورت ضحی نازل ہوئی۔

حضرت جندب کی روایت جو بخاری میں ہے اس میں ایک دو رات تہجد کے لیے نہ اٹھنے کا ذکر ہے، وحی میں تاخیر کا ذکر نہیں، جبکہ ترمذی میں تہجد میں ایک دو رات نہ اٹھنے کا ذکر نہیں صرف وحی میں تاخیر کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، ہوسکتا ہے کہ دونوں باتیں پیش آئی ہوں، راوی نے کبھی ایک کو بیان کیا کبھی دوسری کو، اور یہ عورت جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیا ام جمیل ابولہب کی بیوی تھی، جیسا کہ دوسری روایت میں ہے اور تاخیر وحی کے واقعات متعدد مرتبہ پیش آئے ہیں، ایک شروع نزول قرآن میں پیش آیا جس کو زمانہ فطرۃ الوحی کہا جاتا ہے، یہ سب سے زیادہ طویل تھا۔

ایک واقعہ تاخیر وحی کا اس وقت پیش آیا جب مشرکین یا یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کی حقیقت کے متعلق سوال فرمایا اور آپ نے بعد میں جواب دینے کا وعدہ فرمالیا، مگر انشاءاللہ نہ کہنے کے سبب کچھ روز تک سلسلہ وحی بند رہا اس پر مشرکین نے یہ طعنے دینا شروع کیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ان سے ناراض ہوگیا اور ان کو چھوڑ دیا، اسی طرح کا یہ واقعہ ہے جو سورہ ضحی کے نزول کا سبب ہوا، یہ ضروری نہیں کہ یہ سب واقعات ایک ہی زمانے میں پیش آئے ہوں، بلکہ آگے پیچھے بھی ہوسکتے ہیں۔

طبرانی ، ابن ابی شیبہ اپنی مسند میں واحدی او ردیگر نے ایک سند سے (روایت کیاھے) که اس میں ایک شخص هے جس کی شناخت نهیں هوسکی هے، وہ حفص بن سعید قریشی سے روایت کرتاھے، حفص اپنی ماں سے اور وہ پھر اپنی ماں خوله سے روایت کرتی هے جو که رسولؐ کی گھرمیں ملازمه تھی یه کهتی هے که کتے کا ایک بچه رسولؐ کے گھر میں داخل هوا اور آپؐ کے تخت کے نیچے چلاگیا اور وهاں مرگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دن انتظار کیا وحی نہ آئی، فرمایا: اے خولہ یہ کیا ہوگیا کہ خدا کے رسول کے گھر میں جبرائیل امین نہیں آرہا؟ میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

نے اپنے آپ سے کہا: بہتر ہے کہ گھر کی اچھی چھان بین کرکے اس کی صفائی کروں، جب میں چارپائی کے نیچے جھاڑو دے رہی تھی تو ایک کتے کے بچے کی لاش نکالی جو وہیں مرگیا تھا۔

رسول الله صلی الله علیہ وسلم اپنی قمیص میں کانپتے ہوئے تشریف لائے، اور جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو اس وقت آپ کا جسم مبارک کانپ جاتا، پھر خدائے بزرگ و برتر نے "وَالضُّحَی...تا...فترضیٰ" نازل فرمائی۔

حافظ ابن حجر نے کہا: جبرئیل کے تاخیر سے آنے کا مسئلہ کتیا کے مردہ بچے سے مشہور ہے، لیکن اس واقعہ کا سبب نزول ہونا غریب بلکہ شاذ اور مردود ہے۔

ابن حجر نے عبدالله بن شداد سے روایت کیا ہے: کہ خدیجہ ؓ نے نبی کریم صلی الله علیہ وسلم سے کہا: میرے خیال میں تیرا رب تجھ سے بیزار ہوگیا ہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح عروہ سے روایت کیا ہے: جبرئیل امین کافی دیر تک حضور صلی الله علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے، تو رسول گرامی انتہائی بے چین ہوگئے۔

اُم المؤمنین خدیجہ ؓ نے کہا: میرے خیال میں تیرا رب تجھ سے بیزار ہوگیا ہے، کہ یہ ساری بے صبری آپ کی دیکھی جاسکتی ہے، تو پھر یہ آیت نازل ہوگئی۔

یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں اور ان کے راوی ثقہ اور سچے ہیں۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ام جمیل اور خدیجہ دونوں نے یہ جملہ کہا ہے، خدیجہ نے ہمدردی کی بنیاد پر اور ام جمیل نے طنز کے طور پر۔

سورۃالضحی کا خلاصہ:

بعض روایات کے مطابق جب نبی کریم صلی الله علیہ وسلم وحی کی تاخیر اور وقتی انتظار کی وجہ سے پریشان اور بےچین تھے، دشمنوں کی زبانیں بھی درازہوئیں، تو یہ سورت نازل ہوئی جیسے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے دل پر رحمت کی بارش برسی ۔

اس سورت کا آغاز دو قَسموں کے ساتھ ہوتا ہے، پھر پیغمبر صلی الله علیہ وسلم کو بشارت دیتی ہے کہ پروردگار نے تجھے ہرگِز نہیں چھوڑا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گذشتہ زندگی کو ان کی نظروں میں لاکر بتادیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمیشہ ہر قسم کی رحمتوں میں شامل کیا، اور زندگی کے مشکل ترین لمحات میں ان کا ساتھ دیا۔

اس لیے آخری آیتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ (خدائے بزرگ و برترکی نعمتوں کے شکرانے کے طور پر)یتیموں اور حاجت مندوں کے ساتھ اچھائی اور نرمی کا برتاؤ کریں اوراللہ کی نعمتوں کا اظہار کریں ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الضحی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالضُّحٰیۙ۱ ۝ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰیۙ۲ ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰیؕ۳ ۝ وَلَلۡاٰخِرَةُ خَیۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰیؕ۴ ۝ وَلَسَوۡفَ
یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰیؕ۵ ۝ اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰیۖ۶ ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰیۖ۷ ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰیؕ۸ ۝
فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡؕ۹ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡؕ۱۰ ۝ وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ۱۱ ۝

سورت کا مختصر ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
وَالضُّحٰیۙ۱ ۝	چاشت کے وقت کی قسم(جب سورج طلوع ہوتا ہے اور ہر طرف پھیل جاتا ہے) (۱)
وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰیۙ۲ ۝	اور رات کی جب طاری ہوجائے (۲)
مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰیؕ۳ ۝	نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا (اور نہ دشمن بنایا) (۳)
وَلَلۡاٰخِرَةُ خَیۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰیؕ۴ ۝	اور آخرت (یعنی بعدکی حالت) تمہارے لیے پہلی حالت سے کہیں بہتر ہے (۴)
وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰیؕ۵ ۝	اور یقیناً عنقریب تیرا رب تجھے عطا کرے گا، پس تو راضی ہوجائے گا (۵)
اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰیۖ۶ ۝	کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا، پس جگہ دی (۶)
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰیۖ۷ ۝	اور اس نے تجھے راہ حق کی تلاش میں سرگرداں پایا تو راستہ دکھا دیا (۷)
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰیؕ۸ ۝	اور تنگدست پایا تو غنی کردیا (۸)
فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡؕ۹ ۝	پس تم یتیم پر ستم نہ کرنا (۹)
وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡؕ۱۰ ۝	اور جو مانگتاھو اس کو مت جھڑک (۱۰)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١	اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کرتے رہنا (۱۱)

مختصر تفسیر:

وَالضُّحٰىۙ ۝١	چاشت کے وقت کی قسم(جب سورج طلوع ہوتا ہے اور ہر طرف پھیل جاتا ہے) (۱)

(ضحی کی قسم) ضحی دن کے آغاز میں سورج کے طلوع ہونے کے وقت کا نام ہے، یعنی: دن کے اُجالے کی قسم۔

قسم کی دلیل: اہم خبر کا بیان کرنا، یہ عرب کا اسلوب بیان ہے جو توجہ مبذول کرنے کے لیے ہوتاہے۔

روشنی اور نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جوکہ شرک کے اندھیرے میں ہدایت کا نور ہے۔

یادر ہے کہ: دن کی روشنی اور رات کی تاریکی اور سکون بھی اللہ تعالیٰ کی دو عظیم نعمتیں ہیں جن کی قسم رب عظیم نے کھائی ہے۔

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰىۙ ۝٢	اور رات کی جب طاری ہوجائے (۲)

(قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے) اصمعی کہتے ہیں: "سجو شب، یعنی دن کا ڈھانپنا ہے، جیسا کہ ایک شخص خود کوکپڑے میں لپٹتا ہے"

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ سورت میں رات کو دن پر مقدم کیاتھا جبکہ اس سورت میں مؤخر ذکر کیا ہے، یہ دن اور رات میں سے ہر ایک کی فضیلت پر توجہ دلانے کے لیے ہے، کیونکہ رات کو سبقت میں فضیلت حاصل ہے، اور دن کو روشنی میں، دلیل یہ ہے کہ صرف وقت چاشت اور رات کی قسم کھائی ہے، یہ وقت اور زمانہ کی اہمیت پر توجہ دینا ہے کہ دن اور رات کا آنا جانا اس پر دلالت کرتا ہے، اس نے خاص طور پر چاشت کے وقت کو یاد دلانے کی وجہ یہ بتائی کے یہ وقت رات کی تنہائی کے بعد لوگوں کے اکھٹے ہونے اور ایک دوسرے سے ملنے کا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سجیٰ: یعنی وہ اپنے اندھیرے کے ساتھ واپس آئی، (خازن:۲۵۸/۴)

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسرین کی آیت کی تفسیر میں آراء اور نظریات:

1 - رات کی قسم جب وہ آرام پکڑلے۔
2 - قسم ہے رات کی جب اس کی تاریکی سب جگھوں کو ڈھانپ لے۔
3 - قسم ہے رات کی کیونکہ تمام جگھوں کو سیاہ اور تاریک کردیتی ہے۔
4 - رات کی قسم کیونکہ یہ لمبی ہے اور عبادت اورنماز کا موقع ہے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝٣	نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا (اور نہ دشمن بنایا) (٣)

یہ جواب قسم ہے کہ: "تیرے رب نے تجھے نہیں چھوڑا" اس آدمی کی طرح جو دوسرے کو الوداع کہتا ہے، پس اس نے تجھ سے وحی منقطع نہیں کی ہے"اور وہ ناراض نہیں ہوا ہے" تجھ پر بغض رکھ کر تجھ سے نفرت نہیں کی ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں: "وَالضُّحٰی" نور کے معنی میں ہے، یہ نزول وحی سے استعارہ ہے، اور "والیل" کا معنی رات ہے، وحی کا منقطع ہونا مراد ہے، معنی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پیغمبر پر غصہ نہیں فرمایا ہے، اس طرح مشرکین کی بات کو رد کیا جو کہتے تھے: کہ خدا نے محمد کو چھوڑ دیا ہے، جواب قسم وہی ہے۔

"مَاوَدَّعَكَ" تجھے نہیں چھوڑا ہے، تجھے چھوڑنے ترک کرنے کو نہیں کہا ہے، "وَدَّعَ" یعنی خدا حافظ کہا، "وَدَّعَكَ"یعنی: تجھے خدا حافظ اور الوداع نہیں کہا۔

"مَا قَلٰى" یعنی غصّہ نہیں کیا، اور دشمن نہیں بنایا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝٤	اور آخرت (یعنی بعدکی حالت) تمہارے لیے پہلی حالت سے کہیں بہتر ہے (۴)

اس مبارک آیت میں درج اہم نکات پر غور کیا جاسکتا ہے۔

سب سے پہلے یہ کہ: کہا گیا کہ آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے۔

دوسرا یہ کہ: گذرے ہوئے وقت سے بہتر اور روشن مستقبل آپ کا منتظر ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سوم یہ کہ: وحی کا نزول اس وقفے کے بعد پہلے سے بہتر اور آسان حالت میں ہوگا، پہلے آپ کے لیے وحی کا حصول مشکل اور دشوار تھا، لیکن مستقبل میں آپ کو اس سے بہتر اور آسان طریقے سے موصول ہوگی۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے: بعض مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کا حاصل کرنا اتنا دشوار ہوتا تھا کہ سخت سردی کے موسم میں بھی آپ کے پورے جسم سے پسینہ جاری ہوتا تھا۔

حدیث مبارکہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے مروی ہے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے ، جس کے کھردرے پن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر نشان چھوڑا تھا، جب نیند سے بیدار ہوئے تو ان کے پہلو پر میں نے ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمیں اجازت دیں گے کہ اس چھٹائی پر آپ کے لیے کچھ بچھالیں؟، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ما لی وللدنیا، إنما مثلی ومثل الدنیا کراکب ظل تحت شجرة ثم راح وترکها) ترجمہ:"مجھے دنیا سے کیا سروکار، میری اور اس دنیا کی مثال اس مسافر کی سی ہے جو کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے ٹھہرا، پھر چل پڑا اور اس درخت کو چھوڑ دیا"۔

طبرانی نے "معجم اوسط"میں ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن شہروں اور ملکوں کو میری امت میرے بعد فتح کرے گی وہ مجھے دکھائے گئے ہیں میں ان کے مشاہدہ سے خوش ہوا ہوں، پھر خدائے بزرگ و برتر نے "وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰىؕ۝۴" نازل فرمائی، (اس روایت کی سند حسن ہے)۔

حاکم اور بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں طبرانی اور دوسروں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے: جو ملک ، علاقے اور شہر یکے بعد دیگرے مسلمانوں سے مغلوب ہوکر فتح ہونے تھے وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح طورپر دکھائے گئے، جنہیں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوگئے۔

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰىؕ۝۵	اور یقیناً عنقریب تیرا رب تجھے عطا کرے گا، پس تو راضی ہوجائے گا (۵)

«البتہ بہت جلد تیرا رب تجھے عطا کرے گا» دین کے کام میں وسعت، اجر

(c) ketabton.com: The Digital Library

عظیم ، جنت میں اعلیٰ علیین، حوض کوثر اور آخر میں اپنی امت کے لیے شفاعت کی نعمت، "پھر تم راضی ہوجاؤ گے" ان اجر اور نعمتوں سے۔

"فَتَرْضَىٰ" رضایت کے مادہ سے ہے، رضا اس حالت کو کہا جاتا ہے کہ انسان کو اندرونی یعنی دلی طورپر کسی قسم کا اعتراض نہ ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یعنی آپؐ کوشفاعت عطا کریں گے تاکہ آپؐ راضی ہوجائیں، اس لیے ایک روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یاد کرکے فرمایا:میری امت، میری امت، اور رونے لگے، تب اللہ تعالیٰ نے جبرائیل سے کہا: جاؤ محمدؐ کے پاس اور ان سے پوچھو کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے، جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان سے پوچھا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معاملہ کا ذکر فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل سے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے کہدو:جہاں تک ان کی امت کا تعلق ہے تو آپؐ کو ہم راضی کریں گے، ناراض نہیں کریں گے۔ (اخراج از مسلم)

اسی طرح حدیث میں آتاہے کہ ہرپیغمبر کی دعا اور درخواست قبول ہوئی ہے، تمام پیغمبروں نے اپنی دعائیں دنیا میں قبول کراوالی ھیں ، جبکہ میں نے اپنی درخواست روز قیامت کے لیے اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھی ہے (بخارسی ، مسلم)

مفسر خازن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ اس سے آیت کے ظاہر کو مراد لیا جائے تاکہ دنیا اور آخرت کے خیر کو بھی شامل ہو، کیونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر کامیابی اور غلبہ، پیروکاروں کی کثرت اور بہت زیادہ فتوحات آپؐ کو عطا کی ہیں، آپؐ کے دین کو غالب اور کامیاب بنایا، اور آپؐ کی امت کو بہترین امت قرار دیا، اور آخرت میں شفاعت عام اور مقام محمود وغیرہ آپؐ کوعطا کی ہیں، (تفسیر خازن:۲۶۰/۴)(تألیف علی بن محمد بغدادی (م، ۷۲۵ ھ) مشهور به خازن)

اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (إذن لا أرضى وواحد من أمتي في النار) پس جب کہ ایسا ہے تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میری امت میں سے ایک شخص بھی آگ میں ہو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

آیت مبارکہ کا شان نزول:

اس آیت مبارکہ کا شان نزول پچھلی آیت کے شان نزول کی طرح ہے، ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں: وہ ممالک اور علاقے جو محمد صلی الله علیہ وسلم کی امت کے ہاتھوں فتح ہوں گے وہ ایک ایک شہر پیغمبر صلی الله علیہ وسلم پر پیش کیے گئے آپ اس سے خوش ہوگئے، تب یہ آیت نازل ہوئی: (وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيكَ رَبُّكَ فَتَرۡضَىٰٓ)۔

جب یہ عظیم نعمت آپ کو دی، اور ساتھ ہی بچپن کی نعمتوں کی آپؐ کو یاد دہانی کرادی تاکہ اپنے خدا کا شکر ادا کریں، پس فرمایا:

أَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيمٗا فَـَٔاوَىٰ ۝٦	کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا، پس جگہ دی (۶)

یعنی: تیرے رب نے تجھے یتیم بغیر باپ کے پایا پھر آپ کو ٹھکانہ دیا تاکہ اس میں بسیں اور آباد ہوجائیں، وہ ٹھکانہ تیرے دادا عبدالمطلب اور تیرے چچا ابو طالب کا گھر تھا، کیونکہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم جب شکم مادر میں تھے یا ولادت کے بعد اپنے والد کو کھویا تھا، پھر ان کی والدہ آمنہ بنت وہب فوت ہوئی جب آپ کی عمر مبارک چھ سال تھی، اور آپ آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا عبدالمطلب کے سرپرستی میں رہے، اس کے وفات کے بعد آپؐ کے چچا ابو طالب نے آپ کی سرپرستی کی ذمہ داری اٹھائی، آپ کی بعثت کے چند سال بعد ابو طالب بھی چل بسے جو کہ مسلسل آپؐ کے حامی اور مددگار رہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی الله علیہ وسلم کے پاس آکر اپنے سخت دلی کی شکایت کی، آپ صلی الله علیہ وسلم نے اس سے کہا: اگر نرم دل بننا چاہتے ہو تو یتیم کے سر پر دست شفقت پھیر دو (کفالت کرو)، اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ: "میں اور یتیم کا سرپرست (جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے" اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی والی انگلی سے اشارہ کیا۔

وَوَجَدَكَ ضَآلّٗا فَهَدَىٰ ۝٧	اور اس نے تجھے راہ حق کی تلاش میں سرگرداں پایا تو راستہ دکھا دیا (۷)

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی: اے پیغمبر! حق تعالیٰ نے تجھے ایمان کی پہچان سے لاعلم پایا، اس طرح کہ تجھے معلوم نہیں تھا کہ ایمان کیا ہے اور نبوت میں سے جو کچھ آپ کے لیے ارادہ فرمایا تھا اس سے بے خبر پایا، اور تو نہیں جانتا تھا کہ قرآن کیا ہے اور الله تعالیٰ کے شرائع اور احکام سے بھی بے خبر تھے، پھر تجھے ان سب کی پہچان کرادی، یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس محل پر "ضلال" کو "هُدی" کے مقابل والے معنی میں محمول نہیں کرسکتے، یہاں اس کا معنی شریعت کے احکام کا نہ جاننا اور نبوت کے امور سے بےخبری کے معنی میں آتا ہے، جیساکہ بیان ہوا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: یعنی: بچپن میں مکہ کے وادیوں میں گم ہوگئے تھے، اور بعض کہتے ہیں کہ جب اپنے چچا کے ساتھ شام جارہے تھےراستے میں گم ہوگئے تھے۔

«ضَآلًّا» ضال یہاں حیران کے معنی میں ہے، ایک حد تک درست معنی ہے، یعنی پیغمبر صلی الله علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ عرب جہالت میں مبتلا ہیں آپؐ کی قوم گمراہی کا شکار ہے، لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی الله کی طرف کیسے رہنمائی کریں، اس وجہ سے حیران و پریشان تھے۔

«فَهَدٰى» یعنی: الله نے تجھے ہدایت عطا کردی، اس ہدایت کو تیرے اختیار میں رکھا، تاکہ تو تاریخ بدل ڈالے، تجھے یتیم پایا پھر تیری محتاجیت ختم کردی، خدیجہ کو آپ کاہمسفر اور شریک حیات بنادیا، (ایک ایسی عورت جس نے پیغمبر صلی الله علیہ وسلم کو نکاح کا پیغام بھیج دیا، یہ انتہائی اہم اقدام تھا) ایسی ہدایت جس نے تیری پوری شخصیت بدل ڈالی، سورہ نجم میں قرآن کریم کی تعبیر کے مطابق ایسی ہدایت کہ الله تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کی طرح آپؐ کی شخصیت کو تمام پہلوؤں کا تزکیہ کرکے اور سے منتخب کرکے اس کی تائید کردی، وہ پیغمبر اسلام ہے، کیونکہ الله تعالیٰ نے پیغمبر صلی الله علیہ وسلم کے دل، زبان، اخلاق الغرض ان کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی تائید کردی ہے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ ۝٨	اور تنگدست پایا تو غنی کردیا (٨)

اے پیغمبر! الله تعالیٰ نے تجھے غریب، ضرورت مند اور مال و اسباب سے محروم پایا تو آپؐ کو بے نیاز بنادیا، اس رزق اور روزی کے ذریعے جو ملکوں کے فتوحات کے ذریعے اور کفار کی آدیوں سے دیا، یا تو معنی یہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے کہ: تجھے قبل از رسالت سب سے پہلے خدیجہ بنت خویلد کے مال سے تجارت میں مالدار بنادیا، پھر ابوبکر صدیق ؓ کے مال کے ساتھ، پھر انصار کے مال کے ساتھ، پھر رسالت کے بعد حصول مالِ غنیمت سے اور پھر ہجرت کے بعد بھی اور آپ کو تھوڑے سے مال سے راضی کرکے قناعت دیکرامیر بھی بنادیا، جیساکہ حدیث شریف میں ہے کہ: (لیس الغنیٰ عن کثرۃ العرض ولکن الغنیٰ غنیٰ النفس) ترجمہ: "تو نگری یہ نہیں ہے کہ سامان زیادہ ہو، بلکہ امیری یہ ہے کہ دل غنی ہو"

«فَأَغْنَىٰ»: غنی کے مادہ سے ہے، مراد یہ ہے کہ انسان میں رضامندی جیسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں، کسی چیز یا کسی شخص کی طرف انسان میں محتاجگی کا احساس پیدا نہیں کرتا، بلکہ بے نیاز اور بے پروا بنادیتا ہے، اس پر تین نعمتیں گنواں کر ان کو تین چیزوں کی وصیت کرکے فرماتے ہیں:

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩	پس تم یتیم پر ستم نہ کرنا (۹)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان تمام نعمتوں کے ساتھ کسی یتیم کے مال اور اس کے حقوق پر اس کی کمزوری اور بے کسی کی وجہ سے قبضہ نہ کرو، بلکہ اُسے اس کا حق دو اور اپنی یتیمی کو یاد کرو۔

بچپن میں اپنے والد یا والدین کو کھونے والے یتیموں کا وجود کسی بھی معاشرے میں ناگزیر ہے، تمام الہٰی، ابراہیمی ادیان میں ان بچوں پر توجہ دی گئی ہے اور اس میں ان کے ساتھ عہد کرنے، ان کے حقوق کی حفاظت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔

ہمارے عظیم رب نے ادیان الہٰی کے پیروکاروں خاص طور پر بنی اسرائیل کی رہنمائی اس نیکی کی طرف کی ہے: "وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ" (سورہ بقرہ آیت:۸۳) ترجمہ:"اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ عبادت نہ کرو (کسی کی) بجز اللہ کے اور حسن سلوک سے پیش آنا (اپنے) ماں باپ سے اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے بھی)"

یہ آیت کریمہ متعدد قسم کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کو اہل ایمان کے ضروری فرائض اور نیک اعمال میں سے قرار دیتی ہے یتیموں کی دیکھ بھال بھی ہے، کیونکہ اس عہد کی شقیں عام ہیں، بنی اسرائیل کے لیے مختص نہیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کے حقیقی اصول ہیں جوکہ تمام شرائع مقدسہ میں تھے اوریہ تبدیل نہیں ہوتے۔

قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: "لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ وَ الْمَلائِكَةِ وَ الْكِتابِ وَ النَّبِيِّينَ وَ آتَى الْمالَ عَلى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبى وَ الْيَتامى وَ الْمَساكِينَ"(بقرہ:۱۷۷) ترجمہ:"نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لایا اور مال دیا اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں کو"

اسی طرح سورہ انعام آیت:۱۵۲ میں فرماتے ہیں: "ولا تقربوا مال الیتیم الاّ بالتی ھی احسن" ترجمہ:"اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو"

قرآن کریم یتیموں کے بارے میں لوگوں اور اسلامی ریاست کی ذمہ داری کو واضح تشریحات کے ساتھ بیان کرتا ہے، یہ مقدس اور آسمانی کتاب یتیموں کی عزت کرنے اور ان کے ذاتی اور معاشرتی ، مادی اور روحانی انفرادی و اجتماعی امور کی دیکھ بھال کی تاکید کرتی ہے، ان کے دیکھ بھال میں کوتاہی پر سرزنش بھی کرتی ہے، اور اسےدنیا و آخرت کے عذاب کا سبب قرار دیتی ہے۔

قرآن مجید کی مختلف آیات میں یتیم افراد کے مادی اورروحانی امور میں بھلائی اور دیکھ بھال کو والدین اور رشتہ داروں کے بعد رکھا ہے، اور اس نیکی کو اخلاقیات کی تعمیر اور بخل، غرور اور اخلاقی فساد کے خلاف جدوجہد اور جنگ کی قرار دیاہے۔

یتیم:

عرب کی اصطلاح میں یتیم اس نابالغ کو کہتے ہیں جس کا والد فوت ہوگیا ہو، بالغ ہونے کے بعد یہ نام اس سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ (لسان العرب، ابن منظور، دار صادر، بیروت، سوم، 1414 ق، ج 12، ص 645)

شریعت مقدسہ کے نقطۂ نظر سے ایک یتیم بچہ اپنے باپ کی محبت کے سایہ سے محروم ہوکر بہت زیادہ تنہائی اور کمی محسوس کرتا ہے، جس کی تلافی

(c) ketabton.com: The Digital Library

محبت اور دوستی سے کی جاسکتی ہے، مہربان اور رحم دل مائیں کسی حد تک اس کمی کو پورا کرتی ہیں، لیکن اسلام نے ہر ایک کو مکلف کیا ہے کہ اس اہم معاملے میں ماں اور سرپرست کی موجودگی کے صورت میں بھی اس کی مدد کریں، اگرماں یا سرپرست نہیں ہے تو اسے اپنی حفاظت میں رکھیں۔

یه بات قابل ذکر هے که: رسول الله صلی الله علیه وسلم نے یتیموں کے ساتھ جو همدردی اور مهربانی کا برتاؤ کیا وه ناقابل بیان هے، اور ان کے حق میں اچھی رهنمائی کی ہے، اور بهت سی هدایات ان کے حقوق کی تگ و دو اور توجه کے میدان میں جاری کی هیں۔

وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ۞١٠	اور جو مانگتاهو اس کو مت جھڑک (١٠)

جب بھی کوئی فقیر مسکین اور ضرورت مند تجھ سے مدد کے طورپر کوئی چیز مانگے تو اسے مت جھڑک اور اپنے پاس سے مت بھگاؤ، کیونکه تم خود بھی فقیر ی کی حالت میں تھے، پس یا تو اسے خوراک دو یا پھر نرمی سے جواب دو۔

مفسرین حضرات نے اس آیت کریمه کے دومعنی اورتفسیریں بیان کی هیں: اگر لفظ سائل مانگنے والے کو حاجتمند شخص اور مدد کے طلبگار کے معنی میں لے لیں تو اس عبارت کا معنی وهی هے که اگر اُس کی مدد کرنے کی استطاعت رکھتے هو تو مدد کرلو ، اگراستطاعت نهیں رکھتے تو اس سے نرمی اورمهربانی کے ساتھ معذرت کرلو، لیکن کسی بھی صورت میں اسے خود سے دور مت بھگاؤ اور مت ڈانٹو، اس معنی کے اعتبارسے یه حکم الله تعالی کے اس احسان کے جواب میں هے که: " تجھے تنگدست پایا تو بے نیاز بنادیا"، اور اگر سائل کو سوال کرنے والا، یعنی: وه جو دین کے مسائل سے متعلق پوچھتاهے کے معنی میں لیں تو اس کامعنی یه هوگا که ایسا شخص جس قدر بھی ناسمجھ اور تهذیب وتربیت سے دور هو اور ظاهری طور پر اپنی فکری اور ذهنی سوچ کے مطابق جس طرح بھی نادانی کا مظاهره کر کے سوال کرے، هرصورت میں شفقت کے ساتھ اسے جواب دو، اور بدمزاج علم ودانش کے مدعی انسانوں کی طرح اسے تنگ نه کرو ، اور نه مسترد کرو، اس مفهوم کے لحاظ سے یه ارشاد بلند مرتبه خدا کے اس احسان کے جواب میں هے که : "اس نے تجھے راستے سے ناواقف پایا پھر راسته دکھایا"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حضرت ابوالدرداء ، حسن بصری، سفیان ثوری اور بعض دیگر علماء اور مفسرین نے اسی معنی کو ترجیح دی ھے، کیونکه ترتیب کلام کے لحاظ سے یه ارشاد : "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" کے جواب میں آتاھے . (تفهیم القرآن)۔

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ۝١١	اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کرتے رہنا (۱۱)

اپنے پروردگار کی ان نعمتوں کو بیان کرو جو تم پر مکمل کردی هیں، خود پر اس کی رحمت کے آثار دکھاؤ، اس کریم اور منّان کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے هوئے ان نعمتوں کو یاد کرو، انہیں جھٹلاتے هوئے اور انکار کرتے هوئے ان سےچشم پوشی مت کرو۔

مفسر آلوسی فرماتے هیں: یعنی : تم یتیم تھے راستے سے بے خبر اور بے کس تھے، لیکن الله تعالی نے تمهیں پناه دی اور بے نیاز کرکے هدایت عطا کردی، پس تو ان تین نعمتوں کو مت بھلاؤ، اور یتیم کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور مانگنے والے پر رحم کرو، کیونکه تم نے خود یتیمی اور بی کسی کا ذائقه چکاھے، سیدھے رستے کی طرف لوگوں کی رهنمائی کرو، جیسا که خدانے تمہیں هدایت عطا فرمائی ہے۔ (تفسیر روح المعانی :30/ 164)۔

یاد رهےکه: نبی کریم صلی الله علیه وسلم کے لیے اپنے والد سے میراث میں مال ودولت نهیں بچی تھی، انهوں نے نہ صرف اپنے والد کی سرپرستی سے محروم هونے کا درد سہاتھا، بلکه چھ (6) سال کی عمر میں وه اپنی ماں کی شفقت سے بھی محروم هوگئے تھے ، بلکه آپؐ نے اپنی جوانی بھی غربت، فقر اور تنگدستی میں گزاری، لیکن زیاده وقت نه گزرا تھا که قریش کی امیرترین عورت سے ملاقات ہوئی، اس نے آپ کو پهلی فرصت میں اپنا شریک تجارت بنالیا، اور پھر شادی کی پیشکش کی، اور اس طرح آپؐ پر غربت سے نکلنے کے راستے کھل گئے۔

"وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ " میں یه بتانا ضروری هے که: "حدِّث" تحدیث سے مشتق هے، جوکه بات کرنے کے معنی میں آتاھے، اس سے مراد یه هے که آپ لوگوں کے سامنے الله تعالی کی نعمتوں کا تذکره کیاکریں، کیونکه یه بھی شکر ادا کرنے کا ایک طریقه هے، یهاں تک که اگر کوئی کسی پر احسان کرے تو اسے محسن کا شکریه ادا کرنے کا حکم هے .

حدیث میں هے که : "جو شخص لوگوں کے احسان اور بھلائی کے مقابلے میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

شکریه نه کهے یالوگوں کا شکریہ ادا نه کرے ایسا شخص الله تعالی کا بهی شکر ادا نهیں کرے گا" (من لا یشکر الناس لا یشکر الله) .

دوسری حدیث میں هے که : "جس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کیاجائے، اس کو اس اچھائی کا بدله دینے چاهیے، اگر بدله چکانے کے قابل کوئی چیزنه ملے تو دینے والے کی اچھائی کا اعتراف هی کردے، جب اعتراف کردیا تو شکر کا حق اداکردیا" (تفسیر مظهری).

مسئله :

هرنعمت کا شکر ادا کرنا واجب هے، مال کی نعمت کا شکر یہ هے که اس سے کچھ مقدار الله کے راستے میں نیت کے اخلاص سے خرچ کرے، اور علم کی نعمت کا شکر یه هے که اسے دوسروں کو سکھائے پڑھائے ، (رواه البغوی عن جابربن عبدالله مظهری).

الله تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا

آیت "وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ " میں همارا عظیم رب نبی اکرم صلی الله علیه وسلم سے فرماتا هیں: اپنے رب کی نعمتوں کو یاد کرو، نعمتوں کو یاد کرنے کا مطلب دوسروں پر برتری حاصل کرنا اور فخر کرنا نهیں هونا چاهیے، بلکه اس کا مطلب ان نعمتوں کو یاد کرناهے جنهوں نے انسان کو شکر گزار بنایا اور مقام عبودیت میں تکمیل بخشی ہے، کیونکه الله تعالی نے همیں بہت سی نعمتوں سے نوازاهے اگر ایک نعمت چھن جائے تو هم ان دوسری نعمتوں کا شکر بھی ادا نهیں کرپائیں گے جو ہمارے پاس باقی رہیں ۔

جو شخص الله کی نعمتوں کویاد کرتاهے وه مصیبتوں، سختیوں اور آفات میں مایوسی، نا امیدی ، اضطراب ا ور بے چینی کا شکارنهیں هوتا، اس کی روح پرسکون اور دل با اعتماد هوگا۔

لسانی اور عملی

لسانی ، وهی زبانی شکر ادا کرناهے ۔

عملی: که انفاق یعنی ضرورت مندوں کے ساتھ الله کے راستے میں مالی تعاون ، اور ایسی بخشش جو احسان جتائے بغیر تمام نعمتوں کو شامل هو جو الله تعالی نے اسے عطاکی هیں جیسے: مال خرچ کرنا صدقه جاریه میں، ایسے

(c) ketabton.com: The Digital Library

نیک کاموں میں لگانا جو باقیات الصالحات میں شامل ھوں، جیسے : مسجد بنانا، مدرسه بنانا، اچھی اور مفید کتابوں کی نشرو اشاعت وغیره، پروردگار عالم کو ھمارے شکر کی ضرورت نهیں ھے، اور اگراس نے شکر ادا کرنے کا حکم دیاھے، تویه اس لیے ھے که ھم تربیت کے اعلی مکتب میں شکر گزاری کے بهترین درجات حاصل کرلیں .

الله تعالی نے نجات، کامیابی اور نعمتوں کے فراوانی کو شکرگزاری میں اور عذاب کو نعمتوں کے ناشکری میں رکھاھے، بنی اسرائیل کو خطاب کرتے هوئے(موسی علیه السلام کے مواعظ کے سلسلے میں) اور ایک مستقل جملے میں مسلمانوں کو (دونوں باتیں قرآن کی تفاسیرمیں آئی ہیں، البته ان کو جمع کرنے میں کوئی حرج نهیں ھے) فرماتاہے: "لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ۝ " ترجمه: اگر شکر کروگے تو میں تمهیں زیاده دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو (یاد رکھو که) میرا عذاب سخت ھے) .

جیساکہ پہلے مذکور ہوا که پروردگار عالم کوھماری شکر گزاری کی ضرورت نهیں ھے، اگر ھمیں شکر کرنے کا حکم دیا ھے تو یه اس لیے که ھم تربیت کے اعلی مکتب میں شکر گزاری کے درجات حاصل کرلیں.

شکر کیاھے ؟

لغت میں شکر کا مطلب : ذهن میں نعمتوں کا تصور کرنا اور قول وفعل سے اس کا اظهار کرناھے، دل، زبان اور عمل سے شکر ادا کرنا، اسلامی روایات میں یهی معنی آیاھے.

اسلام اور شکر

الله کی تعالی کی بارگاه میں شکر ادا کرنا انسان کی اھم خصوصیات میں سے ھے، اگرچه الله تعالی کا فضل اور اس کی نعمتیں بهت زیاده ہیں جنهیں شمار کرنا ممکن نهیں، لیکن انسان اگر یهی جان لے که وه خدا کا شکر ادا کرنے سے قاصرھے تو اس کے وجود میں اس روش کی نشو ونما کا باعث بنے گا، شکر گزاری کے درجات هیں، شکرگزاری دل، روح اور دماغ کے گهرائیوں سے اور جو کچھ اسےعطاء کیاگیا ھے، اس کا اظهار زبان سے کرنا اور منعم کی تعریف کرنا، جبکہ جوارح اور اعضاء سے شکر اداکرنا یه ہے که انسان اپنی استطاعت کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو ان معاملات اور امور میں جن میں الله کی رضا هو بهترین طریقے سے استعمال کرے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

قرآن کریم میں " 70" سے زیادہ آیات میں ، خدا اور انسانوں کی طرف سے کیے جانے والےشکر گزاری کی قدردانی کا ذکر ہواھے، اور اس نیک کام کو مختلف عنوانات کے تحت انجام دینے کا تذکرہ کیا گیاہے، اسی طرح بہت سی روایات میں بھی اس کا حکم دیا گیاھے، قرآن میں ہے ۔

الله اور والدین کا شکر

"وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ۰ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ۰ إِلَيَّ الْمَصِيرُ۱۴ " ترجمه: "اور هم نےانسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی هے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے، اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں هے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا ، میری هی طرف لوٹ کر آناهے"۔

شکر کے مراحل

خدا تعالی کی وسیع اور لامحدود نعمتوں کا شکر تین مراحل میں ادا کیا جاتاہے:

(دل کا شکر ، زبان کا شکر اور عملی شکر).

دل کا شکر

اس کا مطلب یہ هے که شکر گزار دل همیشه الله کی نعمتوں اور بخششوں کو یاد کرتاهے، الله کی تعظیم کرتاهے اور اس کے آگے جھکتاهے، اور اس کی عظمت کے سامنے خود کو چھوٹا سمجھ کر محتاجی کا اظهارکرتاهے، خدا کے عظیم کاموں، مختلف مخلوقات اور اس کے بندوں کو خیر پهنچانے کے بارے میں غور وفکر کرکے اپنی حیرت کا اظهار کرتاهے، اوراس طرح اس کی عاجزی بڑھتی هے ۔

زبان کا شکر ادا کرنا

زبانی تشکر کا یه معنی هے که: شکر گزار شخص نعمت دینے والے کی حمد وثناء کرتاهے اور اپنی استطاعت کے مطابق اس کی تعریف کرتاهے، اسی طرح نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے دائرے میں بھی وه دوسروں کو اس کی اطاعت پر آمده کرتاهے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

عملی طور پر شکرکرنا

شکر کا تیسرا مرحلہ عملی شکر ھے، عملی تشکر یہ ہے کہ نعمت دینے والے کے سامنے عمل سے شکر کا اظہار کرے، یعنی نعمت حاصل کرنے والا کوشش کرے کہ خدا کی نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرے، بلکہ ان نعمتوں کو اللہ کی اطاعت اور عبادت کا ذریعہ بنائے ۔

شکر ادا کرنے کی ترغیبت

اسلام کا مقدس دین شکر ادا کرنے کا حکم اور اس کی ترغیب دیتاھے اور شکر گزار افراد کی تعریف کرتاھے، قرآن کریم فرماتاھے: اے لوگو جو ایمان لائے! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جوھم نے تمھیں عطا کی ھیں اور اللہ کا شکر کرو، اگرتم صرف اس کی عبادت کرتے ھو، اور مزید فرمایا ھے: "اور جو آخرت کا بدلہ چاھے اسے اس میں سے دیں گے اورھم شکر کرنے والوں کو جلد جزا دیں گے".

کفران نعمت

کفران نعمت کا مطلب نعمتوں کو چھپانااور نظر انداز کرناھے، اگرچہ خدا تعالی ھماری شکرگزاری اور عبادت کا محتاج نہیں ھے، لیکن حکمت اور مصلحت کے اعتبارسے بندوں پر عبادت کو فرض قرار دیاھے، قرآن کریم میں شکر گزاروں کو خوش خبری سنانے کے بعد فرماتاھے: جوشخص شکر گزار بنتاھے اس کا شکر گزار بننا اس کے فائدے میں ھے، اور جو ناشکری کرے تو خدا بے نیاز اور تعریفونوالاھے، حالانکہ خداتعالی نعمت حاصل کرنے والوں کے شکر کا محتاج نہیں ھے، اور اس بات سے بھت اوپر اور عظیم تر ھے کہ ناشکروں کو محروم کرے، لیکن کفران نعمت اور ناشکری خود کچھ مصیبتوں کا سبب بن جاتی ھے جیسے:

1 - پستی

ایک ناشکرا شخص اپنی کمتری اور نا اھلی کا ثبوت دیتاھے، کیونکہ انسانی عقل اور ضمیر کا تقاضاھے کہ نعمت پانے والے شخص کو شکرگزار ھونا چاھیے ، عقل اور ضمیر کو پیروں تلے روندنا ان لوگوں کا وتیرہ ھے جو کمتری اور بے وقعتی میں حیوانیت کے درجے پر پھنچ چکے ھیں، بلکہ اس سے بھی پست ھوگئے ھیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - نعمت کا زوال

کفران نعمت، نعمتوں کے زوال اور عدم استحکام کا سبب بنتاھے، اور نیکیوں اور برکتوں کا خاتمه کرتاھے، اس کے برعکس شکر گزاری ان نعمتوں کی بقا کا سبب ھے .

3 - احسان اور نیکی میں کمی

ناشکری کا ایک اور اثر معاشرےسے نیکی اور احسان کا ختم ھوناھے ، کیونکه ناشکری سخاوت کرنے والوں کی حوصله شکنی کرتی ھے اور انهیں دینے سے روکتی ھے، خدا کا طریقه بھی یھی ھے که اگر بندوں نے ناشکری کی تو اپنے فضل اور احسان میں کمی کرتاھے .

4 - فوری سزا

ناشکری کا ایک اور منفی اثر، نعمت کی ناشکری کرنے والےکی اذیت اور عذاب میں جلدی کرنا.

5 - دوزخ جانا

سب سے آخری اثر جو ناشکرے بندے پر اپنے کیے سے ہوتاھے، وه جلانے والے دوزخ میں جاناھے، کیونکه وه خدا کی نعمتوں کو چھپاکر اور بندوں کی مھربانیوں کو نظر انداز کرکے خدا کے راستے ہٹ جاتاھے، اور وه ظلم کے راستے پرقدم رکھتاھےجس کا انجام جھنم کے سوا کچھ نھیں ھوگا، یھی وه انجام ھے جو قرآن نے انھیں دکھایاھے: "اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِۙ ۲۸ جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ؕ وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ۲۹ " (سوره ابراهیم: 28) ترجمه: "کیا تم نے غور نھیں کیا ان لوگوں کے حال پر جنھوں نے الله کی نعمت کو کفرسے بدل دیا، اور اپنی قوم کو لا اتارا تباھی کے گھرمیں، یعنی جھنم ، جس میں وه داخل ھوں گے وه بھت بُرا ٹھکانه ھے".

وحی کیا ھے ؟

وحی کی تعریف: ابن أبی حاتم نے عقیل کے ذریعے زھری سے روایت کیا ھے که ان سے وحی کے بارے میں پوچھا گیا: جو اب میں کھا: وحی وھی ھے جسے خدا اپنے رسولوں پر بھیجتاھے، اور پیغمبر کے دل میں محفوظ رکھتاھے، پھر وه رسول اس سے بولتے، اور اسے لکھتےھیں ، وه الله تعالی کا کلام ھے، اور پیغمبر کی وحی کا ایک اور حصه که اس سے وه نھیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

بولتا، وه اسے کسی کے لیے نہیں لکھتا اور اس کے لکھنے پر مأمور بھی نہیں ھے، لیکن وه اسے ایک حدیث کی صورت میں لوگوں کے سامنے بیان کرتاھے ، جیسے الله تعالی نے حکم دیا که وه لوگوں کو بیان کرے اور ان کو تبلیغ کرے، (ترجمه الاتقان فی علوم القرآن جلال الدین عبدالرحمن سیوطی).

وحی کیاھے اور کن لوگوں پر ھوتی ھے اس بارے میں علماء فرماتے ھیں : لفظ وحی کے عربی میں متعدد معانی ھیں، جنہیں قرآن کریم نے مختلف مقامات پر بیان کیاھے:

1 - غریزی الهام جانور کے لیے، جیسے شهد کی مکهی کے لیے الهام: «وَاَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِىۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعۡرِشُوۡنَ۝۶۸ » (سوره نحل: 68)

ترجمه: « اور تیرے رب نے شهد کی مکهی کی طرف وحی (الهام غریزی) کی که کچھ پهاڑوں میں سے گهر بنا اور کچھ درختوں میں سے اور کچھ اس میں سے جو لوگ چھپربناتے ھیں».

اس وحی سے مراد الهام غریزی ھے، یعنی: تیرے رب نے شهد کی مکهی کی طرف وحی بهیجی ، شهد کی مکهیاں اپنی فطرت کے مطابق گهر تیار کرتی ھیں، اور اس فطرت کو خدا نے ان کے وجود میں ڈالاھے اور وھی غریزی الهام ھے۔

2 - فطری الهام انسان کے لیے .

3 - فوری اشاره خفیه لفظ کے ساتھ، جیسے زکریا علیه السلام کا اشاره: «فَخَرَجَ عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنَ الۡمِحۡرَابِ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُكۡرَةً وَّعَشِيًّا۝۱۱ » (سوره مریم: 11)

ترجمه: (تو وه عبادت خانے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے، پس انهیں اشارے سے کها که (اس تحفے کے شکرانے کے طورپر) صبح وشام (خدا کویاد کرتے رهو) یعنی: یہ مطلب اشارے سے ان کو سمجهایا، زبان سے کچھ نہ کیا یہاں وحی بمعنی اشاره ہے۔

4 - شیطان کا وسوسه انسانی نفس پر:

"وَاِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ لَيُوۡحُوۡنَ اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓـِٕهِمۡ لِيُجَادِلُوۡكُمۡ۝ۚ وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُوۡنَ۝۱۲۱ " (سوره انعام: 121) ترجمه: "اورشیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یه بات ڈالتے ھیں تا که وه تم سے جهگڑا کریں، اگر تم نے ان کا کهنا مان لیا تو

(c) ketabton.com: The Digital Library

بلاشبه تم یقینا مشرک هو".

پس لغت عرب میں وحی کے مذکوره بالا تمام معانی هیں، لیکن یهاں هم جو چاهتے هیں، وه اس کا اصطلاحی معنی هے، وحی کے اصطلاحی معنی سے مراد، انبیاء کے ساتھ خدا کا رابطه بالواسطه یا بلا واسطه هوتاهے، وحی اپنے اصطلاحی معنی کے ساتھ صرف فرشتوں اور خدا کے پیغمبروں کے لیے مخصوص هے، فرشتوں پر وحی کی دلیل الله تعالی کا یه فرمان هے: "اِذْ يُوحِىْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۟ؕ سَاُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍؕ۝۱۲ " (سوره انفال: 12) ترجمه: "اور (یاد رکھو) جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رهاتها که بیشک میں تمهارے ساتھ هوں، پس تم ان لوگوں کو جمائے رکھو جو ایمان لائے هیں، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنهوں نے کفرکیا، رعب ڈال دوں گا، پس ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے هر هرپور پر ضرب لگاؤ"

الله کا انبیاء پر نزول وحی کی دلیل الله تعالی کا یه فرمان هے: "اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ۝ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ۝ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۝۱۶۳ " (سوره نساء : 163).

ترجمه: "(اے محمد) هم نے تمهاری طرف اسی طرح وحی بهیجی هے جس طرح نوح اور ان کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بهیجی تهی، اور ابراهیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسی اور ایوب اور یونس اور هارون اور سلیمان کوبهی وحی بهیجی تهی اور داؤد کو هم نے زبور عنایت کی تهی ".

اس لیے صرف فرشتوں ، انبیاء اور پیغمبروں پر وحی هوتی هے، قرآن اور حدیث میں ایسی کوئی دلیل موجود نهیں هے که وحی -اپنی اصطلاحی تعریف کے ساتھ- فرشتے اور انبیاء کے علاوه کسی اورپر هوتی هو، انبیاء پر وحی کے طریقے بهی مختلف هیں.

وحی کی زبان

ابن أبی حاتم نے سفیان ثوری سے روایت کیا هے وه کهتےهیں: کوئی بهی

(c) ketabton.com: The Digital Library

وحی بغیر عربی کے نازل نہیں ہوئی ہے، بلکہ ہر پیغمبر نے اسے اپنی قوم کے لیے ترجمہ کیاھے۔

نزول وحی کے وقت پیغمبر اسلام کی حالت

نزول وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ابن سعد کی ایک

حدیث میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ھے یوں بیان ہوئی ھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی آتی تھی تو اپنا سرڈھانپ لیا کرتے تھے، آپ کا رنگ بدل جاتا تھا، آپ کو اپنے دانتوں میں ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پسینہ آتاتھا کہ آپ کے چھرے سے موتیوں کی طرح نیچے ٹپکنے لگتاتھا۔

وحی کےمختلف طریقے

قرآن کریم سورہ شوری آیت : "51" میں انبیاء علیھم السلام پر وحی کے تین طریقے بیان ہوئے ھیں: "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝٥١ " ترجمہ: اور کسی آدمی کےلیے ممکن نہیں کہ خدا اس سے بات کرے مگر الہام (کے ذریعے) سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ خدا کے حکم سے جو چاھے القا کرے، بیشک وہ عالی رتبہ (اور) حکمت والا ھے۔

یہاں وحی سے مراد اس کا اصطلاحی معنی نہیں ھے، بلکہ اس کے لغوی معانی میں سے ایک معنی مقصود ھے، کہ آیت میں لفظ وحی کو خواب دیکھنے سے تعبیرکیا جاسکتاھے ، اس آیت کریمہ کے مطابق اللہ تعالی اپنے انبیاء اور رسولوں کے ساتھ تین طریقوں سے بات کرتا ھے:

1 - اچھے خوابوں کے ذریعے .
2 - پردے کے پیچھے سے بولنے کے ذریعے۔
3 - فرشتوں کے ذریعے یعنی وحی لانے والے فرشتوں کے ذریعے وحی بھیج کر۔

اگر یہ کہاجائے کہ : "ہرپیغمبر کے لیے وحی کا طریقہ مختلف ھے" تو یہ بات سوفیصد درست نہیں، کیونکہ جیساکہ اوپر کی آیت میں بتایاگیاھے، کہ اللہ تعالی اپنے انبیاء سے صرف ان تین طریقوں سے رابطہ قائم کرتاھے، یہ بھی ممکن ھے ایک نبی ان تینوں طریقوں سے اللہ تعالی کے ساتھ رابطہ میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

هو (نبی کریم صلی الله علیه وسلم) ممکن هے دوسرا پیغمبر صرف دوطریقوں (اچھے خواب اور فرشتے کے ذریعے) سے رابطه میں هو، پس ممکن هے ایک پیغمبر دوسرے کے ساتھ وحی کے طریقوں میں مشترک هو۔

مثلاً ابراهیم علیه السلام پر دوطریقے سے (اچھے خواب اور بذریعه فرشته) وحی هونی تھی، جیساکه اچھے خواب کے بارے میں مندرجه ذیل آیت اس کی تائید کرتی هے:

1 - ابراهیم علیه السلام پر وحی خواب کے ذریعے : "رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ○١٠٠
فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ ○١٠١ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ
مَاذَا تَرٰی ○ قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ○ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ○١٠٢ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا
وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ ○١٠٣ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِیۡنِ ○١٠٣ وَنَادَیۡنٰهُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ ○١٠٤ قَدۡ صَدَّقۡتَ
الرُّءۡیَا ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○١٠٥ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِیۡنُ ○١٠٦ وَفَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ
عَظِیۡمٍ ○١٠٧ وَفَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ○١٠٧ وَتَرَكۡنَا عَلَیۡهِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ○١٠٨ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ ○١٠٩
كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○١١٠ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ○١١١ وَبَشَّرۡنٰهُ بِاِسۡحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ
الصّٰلِحِیۡنَ ○١١٢ " (سوره صافات: 100 تا 112) ترجمه: اے پروردگار مجھے (اولاد) عطا فرما(جو) سعادتمندوں میں سے (هو) تو هم نے انکو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی، جب وه انکے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پهنچا تو ابراهیم نے کهاکه بیٹا میں خواب میں دیکھتاهوں که (گویا) تم کو ذبح کررهاهوں توتم سوچو که تمهارا کیا خیال هے؟ انهوں نے کها که ابّا جو آپ کو حکم هواهے وهی کیجئے، خدا نے چاها تو آپ مجھے صابروں میں پائیں گے، جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بَل لٹادیا، تو هم نے ان کو پکارا که اے ابراهیم تم نے خواب کو سچا کر دکھایا، هم نیکو کاروں کو ایسا هی بدلادیا کرتے هیں، بلاشبه یه صریح آزمائش تھی، اور هم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیه دیا، اور پیچھے آنے والوں میں ابراهیم کا (ذکرخیر باقی) چھوڑدیا، که ابراهیم پر سلام هو، نیکو کاروں کو هم ایساهی بدلادیا کرتے هیں ، وه همارے مؤمن بندوں میں سے تھے، اورهم نے ان کو اسحاق کی بشارت بھی دی (که وه) بنی (اور) نیکو کاروں میں سے (هونگے) ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - اسی طرح ابراهیم علیه السلام پر فرشتے کے ذریعے بهی وحی نازل هوئی : "وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَآ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى قَالُوۡا سَلٰمًا‌ؕ قَالَ سَلٰمٌ‌ فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيۡذٍ‏ ۝٦٩ " (سوره هود: 69)-

ترجمه: " اور همارے فرشتے ابراهیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو سلام کها، انهوں نے (جواب میں) سلام کها! ابهی کچھ وقفه نهیں هواتها که (ابراهیم) ایک بهنا هوا بچھڑا لے آئے" -

لیکن خدا کا پردے کے پیچھے سے نبی کے ساتھ بات کرنا صرف موسی علیه السلام اور پیغمبر اسلام محمد صلی الله علیه وسلم کے لیے ثابت هے، جیساکه موسی علیه السلام کے بارے میں آیاهے: "وَلَمَّا جَآءَ مُوۡسٰى لِمِيۡقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِىۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَيۡكَ‌ ؕ قَالَ لَنۡ تَرٰٮنِىۡ وَلٰـكِنِ انْظُرۡ اِلَى الۡجَـبَلِ " (سوره اعراف: 143).

ترجمه:"اورجب موسی همارے مقرره وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کها اے میرے رب! مجھے دکھاکه میں تجھے دیکھوں، فرمایا تو مجھے هرگز نه دیکھے گا اور لیکن اس پهاڑ کی طرف دیکھ" .

اسی طرح یه بهی ثابت هوا هے که معراج کی رات خدا تعالی نے پیغمبر صلی الله علیه وسلم کے ساتھ پردے کے پیچھے سے بات کی، اور نبی صلی الله علیه وسلم پر اچھے خواب اور ارسال فرشتے کے ذریعے بهی وحی نازل هوئی هے۔

خلاصه یه هے که الله تعالی تین طریقوں کے ساتھ اپنے انبیاء سے رابطے میں هوتا تها، اس دوران (پردے کے پیچھے سے) کلام کرنے کی کچھ قسمیں صرف الله کے دو نبی کے لیے تهیں، جبکه اکثر پیغمبر اس دوسری دوقسم (رؤیا صالحه اور ارسال فرشته) میں مشترک تهے، ایسا نهیں تها که هرپیغمبر کے لیے ایک مخصوص طریقے سے وحی کی گئی هو۔

شهد کی مکهی کو وحی کی حکمت

شهد کی مکهی کو وحی کی حکمت کے بارے میں خدا تعالی فرماتاهے: "وَاَوۡحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِىۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعۡرِشُوۡنَۙ‏ ۝٦٨ " (سوره نحل: 68).

وحی سے مراد اس مقام پر اس کا شرعی معنی نهیں هے، بلکه اس کے لغوی معانی میں سے ایک معنی مقصود هے جو که الهام هے، کیونکه وحی کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

متعدد معانی هیں ان میں سے: الهام غریزی یا فطری الهام ، اشاره کرنا، اور شیطان کا وسوسه بهی وحی کی ایک قسم هے جوکه شیطان کی طرف انسان پر اس کا القاء هوتاهے، جیساکه قرآن کریم فرماتاهے: "وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝١٢١ " سوره انعام: 121)
ترجمه: اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یه بات ڈالتے هیں که تم سے جهگڑا کریں، اور اگر تم لوگ ان کے کهے پر چلے تو بے شک تم بهی مشرک هوئے۔

مذکوره بالا سوره نحل کی آیت : "68" میں وحی به معنی " الهام" کے هے، اور وه غریزی الهام میں سے هے، یعنی الله تعالی شهد کی مکهی پر الهام کیا جس کے ذریعے اس مکهی نے ایسے حیرت انگیز اعمال پیش کیے که ان سے بشر کے عقلا بهی عاجز هیں، وه ان کی فطرت اور جبلت میں رکها، کیونکه شهد کی مکهی کی زندگی میں ایسا قطعی اور حیران کن معاشرتی اور تعاؤن پر مبنی نظام هے که اس نے بنی نوع انسان کو حیرت اور تعجب میں ڈال دیا هے، شهد کی مکهیاں اس قدرتی الهام کی روشنی میں کام کرتی هیں جو خالق نے ان میں ودیعت کر رکهاهے؛ الهام بهی وحی کی ایک قسم هے که شهدکی مکهیاں اس کے مطابق کام کرتی هیں، شهد کی مکهیاں اپنی فطرت کے مطابق اپنا گهر تیارکرتی هیں اور یه فطرت الله تعالی نے ان میں ڈالی هے جو که ایک فطری الهام هے ،جیسا کہ انسان بهی اپنے بعض کام فطری طور پر انجام دیتے هیں۔

اور بعض کاموں کو انجام دینے کے لیے انبیاء کی رهنمائی کی ضرورت ہوتی هے، تاکه سیدهی سمت پر راه پائیں، خدائے بزرگ وبرتر نے اپنے برگزیده لوگوں کو وحی کے ذریعے بتایاکه وه ان هدایات کو لوگوں میں پهیلادیں، خدا کے آخری پیامبر اور اس کی کتاب قرآن کریم کے آنے کے بعد وه رسالت مکمل هوئی، اور وحی کے نزول کی ضرورت نهیں رهی چنانچه یه سلسله ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا ۔

غیر الله کی قسم

الله تعالی کے سوا کسی اور کی قسم کهانا یا الله کے اسماء وصفات کے علاوه کی قسم کهانا حرام هے، اور اسے شرک اصغرمیں شمار کیا جاتاهے، حتی کہ اگر کسی نےتعظیم کی غرض سے الله کے علاوه کسی اور کی قسم کهائی تو وه شرک اکبر کا مرتکب هوگا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس بارے میں ایک حدیث بنی ﷺ سے مروی ھے فرمایا:" مَن حلَفَ بشئٍ فَقَد أشرك"(ترمذی : 1535) ترجمه:جس نے الله کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے یقینًا شرک کیا" کهتےهیں که: یه حدیث حسن ھے).

لهذا هم مسلمانوں کو یا تو قسم نهیں کهانی چاهیے ، یا اگر قسم کهانا ضروری ہو تو یه صرف الله کی یا اس کے اسماء وصفات میں سے کسی ایک کی هو، مثلاً الله کے کلام کی قسم کهانا درست هے، کیونکه کلام الله کی صفت هے.

البته خدا اپنی مخلوق کی قسم کها سکتاھے ، جیسا که خدا تعالی کا فرمان هے: " وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۝۷ " (سوره شمس : 1-6). ترجمه: آفتاب کی روشنی کی قسم (۱) اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے (۲) اور قسم ہے دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کردے! (۳)اور قسم ہے رات کی جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لے (۴)اورآسمان اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا (۵)اور زمین کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا (۶)اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا (۷).

ان آیات اور بهت سی دوسری آیات میں الله نے سورج، چاند، رات، دن وغیره کی قسم کهائی هے، اور معلوم هونا چاهیے که (فجر، شمس، لیل، وتر وغیره) کی قسمیں کهانا صرف خدا تعالی کےلیے مخصوص هے ، اورهم انسانوں کو حق نهیں هے کہ ہم ان چیزوں کے قسم کهائیں، کیونکه نه تو نبی صلی الله علیه وسلم اور نه آپ کے کسی صحابی نے سورج، صبح، رات، یا موسم کی قسم کهائی هے، اگر جائز هوتی تو ان چیزوں کی قسم کهائی هوتی .

لیکن خدا تعالی جس چیز کی چاهتاهے قسم کها تاهے ، اور خدا کی ان قسموں کا مقصد اس کی نعمتوں کو یاد دلاناهے، جیسے: سورج ، رات، دن ، پهاڑ وغیره جو اس نے انسانوں کے لیے بنائے هیں، اور خدا تعالی ان نعمتوں کی قسم کهاکر همیں ان کی یاد دلانا چاهتاهے، تو اس لحاظ سے صرف ان نعمتوں کا خالق (یعنی خدا) هی ان کی قسم کها سکتاهے، نه که هم انسان جو که خود مخلوق هیں، اس لیے همیں ان کی قسم نهیں کهانی چاهیے ، کیونکه یہ صرف خدا کے لیے خاص هے جو اپنی مخلوق کی قسم کهاکر همیں ان نعمتوں کی یاد دلاتاهے، اور اگر خدا کے سوا کسی اور کی قسم کهانا جائز هوتا تو رسول الله صلی الله علیه وسلم همیں اس سے منع کرنے کے بجائے ان آیات کا حواله دیتے هوئے جن میں خدا نے اپنی مخلوق کی قسم کهائی هے ، الله تعالی

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے سوا کسی اور کی قسم کھانے کے جائز ہونے کا حکم دیتے، جبکه رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " أَلَا إِنَّ اللهَ عزّوجلّ ينْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ" بخاري (2679) – مسلم (1646) " ترجمه: جان لو که الله تعالی تمهیں تمهارے باب دادا کی قسم کھانے سے منع کرتاهے ، لهذا جو کوئی قسم اٹها چاهتاهے اسے چاهیے که وه الله کے نام کی قسم کهائےیا خاموش رهے"۔

ایک اور روایت میں عبد الله بن عمر رضی الله عنهما بیان کرتے هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "مَن كان حالفًا فلا يحلِف إلّا بالله " (جو قسم کهانا چاهتاهے وه صرف الله کے نام کی قسم کھائے)۔

راوی کهتے هیں که: قریش اپنے باب دادا کے نام کی قسم کهاتے تهے، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " لا تحلِفُوا بآبائكم " (بخاري (3836) مسلم (1646) ترجمه: اپنے باپ دادا کےنام کی قسم نه کهاؤ.

حضرت ابوهریره رضی الله عنه کی روایت رسول الله صلی الله علیه وسلم سے اس کی تائید کرتی هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَمَنْ قَالَ لأخيهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ " (رواه مسلم و غيره) ترجمه: تم میں سےجس نے حلف اٹهایا اور اپنے حلف میں کها: لات اور عُزی کی قسم ! تو وه "لا إله إلا الله" پڑهے ، اور جس نے اپنے ساتهی سے کها: آؤ جواکهیلیں تو وه صدقه کرے . (بخاري (4860) مسلم (1648).

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے لات وعزّی کی قسم کهانے والے مسلمان کو "لا اله الا الله" کهنے کا حکم دیاهے (یعنی تجدید ایمان کرے) کیونکه الله کے سوا کسی اور کی قسم کها نا توحید کی تکمیل کے منافی هے ، ایسا کرتے هوئے اس قسم کے ذریعه جو الله تعالی کے لیے مخصوص هے، الله کے سواکسی اور کے سامنے تعظیمًا جهک گیا۔

مختصر یه که اگر قرآن کریم میں خدا تعالی نے چاند ، سورج، زمین ، آسمان اور دیگر مخلوق کی قسم کهائی تو کوئی حرج نهیں ، کیونکه خدا تعالی جوتمام جهانوں کا رب اور خالق هے اپنی مخلوق کی قسم کهاسکتاهے، لیکن ایک مخلوق کے لیے دوسری مخلوق کی قسم کهاناجائز نهیں، صرف خدا تعالی یا

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کے اسماء وصفات اور کلام پر قسم کھائے مثلاً کهے: "واللہ" یا "اللہ کے کلام کی قسم" وغیرہ۔

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

جزء – (30)

سورة الشرح

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس کی«۸» آیات ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورہ مبارک کا نام «الشرح» یا « انشراح» یا « الم نشرح» رکھنے کے بارے میں مفسرین کہتے ہیں کہ: اس سورت کا آغاز رسول الله صلی الله علیہ وسلم کو حکمت اور ایمان کے نور سے منور کرنے اور ہدایت دینے اور شرح صدر ہونےسے ہوا ہے۔

ہاں، جس کے ساتھ الله خیر کا ارادہ رکھتا ہو، اس کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے سینے کو (دلِ) اسلام اور نیکی اور سعادت کے لیے کھول دیتا ہے، (انعام: ۱۲۵)

سورت «الشرح» «سورۃالضحی» کے بعد نازل ہوئی ہے، یہ گویا کہ اس کا تکملہ ہے، کیونکہ یہ روح پرور سایہ اپنے پیارے نبی محمد صلی الله علیہ وسلم پر رب کے فضل و کرم سے پھیلا ہے ۔

سورة «الشرح» کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورة الشرح مکہ میں نازل ہوئی ہے، اس کا ایک(۱) رکوع، آٹھ(۸) آیات، ستائیس(۲۷) الفاظ، ایک سو دو(۱۰۲) حروف اور سینتیس نقطے ہیں۔

(قرآن کریم کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورہ مبارکہ کا سبب نزول

یہ سورہ اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے مسلمانوں کو ان کے فقر اور تنگدستی کی بناء پرطعن وتشنیع کی۔

ابن جریر نے حسن رضی الله عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب الله تعالیٰ نے آیت"اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا؁۶" نازل کی تو رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا:

(c) ketabton.com: The Digital Library

خوش رہو کہ تمہیں سکون اور راحت ملی ہے اور ایک مصیبت اور سختی کبھی دو آسانیوں اور راحتوں کو مغلوب کی نہیں کرسکتی۔

سورة «انشراح» کا تعارف

اس بات پر مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ سورت سورة الضحی کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس کے مشتملات بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں، اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پرنازل شدہ نعمتوں میں سے کچھ کو شمار کیا گیا ہے، درحقیقت سورة الضحی میں تین قسم کے عظیم تحفوں کا ذکر ہے، اور یہ تین عظیم تحفے سورہ انشراح میں بھی مذکور ہیں، اس سورت کی تین نعمتوں کا مواد تمام روحانی پہلوؤں پر مشتمل ہے اور تین محوروں کے گرد گھومتا ہے ایک تو ان تینوں نعمتوں کا اظہار ہے اور دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی ہے کہ مستقبل میں دعوت کی مشکلات ختم ہوں گی، اور آپؐ سے یہ بھی کہاگیا ہے کہ ایک رب کی طرف ہی متوجہ رہیں اور اس کی عبادت کی ترغیب بھی دی گئی ہے، مجموعی طورپر اس سورت میں چند امور کا ذکر ہے، (۱) رسولؐ پر اللہ کا خصوصی احسان (۲) اس بات کی تسلی کہ مشکلات ختم ہونے والی ہیں (۳) راہ رسالت میں جو مشکلات آئیں گی ان میں اللہ آپ کی اور تائید کرےگا ، اور اس طریقے سے آپؐ نے اپنے فرائض احسن طریقے سے ادا کیے، سورہ انشراح میں آیات کا طرز بیان رب کے غیر معمولی فضل اور محبت اور تسلی سے بھرپور ہے، جوکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دل جوئی اور تسلی ہے۔

اس سورت میں، اللہ تعالی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہتا ہے کہ ان شاندار کاموں کو سر انجام دینے اور اللہ کی راہ میں کوشش کرنے سے آپؐ کبھی باز نہ آئیں، جب وہ ایک کام کرلیں تو اس سے بڑا اور مشکل کام شروع کردیں تاکہ اس کے نتائج سے بھی فائدہ اٹھائیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃالشرح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَہۡرَکَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ
مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ٪﴿۸﴾

سورت کا مختصر ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مھربان نهایت رحم والاھے
اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾	کیا ہم نے تیرے لیے تیرا سینہ نہیں کھول دیا (۱)
وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ﴿۲﴾	اور ہم نے تم پر سے تمہارا بھاری بوجھ نہیں اتارا؟ (۲)
الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَہۡرَکَ ۙ﴿۳﴾	وہ بوجھ جس نے تمہاری کمر جھکا دی تھی (۳)
وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ﴿۴﴾	اور ہم نے تیرا ذکر اور آوازہ بلند کردیا (۴)
فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ﴿۵﴾	پس بیشک ھرمشکل کی ساتھ آسانی ھے
اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ﴿۶﴾	بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ھے
فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ﴿۷﴾	توجب اپنے کام سے فارغ ھوجاؤ تو محنت کر
وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ٪﴿۸﴾	اور اپنے پروردگارکی طرف متوجه ھوجایا کرو

سورۃ الانشراح کی مختصر تفسیر

اس سورہ کی مبارک آیات میں الله تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی الله علیه وسلم پر احسانات اور احکام کے بارے میں بحث ہے۔

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾	کیا ہم نے تیرے لیے تیرا سینہ نہیں کھول دیا (۱)

(c) ketabton.com: The Digital Library

(یہ تقریری استفہام ہے، یعنی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم نے سینے کو ایمان، ہدایت اور قرآن کے نور سے نہیں کھولا ہے، اور کیا ہم نے آپ کے دل کو غم سے آزاد نہیں کیا؟ اور آپ کو جاہلیت کے ماحول کے انتشار اور نبوت کے عظیم ذمہ داری کی سختیاں برداشت کرنے کی ہمت نہیں دی؟ .

لغات کی تشریح:

«نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ» کیا تیرے سینے کو نبوت اور اس کی پاکی کے ذریعہ ایمان اور حکمت سے لبریز کرکے نہیں کھولا؟

"شرح صدر" کا مطلب ہے سینہ کھولنا اور انسان کی صلاحیتوں میں اضافہ تاکہ وہ مصیبتوں کو برداشت کرسکے، اور مشکلات و مصائب میں صبر و استقامت کا مظاہر ہ کرے۔

مفسرین نے لکھا ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی کے طور پر چنا تو ان کی سب سے پہلی درخواست شرح صدر تھی، جب انہوں نے کہا: (رَبِّ اشۡرَحۡ لِي صَدۡرِي) (طہٰ:۲۵) ترجمہ:"اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے"۔

لیکن پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر مانگے خدا کا یہ فضل عطا ہوا اور خدا کی طرف سے ان کو شرح صدر ملی .

ابن کثیر اس مبارک آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں : اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کے دل کو روشن اور کشادہ کردیا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو روشن کردیا اسی طرح آپ کو دی گئی شریعت کو بھی کشادہ کردیا ہے یعنی اسے میسر اور آسان کردیا، نہ اس میں طاقت سے زیادہ بوجھ ہے اور نہ ہی کمزوری اور تنگ نظری۔(مختصر:۳/۶۵۲)۔

تمام مفسرین الم نشرح کی تفسیر میں کہتے ہیں:شرح صدر کنایہ ہے سینہ کی وسعت پانے اور الجھنوں، اداسی اور گمراہی سے قبل از نبوت رہائی پانا، نبوت اور قیادت کے مسائل کو برداشت کرنے کی صلاحیت، ماحول کی خرابیوں اور کفار و مشرکین و دیگر کی طرف سے ملنے والی تکالیف پر صبر و تحمل (ملاحظہ ہوں: سورہ انعام آیہ: 125، سورہ زمرآیہ: 22، سورہ طه آیہ: 25، سورہ نحل‌آیہ: 106)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ابو حیان نے آیت مبارکہ کی تفسیر میں کہاہے کہ: شرح الصدر سے مراد حکمت کے ساتھ اس کو روشن کرنا، اور نازل شدہ وحی کو حاصل کرنے کے لیے اسے وسیع کرنا ہے، جمہور کی رائے بھی یہی ہے، بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شرح الصدر کا مطلب یہ ہے کہ بچپن میں جبرائیل نے آپؐ کا سینہ چاک کیا تھا، (یہ رائے ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے، (البحر:۸/۴۸۷)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ: شق الصدر نبوت کے مبادیات میں سے ہے، یعنی اس کے مقدمات اور بشارتوں میں سے ایک ہے۔

محترم قارئین:

چونکہ رنج و غم اور غصہ کو اگرکم نہیں کیا جاسکتا تو مشکلات کو برداشت کرنے کے لیے استطاعت کو بڑھانا چاہئیے نہ کہ مقابلے میں پسپائی اختیار کی جائے، شرح صدر جس کا تذکرہ آیت مبارکہ میں آیا ہے، خدا کے خاص فضل و مہربانی ہے:"فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ" ترجمہ: (پس جس کو الله تعالیٰ ہدایت دینا چاہے، اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کردیتا ہے)۔

نفسیاتی طور پر دنیاوی مسائل اور پریشانیوں سے نبرد آزما ہوتے وقت ذہن کو اس پر مرکوز نہیں کرنا چاہیے، بلکہ توجہ اس آسانی پر مرکوز رھنی چاھیے، جسکا رب نے وعدہ کیاھے اور اس کی سنت چلی آرھی ھے۔

آیت مبارکہ میں شرح صدر سے مراد: "اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ" الله کی طرف سے ودیعت کردہ نور سکون اور اطمنان کےذریعے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی روح اور فکر کی وسعت ہے، اس توسع کا ایک مفصل مفہوم ہوسکتا ہے جس میں وحی اور رسالت کے ذریعے نبی صلی الله علیہ وسلم کی علمی وسعت ، اور اپنے دشمنوں اور مخالفین کی ہٹ دھرمی اور رکاوٹوں کے خلاف آپ کی برداشت اور استقامت بھی شامل ہے ۔

رسول الله صلی الله علیہ وسلم ہماری انفرادی اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے لیے بہترین مثال ہیں، وہ ہدایت کے ایسے چراغ ہیں کہ جس نے عالم انسانیت کو منور کیا، اور اپنی زندگی اور کلام سے خوبصورت روایات قائم کیں، اور زمین سے آسمان تک اور اس دنیا سے آخرت تک کے سفر کا ایک جامع منصوبہ پیش کیا، اس لیے اس کردار کی سوانح حیات اور موتیوں جیسے الفاظ خصوصی توجہ کے مستحق ہیں، تقدس مآب کی اہم ترین سوانح میں سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایک شرح الصدر ہے، وہ طرز زندگی جس کا ذکر خدا نے قرآن میں بڑی عظمت کے ساتھ کیا ہے، اور اسے اپنی عظیم نعمتوں میں سے ایک قرار دیا ہے۔

یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کی وسعت اور کشادگی ہے کہ رسالت کا بھاری بوجھ بھی آپ کے لیے قابل برداشت تھا، ایک ایسا بھاری بوجھ جو انسان کی کمر جھکا دیتا ہے۔

یہ شرح صدر ہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مصیبتوں کے مقابلے میں سربلند اور فتح مند بناتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کا نام بلند کرتا ہے، سچائی اور کمال کی راہ چلنے کا بہترین ذریعہ چوڑا سینہ یعنی شرح صدر ہے ، سینہ جتنا چوڑا ہوگا، پرواز اتنی اونچی ہوگی، خدا کے محبوب کے دل کی وسعت اور کشادگی اس حد تک ہے کہ وہ خدا کے علاوہ دیگر امور پر بھی محیط ہے، اس کے نور اور مہربانی کے دسترخوان سے تمام جہان ریزہ خوری کرنے والا ہے، قلم اور اظہار اس کی بلند الٰہی روح کےادراک سے قاصر ہے۔

سورہ انعام کی آیت:"۱۲۵" ہے: (فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِۚ۰ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاۗءِ۰ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۱۲۵) پس جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہے، اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کردیتا ہے، (یعنی: اس دل کو کھول دیتا ہے اور وسیع کردیتا ہے تاکہ اسلام کو کھلے سینے کے ساتھ قبول کرے) اورجسے گمراہ کرنا چاہے اس کا سینہ تنگ اور گُھٹاھوا کردیتاھے گویا وہ آسمان پر چڑھ رھاھے، اس طرح خدا ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے عذاب بھیجتاھے ۔

اس آیت کی میں تفسیر انوار القرآن کے مصنف لکھتے ھیں: عبد الرزاق، ابن جریر الطبری اور دیگر کی روایت کردہ حدیث شریف میں ہے: صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: اے خدا کے رسول! انسانی سینہ کیسے پھیلتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نور يقذف فيه، فينشرح له وينفسح) ایک نور ہے جو اس میں ڈالا جاتا ہے، اور پھر سینہ اس نور کے لیے کھلتا اور پھیلتا ہے یا نور کھلتاہے پھیلتاہے۔

کہنے لگے: کیا اس انشراح اور کشادگی کی کوئی نشانی ہے کہ اس سے پہچانا جاسکے: فرمایا: (الإنابة إلى دار الخلود، والتجافي عن دار الغرور، والاستعداد للموت قبل لقاء

(c) ketabton.com: The Digital Library

الموت) ہاں! اس کی نشانی ابدیت کے گھر کی طرف رخ کرنا ہے، دل کودھوکے کے گھر سے پھیرنا اور اس میں آرام نہ پکڑنا اور موت کا سامنا کرنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ:مؤمنوں میں سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار کون ہے؟ فرمایا:" جو اکثر موت کو یاد کرتا ہواور جو زیادہ موت کے بعد کے لیے تیاری کرتا ہو" اور جس کو خدا گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ اس قدر تنگ کردیتا ہے کہ اس میں ایمان اور ہدایت کی کوئی جگہ نہیں رہتی، ابن کثیر کہتے ہیں: یعنی اس کے سینے کو "لا الٰہ الااللہ" کے قبول کرنے سے بھی تنگ کردیتا ہے، یہاں تک کہ یہ کلمہ طیبہ بھی اس میں داخل نہیں ہوتا۔

زجاج کہتے ہیں کہ: حرج، تنگی کی آخری حد ہے، (گویا وہ مشکل سے آسمان کی طرف جارہا ہے) کیونکہ جو شخص آسمان کی طرف جاتا ہے وہ ہوا کے دباؤ اور آکسیجن کی کمی کی وجہ سے مشکل میں ہوتا ہے، اسے سینے میں جکڑن محسوس ہوتی ہے، جیسے اس کا دم گھٹنے والا ہو، واضح رہے کہ نئی علمی دریافتوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ یہ تنبیہ قرآن کریم کے معجزات میں سے ایک ہے کیونکہ یہ آیت جس علمی سچائی کا اظہار کرتی ہے اس کا علم اس دور میں نہیں تھا جب قرآن مجید نازل ہوا تھا، ہاں، یہ آیت ایک ایسے شخص کی روحانی حالت کا بتاتی ہے جسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے، جب کہ اس کا مقدر گمراہ ہی ہو، اس شخص کی اندرونی کیفیت کی مشابہت بیان کی گئی ہے، آسمان پر چڑھنے سے اپنے سینے میں سخت تنگی محسوس کرتا ہے گویا کہ اس کا دم گھٹتا جا رہاہے ، اور یہ مطلب کہ یہ قرآن کے نزول کے وقت کسی کو معلوم نہ تھا کہ اوپر چڑھنے س انسان کا دم گھٹتاہے۔

علامہ عبد الرحمٰن سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے سعادت، ہدایت، بدبختی اور گمراہی کی نشانیاں اور علامات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: جس شخص کا سینہ اسلام قبول کرنے کے لیے کشادہ ہوجائے، یعنی: اس کا سینہ اور باطن کشادہ ہوگیا، اور ایمان کے نور سے منور ہوا،اور یقین کے نور سے زندہ ہوا اور سکون پایا، اور نیکی کو پسند کیا، اور نیک کام انجام دینے کو خوبصورت پایا، اور اس سے لطف اندوز ہوا، اسے مشکل نہیں لگا، یقیناً یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے رب نے اس کی رہنمائی کی ہے اور اسے صحیح ترین راستہ اختیار کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور جس شخص کو الله تعالیٰ گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے سینے کو تنگ کردیتا ہے، یعنی اسے بے حد تنگ بنادیتا ہے کہ اس میں ایمان اور یقین کی کوئی جگہ نہیں ہوتی، اور شکوک و شبہات میں ڈوبا ہوا ہوگا، اس تک کوئی بھلائی نہیں پہنچے گی، اور اس کا دل نیکی کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتا، اور اس کا سینہ اس طرح تنگ ہوکر دھڑکتا ہے کہ گویا وہ آسمان کی طرف چڑھ رہاہے،گویا اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا جارہاہے، لیکن جانے کا کوئی راستہ نہیں پاتا، اور یہ اس لیے ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتا، اس لیے الله تعالیٰ نے اس پر گمراہی اور عذاب ڈال دیا، کیونکہ اس نے رحمت اور بھلائی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہے اور یہ وہ پیمانہ ہے جس میں ظلم و جبر نہیں ہے، یہ وہ طریقہ ہے جو بدلتا نہیں ہے، پس جو شخص معاف کردے اور عطا کردے اور خدا سے ڈرے وہ متقی ہے، اور اچھے دین کا اقرار کرے تو عنقریب ہم اس کے قدموں کے آگے ایک آسان راستہ رکھ دیں گے، اور اس کے لیے آسان کردیں گے، اور جو شخص بخل کرے گا اور خود کو خدا سے بے نیاز کرے گا، اچھے دین کا انکار کرے گا تو ہم اسے جلد ہی مشکل راستہ دیں گے۔

وَوَضَعۡنَا عَنكَ وِزۡرَكَ ۝٢	اور ہم نے تم پر سے تمہارا بھاری بوجھ نہیں اتارا؟ (٢)

یعنی: اس طرح ہم نے آپ پر بوجھ ڈالا تھا اسے کم کردیا، آپ کودرپیش مصائب اور مشکلات ختم کردیں، ہم آپ سے راضی ہوگئے اور آپ پر اپنی بخشش اور رحمت کی بارش کردی۔

مفسرین لفظ «وَضَعۡنَا» کی تشریح میں لکھتے ہیں: ہم نیچے لائے ۔

«وِزۡر» لغت میں بھاری ہونے کے معنی میں ہے۔

لفظ "وزیر" بھی اس سے ماخوذ ہے، کیونکہ وہ حکومت کا بھاری بوجھ اٹھاتا ہے، گناہوں کو اسی وجہ سے "وِزر" کہتے ہیں، کیونکہ گنہگار کے کندھوں پر بہت زیادہ بوجھ ہوتا ہے۔

بعض مفسرین نے نزول کے شروع میں (وزر) کو بہ معنی (وحی) کے بھاری بوجھ سے تعبیر کیا ہے۔

بعض نے گمراہی اور مشرکوں کی ہٹ دھرمی سے کیا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور بعض نے انتہائی ایذا رسانی سے۔

اور بعض نے چچا ابو طالب اور آپؐ کی اہلیہ خدیجہ کی وفات سے ہونے والا غم بتایا ہے اور بعض نے آخرت میں معصومیت یعنی گناہ سے پاکیزگی سے تعبیر کی ہے۔

لیکن بظاہر یہ پہلی تشریح کے مترادف ہے، اس کمر توڑنے والے بوجھ کا مقصد نبوت سے پہلے کے معاشرے میں کفر، شرک اور خونریزی، ظلم اور فساد سے پہنچنے والا درد اور رنج ہے اور نبوت کے آغاز میں آنحضرتؐ کی کوشش لوگوں کی پریشانی اور مشکلات دور کرنے کے لیے ہے۔

آیات کے شواہد سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسالت اور نبوت کا مقصد، توحید یعنی الله کی عبادت اور بندگی کی طرف دعوت اور اس آلودہ ماحول سے فسق و فجور کے اثرات کو دور کرنا ہے، نہ صرف رسول الله صلی الله علیہ وسلم کو بلکہ دعوت کے آغاز میں تمام انبیاء علیہم السلام کو بڑی بڑی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ، اور وہ صرف خدا کی مدد سے ہی ان پر فتح حاصل کرسکے تھے، لیکن نبی صلی الله علیہ وسلم کے زمانے کے ماحول کے حالات، کچھ وجوہات کی بناپر زیادہ مشکل اور بوجھل تھے۔

الَّذِیٓ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَۙ ﴿۳﴾	وہ بوجھ جس نے تمہاری کمر جھکا دی تھی (۳)

«اَنۡقَضَ» بھاری پڑگیا تھا، بھاری بوجھ بن گیا تھا، مجازاً کمر توڑنے کا معنی دیتا ہے۔

ہمارا عظمت والا رب اپنے ایک اور عظیم تحفے کا نبی کریم صلی الله علیہ وسلم سے تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کیا ہم نے تجھ سے بھاری بوجھ نہیں اُتارا؟ وہ بوجھ جو تم پر سخت بھاری پڑگیا تھا، (الَّذِیٓ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ)۔

«اَنۡقَضَ» نَقَضَ کے مادے سے ہے جو رسی سے گتّان کھولنے کے معنی میں ہے، یا کسی عمارت کے ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے حصے کو الگ کرنا، اور (انتقاض) ایسی آواز کو کہتے ہیں جو ایک عمارت کے دوحصوں کا ایک دوسرے سے الگ ہونے کی صورت میں سنائی دیتی ہے، یا وزنی بوجھ اٹھانے کی وجہ سے کمر کے مہروں سے جو آواز آتی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ لفظ عہد اور وعدے توڑنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں (نَقَضَ فُلَانُ عهدَه) فلاں نے عہد توڑا ہے۔

اسی طرح اوپر والی آیت کہتی ہے کہ خدا نے وہ بھاری اور کمر توڑنے والا بوجھ تم سے ہٹا دیا، وہ کونسا بوجھ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی پیٹھ سے ہٹا دیا تھا؟ آیات کے دلائل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد نبوت اور رسالت کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور مشکلات ، توحید اور اس اکیلے ذات کی عبادت کی طرف دعوت کی سختیاں، اور اس آلودہ ماحول سے فساد کے اثرات کو دور کرنا تھا، صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں، بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو دعوت کے آغاز میں ایسے بڑے مسائل درپیش تھے، اور وہ صرف خدائی مدد سے ہی ان پر فتح حاصل کرسکے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ماحول کے حالات کچھ زیادہ سخت، اورمشکل تھے۔

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝٤	اور ہم نے تیرا ذکر اور آوازہ بلند کردیا (۴)

کیا ہم نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا اور آپ کی ساکھ نہیں بڑھائی؟ ہم نے آپ کا مقام اور مرتبہ بلند کیا اور آپ کی یاد اور شہرت کو مناروں، منبروں اور کتابوں میں بلند کیا، آپ یتیم تھے کوئی آپ کا ساتھ نہیں دے رہاتھا، آپ بے کس تھے آپ کا کوئی حامی نہیں تھا، آپ کے چاچا، جن کو آپ کا ساتھ دینا تھا، آپ کے خلاف کھڑے ہوگئے، آپ کے ساتھ ہم تھے ہم نے آپ کونہیں چھوڑا کہ آپ کو شکست دی جاتی۔

مجاہد نے کہا: کہ جب بھی اللہ کا نام لیا جائے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اس کے ہمراہ لیا جائے گا۔

قتادہ نے کہا: خدا نے دنیا اور آخرت میں آپؐ کا نام بلند کیا، ہر مبلغ، گواہ اور عبادت گزار پکارتا ہے: (أشهد أن لا إله إلا الله و أن محمدا رسول الله)۔

حدیث شریف میں ہے: جبرئیل میرے پاس آئے اور فرمایا: اے محمد!تمہارا رب فرماتا ہے: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے نام اور یاد کو کیسے بلند کیا؟ میں نے کہا: خدا جانتا ہے، اس نے کہا: کہ جب میرا نام لیا جائے گا تو تمہارا نام بھی ساتھ ہی لیا جائے گا، (مختصر:۶۵۲/۳)۔

البحر میں آیا ہے کہ: پیغمبر کا نام شہادت، اذان، اقامت، تشہد اور خطبہ اور بہت سے مواقع پر قرآن و غیرہ میں خدا کے نام کے ساتھ جڑا ہوا ہے، انبیاء

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور ان کی قوموں سے کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، (البحر المحیط:۸/۴۸۸)۔

اس بارے میں حسن بن ثابت نے کہا ہے: (وضمّ الإله اسم النبی إلی اسمه إذا قال فی الخمس المؤذن أشهد و شقّ له من اسمه لیجله فذو العرش محمود و هذا محمد) ترجمہ: خدا نے پانچوں اذانوں میں پیغمبر کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ذکر کیا، اور اپنےنام سے ان کےلیے ایک نام اخذ کیا، تاکه انہیں عزت بخشے، عرش کے مالک خدا کا نام محمود اور آپؐ کا نام محمّد هے، (مختصر) (652/3) .

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥	پس بیشک هرمشکل کی ساتھ آسانی هے

یعنی: درحقیقت هرسختی کے ساتھ آسانی هے، هرتنگی کے ساتھ ایک کشادگی هے، غم کے ساتھ خوشحالی هے، اور اداسی کی رات کی بعد خوشی کی صبح آتی هے، لهذا مشکل اور پریشانی جاری نهیں رهے گی، اور مصائب وآلام باقی نهیں رهیں گے۔

«عُسْرِ يُسْرًا» یه دونوں الفاظ متضاد هیں، «عُسر» کا مطلب سختی هے اور «یُسر» کا مطلب آسانی ۔

مفسرین نے کهاهے: مکه میں رسول الله علیه وسلم اور آپ کے اصحاب مشرکین کے ظلم وستم کی وجه سے سخت مشکلات میں تهے، اس لیے آپؐ کے دل کو تسلی اور سکون دینے اورآپؐ کی امید کو مضبوط کرنے کے لیے، الله تعالی نےآپؐ سے آسانی اور راحت کا وعده کیا، جیساکه سورة کے شروع میں آپؐ کو دی گئی نعمتوں کا شمار کیا اور فرمایا: جس نے یه قیمتی نعمتیں تمهیں عطاکی هیں وه تمهیں ان پرفتح یاب کرے گا، تیرے کام کو سنوارے گا، ان مشکلات کو جلد هی آسانی میں بدل دے گا، چنانچه اس نے مبالغه کی صورت میں اسے دهرایا اور فرمایا:

إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦	بیشک مشکل کے ساتھ آسانی هے

بلاشبه سختی اور مشکلات کے ساتھ سکون اور آسانی هے، اس میں کوئی شک نهیں که هرمشکل کے ساتھ ایک آسانی هوئی هے، پس غمگین اور اداس مت هو، حدیث میں آتاهے: سختی دو آسانیوں پر نهیں جیتتی (حاکم وبیهقی).

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسرین اس مبارک آیت کی تفسیر میں لکھتے هے: «فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٥ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝٦ »

یه ایک خوشخبری هے که جب بهی سختی اور مشکلات آتی هیں آسانی ان کے ساتھ هوتی هے، حتی کہ اگر سختی اور مشکل کسی بل میں چلی بهی جائے تو آسانی اس پر داخل هوتی هے اور اسےباهرلے آتی هے، جیساکه رب تعالی فرماتے هیں: «سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۝٧ » (سورة الطلاق: 7) ترجمه: خدا تعالی سختی کی بعد آسانی لائیگا۔

جیسا که رسول الله علیه وسلم نے فرمایا: فراخی اور کشادگی مشکل اورغم کے ساتھ هے، اور آسانی کا تعلق مشکل کےساتھ هے، لفظ :"العُسر" کا معرفه ذکر هونا دونوں آیتوں میں اس بات کی دلیل هے که سختی اور مشکلات ایک هے۔

اور لفظ "یُسر" کا نکره آنا اس بات کی طرف اشاره هےکه آسانی دهرائی جائے گی۔

لفظ «العسر» معرفه کا الف اور لام استغراق اور عموم کے لیے هے، اس بات پردلالت کرتی هے کہ مشکل چاهے کتنی سخت کیوں نه هو آخر میں آسان هوجائے گی، اور آسانی اس کی ساتھ هوگی، پهر اس نے اپنے نبی کو بطور اصل مخاطب اور مومنوں کو اس کی پیروی کرتے هوئے حکم دیا که وه خدا کا شکر ادا کریں، اور اس کی عظمت کے آگے اپنا فرض ادا کریں۔

آیت مبارکه کا شأن نزول

روایت هے که یه آیت اس وقت نازل هوئی جب مشرکین مسلمانون کو عزت کا طعنه دیتےتهے۔

ابن جریر الطبری نے حسن بصری ؒسے روایت کیا انهوں نے کهاکه: جب یه آیت نازل هوئی تو رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: تمهارےلیے خوشخبری هے، تم پر آسانی آگئی هے، کبهی بهی ایک مشکل دوآسانیوں پر غالب نهیں آسکتی۔

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝٧	توجب اپنے کام سے فارغ هوجاؤ تو محنت کر

(c) ketabton.com: The Digital Library

پھر جب تو اپنے کام کاج سے فارغ ھوجائے اور تیرے دل میں ایسا کچھ نہ رھے جو مشکلات کا باعث ھو تو دعا اور عبادت میں محنت کیا کرو، فرمانبردار بن جاؤ، نوافل اور فضائل پر زیادہ توجہ دو، نیک اعمال کو زاد راہ بناؤ۔

«فَإِذَا فَرَغۡتَ فَٱنصَبۡ » لھذا جب آپ ایک اھم کام کو ختم کرلیں تو اس کے بعد دوسرا اھم کام شروع کریں، اور کوشش کریں، کہ ایک کام کے اختتام کو دوسرے کام کا آغاز بنائیں۔

"فَرَغۡتَ " فارغ ھوا ، مکمل کیا، اور فارغ رھے۔

«ٱنصَبۡ » مشقت اٹھاؤ، مؤمن کو متحرک اور بافراست ھوناچاھیے، ایک فرض سے فارغ ھونے کے بعد دوسرے فرض میں مشقت اور محنت کرنےکے لیے تیار رھنا چاھیے، کیونکہ ھم زندہ اس لیے ھیں تا کہ مسلسل کام کریں بے کار نہ بیٹھیں۔

یاد رھے کہ یہ آیت مبارکہ ھرمسلمان کی زندگی کا خاکہ اور منصوبہ بندی کی نمائندگی کرتی ھے، جو رسول الله صلی الله علیه وسلم کے لیےقائم کیا گیاتھا، تا کہ اس طریقہ اور منہج کو اپنی روز مرہ کی زندگی اور مسلمانوں کی زندگیوں میں لاگو کیاجائےتاکہ جنت تک پھنچ سکیں، جھنم کےعذاب سے بچ جائیں، یعنی جب بھی وہ کسی دینی کام سےفارغ ھوجائیں تو اپنے آپ کو دنیاوی کام کے لیے تیار کریں، یعنی انسان کسی بھی کام اور ذمہ داری سے فارغ ھو کر دوسری ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیارھو، اور کوشش میں لگ جائے، مثلاً جب بھی اسے نماز سے فرصت ملے تو اسے چاھیے کہ ذکر اور دعا کر ے اور جب اس سے بھی فارغ ھوجائے تو دنیاوی کامونمیں مشغول ھوجائے ، ایک مسلمان شخص سنجیدہ اور سخت زندگی گزارتاھے، اس کو کبھی کھیل کود، سستی ، بے روزگاری وغیرہ کے لیے وقت نہیں ملتا
-

وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَٱرۡغَب ۝٨	اور اپنے پروردگارکی طرف متوجہ ھوجایا کرو

اور صرف اس سے امید رکھو اور دل لگاؤ، اس کے علاوہ کسی اور چیزمیں خود کو مشغول مت کرو، یعنی صرف اپنےرب کی طرف متوجہ ھو، اپنی

(c) ketabton.com: The Digital Library

توجه اور اهتمام اس نا پائیدار اور ختم هونےوالی دنیا کی طرف مبذول مت کرو۔

ابن کثیر کهتے هیں که: یعنی جب تم اپنے آپ کو دنیاوی معاملات سے آزادکرلو اور اس سے قطع تعلق کرلو، تو عبادت کے لیے اٹهو، چستی اور خوش دلی سے خدا کی عبادت کی طرف بڑهو، اور اپنی نیت اور اراده خلوص کے ساته خدا کے لیے رکهو، (مختصر: 653/3)۔

اسی طرح مفسرین آیت مبارکه کی تفسیر میں لکهتے هیں:"وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ " اپنی دعاؤں کےجواب کے لیے اپنے رب کی طرف رجوع کرو، ان لوگوں میں سے نه هوجاؤ جن کا کام کاج ختم هوجائے تو وه کهیل تماشے میں مشغول هوجاتے هیں، اپنے رب اور اس کے ذکر سے منه موڑلیتے هیں، اگر تم نے ایسا کیاتو نقصان اٹهانے والونمیں سے هوگے۔

بعض مفسرین نے آیت مبارکه کے معنی میں لکها هے که جب تم نماز سے فارغ هوجاؤ اور اسےمکمل کرلو تو دعامانگو اور اپنی ضروریات اور حاجات کے لیے اس کی طرف رجوع کرو، جس نے یه کهاهے اس نے فرض نمازوں کے بعد دعااور ذکر کے جائز هونے پر استدلال کیاهے۔

اسلام میں صبر کی تلقین کا تصور

همارا عظیم پروردگار فرماتا هے : «وَاصْبِرُوْا۰ اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝۴۶ » (سوره انفال: 46) ترجمه (صبرکرو بیشک خدا صبر کرنے والوں کے ساته هے) اسی طرح ایک اور مقام پر فرماتاهے:« اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللہَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۝۹۰» (سوره یوسف: 90) ترجمه: جوشخص خداسے ڈرتا اور صبرکرتاهے تو خدانیکو کاروں کا اجرضائع نهیں کرتا)

اور پهر سوره زمر آیت (۱۰) میں فرماتاهے: "اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝۱۰ " ترجمه: (صبرکرنے والوں کو ان کااجر بغیر حساب کے ملےگا)، "فَاصْبِرْ۰ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ۝۴۹" (سوره هود: 49) ترجمه: پس صبرکرو یعنی ثابت قدم رهو، یهی پرهیزگاروں کے لیے اچها انجام هے) تمهیں صبر کی تلقین کرتا هے که ان شاء الله مشکلات بهت جلد حل هوں گی، کیونکه یقیناً

(c) ketabton.com: The Digital Library

سختی کے بعد آسانی هے : "اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝٦ " (سوره انشراح: 6) جی هاں ! سختی کے ساتھ آسانی هے۔

«اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا» کا مفهوم

بهت سے لوگ پوچھتے هیں که اس آیت کے بیان کے باوجود بعض مسلمانوں کو اپنی زندگی کے آخری ایام تک مشکلات کیوں پیش آتی هیں ؟ کیوں آفات همیشه یکے بعد دیگرے ان کی زندگی میں پیش آتی هیں ؟ (کسی راحت کے بغیر) یهاں تک که آخری عمرتک وه مشکلات میں هوتے ہیں،حالانکه وه سب سے زیاده اطاعت اور عبادت کر تے هیں؟

جواب میں یه کها جاسکتاهے که : الله تعالی نے ان کو نوازاهے اور اس بهانے سے وه ان کے بهت سے گناهوں کو مٹادیتاهے، کیونکه مصائب، مشکلات اور آفات گناهوں کا کفاره هیں، اور خوش نصیب هیں وه لوگ جو مصیبتوں اور آفات میں صبر اختیار کرتے هیں، کیونکه انهی مشکلات اور مصیبتوں کو اگر صبر کے ساتھ برداشت کیا جائے تو یہ مشکلات اور مصائب گناهوں کے کفاره کا موجب بنیں گی، شاید هر ایک کو خدا کے اس فضل اور رحمت سے نوازا نهیں جائے گا که وه مشکلات کے وقت صبر اور برداشت سے کام لے۔

حضرت ابو هریره رضی الله عنه کهتے هیں که: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :

"من يُرِدِ الله به خيرًا يُصِب منه" رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " الله تعالی جس کے ساتھ بھی بھلائی کا اراده رکھتاهے اس کو مصائب میں مبتلا کرتاہے" (بخاری: 5645)۔

خدا تعالی صبر کرنے والوں کے متعلق فرماتاهے : "اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۝١٠ " (سوره زمر)صرف صبر کرنے والوں کو ان کا اجر کسی شمارکے بغیر دیا جائے گا۔

حضرت ابو هره رضی الله عنه روایت کرتے هیں : « قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ، مِنْ حَيثُ أَتَتْهَا الرِّيحُ كَفَأَتْهَا، فَإِذَا اعْتَدَلَتْ، تَكَفَّأُ بِالْبَلَاءِ، وَالْفَاجِرُ كَالْأَرْزَةِ، صَمَّاءَ مُعْتَدِلَةً، حَتَّى يَقْصِمَهَا اللّٰهُ إِذَا شَاءَ» (بخاري:5644)۔

ترجمه: رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: که مؤمن کی مثال پودے کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

پهلی نکلی هوئی هری شاخ جیسی هے که جب بهی هوا چلتی هے ، اسے جهکادیتی هے، پهر وه سیدهی هوکر مصیبت برداشت کرنے میں کامیاب هوجاتی هے، اور بدکار کی مثال صنوبر کے درخت جیسی هے که سخت هوتاهے اور سیدها کهڑا رهتاهے یهاں تک که الله تعالی جب چاهتاهے اسے اکهاڑ کر پهینک دیتاهے، (یعنی وه مصیبت میں کم پڑتاهے)۔

ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں: (مَا يصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلا وَصَبٍ، وَلا هَمٍّ وَلا حُزْنٍ، وَلا أَذًى وَلا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يشَاكُهَا، إِلاَّ كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ) ترجمہ: مسلمان کو جو بھی دکھ، گھٹن، حزن ملال اور تکلیف اورغم پہنچتا ہے یہاں تک کہ اگر کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ضرور اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے، (اس کے گناہوں کے کفارہ کا سبب بنے گا)۔

صحیح حدیث پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر)(مسلم:۲۹۵۶) ترجمہ: دنیا مؤمن کے لیے قیدخانہ اور کافر کے لیے باغ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مؤمن بندے کے صبر اور شکر کے بارے میں فرماتے ہیں: (عجبا لأمر المؤمن إن أمره كله خير، وليس ذاك لأحد إلا للمؤمن: إن أصابته سرّاء شكر، فكان خيراً له، وإن أصابته ضرّاء صبر، فكان خيراً له)(روایت مسلم) ترجمہ: مؤمن کا معاملہ عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بھلائی کا ہے، اور یہ بات مؤمن کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں ، اسے خوشی اور خوشحالی ملے تو شکر کرتا ہے، اور یہ اس کے لیے اچھا ہوتا ہے، اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچے تو (اللہ کی رضا کے لیے) صبر کرتا ہے، یہ (بھی) اس کے لیے بھلائی ہوتی ہے۔

پیغمبر صلی الله علیہ وسلم فرماتے ہیں:(حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات)(مسلم:۲۸۲۲ اور ترمذی:۲۵۵۹) یعنی: جنت ناپسندیده اور تکلیف ده چیزوں سے گھری ہوئی ہے۔

لہٰذا جب بھی کسی متقی مؤمن کو مصیبت آتی ہے تو اس کو چاہیے کہ اسے نعمت میں بدل دے، وہ کیسے؟ صبر، شکر اور خدا کی مقررکردہ تقدیر سے راضی ہوتے ہوئے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس مشکل کو دفع کرنے میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

تاکہ وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے۔

اس کے علاوہ ایسا بھی نہیں ہے جیسا کہ آپ سوچتے ہیں، کیونکہ ہر ایک کی زندگی میں خوشی اور ناخوشی دونوں ہوتی ہیں اور شاید بعض مؤمنین کو اپنے اعمال کی وجہ سےزیادہ مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:(وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۳۰)(سورہ شوریٰ:۳۰) ترجمہ: اور جو بھی تمہیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کرجاتا ہے، اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق اس کا امتحان لیتا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے: (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۱۵۵)(سورہ بقرہ:۱۵۵) ترجمہ: اور یقناًہم تمہیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دےدیں وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بیشک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بیشک ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہ لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ضرور آزمائیں گے اور مصائب میں گرفتار کریں گے، (جیسے قدرتی آفت، ڈوب جانا، نقصان اٹھانا، وہ اموال جو جابر اور ظالم لوگ طاقت اور زبردستی سے لے لیتے ہیں) لیکن کسی بھی صورت میں ایسا نہیں ہے کہ ساری زندگی سختی اور عذاب میں رہے، یہ تصور درست نہیں ہے ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر کا مقصد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر کا کیا مقصد ہے؟

اول: شق الصدر کا واقعہ : یعنی: سینہ کو کھولنا، اس وقت پیش آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی سعد میں حلیمہ سعدیہ کے پاس رضاعت کے لیے تھے، ابن اسحاق کی روایت کے مطابق چند ماہ، یا بعض محققین کی رائے کے مطابق چار سال کی عمر میں شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔

مسلم نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم عمر بچوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے ساتھ کھیل رہے تھے، آپؐ کو اپنی جگہ سے اٹھا کر زمین پر لٹا دیا اور آپؐ کا سینہ چاک کرکے آپؐ کا دل نکالا اور اس میں سے خون کا لوتھڑا نکالا اور کہا: یہ ہے شیطان کا حصہ پھر اس نے آپؐ کے دل کو سونے کے طست میں زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس نے آپؐ کو لٹادیا، اور دوبارہ سے آپؐ کا سینہ سی لیا، لڑکے دوڑتے ہوئے حلیمہ سعدیہ کے پاس گئے اور کہا: انہوں نے محمد کو مارڈالا! وہ سب آپؐ کو ڈھونڈنے کے لیے دوڑے، جب انہوں نے آپؐ کو ڈھونڈلیا تو آپؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا تھا۔
انس؄ کہتے ہیں: کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر جبرائیل علیہ السلام کے سیے ہوئے نشانات کو دیکھتا تھا، (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء، جلد ۱، صفحہ:۱۴۷، ح ۲۶۱)۔
اس واقعہ کے بعد حلیمہ سعدیہ خوف زدہ ہوگئی اور آپؐ کو آپ کے ماں کے پاس واپس بھیج دیا، شق صدر کا واقعہ آپ کی زندگی میں تین بار پیش آیا:

1 - جب بچے تھے جیسا کہ مذکور ہوا، اور یہ روایت صحیح مسلم میں ہے، اور اس کی حکمت وہی تھی جو ان دو فرشتوں نے بیان کی تھی کی: "یہ ہے شیطان کا حصہ تم سے" اور ایک خون کا لوتھڑا آپ کے دل سے نکال دیا۔

2 - نبوت سے پہلے، اس کی حکمت یہ تھی مضبوط دل سے وحی کا سامنا کریں، حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "الفتح" میں اسراء و معراج کی تفصیل میں کہا: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کا چاک کرنا نبوت کے دوران ثابت ہے، جیسا کہ ابو نعیم نے اس روایت کو اپنی "الدلائل" میں نقل کیا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں نے بھی اس واقعہ کوبیان کیا ہے۔

3 - اسراء اور معراج کے واقعہ سے پہلے، اس کی حکمت یہ تھی کہ وہ خالص اور مضبوط دل کے ساتھ براہ راست خدا سے دعا کرنے کے لیے تیار ہوجائیں، یہ واقعہ صحیحین اور دیگر کتب احادیث سے ثابت ہے۔

گناہ کے اثرات

1 - گناہ کے اہم ترین اثرات میں سے ایک علم سے محروم ہونا ہے، وہ علم جو خدا نے قرآن و سنت میں رکھا ہے اور دنیا و آخرت میں انسانی سعادت کا ذریعہ ہے، گنہگار لوگ اس علم سے محروم ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَاتَّقُوا اللّٰهَ۝ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ۝ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۝۲۸۲)(سورہ البقرہ:۲۸۲)
ترجمہ: اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بے شک علم خدا کا نور ہے اور گنہگاروں کو خدا کا نور نہیں دیا جاتا۔

2 - گناہ اور فسق انسان کے دماغ کو خراب اور تباہ کردیتے ہیں، اور انسان سے ادراک اور اچھی سوچ کی قوت چھین کر انسان کو ہر معاملے میں پریشان کرتا ہے۔
سلف صالحین میں سے کسی کا قول ہے فرماتے ہیں: جو شخص خدا کا نافرمان ہوکر گناہ کرتا ہے، اس کی عقل ختم ہوجاتی ہے اور گناہ عقل کی روشنی کو ختم کردیتا ہے، کمزوری اورسستی اس کے جسم کو گھیر لیتی ہے۔

3 - گناہ اور معصیت دل کو کمزور کردیتے ہیں، اور اسے تاریک کھنڈرات میں تبدیل کردیتے ہیں، جہاں سے کوئی نیک ارادہ یا فیصلہ نہیں نکلتا، گناہ اور اس کے زخیرہ کرنے پر اس کے اصرار سے اللہ تعالیٰ گنہگار کے دل پر مہر لگادیتا ہے، اسی وجہ سے انسان دل کا اندھا شمار ہوتاہے، اورغافلوں میں شامل ہوجاتاہے، جہنم کی آگ سب سے پہلے دلوں پر حملہ کرتی ہے، اور اسے اپنے بدترین شعلوں سے جلاتی ہے۔

4 - گناہ انسان کو ذلیل اور رسوا کرتا ہے اور اس کی عزت اور سربلندی کو چھین لیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا۰ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۰ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ۰ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ۱۰" سورہ فاطر:آیت ۱۰) ترجمہ: "اگر کوئی عزت اور بلندی چاہتا ہے، بے شک ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کے طرف ھر پاکیزہ بات چڑھتی ھے اور نیک عمل اسے بلند کرتاھے اور جو لوگ برائیوں کی خفیه تدبیر کرتے ھیں ان کے لیے بھت سخت عذاب ھے اور ان لوگوں کی خفیه تدبیر ھی برباد ھوگی" ۔

5 - گناہ کے برے اثرات میں سے ایک حیاء کا ختم ہونا ہے، حیاء جوکہ توانائی کا ذریعہ ہے اور تمام نیک کاموں کا سرچشمہ ہے، گناہ کو دہرانے اور اس پر اصرار کرنے سے یہ حیا ضائع ہوجاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ "صحیح مسلم): حیاء خیرہی خیر ہے۔

6 - گناہ بندوں پر خدا کے رزق اور نعمتوں کی بربادی کا سبب بنتا ہے اور انسان کے رزق، روزی، عمر، علم اور عمل سے برکت ختم ہونے کا سبب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ

(c) ketabton.com: The Digital Library

بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ وَلٰكِنۡ كَذَّبُوۡا فَاَخَذۡنٰهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ○۹۶ (سوره اعراف:۹۶) ترجمہ: اگر واقعی بستیوں والے ایمان لے آتے اور بچ کر چلتے تو ھم ضرور ان پر آسمان اوزمین سے بہت سے برکتیں کھول دیتے اور لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ھم نے انھیں اس کی وجہ سے پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتت تھے".

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ الَّذِي يُصِيبُهُ" ابن حبان- حسن) ترجمہ: انسان اس گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہوجاتا ہے جو اس سے سرزد ہوجاتا ہے۔

7 - گناہ شیاطین اور جنات کے لیے انسان کے قریب آنے اور اس پر غالب ہونے کا سبب بنتاہے، اور پھر اسے ہر اساں کرتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں، اور روز بہ روزانسان کو بگاڑ اور تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔

8 - گناہ خاندان اور اولاد کی نافرمانی کا سبب بنتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل و جان سے پیاری اولاد کو اس نے خون جگر سے پالا ہوتاہے، اس کو تکلیف پہنچانے اور نافرمانی کرنے کی جسارت کرتے ہیں، جبکہ خدا کی اطاعت اور بندگی انسان کو ان تمام مصائب سے بچاتی ہے، اور اس کی اولاد کو اس کے ہاتھ کی لاٹھی یعنی سہارا اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنادیتی ہے۔

9 - گناہ کا سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ جیسے انسان خدا کو بھول جاتا ہے، خدا بھی اسے بھول جاتا ہے، ایسے شخص کے لیے خدا تعالیٰ نے دو سزائیں

مقرر کی ہیں، ان آیات پر توجہ کریں:

الف:«وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنۡسٰٮهُمۡ اَنۡفُسَهُمۡ‌ؕ○ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ○۱۹ »

(سورۃالحشر:۱۹) ترجمہ: اور ان لوگوں جیسے نه هونا، جنهونے خدا کو بهلادیا توخدا نے ایسا کردیا که خود اپنے تئیں بھول گئے یه بدکردارلوگ هیں.

ب: "نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمۡ‌ؕ○ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ○۶۷"(سورة التوبہ:۶۷) ترجمہ: "وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انہیں بھلادیا، یقیناًمنافق لوگ ہی نافرمان ہیں".

خدا تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں بھلادیتا اور اپنے فضل و کرم سے محروم کردیتا ہے۔

10 - گناہ خدا کے فرشتوں کو انسانوں سے دور کرنے کا باعث بنتا ہے، خدا کے فرشتے ہر حال میں انسان کے ساتھ ہوتے ہیں، اور انسان پر خدا کی رحمت، بخشش اور برکت کا ذریعہ بنتے ہیں، جب کوئی شخص

(c) ketabton.com: The Digital Library

گناہ کرتا ہے یعنی الله کی نافرمانی کرتا ہے تو فرشتے اس سے منہ پھیرلیتے ہیں اور انسان خدا کے فضل سے محروم ہوجاتا ہے۔

11 - گناہ کے نتائج میں سے ایک آب و ہوا، موسم، اور پھلوں کا نقصان اور خرابی ہے الله تعالیٰ فرماتے ہیں:" ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝٤١"(سورة الروم: ۴۱) ترجمہ: "خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہوگیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا، تاکہ وہ انہیں اس کا کچھ مزہ چھکائے جو انہوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں"۔

12 - گناہ انسانوں کو سیلاب، زلزلہ، طوفان، آسمانی بجلی اور دھماکوں کے ذریعے تباہ و برباد کردیتا ہے۔

ام المؤمنین زینب بنت حجشؓ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول الله أَنَهْلِكُ وفِينَا الصَّالحُونَ؟ قال: نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ» متفقٌ عليه (متفق علیہ) ترجمہ: کیا ہم ہلاک ہوجائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، جب فسق اور بے حیائی بڑھ جائے

سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا:
«سيكون في آخر الزمان خسف، وقذف ومسخ» .
آخر زمانے میں زمین میں دھنسنا، زلزلے، ذلت و خواری، لعن طعن، بُرائی اور بد صورتی ظاہر ہوں گے، پوچھا گیا کہ اے خدا کے پیغمبر! کب؟ کہنے لگے: جب موسیقی کے آلات اور گلوکارخواتین ظاہر ہوں گی (صحیح جامع الصغیر)

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة التين

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس کی آٹھ(۸) آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام "التین" رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے شروع میں: "وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِۙ۝۱" کی قسم کھائی گئی ہے۔

نیز مفسرین نے اس سورت کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی ہے: اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے چار اہم چیزوں کی قسم کھائی ہے، "وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِۙ۝۱ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَۙ۝۲" (انجیر اور زیتون کی قسم یا شام اور بیت المقدس کی زمین کی قسم) جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اس سورت کا نام "التین" ہے، اور یہ اس سورت کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے۔

سورت کے شروع میں "تین:انجیر" اور "زیتون" کی قسم کا مطلب یہ ہے کہ انجیر اور زیتون میں بہت سی برکات پوشیدہ ہیں۔

بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ سورۃ التین میں اس قسم کی قسمیں انسان کی خوشنودی کے چار مراحل کی طرف اشار کرتی ہیں، اور سورہ آل عمران آیت ۳۳ پر ناظر ہے: (اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَۙ۝۳۳)

ترجمہ:"بیشک اللہ نے آدم اور نوح کو اور ابراہیم کے گھرانے اور عمران کے گھرانے کو جہانوں پر چن لیا"

"تِيۡنِ" یہ اشارہ ہے جنت میں آدم علیہ السلام کے دور اور مقام کی، (کہ جنت ان مذکورہ اشیاء سے سجی ہوئی تھی)

"طُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ"موسی علیہ السلام کے مقام کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل سورہ آل عمران میں ہے۔

"الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ" یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام کی طرف اشارہ ہے، جو صرف دین اسلام کے سایہ میں قابل رسائی ہے(سورہ ابراہیم)

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ان مراحل سے گزرتا ہے تو احسن تقویم تک پہنچ جاتا ہے۔

"تین" اور "زیتون" کے بارے میں مفسرین کی روایات

متعدد مفسرین نے اپنی تفسیروں میں "تین" اور زیتون" کے بارے میں بعض

(c) ketabton.com: The Digital Library

روایات نقل کی ہیں، ان کے ماخذ اگرچہ ثقہ نہیں ہیں مگر صرف معلومات کی غرض سے درج کیے جاتے ہیں:

1 - "تین اور "زیتون" سے مراد وہی دو مشہور پھل ہیں۔
2 - "تین" وہ مسجد ہے جسے حضرت نوح علیہ السلام نے جودی پہاڑ پر تعمیر کی تھی، اور "زیتون" شہر قدس کی مسجد ہے۔
3 - "تین" اور "زیتون" سے مراد وہ زمینیں ہیں جہاں انجیر اور زیتون کے درخت اُگتے ہیں۔
4 - "تین" اور "زیتون" شام کے دو پہاڑ کے نام ہیں۔
5 - "تین" اور "زیتون" دو شہروں کے نام ہیں۔
6 - "تین" اور "زیتون" شام کی دو مساجد کے نام ہیں۔
7 - "تین" مسجد الحرام ہے اور "زیتون" مسجد اقصٰی ہیں۔
8 - "تین" دمشق کا شہر ہے اور "زیتون" قدس کا شہر ہے۔
9 - "تین" دمشق کی مسجد ہے اور "زیتون" شہر قدس کی مسجد ہے۔
10 - "تین" وہ پہاڑ ہے جس پر دمشق بنایا گیا تھا، اور "زیتون" شہر قدس کا ایک پہاڑ ہے۔
11 - "تین" اصحاب کہف کی مسجد ہے(کہف:۲۱) اور "زیتون" شہر قدس کی مسجد ہے۔
12 - "تین" طور سینا پہاڑ ہے اور "زیتون" طور زیتا پہاڑ ہے۔
13 - "تین " سے آدم علیہ السلام کا زمانہ مراد ہے، اور "زیتون" سے مراد نوح علیہ السلام کا دور ہے۔
14 - "تین" اور "زیتون" فلسطین کی سرزمین ہے--
15 - بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ "زیتون" سے مراد وہی بیت المقدس کی زیتون ہے۔

کوہِ زیتا یا کوہِ زیتون

کوہِ زیتون کا نام زیتون کے اس درخت سے لیا گیا ہے جو اس پہاڑ میں بکثرت پایا جاتا تھا، عرب کوہِ زیتون کو کوہِ "طور" یا کوہِ "طورزیتا" کے نام سے بھی جانتے ہیں، اس لیے کہ طور کا گاؤں اس پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے، یہ پہاڑ بیت المقدس شہرکے مشرق میں واقع ہے، ایک ایسا پہاڑ ہے جس سے بیت المقدس کے پورے شہر کو دیکھاجاسکتاہے، اس پہاڑ کی بلندی سطح سمندر سے تقریباً "۸۲" میٹر ہے، کہا جاتا ہے کہ عیسی ابن مریم نے یہودیوں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے کوہِ زیتون پر پناہ لی۔

اور متی کی انجیل میں بیت المقدس سے مخاطب ہوکر کہا: اے یروشلم، اے انبیاء کے قاتل! تو ایسا شہر ہے جو خدا کے پیغمبروں پر پتھر پھینکتا ہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

کئی بار میں نے چاہا کہ تمہارے فرزندوں کو اس طرح جمع کروں جیسے مرغی اپنے چوزوں کو اپنے پروں کے نیچے جمع کرتی ہے، لیکن تم نہیں چاہتے تھے، پس تو اب ایک ویرانہ کی صورت میں باقی رہے گا۔

سورۃ التین کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورۃ التین نےسورۃ البروج کے بعد شرف نزول پایا۔

سورۃ التین مکی ہے اس کا ایک(۱) رکوع، آٹھ(۸) آیتیں، بتیس(۳۲) الفاظ، ایک سو پینسٹھ(۱۶۵) حروف اور تینتیس(۳۳) نقطے ہیں۔

(قرآن کریم کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورۃ التین اور سورہ انشراح کے درمیان ربط و مناسبت

سورہ شرح میں تخلیق اور مزاج کے لحاظ سے سب سے کامل اور اعلیٰ ترین انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے، اور سورۃ التین میں انسان کی ترکیب اور اس کی ظاہری ساخت اور کامیابی کے رُو سے نچلے درجے تک گرنے اور نورحق کی روشنی تک پہنچنے دونوں حالتوں کی خبر دیتا ہے۔

سورۃ التین کا سبب نزول

ابن جریر نے عوفی کے ذریعہ ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ لوگ ایسے تھے جو بڑھاپے کی وجہ سے عقل اور سوچ کھو بیٹھے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں پوچھاگیا: چنانچہ خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی اور انہیں معاف کیا اور فرمایا: کہ ان کو ان نیک اعمال کا اجر ملے گا جو انہوں نے اسلام کی راہ میں اپنی عقل سے محروم ہونے سے پہلے کیے تھے۔(تفسیر و بیان کلمات قرآن کریم تالیف: شیخ حسنین محمد نحلوف، و اسباب نزول تالیف علامہ جلال الدین سیوطی، سورہ تین)

سورہ تین کے نزول کا وقت

قتادہ کہتے ہیں کہ یہ سورہ مدنی ہے، اس بارے میں ابن عباس ؓ کے دو قول ہیں: (۱) یہ سورہ مکی ہے، (۲) یہ سورہ مدنی ہے۔

البتہ جمہور علماء اسے مکی سمجھتے ہیں، اور اس کے مکی ہونے کی واضح علامت یہ ہے کہ اس میں مکہ کے لیے" وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ" (یہ سلامتی و الاشھر ہے) کا جملہ استعمال ہوا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

واضح رہے کہ اگر یہ سورت مدینہ میں نازل ہوتی تو مکہ کے لیے " یہ شہر" کی عبارت استعمال نہیں ہوتی، اس کے علاوہ سورہ " تین" کے مشتملات کی طرف گہری نظرسے توجہ کی جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ کے ابتدائی ایام میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے، کیونکہ اس بات کا کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ اس کے نزول کے وقت کفر اور اسلام کے در میان کوئی تصادم شروع ہوا ہو، اور اسی لہجے میں ابتدائی مکی دور کی سورتیں دیکھی جاتی ہیں، جن میں لوگوں کو بہت مختصر اور تبلیغ انداز میں سمجھایا جاتا ہے کہ آخرت کا عذاب ضروری اور مکمل درست ہے۔

سورہ تین میں زیر بحث موضوعات

سورہ تین میں دو اہم مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے۔
اول: اللہ تعالیٰ کا انسان پر مہربانی کرنا
دوم: آخرت میں حساب اور سزاء پر ایمان
اس سورت کا آغاز ان مقدس اور محترم مقامات کی قسم سے ہوا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے لیے نزول وحی کے مقامات مقررکیےتھے، ان مقامات میں " بیت المقدس" ، " کوہِ طور" اور " مکہ مکرمہ" شامل ہیں۔
اور اس نے قسم کھائی ہے کہ انسان کو سب سے خوبصورت شکل میں پیدا کیا گیا ہے، اگر وہ اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا تو اس کا مقام دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں پر ہوگا۔
اسی طرح سورہ تین میں حشر و نشر کے انکار کی وجہ سے ہونے والے کافر کی ملامت کی گئی ہے، کیونکہ ان تمام واضح اور قطعی دلائل کے بعد جو رب العالمین کی قدرت کے بارے میں ہیں کہ سب سے بہترین شکل و صورت میں انسان کی تخلیق کی گئی ہے، پھر وہ حشر و نشر کا انکار کرتا ہے:" لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ"
اور آخر میں: اس نے مؤمنوں کو انعام اور کافروں کو سزاء دے کر خدائی انصاف کا اظہار کیا ہے: فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ۝" یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جزاء اور قیامت ایسا امر ہے جو مسلم اور یقینی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة التين

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِۙ۱ ۝ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَۙ۲ ۝ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِۙ۳ ۝ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ
تَقۡوِيۡمٍ۴ ۝ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَۙ۵ ۝ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍؕ۶ ۝ فَمَا
يُكَذِّبُكَ بَعۡدُ بِالدِّيۡنِؕ۷ ۝ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ۸ ۝

سورت کا ترجمه

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاهوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاهے
وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِۙ۱ ۝	قسم ہے انجیر کی ! اور زیتون کی !
وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَۙ۲ ۝	اور طور سینین کی !
وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِۙ۳ ۝	اورقسم هے اس امن والے شهر کی (مکه معظمه)
لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ۴ ۝	یقیناً هم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیاهے
ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَۙ۵ ۝	پھر هم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے نیچا کردیا
اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍؕ۶ ۝	مگر وه لوگ جو ایمان لائے اور انهوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے نه ختم هونے والا اجر هے
فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعۡدُ بِالدِّيۡنِؕ۷ ۝	پس (اے انسان!) اس کے بعد کونسی چیزتجھے جزا کے بارے میں جھٹلانے پر آماده کرتی هے؟
اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ۸ ۝	کیا الله تعالی سب حاکموں سے بڑا حاکم نهیں هے

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورت کی تفسیر

محترم قارئین:

اس سورت کی مبارک آیات میں بنی آدم کی متوازن، اچھی اور خوبصورت ساخت کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۙ۱ ○	قسم ہے انجیر کی ! اور زیتون کی !

"تین" لغت میں بہ معنی " انجیر" اور " زیتون" وہی مشہور زیتون ہے جس سے لوگ تیل حاصل کرتے ہیں۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ انجیر ہے جسے تم کھاتے ہو اور وہ زیتون ہے جس سے تم تیل نچوڑتے ہو (قرطبی:۱۱۰/۱۹)
عکرمہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے انجیر اور زیتون کے اگنے، بڑھوتری اور نشوونما کی جگہ کی قسم کھائی ہے اور انجیر زیادہ تر دمشق میں اور زیتون بیت المقدس میں پائی جاتی ہے (البحر:۴۸۹/۸)
اور واضح بھی یہی ہے، کیونکہ کوہِ " طور"اور " البلد الامین" کا اس پر عطف ہونا اس قول کے ثابت ہونے کی دلیل ہے، پس قسم ان مقدس مقامات کی کھائی گئی ہےجن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر وحی کا نزول فرما کر ان کو باعزت اور مبارک بنایا۔

یہاں قسم کھانے کا مقصد یہ دو پھل ہیں یا مقصد کچھ اور ہے؟

مفسرین نے اس بارے میں مختلف تاویلات اور تجزیے پیش کیے ہیں، متعدد مفسرین کا خیال ہے کہ اس سورت میں ان دونوں مشہور و معروف پھلوں کے ذکر سے مراد وہ مفید غزا ہے جو مختلف قسم کی شفاء بخش خصوصیات رکھتی ہے۔
بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سورہ میں اُن دو پھلوں سے "تین اور زیتون" مراد نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا، اس سے مراد: شہر "دمشق" اور بیت المقدس" میں واقع دو مشہور و معروف پہاڑ ہیں۔یہ دونوں مقامات خدا کے بہت سے انبیاء اور بڑے پیغمبروں کا محل قیام رہے ہیں، ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی جگہ ہے، اور دوسری حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی جگہ ہے، تیسری اور چوتھی آیات کی قسموں کا سیاق و سباق جو مقدس سرزمینوں کا ذکر کرتے ہیں سمجھ سکتے ہیں۔
بعض مفسرین کہتے ہیں کہ: "التین" انجیر، اس سورت میں اس کا ذکر آدم علیہ السلام کے زمانے کی طرف اشارہ ہے جب وہ اور ان کی اہلیہ بی بی حوا جنت

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں اپنی شرمگاہوں کو ڈھانپنے کے لیے درخت کے پتوں اور ممکنہ طور پر انجیر کا استعمال کرتے تھے، جیسا کہ اس سورت میں مذکور ہے: (سورہ اعراف آیت: ٢٢)
لفظ "الزیتون۔" زیتون سے مراد نوح علیہ السلام کا زمانہ ہے، جنہیں دوسرا آدم کہا جاتا ہے، گویا طوفان کے اختتام پر نوح علیہ السلام نے ایک کبوتر کو چھوڑا پانی میں اترنے کے بعد خشکی کی تلاش کے لیے، کبوتر زیتون کی شاخ لے کر واپس آیا، کبوتر کے واپس آنے سے اور اس کے زیتون کی شاخ لانے سے حضرت نوح علیہ السلام نے اندازہ لگایا کہ طوفان ختم ہوگیا ہے، اسی لیے اب زیتون کی شاخ بہت سے عربوں میں امن و سلامتی کی علامت کے طور پر جانی جاتی ہے۔
"طورِ زیتا" کی پہاڑی، بیت المقدس میں ہے (رجوع کریں: جزء عمَّ شیخ محمد عبده)
مفسر ابو حیان اپنی تفسیر "البحر المحیط" میں لکھتے ہیں: "بظاہر اللہ کی مراد انجیر اور زیتون کی قسم کھانا ہے"، جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے انجیر کی قسم کھائی ہے، کیونکہ انجیر ایک ایسا پھل ہے کہ جولذت کم کرنے والی خرابیوں اور نجاستوں سے پاک ہے ، اسی لیے یہ چھلکے گودے، اور بیجوں سمیت کھایا جاتا ہے، اسی طرح انجیر بھی ، دوا بھی ہےاور غذاء بھی۔
انجیر نرم اور آسانی سے ہضم ہونے والی غذا ہے جو معدے میں زیادہ دیر نہیں رہتی، ایک نرم طبع دوا ہے، بلغم کو ختم کرتی ہے، گردے اور مثانے کو صاف کرتی ہے، جسم کو فربہ کرتی ہے، مسام کھولتی ہے اور قابل تعریف پھلوں میں سے ایک ہے۔
بہت سے ڈاکٹروں کا یہ بھی ماننا ہے کہ انجیر جسم کے لیے انتہائی مفید اور غذائیت بخش پھل ہے۔
اسی طرح زیتون بھی ایک پھل ہے، اس سے تیل بھی حاصل کیا جاتا ہے، اور اس سے بہت سی دوائیوں کے امتزاج میں استفادہ کرسکتے ہیں۔

وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾	اور طور سینین کی !

خازن نے کہا ہے کہ: اسے "سینین" اور "سینا" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں بر کت اور پھل دار درخت ہیں، اور ہر وہ پہاڑ جس میں پھل دار درخت ہوں، اسے "سینین اور سینا" کہتے ہیں (تفسیر خازن:۲۶۶/۴)
یاد رہے کہ صحرائے سینا میں کوہِ "طور سینین" واقع ہے، جس کی چوٹی پر حضرت موسی علیہ السلام نے رب العزت سے دعا کی تھی، اس پہاڑ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کانور چمکنے لگا، (سورہ مریم آیت: ۵۲ کی طرف رجوع کریں)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"طور سینین": وادی سینا ہے جو آج مصر اور فلسطین کے درمیان واقع ہے، کوہِ طور ان پہاڑوں میں سے ہے جو شبہ جزیرہ سینا کے علاقےمیں واقع ہے، اس پہاڑ کو دین ابراہیمی بالخصوص یہودیت میں ایک خاص مقام حاصل ہے، یہودیوں کی روایات کی بڑی تعداد اس پہاڑی سے متعلق ہے یہی ان کی روایات کا سرچشمہ ہے۔

کوہِ طور سے مراد وہ پہاڑ ہے کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے تین ماہ بعد وہاں گئے تھے، وہاں پہنچ کر اس کے قریب خیمہ زن ہوگئے تھے۔

دین ابراہیمی کی بعض روایات کے مطابق خدا نے اسی جگہ بنی اسرائیل کو شریعت عطا کی تھی، اس پہاڑی میں ہی سامری نے بچھڑا بنایا تھا۔

اس پہاڑ میں پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آتی اور آگ کےذریعہ زیتون کے درخت کے نیچے ان پر تجلی ہوئی، (خروج: ۱۶/۱۷)

یہ پہاڑ لوگوں میں کوہِ حوریب، جبل اللہ، اور جبل موسیٰ کے نام سے مشہور ہے، یہ پہاڑ سطح سمندر سے ۲۲۸۵ میٹر بلند ہے اور العریش سے ۳۰ میل کے فاصلے پر جنوب میں واقع ہے۔

"سینین"کا مطلب ہے سنہرا، بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی طور سینا ہے جوکہ سورہ مؤمنون میں آیا ہے۔

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣	اورقسم هے اس امن والے شهر کی (مکه معظمه)

"الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ " سے یا شهر امین سے مراد : مکه مکرمه کے سرزمین هے، ایسی سرزمین جو زمانه جاهلیت میں بهی محفوظ علاقه اور خدا کا حرم مانا جاتاتها، اور وهاں پر کوئی کسی پر حمله نهیں کرسکتاتها، مکه مکرمه میں نه صرف انسانوں کے لیے بلکه جانوروں، درختوں ، پودوں اورپرندوں کے لیے بهی شهر "امین" کی حیثیت رکهتاهے ، وهاں کسی جانور کو هلاک نهیں کیا جاتا اور نه هی کوئی پودا کاٹا جاتاهے، سوائے اس قسم کے پودوں کے جن کی لوگوں کو ضرورت هے (مزیدتفصیل جزء عمّ شیخ محمد عبده میں مطالعه کرسکتے هیں)۔

"الْاَمِيْنِ" ایسی سرزمین جس میں امن وامان هو (رجوع کریں سوره بقره : 126، آل عمران : 97 ، قصص : 57) .

ان آیات میں "طُوْرِ سِيْنِيْنَ اور الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ " کے مفهوم واضح هیں کسی بهی قسم کے اختلاف کی ضرورت نهیں هے، جیساکه هم نے اوپر ذکرکیا که : ایک حضرت موسی کا اور دوسرا حضرت اسماعیل اور محمد صلی الله علیه وسلم کا مبعث هے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اگرهم قرآن کی دیگر آیات کی روشنی میں غور کریں تو بات واضح هوجائے گی که ان دونوں علاقوں میں ایک خاص مماثلت هے، اور وه یه هے که یه دونوں انبیاء اور دوجلیل القدر نبیوں کی طرف منسوب هیں ، طور سینا میں حضرت موسی علیه السلام اور "بلدالامین" میں حضرت محمد صلی الله علیه وسلم مبعوث هوئے، دونوں مبعث انبیاء اور نزول وحی کی جگهیں هیں۔

قسم کا ربط "طورسینین اور بلدالامین " کا جواب قسم کے ساتھ ربط بالکل واضح اور ظاهرهے، کیونکه یه دونوں مقام وحی کا سرچشمه ہیں، اور ان میں عظیم ترین تاریخی شخصیتوں کا ظهور هوا، وه اچهی طرح گواهی دیتے هیں که انسان میں عظیم صلاحیتیں ڈالی گئی هیں ، اور وه بهترین ساخت میں پیدا کیا گیا هے، جیسا کہ وه جلیل القدر انبیاء کہ جو اس بلند وبالا مقام پر پهنچے، ان میں سے هرایک نے ایک عظیم اور ہمہ گیر انقلاب برپاکیا، اور اندهیری رات میں مشعل فروزاں کی طرح چمکے، انهوں نے جاهل اور ستم زده معاشرے کے اندهیروں کو علم اور دین کی روشنی سے روشن کیا۔

ان چار پُرمعنی قسموں کو ذکر کرنے کے بعد جن کی طرف هم نے مختصرًا اشاره کیا، درج ذیل آیت میں قسم کا جواب دیتے هوئے فرماتے هیں:

لَقَدۡ خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ فِيٓ أَحۡسَنِ تَقۡوِيمٖ ۝٤	یقینًا هم نے انسان کو سب سے اچهی بناوٹ میں پیدا کیاهے

هم نے انسان کو جسم اور روح دونوں کے لحاظ سے بهترین اور خوبصورت کل میں پیدا کیاهے، مجاهد نے کها: "أَحۡسَنِ تَقۡوِيمٖ " یعنی : هم نے اسے سب سے خوبصورت اور بهترین شکل میں پیدا کیاهے (طبری : 30/ 156)۔

"لَقَدۡ خَلَقۡنَا... " چاروں قسموں کا جواب هے ، "احسن" سب سے خوبصورت، بهترین ، "تقویم" کا مطلب هے کسی چیز کو صحیح طریقے سے ، ایک معتدل نظام اور ایک قابل قدر معیار پرلانا، اور اس کا وسیع معنی اس حقیقت کی طرف اشاره کرتا هے که الله تعالی نے انسان کو هر لحاظ سے متوازن اور قابل بنایاهے، جسمانی ، ذهنی اور روحانی طور پر، کیونکه اس نےاسے هرقسم کا هنر دیاهے، اور اسے بهت بڑےمقاصد کے حصول کے لیے تیار کیاهے، اور انسان (جرم صغیر) چهوٹاجسم هونے کے باوجود اس میں عظیم دنیا (عالم کبیر) رکهـ دی اور اتنی خوبیاں عطاکیں که اس خلقت کی لائق بنا : "وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ " (هم نے اولاد آدم کو عزت و عظمت دی) (سوره اسراء : 70)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وھی انسان جس کی تخلیق اورتکمیل کے بعد الله تعالی ھے: "فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَؕ۝۱۴ " عظیم اور بابرکت ھے وہ خدا جو بھترین تخلیق کرنے والا ھے، لیکن یھی انسان ان تمام مراعات کے با وجود، اگر راہ راست سے ھٹ جاتاھے، تو ایسے گرے گا کہ " اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ" کی طرف چلایا جائے گا.

چنانچہ اگلی آیت میں فرماتے ھیں: پھر ھم نے اسے پست ترین منزلوں تک پھنچادیا، یعنی "اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ " سب سے نیچے تک پھنچادیا.

کھتے ھیں کہ: اونچے پھاڑوں کے پھلو میں ھمیشه گھری کھائیاں بھی ھوتی ھیں، اور انسانی ترقی کے اس چڑھتے ھوئے عروج کے مقابل ایک خوفناک منزل بھی نظرآتاھے، کیوں ایسا نہ ھوکہ، جب انسان ایک ایسی مخلوق ھے جو بے پناہ صلاحیتوں سے مالا مال ھے کہ اگر وہ اسے اچھے طریقے سے استعمال کرے تو عزت کی بلند ترین چوٹی پرفائز ھوجائے، اور اگر وہ اس تمام ذھانت اور ھنر کو غلط طریقے سے استعمال کرے تو سب سے بڑی بد دیانتی کرے گا، اور یہ فطری ھے کہ اسے نچلی سطح پر گھسیٹا جائے گا.

آیت مبارکہ "لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ "۝ "ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ" کے مفھوم سے پوری وضاحت سے ھمیں معلوم ھوا کہ : انسان اصل میں پست پیدا نھیں ھوا، اس کا زوال زندگی کے مراحل طے کرنے سے ھوتا ھے، درحقیقت انسان جو مخلوقات میں سب سے اعلی اور عظیم ھے ، اس کا زوال بھی تمام مخلوقات میں سب سےپست ھے، "اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ..... اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ " .

جیساکه سورہ اعراف آیت "179" میں ھے "اُولٰۤـئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ‌ ؕ۝ اُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ۝۱۷۹ " (وہ چوپایوں کی طرح ھیں، بلکه ان سے بھی گمراہ ھیں)

انسانی زوال کا سبب بننے والے بنیادی عوامل میں سے ایمان اور نیک عمل سے دوری ھے.

واضح رھے کہ : ایمان ھرقسم کی پستی اور نزول سے بچنے کا ذریعہ ھے.

ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَۙ۝۵	پھر ھم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے نیچا کردیا

پھر ھم نے اسےپستوں میں سے پست ترین بنادیا (اور اسے بدترین لوگوں کے گروہ میں شامل کیا) "رَدَدۡنٰهُ " ھم اسے لوٹائیں گے، اسے جگہ دیں گے ، لفظ "رَدّ" کا اصل معنی واپس کرنا، اور ضمنی معنی جعل ، یعنی : رکھنا اور بنانا (روح المعانی).

(c) ketabton.com: The Digital Library

"اَسۡفَلَ " مفعول به یا منصوب به نزع خافض هے ، "سٰفِلِيۡنَ " سب سے نچلے والے، پست لوگ ، جمع مذکر سالم هے ، اور اس سے مراد وہ لوگ هیں جو اپنی انسانیت کو نظر انداز کرتے هیں، ایمان اور دینداری کی اونچائی پر چلنے کے بجائے کفر اور بد دیانتی کی کھائی کی طرف چلتے هیں.

عالم اسلام کے مشهور مفسرین میں سے مجاهد اور حسن نے کہا هے که: " اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ " سے مراد آگ اورجهنم کے سب سے نچلے درجے هیں ، ضحاک نے کهاهے که : یعنی هم اسے سب سے پست عمر کی طرف لوٹائیں گے جو که بڑھا پا هے (تفسیر قرطبی: 19/ 115) .

مفسر آلوسی فرماتے هیں : لفظ کے سیا ق وسباق سے معلوم هوتاهے که یه قیامت کے دن کافر انسان کی حالت کی طرف اشاره هے اور یه ظاهر کرتاهے که اسے خوبصورت اور اصلی شکل میں پیدا کرنے کےبعد وه انتهائی بدصورت اور مکروه بن جاتاهے (آلوسی : 30/ 176).

"رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ " آیت مبارکه کا یه پیراگراف اس حقیقت کی طرف اشاره کرتا هے که جو لوگ کفر، شرک ظلم، جبر اور دیگر لغزشوں کا راسته اختیار کرتے هیں، وه انسانیت کے مقام سے گرجاتے هیں، اور الله تعالی کی نظروں میں نیچوں سے نیچے سمجھے جاتے هیں، دنیا میں ناپاکوں اور آخرت میں دوزخیوں کی جماعت میں شامل هوں گے، (اس کی تفصیل سوره‌نساء : 145 ، صافات: 98 ، فصّلت: 29 ، بینة: 6 میں مطالعه فرمائیں.

یهی انسان ان تمام صلاحیتوں اور سهولتوں کے ساتھ جو اسے دی گئی هیں، اگر وه راهِ راست سے هٹ جائے، تو پھر وه اتنا گرے گا که اسے گھسیٹ کر " اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ " تک لے جایا جائے گا، بعد کی آیت میں مزید فرمایا : سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لاتے اور عمل صالح کرتے هیں ان کے لیے ایسااجر هے جو منقطع نهیں هو گا: "اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ " .

اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍؕ‏ ﴿۶﴾	مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انهوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے نه ختم هونے والا اجر هے

"غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ " نه ٹوٹنے والا ، نه رکنے والا، بغیر احسان جتائے (رجوع فرمایئں سوره فصّلت : 8 ، قلم: 3 ، انشقاق: 25)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"مَمۡنُوۡنٍ " یهاں "منّ" کے ماده سے ہے به معنی : رکاوٹ یا نقصان کے ؛ لهذا "غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ " سے مراد همیشه کا انعام جو هر قسم کے عیب سے پاک هوتاهے، اور بعض نے کها اس کا معنی منت احسان جتلانےسے پاک هونا هے، لیکن پهلا معنی زیاده مناسب معلوم هوتاهے.

اس آیت مبارکه کی تفسیر میں یه کهاجاسکتاہے که : نجات کے لیے صرف ایمان کافی نهیں هے، ایمان اور عمل صالح قرب الهی کے بنیادی عناصر هیں، ایمان اور عمل صالح سب سے اهم ، بلکه سب سے واضح اور اهم عوامل هیں جو انسان کو جنت میں داخل کرنے کا سبب بنتے هیں وه ایمان اور نیک عمل هے .

یاد رکھیں که عمل کے بغیر ایمان کا کوئی اثرنهیں ، ایمان کے بغیر عمل بھی فائده مند اور مفید نهیں ، قرآن کی آیات پر مختصر نظر ڈالنے سے معلوم هوتاهے که انسان اور معاشرے کی فلاح وبهبود کا انحصار دوچیزوں پر هے : ایمان اور عمل صالح، ایمان والی زندگی اور اچها عمل.

خدا تعالی قرآن کریم میں فرماتاهے: "مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝۹۷ " (سوره نحل، آیه 97 134. – سوره بقره، آیه (82).

ترجمه: "جو بھی نیک عمل کرے، مرد هو یا عورت اور وه مؤمن هو تو یقینًا هم اسے ضرور پاکیزه زندگی بخشیں گے، اور یقینًا هم سے اس کا اجرضرور بدلے میں دیں گے، ان بهترین اعمال کے مطابق جو وه کیا کرتے تهے".

اور دوسری آیت :"وَالّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّالِحَاتِ أُولٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" (سوره بقره، آیه 82) **ترجمه:**" اور جولوگ ایمان لائے اور انهوں نے نیک اعمال کیے وهی جنت والے هیں، وه اس میں همیشه رهنے والے هیں" .

"ایمان" اور "عمل صالح" ان چیزوں میں سے هیں جن کا خداتعالی نے هم سے مطالبه کیا هے، اور اسے بنی نوع انسان کے کمال اور سعادت تک پهنچنے کے لیے شرط قرار دیاهے، یه دونوں تصورات قرآن مجید میں بهت سے مواقع میں ایک ساتھ مذکور هیں، اور ان کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پرزور دیاگیاهے، ان آیات کا ایک جائزه لیتے ہیں: "وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهار "(سوره بقره آية 25) **ترجمه:** اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے که بیشک ان کے لیے ایسے باغات هیں جن کے نیچے نهریں بهتی هیں.

(c) ketabton.com: The Digital Library

" اَلَّذِیْنَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّالِحَاتِ طُوبیٰ لَھُمْ وَ حُسْنُ مَآب" (سوره رعد آية 29) ترجمه: جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے خوشحالی اور اچھا ٹھکانه هے ۔

" فَمَنْ یَعْمَلْ مِنَ الصّالِحاتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلا کُفْرانَ لِسَعْیِه" (سورة انبیاء آیه 94) ترجمه: پس جو شخص کوئی نیک اعمال کرے اور وه مؤمن هوتو اس کی کوشش کی کوئی نا قدری نهیں ہوگی، ان آیات سے واضح هوتاهے که همارا فریضه خدا تعالی کے نزدیک "ایمان" اور عمل صالح" هے۔

علماء کرام "ایمان" اور "عمل صالح" کے درمیان ربط کو "درخت" اور "پهل" کے درمیان جیسا تعلق سمجھتے هیں، جس طرح پهل دار درختوں میں سے صحت مند درخت پهلوں سے خالی نهیں هوگا، اسی طرح ایمان عمل صالح سے الگ نهیں هوگا، سوائے کمزور، اور کم نور ایمان کے جو هوس اور خواهشات کے سامنے بے اثر هوجاتا هے، اور واضح تعبیر یه هے که اعمال صالحه دل کے ایمان کی علامت هیں ۔

البته اس کا یه مطلب یه نهیں هے که معصیت یا گناه کبیره کے مرتکب کافرهیں، جیساکه خوارج کا خیال تها، بلکه اس کا مطلب یه هے که مضبوط ایمان یقیناً اعمال صالحه پر سبقت رکھتاهے، حالانکه ایسا لگتاهے که فرائض کا بجالانا اور ممنوعات کو چھوڑناایمان سے زیاده مشکل هے، اصولاً اسے مقدم هونا چاهیے، اس کی وجه یه هے که قرآن اعمال صالحه کے سلسلے میں ایمان کی جڑ اور بنیاد کی طرف اشاره کرناچاهتاهے، ایمان اور عمل صالح کی تفسیر اتنی وسیع هے که اس میں ایک طرف خدا پر ایمان کے تمام مراحل اور دیگر تمام اعتقادی بنیادیں، اور دوسری طرف قابل قدر ذاتی ، معاشرتی، سیاسی اور عبادات کام کی انجام دهی بهی شامل هے ۔

"وَ الْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسانَ لَفی خُسْرٍ إِلاَّ الَّذینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ وَ تَواصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَواصَوْا بِالصَّبْرِ" (عصر/3-1) سوره عصر میں زمانے کی قسم کهاکر کهتاهے: " زمانے کی قسم ! که بیشک هر انسان نقصان میں هے، مگر وه لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، اور آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رهے".

اکیلے ایمان کا کوئی فائده نهیں، ایمان اور عمل همیشه ساتھ ساتھ چلتے هیں۔

ایمان اور علم صالح کا تعلق

ایمان اور عمل صالح کا گهرا تعلق هے، قرآن پاک کی متعدد آیات میں ایمان کے بعد اکثرعمل صالح کا بهی ذکر هے، در حقیقت یه دونوں ترازو کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوپلڑوں کی مانند ھیں، کہ ان میں سے ایک کے بغیر نہیں تولا جاسکتا ھے، عمل صالح کے بغیر ایمان کام نہیں آئے گا، اگر کوئی اسلام کے احکامات پر عمل کے بغیر ایمان کا دعوی کرتاھے تو اس کا ایمان دعوی سے زیادہ کچھ نہیں یہ اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

قرآن کریم اس بارے میں کہتاھے: " يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ" (انعام،158).

ترجمہ: (مگر) جس روز تمھارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص پھلے ایمان نہیں لایاھوگا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اپنے ایمان (کی حالت) میں نیک عمل نہیں کئے ھونگے (توگناھوں سے توبہ کرنا مفید نہ ھوگا اے پیغمبر ان سے) کھدو تم بھی انتظارکروھم بھی انتظار کرتے ھیں ۔

ایمان اور عمل صالح کو جوڑنے کے اثرات اور فوائد

قرآن کریم میں ایمان اور عمل صالح کے امتزاج سے حاصل ھونے والے فوائد اور ثمرات بتائے گئے ھیں که ان دونوں کا باھمی ایک قریبی اور براہ راست تعلق ھے، اگر ایمان روح کی گھرائیوں میں داخل ھوجائے تو اس کی شعاعیں انسان کے اعمال میں چمکتے ھے، اور اس کے اعمال کو صالح بنادیتی ھیں، کیونکه عمل صالح ایمان کے درخت کا پھل ھے، اور ایمان جڑ کی مانند ھے، اور میٹھے پھل کا ھونا جڑ کی صحت کی دلیل ھے، جبکہ عمل صالح کے بغیر ایمان بے ثمر درخت ھے ۔

گناھوں کو مٹانا اور دور کرنا

نیک اعمال انسان کے پچھلے گناھوں کو مٹادیتے ھیں، اللہ تعالی فرماتاھے:
"يُكَفِّرعنكم من سيآتكم " یقینا نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ھے۔

سعادت اور نجات کا ذریعہ

انسان کی خوش بختی کا پیمانہ عمل صالح ھے، سعادت کے مختلف درجات اور مرتبے ھوتے ھیں، عمل صالح انسانی کمال کا پھلا مرحلہ ھے ، جوکہ احساسات اورقلب و ذھن میں پاکیزگی کا سبب ھے، اللہ تعالی فرماتاھے: "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٩٧ " (جوکوئی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ھو یا عورت، اس حال

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں که وه مؤمن هو، هم اسے پاکیزه زندگی اور اجر دیں گے)، (سوره نحل : 97).
نیک عمل انسان کی دنیا اور آخرت بدل دیتاهے، اور مؤمنوں کو دنیا اور آخرت میں اچھی زندگی عطا کرتاهے، ایمان کے ساتھ نیک اعمال سب سے بڑی قیمت رکھتے هیں جواپنے کرنے والوں کے لیے خوشحالی اور نجات لاتے هیں۔
قرآن کے نقطه نظر اور فهم سے واضح ہوتاہے کہ نجات عمل صالح اور ایمان کا ہی نتیجہ اور اس کا ثمرہے، اس لیے خوشی کا معیار ایمان اور عمل صالح کی حقیقت هے نه که صرف زبانی اور لسانی دعوے، سعادت کا آخری درجه رب سے ملناهے ، جوکه عمل صالح سے ہی ممکن هے، "فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا " جس کو رب سے ملاقات کی امیدهے پس اسےچاهیے که وه عمل صالح کرے، سوره عصر میں زمانے کی قسم کھاکر فرماتاهے:" زمانے کی قسم ! که بیشک هر انسان نقصان میں هے، مگر وه لوگ جو ایمان لاتے هیں "وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ " اورنیک اعمال کرتے هیں، اس سورت میں قابل ذکر بات یه هے که اکیلے ایمان کا کوئی فائده نهیں ، ایمان اور علم صالح همیشه ایک دوسرے کے ساتھ هیں۔

محبت اور دوستی پیدا کرنا

ایمان اور عمل صالح کے ثمرات میں سے ایک لوگوں سےدوستی اور محبت بڑھانا هے، جس کے بارے میں الله تعالی فرماتے هیں: "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۝۹۶ " (جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے الله تعالی ان کی دوستی اور محبت کو لوگوں کے دلوں میں جگه دے گا)۔
پس دوستی کرناایمان اور عمل صالح میں سے ایک هے، اور ان دونوں کے دیگر فائدے بھی مرادهیں مثلا: اجر اور اچھا بدله دینا، اجر کا ضائع نه هونا، خوف اور امید رکھنا، مغفرت پانا، خوش نصیبی، کشاده رزق، خداکی رحمت اور فضل سے فائده اٹھانا، تاریکی سے روشنی کی طرف رهنمائی، نقصان ده نه هونا، بڑی فتح اور کامیابی، جنت اور اس کی ابدیت کا وعده وغیره۔
واضح رهے که مذکوره بالا ثمرات اور فوائد اس شرط پر حاصل هوتے هیں که ایمان اور عمل صالح کو یکجا کیا جائے ، یعنی دونوں موجود ہوں، ان کا حصول عمل صالح کے ساتھ ایمان کی موجودگی پر منحصر هے، اور الله تعالی نے اعمال صالحه کو انسان کی استطاعت اور طاقت کے مطابق مقرر

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیاھے، تاکه مؤمنین ایمان کے ساتھ اعمال صالحه بھی انجام دے سکیں، آیات کے علاوه بھت سی احادیث میں ایمان اورعمل صالح کے باھمی تعلق کوواضح کیا گیاھے۔

خلاصه کلام

تمام آیات و روایات سے یه بات واضح ھوتی ھے که ایمان اور عمل دوپروں کے مانند ھیں: که ایک پرسے اڑنا ممکن نھیں اور یه دونوں لازم وملزوم حقیقتیں ھیں، اور آیات وسنت میں ایمان اور عمل صالح کا موازنه کیا گیاھے، اس تناظر میں روایات میں تضاد کا نہ ہونا دونوں کے درمیان براه راست تعلق کو ظاھر کرتاھے۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ؕ○	پس (اے انسان!) اس کے بعد کونسی چیزتجھے جزا کے بارے میں جھٹلانے پر آماده کرتی ھے؟

یعنی : اے منکر انسان! اب جب که تم جانتے ھو که الله نے تمھیں بھترین ساخت میں پیدا کیاھے اور وھی تمھیں تنزل کی طرف لوٹائے گا، تو پھر کیا چیز ھے جو تمھیں قیامت اور عذاب کو جھٹلانے پر آماده کرتی ھے؟ ایک قول یہ بھی ہے که خطاب نبی صلی الله علیه وسلم کے لیے ھے" یعنی اے محمد! ان واضح اور یقینی دلائل کے ظاھرھونے کے بعد پھرکون ہے جو آپ کا انکار کرے گا؟ .

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۧ○	کیا الله تعالی سب حاکموں سے بڑا حاکم نھیں ھے

اپنے فیصلے اور انصاف میں ؟ اس میں کوئی شک نھیں که ھے، چونکه اس نے انسان کو حسن وجمال اور بھترین ساخت کے ساتھ پیدا کیاھے، پھر اس نے اپنے منکروں اور کافروں کوجھنم کی آگ میں جھونک دیا، اور اھل ایمان کو اعلی درجات سے نوازا، پس اس کے انصاف کا تقاضاھے که قیامت قائم کرے، تاکه مظلوموں کو ظالموں سے ان کا اجر اور بدله ملے۔
تفسیر المیزان میں اس مبارک آیت کے ضمن میں لکھا ہے: ایک سرزنش والے سوال کے ساتھ نسل انسانی کو مخاطب کیاگیاھے، تمھیں قیامت کے عذاب سے انکار کرنے پر کس چیزنے مجبورکیا؟ اگرچه ھم نے نسل انسانی کو دوگروھوں میں تقسیم کیاھے، ایک وه جن کو انعام دیا گیاھے، اور دوسرا وه جو اسفل السّافلین کی طرف لوٹایا جائےگا ، تو کیا خدا کےاحکم الحاکمین ھونے کے علاوه کو اور رائے ہوسکتی ہے، اور اس کا حکم کسی بھی حکمران

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے حکم سے برتر ھے، کیونکه اس کا حکم استحکام اور نافذ ھونے میں کسی دوسرے حکمران کے حکم سےافضل ھے، اور یہ واضح اورحکیمانه فیصله ہے که ان دونوں گروھوں کے لیے مختلف سزائیں ھوں، اس لیے سزا کا ایک دن ھوناچاھیے ، تاکه ھرایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزاملے، انسانی عقل اور فطرت بھی یه تجویز نھیں کرتی که دونوں گروہوں کے درمیان ثواب عذاب کا دن نه دیا جائے۔

محترم قارئین:

حضرت ابوھریره رضی الله عنه سے مرفوع حدیث نقل کی گئی ھے:"فَإذا قَرَأ أحَدُکُم :"وَالتّينِ وَالزّيتون...فَأتى آخرَها: اَلَيْسَ اللهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ؟...فَليَقُل: بلى وَأنا على ذلكَ مِنَ الشّاهدين." جب بھی تم میں سے کوئی : "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ" پڑھے، اور اس کے آخرمیں "اَلَيْسَ اللهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ " تک پهنچے، تو اس کے بعد کھے، ھاں! (الله تعالی بھترین فیصله کرنے والاھے) اورمیں تصدیق کرنے والوں میں سے ھوں۔

سوره التین کا پیغام

1 - دنیاوی نعمتیں حتی که کھانے پینے کی اشیاء قابل احترام ھیں اور خدائی قسم کی مستحق ٹھھری ھیں، " وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ"۔
2 - خوراک اورتحفظ کے ذریعه حاصل ھونے والی صحت اور تندرستی انسانوں کی سب سے اھم مادی ضروریات ھیں " وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣ "۔
3 - وحی کا احترام حرمت زمینوں میں پھیل جاتا ھے "طُوْرِ سِيْنِيْنَ "۔
4 - مکه مکرمه شھر کا امن وامان حضرت ابراھیم علیه السلام کی دعا ھے، جنہوں نے کھاتھا: "رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا" اور یه دعا قبول ھوئی : "وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ "۔
5 - انسان تخلیق میں تمام دیگرمخلوقات سے افضل ھے :" لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ " .
6 - الله تعالی انسان کی ابتدا اور انتھا پر قادر ھے: " خَلَقْنَا ..... رَدَدْنٰهُ "۔
7 - انسان کی اصل تخلیق میں پستی نھیں ھے، اس کا زوال زندگی کے مراحل غلط طریقے سےطے کرنے سے ھوتاھے، " لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝٥ "۔
8 - انسان مخلوقات میں سب سے برتر ھے، مگراس کا گرنابھی تمام موجودات سے پست ترہوتاھے: اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ.... اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ" (جیساکه دوسر ی آیات

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں فرماتے ھیں: "اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ ہُمْ اَضَلُّ ۰ " .
9 - ایمان اور عمل سے دوری پستی میں گِرنے کا سبب ھے، اور ایمان هرقسم کی پستی اور نزول سے دوری کا ذریعه ھے:" رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ.... اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ".
10 - گوکه خدا انسان کا خالق ھے اور وہ اپنی مخلوق کے ساتھ جس طرح چاھے معامله کرنے کا حق رکھتاھے، لیکن وہ انصاف پرمبنی حکم کرتاھے، اور بهترین فیصله کرنے والا ھے " اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ".

پھل اور میوہ جات کا ذکر قرآن کریم میں

زمین سے اُگنے والے تمام پودے هرلحاظ سے اهم ھیں، اور خدا کی عظمت کی واضح نشانیاں ھیں۔
قرآن کریم میں پودوں کو "نبات" کے نام سے "20" سے زیادہ مرتبه ، درختوں کو "شجر" کے نام سے "20" گنا زیادہ ، پھلوں کو "فاکهة اور ثمرة" کے عنوان سے "30" سے زیادہ مرتبه ، اور اناج کو "حبّ" کے نام سے "9" اور نباتات کو "قضب اور بقل" کے نام سے دوبار ذکر کیا گیاھے۔
انار "رُمَّان" کا لفظ تین مرتبه قرآن کریم میں ذکر کیا گیاھے، (سوره انعام ایت : 99، اور 141، سوره رحمن : 68).
انجیر "تین" کا نام ایک ھی مرتبه قرآن کریم میں ذکر کیاگیاھے، وہ سوره " تین" آیت"1" میں ، انجیر مضبوط ترین پھلوں میں سے ایک ھے ، یا یوں کهه سکتے ھیں که انجیر ایک بهترین غذا ھے، جسے انسان کسی بھی عمر میں استعمال کرسکتاھے، انجیر بچوں، کھلاڑیوں اور کمزور یا بوڑھے افراد کے لیے قدرتی میٹھے کے طور پر استعمال کیا جاسکتاھے، وہ اپنی غذائیت کے لیے انجیر کا استعمال کرسکتےھیں۔
کهاجاتاھے که: "افلاطون" انجیرکو اس قدر پسند کرتاتھا که بعض لوگ اسے یعنی انجیر کو فلاسفروں کا دوست کهتے تھے۔
سقراط انجیرکو فائدہ مند مادوں کو جذب کرنے اورجسم سے نقصان دہ جراثیم اور بیکٹیریا کو دور کرنے والا سمجھتاھے۔
"جالینوس" نے پهلوانوں کے لیے انجیر کی ایک خاص خوراک رکھی تھی، رومی اور یونانی پهلوانوں کو بھی انجیر دیا جاتاتھا۔
علماء کا کهناھے که انجیر مختلف وٹامنز سے بھر پور هوتی ھے، اور بهت سی بیماریوں کے لیے اسے دوا کے طور پر استعمال کیا جاسکتاھے، خاص طور پر جب انجیر اور شهد کو برابر ملاکر پی لیاجائے تو یه معدے کے السر کے لیے بهت مفید ھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

خشک انجیر کھانے سے یاد داشت مضبوط ھوتی ھے، اور انجیر میں جو معدنی عناصرہیں وہ جسم اور خون کو متوازن رکھتے ھیں ، انجیر کسی بھی عمر کے افراد کے لیے غذا ھے، اور کسی بھی موسم ، اور ماحولیاتی حالات کے لیے غذا ہے۔
"عنب" انگور کا پھل ، واحد اور جمع کی صورت میں "عنب اور اعناب" قرآن پاک میں انگور کا ذکر دس مرتبہ آیاھے، (سورہ رعد آیت : 4، سورہ نحل آیت : 11 ، اور سورہ یس : 34، سورہ نحل آیت : 67، سورہ اسراء آیت 32 ، کہف : 42) .
کھجور "رطب" کھجور کا درخت، (نخل،نخیل،نخلة) نخل اور نخیل کا لفظ قرآن عظیم الشان میں "20" مرتبہ آیا ھے، (سورہ رعد: 4 ، سورہ انعام : 99 ، سورہ ق : 10 ، سورہ انعام آیت : 141 ، سورہ یس آیت: 34) .
قثاء کھیرا بنی اسرائیل کے قصہ میں مذکور ھے کہ وہ ایک کھانے سے سیر نہ ھوئے اور موسی علیه السلام سے دیگرسبزیوں کے ساتھ کھیرا بھی مانگا (سورہ بقر آیت : 61) .
"زیتون" کا نام قرآن پاک میں "6" مرتبہ آیا ھے، ایک اس کا ذکر براہ راست اس درخت کی طرف اشارہ ھوا جو کوہ سینا پر اگتاھے، اور اس سے تیل پیدا ھوتاھے، (اس کا ذکر سورہ مؤمنون آیت : 20 میں) اس طرح زیتون کے درخت کا نام دوبار اکیلے اور پانچ بار دوسرے پھلوں جیسے : کھجور، انار، انگور اور انجیر کے ساتھ استعمال ھواھے، قرآن عظیم میں زیتون کے درخت کو خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتایا گیاھے جو سورہ نحل کی آیت "11" میں بیان ھوئی ھے، اور زیتون کے درخت کا برکت والے پھلوں میں ذکر ھواھے (سورہ نور آیت : 35) .
اسی طرح الله نے تعالی زیتون کے درخت کی قسم کھائی ھے (سورہ نور آیت : 35)۔
طَلْحٍ "کیلا" ، کیلے کا ذکر قرآن پاک میں ایک بار آیا ھے کہ جنتی اس کیلے کے درخت سے کھائیں گے، جس کا پھل ایک دوسرے کی اوپر ڈھیر ھوگا، (سورہ واقعه آیت : 29)۔
البته قرآن کریم کے اکثر مفسرین "طلح" کوکیلے کا درخت سمجھتے ھیں، لیکن فاروقی اسے (عصارہ) کھتے ھیں۔
پیاز "بصل" بنی اسرائیل کے قصے میں پیاز کا ذکر ھے کہ وہ ایک قسم کا کھانا کھاتے تھے، وہ مطمئن نہ ھوئے اور انھوں نے موسی علیه السلام سے پیاز مانگی (سورہ بقرہ آیت: 61) .

(c) ketabton.com: The Digital Library

"فوم" لهسن قرآن کریم اور بنی اسرائیل کے واقعه میں حضرت موسی علیه السلام سے لوگوں کے مطالبات میں لهسن بهی شامل تها، (سوره بقره آیت : 61)۔
"منّ" ترنجبین قرآن کریم میں تین مرتبه " مَنَّ" کا ذکر هواهے، بنی اسرائیل کو عطاکی گئی نعمت کے طور پر (سوره بقره آیت: 57، سوره اعراف آیت :16 ، سوره طه: 80)۔
"کافور" کا لفظ قرآن کریم میں تین بار وه بهی سوره "الدهر آیت :5 " میں استعمال هواهے (سوره انسان: 5)۔
"زنجبیل" ادرک ، ایک بار قرآن کریم میں استعمال هواهے، اور اسے جنتیوں کا مخلوط مشروب کهاهے (سوره انسان: 17) ۔
"عدس" دال ، قرآن کریم اور بنی اسرائیل کے واقعه میں حضرت موسی علیه السلام سے ان مطالبات میں شامل تهی(سوره بقره آیت : 61) ۔
"یقطین" کدو کا ذکر قرآن پاک میں ایک بار سوره "صافّات" میں آیاهے، اور اس میں یوں بیان کیا گیاهے که الله تعالی نے حضرت یونس کو مچهلی کے پیٹ سے بچاکر ان کے سرہانے پر دریا کے کنارے کدو کی بیل اگائی تا که وه سورج کی تیز شعاعوں سے محفوظ رهیں ۔

جنت کے پهل اور باغات

ان آیات واحادیث میں اس بارے میں کوئی واضح اشاره نهیں هے که جنت میں کس قسم کےپهل دار درخت هیں، یه علم غیب کا حصه هے، هم صرف اتنا جانتے هیں که کتاب وسنت کے بعض شرعی نصوص کے مطابق جنت کے بعض پهلوں اور درختوں کے نام بتائے گئے هیں، جیسے: انار، کهجور، سیب وغیره یا بیری کے درخت۔
لیکن یه بات بهی ذهن نشین رهے که اهل جنت جو پهل چاهیں گے فراهم کیا جائے گا، کیونکه قرآن کریم میں ارشاد هے : "وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝٢٠ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝٢١ " (سوره واقعه)۔
یعنی : جس قسم کا پهل جسے وه جنتی چاهیں ، ان کے لیے بهترین اور خوبصورت شکل میں فراهم کیا جائے گا، اور انهیں هرقسم کے پرندوں کا گوشت مهیا کیا جائے گا، جووه چاهیں، جس طرح چاهیں، کباب بناکر یا پکا کر یا کسی اور طریقے سے ، اور "يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ۝٥٥ " (سوره درخان: 55) یعنی جنت میں وه جو پهل چاهیں گے، جس کا دنیا میں کوئی نام هے یا جس کی دنیا میں کوئی پهچان نهیں هے، جس کی مانند کوئی نهیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

هے وہ چاهیں گے بغیر کسی پریشانی اور مشقت کے ان کے لیے فورًا تیار هوجائے گا۔

اور فرمایا: "وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝۳۲ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝۳۳ " (سوره واقعه: 32- 33)

یعنی وہ دنیا کی پهلوں کے مانند نهیں هیں جو مخصوص اوقات میں نهیں مل سکتے اور مخصوص موسموں میں هی ملتے هیں، اور ان کا حاصل کرنا اور استعمال کرنا آسان هے اور کوئی شخص کسی بهی حالت میں ان تک رسائی حاصل کرسکتاهے، اور فرمایا: "اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۴۱ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۴۲ " یعنی: متقی لوگ مختلف سایه دار، سرسبز اور گهنے درختوں کے درمیان اور بهتے چشموں کے پاس هوں گے جو سلسبیل اور رحیق چشمے سے نکلتے هیں ، بهترین اور پاکیزه پهل جو وه چا هیں گے اور خواهش رکهیں گے ان کے لیے مهیا هوگا۔

اور فرمایا: "وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۝ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۝ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۝ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۝ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۝ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۵ " (سوره بقره : 25) ترجمه: اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رهے ان کو خوشخبری سنادو که ان کے لیے (نعمت کے) باغ هیں جن کے نیچے نهریں بهه رهی هیں جب انهیں ان میں سے کسی قسم کا میوه کهانے کو دیا جائے گا تو کهیں گے یه تو وهی هے جو هم کو پهلے دیا گیاتها اور ان کو ایک دوسرے کے هم شکل میوے دیے جائینگے اور وهاں ان کے لیے پاک بیویاں هونگی اور وه بهشتوں میں همیشه رهیں گے۔ اور جو پهل ان کے پاس لائے جائیں گے وه سب اچهائی اور خوبصورتی کے لحاظ سے ایک جیسے هوں گے، اور ان کے لیے پاکیزه بیویاں هوں گے، اور همیشه هوں گے۔

تفسیر سعدی میں هے که: جنت کے پهل خوبصورتی اور ذائقے میں یکساں هیں، اور ان میں کوئی خاص پهل نهیں هے، اور اهل جنت همیشه عیش وعشرت میں رهیں گے، وه همیشه پهل کها کر لطف اندوز هوں گے "وأتوبه متشَابِهًا"

بعض لوگ کهتے هیں که جنت کے پهل نام میں ایک جیسے هوں گے، لیکن ذائقے میں مختلف هوں گے، ایک گروه کهتا هے که ان کا رنگ ایک جیسا هوگا، لیکن نام میں فرق هوگا، کچه کا خیال هے که وه خوبصورتی اور لذت میں ایک جیسے هیں ، شاید یه بهترین قول هو۔

جب بهی ان پر کوئی نعمت پیش کی جائے گی، چونکه پهل دیکهنے میں ایک جیسے هوتے هیں، تو وه یه سمجهیں گے که یه پچهلے پهل جیسا هے، لیکن

(c) ketabton.com: The Digital Library

حقیقت میں ایسا نہیں ہوگا، ذائقه اور خوشبو میں منفرد خصوصیات ہوں گے، اور ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے، یه آیات بتاتی ہیں که مطلوبه پهلوں کی جنت میں کوئی حد نہیں ھے، اور یہاں تک که ایسے نئے پهل بهی ہوں گے جو دنیا میں موجود نہیں تهے .

جنت کے درختوں کے بارے میں ذکر کیاگیاھے : "وَأَصْحَٰبُ ٱلْيَمِينِ مَآ أَصْحَٰبُ ٱلْيَمِينِ ۝٢٧ فِى سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝٢٨ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ۝٢٩ " (سوره واقعه) یعنی : خوش نصیب لوگ، سعادت والے لوگوں کی حالت کیسی ھے: یعنی ان کی حالت بہت اچھی ھے ، "فِى سِدْرٍ مَّخْضُودٍ " وه بیری کے درختوں کے درمیان ہیں جن کے کانٹے ہٹالیے گیے اور کاٹے گئے ہیں، اور ان کی تکلیف ده شاخوں کی جگه پهل لگادیا گیاھے، بیری کے درخت میں بہت سے وسیع فوائد ہیں اور اس کے سایه کی خصوصیات ہیں انسان اس کے سایه میں سکون پاسکتاھے.

"وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ " طلح ایک درخت ھے جو صحرا میں اگتاھے ، اور اس کا پهل لذیذ اور مزیدار ہوتاھے .

ابن ابی الدنیا سالم بن عار سے روایت کرتے ہیں که : انهوں نے کہا: رسول الله صلی الله علیه وسلم کے اصحاب کهتے تهے که: الله کرے کوئی دیہاتی بنده آئے تاکه اس کے سوالات سے ہمیں فائده ہو، ایک دن ایک دیہاتی رسول الله صلی الله علیه وسلم کے پاس آیا اور کهنے لگا: یارسول الله صلی الله علیه وسلم : الله تعالی نے جنت میں ایک درخت کے بارے میں بتایاھے حالانکه وه تو وه تکلیف پہنچانے والاھے، اور میں نے نہیں سوچا تها که جنت میں کوئی پریشان کن درخت ھے، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: کونسا درخت؟ کہا: بیری کا درخت، اس درخت کے کانٹے ہیں، اس کا کانٹا تو پریشان کن ھے.

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: مگر رب تعالی نے فرمایا: "فِى سِدْرٍ مَّخْضُودٍ " (سوره واقعه:28) خدا نے اس کے کانٹے هٹاکر ان کی جگه پهل پیدا فرمایاھے، ایسا پهل اس درخت سے نکلتاھے که جو "72" رنگوں میں آتاھے، اور اس کا کوئی رنگ دوسرے سے مشابه نہیں ھے .

اور فرمایا:" وَهُوَ ٱلَّذِىٓ أَنشَأَ جَنَّٰتٍ مَّعْرُوشَٰتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَٰتٍ وَٱلنَّخْلَ وَٱلزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُۥ وَٱلزَّيْتُونَ وَٱلرُّمَّانَ مُتَشَٰبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَٰبِهٍ ۝" (سوره انعام : 141) . ترجمه: اور خدا هی توھے جس نے باغ پیداکئے مچانوں پر چڑهائے ہوئے بهی اور جو مچانوں پر نہیں چڑهائے ہوئے وه بهی اور کهجور اور کهیتی جن کے طرح طرح

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے ذائقے ھوتے ھیں اور زیتون اور انار جو (بعض باتوں میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ھیں اور بعض باتوں میں نھیں ۔
مختصر یه که جنت میں ھرقسم کے پھل ھیں ، جیسے : سیب ، کھجور، انگور ، انار ، زیتون وغیره، اور ھرقسم کے خوشبودار پھل اورپھول ھیں، ایک حدیث میں ہے کہ ، جنت میں ایسی چیزیں ھیں جو کسی آنکھ نےنھیں دیکھی ھیں، اور کسی کان نے نھیں سنیں، اور ان میں سے کچھ بھی کسی کی سوچ میں کبھی نھیں آسکتی، خداتعالی ھمیں وہ سب نصیب فرمائے ۔

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورۃ العلق

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کی "19" آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام "علق" رکھنے کی وجه اس کی دوسری آیت هے، اسی طرح اس سورت کو "اقرأ" اور "قلم " بھی کها جاتاهے، کیونکه الله تعالی نے اپنے فرمان "اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَۚ‏ ۱ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍۚ‏ ۲ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُۙ‏ ۳ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِۙ‏ ۴ " سے اس کا آغاز کیاهے۔

یه سوره آسمان اور انسان کے درمیان تقریبًا چھ صدیوں (حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کی درمیان کا زمانه) کے بعد پهلا رابطہ هے اور اسی ربط سے زمین پر بڑی بڑی تبدیلیاں رونما هوئی هیں، اور انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی اس میں، خصلتوں، مزاجوں، فطرت اور عادات میں هونے والی تبدیلیاں متعین ہوتی ہیں ۔

یه بات قابل ذکر هے که اس سورت کی ابتدا قرآن مجید کی پهلی نازل شده آیات هیں، لیکن اس سورت کا بقیه حصه رسول الله صلی الله علیه وسلم کی قریش میں دعوت کی اشاعت اور اس دعوت کے خلاف ان کی تحریکوں کے بعد نازل هوا۔

سوره علق کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

یه وه پهلی سورت هے جس کی پهلی پانچ آیات مکه میں بنی اکرم صلی الله علیه وسلم کے قلب اطہر پر نازل هوئیں، سوره "علق" جسے سوره " اقرأ" کے نام سے بھی جانا جاتاهے، مکی سورتوں میں سے ایک هے، اس سورت میں ایک (۱) رکوع، انیس (۱۹) آیتیں، تہتر (۷۳) الفاظ، ایک سوستانوے (۱۹۷) حروف اور ایک سو پچیس (۱۲۵) نقطے هیں۔

(قرآن کی سورتوں میں حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے سوره" طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں).

(c) ketabton.com: The Digital Library

سوره علق اور سوره تین میں ربط ومناسبت

سوره تین میں انسان کی منفرد اور خوبصورت تخلیق کا حواله دیاگیاھے، اور انسان کی تخلیق علق اور اس کی تخلیق کے ماده سے بحث کی گئی ھے، یه سورت ابدی دنیا کی حالت بھی بتاتی ھے، جو پچھلی سورت کا اعاده کرتی ھے (آیات متبرکه : ۵ اور ۷).

ملاحظه

سورع علق کی (۱۹) انیسویں آیت میں سجده تلاوت ھے، آپ اسی تفسیر کی

سوره النجم میں سجده تلاوت کے حکم کے بارے میں تفصیلی معلومات پڑھ سکتے ھیں۔

سوره علق کے مشتملات

مفسرین کی اکثریت کی رائے یه ھے که اس سورت کے مشتملات سے یه بات واضح ھوتی ھے که یه سورت پهلی وحی ھے جو رسول الله صلی الله علیه وسلم پر نازل ھوئی۔

شروع میں وه حضور صلی الله علیه وسلم کو پڑھنےاور تلاوت کرنے کا حکم دیتی ھے، اور پھر انسان کی تخلیق کے بعد خون کے ایک حقیر لوتھڑے کے بارے میں بات کرتی ھے، اور انسان کی تکمیل کے بعد اگلے مرحلے میں وه خدا کے فضل ورحمت کی روشنی میں علم، دانش اور قلم سے اس کی واقفیت کے بارے میں بحث کرتی ھے ، اگلے مرحلے میں، وه ناشکرے انسان جو خدا کی تمام نعمتوں اور دی ھوئی عزت کے باوجود سرکشی اور نافرمانی کا راسته اختیار کرتا ھے کے بارے میں بات کرتی ھے ۔

آخر میں ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب کی طرف اشاره کرتی ھے جو لوگوں کی ھدایت اور نیک کاموں میں رکاوٹ بنتے ھیں، سجدے کے حکم اور بارگاه الهی میں تقرب حاصل کرنے کےحکم کے ساتھ سورت کا اختتام ہوتاھے۔

مجموعی طورپر سوره علق کے موضوعات کا پورا خلاصه درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتاھے

1 - وحی کے نزول کا آغاز بنی صلی الله علیه وسلم کی خاتم (مهر) پر ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - وحی کے نزول کا آغاز بنی صلی الله علیه وسلم کی خاتم (مهر) پر .

3 - بدبخت ابوجهل کا قصه اور نبی صلی الله علیه وسلم کونماز پڑھنے سےمنع کرنا.

4 - سوره علق کانبی کریم صلی الله علیه وسلم پر الله تعالی کے فضل اور رحمت کے بیان کے ساتھ آغاز هوتاهے، سورت کے شروع میں الله تعالی همیں یاد دلاتاهے که یه قرآن یعنی: " ابدی معجزه" ان پر نازل کیاهے، جب که وه "غار حرا" میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول تھے "اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ۝۱ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ۝۲ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۙ۝۳ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ۝۴ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ۝۵ " اس کے بعد وه اس دنیا میں انسان کی سرکشی اور طغیان پر بحث کرتی هوئی کہتی هے که جب بھی انسان کے پاس طاقت اور دولت هوتی هے تو وه خدا کے حکم کی نافرمانی کرتاهے، اور اپنے پاس موجود نعمتوں اور دولت کی وجه سے وه سرکشی میں پڑجاتاهے، حالانکه برعکس ان نعمتوں کے جو خدا نے اپنے فضل اور مهربانی سے اسے عطاء کی هیں اس کا شکر اداکرنا چاهیے، نه که اس کی نعمتوں کا انکار کرے، اسی طرح یہ سورت آخرت کے انعامات کے حصول کے لیے الله کی طرف لوٹنے کی یاد دہانی کرواتی هے: "كَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی ۙ۝۶ اَنۡ رَّاٰهُ اسۡتَغۡنٰی ؕ۝۷ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجۡعٰی ؕ۝۸ ".

اس کے بعدیه سورت اس امت کے فرعون ابوجهل کا واقعه زیربحث لاتی هے، که نبی صلی الله علیه وسلم کو ڈرایا کرتاتها، اور بتوں کی مدد ونصرت کی خاطر پیغمبر کو نماز قائم کرنے سے روکتاتها، "اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡهٰی ۙ۝۹ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی ؕ۝۱۰" سوره کے آخر اور اختتام پر اس بدبخت کافر کو دهمکی دی گئی هے که اگر اس نے اپنی گمراهی اور سرکشی جاری رکھی تو اسے سخت سزادی جائے گی، اور اس نے رسول الله صلی الله علیه وسلم کوبھی هدایت کی که اس مجرم اور گنهگار کے ڈرانے اور دهمکانے پر کان نه دهریں، "كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَهِ ۬ۙ۝ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ۙ۝۱۵ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ۝۱۶ فَلۡیَدۡعُ نَادِیَهٗ ۙ۝۱۷ سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَةَ ۙ۝۱۸ كَلَّا ؕ لَا تُطِعۡهُ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ ۩۝۱۹ " جیسا که هم نے ذکر کیاکه سوره مبارکه قرآن پڑھنے اور سیکھنے کی دعوت سےشروع هوتی هے، دعا اور عبادت کی وصیت وسفارش پرختم هوتی هے، تاکه علم کو عمل کے ساتھ ملایاجائے، ابتداء

(c) ketabton.com: The Digital Library

اورانتهاء متواتر، منظم اور ایک جیسے رهیں۔

تاریخ اسلام میں وحی کا آغاز

عالم اسلام کے اکثر مفسرین اس بارے میں متفق الرأئے هیں که: سوره علق کی ابتدائی آیات هی پهلی نازل هونے والی وحی هے: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ۵ " (سوره علق آیات: 1 تا 5)

امام احمد رحمة الله علیه کهتے هیں که عبدالرزاق اور معمربن زهری نے عروه سے انهوں نے عائشه رضی الله عنها سے روایت کیا هے که انهوں نے کها: سب سے پهلے چیز جو نبی صلی الله علیه وسلم پرنازل هوئی وه نیند میں ایک سچے خواب کی صورت میں تهی، آپؐ جب بهی رات کو کوئی خواب دیکھتے وه صبح کی روشنی کی طرح سچ ثابت هوتا، اس مرحلے کے بعد آپؐ نے تنهائی پسند کی ، غار حرا میں الگ تهلک اور تنها رهتے اور کئی راتوں تک عبادت کرتے رهتے، اپنا زاد راه اور توشه تیارکرکے اس خلوت میں اپنے ساتھ لے جاتےتهے۔

اس کے بعد خدیجہؓ کے پاس آتے اور دوسری راتوں کے لیے دوباره اپنا زاد راه اور توشه لے کرجاتے، یهاں تک که جب وه غارحرا میں تهے، حق اورسچ ان تک پهنچ گیا، فرشته آپؐ کے پاس آیا اور پڑهنے کو کها، آپؐ نے کها که مجهے پڑهنا نهیں آتا، پیغمبر صلی الله علیه وسلم فرماتے هیں که: فرشتہ نے مجهے پکڑ کر سینے سے لگایا اور بهینچا، یهاں تک میں تهک گیا، اور بے بس تها ، میرے اندر توانائی نه رهی، پهر اس نے مجهے چهوڑدیا اور کها: پڑهو: میں نے کها مجهے پڑهنا نهیں آتا، اس نے دوسری بار مجهے پکڑ کر بهینچا، یهاں تک که میں تهک گیا، بے بس هوگیا اور مجه میں طاقت نهیں رهی، پهر مجهے چهوڑدیا اور کها: پڑهو: میں نے کها: مجهے پڑهنا نهیں آتا، پهر اس نے مجهے تیسری بار پکڑ کر دبایا اور جهنجوڑا، یهاں تک که میں تهک گیا، بے بس هوگیا، اور مجه میں توانائی نه رهی، پهر کها: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ۵ " (اے محمد ! پڑهو جو تم پرنازل هواهے، اس کی شروعات کرو) پڑھ اپنے پروردگار کا نام لے کر، جس نے (جهاں کو پیداکیا) انسان کو خون کے لوتهڑے سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم هے، (آپ کے خیال

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے ان عظمتوں اور احسانات کے بعد جو آپ دیکھیں گے کہ تلاوت کی تعلیم ان کے سامنے سادہ اور معمولی ھے) وہ جس نے علم سکھایا قلم سے، (انسانوں کو بہت ساری چیزیں سکھائیں) آنحضرت صلی الله علیه وسلم ان آیات کے ساتھ اس حالت میں گھر لوٹے کہ آپ کا جسم کانپ رھاتھا، جب خدیجه کے پاس پهنچے تو کہا: "زمّلونی زمّلونی" (مجھے ڈھانپو، مجھے ڈھانپو) ان کو ڈھانپا گیا یہاں تک کہ خوف دور هوگیا، پھر فرمایا: "یاخدیجہ مالی" اے خدیجه ! مجھے کیا هوا ھے، خدیجه کو آپؐ نے اس واقعه سے آگاہ کیا، فرمایا: "قَدْخَشِيْتُ عَلىٰ نَفْسِی" میں درحقیقت اپنے آپ پر ڈرگیاتھا۔

خدیجه نے کہا: کبھی نہیں ، کبھی نہیں! خوشخبری هو آپ کو، الله کی قسم ! الله تعالی آپ کو کبھی ذلیل نہیں کرے گا، کیونکه آپ رشته داری کا خیال رکھتے هیں، اور صله رحمی بھی بجالاتے هیں، آپ سچے هیں اور سچ بولتے هیں ، آپ درد مندوں کی داد رسی کرتے هیں، اور محتاجوں کی مدد کرتے هیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور خدا تعالی کی طرف سے آئی هوئی آفات اور حوادث کے موقع پر آپ دوسروں کے مددگار بن جاتے هیں۔

پھر خدیجه رسول الله صلی الله علیه وسلم کو ورقه بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی کے پاس لے گئیں۔

ورقه خدیجه کے چچا کا بیٹا تھا، زمانه جاهلیت میں عیسائی هوگیاتھا ، انجیل کی کتابوں کو عبرانی زبان سے عربی میں منتقل کرتاتھا، بوڑھا اور اندھا هوگیاتھا، خدیجه نے اس سے کہا: اے چچا کے بیٹے ، اپنے بھائی کے بیٹے کی باتیں سنو، ورقه نے کہا: اے چچا زاد بھائی تم کیا دیکھتے هو ؟ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے جو کچھ دیکھا اسے بیان کیا، ورقه نے کہا: یه وهی راز دار تھے جسے جبرئیل کهتے هیں، جو موسی علیه السلام کے پاس آیا کرتے تھے، کاش میں اس وقت جواں هوتا، کاش میں اس وقت زنده هوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی، آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "أوَمُخرِجِيَّ هُم؟" (کیا وہ مجھے نکالیں گے؟) ورقه نے کہا کہ: هاں! کوئی آدمی کبھی ایسی چیز نہیں لایا جو تم اپنے ساتھ لائے هو، سوائے اس کے کہ اس سے دشمنی هوکی گئی ھے، اگر میں زنده رھا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا، لیکن کچھ عرصه نهیں گذرا تھا کہ ورقه وفات پاگئے....الخ یه روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں زهری سے منقول ھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

آیت: "اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ... " دراصل نبی صلی الله علیه وسلم کی بعثت کا آغاز تھا، علامه مبارکپوری کتاب "الرحیق المختوم" میں لکھتے ھیں که: مختلف قرائن، شواھد اور دلائل کو جانچ کر ھم 21 رمضان المبارک بروز پیر کی شام به مطابق سنه 10 عیسوی کو نبی صلی الله علیه وسلم کی یوم ولادت کا متعین کرسکتے ھیں، که اس وقت ٹھیک چالیس قمری سال ، چھ ماہ اور باره دن آپ کی باعزت زندگی گذرچکی تھی، جو که 39 شمسی سال اور 2 ماه اور بیس دن کے برابر ھے۔

اسی طرح وه آگے لکھتے ھیں: سیرت نگاروں میں نبی صلی الله علیه وسلم پر خدا کی طرف نبوت اور وحی بھیجنے کے پهلے مهینے کے تعین کے بارے میں بهت زیاده اختلاف پایا جاتاھے، بهت سے سیرت نگاروں کی رائی ھے که یه ربیع الاول کا مهینه تھا، ا ن میں سے ایک اور گروه کا خیال ھے که یه رمضان کامهینه تھا۔

بعض نے یه بھی کهاھے: یه رجب کا مهینه تھا، ھم نے ترجیح دی ھے که یه رمضان کا مهینه تھا، اور یہ اس آیت شریفه کی وجه سے ھے: "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ " اور دوسری آیت مبارکه فرماتی ھے: "إِنَّآ أَنْزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١ " که شب قدر رمضان کے مهینے میں ھی ھے، اور شب قدر وھی رات ہے جس کے بارے میں الله تعالی سوره دخان آیت : 3 میں فرماتاھے، "إِنَّآ أَنْزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ۝٣" (سوره الدخان: 3) ۔

نیز اس دلیل کی بنیاد پرکه نبی صلی الله علیه وسلم غار حرا میں رمضان میں قیام فرمایا، اور جبرئیل علیه السلام کے نزول کا واقعه بھی اسی مهینے میں پیش آیا، جیساکه سب جانتے ھیں ، جولوگ یه کهتے ھیں که رمضان کے مهینے میں وحی کانزول ھواھے، وه بھی اس دن کے صحیح تعیین کے بارے میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ھیں، اس سلسلے میں مختلف روایات موجود ھیں بعض نے ساتواں دن کها، بعض سترھویں اور بعض نے اٹھارواں کهاھے۔

ابن اسحاق اور بعض دوسرے سیرت نگاروں کا خیال ھے که یه دن 17 رمضان کا دن تھا، تا ھم ، ھم نے ترجیح دی ہے که یه 21 واں دن تھا، اس دلیل کے بنیاد پر که تمام سیرت نگار یا ان میں سے اکثر اس بات پر متفق ھیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم پیر کے دن مبعوث ھوئے، جیسا که خود آنحضرت صلی الله علیه وسلم نے فرمایاکه : "فيه ولدت وفيه انزل علي"اور دوسری

(c) ketabton.com: The Digital Library

روایت میں ہے : "ذاك يوم ولدت فيه و يوم بعثت او انزل على فيه (صحیح مسلم، جلد 1، صفحه 368؛ مسند احمد، جلد 5، صفحه 297، 299؛ بيهقي، جلد 4، صفحه 286، 300: حاکم نيشابوري، جلد 2، صفحه 62) " وه رمضان کا مهینه پیر کا دن ساتویں تاریخ تھی، اسی طرح چودھواں ، اکیسواں اور اٹھائیسواں بھی موافق آتاھے، صحیح احادیث کے مفهوم کے مطابق شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرےمیں ایک رات ہے ۔

اگر اس آیت کریمه میں جو مذکور ہےکه : "اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ ۝۳ " ابوقتاده کی روایت که: آنحضرت کی بعثت پیر کے دن هوئی تھی، ایک ساتھ جمع کرلیں، اسی طرح تقابلی کلینڈر کے مطابق جو اس سال رمضان کے دنوں کے ساتھ پیر کی مطابقت کا تعین کرتاھے، همارے لیے یه بات یقینی هے که رسول الله صلى الله عليه وسلم کی بعثت 21 رمضان المبارک کی رات کو تھی۔

سورت کے عمومی اور بنیادی مقاصد

1 - انسان کی توجه الله کی طرف هو، جورب ، خالق ، عزت والا، سکھانے والا اور جهالت کے پردے هٹانے والاھے۔

2 - انسان کی توجه اس بات کی طرف هوکه الله تعالی نے اسے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیاھے، اور وه رب العزت کی ربوبیت کے ماتحت هے، اور علم ومعرفت کا علمبردار هے ، اور جب وه خود کو حاجتمند نه سمجھے اور بے پروا پائے تو فساد اور سرکشی کرتاھے ۔

3 - اس بات پر توجه دینا که هرچیز الله کی طرف لوٹتی هے، هرچیز کی ابتدا اور تکمیل اسی کے هاتھ میں هے۔

4 - انسان کو اس کے فرائض سے آگاه کرنا که اس کی تلاوت بلکه اس کے تمام اعمال بھی خدا کے نام اور هدایت کی راه میں هوں، اور تقوی کا حکم دے، حق کے ساتھ جنگ نه کرے اور اس سے منه نه پھیرے اور جان لے که خدا اسے دیکھ رهاهے، (اور وه خدا کے محضر اور سامنے هے)۔

5 - اور اس بات کی طرف توجه دلاناکه خدا چاهتاهے که هم ظالموں اور فاسقوں کی پیروی نه کریں، اور خدا کے بندے اسی کے مطیع هوں، اور اس کے قریب هونا چاهتے هوں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة العلق

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ۲ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ۳ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ۴
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ۵ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤىۙ۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰىؕ۷ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰىؕ۸
اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰىۙ۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰىؕ۱۰ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤىۙ۱۱ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰىؕ۱۲ اَرَءَیْتَ اِنْ
كَذَّبَ وَ تَوَلّٰىؕ۱۳ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰىؕ۱۴ كَلَّا لَىٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ۬ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِۙ۱۵ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ
خَاطِئَةٍۚ۱۶ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗۙ۱۷ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَۙ۱۸ كَلَّاؕ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ۠۱۹

سورت کا ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ۱	اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ۲	اس نے انسان کو ایک جمے هوئے خون سے پیدا کیا
اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ۳	پڑھ اور تیرا رب سب سے زیادہ کرم والاھے
الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ۴	وہ خدا جس نے قلم کے ساتھ (انسان کو کچھ چیزیں) سکھایا
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْؕ۵	اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نهیں جانتاتھا
كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤىۙ۶	هرگز نهیں، بیشک انسان یقینًا حد سے نکل جاتاھے
اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰىؕ۷	اس لیے کہ وہ خود کو دیکھتا ھے کہ غنی هوگیاھے
اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰىؕ۸	یقینا تیرے رب هی کی طرف لوٹنا ھے
اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰىۙ۹	کیا تونے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتاھے
عَبْدًا اِذَا صَلّٰىؕ۱۰	ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتاھے (ایسا روکنے والا عذاب الهی کا مستحق نهیں ھے؟)
اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤىۙ۱۱	کیا تونے دیکھا اگروہ هدایت پرهو
اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰىؕ۱۲	یا اس نے پرهیزگاری کا حکم دیا هو

(c) ketabton.com: The Digital Library

اَرَءَيۡتَ اِنۡ كَذَّبَ وَتَوَلّٰىؕ‏ ﴿۱۳﴾	کیا تونے دیکھا اگر اس (منع کرنے والا) نے جھٹلایا اور منه موڑا
اَلَمۡ يَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰىؕ‏ ﴿۱۴﴾	تو کیا اس نے یه نه جانا که یقینًا الله دیکھ رهاهے
كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِۙ‏ ﴿۱۵﴾	هرگز نهیں، یقینًا اگر وه باز نه آیا تو هم ضرور اسے پیشانے کے بالوں سے گھسیٹیں گے
نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍۚ‏ ﴿۱۶﴾	یعنی اس جھوٹی خطا کار پیشانی کے بال
فَلۡيَدۡعُ نَادِيَهٗۙ‏ ﴿۱۷﴾	پس وه اپنے یاروں کی مجلس کو بلالے
سَنَدۡعُ الزَّبَانِيَةَۙ‏ ﴿۱۸﴾	هم عنقریب جهنم کے فرشتوں کو بلالیں گے
كَلَّا ؕ لَا تُطِعۡهُ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبْ ۩‏ ﴿۱۹﴾	هرگزنهیں، اس کا کهنا مت مان اور سجده کر اور بهت قریب هوجا

سورت کی تفسیر

محترم قارئین:

آیات مبارکه "1 تا 5" تک انسانی تخلیق کی حکمت اور اسے لکھنا پڑھنا سکھانےجیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی هے .

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَۚ‏ ﴿۱﴾	اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا

یه الله تعالی کا نبی صلی الله علیه وسلم سے پهلا خطاب هے، اور اس میں پڑھنے لکھنے اور علم حاصل کرنے کی طرف بلانا بھی شامل هے، کیونکه یهی اسلام کا نصب العین هے، اسلام کی امتیازی صفات میں سے ایک یه بھی هے که اس نے اپنی دعوت کا آغاز پڑھنے، علم اور قلم سے کیا، یعنی اے محمد ! (اپنے رب کا نام لےکرپڑھ جس نے پیدا کیا)، (اے محمد ! جوکچھ آپ پر نازل کیا گیاهے اسے پڑھو) اور اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے (سارے جهاں) کو پیدا کیاهے، پڑھ کیونکه پڑھنے سےعلم اور معرفت حاصل هوتی هے، اور رب کی عبادت کی توفیق نصیب هوتی ، اور الله کے نام سے برکتیں اور کامیابیاں ملتی هیں۔

کتنی خوبصورت بات هے که اسلام کے مقدس دین کے پهلے آسمانی حکم میں همیں اس خصورتی کے ساتھ ثقافتی حکم ملتاهے، اس لوح اور تختی کا پڑھنا

(c) ketabton.com: The Digital Library

جو پهلی بار بنی صلی الله علیه وسلم کے سامنے کهولی گئی، جوکه باقاعده لکهی هوئی تهی۔

اسی طرح "اقرأ " کے حکم میں یه اهم نکته هے که جوکچه تجه پرنازل کیا جائے گا وه پڑهنے کا بهی هے نه که صرف سمجهنے کا ، اس کے نام پر پڑه جس نے آپ کی مصلحتوں اور منفعتوں کا خیال رکها، یه تعبیر زیاده الفت او محبت پر دلالت کرتی هے اور اطاعت کے لیے زیاده رغبت دیتی هے۔

اسی طرح "اقرأ" کے حکم میں یه اهم نکته بهی هے که جو کچه آپ پر نازل کیاجائے گا وه صرف پڑهنے کا نهیں سمجهنے کا بهی هے۔

جی هاں! پڑه اس کے نام پر جس نے تجهے پیدا کیا، تو الله سبحانه وتعالی اپنے آپ کو اس صفت کے ساته همارے سامنے بیان کرتاهے تا که همیں تخلیق کی نعمت یاد دلائی جائے ، کیونکه تخلیق کی نعمت سب سے بڑی اور پهلی نعمت هے۔

یعنی : اے پیغمبر پڑه خدا کے نام سے جس نے تجهے پیدا کیا، اگرچه اس سے پهلے آپ نه پڑهنا جانتے تهے اور نه لکهنا، کیونکه کائنات کو بنانے والی ذات اس پر بهی قادر هے که آپ میں پڑهنے کی صلاحیت پیدا کردے۔

"الّذی خلق" یهاں صفت تخلیق ذکر کرنے کی حکمت شاید یه هوکه جس طرح مخلوقات پر تخلیق کا انعام اور احسان هواهے، توگویا اسے سب سے پهلا تحفه اور انعام یهی دیاگیاهے ، یهاں خلق کا "مفعول" یعنی جو چیز تخلیق کی گئ هے اس کا ذکر نهیں کیا گیاهے، بلکه اس کی طرف اشاره کیا گیاهے که تمام کائنات اس کی تخلیق هے ۔

الله تعالی اس مبارک سورت کا آغاز "أقرأ" (پڑهنے) سے کرتاهے ، لیکن قرآن کا ذکر نهیں کرتا، علماء کے نزدیک اس آیت میں لفظ قرآن کا ذکرنه کرنے کی مندرجه ذیل دو وجوہات هیں:

1 - آیت کا عمومی معنی قرآن هے، انداز بیان کے اسلوب کے مطابق هروه چیز جو واضح هو اس کا نام نهیں لیاجاتا۔

2 - یه علم جو "اقرأ" سے شروع هوتا هے، اس میں هردینی علم به شمول حدیث، فقه اور تمام عصری علوم مراد هیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

پڑھو اپنے رب کے نام سے! الله تعالی اپنے پیغمبر کو حکم دیتاھے که اپنے پڑھنے کی ابتداء بخشنے والے مهربان رب کے نام سے کرے، الله تعالی انسان کے جسم اور روح دونوں کو بڑھا تاھے، (رَبِّک کا لفظ دو لفظوں "خَلَقَ" اور "اقرأ" کے درمیان آیاھے) "اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ " ۔

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ‌ۚ ○۲	اس نے انسان کو ایک جمے هوئے خون سے پیدا کیا

پھر دوسری مخلوقات کی تخلیق کے زمرے میں خاص طورپر انسان کی تخلیق کا ذکر کیا اور فرمایاکه : اس نے انسان کو ایک جمے هوئے سخت خون سے پیدا کیا، اور اس کے لیے منصوبه بندی کی اسے چاهیے که امر اور نهی کرے، اور یه امر ونهی انبیاء کے بهیجنے اور کتابیں نازل کرنےسے هوتاهے ۔

"خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ " انسان کو آدم کی نسل سے پیدا کیا، انسانی تخلیق کی خصوصیت ، خدا کی خاصیت هے، اس نے انسان کو ایک چھوٹے اور بے وقعت نطفے سے پیدا کیاهے، آدم کو مٹی سے، انسان اور نسل انسان کو جمے هوئے خون سے۔

"مِنۡ عَلَقٍ " جمے هوئے خون سے پیدا کیا، یه اسم جمع هے، اس کا واحد "علقه" هے، جو گاڑھےاور جمے هوئے خون کا وه ٹکڑا جو نطفے میں چالیس دن گزارنے اور نشو ونما کے بعد "علقه" میں بدل جاتاهے، جو بچه دانی کے جهلی پر چپک جاتاهے، اور پھر چالیس دن کا دوسرا مرحله اس پر گزرتاهے جو تیارهوکر "مضغه" بن جاتاهے، رب کی مرضی اس کی تخلیق میں کار فرماہوتی ہے کہ ، یاتو اسے پیدا کرتاهے، یا گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں اسے رحم سے ساقط کر دیتاهے ، (یعنی یا تو بچہ صحیح سلامت دنیا میں آتاہے یا پھرساقط ہوجاتاہے۔

معجزه خلقت

الله سبحانه وتعالی نے انسانی جنس کو منفرد شکل وصورت میں خوبصورت اور دوممتاز چیزوں سے پیدا کیاهے:

الف: بیضه (انڈا ابتدائی شکل میں) جنسی خلیه والے انڈے جو ابھی تک استعمال نهیں هوئے ہوں یعنی مرد کے خلیے سے نهیں ملے)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ب: اسپرم (نرکا جنسی خلیه جو خصیه میں بنتاھے، اور منی پرفوّارے کی طرح گرتاھے جو که انڈے کو مفید بناسکتاھے (Spermatozoa) منی یعنی مردانه نطفے سے .

ان لاتعداد جنسی خلیوں میں سے عورت کے رحم میں ایک خلیہ انڈیل دیاجاتاھے ، اور وه خلیہ ایک نیا وجود بنانے کا اپنا کام پورا کرنا شروع کردیتاھے، پھر حمل کی ایک خاص مدت کے بعد انسان کی پیدائش هوتی ہے"فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ" یه آیت مبارکه رسول الله صلی الله علیه وسلم سے مخاطب هے که جس رب نے آپ کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا وه آپ کو اَن پڑھ سے پڑھنے والا بھی بناسکتاھے یه اس کے لیے کوئی مشکل کام نهیں هے۔

تخلیق کا جوھر اهم مگر یه که انسان کو جمے هوئے خون سے پیدا کیا، زیاده اهمیت کا حامل هے، یهی وجه هے که انسان مخلوقات کے گلشن کا پھول هے ، اگروه اپنی قدر جان لے تو وه فرشتوں سے بھی اوپر هے، اگر خود کو نه پهچانے تو جانوروں سے بھی بدتر هے۔

اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُۙ‏ ﴿۳﴾	پڑھ اور تیرا رب سب سے زیاده کرم والاهے

اس کا فضل اور مهربانی بهت زیاده هے، اور اس کی عظمت اور مهربانی یه هے که اس نے انسان کو هر قسم کا علم سکھایاھے .

الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِۙ‏ ﴿۴﴾	وه خدا جس نے قلم کے ساتھ (انسان کو کچھ چیزیں) سکھایا

یه اس کا فضل وکرم اور بے انتها عنایت کی علامت هے که انسان کو خون کے لوتھڑے سے انسانی شکل دی، اور اسے پڑھنا، لکھنا سکھایا، انسان کائنات میں وه واحد هستی هے جو پڑھنے کے ذریعه دوسروں کا پیغام سمجھتا هے اور اسے لکھ کر محفوظ کرتا هے، اور آنے والی نسلوں تک منتقل کرتا هے، اس ترتیب سے وه اپنے پیشرؤوں کے تجربات سے مستفید هوتاھے۔

شیخ قرطبی نے کها هے کہ: الله تعالی همیں علم اور تحریر کی فضیلت یاد دلاتا هے، کیونکه اس علم کے بڑے فائدے هیں جو انسان کے احاطه و اختیار سے باهرهیں، اگر تحریر نه هوتی تو علم مرتب نه هوتے، نه حکمتیں محفوظ هوتیں، نه پیشرؤوں اور خدا کی نازل کرده کتابوں کو قلمبند اور محفوظ کیاجا سکتا، اور اگر کتابت اور تحریر نه هوتی تو دنیا اور دین کے معاملات منظم نه هوپاتے (تفسیر قرطبی: 19 -120)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

آیت مبارکه سے کئ باتیں معلوم کی جاسکتی هیں "قرآن" ، "علم" اور "قلم" انسان کی دیگر مخلوقات پر برتری کی علامتیں هیں، اس آیت مبارکه کے تناظرمیں "عَلَّمَ بِالْقَلَمِ " سے همیں معلوم هوا که قلم کا استعمال جهالت سے آزادی کا ذریعه اور الله کی مهربانی اور ربوبیت کا مظهرهے، اور لکھنا ایک مطلوبہ فن ہے، اور اس کی ترغیب اسلام نے دی هے، اسی طرح "عَلَّمَ بِالْقَلَمِ " کے جملے میں هم واضح طور سمجھتے هیں که رب عظیم اپنے کام اسباب کے ذریعے انجام دیتاهے۔

قلم سکھانے کا پهلا اور سب سے اهم ذریعه هے

حضرت ابوهریره رضی الله عنه سے مروی ایک حدیث میں هے، کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "لما خلق الله الخلق کتب فی کتابه فهو عنده فوق العرش ان رحمتی غلبت غضبی " یعنی : جب الله تعالی نے ازل میں مخلوق کو پیدا کیا تو اس نے عرش پر اس کے سامنے رکھی هوئی کتاب میں لکھا: "میری رحمت میرے غضب پر غالب هے" ایک اور حدیث هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "اول ما خلق الله القلم فقال له أکتب فکتب ما یکون الی یوم القیامه فهو عنده فی الذکر فوق عرشه " یعنی: سب سے پہلے الله نے قلم پیدا کیا پھر اسے کہا کہ لکھو چنانچه قلم نے قیامت تک جو کچھ هوناتها، وه سب لکھ دیا اور یه تحریر عرش پر خدا کے سامنے موجود هے، (ماخوذ: از تفسیر ابو عبدالله محمد بن احمد انصاری قرطبی تفسیر سوره تین)۔

قلم کی اقسام

قلم کی اقسام کے متعلق علماء فرماتے هیں که قلم کی تین قسمیں هیں:

1 - قلم اول: جسے الله تعالی نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

2 - فرشتوں کے قلم، الله تعالی نے ان کے هاتھوں میں دیے ہیں جن سے وه مقادیر، واقعات اور انسان کے اعمال لکھتے هیں ۔

3 - لوگوں کے قلم، الله تعالی نے یه لوگوں کے هاتھوں میں قلم دیے ، جن سے وه اپنی باتیں اور اپنے مقاصد لکھتے هیں، کتابت، بیان کا حصه هے، بیان انسان کی خصوصیات میں سے ہے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

تفسير کے امام مجاهد نے ابوعمرو سے نقل کيا هے که خدا تعالى نے تمام کائنات ميں اپنی قدرت سے چارچيزيں پيدا فرمائی هيں ، ان کے علاوه باقى کائنات کے بارے ميں فرمايا: "کُنْ" يعنى: وجود ميں آجاؤ تو يه سب چيزيں وجود ميں آگئيں، وه چارچيزيں يه هيں: قلم ، عرش، جنت عدن، اورآدم عليه السلام۔

علماء کهتے هيں که علم کتابت اور تحرير سب سے پهلے ابوالبشر حضرت آدم عليه السلام کو سکهائى گئى ، اور انهوں نے سب سے پهلے لکهنا شروع کيا۔

(کعب احبار: ابواسحاق کعب بن متى الحميرى ، ايک يهودى تها جس کا تعلق يمن کے ايک قبيله ذوالکيلا سے تها، حضرت عمربن خطاب رضى الله عنه کے دور خلافت ميں تها، جب وه مسلمان هوا تو اس کے پاس يهودى کتابوں ميں سے بشمول (عهد عتيق، اور عهد جديد) اور گذشته انبياء کے واقعات کی کافی معلومات تهيں، بهت سارى خبريں اور اقوال جنهيں عام طور پر اسرائيليات کهتے هيں اسى سے منقول ہيں ۔

بعض علماء کهتے هيں:کہ لکهنے کا يه هنر سب سے پهلے حضرت ادريس کو سکهايا گيا تها، دنيا ميں سب سے پهلا کاتب بهى وهى هے (ضحاک)۔

بعض دوسرے علماء نے کهاهے که جس نے بهى تحرير شروع کی وه تعليم الله کی طرف سے هے ۔

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝	اس نے انسان کو وه سکهايا جو وه نهيں جانتاتها

الله تعالى نے انسان کو اپنی ماں کی کوکھ سے اس حال ميں پيدا کيا که وه کچھ نهيں جانتاتها ، اور اسے سماعت، بصارت اور حواس خمسه اور علم کے اسباب عطاکيے، پهر انسان کو قرآن اورحکمت کی تعليم دى، اور قلم کے ذريعه بهت سارى چيزيں سکهائيں، وه قلم جس سے علم اور حقوق درج کيے جاتے هيں، جس خدا نے اپنے بندوں کو ايسى نعمتيں عطاکى هيں جن کا وه شکر ادا نهيں کرسکتا، پهر ان کو دولت مند بناکر اور رزق کی فراوانى کرکے ان پر احسان کيا، ليکن انسان اپنی نادانى اور جهالت کی وجه سے جب خود کو بے نياز ديکهتا هے تو سرکش هوجاتاهے، اور هدايت قبول کرنے سے انکار کرتاهے، اوروه بهول جاتاهے که اسے اپنے رب کی طرلوٹ کر جاناهے۔

بلکه بعض اوقات يہ اس مقام پر پهنچ جاتاهے، که وه هدايت کو چهوڑ ديتاهے

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور دوسروں کو بھی اس کو ترک کرنے کی دعوت دیتاھے، اس لیے نماز پڑھنے سے جوکه بهترین اعمال میں سے ھے روکتاھے ۔

مفسرین نے اس آیت مبارکه : "عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ " کی تفسیرمیں (اس نے انسان کو وه سکھایا جو وه نهیں جانتاتها) کهاھے که یه پهلی قرآنی حقیقت ھے جو رسول الله صلی الله علیه وسلم کے قلب کوپهلے لمحے میں حاصل هوئی، یه حقیقت اور سچائی آپؐ کے ذهن وشعور،آپؐ کی زبانی، آپؐ کے کام اور انداز فکر پر زندگی بهر چهائی رهی، اور اسے ایمان کی پهلی سیڑهی سمجهاگیا۔

امام شمس الدین ابو عبدالله محمّد ابن قیم جوزیه اپنی کتاب: "زادالمعادفی هدی خیر العباد" جس میں رسول الله صلی الله علیه وسلم کی هدایت اور خدا کے ذکر کا خلاصه بیان کیاھے میں کهتے هیں: پیغمبر صلی الله علیه وسلم تمام مخلوقات میں کامل ترین ہستی ہیں، آپؐ خدا تعالی کے ذکراور یاد میں مشغول هوتے تھے، آپؐ کی تمام باتیں الله کے ذکر، یاد اور اس سے متعلق تهیں، قوم کے لیے الله کے احکام ، ممانعت اورضابطے بیان کرتے اور الله کے لیے ذکر واذکارکرتے، الله کے اسماء وصفات کے بارے میں بتاتے، اسی طرح احکام وافعال اور وعده وعید کا بیان، اس معبود کی تسبیح اور تقدیس اس کی یاد اور اس کا ذکرتها، اس کی درخواست، دعاء، تمنا اور خوف خدا کی یادتهی، آپؐ کی خاموشی اختیار کرنا اور دل کی یادبهی خدا کی یاد تهی، ہر وقت ہر حالت میں آپؐ نے خدا کو یاد کیا، اور خدا کا ذکر کیا، کهڑے هوتے وقت، پهلو میں بیٹهتے ، گرتے، قدم رکهتے ، سوار هوتے ، چڑتهے، اترتے، چلے پهرتے اور لیٹتے وقت، آپؐ کی سانسوں میں خدا کا ذکر جاری رہتا تها، آپؐ جب بیدار هوتے تو کهتے : "الحمدُلله الّذی أحیانا بَعدَما أماتَنا وَإلیه النّشُورُ" (تمام تعریفیں اس الله کے لیے هیں جس نے همیں موت کے بعد زندگی بخشی اور اسی کی طرف هم کو لوٹناھے)۔

محترم قارئین:

مبارک آیات "6 تا 19 " میں نافرمان، منحرف اور بے پرواه انسان کی بغاوتوں کے بارے میں بتایا گیاھے۔

كَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰٓىۙ ۝٦	هرگز نهیں، بیشک انسان یقینًا حد سے نکل جاتاھے

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی جب انسان ایمان سے خالی ہو تو دولت وثروت اسے متکبّر اور سرکش بنادیتی ھے، اورظلم ، تجاوز، فسق، فجور اور مکرو حیله میں حدسے گذرجاتاھے .

"كَلَّا " یه بات قابل ذکرھے که لفظ "كَلَّا " مکی سورتوں میں آیاھے، یہ مدنی سورتوں میں مذکور نہیں ھے، وہ لفظ جوکسی چیز کے انکار یا رد کرنے کے لیے استعمال ہوتاھے وہ عربی ادب میں "ردع" (انکار) کے نام سے مشہور ھے ، جب کوئی کسی مطلب کا ذکر کرے یا آپ کوکسی سے جو توقع تھی وہ پوری نہیں ہوتی تو، اس وقت لفظ "كَلَّا " استعمال ہوتاھے۔

" كَلَّا " متعدد معنوں میں استعمال ہوتاھے:

مخاطب کی بات غلط ہونے کی صورت میں اسے ڈانٹتے، انکار کرتے اور تنبیه کرتے وقت کہ جب اس کی بات غلط ہو تو اس کے جواب میں کهیں گے: نہیں، ایسا نہیں ھے .

جواب لفظ "حقًّا" کے معنی : (جی ھاں !) جوکه قسم کے ساتھ ہو۔

"کلاّ" استفتاحیه کے معنی میں ہو، اگر اس سے پہلے کوئی ایسی چیز نه ہو جو زجر یا نفی کا تقضا کرے .

اس آیت میں یه انکار اور نفی کے لیے ھے ، "کلاّ" البتہ یقین سے نہیں کیا جاسکتاکہ یہاں اس کا معنی حقًّا ھے یا : "کلاّ" استفتاحیه کے معنی میں ھے۔

"لَیطغی" یه طغیان کے ماده سے ھے، جس کا معنی ھے حد سے گذرنا، حد کو توڑنا، اور حد پرنه رهنا، طاغی: یعنی اس نے حدود سے تجاوز کیا .

وہ سرکش لوگ جو اب تاریک راہوں میں گم ہوچکے ہیں: وہ سمجھتے تھے که وہ بندوں کی جان، مال، زندگی ، عقیدہ ، ایمان اور آزادی پرحاکم ہیں، وہ لوگوں کو غلامی اور قید میں ڈالنے کے لیے ان سے آزادی چھین لیتے تھے، خاص طور پران کو اپنی فکری اورنظریاتی قید میں لاتےتھے (یعنی اپنے نظریات کا زبردستی پابند بناتےتھے)۔

آیت "6" کا سبب نزول

ابن منذر نے حضرت ابوهریرة رضی الله عنه سے روایت کا ھے: ابوجهل نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کها: کیا محمّد تمهاری آنکهوں کے سامنے اپنا سرزمین پر رکهتاهے (یعنی سجده کرتاهے) ؟ انهوں نے کها: هاں ، اس نے کها: میں لات اور عزی کی قسم کهاتاهوں ، اگر میں نے اسے ایسا کرتے دیکهتا ، تو میں اس کی گردن پرسوار هوکر اس کے چهرے کومٹی میں رگڑتا، تو پهر یه آیت: "كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ " نازل هوئی۔

امام بخاری کی حدیث نمبر (4958) میں ابن عباس رضی الله عنه سے روایت هے که ابوجهل نے کها که اگر میں محمد (صلی الله علیه وسلم) کو کعبه کے قریب نمازپڑهتے دیکهوں تو ان کی گردن پر سوار هوجاؤں گا، جب یه خبر نبی صلی الله علیه وسلم تک پهنچی تو آپ نے فرمایا: اگر اس نے ایسا کرنا چاها تو (لوفعله لاخذته الملائکه) تو عذاب کے فرشتے اسے پکڑلیں گے ۔

نسائی رحمه الله ابوهریره رضی الله عنه سے روایت کرتے هیں که ابوجهل نے ایسا کرنا چاها، لیکن میں نے دیکها که وه پلٹ کر اپنے منه پرهاتھ پهیر رهاتها، کسی نے اس سے پوچها: کیاهواهے؟ کہا: میرے اور محمد کے درمیان آگ کا ایک گڑها هے، پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: اگر وه میرے قریب آتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتے۔

أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ ۝	اس لیے کہ وہ خود کو دیکھتا هے که غنی هوگیاهے

یعنی جب انسان امیر هوجاتاهے تو سرمست، باغی اور سرکش هوجاتاهے، چونکه اس نے تقوی کهودیا، هم دیکهتے هیں که وه طعن تشنیع کرتاہے ، اور حقوق ادا نهیں کرتاهے، همیں نهیں بهولنا چاهیے که : یه بے نیازی صرف الله تعالی کے لیے خاص هے جیساکه الله نے فرمایا: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۝ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝" (سوره فاطر: 15) (اے لوگو! تم الله کی طرف محتاج هو اور الله سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق هے) ۔

اب اگر ان دونوں کی جگه بدل دی جائے اور انسان الله کی بنسبت خود کو غریب نه سمجهے ، بلکه خود کو امیر سمجهے تو اس کی ترقی رک جائے گی، لیکن اگرهم خود کو الله کے علاوه کسی اور کی نسبت امیر سمجهیں تو اس میں کوئی حرج نهیں ، لیکن الله تعالی کو غنی سمجھ کر همیں اپنی غربت کا اظهار کرناچاهیے، اور اس اظهار پر فخر بهی کرناچاهیے یه فقیری هے که همیں ایک مقام تک پهنچادیتی هے، لیکن کسی کے سامنے اپنی بے بسی اور غربت کا اظهار نه کریں که ذلیل هوجائیں گے، کیونکه هم سب انسان برابرهیں،

(c) ketabton.com: The Digital Library

کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں ھے، سوائے تقوی کے: "لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى " (کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر سرخ کو کالے پر، اور کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، سوائے تقوی کے) (مسند احمد: 23489) و (السلسلة الصحيحة: 2700) حکم آلبانی۔

"إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ" (بیشک الله کے نزدیک تم میں سے سب سے معزز وہ ھے جو زیادہ تقوی والا ھو) یہ نہیں فرمایاکه :" إن اکرمکم عندالله غنیکم" کہ جس کے پاس مال زیادہ ھو اس کی قدر ومنزلت الله کے ھاں زیادہ ھے، درحقیقت وجہ عزت مال و دولت نہیں ھے، بلکه "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ" ۔

معزز قارئین:

اگر کسی شخص میں قابلیت نہ ھو لیکن مال اسے غرور میں مبتلا کردے، جیساکه قارون نے کہا: "أنَّما أوتيته على علمٍ عندى" (قصص:78) یا طاقت اسے مغرور کردے ، جیساکه فرعون نے کہا: "أليس لى مُلكُ مصر"(زخرف: 51) (کیا میرے پاس مصرکی بادشاہت نہیں ہے) ، یا علم اسے مغرور بنادے "آتيناه آياتنا فانسلخ منها" (اعراف : 175) (ہم اسے اپنی آیات دیں (علم دیا) مگر وہ ان میں سے نکل گیا) تو یہ سب کسی کام نہیں آئیں گے۔

لیکن اگر ظرف اور قابلیت ھو، یہاں تک کہ تینوں صفات ایک آدمی میں جمع ھوں جیسے : حضرت یوسف، اور حضرت سلیمان، لیکن وہ پھر بھی مغرور نہیں ھوتا، کیونکه سب کچھ خدا کی طرف سے سمجھتا ھے اپنی طرف سے نہیں، چنانچہ سلیمان علیه السلام نے کہا: "هذا من فضل ربى" (نمل: 40) اور حضرت یوسف نے کہا:" ربّ قد آتينى من الملك وعلّمتنى من تاويل الاحاديث" (سوره یوسف: 101) تو یہ باتیں اور رویہ قابل تعریف ہے، اور اگر اس کے برعکس کہ انسان الله کی طرف نہیں بلکه اپنی طرف دیکھے، یعنی ان صفات کو اپنی ذاتی خوبی سمجھے تو یہ قابل مذمت ہے، باغی نہ خدا کی بندگی کرنا چاھتاھے اور نہ وہ خدا کا بندہ ھے، وہ خدا کے احکام نہیں پھچانتا، اور نہ وہ دلائل کو قبول کرتاھے، نہ وہ ضمیر کی پکار اور نہ مظلوموں کی فریاد سنتاھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰىؕ۝۸	یقینا تیرے رب ھی کی طرف لوٹنا ھے

بیشک اس دنیا میں آنے والے سب انسانوں کی واپسی تیرے رب کی طرف ھے، اور وہ سرکشوں، باغیوں اور نافرمانوں کو ان کے اعمال کی سزادے گا۔

"رُجْعٰی" مصدر ھے رجوع کے مادہ سے ، یعنی : واپس لوٹنا ۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ آیت مبارکہ انسان کو سرکشی اور بغاوت کے نتائج سے متنبہ کرتی ھے، اور اسے ڈراتی ھے اور کھتی ھے کہ: اے سرکش انسان! تو کیوں تکبر اور سرکشی کرتاھے؟ تو بھول گیا ہے کہ واپسی بھی اور موت بھی ھے ، تم بھول گئے ہوکہ ایسی صورت حال ہوگی کہ تمہاری کارکردگی اور موقف کے حوالے سے تم سے بازپرس ھوگی، ایسا دن آئے گا کہ سب اللہ کی طرف واپس جائیں گے ، پس جو کچھ اللہ تعالی نےتم لوگوں کو دیاھے، ان پر غرور نہ کرو۔

یہ بات ذھن نشین رھے کہ: آیت عام ھے، اور اس میں ھرظالم، متکبر اورسرکش شامل ھے، مفسرین لکھتے ھیں: ایک طویل مدت جب سورت کی ابتدئی آیات کے نزول کے بعد گذری تو پھر یہ آیات ابوجھل کے بارے میں نازل ھوئیں، کیونکہ ابوجھل اپنی دولت کی فراوانی کی وجہ سے باغی بن گیاتھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دشمنی کرتاتھا، البتہ اعتبار لفظ کے عموم کا ھے نہ کہ خا ص وجہ کا ، (صاوی: 336/4 ، اور قرطبی: 19/ 123)۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰىۙ۝۹	کیا تونے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتاھے

کیا تم اس شخص پرتعجب نہیں کرتے ھو جو بندوں کو رب کی اطاعت سے روکتاھے ؟ اور اللہ کے راستے اور خالق کی عبادت کرنے سے مخلوق کو روکتاھے، نماز سے روکنا رب عظیم کی سب سے بڑی مخالفت اور حق سے لڑناھے، ان نیکیوں سے وہ شخص منع کرتاھے حالانکہ خود بھی ھدایت کے راستے پر نہ ھو، اور دوسروں کو اس کام کی طرف دعوت دیتاھو جو تقوی کے خلاف ھو۔

آیت مبارکه کے نزول کے اسباب

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رھے تھے کہ ابوجھل بن ھشام آیا اور آپؐ کو نماز پڑھنے سے منع کیا، تو

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس وقت یه آیت نازل هوئی: "اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡهٰیۙ۝۹ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰیؕ۝۱۰ " ترجمه: کیا تونے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتاهے، ایک بندے کو جب وه نماز پڑھتاهے (کیا یه روکنے والا عذاب الهی کا مستحق نهیں هے؟)

کیا نماز پڑھنا جرم هے؟ کیا نماز ادا کرنا کسی کو ضرر اور نقصان دیتا هے ؟ (بخاری : 4958) اور متن کا لفظ جامع البیان طبری هجر: 534/24 – 37689) (زادالمسیر ابن جوزی: 1549) .

اس آیت مبارکه کا اشاره ابوجهل کی طرف هے، جو ابوالحکم سے مشهور تها، جبکہ نبی صلی الله علیه وسلم نے اسے ابوجهل کا لقب دیا تها، ابوجهل مکه کے کٹرمشرکین میں سے تها اور جیسا که هم نے اوپر ذکر کیاهے، اس نے کها که میں جاکر (نعوذ بالله)محمد کی گردن پر پاؤں رکھوں گا جب وه نماز پڑھیں گے، اور ان کا گلا گھونٹ دوں گا، لیکن جب بھی وه نبی صلی الله علیه وسلم کے پاس جاناچاهتا تو آپ صلی الله علیه وسلم کے پاس سے پیچھے هٹ جاتا اور اپنے هاتھ سے منه ڈھانپ لیتا، جب اس سے وجه پوچھی گئی تو اس نے کها: میرے اور اس محمد کے درمیان آگ کا گڑھا ، اور خوف تها ، اور فرشتوں کے پر بھی حائل تھے، بنی کریم صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: اگر وه میرے نزدیک آتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتے (مسلم : 2797).

عَبۡدًا اِذَا صَلّٰیؕ۝۱۰	ایک بندے کو جب وه نماز پڑھتاهے (ایسا روکنے والا عذاب الهی کا مستحق نهیں هے؟)

حقیقت یه هے که: نماز الله تعالی کی بندگی کی علامت هے، اس بناپر شیاطین الله تعالی کے ان بندوں سے ڈر اور خوف رکھتے هیں جو نماز ادا کرتے هیں اور اس پر قائم رهتے هیں ، نه که ایسے انسانوں سے جو بے حس ،بے عمل، اور بے نماز هیں .

اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَانَ عَلَی الۡهُدٰۤیۙ۝۱۱	کیا تونے دیکھا اگروه هدایت پرهو

بتاؤ کیا اگر(یه باغی ظالم راه راست پرهوتا) هدایت پرهوتا(تو خدا کے پاس اس کا کیا مقام اور مرتبه هوتا) .

اَوۡ اَمَرَ بِالتَّقۡوٰیؕ۝۱۲	یا اس نے پرهیزگاری کا حکم دیا هو

یا یه دوسروں کو نماز اور دیگر عبادات سے روکنے کے بجائے تقوی اور پرهیزگاری کا حکم دیتا، کیا یه اس کے لیے بهتر نهیں هوتا؟

(c) ketabton.com: The Digital Library

اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ﴿۱۳﴾	کیا تونے دیکھا اگر اس (منع کرنے والا) نے جھٹلایا اور منه موڑا

مجھے بتاؤ که اگروه قرآن اور ان تمام کتابوں اور احکام وتعلیمات کا انکار کرتا ہے جو انبیاء اپنے ساتھ لائے تھے، ایمان اور تمام اچھے اور پسندیده کاموں سے منه موڑلے تو وه کس سزا کا مستحق هوگا، اور اس کا حال قیامت کو کیسا هوگا؟

یه مبارک آیت اس عظیم مفهوم کو بیان کرتی هے که یه آیات صرف ابوجهل کے رسول الله صلی الله علیه وسلم کے خلاف گھناؤنے فعل تک محدود نهیں هیں، بلکه ان تمام لوگوں کو شامل هیں جو خدا کی عبادت خود بھی نہیں کرتے، اور اس کی راه میں رکاوٹ بھی بن جاتے هیں که کوئی اور الله کی عبادت نه کرے ۔

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ﴿۱۴﴾	تو کیا اس نے یه نه جانا که یقینًا الله دیکھ رهاهے

کیا وه نهیں جانتا که الله تعالی اس کے تمام حالات کو جانتاهے اوراس کے تمام اعمال کو دیکھتاهے؟ یعنی وه اس کی باتوں کو گنتا اور اس کے کردار کو لکھتاهے، اس کے احوال سے واقف هے، اور اپنی طرف اس کی واپسی کو مقرر اور متعین کرچکاہے؟ ۔

اگر وه عبادت میں رکاوٹ بننے اور حقیقت کے جھٹلانے اور حق سے منه موڑنے سے باز نهیں آتا، تو هم اسے اس کی پیشانی کے بالوں سے ضرور پکڑیں گے، اور اس کو اس کی صحیح جگه تک لے جائیں گے، جیسا که ایک ذلیل اور خوار مجرم کو اس کے گریبان سے پکڑ کر گھیسٹتے هوئے عدالت لے جاتے اور سزا دیتے هیں۔

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ڏ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾	هرگز نهیں، یقینًا اگر وه باز نه آیا تو هم ضرور اسے پیشانے کے بالوں سے گھسیٹیں گے

کبھی بھی نهیں ! (جیسا وه سوچتاهے ایسا نهیں هے) حقیقت ایسی نهیں هے ، میں رب کی قسم کھا کر کهتاهوں که اگر اس نے الله سے لڑنا اور اس کے بنی کو اذیت دینا بند نه کیا تو هم اس کی پیشانی کو سختی سے پکڑیں گے ، اور سختی سے قتل کردیں اور اس کے بعد هم اسے جهنم کی آگ میں ذلت کے ساتھ جھونک دیں گے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"لَنَسۡفَعًۢا " یہ "سَفَعَ" کے ماده سے هے، یعنی: کسی کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹنا زمین پریہ اس کی تذلیل کی علامت هے، شروع میں "لام" اور آخر میں تنوین، یہ تنوین نون خفیفه کا قائم مقام هے، اور جمع کا صیغه بھی هے، اس لیے اس میں تین تاکیدهیں۔

"لَئِن لَّمۡ يَنتَهِ " اگروه همارے نبی محمد صلی الله علیه وسلم کو ایذا پهنچانے اور هراساں کرنے سے باز نهیں آتا، اور اس کی راه میں رکاوٹیں ڈالنا بند نهیں کرتا۔

"لَنَسۡفَعًۢا بِٱلنَّاصِيَةِ " هم پیشانے کے بالوں سے پکڑ کر گھسٹیں گے آگ کی طرف۔

"ٱلنَّاصِيَةِ " پیشانی کے بال، کیونکه دماغ میں تمام تحریکی رویے کا مقام، ناصِیَه یعنی ماتھے کا اکلا حصه هے۔

آیت مبارکه میں غور کریں، اتمام حجت کا آخری مرحله هے، دلیل کا اختتام کرناهے، اگر ابوجهل نے بنی کریم صلی الله علیه وسلم کو اذیت دینا بندنهیں کیا، اور نماز پڑھنے سے روکنے پر کاربند رها، اور نافرمانی، رکاوٹوں اور ترقی کی کمی جن میں وه غرق هوگیاهے ان سے دست بردار نه هوا تو اس کی پیشانی کے بالوں سے توهین وتحقیر کے ساتھ پکڑ کر گھسیٹیں گے اور اسے دوزخ کی آگ میں جھونک دیں گے۔

بیسویں (20) صدی کے اواخر میں انسانی دماغ کے مختلف حصوں کے افعال پر ماهرین تحقیق کے بعد اس نتیجے پرپهنچے هیں که: مجرم لوگوں کے دماغ میں ایک خاص گوشہ هوتاهے جو ان کی رهنمائی جرم کی طرف کرتاهے، دماغ کا یه گوشہ سرکے اگلے حصے میں اور ماتھے کے بال کے نیچے واقع هوتاهے، جسے ناصیة کهتے هیں، اوراس وقت رسول الله صلی الله علیه وسلم کویه کیسے معلوم هوا سوائے اس کے که یه قرآن اور الله علیم کے کلام کے معجزات میں سے ایک هے ۔

نَاصِيَةٖ كَٰذِبَةٍ خَاطِئَةٖ ۝١٦	یعنی اس جھوٹی خطا کار پیشانی کے بال

یعنی اس کی پیشانی وه پیشانی هے جو اپنے قول میں جھوٹی اور عمل میں خطا کار هے، وه خبریں پهنچانے میں جھوٹ بولتی هے اور احکام میں غلطی کرتی هے ؛ لهذا اس کا اراده فساد پرمبنی اور عقیده منفی هے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"كَاذِبَةٍ " جهوٹ بولنے والی -

"خَاطِئَةٍ " خطا کار۔

"التسهيل" میں هے که: ناصيةٍ کو ان اوصاف "كاذبة" اور "خاطئة" سے متصف کرنا جائز هے ، کیونکه جهوٹے اور خطا کار کی بهی ناصيه هے -

"خاطئ: وہ هے جوجان بوجھ کر گناہ کا مرتکب هوجائے، اور "مخطئ" وہ هے کہ بغیر قصد اور ارادے کے اس سے سرزد هوجائے (التسهيل: 4/ 209)-

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُۥ ١٧	پس وہ اپنے یاروں کی مجلس کو بلالے

اسے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مدد کے لیے پنے دوستوں کو بلانے دیں.

نَادِيَ: یه وہ جگه هے جهاں لوگ بیٹھتے هیں، خاندان او رقبیلے والے ایک ساتھ اکٹھے هوتے هیں۔

"نَادِيَهُ " یار اور ساتهی، وابستگان، رشته دار، یعنی وہ جس کی سزا یقینی هو، اس کو چاهیے که مددکے لیے اپنے یاروں اور رشته داروں کو بلائے اس مصیبت کو دفع کرنے میں اس کا ساتھ دیں ، یه اشارہ ابوجهل کی طرف هے که وہ کهتاتها: که میرے بهت سارے ساتهی اور دوست هیں وہ میری مدد کریں گے، الله تعالی فرماتے هیں: انهیں بلالو، وہ بهی آجائیں۔

آیات "17" تا "18" کے نزول کے اسباب

ترمذی وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کیا هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نماز پڑھ رهے تهے که ابوجهل آیا اور کهنے لگا: کیا میں نے تمهیں اس سے منع نهیں کیا تھا؟ نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے اسے دهمکی دی؟ تو ابوجهل نے کها: تم اچهی طرح جانتے هوکه اس ملک میں زیادہ تر افراد جماعتوں قوموں اورقبیلوں کے اجتماعات کا تعلق مجھ سے هے، تب الله تعالی نے یه آیات نازل فرمائی "فَلْيَدْعُ نَادِيَهُۥ ١٧ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ١٨ "-

"كَانَ النَّبِيُّ ج يُصَلِّي فَجَاءَ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ: أَلَمْ أَنْهَكَ عَنْ هَذَا؟ أَلَمْ أَنْهَكَ عَنْ هَذَا؟ أَلَمْ أَنْهَكَ عَنْ هَذَا؟ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَبَرَهُ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ: إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا بِهَا نَادٍ أَكْثَرُ مِنِّي، فَأَنْزَلَ

(c) ketabton.com: The Digital Library

اللّٰہ: " فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ۝١٧ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ۝١٨ "(العلق: 17-18) فقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَاللّٰهِ لَوْ دَعَا نَادِيَهُ لَأَخَذَتْهُ زَبَانِيَةُ اللّٰهِ"»(ترمذی: 3349) و (السنن الكبرى نسائي: 11620) و (مسند احمد: 2321 و 3044) و (جامع البیان طبری ط هجر: (24/ 538) 37685) حکم البانی: صحیح.

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ۝١٨	هم عنقریب جهنم کے فرشتوں کو بلالیں گے

هم جلد هی جهنم پر مقررکیےگیے فرشتو ں کو بلائیں گے، تاکه اسے جهنم میں لے جائیں اور اس کی گهرائیوں میں پهینک دیں.

"زَبَانِيَةَ " زَبْنٰی کے ماده سے هےبمعنی محافظ ، نگران اور مأمور ، یهاں "زبانیه" سے مراد ، سخت گیر، تند مزاج، تندخو فرشتے هیں جو که جهنم کے نگران هیں، اگر وه ابوجهل اپنے قبیله اور یاروں کا نگران هے، اور وه اپنے قبیله اور یاروں کو مدد کے لیے بلائےگا، تو هم بهی ان تندخو، سخت مزاج اور مضبوط شکنجے والے فرشتوں کو بلائیں گے که وه انهیں پکڑ کر جلتی هوئی آگ میں پهینک دیں .

"الزَّبَانِيَةَ " یا جهنم کے نگران کی صفات

1 - وه کسی پر ترس نهیں کهاتے (غلاظٌ) .

2 - درشت خو، سنگدل (شِدادٌ).

3 - الله تعالی کے حکم کی نافرمانی نهیں کرتے .

4 - وه بهت بڑے، مضبوط اور طاقتور هیں.

5 - وه خدا کا حکم بجالاتے هیں .

اس خوفناک انجام کے تصور پر روشنی ڈالنے کے بعد یه سورت فرمانبردار مؤمن کی هدایت پر ختم هوتی هے که وه اپنے کام پر کار بند رهیں، اور اپنے ایمان اور طاعت پر ثابت قدم رهیں .

آخرمیں یه کهه سکتے هیں که اس میں کوئی شک نهیں که خدا کی عظیم طاقت تمام سازشوں پر غالب رهتی هے، دوسروں کی ممانعت اور رکاوٹوں کے مقابلے میں هماری ذمه داری یه هونا چاهیے که هم عبادات کی ادائیگی پر

(c) ketabton.com: The Digital Library

مداومت کریں۔

ابوجهل کون هے

قریش حجاز کے مشهور اور اهم عرب قبائل میں سے ایک قبیله تها، مشهور اور معتبر مؤرخین نے، اسلام کے ظهور کےزمانے میں قریش کے "25" درج ذیل قبائل متعارف کرائے هیں: 1- بني هاشم، 2- بني مطلب، 3- بني حارث، 4- بني اميه، 5- بني نوفل، 6- بني حارث بن فهر، 7- بني اسد، 8- بني عبدالدار، 9- بني زهره، 10- بني تيم بن مره، 11- بني مخزوم، 12- بني يقَظه، 13- بني مرّه، 14- بني عدي بن كعب، 15- بني سهم، 16- بني جُمَح، 17- بني مالک، 18- بني معيط، 19- بني نزار، 20- بني سامه، 21- بني ادرم، 22- بني محارب، 23- بني حارث بن عبدالله، 24- بني خزيمه، 25- بني بنانه (مسعودي، مروج الذهب، جلد 1، صفحه277، بطون قريش).

ابوالحكم عمروبن هشام بن مغیره مخزومی ، جو "ابوجهل" کے نام سے جانا جاتاهے، قریش کے رئیسوں میں سے ایک اور مکه کے مشهور مشرکین میں سے تها، ولید بن مغیره کابهتیجا تها، مکه کےمشهور تاجروں اور مالداروں میں اس کا شمار هوتاتها۔

اس میں کوئی شک نهیں که: ابوجهل قبیله قریش سے هے، لیکن رسول الله صلی الله علیه وسلم کے چچا ؤں میں شمار نهیں ہوتا، کیونکه رسول الله صلی الله علیه وسلم کا والد عبد الله بن عبد المطلب بنی هاشم هیں، چنانچه رسول الله صلی الله علیه وسلم کا تعلق بنی هاشم کے خاندان سے تها اور ابوجهل کا تعلق بنی مخزوم خاندان سے تها، چنانچه ان کا سلسله نسب مختلف هے، (ابن سعد ، الطبقات الکبری، ترجمه جلد : 7 صفحه 413)۔

ابوجهل کی سب سے زیاده دشمنی رسول الله صلی الله علیه وسلم سے تهی، اور خاص طور پر ان لوگوں سے بهی جو نئے اسلام لائے تهے، آپ صلی الله علیه وسلم اورمسلمانوں اور دین اسلام کے ساتھ اس کی ضد اور دشمنی اس حد تک پهنچ گئی تهی که اسے "ابوجهل" کها جانے لگا، یه ابوجهل تها جس نے "سمیه" عماربن یاسر کی والده کو شهید کیا، اور پهر کچھ عرصه بعد بالآخره وه خود بهی جنگ "بدر" میں مارا گیا، اورتاریخ اسلام میں اس کا بدترین نام باقی هے۔

كَلَّا۟ ؕ لَا تُطِعۡهُ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ ۩ ﴿۱۹﴾	هرگزنهیں، اس کا کهنا مت مان اور سجده کر اور بهت قریب هوجا

(هرگز نهیں) اے محمّد! حقیقت ایسی نهیں هے جیسا که یه کافر تصور کرتاهے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

بلکه آپ کی حفاظت اور مدد کی جاتی هے؛ لهذا نماز چھوڑنے میں اس کی پیروی نه کرو، بلکه سجده ریز هو کر اپنے رب کا قرب حاصل کرو، تا که تم رب تعالی کی قربت اور دوستی حاصل کرسکو، جی هاں ! بندے کی رب کے قریب ترین حالت اس وقت هوتی هے جب وه سجدے میں هوتاهے ، جیساکہ حدیث میں هے که:

"بندے کی اپنے رب کے نزدیک سب سے زیاده محبوب حالت وه هے جس میں اس کی پیشانی الله تعالی کے لے زمین پر سجده ریز هو" (رواه مسلم).

زمین پر سجده، رب العزت کے حضور بندگی اور عبودیت کی علامت هے، البته الله تعالی کےقرب کے ذرائع میں وه تمام کام شامل هیں جو قرب کی نیت سے کیے جاتے هیں، البتہ سجده قرب حاصل کرنے کا بهترین ذریعه هے، حدیث شریف میں یه بهی آیاهے که : رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: لیکن رکوع، اس میں اپنے پروردگار کی تعظیم کرو اس کے لیے جهک جاؤ، لیکن سجده ، اس میں دعا کرنے کی کوشش کریں، کیونکه سجده اس بات کا مستحق هے که اس میں آپ کی دعائیں قبول هوں.

اسلام میں قلم کی اهمیت

قلم بزرگوں کا ترجمان تها، قلم تیز (تلوار) سے بهترتها، اپنے جذبات اور باطنی احساسات اور تقاضوں اور احکامات کے اظهار کے لیے اور اپنی فکری ذخیرے کو حاصل کرنے اور دوسروں تک پهنچنے اوراپنے خیالات ونظریات کے اظهار کے لیے نسل آدم کو وسائل اور آلات کی ضرورت هوتی هے، جن میں سب سے اهم زبان اور قلم هے، اگرچه دوسرے طریقوں سے ایک دوسرے تک اپنا مطلب ، مقصد اور پیغام کو پهنچانا ممکن هے، جیسے اشاروں سے اور جانوروں سے ملتی جلتی آوازیں نکال کر، که هم سے پهلے انسانوں نے ان طریقوں سے هی اپنے خیالات کا تبادله کیاهے، اور ایک دوسرے تک پیغام پهنچایاهے، اسی طرح هنسی اور رونابهی جس کا اظهار بچے اپنے والدین سے خوشی کے موقع پر هنسی کے ذریعے، جب زبان سے کهنے کے قابل نهیں هوتے، اور درد، غم ، بهوک اور پیاس کا رونے کی صورت میں اپنے والدین اور اردگرد کے لوگوں سے اظهار کرتے هیں.

اور بعض اوقات خاموشی، بهوک هڑتال، دهرنا، چهرے کے تاثرات کی تبدیلی وغیره انسانی خواهشات اور ضروریات کےاظهار کا ذریعه هوتی هیں، لیکن اکثر اوقات زبان اور قلم کا استعمال هوتاهے، اور ان دو آلات میں سے قلم زیاده اهم هے، اس کا اثر ابدی اور پائیدار هے، کسی دانشور نے کهاهے کہ:"

(c) ketabton.com: The Digital Library

البیان بیانان: بیان اللسان وبیان الاقلام، بیان اللسان قد تدرسه الاعوام وبیان الاقلام باق علی مرّ الایام" بیان کی دوقسمیں ھیں: ایک زبان کا بیان، اور دوسرا قلم کا بیان ، زبان کا بیان وقت گذرنے کے ساتھ پرانا ھوجاتاھے ، اور مٹ جاتاھے ، لیکن قلم کا بیان ھمیشه رھتاھے۔

قرآن کریم میں ھمارے رب نے قلم اور تحریر کی اھمیت کو اس قدر واضح اور اھمیت کے ساتھ بیان کیا ھے که قلم اور جو کچھ وہ لکھتاھے اس کی قسم کھائی ہے: "نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ا" قلم کی قسم اور جو کچھ وہ لکھتے ھیں" (سورہ قلم: 1)

پڑھے لکھے لوگوں کے لے یه راز نھیں ھے که سب سے زیادہ مضبوط تاکید قسم کھاناھے، اور قسم ایک اھم اور عظیم معامله پر کھائی جاتی ہے، قلم کی عظمت اور اھمیت اور جوکچھ وہ لکھتاھے، یه ھے که: یه انسانی تھذیبوں کی ابتداء ، علوم کے ارتقاء اورتکامل ، افکار ونظریات کی بیداری، مذاھب کی تشکیل اور انسانی رھنمائی اور آگھی کا ذریعه ھے کاغذ کے صفحے پر قلم کی نب کی حرکت بنی نوع انسان کی تقدیر کا تعین کرتی ھے، اس لیے انسانی معاشروں کی فتح وشکست کا دار ومدار قلم کی نوک پرھے۔

قلم علوم وفنوں کا نگھبان، منکرین کے افکار کا نگھبان، علماء کے افکار کا مضبوط ربط، بشر کے ماضی اور مستقل کے درمیان رابطے کا پُل ھے، یھاں تک که آسمان وزمین کا ربط بھی اسی لوح وقلم کے ذریعہ حاصل ھوا ھے، قلم ان لوگوں کو جوڑتاھے جو وقت اور جگه کے لحاظ سے ایک دوسرےسے الگ رھتےھیں، قلم بنی نوع انسان کا راز اور علوم کا خزانه، صدیوں اور زمانوں کے تجربات کا جمع کرنے والاھے ۔

اگر قرآن اس کی قسم کھاتاھے تو یه ھمیشه کسی بھت بڑی اور قیمتی چیز کی قسم کھاتاھے، اور اس چیزکودلیل کے طورپر پیش کرتاہے ۔

قرآن کریم نبی کریم صلی الله علیه وسلم کا ایک لافانی معجزہ ھے، خدا کی طرف سے لکھاگیاھے جو قلم کا خالق ھے، قلم اور تحریر ان قوال میں سے ھے جو نه صرف پرانے نھیں ھوتے ھیں، بلکه ھرآنے والے دن ان کے نئے پھلو ظاھر کر کےسامنے لاتے ھیں، قرآن میں قلم کے نام پر خدا کی قسم اس کے تقدس اور شرافت کا سب سے واضح ثبوت ھے، " نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ا " قلم کی قسم اور جو کچھ وہ لکھتاھے" (سورہ قلم : 1) .

(c) ketabton.com: The Digital Library

جیسا که رسول الله صلی الله علیه وسلم کے ساتھ پهلے رابطه میں وه قلم سے متعلق بات کرتا هے: "الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ۝۴" جس نے قلم سے لکھنا سکھایا (سوره علق : 4) انسانی زندگی کا ایک هم ترین واقعه خط کا وجود میں آنا اور کاغذ یا پتھر پر قلم سے لکھنے کا ظهور تھا، جس نے تاریخی دور کو ماقبل تاریخ سے الگ کردیا۔

بعض مفسرین نے سوره "قلم" کی آیت "1" میں قلم کو ایسے قلم سے تعبیرکیاهے، جس سے خدا کے عظیم فرشتے آسمانی وحی لکھتے هیں ، اور لوگوں کے اعمال نامے تحریر کرتے هیں، جبکه بعض دوسرے لوگوں کے نزدیک یه آیت ایک وسیع معنی رکھتی هے، جس میں سے یه تفسیر اس کی ایک مثال هے، جس طرح که "مَا یَسْطُرُوْنَ" کا وسیع مفهوم هے، اس میں وه سب کچھ شامل هے جو انسانوں کی رهنمائی اور فکری، اخلاقی اور عملی اقدامات کے ذریعه لکھاگیاهے، اور یه صرف آسمانی وحی یاانسانوں کے اعمال تک محدود نهیں هے ۔

بعض نے قلم سے خدا کی قسم کھانے کو اور جوکچھ وه لکھتا هے اسے نعمتوں میں سے ایک نعمت قرار دیاهے، کیونکه وه قلم اور تحریرکی عظمت کو بات کرنے کے برابر سمجھتے هیں، ان دونعمتوں کی عظمت ثابت کرنے کے لیے یهی کافی هے که الله تعالی نے انسان کی رہنمائی کلام اور قلم کی طرف کی هے اور ان نعمتوں سے نوازا، اور ان دو نعمتوں کو استعمال کرنے کا طریقه بهی سکھایا۔

قرآن کریم اگر قلم کی قسم کھائے، تو اس کا مطلب هے که قلم انسانوں کا راز دارهے، اور وه علم کا خزانه هے، صدیوں اور زمانوں کے تجربات کو جمع کرنے والا هے، اور یه بهت قیمتی اور قابل احترام معامله هے، قلم اور اس کے ذریعه جو کچھ لکھا جاتاهے وه دراصل انسانی تهذیب کی پیدائش اور علم کی نشو ونما اور افکار کی بیداری کا ذریعه هے، کیونکه قلم اور تحریر خدا کی عظیم نعمتوں میں سے هے، جس کی طرف خدا تعالی نے بنی نوع انسان کی رهنمائی فرمائی هے، اور اس کے ذریعه آنکھوں سے پوشیده واقعات اور دلوں میں چھپے هوئے معانی ضبط تحریر میں لائے جاتے هیں۔

قلم اور تحریر کے ذریعه انسان اپنے سامنے کوئی بهی واقعه پیش کرسکتاهے جو زبان و مکان کے پردے کے پیچھے هو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

نتیجه

قلم تهذیب کا معمارهے، زبان تاریخ کا علمبردار اور انسانی معاشرے کے درمیان رابطے کا پل ، علوم وفنون کا محافظ هے:" کل علم لیس فی القرطاس ضاع " کوئی بھی علم جو کاغذ پر نہیں هے ضائع هوکر مٹ هوجاتاهے۔

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة القدر

سوره قدر مکہ میں نازل ہوئی اس کی "۵" آیتیں ہیں

وجه تسميه :

اس سورت کا نام شب قدر کے نام پر رکھا گیا جس میں قرآن نازل هوا، "قدر" کا مطلب عزت اور عظمت ہے ، جیساکه الله تعالی اس سورت کے شروع میں فرماتے هیں : "اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ" -

اس سورت نے سوره عبس کے بعدشرف نزول پایا ، اس سورت کے مندرجه ذیل نام هیں:

1 - القدر -

2 - ليلة القدر -

3 - "اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ" -

اس سورت کے مکی یا مدنی هونے کے بارے میں علماء کا اختلاف هے، مفسر ابوحبان کا "البحرالمحیط" میں دعوی هے که اکثر علماء کے نزدیک یه سوره مدنی سورتوں میں سے هے،علی بن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے هیں که مدینه میں نازل هونے والی یه پهلی سورت هے، اس کے برعکس ما وردی فرماتے هیں که: یه سورت اکثر علماء کے نزدیک مکی هے، امام السیوطی نے"الاتقان" میں بھی یهی لکھاهے ، ابن مردویه نےابن عباس، ابن زبیر اور عائشه سے یہی قول نقل کیاهے که یه سوره مکه میں نازل هوئی هے ، سوره کے معنی اور مشتملات سے محسوس هوتاهے که یه سورت مکه میں نازل هوئی هوگی۔

سوره قدر کا موضوع

اس مبارک سوره میں قرآن مجید کے نزول کا آغاز اور دوسرے دنوں اور مہینوں پر شب قدر کی فضیلت اور برتری بیان کی گئی هے، شب قدر جس میں مقدس الهامات کی خوشبوئیں اور خدا کے جلال کی روشنیاں پھیلی هوتی هیں، اور الله تعالی ان کو نزول قرآن کی حرمت سے اهل ایمان کو عطا

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرماتاھے، اور آسمان سے طلوع فجر تک پاک طبیعت فرشتوں کے نزول کا ذکر کرتاھے، پس کیاھی عظیم رات ھے شب قدر، جو الله کے نزدیک هزارمهینوں سے بهتر ھے ۔

اس سورت میں اصل بحث کا موضوع جیساکه هم نے اوپر ذکرکیاھے وه قرآن کریم کی عظمت ھے، قرآن کریم کی شان وعظمت کا اندازه اس بات سے لگایا جاسکتاھے که اس کےنزول کی رات کو "شب قدر" کهاجاتاھے، قدر کی رات، اهمیت کی رات، ایک ایسی رات جو خود قابل قدرھے، هزار راتوں سے بهتر، ایک انسان کی زندگی سے بهتر، انسان کی قسمت نوکا تعین کرنی والی رات ، یه رات قوموں کی تقدیر لکھنے والی رات۔

جس نے اس رات کی قدر کی اور اس رات میں شامل خدا کی اس عظیم نعمت کی وقعت رکھی، اس کی حفاظت کی اور اس کا شکر ادا کیا تو اس نے عزت وعظمت حاصل کی، اور جس نے بھی اس "شب قدر" کی عظمت پر توجه نهیں دی ، اس نے اس نعمت کو نه پهچانا که آج کی رات اس کی زندگی میں آئی ھے، مگر اس کو اهمیت نهیں دی، تو وه شخص ذلیل اور عذاب الٰهی کا سامنا کرے گا۔

سوره "القدر" کی آیات، الفاظ اورحروف کی تعداد

سوره قدر کی آیات مختصر اور موزون هیں، اس سورت کا ایک (1)رکوع ، پانچ (5) آیتیں، اکتیس (31) الفاظ ، ایک سو پندره (115) حروف اور اونچاس (49) نقطے هیں۔

(یادر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سوره "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورة القدر اور سورة العلق کے درمیان ربط و مناسبت

سورة العلق میں الله تعالی نے نبی صلی الله علیه وسلم کو حکم دیا که وه اپنے رب کے نام سے قرآن پڑھیں اورسیکھیں، اس سورت میں الله تعالی نے اس کے نزول کا آغاز بیان کیاھے، جو که شبِ قدر رمضان کی سب سے قیمتی اور باعزت رات ھے۔

سور قدر کی فضیلت

سوره قدر کے مشتملات اور فضیلت جیساکه اس سورت کے نام سے واضح

(c) ketabton.com: The Digital Library

ھے پھلے مرحلے میں شب قدر میں قرآن عظیم کا نزول بیان کیاگیاھے ، اور پھر شب قدر کی اھمیت ، اس کی برکات اور اثرات بیان کی گئی ھیں، شب قدر میں قرآن عظیم کا نزول، شب قدر وھی رات ھے جس میں انسانوں کی سال بھر کی تقدیر اور قسمت کا تعین ھوتاھے، یہ ایک اور دلیل ھے قرآن کے آسمانی کتاب ہونے پر۔

شب قدر کی فضیلت

"شب قدر" وہ رات ھے جس میں قرآن عظیم پیغمبر اسلام پر نازل ھوا اور اس رات میں عبادت کی فضیلت تمام راتوں سے زیادہ ھے، اس رات میں انسان کی ایک سال کی تقدیر کا تعین ھوتاھے ، ایسی رات میں سب سے زیادہ نیک اعمال میں سے ایک "احیاء" ھے، جس کا مطلب ھے صبح تک ایک رات جا گنا، لهذا انسان کے لیے مناسب ھے کہ ایسی رات میں اپنے بُرے اعمال کے لیے استغفار کرے، کیونکہ یہ توبہ کی رات ھے، اور اس میں الله تعالی اپنے بندوں پر خصوصی کرم فرماتے ہیں، (لسان العرب) ۔

قرآن کے تدریجی نزول کی حکمت

الله تعالی نے امت محمدیه کو عزت اورعظمت سے نوازا ، اپنا آخری پیغام، بیش قیمت کتاب جو کہ ایک معجزہ ھے، اس امت پر نازل فرمائی تاکه وہ ان کے لیے دستورحیات بنے ، ان کی مشکلات کا حل بنے، اس امت کی جسمانی اور روحانی امراض کا علاج اور شفا ھو ، اس امت کے لیے عزت وعظمت اور کامیابی اور سربلندی کی علامت بنے، اس کا نزول ان کے لیے وجہ صد افتخار ھو (جتنی یہ کتاب محترم اوربا عظمت ھے) اسی طرح جس ھستی پر اتاری گئی وہ بھی زمین وآسمان میں سب سے برگزیدہ اور معزز ترین ھستی ھے ، یعنی جناب محمد بن عبدالله صلی الله علیه وسلم ، یہ کتاب ان کی طرف منسوب کی گئی، اس قرآن کے نزول سے آسمانی رسالت کا سلسلہ تکمیل کو پھنچ گیا، اس کے نور کی کرنیں کائنات میں چار سو پھیل گئیں، پورا جھاں اس نور تاباں سے جگمگا اٹھا، اس ھدایت الٰھی نے انسانوں کو تھام لیا، ان کو سھارا دیا، اس قرآن کا نزول جس ھستی کے توسط اور ذریعہ سے ھواھے، وہ آسمانوں میں امین ، دیانتدار جانی جاتی ھے ، یعنی جبریل علیه السلام ، انھوں نے یہ قرآن آپؐ کے قلب اطھرپر بتدریج نازل کیا ۔ (شعراء : 193 تا 195). (درآمدی برعلوم قرآن صفحه : 55 و تفسیر فرقان)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

قرآن کے بتدریج نزول کا فلسفه

قرآن عظیم کے تدریجی نزول میں بڑی حکمت اور بهت سے راز هیں، جن سے اهل علم واقف هیں، ان میں سے چند راز اور حکمتیں یه هیں:

1 - مشرکین کے ظلم وستم کے مقابلے میں پیغمبرؐ کے دل کو مضبوط رکھنا۔

2 - وحی کے دوران نبی صلی الله علیه وسلم کے ساتھ حسن سلوک ۔

3 - آسمانی احکام کی قانون سازی میں قدم بقدم آگے بڑھنا۔

4 - مسلمانوں کےلیے قرآن کریم کے حفظ اور سمجھنے کا آسان هونا۔

5 - واقعات اور حوادث کے ساتھ رهنا، اپنے وقت میں ان سے محتاط اور باخبررهنا، اور قرآن کے ذریعه رب کی بارگاه سے جڑے رهنا (جو ذات علیم اور حمید کی طرف سے نازل کیا گیاهے) ، (در آمدی برعلوم قرآن صفحه : 59 اور تفسیر فرقان)۔

سور ه قدر کا پیغام

1 - شب قدر انسان کے دماغ اور روح کی صحت اور خدا کی بارگاه میں سربلندی کی رات هے، "سَلٰمٌ۠ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ"۔

2 - شب قدر رحمت کی رات هے، اس میں انسان توبه کے ذریعے خدا کے فضل کو اپنی طرف متوجه کرسکتے هیں۔

3 - الله تعالی کی طرف سے معاملات کی تقدیر انسانوں کی خوشی اور بھلائی پر مبنی هے ، الا یه که انسان خود اس کے علاوه چاهیں " سَلٰمٌ۠ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ"۔

الفاظ اور اصطلاحات کی تشریح

"اَنْزَلْنَا" هم نے اتارا، "القدر" طاقت ، بڑائی، شرف، وقار، قدر، اندازه اور مقدار۔

"مَآ اَدْرٰىكَ " تم کیا جانتے هو ، کس چیز نے تجھے با خبرکیا، تجھے خبر نهیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

ھے (حاقه : 3، مرسلات: 14 ، انفطار : 16 اور 17)۔

"اَلۡفِ شَهۡرٍ" هزار مهینے "الروح" جبرئیل ، یا هرچیزکی روح، رحمت ، "مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ" هر کام کے لیے ، "سَلٰمٌ " درود، تحفه، سلامتی ، امن وامان، "مطلع" صبح سویرے ، صبح کی سفیدی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة القدر

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝٣ تَنَزَّلُ
الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝٤ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥

سورت کا ترجمه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتاهوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاهے
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١	بلاشبه هم نے اسے (قرآن کو) قدر کی رات میں اتارا
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢	اور تمهیں کیا معلوم شب قدر کیاهے؟
لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝٣	قدر کی رات هزار مهینوں سے بهتر هے
تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝٤	اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے هرکام کے (انتظام) کے لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتےهیں
سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥	وه رات فجر طلوع هونے تک سلامتی هے

سوره قدر کی تفسیر

اس سورت کی مبارک آیات میں قرآن کریم کے نزول کا آغاز اور شب قدر کی فضیلت کے بارے میں بحث کی گئی هے ۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١	بلاشبه هم نے اسے (قرآن کو) قدر کی رات میں اتارا

هم نے قرآن کو قیمتی اور اهمیت والی رات "ليلة القدر" میں نازل کیا هے ، قرآن کریم کے نزول کی وجه سے یه رات عبادت ، شرافت، بڑائی اور مقام ومرتبه میں هزار مهینوں سے بهتر قرار پائی هے۔

"اَنْزَلْنٰهُ" اکثر مفسرین کے فهم کے مطابق ضمیر "ہٗ" انزلناه میں قرآن کی طرف لوٹتی هے، اور نزول قرآن کے آغاز کا اشاره هے، اسم ظاهر کے بجائے ضمیر "ہ" کا ذکر اس کی غیر معمولی شهرت اورمثال کی وجه سے ہے، اور اس کا مرجع سب کے ذهنوں میں هے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

خدا فرشتوں کے ذریعے اور ان کے وساطت سے دنیا کی معاملات کو انجام دیتاھے، اس لیے قرآن کریم کی اکثر آیات میں افعال اور ضمیر جو خدا سے متعلق ھیں جمع کی صورت میں ذکر کیے گیے ھیں، جیساکه سورت کے شروع میں ھے که: "إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ" هم نے قرآن کو نازل کیا، بهت سےمفسرین کی رائے کے مطابق قرآن پاک دومرتبه نازل هوا، ایک مرتبه شب قدر میں یکجاهوکر جس کی طرف یه سوره اشاره کرتی هے، اور پھر بتدریج نبی صلی الله علیه وسلم کی تئیس ساله رسالت کے دوران، اس آسمانی کتاب کے نزول کے بارے میں قرآن کی تفسیریں دوطرح کی هیں، ان میں سے کچھ لفظ "أنزلنا" کے ساتھ جوکه "انزال" کی اصل سے هے، جس کا معنی ایک هی بار نزول کے هیں ، اور کچھ لفظ "نزّلنا" کے ساتھ جوتنزیل کی اصل سے آیاهے، جس کا مطلب هے "بتدریج نزول" ، ابن عباس کهتے هیں که : الله تعالی نے مکمل قرآن "لوح محفوظ" سے لے کر "دارالعزة" تک دنیا کے آسمان پر نازل فرمایا، اس کے بعد وقت کے تقاضوں کے مطابق تئیس سال میں رسول الله صلی الله علیه وسلم پر بتدریج نازل هوتارہا، (مختصر: 659/3 ، اور قرطبی : 130/19) .

تفسیر" جلوه های از اسرار قرآن " کے مصنف لکھتے هیں: قرآن کا نزول اور اتارنے کا مطلب الله کے پیغام کو اوپر سے نیچے بھیجنا بھی ہے، اور کلام الهی کے اعلی درجے کو انسانی فهم و ادراک کے درجے تک نیچے پهنچادینا بھی ہے، یعنی همارے عظیم رب اپنے اعلی کلام کی سطح اور درجے کو اس حدتک نیچے لایاکه زمین میں بسنے والے انسانوں کے لیے قابل فهم هوا۔

"لیلة القدر" عظیم اورقیمتی رات، یه اپنی اهمیت بڑھانے اور قسمت متعین کرنے کی رات هے، کیونکه قرآن کریم اسی میں نازل هوا، جوکه ہرلحاظ سے نور، رحمت، خیر، برکت، سلامتی اور سعادت هے۔

قدر:

1 - اس رات میں تقدیر یں فرشتوں کے سامنے واضح اور معین هوجاتی هیں۔

2 - اس رات کی قدر ومنزلت بهت زیاده هے، اوریه 83 سال کی عبادت کے برابر هے؛ لهذا شب قدر الله تعالی کے شکر بجالانے اور شکر گزاری کی رات هے ، کیونکه بشر کے لیے الله تعالی کی سب سے اهم نعمت قرآن کریم کا نزول هے، جو کہ اس رات میں ہوایاد رکھنا چاهے که : ظرف اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

مظروف کا مناسب ھونا ضروری ھے، بھترین کتاب بھترین رات میں بھترین انسان پر نازل ھوئی۔

وَمَآ أَدۡرَىٰكَ مَا لَيۡلَةُ ٱلۡقَدۡرِ ۝٢	اور تمھیں کیا معلوم شب قدر کیاھے؟

اور آپ کو کیا معلوم ھوا کہ قدر کی رات کیا ھے؟ یعنی: تجھے کیسے پتہ چلے

گا کہ کونسی رات شب قدر ھے، (اورکتنی عظیم ھے) یعنی کس چیزنے تمھیں اس کی قدر وعظمت سے آگاہ کیا: (خازن : 4/ 275) ۔

سوال شب قدر کی عظمت اور اھمیت کا ھے، یعنی: آپ نے شب قدر کی فضیلت اورشرف کے حتمی اور آخری درجے کو نہیں سمجھا ھے ۔

"مَآ أَدۡرَىٰكَ" تم کیا سمجھتے ھو؟ "مَآ أَدۡرَىٰكَ" کی تعبیر اور اس موضوع کا مفھوم یہ بات ھم پر واضح کردیتی ھے کہ اس رات کا صحیح وقت اور عظمت رسول الله صلی الله علیه وسلم کو بھی معلوم نہیں تھا، دوسروں کو کیا معلوم ! یہ آیت مبارکہ اس بابرکت رات کی اھمیت ، قدر اور فضیلت کی وجہ بیان کرتی ھے کہ : جو رمضان کے مھینے کے آخری عشرہ میں چھپی ھوئی ھے، اسے یقین قطعی سے کوئی نہیں جانتا، اھل علم کے نزدیک شب قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں چھپانے کی وجہ یہ ھے کہ: الله تعالی نے اس کو پوشیدہ رکھاھے، تاکہ بندوں کو زیادہ عبادت کی ترغیب دی جائے اور وہ اپنی عبادات کو ایک رات کےلیے مخصوص نہ کریں، اور ھرایک کےلیے ایمان کو مضبوط کرنے کا تربیتی نصاب بنے ۔

ملاحظہ:

رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتیں (21 ، 23، 25، 27،29) وہ بھترین تحفے ھیں جو الله تعالی نے اپنے بندوں کو عطا کیےھیں ۔

"لیلة القدر": قدرکی رات ، لفظ "قدر" قرآن عظیم میں کئ معنی میں استعمال ھواھے:

الف: مقام اور مرتبہ ، جیساکہ فرماتاھے: وما قدروا الله حق قدره (انعام : 91) (جیسا چاھیے تھا، انھوں نے خدا کے مقام اور عظمت کوایسا نہیں پھچانا)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ب: تقدیر اور قسمت : جیساکه وه فرماتاهے: "جئت علی قدر یاموسی" (طه: 40) (اے موسی! تم (خدا کی) تقدیر کے مطابق (اس مقدس مقام پر)آئے هو)۔

ج: تنگی اور مشکلات : جیساکه فرماتاهے "وَمَن قدر علیه رزقه" (طلاق: 7) (جس پر رزق روزی تنگ کردے)۔

ابتدائی دو معنی: لیلة القدر" کے لیے مناسب هیں، کیونکه شب قدر اهمیت والی رات هے ، تقدیر اور قسمت معین کرنے والی رات بهی هے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ۰خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۳	قدر کی رات هزار مهینوں سے بهتر هے

"لیلة القدر" کی رات ان راتوں میں سے هے جو هزار مهینوں سے بهتر هے، "الف شهر" هزار مهینے ، یه بات قابل ذکرهے که "الف شهر" سے مراد تکثیر هے نه که تعین اور محدودیت ، اور یه که لیلة القدر کو هزار مهینوں سے بهتر قرار دیاگیاهے، ظاهرهے که ان هراز مهینوں میں هرسال لیلة القدر کی ایک رات هوتی هے، تو پهر یه کیسا حساب هے؟۔

مفسرین فرماتے هیں که هزار مهینے سے مراد وه مهینے هیں جن میں یه رات نه هو، اس لیے اس میں کوئی اشکال نهیں هے (کذا ذکره ابن کثیر عن مجاهد)۔

مختلف ممالک اور شهروں میں مطالع کے فرق کے مطابق شب قدر بهی مختلف هیں، البته اس میں کوئی حرج نهیں ، کیونکه جهاں بهی شب قدر آتی هے، وهاں لیلة القدر کی برکتیں حاصل هوتی هیں، والله سبحانه وتعالی اعلم .

مفسرین نے کهاہے کہ: اس کا مطلب یه هے که شب قدر میں ایک نیکی ان هزار مهینوں کے عمل سے بهترهے ، جن مهینوں میں قدر کی رات نهیں ، تاریخی روایات میں آتا هے که:(پہلی امتوں میں سے ایک امت میں) ایک شخص نے هزار مهینه اسلحه اٹهائے الله تعالی کی راه میں جهاد کیا، آپ صلی الله علیه وسلم اور مسلمان متعجب هوئے اور حیرت میں پڑگئے، اور آپ صلی الله علیه وسلم نے اپنی امت کے لیے ایک تمناکی اور فرمایا: اے الله !میری امت کو مختصر ترین عمر اور بهت کم اعمال عطا کیے گئے ہیں تو پهر الله تعالی نے قدر کی رات عطاکی اور فرمایا: شب قدر آپؐ اور آپؐ کی امت کے لیے ان هزارمهینوں سے بهترهے جس میں اس شخص نے جهاد کیا، (اس قول کو ابن عباس اور مجاهدنےنقل کیاهے)۔

مجاهد نے کها: اس سے مراد نیک اعمال هیں، روزه رکهنا اور رات کی نماز

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہزار مہینوں سے افضل ہیں (مختصر: 659/3)۔

"أَلْفِ شَهْرٍ" کے بارے میں ایک یاد دھانی : 83 سال اور 4 ماہ

انسان کی مختصر زندگی کی وجہ سے الله رب العزت نے اس امت پر یہ احسان کیاہے کہ اس رات میں عبادت کرنے سے ھمیں ایک لمبی عمر کی عبادت کرنے کا اجروثواب ملے گا، اس لیے کہ اتنی سی کم زندگی میں (۶۰- ۷۰- ۸۰) کی ہوتی ہے ، اس میں ۸۳ سال تک عبادت ممکن نہیں ہے، اس لیے الله نے ایک رات کی عبادت ۸۳ سال کے برابر قرار دیدی، اس کے علاوہ لفظ "ألف" کو محدود کرنا بھی ضروری نہیں ھے کہ اس کے معنی ہزار ھیں، بعض علماء اور محدثین نے اس کی مقدار ہزارمھینے مقرر کی ھے کہ ۸۰ سال سے چند سال اوپر ھیں ، اور انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ھے کہ یہ نتائج زیادہ مناسب نہیں ھیں، اور آیات کے سیاق وسباق سے میل نہیں کھاتے، الله تعالی لیلة القدر کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ھیں :"لَيْلَةُ الْقَدْرِ۝ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ" قدر کی رات ہزارمھینوں سے بھتر ھے، لیکن حقیقت یہ ھے کہ انھوں نے کھا کہ شب قدر ہزار مھینوں سے بھتر ھے، اس پر بحث ھے، کیونکہ الله تعالی نے نھیں فرمایا: "العبادۃ فی لیلة القدر خیرمن الف شھر" بلکہ فرمایا: "لَيْلَةُ الْقَدْرِ۝ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ" قدر کی رات خود ھی ہزارمھینوں سے بھتر ھے، اور یہ ہزار تکثیر کے لیے ھے، یہ ضروری نھیں ھے کہ ایک ہزار کا مطلب بالکل ایک ہزار ہو، اس طرح کی تشریحات اور تعبیرات قرآن کریم اورعربی زبان میں بہت زیادہ استعمال ہوئی ھیں (کہ خاص عدد ذکر کرکے کثرت مراد ہوتی ہے) ۔

مختصر انسانی زندگی کا مفھوم

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:" أَعْمَارُ أُمَّتِي مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى السَّبْعِينَ، وَأَقَلُّهُمْ مَنْ يَجُوزُ ذَلِكَ" (ترمذی: 355) اور (ابن ماجه: 4236)۔

"میری امت کی عمریں ۶۰ سے ۷۰ سال کی درمیان ہوں گی، اور ان میں سے کچھ اس سے زیادہ عمر پاتے ھیں" چنانچہ خدا تعالی نے ھمیں لیلۃ القدر جیسے یہ تحفے ھماری مختصر زندگی کے وجہ سے عطا کیے ھیں ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ملاحظه:

جس نے شب قدر میں عشاء اور فجر کی نمازیں با جماعت ادا کیں، اس کو بھی اس رات کا ثواب ملے گا، اور جس نے جتنی زیادہ عبادت کی اس کو اتناهی ثواب ملے گا، صحیح مسلم میں حضرت عثمانؓ کی روایت هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا که جس نے عشاء کی نماز با جماعت ادا کی اس نے آدهی رات کے قیام کرنے کا ثواب پایا، اور اگر فجر کی نماز جماعت سے پڑھی تو رات بھر کی شب بیداری کا ثواب پایا۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ﴿٤﴾	اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے هرکام کے (انتظام) کے لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے هیں

اس رات اپنے رب کے حکم سےفرشتے اور جبرئیل ، عبادت گزاروں اور شب بیداری میں عبادت کرنے والوں کے پاس آتے ہیں، هر اس کام کی انجام دهی کے لیے جس کا حکم الله نے دیا هے۔

"تَنَزَّلُ " یکے بعد دیگرے اترے ۔

یه فعل به معنی ماضی بھی هوسکتاهے، شیخ محمّد عبده عمَّ پاره کی تفسیر میں فرماتے هیں: الرُّوح : جبرئیل، فرشتوں اور ان کے سردار جبریل کا نزول زمین کی طرف خیر کی دعااور استغفار طلب کرنے کے لیے هوتاہے اور یه عبادت کرنے والوں کے واسطے رات کو جاگتے هیں، اور خود بھی عبادت کرتے هیں، اور عظیم رب سے رحم اور بخشش مانگتے هیں۔

"تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ" روح سے مراد، جبرئیل علیه السلام هے، حضرت انس روایت کرتے هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: جب بھی شب قدر آتی ہے تو جبرئیل فرشتوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے هیں، الله تعالی کے تمام بندوں کے لیے چاهے مرد هو یاعورت جو الله کے ذکریا نماز میں مشغول رهتے ا ن کے لیے وه رحمت کی دعا کرتے هیں ۔

"بِاِذْنِ رَبِّهِمْ" الله تعالی کے حکم سے اس رات کو اترتے هیں ، یعنی وه اپنی مرضی سے نهیں اتر تے، بلکه عظمت والے رب کے حکم سے آتے هیں۔

"مِنْ كُلِّ اَمْرٍ" هر اس چیز کے بارے میں جو اس سال تقدیر میں لکھی جائے گی ، اور هر حکم کا مفهوم وهی چیز هے جسے سوره دخان آیت "5" میں (کام

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور حکیمانه امر) کها گیاهے، اس رات فرشتے انسانوں کی تقدیر اور قسمت میں الله تعالی جو کچھ فرماتا اور حکم دیتاهے وه لکھتے هیں ، انسان اس رات میں سچی عبادت اور دعا کرکے اپنی تقدیر بدل سکتے هیں، ابن کثیر اپنی تفسیر میں آیت مبارکه کے جمله: "مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ" کے بارے میں لکھتے هیں حرفِ "من" یهاں به معنی "با" کے استعمال هواهے، اسی طرح نحوی قواعد کے اعتبار سے حروف جاره ایک دوسرے کی جگه استعمال هوتے هیں ، اور "من" اور "با" دونوں حروف جاره هیں، یعنی فرشتے سال میں رونُماهونے والے تمام تقدیر کو اپنے ساتھ لے کر زمین پر اترتے هیں۔

بعض مفسرین جیسے مجاهد وغیره نے "مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ" کو "سلام" سے متعلق جاناهے اور اس کا معنی یوں کیاہے که یه رات هرقسم کی برائی ، آفت اور بدی سے محفوظ هے (تفسیر ابن کثیر)

سَلٰمٌ۟ۛ۠ هِيَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ۠	وه رات فجر طلوع هونے تک سلامتی هے

وه رات صحت وسلامتی ، رحمت اور رات کو جاگ کر گذارنے والے مؤمنوں پر فرشتوں کی طرف سے درود اور سلام کی رات هے طلوع فجر تک، یه رات مکمل امن اور سکون کی هے، شروع سے آخر تک برکت هے، کوئی بُرائی، فتنه، ناخوشی اس کے پهلے لمحے سے طلوع صبح تک موجود نهیں هے ۔

"سلامٌ" درود وسلام ، یهاں فرشتوں کی دعا مراد هے جو وه مؤمنون کےلیےمغفرت اور رحمت کی دعا مانگتے هیں۔

سلامت : یعنی اس میں عبادت اور اطاعت ، هرچیزسے مؤمنوں کے لیے سلامتی اور امن وامان میں رهنے کا سبب هے، یا یه سالم کے معنی میں هے، یعنی ایسی رات هے جو سالم اور سلامتی سے وابسته هے ۔

شیخ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے هیں: "سلام" اصل عبارت "هیَ سلامٌ" هے ، لفظ "هي" حذف هواهے، یعنی یه رات سلام اور سلامتی هی هے، سراسر خیر هے ، شرنام کی کوئی چیزاس سے نهیں هے (قرطبی)۔

بعض دوسرے مفسرین کهتے هیں: "تقدیری عبارت "سلام هو" هے، اور اسے "مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ" کی صفت بتاتے هیں، اس کا معنی یه هے که یه فرشتے هر اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

امر کو لائیں گے جو خیر اور سلامتی والا ہو، (مظھری)۔

مجاہد آیت کریمه کی تفسیر میں فرماتے ھیں:" وہ سلامتی والی رات ھے که شیطان اس میں کوئی نقصان یا اذیت نهیں پهنچا سکتا"،شعبی کهتے ھیں که:" سَلٰمٌ" سے مراد، فرشتوں کا شب قدر میں اهل مساجد پر سلام کرناہے، سورج کے غروب سے لے کر صبح طلوع ھونے تک "، "هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ" یعنی: لیلة القدر کی برکتیں رات کے کسی حصے کے ساتھ مخصوص نهیں ھیں، بلکه رات کے شروع سے طلوع فجر تک جاری رهتی ہیں ۔

"مطلع" طلوع، ظاھر ھونا، طلوع کا وقت، جب ظاھرھو، یه مصدر میمی یا اسم زمان ھے۔

یاد دھانی

شب قدر مختلف مناطق میں ایک ھی ھے، کیونکه رات وھی نصف کرہ زمین کا سایه ھے، جو که دوسرے نصف کرہ پر پڑا ھے ، اور یه سایه زمین کی گردش کے ساتھ حرکت کرتاھے، اس کی مکمل گردش ایک بار چوبیس گھنٹوں میں پوری ھوتی ہے، یه دورانیه دھیرے دھیرے کرۂ ارض کے تمام حصوں پر چھاجاتاھے ، یه کرۂ ارض کی مکمل رات ھے، اور قدر کی رات وہ ھے که جو چند گھنٹے پهلے اوربعد کے فرق سے تمام اهل زمین کی مهمان بنتی ھے۔

اس مهینے میں شیطان کے قید ھونے کے بارے میں علماء کی آراء

عام طور پر اس سلسلے میں علماء کے نظریات کا خلاصه درج ذیل تین آراء میں نہیں کیاجاسکتاھے:

1 - رمضان سے پهلے شیطان انسان کو گناھوں میں اس حد تک مبتلا کردیتاھے که اس کا اثر اس شخص پر رمضان کے آخر تک رهتاھے، رمضان سے پهلے والے گناھوں کی وجه سے وہ رمضان میں اطاعت اور عبادت نهیں کرسکتا، اس بنیاد پر شیاطین رمضان میں قید ھوتے ھیں، لیکن انسان رمضان سے پهلے والے گناھوں کے اثرات کی وجه سے اچھے انداز سے الله کی عبادت کرنے سے محروم جاتاھے۔

2 - شیاطین کا سربراہ جیل میں ہوتاھے، جبکہ اس کے چیلے آزاد اور متحرک ہوتے ھیں ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

3 - لیلة القدر میں کوئی بھی شیطان آزاد نہیں ھوتا، ھرایک قید او رزنجیر میں بندہوتا ھے، اس رات میں انسان ھر برائی سے محفوظ رھتاھے، کیونکه وہ تمام رات سلامتی ھے، غروب آفتاب سے طلوع فجر تک، وہ رات فرشتوں کے نزول کی رات ھے، پس تمام رات محفوظ اور سلامتی ھے ھربری چیز سے۔

شأن نزول

ابن ابی حاتم نے مجاھد کی سند سے (مرسل) روایت کیاہے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے بنی اسرائیل کے جھاد کی حالت کا ذکر فرمایاکه وہ مسلسل ایک ھزار مھینے تک جھاد میں مشغول رھتے، که کبھی اپنی تلواریں زمین پر نھیں رکھتے تھے، مسلما یه سُن کر حیران رہ گئے، اس وقت یه سورہ " القدر" نازل ھوئی، اس ایک رات کی عبادت نے اس امت کو بنی اسرائیل کے مجاھدین کی ساری زندگیوں سے اونچا کردیا، یعنی ایک ھزار مھینے کے برابر۔

مجاھد کی روایت کے مطابق ابن جریرنے ایک اور واقعه کا ذکر کیاھے که بنی اسرائیل میں ایک عبادت گذار ھوا کرتاتھا که رات بھر عبادت میں مشغول رھتا اورصبح کو جھاد کے لیے نکلتا ، دن بھر وہ جھاد میں مصروف ھوتا، اور اس طرح اس نے ایک ھزار مھینے الله کی عبادت میں گزاری، تو رب تعالی نے سورہ قدر نازل فرمائی، اس سے معلوم ھوتاھے که شب قدر امت محمدی کے خصوصیات میں سے ھے (مظھری)۔

ابن کثیر اس قول کوامام مالک کا قول سمجھتے ھیں، بعض شوافع نے اسے جمھور کا قول قرار دیاھے، خطابی اس پر اجماع کا دعوی رکھتے ھیں، لیکن بعض محدثین کا اس میں اختلاف نظر ھے (تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر ملاحظه کریں)۔

شب قدر اور قرآن کریم کا سبب نزول

الف: قرآن کریم کا نزول: شب قدر کی ایک خصوصیت اور فضیلت یہ ہے که قرآن عظیم ، انسانی رھنمائی کی کتاب اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی الله صلی الله علیه وسلم کا ابدی معجزہ اسی رات میں نازل ھوا ھے، قرآن مجید کی آیتیں ان کا مطلب اورموضوع کی تائید کرتی ھیں: اول:سورہ "قدر" فرماتاھے:" إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ ۝"، **دوم:** سورہ بقرہ: 185 ، " شَهۡرُ رَمَضَانَ

(c) ketabton.com: The Digital Library

الَّذِیٓ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ"، سوم: آیات 3 اور 4 سورہ دخان)" اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ۝۳ فِیۡهَا یُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِیۡمٍ ۝۴" که هم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا، بیشک هم ڈرانے والے هیں، اس رات کو هرکام کا فیصله خدا کی حکمت کے مطابق کیا جاتاهے۔

مبارک کا کیا مطلب هے؟

لفظ مبارک جوآیت مذکوره میں آیاهے، برکت کے ماده سے لیا گیاهے، یعنی یه رات رحمتوں سے بهری هوئی رات هے، یه نهایت مفید اور نفع بخش رات هے، جس میں نعمتوں اور رزق کی فراوانی هے، اسی طرح همارا عظیم رب فرماتا هے: "اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝۱ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۝۲ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۝ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۝۳" ترجمه: بلاشبه هم نے اسے (قرآن کو) قدر کی رات میں اتارا ، اور تمهیں کیا معلوم شب قدر کیاهے؟ قدر کی رات هزار مهینوں سے بهتر هے"۔

رب تعالی فرماتے هیں: "شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ " (سوره بقره: 185) رمضان کا مهینه وه مهینه هے جس میں قرآن نازل کیاگیاهے ."اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝۱ " هم نے اسے شب قدر میں اتارا" اس لیے مطلق حکم یهی هے که شب قدر رمضان کے مهینه میں هے، جمهور مفسرین کے قطعی حکم کے مطابق شب قدر رمضان کے مقدس مهینے میں هے، یه وه رات هے جس میں قرآن عظیم نازل هوا جو تمام نیکیوں اور برکتوں کا سرچشمه هے ۔

شب قدر ، وه رات هے جس میں قرآن کے نزول سے عالم انسانیت کی تقدیر کی تصدیق اور تعین هوتاهے ، مسلم مفسرین قرآن کے نزول کو دوقسمونمیں تقسیم کرتے هیں :

1 - مجموعی طور پر ایک هی بار میں نزول

2 - تدریجی نزول

نزول دفعی، یعنی قرآن عظیم شب قدر کو پوری طرح حضور صلی الله علیه وسلم کے قلب مبارک پر نازل هوا، اور نزول تدریجی وه نزول هے جو که : 23 سال کے عرصے میں قرآن مجید بتدریج حالات اور واقعات کے مطابق پیغمبر اسلام پر نازل هوا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

متعدد مفسرین آیت : "اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝١" کی تفسیر میں لکھتے هیں " اَنۡزَلۡنٰهُ " سے مراد "هم نے قرآن نازل کیا" نهیں ایسا نهیں که شب قدر میں پوری طرح سب کو عرش سے آسمان دنیا پر اتاراگیا، اور یه بهی نهیں کی قرآن پهلی وحی کی رات مکمل نبی کے دل پر نازل هوا تها، یه دو بے بنیاد دلیلیں اور قرآن کی ان صریح آیات کے مخالف هیں، جو نبی صلی الله علیه وسلم پر قرآن کے بتدریج نازل هونے پر دلالت کرتی ہیں ۔

اس آیت کی تفسیر قرآن میں هی تلاش کی جانی چاهیے، کوئی بهی رائے قرآن کی تفسیرسے متصادم هو اسے ایک طرف رکھ دیاجائے اور اس سے تعلق نه رکھاجائے۔

چناچه قرآن کریم اس بارے میں واضح طورپرکهتاهے: " وَقُرۡاٰنًا فَرَقۡنٰهُ لِتَقۡرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكۡثٍ وَّنَزَّلۡنٰهُ تَنۡزِيۡلًا ۝١٠٦" (سورۃ الاسراء: 16) ترجمه: " اور قرآن عظیم، هم نے اس کو جدا جدا کر کے (نازل) کیا، تاکه تو اسے لوگوں پر ٹهہر ٹهہر کر پڑهے اور هم نے اسے، (تهوڑا تهوڑا) نازل کیا"، اسی طرح فرماتاهے: "وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَةً وَّاحِدَةً ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلۡنٰهُ تَرۡتِيۡلًا ۝٣٢ " (سوره فرقان : 32) " اور کافرکهتے هیں: که اس پر قرآن ایک هی دفعه کیوں نهیں اتارگیا؟ اس طرح آهسته آهسته اس لیے اتارا گیا که اس سے تمهارے دل کو مضبوط کریں، اور اسی واسطے هم اس کو ٹهہر ٹهہر کر پڑهتے هے". یه آیات صاف ظاهرکرتی هیں که قرآن کا نزول جدا جدا اور وقفے وقفے سے تها، یه آیات ان لوگوں کی رائے کو باطل کرتی هیں جو کہتے هیں که قرآن ایک هی دفعه میں نازل هوا هے ۔

لفظ "أنزلنا" قرآن کریم میں بارش کے لیے بهی استعمال هواهے، جس کا مطلب هے بتدریج اور وقفے وقفے سے بارش ، نه که آسمان سے تمام پانیوں کا ایک هی وقت میں، ایک جگه اور ایک وقت میں گرنا۔

قدر کے معنی

قرآن کی تصریحات سے یه معامله اتنایقینی هے که شب قدر رمضان کے مقدس مهینے میں هے، لیکن اس کی تاریخ کے تعین میں اختلاف هے، اس بارے میں چالیس اقوال مذکور هیں، لیکن تفسیر "مظهری" میں آیا هے که ان تمام اقوال میں صحیح ترین قول یه هے که لیلة القدر رمضان کے آخری

(c) ketabton.com: The Digital Library

عشرے میں ھے، لیکن اس آخری عشرے میں کوئی خاص تاریخ متعین نہیں ھے، البتہ ممکن ھے کہ یہ ان راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہو، یہ رات رمضان کے ہرمھینے میں بدلتی رھتی ھے، صحیح احادیث کے مطابق زیادہ امکان ھے کہ طاق راتوں میں ہو (21 ، 23 ، 25 ، 27، 29) اور شب قدر سے متعلق تمام احادیث میں ، جن میں طاق راتوں کا ذکر ھے تطبیق دی گئی، اگر شب قدر اس میں ہو، اور ہر رمضان میں بدلتی رہتی ہو تو تمام احادیث اپنی جگہ صحیح اور مستحکم ھیں، ان میں سے کسی میں تاویل کی ضرورت نہیں ھے اس لیے اکثر فقہاء أئمہ نے کھاھے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں بدل جاتی ھے۔

ابو قلابہ، امام مالک ، احمد بن حنبل ، سفیان ثوری، اسحاق ابن راھویہ، ابو ثور، مزنی، ابن خزیمہ وغیرہ سب نے یھی کھاھے، امام شافعی کی ایک روایت بھی اس قول سے متفق ھے، امام شافعی کی ایک اور روایت میں ھے کہ اس رات کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ طے شدہ ھے (تفسر ابن کثیر) .

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رض سے مروی ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تحروا لیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان" (شب قدر کو رمضان کے آخری دس راتوں میں تلاش کرو) صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رض سے ایک روایت ھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " فاطلبوھا فی الوتر منھا " قدر کی رات کو آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو (تفسیر مظھری)۔

اس بارے میں کہ رمضان کی راتوں میں سے کون سی رات شب قدر ھے، کیا یہ رات واقعی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ھے، اور وہ بھی طاق راتوں میں، یا جفت راتوں میں ھے، اس بحث کے لیے احادیث نبوی کی طرف رجوع کرنا چاھیے .

علماء متاخرین میں سے بعض نے ذکر کیا ھے کہ لیلۃ القدر رمضان کی "27" ویں رات ھے، اس کی وجہ یہ ھے کہ لیلۃ القدر کے الفاظ سورۃ القدر میں ہیں، اور لیلۃ القدر کا لفظ عمومی طورپر "9" حروف پر مشتمل ھے، اس حساب سے "9 * 3 = 27 ھوجاتاھے ، لیکن سب سے پھلے تو یہ کھنا چاھے کہ لیلۃ القدر فضیلت والی رات میں سے ھے، جوسال بھر کی تمام راتوں پرفضیلت رکھتی ھے، اور اسے خاص برتری حاصل ھے، کیونکہ یہ رات قرآن اور اس کے نزول کی رات ھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی فضیلت کے بارے میں فرماتے ھیں : " مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ " (بخاری: 35) ترجمه: "جو شخص شب قدر ایمان کے ساتھ محض ثواب آخرت کے لیے ذکر وعبادت میں گزارے، اس کے گزشته گناه بخش دیے جائیں گے".

احادیث مختلف ہونے کی وجه سے شب قدر کے تعین کےبارے میں علماء کی آراء مختلف ھیں، لیکن اس میں کوئی شک نهیں که یه رات رمضان المبارک کے آخرے عشره اور طاق راتوں میں ھے .

عباده ابن صامت رضی الله عنه سے روایت ھے که : " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلاَحَى رَجُلاَنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ: "إِنِّي خَرَجْتُ لأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَإِنَّهُ تَلاَحَى فُلاَنٌ وَفُلاَنٌ، فَرُفِعَتْ، وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ، الْتَمِسُوهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ" (بخاري:49)

ترجمه: نبی کریم صلی الله علیه وسلم اپنی حجرے سے نکلے، لوگوں کو شب قدر بتانا چاھتے تھے (که وه کونسی رات ھے) اتنے میں دومسلمان آپس میں لڑپڑے، آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: میں تو اس لیے باھرنکلا تھا که تم کو شب قدر بتلاؤں اور فلاں فلاں آدمی لڑپڑے تو وه میرے دل سے اٹھالی گئی اور شاید اسی میں کچھ تمھاری بھتری ھو (تو اب ایساکروکه(شب قدر کو رمضان کی ستائیسویں، انتیسویں وپچیسویں رات میں ڈھونڈا کرو"،(البته یھاں مراد رمضان کا آخری عشره ھے) .

عبد الله بن عمرروایت کرتے ھیں که :" أَنَّ رِجَالاً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: "أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الأَوَاخِرِ". (بخاري: 2015) ترجمه: میں دیکھ رھاھوں که تمھارے سب کے خواب آخری سات راتوں پر متفق ھوگئے ھیں، اس لیے جو اس کو تلاش کرناچاھے وه آخری سات راتوں میں تلاش کرے"

ابوسعیدخدریؓ فرماتے ھیں: " اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم الْعَشْرَ الأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا وَقَالَ: "إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا أَوْ نُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا

(c) ketabton.com: The Digital Library

فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ..." (بخاري: 2016) " هم نبی کریم صلی الله علیه وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشره میں اعتکاف میں بیٹھے، پھر بیس تاریخ کی صبح کو نبی کریم صلی الله علیه وسلم اعتکاف سے نکلے اور همیں خطبه دیا، آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا که مجھے لیلة القدر دکھائی گئی، لیکن پھر بھلادی گئی ، اس لیے تم اسے آخری عشره کی طاق راتوں میں تلاش کرو...".

عبد الله بن عباس ؓ روایت کر تے هیں که : "أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى". (بخاري 2021) " نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: شب قدر کو رمضان کے آخری عشره میں تلاش کرو، جب نو راتیں باقی ره جائیں، یا سات راتیں باقی ره جائیں، یا پانچ راتیں باقی ره جائیں".

عبد الله بن عباسؓ دوسری روایت میں بیان کرتے هیں : " قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: «هِيَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ هِيَ فِي تِسْعٍ يَمْضِينَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ يَعْنِي لَيْلَةَ الْقَدْرِ". (بخاري: 2022) " رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: شب قدر رمضان کے (آخری)عشره میں پڑتی هے، جب نو راتیں گزرجائیں یاسات باقی ره جائیں، آپ صلی الله علیه وسلم کی مراد شب قدر سے تھی".

شب قدر کے تعیین میں مروی احادیث کے مطابق یه مختلف هیں، اور شاید اس رات کو نه جاننے کی حکمت یه هے که مؤمنین اس رات میں عبادت کا اجر وثواب حاصل کرنے کی حرص کریں اور اس ثواب کو حاصل کرنے کے لیے آخری عشره میں زیاده سے زیاده کوشش کریں ، لیکن اکثرعلماء کا عقیده یه هے که شب قدرهرسال رمضان المبارک کی ستائیسویں میں هے – والله اعلم.

شب قدر کو پانے کی کوشش اور جستجو

نبی صلی الله علیه وسلم سے ایک حدیث مروی هے :"من قام ليلة القدر ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه " (جوکوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا هو اس کے تمام اگلے گناه بخش دیے جائیں گے).

اهل سیر لکھتے هیں که : رسول الله صلی الله علیه وسلم خود شب قدر کو تلاش کرنے کی کوششیں کرتے تھے ، اور صحابه کرام کو بھی تلاش کرنے کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

تشویق اور ترغیب دیتے تھے، منقول احادیث سے معلوم ہوتاھے که رسول الله صلی الله علیه وسلم رمضان المبارک کے آخری عشره میں شب قدر تک پهنچنے کے لیے اس قدر نماز پڑھتے، دعا اور تلاوت کرتے که سال کے دوسرے دنوں میں ایسی کوشش نهیں کرتے تھے، بلکه اپنے گھروالوں کو بیدار کرتے که وه بھی شب قدر پالیں۔

عائشه رضی الله عنها بیان کرتی هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "كان إذا دخل العشر الأواخر أحيا الليل وأيقظ أهله وشد المئزر" (بخاري: 2024). رمضان کے آخرمیں رسول الله صلی الله علیه وسلم اپنی کمر کو مضبوطی سے باندھ لیتے، (اپنی ازواج سے دور رهتے) اور اپنی راتوں کو عبادت کے ساتھ زنده رکھتے اور اپنے اهل وعیال کو بھی جگاتے تھے۔

مسند میں عباده بن صامت سے مرفوع روایت هے که: جس نے شب قدر کو حاصل کرنے کے لیے شب بیداری کی، اور اسے پانے میں کامیاب هوگیا تو اس کے پچھلے اور آئنده گناه معاف کردیے جائیں گے ۔

بعض صحابه وتابعین کے بارے میں بھی آیاهے، کہ آخری عشرے میں شب قدر تک پهنچنے کی امید میں غسل کرتے اور خوشبولگاکر بهترین حالت میں شب قدر کو پالیں، اس لیے مسلمان روزه داروں کے لیے لازم هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم اور صحابه کرام کی سیرت پر عمل پیرا هوتے هوئے اس مقدس رات کو حاصل کرنے کے لیے اپنی کوششیں صرف کردیں، بالخصوص رمضان کے آخری عشرے میں، یقیناً یه رات رمضان المبارک کے آخری عشرے میں وه بھی طاق راتوں میں هے، اکثر وبیشتر امید یهی هے که یه ستائیسویں کی رات هوگی۔

اس کی دلیل مسلم کی حدیث هے جو أبی بن کعب رضی الله عنه سے روایت هے: " میں خدا کی قسم کھاتاهوں، میں جانتاهوں که وه کونسی رات هے، اور یه وه رات هے جس کے بارے میں رسول الله صلی الله علیه وسلم نے همیں اس رات کو شب بیداری کرنے کا حکم فرمایا، وه رات ستائیسویں کی هے"، اور ابی اس کی قسم کھاتے تھے اور کهتے تھے ان نشانیوں کے ساتھ جو همارے نبی صلی الله علیه وسلم نے همیں بتائے هیں که اس دن صبح سورج طلوع هوگا، جس میں شعاعیں نهیں هوگی۔

حضرت بی بی عائشه رضی الله عنها فرماتی هیں که انهوں نے رسول الله صلی الله علیه وسلم سے عرض کیا: اے خدا کے رسول! اگر مجھے شب قدر مل

(c) ketabton.com: The Digital Library

جائے تو میں کیا کھوں ؟ آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا کھو : " اللهمإنك عفو کریم تحب العفو فاعف عنی" (رواہ احمد وترمذی وصححه الألبانی) ترجمه: اے الله تو معاف کرنے والاہے ، معافی کو پسند کرتاہے مجھے معاف کردے ۔

ای خواجه چه جوی از شب قدر نشانی

هرشب، شب قدر است اگر قدرش بدانی

(سعدی شیرازی)

شب قدر کیوں متعین نھیں ھوئی ؟

علماء اور مفسرین لکھتے ھیں که هرقیمتی چیزتک رسائی کی جدوجهد، کوشش اور ایک طرح کی محنت کی ضرورت پڑتی ھے، یه معروف ھے ، هروه چیز جس کی اهمیت زیاده ہوگی تو اس کی قیمت بھی زیاده ھوگی۔

شب قدر کی عبادت کی قدر هزار مهینوں سے زیاده بهترھے، واضح رھے که اس رات کو دیکھنا اور حاصل کرنا کوئی آسان کام نھیں ھے اور نه ھی اتنے آسان طریقے سے پاناممکن ھے، اگر کسی شخص کے لیے اس آسانی کے ساتھ اس رات تک رسائی ممکن ھو تو یه تمام انسانوں کو میسرھوگی، اسے حاصل کرنے کے لیے بهت جدوجهد، عبادت اورمحنت درکارھے ، مفسرین لکھتے ھیں که اس رات کا رمضان المبارک کی طاق راتوں میں پوشیده ھونے اور شب قدر کی وضاحت نه ھونے کی وجه بندوں کی عبادت میں وسعت اور اضافه اور ان کا پروردگارسے زیاده قربت ھے، رب عظیم سے دعاگو ھیں که ھمیں یه رات عطا فرمائے۔

هرسال شب قدر کا اعاده

سب سے پهلے تو یه کهناچاهیے که شب قدربنیادی طور پر نزول قرآن کے پهلے سال میں تھی، لیکن اس آیت مبارکه کا مفهوم :"تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ "جوکه فعل مضارع ھے ، اس میں اس مقدس رات کی تکرار اور تسلسل کو ظاھر ہوتا ھے، اس کا مطلب یه ھے که شب قدر صرف اس سال کی پهلی رات پر منحصر نهیں تھی جس میں قرآن نازل هواتها، بلکه یه مقدس رات هرسال ماه رمضان المبارک میں دهرائی جاتی ھے اور (فرشتے، روح) اس میں نازل ھوتے ھیں؛ لهذا هرقمری سال اور رمضان المبارک کے مهینے میں یه رات ھوتی ھے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس فرق کی ساتھ که اب قرآن نازل نهیں هوتاهے، بلکه صرف فرشتے اور روح نازل هوتی هے، اور بنی نوع انسان پر رحمت الٰهی نازل ہوتی هے، لیکن کیسے ؟ یه واضح طور پر معلوم نهیں هے ۔

شب قدر کی عبادت هزار مهینه سے بهتر هے

سال کے بعض ایام ایسے بهی هیں جن کے الله کی هاں قدر وقیمت اور خاص مقام هے، ان میں سب سے زیاده اهم قدر کی رات هے، ایسی رات جس کی تعریف میں قرآن کریم فرماتاهے: "لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ۬ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ۳ " (قدر کی رات هزار مهینوں سے بهترهے) ، قرآن مجید سوره قدر میں کهتاهے: "اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚ۱ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ۲ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ۬ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ۳ " ترجمه: بلاشبه هم نے اسے (قرآن کو) قدر کی رات میں اتارا ، اور تمهیں کیا معلوم شب قدر کیاهے؟ قدر کی رات هزار مهینوں سے بهتر هے"۔

رب تعالی فرماتے هیں : "شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ " (سوره بقره: 185) (رمضان کا مهینه وه مهینه هے جس میں قرآن نازل کیاگیاهے) اور پهر هم سوره قدر میں پڑهتے هیں: "اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚ۱ " که هم نے اسے شب قدر میں اتارا" قرآن کے مطلق حکم کے مطابق رمضان المبارک کے مقدس مهینے میں شب قدر هے، اب بعض مسلمانوں کے ذهنوں میں یه سوال پیدا هوتاهے که پچهلے انبیاء کی امتوں کی عمر یں طویل ہوتی تهیں، اور شاید ان کی عبادت هماری عبادت سے زیاده تهی، مثلا: نوح علیه السلام کے پیروکاروں کے عمر ایک هزار سال سے زیاده ہوتی تهی، لیکن هماری عمریں شاید ساٹھ، سترسال سے اوپر نه جائیں ؛ لهذا هم کتنی هی عبادت کریں، هماری عبادت ان کے درجے کو نهیں پهنچے گی۔

لیکن ایسا نهیں هے، رب العزت نے اپنے فضل وکرم کی بنا پر امت مسلمه کو ایک رات کی عبادت هزار مهینوں کی عبادت کے برابر عطا فرمائی، اور خاص خوبصورتی کے ساتھ فرمایا: "لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ۬ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ۳ " که شب قدر هزار مهینوں سے بهتر هے، اگر هم 1000 کو 12 مهینون سے تقسیم کریں گے تویه 83 سال کے برابرهے، اگر کوئی شخص ساٹھ"60" کی عمر تک قدر کی راتوں میں عبادت کرے، اور هم "60" کو "83" سے ضرب دیں تو یه "4980" سال کے برابر هوجاتاهے، یه هے شب قدر کی فضیلت اور عبادت۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

شب قدر کی فضیلت اور برتری

یه واضح هے که خدا کی مخلوقات تخلیق کے اعتبارسے آپس میں ایک دوسرے پر فوقیت اور فضیلت رکھتی هیں، اور یه فضیلت اور بهتری جیسے مساجد کی جگهوں کی فضیلت غیر مساجد کی جگهوں پر اور مساجد کے ما بین بهی اور خاص اور عام میں جیسے مسجد الحرام کی فضیلت دوسری مساجد پر، اسی طرح وقت اور زمانه کی فضیلت ایک دوسرے پر جس طرح ماه رمضان کی فضیلت دوسرے مهینوں پر، یا عرفات کے دن کی فضیلت دوسرے دنوں پر، اسی طرح انسانی تخلیق میں ایک دوسرے پر فضیلت، البته تقوی کے اعتبار سے ، جیسے نبی صلی الله علیه وسلم کی خلقت کی فضیلت دوسرے انسانوں کی تخلیق پر ؛ چنانچہ اسی طرح شب قدر سال کی تمام راتوں پر خاص فضیلت رکھتی هے .

اس رات کی برتری اور فضیلت میں سے ایک فضیلت اس رات میں قرآن کریم کا نزول هے، "اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚۖ۝۱ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ۝۲ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ۝۲ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ۝ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۛ۝۴ سَلٰمٌ ۛ۝ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ۝۵" اور ایک بارپهر سوره دخان آیت "3" میں فرماتے هیں: "اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ " که هم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا ".

پیغمبر صلی الله علیه وسلم فرماتے هیں: "«من قام ليلة القدر إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه"» (رواه الجماعة إلا ابن ماجه) ترجمه: (جوکوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں هو اس کے تمام اگلے گناه بخش دیے جائیں گے) اس رات کی سب سے بڑی فضیلت یه هے که اس ایک رات کی عبادت هزار مهینوں یعنی: تراسی (۸۳) سال سے بهتر هے، اس کے برابر هونے کی کوئی حد مقرر نهیں هے که کتنی بهترهے ، کیا دوبرابر، یا چار برابر، دس برابر یا سو برابر وغیره ان سب کا امکان هیں.

صحیحین میں حضرت ابو هریره سے نقل کیاگیاهے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: جو کوئی قدر کی رات عبادت کے لیے اٹھے اس کے تمام گناه معاف کیے جائیں گے، حضرت ابن عباس رضی الله عنه سے روایت هے که نبی صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: تمام وه فرشتے جو سدرة المنتهی میں سکونت رکھتے هیں شب قدر میں وه سب جبرئیل کے ساتھ دنیا میں اترتے هیں، کوئی مرد عورت ایسی نهیں هے جن کو وه سلام نه کریں سوائے اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے جو شراب پیتاہو یا سور کا گوشت کھاتاہو۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی الله علیه وسلم فرماتے ھیں : "جوکوئی بھی شب قدر کے خیراوربرکت سے محروم رھا، تو وہ مکمل محروم رھا" لیکن یه ھرکسی کو حاصل نھیں ھوگا اور نه ھی شب قدر کے اجروثواب اور برکات کے حصول میں ان کا کوئی دخل ھوگا، اس لیے آپ ان کے بارے میں نه سوچیں -

محترم قارئین:

شرعی نصوص اور قرآن کریم کی آیات کا خلاصه یہ نکلتاہے کہ "شب قدر" رمضان کے مقدس مھینے کی راتوں میں سے ایک ھے، اسی لیے اس آخری عشرہ کو عبادت میں شرعی ھدایات کے مطابق گزارنے کا حکم دیاگیاھے، کیونکه ایک طرف قرآن کھتاھے :"شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ " قرآن کریم رمضان کے مھینے میں نازل ھوا، اور دوسری طرف سورہ مبارکه کی پھلی آیت : "اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ " سے معلوم ھوتاھے که شب قدر میں قرآن نازل ھوا، لھذا ان دوآیت شریفه کے مجموعه سے واضح ھوتاھے که شب قدر رمضان المبارک کےمقدس مھینے میں ھے، لیکن یه واضح نھیں ھے که رمضان المبارک کی راتوں میں سے کون سی رات ھے۔

اس حوالے سے جو روایات موجود ھیں ان میں شب قدر کو ان راتوں کے درمیان میں سے شمار کیا گیاھے، پھلی ۱۷ ویں ، 19 ویں ، 21 ویں ، 23 ویں ، 27 ویں ، 29 ویں ، بعض احادیث میں اس بات پر زوردیاگیاھے که شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ھے، اور یه اکیسویں یا ۲۳ ویں راتوں میں سے ایک ھے، بعض روایات میں یه تصریح کی گئی ھے که شب قدر رمضان کے مقدس مھینے کی ۲۳ ویں رات کوھے، ان میں سے وہ حدیث جو حضرت عائشه رضی الله عنها کی روایت کردہ ہے:" كان إذا دخل العشر الأواخر أحيا الليل وأيقظ أهله وشد المئزر" (بخاري: 2024). جب رمضان کا آخری عشرہ آتا، رسول الله صلی الله علیه وسلم رات کو جاگتے اور اپنے گھروالوں کو جگاتے اور عبادت کے لیے کمربستہ ہوجاتے۔

امام احمد اور صحیح مسلم کی روایت میں یه بھی ھے: "كان يجتهد في العشر الأواخر ما لا يجتهد في غيرها" رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اتنی زیادہ محنت

(c) ketabton.com: The Digital Library

کرتے تھے که سال کے دیگردنوں میں اتنی نهیں کرتے تھے۔

حضرت عائشه رضی الله عنها سے روایت هے که: میں نے رسول الله صلی الله علیه وسلم سے عرض کیا: اگر مجھے معلوم هوجائے کہ شب قدر کونسی رات هے تو میں کیا کهوں ؟ نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عنی " (اے الله ! تو سب سے زیاده بخشنے ولاهے، اور بخشش کو پسند کرتاهے، پس مجھے بخش دے)۔

اس رات کی نمایاں نشانیاں اور علامات

شب قدر کی علامات اورخصوصیات کے بارے میں علمائے کرام نے احادیث نبوی کی بنیاد پر متعدد آراء پیش کی هیں ، جن میں سے چند آراء ذیل میں بیان کی جاتی هیں:

مفسرین لکھتے هیں: که لیلة القدر کی نمایاں نشانیوں میں سے ایک یه هے که یه نسبتًا پرسکون رات هوتی هے، اور مؤمن کا دل اس رات میں سکون پاتاهے اور نیک کام کرنے کی خواهش بڑھ جاتی هے ۔

کهتے هیں: شب قدر کی صبح "سورج" کمزوراور سرخ دکھائی دے گا، جیساکه حضرت جابر رضی الله عنه سے مروی حدیث میں هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے شب قدر کے بارے میں فرمایا: میں نے شب قدر کو دیکھا لیکن مجھے بھلادیاگیا، شب قدر رمضان کے آخری عشره کی راتوں میں سے ایک رات هے، اور یه ایک معتدل رات هے، نه گرم ، نه سرد، روشن اور سفید هے، گویا اس میں چاندپورا چمک رهاهو، اس رات کوشیطان اس وقت تک نهیں نکلتا جب تک صبح طلوع نه هو۔

روایت هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم لوگوں کو شب قدر کی خبردینے کے لیے گھر سے نکلے ، اس دوران انهیں دو آدمی ملے جو آپس میں لڑرهے تھے تو آپ یه خبربھول گئے، شب قدر کو چھپانے میں حکمت ایسے هی هے جیسے موت اور قیامت کے دن کو چھپانے میں هے، تا که جو شخص عبادت کا پابند هے، وه اپنی محنت اور جدجهد میں اضافه کردے، سستی اور کوتاهی نه کرے، اور ایک مخصوص رات پر بھروسه نه کرے۔

لیکن به هرصورت مسلمانوں کے لیے بهتر یه هے که رمضان المبارک کی هر رات کو اس امکان کے ساتھ که یه شب قدر هے عبادت، تلاوت اور دعاؤں

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں گزاریں، اور اپنی دعائیں تین یا چار رات یا پھر طارق راتوں کے ساتھ مختص نہ کریں۔

شب قدر میں قرآنی دعائیں

شب قدر میں پڑھی جانے والی سب سے افضل دعاؤں میں سے وہ دعا ھے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عایشہ رضی اللہ عنھا کو سکھائی ھے،جیساکه ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت کیا ھے اور حدیث کوبھی صحیح قرار دیاھے که انھوں نے کھا: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اگر مجھے شب قدر کا علم هوجائے تو میں کیاکھوں؟ آپ نے فرمایا: " قُولى:اللهمّ إنّك عفوٌّ تُحبُّ الْعَفْو فاعْف عَنى " (کھو: اے اللہ ! توبخشنے والاھے، معافی اوربخشش کوپسند کرتاھے، پس تومجھے معاف کردے اور بخش دے) قدر کی راتوں میں هرقسم کی دعا مانگ سکتے هیں، لیکن بهتر یه هے که جو دعائیں قرآن کریم میں مذکورهیں وه دعائیں پڑهی جائیں، جیسے: "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَآ اِنۡ نَّسِيۡنَآ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ۰ رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ اِصۡرًا كَمَا حَمَلۡتَهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ۰ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ۰ وَاعۡفُ عَنَّا ۗ۰ وَاغۡفِرۡ لَنَا ۗ۰ وَارۡحَمۡنَا ۗ۰ اَنۡتَ مَوۡلٰٮنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ " و یا "رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَيۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً ۚ۰ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ" و یا "قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا ۚ۰ وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ" و یا "رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا" و یا " رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَلِاِخۡوَانِنَا الَّذِيۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِيۡمَانِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِىۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ " و یا "رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ" و یا " رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَىَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ۰۴۱" یا وه دعائیں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مذکور ھیں جیسے: "اللّٰهُمَّ اِنِّى اَسأَلُكَ مِنَ الخَيرِ كُلِّهِ مَا عَلِمتُ مِنهُ وَ مَا لَم اَعلَم وَ اَعُوذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ مَا عَلِمتُ مِنهُ وَ مَا لَم اَعلَم" و یا "اللّٰهُمَّ اَحسِن عَاقِبَتَنَا فِى الاُمُورِ كُلِّهَا وَ اَجِرنَا مِن خِزىِ الدُّنيا وَ عَذَابِ الآخِرَةِ" و یا "اللّٰهُمَّ اِنِّى اَسأَلُكَ الهُدىٰ وَ التُّقىٰ وَ العِفَافَ وَ الغِنىٰ" و یا "اللّٰهُمَّ اَغنِنِى بِالعِلمِ وَ زَيِّنِّى بِالحِلمِ وَ اَكرِمنِى بِالتَّقوىٰ وَ جَمِّلنِى بِالعَافِيَةِ» و یا «اللّٰهُمَّ مُقَلِّبَ القُلُوبِ ثَبِّت قَلبِى عَلىٰ دِينِكَ" و یا "اللّٰهُمَّ جَنِّبنِى مُنكَرَاتِ الاَخلَاقِ وَ الاَهوَاءِ" و یا "اللّٰهُمَّ اجعَل حُبَّكَ اَحَبَّ الاَشيَاءِ اِلَىَّ وَ اجعَل خَشيَتَكَ اَخوَفَ الاَشيَاءِ عِندِى وَ اقطَع عَنِّى حَاجَاتِ الدُّنيَا بِالشَّوقِ اِلىٰ لِقَائِكَ وَ اِذَا اَقرَرتَ اَعيُنَ اَهلِ الدُّنيَا مِن

(c) ketabton.com: The Digital Library

دُنْیاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِی مِنْ عِبَادَتِكَ".

فرشتے شب قدر میں کیوں اور کس کے لیے اترتے ھیں

اس رات کی نمایاں خصوصیات میں سے جبریل اور دیگر فرشتوں کا نزول ھے، اس آیت شریفه کے مطابق: "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ " ترجمه: " اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے هرکام کے (انتظام) کے لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتےھیں" ، اس کے متعلق که روح سے کون مراد ھے؟ بعض نے کھا: "جبرئیل امین" ھے که جنھیں "روح الامین" بھی کھاگیاھے، اور بعض نے "روح" کی به معنی "وحی" تفسیر کی ھے، سوره "شوری" کی آیت "52" کے مفهوم کے مطابق : "وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا " ترجمه: "اور اسی طرح (اے محمد) ہم نے پنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی"، بعض مفسرین روح کو فرشتوں سے بڑھ کر ایک عظیم مخلوق سمجھتے ھیں۔

قابل ذکر بات یه ھے که: فرشتے کسی خاص شخص پر نهیں اترتے، بلکه شب قدر میں ملائکه زمین پر اترتے ھیں تا که شب بیداری کرنے والوں پر سلام اور رحمت ومغفرت کی دعائیں بھیجیں، اور دعا مانگنے والوں کی دعاؤں پر آمین کھیں، فرشتوں کا نزول الله کی رحمت اور برکت کا نزول ھے، همارے عظیم رب فرماتے ھیں: "تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ " ترجمه: "اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے هرکام کے (انتظام) کے لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتےھیں"۔

آسمانون سے زمین کی طرف (هرکام کے لیے) یعنی : وه اگلے سال تک هر اس معاملے اور نظم کے انجام دهی کے لیے اترتے ھیں: جس کا الله تعالی نے حکم دیاھو، جیساکه هم نے ذکرکیا "روح" : جبرئیل علیه السلام ھے، اگرچه لفظ "ملائکه" میں وه بھی شامل ھیں، لیکن ان کی شرف وعزت کی وجه سے انھیں خاص طور پر ذکر کیاگیاھے، پس یه عطف خاص برعام میں سے ھے۔

فرشتوں کے نزول کا ایک فائده یه ھے که وه زمین پر هر قسم کی اطاعت دیکھتے ھیں، جو انھوں نے اهل آسمان میں نهیں دیکھی، اس کے علاوه وه اهل زمین کے گنهگاروں کی فریاد بھی سنتے ھیں جن کی آه وپکار اور فریاد خداتعالی کے نزدیک تسبیح پڑھنے والوں کی تسبیح کے زمزمے سے زیاده

(c) ketabton.com: The Digital Library

محبوب ھے، تو اس وقت وہ ایک دوسرے سے کھتےھیں: کہ آئیے ایک ایسی آواز سنیں جو ھمارے رب کو ھماری تسبیح سے زیادہ محبوب ھے .

وہ اعمال جو شب قدر میں کرنے چاھیئں

مفسرین ، محدیثن اورعلماء کی اکثریت کی رائے ھے کہ یہ سنت میں سے ھے کہ روزہ دار رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھیں، نیکی اور ثواب سے لطف اندوز ھوجائیں اور شب قدر حاصل کرسکیں .

اور مستحب ھے کہ آدمی خود کو عبادات جیسے نماز، تلاوت قرآن ، سبحان اللہ ، الحمدللہ ، لاالہ الا اللہ اور اللہ اکبر کھنے اور استغفار کرنے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے، دعاکرنے علمی گفتگو کرنے اس جیسے دیگر اعمال خیر میں مشغول رکھے .

اعتکاف کرنے والے کا فضول باتوں اور افعال میں مصروف رہنا مکروہ ھے، جس طرح اس کے لیے یہ سوچ کرخاموش رھنا مکروہ ھے کہ اس کی خاموشی اسے خدا کے قریب کردیتی ھے .

رمضان المبارک میں تمام مقدس کتابوں کا نزول

حضرت ابوذر عفاری رضی اللہ عنہ ایک حدیث روایت کرتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراھیم کے صحیفے "3" رمضان کو، تورات "6" رمضان کو، انجیل "13" ویں تاریخ کو، اور زبور "18" ویں رمضان کو اتاری گئی ھے، اور قرآن کریم "24" رمضان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیاگیاھے .

فرشتوں کا نزول خاص لوگوں کے لیے ھے

شب قدر میں فرشتے کسی خاص اور معین شخص کے لیےنھیں اترتے، بلکہ شب قدر میں ملائکہ زمین پر اتر تے ھیں، تاکہ شب بیداری کرنے والوں پر سلام بھیجیں اور ان کے لیے رحمت ومغفرت کی دعائیں کریں، اور دعا مانگنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہیں.

فرشتوں کا نزول خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ھے، جس طرح کہ قرآن کی تلاوت اور علمی حلقوں کے دوران اترتے ھیں، اور اپنے پر طالب علموں کے لیے پھیلاتے ھیں :"تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ "

ترجمہ: "اس میں روح (جبرئیل) اور فرشتے ھرکام کے (انتظام) کے لیے اپنے

(c) ketabton.com: The Digital Library

پروردگار کے حکم سے اترتےهیں"، اور آسمانو سے زمین کے (هرکام کے لیے) یعنی: وہ اگلے سال تک هر اس معاملے اور نظم کے انجام دهی کے لیے اترتے هیں ، جس کا الله تعالی نے حکم دیاهے۔

کون سے انسان فرشتوں سے افضل هیں

اس میں کوئی شک نهیں که پیغمبر صلی الله علیه وسلم مخلوقات میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ عزت والے هیں، اور آپ کی فضیلت تمام انسانوں، فرشتوں اور جنوں سے زیادہ ہے اس حقیقت میں کوئی شک نهیں هے، لیکن پیغمبر صلی الله علیه وسلم اور فرشتوں کے علاوہ لوگوں کے بارے میں بهی بعض اقوال هیں:

1 - یه هے که انسان فرشتوں سے افضل هے، علماء نے انسانوں کو فرشتوں سے افضل قراردیاهے، ان کا استدلال هے که الله تعالی نے فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا چنانچه انهوں نے کهاکه فرشتوں پر انسانوں کی فضیلت هے، فرمایا: "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوٓا " (سوره بقره: 34) یعنی : (جب هم نے فرشتوں سے کها: آدم کے لیےسجده کرو، سب نے سجده کیا) .

2 - یه هے که ملائک انسانوں کی به نسبت افضل هیں، علماء کی ایک تعداد نبی کریم صلی الله علیه وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرتے هیں که آپ نے فرمایا: "يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ..." (بخاری : 7405) ترجمه: خدا تعالی فرماتاهے: "میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق هوں، اور میں اس کے ساتھ هوں، جهاں بهی وہ مجهے یاد کرے، اور جب وہ مجهے اپنے دل میں یاد کرتاهے تو میں بهی اسے اپنے دل میں یاد کرتاهوں، اور جب وہ مجهے مجلس میں یاد کرتاهے تو میں اسے اس سے بهتر (فرشتوں کی) مجلس میں یاد کرتاهوں..."

اور افضل ترین گروہ کے درمیان ذاکرین کو یاد کرنے کا مطلب ہے فرشتوں کے گروہ میں یاد کرنا، یه حدیث بتاتی هے که فرشتے انسانوں سے افضل هیں۔

3 - تیسرا نظریه هے که فرشتے انسانوں سے پهلے پیدا کیے گئے هیں اور نور سے پیدا کیے گیے هیں اور وہ تکبر اور نافرمانی نهیں کرتے، اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

جو حکم ان کو دیا جاتاھے اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ وھی کرتے ھیں جو ان کو حکم دیاجاتاھے، اور وہ شھوت پرست نہیں ھیں، الله تعالیٰ کے نزدیک معزز بندے ھیں، اس بنا پر وہ افضل ھیں، لیکن انسان چونکہ خدا کی رضا کے مقام پرھوتے ھیں اور رب کی طرف سے ان کی عزت ھوتی ھے، اور جنت میں ملائک انھیں خوش آمدید کہیں گے، اور انھیں سلام کریں گے، اس لیے انسان فرشتوں سے افضل ھیں (یہ شیخ الاسلام ابن تیمیه کا قول ھے).

4 - چوتھا نظریه خاموشی کانظریه ھے، یعنی وہ کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے ، (یه شیخ ابن عثیمین کا قول ھے) ، کیونکه اس مسئلے (یعنی فرشتے یا انسان کا افضل ھونا) یه نه مفید ھے اور نه ھی ضروری، اور نه ھی کسی مسلمان کے لیے فائدہ مند ھے، اس لیے بھترھے که ان مسائل سے پرھیزکیاجائے، کیونکه صحابه کرام رضی الله عنھم اجمعین ایمان اور علم سے متعلق ھرکسی سے زیادہ حریص تھے، وہ کبھی بھی ان بحثوں میں شامل نہیں ھوئے اور ایک دوسرے سے نہیں پوچھتے تھے که فرشتے بھترھیں یا انسان؟ جس چیز کے بارے میں صحابه نے خاموشی اختیار کی ھے بھتر ھے که ھم بھی خاموشی اختیارکریں، کیونکه ایک شرعی اصول موجود ھے جس پر توجه کرنی چاھیے اور وہ یه ھے که :"دین کے جس معاملے میں صحابه کرام نے خاموشی اختیار کی ھے، جان لیں کی اس چیز میں پڑنا، ایک لایعنی اور فضول معامله سمجھا جاتاھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ھے".

کیونکه جوچیزھمارے لیے ضروری ھے وہ کلام الله یاسنت رسول یاصحابه کرام سے لی جائے، اور اگر کسی دینی مسئله میں ان تین طریقوں میں سے کسی ایک میں بھی نه ملے، پس معلوم ھونا چاھیے که وہ چیز دین کا حصه نہیں اس لیے اس میں مشغول ھوجانا غیرضروری ھے، (دیکھیں: شرح العقیده السفارينية ؛ علامه ابن عثیمین صفحه : 605)معلوم ھوتاھے که انسان اور فرشتوں میں افضلیت کا حکم لگانا غیر ضروری امر ھے اس بارے میں جاننے کی ضرورت نہیں ھے، اس سے اجتناب ھی بھترھے، اور ھم یہی کہیں گے کہ: خدا ھی بھتر جانتاھے ، والسلام.

کیا واقعی شیطان فرشتوں کا استاد تھا؟

رھی بات که کیا واقعی ابلیس فرشتوں یعنی ملائک کا استاد تھا، شریعت کتاب وسنت صحیحه میں اس بارے میں کوئی دلیل موجود نہیں ھے، اس لیے بغیر

(c) ketabton.com: The Digital Library

دلیل کے اس طرح دعوی نہیں کیا جاسکتا، جوبھی ایسا کھے اس کے پاس کتاب وسنت سے دلیل ھوناچاھیے، ورنہ بغیر علم کے ایسی بات نہ کرے، کیونکہ رب تعالی فرماتاھے: "وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ۰ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا۳۶ ۝ " (سوره اسراء) ترجمه: یعنی : اور جس چیز کو تم نہیں جانتے ھواس کی پیروی نہ کرو" الله تعالی بندے کو ایسی بات کھنے یا عمل کرنے سے منع فرماتاھے جس کا اسے علم نہ ھو، اور اس معنی میں جھوٹی گواہی دینا، جھوٹ بولنا، بہتان لگانا اور دوسروں کو طعنے دینا، لوگوں میں عیب تلاش کرنا، علمی حقائق کو بدلنا، جعلی چیزیں اور دیگر فراڈ اور اندازے پر مبنی فریب اور اعمال ھیں: "کیونکہ کان، آنکھ اوردل سب سے سوال کیاجائے گا" یعنی: ان کے مالک سے پوچھا جائے گا کہ اس نے ان حواس کو کس طرح استعمال کیا؟ کیونکہ انسانی حواس ایسے آلات اور اوزار ھیں ؛ کہ اگر وہ ان کو بھلائی کے لیے استعمال کرتاھے تو وہ اجر کا مستحق ھے، اور اگر انہیں برائی کے لیے استعمال کرتاھے تو وہ سزا کا مستحق، ایک قول کے مطابق : قیامت میں خدا تعالی ان اعضاء کو بولنے کی صلاحیت دے گا جب ان سے سوال کیاجائے گا اور وہ ان کے مالکوں کے کاموں کے بارے میں بتائینگے ، جیسا کہ آیات اور احادیث اس حقیقت کو ثابت کرتی ھیں۔

بعض علماء نے جویہ کھاھے وہ یہ ھے کہ ابلیس خدا کے مقرب فرشتوں میں سے تھا، یعنی اگرچہ وہ فرشتہ نہیں تھا اورجن کی نسل سے تھا، لیکن وہ مقرب فرشتوں میں شامل تھا، الله تعالی قرآن کریم میں فرماتے ھیں: "اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ۷۱ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۷۲ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۷۳ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ۰ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۷۴ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ۰ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ۷۵ ۝ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ۰ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۷۶ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۷۷ ۝ " ترجمه: "جب تیرے رب نے فرشتوں سے کھا کہ بیشک میں تھوڑے سی مٹی سے ایک بشر بنانے والا ھوں ،تو جب میں اسے پورا بناچکوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ کرتے ھوئےگرجاؤ ، پس تمام فرشتوں، سب کے سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے ، اس نے تکبر کیا اور کافروں سے ھوگیا، فرمایا اے ابلیس ! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے، جسے میں نے اپنے ھاتھوں سے بنایا؟ کیا تو بڑا بن گیا، یاتھاھی

(c) ketabton.com: The Digital Library

اونچے لوگوں میں سے؟ ،اس نے کہا میں اس سے بہترھوں ، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا، فرمایا پھر اس سے نکل جاؤ ، کیونکہ بلاشبہ تو مردود ھے" ۔

چنانچہ ایک قول کے مطابق : ابلیس کو مقرب فرشتوں میں سے نکال دیاگیا اوربعد میں اسے جنت سے بھی نکال دیاگیا، جیساکه علامه سعدی نے اپنی تفسیر میں لکھاھے: "فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا " خدا نے ابلیس سے کہا: آسمان اور قیمتی جگه سے باھرنکلو، "فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ " کیونکه تو مردود اور خدا کی رحمت سے دور دھکیل دیاگیاھے، اور فرماتاھے: "وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَؕ○ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ" (سوره کهف : 50) "یعنی : یاد کرو جب هم نے فرشتوں سے کہا: "آدم کو سجده کرو" توسب نے سجده کیا مگرابلیس وه جنات میں سے تھا"۔

اس آیت سے بھی سمجھا جاسکتاھے که ابلیس فرشتوں میں شامل تھا، لیکن پھر بھی قرآنی نصوص میں یه نهیں بتایاگیا که ابلیس فرشتوں کا استاد تھا؛ لهذا هم اس جھوٹے دعوے کو مسترد کرتے هیں، اور ان تمام مسلمانوں سے جو کتاب وسنت کے تابع هیں، کهتے هیں که وه بغیر دلیل والے عقائد سے دوری اختیار کریں اور ان سےبچیں۔

فرشتوں اور جنوں میں فرق

فرشتوں اور جنوں میں متعدد اور بہت سے فرق هیں، جن میں سے کچھ درج ذیل هیں:

1 - جنات کو جلتی هوئی آگ سے اور فرشتوں کو نور سے پیدا کیاگیاھے۔

2 - فرشتے مطیع بندے، فرمانبردار ، خدا کے مقرب اور قابل احترام هیں، جیساکه خدا کا فرمان هے : "بَلۡ عِبَادٌ مُّكۡرَمُوۡنَ * لَا يَسۡبِقُوۡنَهٗ بِالۡقَوۡلِ وَهُمۡ بِاَمۡرِهٖ يَعۡمَلُوۡنَ " (الانبیاء : 26- 27) "بلکه وه بندے هیں جنهیں عزت دی گئی هے (26) وه بات کرنے میں اس سے پهل نهیں کرتے اور وه اس کے حکم پر عمل کرتے هیں"، اور فرماتاھے : "لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ" (تحریم: 6) "وه خدا کی نا فرمانی نهیں کرتے جس کا وه انهیں حکم دے وه کرتے هیں جو حکم دیے جاتے هیں"

(c) ketabton.com: The Digital Library

البته جنات میں سے بعض مؤمن هیں اور بعض کافر، جیساکه رب تعالی ان کے متعلق قرآن میں خبر دیتاهے: "وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ۝۰ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا۝۱۴ " (سوره جن: 14) "هم میں سے کچھ فرمانبردار هیں اور هم میں سے کچھ ظالم هیں".

ان میں سے بعض مطیع اور فرمانبردار هیں اور بعض گنهگاربهی، اس بارے میں خدا تعالی فرماتے هیں: "وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ۝۰ " (سوره جن:11) "هم میں سے کچھ صالح ہیں اور کچھ اس کے علاوه هیں " (یعنی:نافرمان اور بے دین) اور بهی بهت سی آیات اس بارے میں آئی هیں .

ان فرشتوں کے نام جو عرش الٰهی کو اٹهانے کے ذمه دار هیں

ایسے فرشتے هیں جو عرش کو اٹهائے هوئے هیں: "اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۝۰ " (سوره غافر: 7) "وه فرشتے جوعرش کو اٹهائے هوئے هیں اور وه جو اس کے اردگرد هیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے هیں اور اس پر ایمان رکھتے هیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے هیں جو ایمان لائے هیں" .

اور فرماتا هے: "وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ۝۱۷ " (سوره حاقه: 17) "اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹهائے هوئے هوں گے" ، کچھ علماء کہتے ہیں: جو عرش کے ارد گرد هیں وه مقرب فرشتے هیں، چونکه وه عرش کو اٹهائے هوئے هیں اس لیے وه افضل ترین فرشتوں میں سے هیں(تفسیر ابن کثیر: 120/7) لیکن ان فرشتوں کے نام کتاب وسنت میں ذکر نهیں هوئے هیں ، اور اکثر " عرش اٹهانے والے" فرشتوں کے نام سے مشهور هیں؛ لهذا هم بهی اس اصطلاح پر اکتفا کرتے هیں، فرشتے ان غیبی مخلوقات میں سے هیں جنهیں الله تعالی نے پیداکیا هے، اور خدانے انهیں فرمانبردار اور مطیع بنایاهے، اور ان میں سے هر ایک کے الگ الگ فرائض هیں جن کو انجام دینے کے لیے خدا نے انهیں خاص طور پر بنایاهے.

البته بعض فرشتوں کے نام کتاب وسنت میں آئے هیں مثلاً

جبرئیل: وحی کا ذمه دار ، اسرافیل: صور پهونکنے کا ذمه دار، اور عرش اٹهانے والوں میں سے ایک.

(c) ketabton.com: The Digital Library

میکائیل: بارش اور نباتات کے ذمہ دار، مالک ، هاروت و ماروت، رضوان، منکرونکیر، اور دوسرے جن کے نام نصوص میں بیان هوئے هیں، اور اسی طرح نصوص میں جن کی صفات بیان ہوتی ہیں: جیسے رقیب و عتید (نگهبان اور دیکھ بھال کرنے والا) یا وہ فرائض کے ذریعے سے پهچانے جاتے هیں: جیسے ملک الموت (موت کے فرشتے) وملک الجبال (پهاڑوں کے فرشتے) یا نصوص میں عام طور پر جن کے فرائض کے بارے میں ذکر کیا گیاهے، جیسے: حملة العرش (عرش کو اٹھانے والے) اور الکرام الکاتبین (معززلکھنے والے) والموکلین بحفظ الخلق (مخلوق کی حفاظت کے ذمه دار) الموکلین بحفظ الأجنة اولأرحام (رحم کے اندر نطفے کا ذمه دار) طوائف البیت المعمور (بیت المعمور کے طواف کے ذمه دار فرشتے) ملائکة السیاحین (زمین میں گھومنے والے فرشتے) اور دوسرے فرشتے جن کے بارے الله اور اس کے رسول نے خبردی هے، اور ان تمام فرشتوں پر ہم ایمان لاتے ہیں جن کے نام اور ان کی صفات اور فرائض احادیث میں ذکر کیےگیےهیں ۔

کیا فرشتے مجسم هیں

رب کے اس بیان کی بنیاد پر، هم کهه سکتے هیں که هاں، فرشتے جسمانی مخلوق هیں: " جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ " (فرشتوں کو پیغمبروں کی طرف بهیجا گیاهے، وه فرشتے جو پروالے هیں)

هرانسان کے ساتھ دوفرشتے هیں

هرایک انسان پر دوفرشتے مقرر هیں، ایک دائیں جانب که اس کی حسنات اور نیکیاں لکھتاهے، اور دوسرا بائیں جانب جو اس کی برائیاں لکھتاهے، جیساکه رب تعالی فرماتاهے: "إذيتلقى المتلقيان عن اليمين وعن الشمال قعيدما يلفظ من قول إلاَّ لديه رقيب عتيد" (سوره ق: 17 - 18) "جب (اس کا هر قول وفعل) دولینے والے لیتے هیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے هیں (17) وه کوئی بهی بات نهیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران هوتاهے، جو لفظ ان کے منه سے نکلتاهے خیراور شرمیں سے اسے لکھ لیتے هیں اور نگران ومحافظ هیں اس کی هرحالت کے" یه فرشتے چاهے سفرهو یا حضر انسان کے ساتھ هوتے هیں، اور هرحالت میں، نمازمیں، سجدے میں اس کے ساتھ هیں اس کو

(c) ketabton.com: The Digital Library

اکیلانهیں چھوڑتے، مگر بعض خاص حالات میں ، جیسے: رفع حاجت کے وقت، وہ اس کی باتیں اور اعمال لکھتے ھیں۔

صحیح حدیث میں ھے کہ فرشتے انسان کے ارادہ اور نیت، اور حوکچھ اس کے دل میں ھے اور دل میں کھتاھے، اور جو نیت اور ارادہ کرتاھے کہ وہ ایسا کرے گا فرشتے اسے لکھتے ھیں، اس لیے انسان اگر اچھی نیت کرلے تو اسے ثواب ملتاھے، اور بُری نیت پر سزا پاتاھے، کیونکہ نیت دل کا عمل ھے، فرشتے سن بلوغت سے انسان کے ساتھ مقررھوتے ھیں یھاں تک کہ انسان اس دنیاسے چلاجائے یہ فرشتے دنیا میں اس کی نیت، اعمال اور باتیں جو یہ کہتاھے یا کرتاھے لکھ لیتے ھیں۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبی الكريم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
جزء – (30)

سورة البينه

یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے، اسکی "8" آیتیں ہے

وجہ تسمیہ :

اس سورت کو بینہ اس لیے کہاگیا ہے کہ حق تعالی کے فرمان:" لَمۡ يَكُنِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ وَٱلۡمُشۡرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأۡتِيَهُمُ ٱلۡبَيِّنَةُ ۝"(البینۃ: ۱) سے اس کا آغاز ہواہے، واضح رہے کہ اس سورت نے، سورۃ الطلاق کے بعد شرف نزول پایاہے ، بینه کے معنی ہے "روشن دلیل" ۔

اس سورت کے تمام نام

اس سورت کے دیگر نام یہ ہیں: "قیامت، لم یکن، القیمة، بلد، الانفکاك ومنفکین، البریّة ،اورلم یکن الذین کفرو" (روح المعانی)

سورۃ البینۃ کا سورۃ القدر سے ربط ومناسبت

اس سورت کا سبب نزول سورہ قدر کے سبب نزول کی طرح ھے "إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ ۝" اگر پوچھا جائے کہ: البینۃ کا سبب نزول کیاھے، جواب میں کھیں گے ،اس لیے که بهت کفر اختیار کرنے والے اور اهل کتاب ان واضح دلائل سےمتاثرھوتے هیں اور ایمان لاتے هیں۔

سورۃ البینه کے الفاظ ، آیات اور حروف کی تعداد

جیساکه هم نےذکر کیا کہ یه سورت مدینه میں نازل هوئی هے، البتہ بعض مفسرین کا یه کہنا هے که یه سوره مکه مکرمه میں نازل هوئی هے، جبکه اس سورت کے متن کا مفهوم یه ظاهر کرتاھے: که یه سوره مدینه میں نازل هوئی هوگی، اس لیے که اس میں اهل کتاب کا ذکر هے، اور خاص کر یه که مشرکین سے پهلے اهل کتاب کا ذکر ، حالانکہ اهل کتاب سے تنازعه اور ان کے بارے میں بحث مکه مکرمه کی تاریخ میں میں کهیں نهیں هے، یه تنازعه مدینه منوره میں شروع هوا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

جمع وترتیب کے لحاظ سے سوره "البیّنه" قرآن کریم میں اٹھانوےنمبر پر هے، جوکه سوره "قدر" کے بعد اور سوره "زلزال" سے پهلے نازل هوئی هے ۔

ترتیب نزول کے لحاظ سے یه سورت "100" ویں سورت هے جو سوره "طلاق" کے بعد اور سوره "حشر" سے پهلے نازل هوئی هے۔

سوره "البیّنه" کا ایک (1) رکوع ، آٹھ (8) آیتیں، چورانوے (94) الفاظ اور تین سو ننانوے (399) حروف هیں، لیکن "فرهنگ نامه علوم قرآن" کے مطابق اس سوره کے الفاظ کی تعدا "74" اور اس کےحروف کی تعداد "392" یا "404" بهی بتایاگیاهے، (مرکز دائرة المعارف برزگ اسلامی، (اس کی تفصیل تفسیر احمد سوره طور میں دیکهیں)۔

سورة البینه کی فضیلت

سورة البینة کی فضیلت سے متعلق أبی بن کعب ؓ سے ایک حدیث مروی هے که نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "إن الله أمرنی أن أقرأ علیك: لم یكن الذین كفروا قال: وسمانی لك؟ قال "نعم" قال فبكی " نبی کریم صلی الله علیه وسلم نے ابی بن کعب سے فرمایا: الله عزوجل نے مجهے حکم دیا هے که میں تمهیں: "لَمۡ يَكُنِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا" پڑھ کر سناؤں، أبی رضی الله عنه نے پوچها: کیا الله تعالی نے میرا نام لیا هے؟ آپ نے فرمایا: هاں!(الله تعالی نے تمهارا نام لیاهے) اس پر أبی رضی الله عنه (خوشی سے) رونے لگے، (صحیح مسلم)۔

سورة البینة کا سبب نزول

سوره بینه کا سبب نزول یا شان نزول کیا هے؟ اس بارے میں کوئی خاص وجه نهیں بتائی گئی، لیکن مجموعی طور پر اس سورت میں اهل کتاب (یهود ونصاری) کی سرزنش پر بحث کی گئی هے، اور یه جملے: "هُمۡ شَرُّ الۡبَرِيَّةِ" اور " هُمۡ خَيۡرُ الۡبَرِيَّةِ" کفر اختیار کرنے والے اور ایمان عمل وعمل صالح کرنے والوں کا انجام بتاتے هیں، خاص طورپر لفظ (الّذین) اور "اولئک" اورضمیر"هم" جوکه سبب جمع کے صیغے هیں ان سے صاف ظاهر هوتاهے که اس کا مخاطب کوئی معین شخص نهیں، بلکه ایک بڑی تعداد هے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة البينه کے مشتملات

يه سورت رسول الله صلى الله عليه وسلم کی رسالت کی طرف اشاره کرتی هے جو سارے جهاں کے لیے رسول هیں، اور واضح دلائل کے ساتھ اس رسالت کو بیان کیا گیا هے:

1- مادی وجوهات کی بنا پر بعض لوگوں کا پیغمبر سے اعراض؛ اسی طرح اس سورت میں جو عظیم نکته بیان هواهے وه یه هے که تمام انبیاء کی دعوت انبیائے کرام کو ایک بنیاد فراهم کرتی ہے، اور ایک اصول تشکیل دیتی هے، وه بنیادی اور اصول هے توحید: اسی طرح اس سورت میں اهل کتاب اور مشرکین کی اسلام کے خلاف مختلف مزاحمتوں اور خلاف ورزیوں کا ذکر هواهے، اس سورت کے ایک اور حصے میں اهل کتاب اور مشرکین کے اسلام کے خلاف مختلف موقف بیان کیے گیے هیں، جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح کیے وه بهترین مخلوق هیں اور لوگ جو کفر، شرک اور گناه کی راه پر چلتے ہیں وه بدترین مخلوق هیں۔

2- ایمان کی دعوت، نماز ، روزه ، اور "اهل کتاب " یہ اصطلاح قرآن عظیم میں اکیس مرتبه ذکر هوئی هے، اور ان میں سے بهت سی آیات میں "اهل کتاب" کی اصطلاح مشرکین کے مقابلے استعمال هوئی هے، جو ان دونوں گروہوں کے تصورات کے درمیان تصادم کی علامت هے، قرآن کریم نے اپنے بهت سے احکام میں دونوں گروهوں کا الگ الگ تعارف کرایاهے، مثال کے طورپر سوره توبه کی آیت "5" میں هم پڑھتےهیں:"فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ " (سوره توبه آیت:5)

"مشرکوں کو جهاں پاؤ قتل کرو اور انهیں پکڑو اور انهیں گھیرو اور ان کے لیے هرگهات کی جگه بیٹھو، اور اگر وه توبہ کرلیں، نماز قائم کریں ، زکاة دیں تو پھر ان کا راسته چھوڑدو، بیشک الله بے حد بخشنے والا، نهایت رحم والاهے"۔

قرآن کریم خاص طور پر اهل کتاب کا حکم بیان کرتاهے، جب تک وه هتھیار نه ڈال دیں اور جزیه دینے پر آماده نه هوں تو ان کا قتل جائز هے، اور اگروه هتھیار ڈال دیں یا جزیه دے دیں تو بخش دیا جائے گا :"قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ

(c) ketabton.com: The Digital Library

يُعۡطُوا الۡجِزۡيَةَ عَنۡ يَّدٍ وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ۝۲۹" (سوره توبه: 29) (لڑو ان لوگوں سے جو نه الله پر ایمان رکھتے هیں اور نه یوم آخرت پر اور نه ان چیزوں کو حرام سمجھتے هیں جو الله اوراس کے رسول نے حرام کی هیں، اور نه دین حق کو اختیار کرتے هیں، ان لوگوں میں سے جنهیں کتاب دی گئی هے، یهاں تک که وه هاتھ سے جزیه دیں اور وه ماتحت هوں) .

دنیا میں اسلام کے علاوه دو آسمانی ادیان هیں، اور یقینی طور پر اور علماء اسلام کی اتفاق رائے سے ان کا شمار اهل کتاب میں هو گا، ان سے مراد: یهودی اور عیسائی هیں، قرآن کریم نے ا ن دونوں مذاهب کے اهل کتاب هونے کی طرف اشاره کیا هے اورکهاهے: "اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآٮِٕفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا۝ وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ۝۱۵۶ " (سوره انعام : 156) (ایسانه هو که تم کهوکه کتاب توصرف ان دوگروهوں پر اتاری گئی جوهم سے پهلے تھے اور بیشک هم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقینًا بےخبر تھے".

اگرهم قرآنی آیات کو غور سے دیکھیں جو اهل کتاب کے بارے میں بیان کی گئی هیں تو همیں معلوم هوگا که قرآن عظیم نے اهل کتاب کو چار طبقوں میں تقسیم کیا هے:

1 - وه هے جنهوں نے اسلام کی حقیقت کوجان لیا، لیکن اس کو ماننے سے انکار کردیا، ان قسم کے اهل کتاب مکمل طور پرقرآن کی سرزنش کی زد میں آئے هیں، اس سے کوئی فرق نهیں پڑتا که : اس انکار کی وجه کیاهے، یه خود غرضانه خواهش هوسکتی هے جیسے طاقت ، دولت ، هو س یا نفسانی خواهش کے علاوه کچھ اور ، قرآن نے هرحالت میں اس کی مذمت کی هے۔

2 - اهل کتاب میں سے وه لوگ هیں جنهیں اسلام کی حقیقت نهیں ملی، لیکن قرآن نےان کی مذمت کی هے، کیونکه ان لوگوں نے انسانی اخلاقیات کو پامال کیاهے،انهوں نے جان بوجھ کر توحید کو نقصان پهنچایاهے، اسلام سے دشمنی کی هے، پیغمبر اورمؤمنوں کو ستایاهے، اور یهاں تک که یه لوگ ان لوگوں میں سے تھے جن کے اعمال کی اسلام سے پهلے مذمت کی گئی تھی، کیونکه انهوں نے اپنی کتاب میں تحریف کی تھی اور اپنے پیغمبر وں کو قتل کیا تھا .

(c) ketabton.com: The Digital Library

3 - وہ لوگ ھیں جنھوں نے قرآن کی حقیقت کو پھچان لیا، اور دین اسلام کو قبول کرلیا، اور رسول الله صلی الله علیه وسلم کوسچا نبی مانا، یه وہ لوگ ھیں جو ھدایت کو پھنچ چکے ھیں : (آیت 20 آل عمران) "فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۝ " یا سورہ آل عمران آیت "110 " میں فرماتاھے : "وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ "-

4 - وہ لوگ ھیں جو باوقار اوربا اخلاق ھیں، اگر چه وہ اسلام کی حقیقت سے ناوا قف ھیں، قرآن کوعزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ھیں، یه لوگ زندگی بھر انسانی قوانین کے پابند رھتے ھیں، وہ خدا پر یقین رکھتے ہیں اور ان کی زندگی خدا تعالی سے وابسته ھے، اور وہ لوگ قیامت اور فیصلے کے دن پر قائم ھیں ، تمام وہ معیارات جو قرآن سے حاصل کئے گئے ھیں، ان سے آج کے زمانے کے اھل کتاب کے بارے میں بھی فیصله کرنا ممکن ھے، اور یه جاننا بھی ممکن ھے که کون قابل احترام ھے اورکون قابل مذمت۔

اس میں کوئی شک نھیں که اسلام ماضی کے ادیان کا ناسخ ھے، اوریه ناسخیت مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں سے ھے، اور واضح دلائل کے ساتھ ثابت ھے، اگر بعض آیات میں اھل کتاب کی تعریف کی گئی ھے اور ان پر احسان کیا گیاھے، تویه اس بات کی علامت نھیں ھے که ان کا دین اسلام سے افضل ھے، بلکه یه فضل ان وجوھات اور صفات میں سے ھے جو اسلام کی صداقت اور ناسخیت سے متصادم نھیں ھے -

دین اسلام میں اھل کتاب کو مشرکوں سے بالکل مختلف نظرسے دیکھاجاتاہے، ان میں سے ھر ایک کے لیے الگ الگ الفاظ کا استعمال ھوتا ہے، تمام اھل کتاب کو کبھی مشرک کے برابر نھیں ٹھھرایا گیا، البته اھل کتاب میں سے صرف چندلوگ اپنے غلط اعمال اور عقائد کی وجه سے مشرکوں کے برابر قراردیے گیے ہیں -

قرآن کی بھت سی آیات جن میں یھودیوں، عیسائیوں اور صابیوں کے نام آئے ھیں، ان سے مراد وہ لوگ ھیں جو نبی صلی الله علیه وسلم کے زمانے میں تھے ؛ لھذا ان آیات کا حکم ھر دور میں تمام اھل کتاب کے لیے نھیں ھے، لیکن جو دلائل دیے گیے ھیں ان میں محتاط رھناچاھیے اور ان دلائل کی بیناد پر فیصله کرنا چاھیے که آج کے اھل کتاب کافر ھیں یانھیں؟ اور قرآن کے مطابق ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ پیغمبر کے زمانے کے اکثر اھل کتاب

(c) ketabton.com: The Digital Library

جو پيغمبر کے ساتھ آمنے سامنے تھے وه اس طرح تھے: دور حاضر کے اهل کتاب کے بارے میں قرآن کے عمومی نقطه نظر کو جانچنے کے لیے تمام قرآنی آیات اور ان میں مذکور شواهد پر توجه دینی چاهیے اور ان کی بنیاد پرفیصله کرنا چاهیے۔

بهت سے معاملات میں ، قرآن کریم مسلمانوں اور اهل کتاب کے درمیان باهم مشترکه معاملات پر زور دیتاهے: مثال کے طورپر فرماتاهے :"يَآَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ " (سوره آل عمران:64)، " وَقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَاُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمۡ وَاحِدٌ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ۝۴۶ " (سوره عنکبوت: 46) ، اور ان امور کو مد نظر رکھ کر دور حاضر کے اہل کتاب سے معاملات کرنے چاهیے .

اهل کتاب کے لیے ان عقائد کو دوباره پڑهنا مسلمانوں اور اهل کتاب کی آراء کے درمیان صحیح اور مربوط تعلق کی تشکیل کا ایک اهم ترین عنصر بن سکتاهے ، اور یه مسلمانوں اور اهل کتاب کے درمیان ربط و تعلق پیدا کرسکتاہے ، اور ایک طرح سے یه غیرمسلموں کے ساتھ فکری برابری کو پهیلاتاهے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة البينة

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ۙ۱﴿﴾ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا
صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۙ۲﴿﴾ فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ؕ۳﴿﴾ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ؕ۴﴿﴾
وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۙ حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ
الۡقَیِّمَۃِ ؕ۵﴿﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ شَرُّ
الۡبَرِیَّۃِ ؕ۶﴿﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ؕ۷﴿﴾ جَزَآؤُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ
تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ ٪۸﴿﴾

سورت کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مہربان نہایت رحم والاھے

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ۙ۱﴿﴾

وہ لوگ جنھوں نے اھل کتاب اور مشرکین میں سے کفرکیا، باز آنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے

رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ۙ۲﴿﴾

اللہ کی طرف سے ایک رسول جو (ان پر) پاک صحیفے پڑھ کر سناتے ہیں

فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ؕ۳﴿﴾

جن میں لکھے ھوئے مضبوط احکام ھیں

وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ؕ۴﴿﴾

اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ھوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آگئی

وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۙ حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ ؕ۵﴿﴾

اور انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیاگیاکہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ھونے والے ھوں اور نمازقائم کریں اور زکوۃ دیں اور یھی مضبوط دین ھے

(c) ketabton.com: The Digital Library

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ أُولَٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝٦

اهل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفرکیا، وہ جهنم کی آگ میں هوں گے، اس میں همیشه رهنے والے هیں، یهی لوگ بدترین مخلوق هیں

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ أُولَٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝٧

جولوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے، وه یقیناً بهترین مخلوق هیں

جَزَآؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۖ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝٨

ان کا بدله ان کے رب کے هاں همیشه رهنے والے باغات هیں جن کے نیچے نهریں بهتی هیں، وه ان میں همیشه رهنے والے هیں ، الله ان سے راضی هوگیا اور وه اس سے راضی هوگئے، یه اس شخص کے لیے هے جو اپنے رب سے ڈرگیا

سورت کی تفسیر

اس سورت کے تحت ذیل کی مبارک آیات میں موضوعات: واضح دلیل اور مجازات کے مقابلے میں ذمه داری، انذار (حق کا پیغام پهنچانا اور داعی کاپسندیده هونا) کفر اختیارکرنے والوں کو دهمکی اور نیک لوگوں کو خوشخبری هے .

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝١

وه لوگ جنهوں نے اهل کتاب اور مشرکین میں سے کفرکیا، باز آنے والے نه تهے، یهاں تک که ان کے پاس کهلی دلیل آئے

"مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ " یعنی :یهود ونصاری ، "الْمُشْرِكِينَ " وه تمام لوگ جو بت، آگ یا اس جیسی چیزوں کی عبادت کرتے تهے، اور ان کے پاس کتاب بهی نه تهی، "مُنفَكِّينَ " اپنے رویے کو چهوڑ نے والے نه تهے، "حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ " یهاں تک که آئے ان کے پاس واضح دلیل اور وه دلیل نبی کریم صلی الله علیه وسلم اور ان کی لائی هوئی کتاب قرآن هے، "الْبَيِّنَةُ " ایک واضح دلیل که جس سے حق وباطل ایک دوسرے سے ظاهر هوکر الگ هوجائیں.

اس سورت مبارکه میں وضاحت اور صراحت کے ساته نهیں کها که انهوں نے کچه بهی نهیں چهوڑا جو وه کررهے تهے، لیکن واضح هے که اس سے مراد وه کفر اور گمراهی هے جس پروه اس وقت تهے جب رسول الله صلی الله

(c) ketabton.com: The Digital Library

علیه وسلم ان کے پاس قرآن لائے البتہ ان کی اس گمراهی اور شرک کو بیان کیاہے جس پرزمانه جاهلیت سے قائم تھے، پیغمبر ان لوگوں کے لیے قرآن لائے اور انهیں ایمان کی دعوت دی، ان میں سے کچھ ایمان لائے اور هدایت یافته هوگئے، پس الله تعالی نے ان کو گمراهی اور جهالت سے بچالیا، اگرچہ وہ آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے آنے سے پهلے اپنے کفر سے باز نه آئےتھے، یه آیت مبارکه مشرکین اور اهل کتاب کے دو ایمان لانے والے گروہ ہوں کے بارے میں بحث کرتی ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت کے تحت لکھاهے که اس آیت کی دوطرح سے تشریح کی جاسکتی هے، ایک تفسیر کے مطابق یه آیت مبارکه اهل کتاب اور مشرکین کی بے وفائی اور بد دیانتی کے بارے میں هے، اور دوسری تفسیر کے مطابق اس سے مراد ان پر اتمام حجت کی تکمیل هے، کفار کا دعوی یه تها که جب تک همارے سامنے کوئی واضح دلیل نه آئے هم اپنے راستے پر قائم رهیں گے، اور اپنے مذهبی عقائد سے دستبردار نهیں هوں گے، لیکن واضح ، صاف اور منطقی دلیل آنے کے بعد بھی وہ اپنے راستے پر قائم رهے، اورچند ایک کے علاوہ باقی ایمان نه لائے، اس مضمون کی یهی تفهیم سوره بقره کی آیت "89" میں بھی بیان کی گئی هے که ظهور اسلام سے پهلے وہ ایک نبی کے آنے کے منتظرتھے، اور اپنے لوگوں کو اس کی نوید سناتے تھے، لیکن جب "فلمّا جاءهم ماعرفوا کفروا" (مگر جب آئی ان کے پاس وہ چیز جسے وہ پهچانتے تھے) اسے انهوں نے نهیں مانا اور اس کی مخالفت میں اٹھ کھڑے هوئے۔

یه بات یاد رکھیں که : لوگوں سے توقع نه رکھیں که وہ بغیرکسی واضح دلیل کے اپنے عقائد اور طریقے ترک کردیں گے، اسی طرح اس ضمن میں یه بھی کهناضروری هے که: اتمام حجت اور ثبوت مکمل هونے پر کفار ومشرکین ایک دوسرے سے الگ نهیں هیں ، الله تعالی نے تمام لوگوں کی طرف چاهے کفار هوں یا مشرکین دلیل بھیج کر حجت مکمل کردی هے۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲	الله کی طرف سے ایک رسول جو (ان پر) پاک صحیفے پڑھ کر سناتے ہیں

ایک پیغمبر الله کی طرف سے ان کی طرف بھیجاجائے اور (آجائے) پاک صحیفے (ان پر) پڑھ کر سنائے، جو شرک، جھوٹ، شیطان اور جن وانس کی مداخلت سے پاک هوں، "يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً " یعنی یه نبی کریم صلی الله علیه وسلم کی نشانی اور علامت هے که وہ پاک صحیفوں کی تلاوت کرتاهے، یعنی: جوکچھ

(c) ketabton.com: The Digital Library

قرآن کے صحیفوں میں ھے اپنے دل و دماغ کے حافظے سےنھیں ، بلکه کتاب سے پڑھتاھے۔

قرطبیؒ نے کھاھے: یعنی وه پتوں پر لکھے ھوئے مضمون پڑھتاہے، وه اسے یاد سے پڑھتاہے نہ کہ دیکھ کر یا لکھے ھوئےسے، کیونکه نبی صلی الله علیه وسلم امّی تھے، پڑھنا لکھنا نهیں جانتے تھے (تفسیر قرطبی : 29/ 142) ابن عباس رضی الله عنه نے فرمایا: "مُّطَهَّرَةً " یعنی یه جھوٹ، باطل، شک، نفاق اور گمراھی سے پاک اور منزه ھیں ، قتاده نے کها: یعنی باطل سے پاک اور منزه ھیں، (تفسیر قرطبی: 142/29) ، "رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ " محمد الله کے رسول ، "صُحُفًا مُّطَهَّرَةً" باطل سے پاک اور صاف صحیفے، یه "بَيِّنَة " ایسا رسول اور پیغمبر جو الله کی طرف ےبھیجا گیاتھا، که وه با قاعدگی سے پاک اور صاف صحیفےاور پیغام پڑھے۔

لغت کے اعتبار سے صحیفے لکھے ھوئے اوراق کو کهتے ھیں، لیکن قرآن عظیم میں یه لفظ اصطلاح کے طور پر ان کتابوں کے لیے استعمال ھواھے جو پیغمبروں پر نازل ھوئی ھیں، اور خالص صحیفے سے مراد وه صحیفے ھیں جو ھرقسم کے جھوٹ، ھرقسم کی گمراھی اور ھرقسم کی اخلاقی آلودگی سے پاک ھوں ۔

تفھیم القرآن کے مفسرلکھتے ھیں: که اس موضوع کی پوری اھمیت اس وقت شروع ھوتی ھے جب کوئی شخص قرآن مقدس کے ساتھ ساتھ دیگر مذاھب کی کتابوں کا بھی مطالعه کرتاھے اور ان میں موجود مضامین جو که حقیقت اورعقل دونوں کے خلاف ھیں، اور اخلاقیات کے لحاظ سے انتھائی نچلے درجه میں قرارپاتےہیں، ان کے مطالعه کے بعد جب انسان قرآن پڑھتاھے تو سمجھ لیتاھے قرآن کتنی پاکیزه اور عظمت والی کتاب ھے (تفھیم القرآن)۔

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝۳ جن میں لکھے ھوئے مضبوط احکام ھیں

ان میں لکھے ھوئے پخته، راست اور درست احکام ھیں، یعنی : ان صحیفوں میں ایسی آیات اور احکام ھیں جو حق اور انصاف کی بات کرتے ھیں، وه احکام جو حق کو باطل سے جداکرتے ھیں اور ھدایت اور بھلائی کی طرف لوگوں کی رھنمائی کرتے ھیں: که یه حسی طور پر بھی پاکیزه ھے، یعنی پاک انسان ہی اسے چھوسکتاہے، اور روحانی ، لفظی اور معنی کے لحاظ سے بھی مطھر اور پاک ھیں ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

عالم مفسر احمد بن محمد صاوی لکھتے ھیں: "صحف" سے مراد وہ اوراق ھیں جن پر قرآن لکھا گیاھے، اور "کتب" سے مراد وہ احکام ھیں جو ان میں لکھے گئے اور قائم ھیں، اس لیے فرمایا: "کُتُبٌ قَیِّمَةٌ " کیونکه قرآن تمام پهلی کتابوں کا ثمر خلاصه اور نتیجه ھے،(حاشیة الصاوی علی تفسیر الجلالین :342/4).

"قَیِّمَةٌ " یعنی: درست ، سیدھا، مضبوط اور قائم که جس میں حق سے کوئی کجی یا انحراف نهیں ھے، بلکه جو کچھ اس میں ھے وہ راستی ، ھدایت اور حکمت ھے، "کُتُبٌ قَیِّمَةٌ " سے مراد وہ صحیفے اور منصوبے ھیں جو وقت گذرنے کے باوجود اعتبارسے محروم نهیں ھوئے، اپنی طاقت اور اصلیت سے محروم نهیں ھوئے، لیکن بدقسمتی سےاھل کتاب اس مقدس کتاب کے شرف نزول پانے کے بعد بھی ایمان نهیں لائے اور اسے انھوں نے جھٹلایا.

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝٤

اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نهیں ھوئے مگر اس کے بعد که ان کے پاس کھلی دلیل آگئی

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ منتشر نهیں ھوئے ، یهاں تک که آگئ ان پروھی ظاھر کرنےوالی، یعنی وہ لوگ حق کے واضح ھونے اور راہ حق کے ظاھرھونے ، یعنی نبی کریم صلی الله علیه وسلم کی بعثت کے بعد انھوں نے سچے دین کے معاملے میں آپس میں اختلاف کیا، اور کچھ ان پر ایمان لائے اور کچھ کافرھوئے، جب که ان کا فرض تھا که خدا کے دین اور اس کے نبی کے پیروی کرتے (جو که تصدیق کرنے والاھے ان کی کتابوں کا) اور ایک ھی طریقے اور راستے پر قائم رھے، لیکن جب رسول الله صلی الله علیه وسلم کا ظهور ھوا او رکتاب مقدس نازل ھوئی تو انھوں نے ایک دم اپنا موقف بدل لیا اور خدا کے دین میں اختلاف کرنے لگے.

مفسر ابوسعود نے اس آیت مبارکه کی تفسیر میں کهاھے که: یه آیت خاص طور پر اھل کتاب کی سرزنش کرتی ھے اور ان کے جرائم کو سخت اور سنگین بتاتی ھے، اور وہ یه که ان کا اختلاف حالات کے واضح ھونے اور ھرقسم کے عذر اور بهانے ختم ھونے کے بعد ھواھے .

"وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ " اھل کتاب یهودی اور عیسائی منتشر نهیں ھوئے ، "إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ " مگر بعد اس کے که واضح ثبوت یعنی محمد اور الله کی کتاب ان کے پاس آئی ، رسول الله صلی الله علیه وسلم کے مبعوث ھونے

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے پہلے یہودی کہتے تھے، ایک پیغمبر نبی آخر الزمان کے نام سے ظاھر ہوگا، اھل کتاب میں اس نبی کے ظھور پر اتفاق تھا، لیکن جب رسول الله صلی الله علیه وسلم کاظھور ھوا تو یه دوگروھوں میں بٹ گئے: ایک گروہ آپؐ کی نبوت پر ایمان لایا اور آپ کا پیروکار بنا، جیسے: عبدالله بن سلام اور اس کے ساتھی، اور دوسرے گروہ نے کفر کیا اور بینه کو قبول نهیں کیا، اور اپنی گمراھی اور ضد وعناد کی وجه سے تقسیم ھوگئے۔

اس موقع پر یه بھی کہا جاسکتاہے کہ یہ آیت آپ صلی الله علیه وسلم کی تسلی اور اطمینان کے لیے بھی ھے، یعنی اے نبی صلی الله علیه وسلم ان کی تقسیم آپ کو غمزدہ نه کرے، کیونکه اس تفرقه کی اصل منشأ اوردلیل ثبوت کی کمی نھیں ، بلکه اس کی اصل وجه ضدوعناد ھے جوکه اھل کتاب کی ایک پرانی عادت ھے۔

حدیث مبارک میں آیاھے که: یهودی ایکھتر(۷۱) فرقوں میں اور عیسائی بہتر(۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے، عنقریب میری امت تہتر(۷۳)فرقوں میں بٹ جائے گی، وہ سب کے سب جھنم میں ھوں گے سوائے ایک فرقه کے ، صحابه کرام نے عرض کی: یارسول الله ! وہ ایک فرقه کونسا ھے؟ آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: یه وہ لوگ ھوں گے جو میرے اور میرے صحابه کے نقش قدم پر ھوں گے ۔

وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُواْ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ ۝

اور انھیں اس کے سوا حکم نھیں دیاگیاکه وہ الله کی عبادت کریں، اس حال میں که اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ھونے والے ھوں اور نمازقائم کریں اور زکوۃ دیں اور یھی مضبوط دین ھے

"وَمَآ أُمِرُوٓاْ " انھیں حکم نھیں دیاگیاتھا سوائے اس کے که الله کی عبادت کریں، الله عبادت کے لیے واسطه نھیں چاھتا، چاھے یه واسطه بت ھو یا فرشتہ یا انسان، "مُخۡلِصِينَ " اخلاص کے ساتھ، صرف میرے (الله) کے لیے "حُنفاء" انھوں نے تمام ادیان کو چھوڑ کر اسلام کی طرف رجوع کیا، توحید کے دین اور اکیلے الله کی عبادت، خالص اور سچا دین، بغیر کسی واسطے کے، "دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ " صحیح اور درست دین، قیمتی دین، "يُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ " نماز اس طریقے سے ادا کریں، جس طرح خدا نے ان کوحکم دیاہے، یعنی نمازوں کے اوقات میں، ان کے آداب اور ارکان کا لحاظ کرتے ھوئے که: تمام ادیان میں یه حکم موجود تھا، (الله کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

حق کے طور پر) ، "یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ " یعنی: وہ مالی زکوۃ جو اللہ تعالی نے ان پر فرض کی ھے ، چاھیے کہ وہ مال غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات پوری کرنےکے لیے ادا کریں (لوگوں کے حقوق کے طور پر) وہ دین جو سچا، مستحکم اور سیدھاھو اور بندے کو خدا کی رضا کی طرف لے جائے اور اللہ کے غضب سے دور رکھے، یہی خالص دین اسلام ھے، "وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ" اور یہی مضبوط دین ھے، یعنی وہ دین جو اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کرنے اس کے علاوہ کےتمام باطل معبودوں کو چھوڑنے ، نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنے، اور محتاج بندوں کو زکوۃ ادا کرنے کا پیغام دیتاھے، یہ خدا کا واحد مضبوط اورمستحکم دین ھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۞

اھل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفرکیا، وہ جھنم کی آگ میں ھوں گے، اس میں ھمیشہ رھنے والے ھیں، یھی لوگ بدترین مخلوق ہیں

بلاشبہ مشرکین میں سے جن لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ھونے کے بعد کفرکیا، اور ان کے ساتھ ساتھ مشرکین بھی بالآخرجھنم کی آگ میں ھوں گے، وہ اس میں ھمیشہ رھیں گے، نہ اس سے نکل سکیں گے ، اور نہ اس میں مریں گے، یھی لوگ بدترین مخلوق ھیں، یعنی: یہ خدا کے پیدا کی ہوئی بدترین مخلوق ھے، کیونکہ انھوں نے حسد اور سرکشی کی بنا پر حق کو چھوڑ ا ھے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" جنھوں نے اسلام، پیغمبر اسلام اور کتاب کا انکار کیا، وہ یھودی اور عیسائی ھیں ، "اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ" وھی بدترین مخلوق ھیں، اگر اس تعبیر پر کہ "وہ بدترین مخلوق ھیں" توجہ دیں تو ھمیں معلوم ھوگا کہ یہ ایک انتھائی چونکا دینے والی تعبیر ھے، جس سے معلوم ھوتاھے کہ تمام جاندار اور غیر جاندار مخلوقات میں سے مردود تر اور زیادہ حقیر ان لوگوں سے زیادہ کوئی نھیں ھے، جنھوں نے حق کو واضح ھونے اور دلیل کے مکمل ھونے کے بعد سیدھا راستہ چھوڑکر گمراھی میں قدم رکھا ۔

امام فخرالدین رازی فرماتے ھیں: اگر سوال کیاجائے کہ کافروں کے لیے، فعل کا صیغہ "كَفَرُوْا " اور بت پرستوں کے لیے اسم فاعل "وَالْمُشْرِكِيْنَ " کا جملہ کیوں استعمال ھوا ھے؟ تو جواب میں کھاجائے گا: تا کہ یاد دھانی ھوجائے کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

اهل کتاب شروع میں کافرنهیں تهے، بعثت سے قبل نبی کی تصدیق کرتے تهے، اور نبی کریم صلی الله علیه وسلم کے مبعوث هونے کےمعترف تهے، لیکن بعد میں وہ بعثت کا انکار کرنے لگے، جبکہ ان کے برعکس مشرکین ابتداهی سے بتوں کی پوجا کرتے تهے، قیامت اور حشرکے دن کا انکار کرتے تهے ۔

"أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ " کا فرمان، حصر کا معنی دیتاهے، چونکه وه چوروں سے بدترهیں، اس لیے انهوں نے الله کی کتاب حضرت محمد صلی الله علیه وسلم کی صفت کوچهپایا، اور وه ڈاکوؤں اور رہزنوں سے بدترهیں، کیونکه حق کے راستے کو مخلوق خدا پر بند کردیا (تفسیر کبیر: 49/31) .

اگر کوئی انسان الله تعالی کا محبوب اور پسندیده بنناچاهتاہے تو اس کو چاهیے که پیغمبر صلی الله علیه وسلم کے اس صحیح فرمان کے مطابق عمل کرے، جس میں بیان ہواہے که ایک دن ایک آدمی نے نبی صلی الله علیه وسلم کے پاس آکر عرض کی که: " يَا رَسُولَ اللَّهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ج: ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللَّهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ" [ابن ماجه: 4102] حکم البانی : حسن.

"اے الله کے رسول ! مجهے کوئی ایساعمل بتائیں جسے میں کروں تو الله تعالی بهی مجه سے محبت کرے، اور لوگ بهی تو رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی رکهو، الله تمہیں محبوب رکهے گا، اور جوکچه لوگوں کے پاس هے اس سے بے نیاز هوجاؤ، تولوگ تم سے محبت کریں گے" اس لیے اگرهم الله کے پیارے بننا چاهتے هیں تو دنیا همارے دلوں میں بسنی نهیں چاهیے: " وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا" (سوره قصص:77) "اور اپنا حصه دنیاسے نه بهول)۔

اس آیت مبارکه میں "اهل کتاب" کومشرکین پر مقدم رکهنے کی وجه یه بهی هوسکتی هے که انکے پاس آسمانی کتاب، علماء ، اور مذہبی رہنما موجود تهے، اور رسول الله صلی الله علیه وسلم کی نبوت کی نشانیوں کا ذکر بهی ان کی کتابوں میں واضح طور پر موجودتها، اس لیے ان کی طرف سے محمدؐ کی مخالفت اور بهی بدترهے ۔

اور "شَرُّ الْبَرِيَّةِ " سے مراد وه لوگ هیں جو اسلام کے منکرهیں، (اگرچه اهل کتاب میں سے هوں یا مشرکین میں سے) اس آیت مبارکه میں أشقیاء یعنی بدبختوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے گروہ کا ذکر ھے، درج ذیل آیت میں نیک لوگوں کے مقام و مرتبہ کا تذکرہ ہے جیساکه فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ○ جولوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے،
اُولٰٓئِکَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ ؕ○ وہ یقیناً بهترین مخلوق هیں

یعنی: وہ لوگ جو سچے دل سے ایمان لائے اور خلوص دل سے عملی عبادت کی، تویه بهترین لوگ اور سب سے افضل مخلوق هیں، جو لوگ الله اور اس کے رسول محمد صلی الله علیه وسلم پر ایمان لائے اور خلوص کے ساتھ رب تعالی کی عبادت کی، نماز قائم کی ، زکوة ادا کی، اور الله تعالی کے امر اور نهی پر عمل کیا تو پھریہ لوگ :"اُولٰٓئِکَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ" وہ بهترین مخلوقات میں سے هے۔

یعنی تمام اعمال صالحہ میں سرفہرست نماز کی صورت میں الله سے تعلق کی اصلاح، اور زکوة کی ادائیگی کی صورت میں مخلوق کے ساتھ تعلق کی اصلاح، اگر یه دونوں اقدام صحیح طریقے سے کیے جائیں تو باقی اعمال صالحه میں آسانی هوگی، کیونکه بقیه اعمال صالحه الله تعالی کے ساتھ انسان کے تعلق کو استوار کرنے اور مضبوط کرنے کی سمت میں هیں جو نماز پڑھنے کے وقار اور مرتبے میں رکھے گئے هیں یه آیت کسی خاص شخص کو مخاطب نهیں کرتی، بلکه جمع کا صیغہ آیاهے که اس سے مراد وہ تمام لوگ هیں جو ایمان لائے هیں اور نیک عمل کرتے هیں (یعنی نماز، روزہ ، زکوة اور دیگر دینی احکام کی پابندی کرتے هیں اور ممنوعات سے اجتناب کرتے هیں) وہ الله تعالی کے بهترین مخلوقات میں سے هیں، یعنی : بهت سے لوگ جو اسلام جیسے مقدس دین، قرآن کریم اور رسول الله صلی الله علیه وسلم پر ایمان رکھتے هیں، اور پھر نیک عمل کرتے هیں، وہ ان شاء الله "خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ " کا حصه هیں ۔

عالم اسلام کے مشهور مفسر امام ابن کثیر رحمه الله دوآیات "6 اور 7" کی تفسیر میں فرماتے هیں: خدا تعالی حق سے منه موڑنے والوں کے انجام کی خبردیتاهے، اهل کتاب منکرین اور مشرکین میں سے جو الله کی کتاب، قرآن اور اس کے بھیجے هوئے انبیاء کی مخالفت کرتے هیں، ان کا ٹھکانہ قیامت کے دن ابدی آگ جهنم هے، یعنی وہ اس میں رهیں گے اوروهاں سے نهیں نکلیں گے، اور ان سے جهنم کی آگ نهیں هٹائی جائے گی، اور یه خدا کی مخلوقات میں بدترین مخلوق هیں، پھر الله تعالی صالحین اور ابرار کی حالت سے آگاہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرماتاھے، جو دل سے ایمان لائے ھیں، اور وہ اپنے اعضاء کے ساتھ نیک اعمال انجام دیتے ھیں، تو وہ بھترین مخلوق ھیں ۔

نیز مفسر اسلام امام طبری رحمة الله علیه آیت:" 6 اور 7" کی تفسیر میں فرماتے ھیں؛ جن لوگوں نے الله اور اس کے رسول کے ساتھ کفرکیا اور آپ کی نبوت کا انکار کیا، یھود، مشرکین، اور عیسائیوں میں سے وہ سب "فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۰ؕ " ھمیشه جھنم کی آگ میں ھوں گے، اس سے کبھی نھیں نکلیں گے، اور کبھی بھی ان کو موت نھیں آئے گی، "خَيْرُ الْبَرِيَّةِ " احادیث نبوی میں: اس جملے "خَيْرُ الْبَرِيَّةِ" کی مثال کے بارے میں محدثین نے متعدد احادیث نقل کی ھیں: ان میں سے ایک حدیث کی سند صحیح ھے، جبکه دوسری احادیث کی اسناد ضعیف ھیں، یا ان پر بھروسه نھیں کیا جاسکتا، اس سلسلے میں جو صحیح حدیث نقل کی گئی ھے وہ ہے جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں انس بن مالکؓ سے روایت کی ھے که کھا: " جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا خَيرَ الْبَرِيةِ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيهِ السَّلَام» صحیح مسلم " (4367). ایک شخص رسول الله صلی الله علیه وسلم کے پاس حاضر ھوا اور کھا: "يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ " اے مخلوقات میں سے بھترین انسان !"آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: وہ تو ابراھیم علیه السلام ھیں " (یعنی یه ان کا لقب ھے) یه حدیث صحیح ھے، امام مسلم کے علاوہ بھت سے محدثین نے اسے روایت کیا ھے، جیسے سنن أبی داود: (4672) اور علامه البانی اسے اپنی "صحیح أبی داود" میں لائےھیں، اور سنن ترمذی میں لائے ھیں، اور مسند احمد میں (12361 اور 12440) اور معجم الأوسط طبرانی (1436) اور "مسند ابی یعلی الموصلی: 3842) امام بیھقی نے بھی "دلائل النبوة" میں اسے نقل کیاھے (نبی کریم صلی الله علیه وسلم کی یه بات تواضع کی دلیل ھے) ۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا۰ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۰ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ۰ؒ	ان کا بدله ان کے رب کے ھاں ھمیشه رھنے والے باغات ھیں جن کے نیچے نھریں بھتی ھیں، وہ ان میں ھمیشه رھنے والے ھیں ، الله ان سے راضی ھوگیا اور وہ اس سے راضی ھوگئے، یه اس شخص کے لیے ھے جو اپنے رب سے ڈرگیا

(c) ketabton.com: The Digital Library

"جَزَآؤُهُمۡ" ان کا تحفه جنت هے، جس میں وه همیشه رهیں گے، "جَنّٰتُ عَدۡنٍ" ایسے باغات جهاں قیام مستقل هے، "عَدۡنٍ" دائمی اور مستقل رهائش، ابدی ، "رَّضِيَ اللهُ عَنۡهُمۡ" اور ثواب اور بدله کی وجه سے وه بهی الله سے راضی هیں، جنت کے باغوں کے درختوں کے نیچے بهتی نهریں هیں جو هموار اور هرطرف بغیر باڑ کے بهتی هیں اور هرطرف پهیلی هوئی هیں ۔

جنت میں چار نهریں بهتی هیں :

1 - پانی
2 - دودھ
3 - شهد
4 - صاف مشروب

جنت میں کسی کو کوئی رنج وغم، پریشانی، بیماری نهیں هوگی، اور هرشخص یه محسوس کرےگا که وه بهترین نعمتوں میں هے، کوئی حسد ،بغض اور کینه موجود نهیں هوگا، الله تعالی جنت والوں پر نعمت پوری کرنے کےبعد انهیں بلائےگا۔ اور فرمائےگا: کیا تم راضی هو؟ جنتی جواب دیں گے: هاں هم مطمئن اور راضی هیں (1) الله تعالی کهےگا: میں بهی تم سے راضی هوں اور رب کے چهرے سے پرده هٹ جائے گا، (2) اور جنتی لوگ ، الله تعالی کو چودهویں کے چاند کی طرح دیکهیں گے، (3) یه ان لوگوں کا اجر هے جو الله سے ڈرتے تهے، اور اس کی اس طرح عبادت کرتے تهے گویا که وه اسے دیکهتے هیں اور گناه نهیں کرتے تهے، اگر مجموعی طور پر هم سورة البينة کی تفسیر پر توجه دیں ، جیسا که هم نے شروع میں کهاتها، یه سوره زیاده تر اهل کتاب کی مذمت اور سرزنش کرتی هے، اهل کتاب میں سے وه لوگ جو سورة البينة کے نزو ل کے بعد اپنے دین اور مذهب پر قائم رهے، اور نبی صلی الله علیه وسلم کا انکار کیا، انهیں بدترین مخلوق کها اور ان میں سے جو لوگ آپ صلی الله علیه وسلم پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کو بهترین مخلوق قرار دیا۔

اس سوره مبارکه کی آخری آیت مؤمنین کی دائمی، ابدی اور همیشه رهنے والی درج ذیل چارصفات کی طرف اشاره کرتی هے:

الف: خَيۡرُ الۡبَرِيَّةِ هونا۔

ب: جَنّٰتُ عَدۡنٍ، (همیشه کی جنتیں) جن کے نیچے سے نهریں بهتی هیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ج: ان کی ابدیت اس پرامن جگه پر .

د: خدا تعالی ان سے راضی اور وه اس کی نهایت مهربانی اور عمومی رحمت سے راضی (توبه: 72) ،(رعد: 23)، (نحل: 31) .

مذکوره احادیث کا اختتامیه

1 - "إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ لِأَهْلِ الجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الجَنَّةِ، فَيَقُولُونَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالخَيْرُ فِي يَدَيْكَ، فَيَقُولُ: هَلْ رَضِيتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: وَمَا لَنَا لاَ نَرْضَى يَا رَبِّ وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، فَيَقُولُ: أَلاَ أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، فَيَقُولُونَ: يَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ، فَيَقُولُ: أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلاَ أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا" (بخاری: 6549 ارو 7518) (ومسلم: 2829). "الله تعالی اهل جنت سے فرمائے گا که اے جنت والو! جنتی جواب دیں گے هم حاضر هیں اے همارے پروردگار ! تیری سعادت حاصل کرنے کے لیے، الله تعالی پوچھے گا کیا اب تم لوگ خوش هوئے؟ وه کهیں گے کیا اب بهی بهلا هم راضی نه هوں گے، کیونکه اب تو ، تونے همیں وه سب کچھ دے دیا، جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نهیں دیا، الله تعالی فرمائے گا که میں تمهیں اس سے بهی بهتر چیز دوں گا، جنتی کهیں گے اے رب! اس سے بهتر اور کیا چیز هوگی؟ الله تعالی فرمائے گا که اب میں تمهارے لیے اپنی رضامندی کو همیشه کے لیے دائمی کردوں گا یعنی اس کے بعد کبهی تم پر ناراض نهیں هوں گا" .

2 - " إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ، وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ"[مسلم: 181) ترجمه:" جب جنت والے جنت میں داخل هوجائیں گے، (اس وقت) الله تبارک وتعالی فرمائے گا تمهیں کوئی چیزچاهیے جو تمهیں مزید عطاکردوں؟ وه جواب دیں گے: کیا تونے همارے چهرے روشن نهیں کیے! کیا تونے همیں جنت میں داخل نهیں کیا اور دوزخ سے نجات نهیں دی؟ آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " چنانچه اس پر الله تعالی پرده اٹهائے گا تو انهیں کوئی چیزایسی عطانهیں هوئی هوگی جو انهیں اپنی رب عزوجل کے دیدار سے زیاده محبوب هو".

(c) ketabton.com: The Digital Library

3 - "كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً - يَعْنِي الْبَدْرَ - فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ، كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لاَ تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لاَ تُغْلَبُوا عَلَى صَلاَةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا. ثُمَّ قَرَأَ: " وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ" [ق: 39]، [بخاری: 554 و 573 و 4851 و 7434 و 7436 مسلم: 633] . "هم نبی کریم صلی الله علیه وسلم کی خدمت میں موجود تھے آپ صلی الله علیه وسلم نے چاند پرایک نظر ڈالی پھر فرمایا که تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھوگے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رھے ھو، اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ھوگی، پس اگر تو ایسا کرسکتے ھو که سورج طلوع ھونےسے پھلے والی نماز (فجر) اور غروب سے پہلی نماز(عصر) سے تمھیں کوئی چیز روک نه سکے تو ایسا ضرور کرو، پھر آپ صلی الله علیه وسلم نے یه آیت تلاوت فرمائی که، ترجمہ:"پس اپنے مالک کی حمد وتسبیح کرسورج طلوع ھونے اورغروب ھونےسے پھلے" ، (اور نماز قائم کرو)۔

اے ھمارے پروردگار! ھمارے دلوں کو شک وشبه سے پاک کر، ھماری آنکھوں کو روشن کردے اور ھماری بصارت کو اتنا بڑھادے که هم تیرے سوا کسی اور کی خواهش نه کریں اور تیرے سوا کسی سے نه ڈریں – آمین یا رب العالمین۔

خشیت کیاھے ؟

"خشیت" اس ڈر اور خوف کو کهاجاتاھے ، جو تعظیم اور عظمت کی بنیاد پر ھو، "خشیت" حقیقی سعادت او ربندگی کے اعلی درجات تک پهنچنے کا معیار ھے، جو اس صفت سے محروم رھے گا وه گناه او رعصیاں سے باز نهیں آئے گا، اور اسی میں گم ھوجائے گا، (روح المعانی).

اس مبارک آیت میں واضح طور پر بتایاگیاھے که جنت اهل خشیت کے لیے ھے، "ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ" ایک اور آیت کهتی ھے : که صرف علماء اهل خشیت

میں سے ھیں، " اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" پس جنت علماء کے لیے ھے، دوسری طرف هم جانتے ھیں که تمام علماء اور اهل علم جنتی نهیں ھیں، کیونکه قرآن کریم نے اهل جهنم کی اکثریت ان لوگوں کو کهاھے جو علم ومعرفت کے بعد گمراه ھوگئے تھے "وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ" (سوره جاثیه: 23) اور یه بھی که تمام ناخوانده اور اَن پڑھ لوگ جهنمی نهیں ھیں، پس وه علم جو "خشیت" کا سبب

(c) ketabton.com: The Digital Library

بنتاھے، وہ جنت میں لے جانے کا بھی سبب بنے گا، یہ اصطلاحی علم نہیں ھے، بلکه اس کا مطلب فطری اور الٰھی فهم ھے جو دل کی روشنی کا سبب بنے۔

محبت اور خوف سے الله کی عبادت کرنا

بعض صوفیا مسلمان کهتے هیں که هم صرف الله کی محبت کے لیے عبادت میں مشغول هیں، یه عقیده عمومًا گمراه صوفیاء کے منهج سے آیاھے، اور یه طریقه خود ساخته ھے، کوئی شک نهیں ھے که خدا کی محبت سب سےبڑا درجه ھے عبادت کے درجات میں ، لیکن مکمل عبادت نهیں ھے، اهل سنت کا منهج یه ھے که خدا کی عبادت، محبت، خوف ، امید اور ڈر پر مبنی هو (رجاء اور خشیت) اور تمام عبادات کے بارے میں الله تعالی فرماتاھے:"اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً ۝ " (سوره اعراف: 55). ترجمه:" اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے هوئے اورچپکے چپکے " ۔

اور اپنے انبیاء کے بارے میں فرمایا: "اِنَّهُمۡ كَانُوۡا يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَيَدۡعُوۡنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ ۝۹۰ " (سوره انبیاء : 90) ترجمه: "یه لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دُھوپ کرتے تھے اور همیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے ، اور همارے آگے جھکے هوئے تھے" ، اور فرمایا: "يَخَافُوۡنَ رَبَّهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۝۵۰ " (سوره نحل: 50) ترجمه :"اپنے رب سے جو ان کے اوپرھے، ڈرتے هیں اور جو کچھ حکم دیاجاتاھے اسی کے مطابق کام کرتے هیں" اسی طرح کی دیگر آیتیں جو اس بارے میں نازل هوئی هیں ۔

کافر اور مشرک کے درمیان فرق

لغوی اصطلاح میں لفظ "کافر" كَفَرَ سے ماخوذ ھے ، جس کا مطلب ھے "ڈھانپنا " ؛ چونکه "کافر" یعنی ڈھانپنے والا، ایمان کی حقیقت کو اپنے باطل عقیدے سے ڈھانپتاھے، اس لیے اسے کافرکہاجاتاہے، لغوی اصطلاح میں: مشرک کا لفظ "شرک" سے ماخوذ ھے، کیونکه ایک مشرک آدمی کسی دوسرے کو خدا کی عبادت میں شریک کرتاھے ۔

امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں کهتے هیں: مشرک او رکفر کےایک معنی بھی هوسکتے هیں، اور دو الگ الگ معنی بھی ممکن هیں، شرک خدا کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ بتوں یا دوسری مخلوقات کی عبادت کرنابھی ھے، جیسے کفار قریش، پس یهاں کفر کامعنی زیاده عام ھے به نسبت شرک کے۔

کفر کی دوقسمیں هیں

1 - چھوٹا کفر جیسے مسلمان سے لڑائی کرنا، اگرچه اسے کبیره گناهوں میں شمارکیاجاتاھے ، لیکن یه مسلمان کو دائره اسلام سے خارج نهیں کرتا، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر" (مؤمن کوگالم گلوچ کرنا فسق ھے اور اس سے جنگ کرنا کفرھے) چنانچه رسول الله صلی الله علیه وسلم نےمسلمان سے جنگ کو کفر قرار دیا، لیکن یه کفر دائره اسلام سے خارج نهیں کرتا ۔

2 - بڑا کفر ، جیسے احکام الهی کا انکار کرنا وغیره، یه کفر انسان کو دائره اسلام سے خارج کردیتاھے.

شرک بهی دوقسم کا هوتا ھے:

1 - چھوٹا شرک جیسے: دین میں ریا اور دکھلاوا ، لیکن ریا کار اسلام کے دائرےسے خارج نهیں هوتا، نبی صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "انّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ قَالَ: الرِّيَاءُ" (روایت احمد رقم 27742) ترجمه: درحقیقت جس چیزکا مجھے تم لوگوں پر سب سے زیاده ڈرھے وه شرک "اصغر"ھے ، انهوں نے عرض کیا: اے الله کے رسول! شرک اصغر کیاھے؟ فرمایا: ریاء اور دکھلاوا ۔

2 - شرک اکبر جیسے الله کے ساتھ بتوں اوردیگر مخلوقات کی عبادت کرنا، که یه شرک انسان کو دائره اسلام سے خارج کردیتاھے، یہ کهه سکتےهیں که ایک کافر مشرک ھے ، اور ایک مشرک کافر، کیونکه رب تعالی قرآن کریم میں اهل کتاب (یهود ونصاری) کو کافر کهه کرفرماتے هیں: "اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۰ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۰" (بینه : 6) ترجمه: " اهل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفرکیا، وه جهنم کی آگ میں هوں گے، اس میں همیشه رهنے والے هیں، یهی لوگ بدترین مخلوق ہیں"

اور سوره توبه انهیں مشرک کها گیاھے: "وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ

(c) ketabton.com: The Digital Library

ابۡنُ اللّٰهِ‌ؕ ذٰ لِكَ قَوۡلُهُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ‌ۚ يُضَاهِــٴُـوۡنَ قَوۡلَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ‌ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ‌ۚ اَنّٰى يُـؤۡفَكُوۡنَ‏ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَالۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ‌ۚ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَـعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا‌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ؕ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ‏ ﴿۳۱﴾ " (سورہ توبہ:30 - 31)

ترجمہ:" اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں مسیح خدا کے بیٹے ہیں، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے، یہ بھی انہیں کی ریس کرنے لگے ہیں، خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں، انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو الله کے سوا خدا بنالیا ، حالانکہ ان کو یہ حکم دیاگیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے"۔

پس مشرک کافر ھے، کیونکه مشرک نے بھی خدا کی حقانیت اوروحدانیت کو شرک سے ڈھانپ دیاھے، اور ایک کافر مشرک ھے، کیونکه اس نے اپنے مزاج، خواهش اور ضمیر کو خدا بنالیاھے، اور خدا کے بجائے اس کی عبادت کرتاھے، خدا تعالی فرماتاھے: "اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ..... (سورة الجاثية :۲۳)

ترجمه: "بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے" -

تواس کے نتیجے میں ، جو شخص جان بوجھ کرلوگوں کے لیے حلال کو حرام یا حرام کو حلال بناتاھے درحقیقت وہ کافر بھی ہے اور مشرک بھی -

نواقض اسلام کیا ہے؟ :

اول: سب سے پہلے خدائے واحد کی عبادت میں شریک ٹھهرانا، اور اس کے لیے شریک مان لینا: رب تعالی فرماتے هیں: "مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَـنَّةَ وَمَاۡوٰٮهُ النَّارُ‌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ " (سوره المائده: 72).

اور الله تعالی کی عبادت میں شرک میں سے ایک مُردوں سے دعا مانگنا اور ان سے مدد طلب کرنابھی ھے، اسی طرح ان کے لیے نذر ماننا، ذبح کرنا اور قربانی کرنابھی ھے -

دوم: دوسرا وہ شخص جو اپنے اور خدا کے درمیان (وسیلہ) واسطه بنائے، اور اس ثالث سے کچھ مانگے، (یعنی اپنی دعا اس ثالث کی طرف متوجه

(c) ketabton.com: The Digital Library

کردے) اور اس سے شفاعت طلب کرے، اور اس پر بھروسه کرے، علماء ومشائخ کا اجماع اس کے کفر پر ھے .

سوم: تیسرا وه جو مشرکوں کو کافر نه سمجھے، یا ان مشرکوں کے کفر میں اس کو شک وشبه هو، یا ان مشرکوں کے مذهب کو صحیح جانے وه کافر ھے .

چوتھا: یا کسی کا یه ماننا هو که الله کے رسول کے علاوه کسی دوسرے کی هدایت اور احکامات رسول الله صلی الله علیه وسلم کی دی ہوئی رهنمائی اور احکامات سے بهتر هیں، یا یوں کهے: الله کے رسول کے علاوه کسی دوسرے کا حکم اور فیصله رسول الله صلی الله علیه وسلم کے حکم اور فیصله سے بهترھے، ایسے لوگوں کی طرح جو طوا غیتت کے حکم اور فیصله (کسی ملک کے غیرشرعی قوانین) کو شرعی اور دینی قوانین پر ترجیح دیتے هیں، یه سب کے سب کافرهیں .

پانچواں: وه شخص جس کو کسی ایسی چیز سے نفرت هو، جو رسول الله صلی الله علیه وسلم کے امت اسلامیه کے لیے انسانی رهنمائی، فیصلے اور قرآن وسنت کے احکام کے لحاظ سے لائے ہوں، اگرچه وه اس حکم پرعمل کرتاهو، لیکن اگر وه اس سے نفرت کرتاھے، تو پهربهی وه کافروں میں شامل ھے، خداتعالی فرماتاھے: " ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۹ " (سوره محمد: 9)

(یه اس لیے که بیشک انهوں نے اس چیزکو ناپسندکیا جو الله نے نازل کی تو اس نے ان کے اعمال ضائع کردیے).

چھٹا: جو کوئی دین اسلام کےکسی حکم یا شعار کا مذاق اڑائے اور تمسخرکرے، وه دین جو رسول الله صلی الله علیه وسلم الله کی طرف سے لائے هیں، یا اس کے ثواب، أجر اور نیکی اور بدله، جزا و سزا، عذاب کا انکار کرے، اس کی دلیل رب تعالی کا یه قول ھے: "وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۝ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶۵ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۝ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۶۶ " (التوبه: 65- 66)

ترجمه:"اگر آپ ان سے پوچھیں تو وه کهیں گے هم تو باتیں بنارہے تھے اور کھیل رہے تھے تو آپ (ان سے) کهه دو کیا تم الله اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کررھے تھے ؟ (65) بهانے مت بناؤ، بیشک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفرکیا".

(c) ketabton.com: The Digital Library

ساتواں: جادو اور سحر اور اس میں جوکچھ شامل ھے، دوسروں تک پھیلانا، اور اس پرعمل کرنے والایا اس پر راضی ھونے والا وہ کافر ھوگیا، اس کی دلیل رب تعالی کا یہ قول ھے: "وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ۝ " (سورہ بقرہ: 102) (حالانکہ وہ دونو ں کسی کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے کہ ھم تو محض ایک آزمائش ھیں سوتو کفرنہ کر) .

آٹھواں: مشرکوں کی پشت پناھی اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنا، اس کی دلیل رب تعالی کا فرمان ہے: "وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝۵۱ " (سورہ المائدہ: 51) (اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقینًا وہ ان میں سے ھے، بیشک اللہ تعالی ظالم لوگوں کو ھدایت نہیں دیتا)۔

نواں : جوشخص یہ مانتاھو کہ کچھ بزرگ شریعت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے انحراف کرسکتے ھیں وہ شخص کافرھے، رب تعالی فرماتاھے: "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۝ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۸۵ " (سورا آل عمران: 85) (اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ھرگزقبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ھوگا)۔

دسواں: خدا کے دین سے منہ موڑنا اور اعراض کرنا، اسلام کو نہ سیکھنا، اور اس پر عمل نہ کرنا، اس کی دلیل رب کا یہ فرمان ہے: "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۝ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۝۲۲ " (سورہ السجدہ: 22) (اور اس سے بڑا ظالم کون ھے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے منہ پھیرلیا، یقینًا ھم مجرموں سے انتقام لینے والے ھیں)۔

ان تمام قسم کی مخالفتوں میں مبتلا کسی شخص کے سنجیدہ ھونے یا مذاق کرنے یا ان مخالفتوں کے انجام سے ڈرنے وغیرہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا، سوائے اس شخص کےجو مُکرَہ یعنی اس کے کرنے پر مجبور کیاگیاھو، حالانکہ وہ اس برے عمل اور نافرمانی کرنے پر راضی نہ ھو، یہ سب خطرناک چیزیں ھیں جن میں لوگ ممکن ھے کہ مبتلاھوجائیں، اس لیے ھر مسلمان کے لیے لازمی ھے کہ ان سے خود کوبچائے، اور ان گناھوں میں مبتلا ھونے سے ڈرے ان سے اجتناب کرے اور ان سے دوری اختیار کرے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

انسانی قوانین کو خدائی قوانین پرمقدم اور اس سے بهتر جاننا

هم نے چوتهے ناقض میں بعض مسائل پربحث کی هے، لیکن میں مناسب سمجهتاهوں که اس موضوع کی وضاحت کے لیے درج ذیل اضافه شامل کردوں، کوئی بهی شخص یه مانتاهوکه ملک کے ریاستی اور سرکاری قوانین جوکه انسانوں کے بنائے هوئے هیں، یه الٰهی اور آسمانی قوانین سے بهترهیں، یا یوں کهے که اسلام کا حکم" 20" بیسویں صدی کے لیے ناقابل موزوں هے، یا یوں کهے که قانون الٰهی (دین اسلام) نقصان کا سبب ہے اور ترقی میں رکاوٹ هے، اور بیسویں صدی کے مسلمانوں کی پسماندگی کا سبب هے، یایوں کهے که دین اسلام صرف خدا ا ور بندے کے درمیان واسطه اور رابطه کا ذریعه هے، زندگی کےدیگر معاملات سے اس کا کوئی تعلق نهیں هے، پس جس کسی کا یه عقیده هو وه کافر هے .

جوشخص یه عقیده رکهتاهوکه چور کا هاتھ کاٹنا اورکسی شادی شده زانی عورت یا مرد کو سنگسار کرناموجوده دور کےلیے ناقابل قبول هے وه بهی کافرهے، اس لیے که وه الله کے کلام کے مقابلے میں انسانوں کے کلام کو ترجیح دیتاهے اور اسے بهتر سمجهتاهے، چنانچہ اس کا یہ دعوی باطل هے اور کفر کا باعث هے .

جوشخص یه عقیده رکهتاهے که خرید و فروخت اورسزاؤں کے معاملات میں حکم خداوندی کو چهوڑ کر علاوه کسی اور طریقے پر فیصله کرنا جائز هے، وه کافرهے، اگرچه وه یه نه مانے که یه حکم خدا کے حکم سے بهتر هے، کیونکه اس عمل اور عقیدے کی رو سے (مسلمانوں کے اجماع کے مطابق) الله تعالی نے جس چیز کو حرام قراردیاهے، اسے وه حلال سمجهتاهے، اور ایسا کام کرتاهے جسے الله تعالی نے حرام قراردیاهے، اور اس کی حرمت واضح اور ظاهرهے، جیسے: زنا، شراب نوشی، سود، قضاء اور قانون الهی کے علاوه پر حکم کرنا، مسلمانون کے اجماع کی روسے وه شخص کافر هے (عبدالعزیز بن عبدالله بن باز).

لهذا جوبهی مذکوره بالاصورتوں میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرتاهے وه کافر هوجاتاهے، البته ایک اهم نکته مد نظر رکهنا ضروری هے اور وه یه هے که اگرکوئی اسلام کے خلاف ورزی کرنے والے کام کا ارتکاب کرے تو فورًا اس کی تکفیر نهیں کرنی چاهیے ، بلکه تکفیر کے اصول وضوابط هیں ، اس میں جلد بازی نهیں کرنی چاهیے، که لوگوں کی فوری تکفیر کرنے لگے ، هم ذیل میں تکفیر کی شرائط کا جائزه لیں گے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

تکفیر کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاهیے، اور جس شخص کے اسلام کے متعلق یقین حاصل هو تو ہم شک کی بنیاد پر اس سے اسلام نہیں چھین سکتے ، جب تک کہ اس میں تکفیر کے شرائط مکمل نہ هوچکی هوں، اور اس کی رکاوٹیں نہ هٹائی گئی هوں۔

مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کا فرض یہ هے کہ وہ بصیرت اور علم کے ساتھ دوسروں کو خدا کی طرف بلائے ، کسی کوبھی لوگوں کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کا حکم نہیں دیاگیاهے ؛ لهذا جو کوئی اپنی زبان سے شهادتین کهتاهے اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتاهے، ظاهرًا اس پر اسلام اورمسلمان هونے کا حکم هوتاهے، جب تک کہ اس نے کوئی ایساعمل یا قول نہ کیاهو جو اسے دائرہ اسلام سے خارج کردے، تب تک اسے خارج کرنا جائز نہیں ، اس بات پر قرآن و سنت سے بھی واضح دلائل موجود هیں، اور اس امت کے سلف صالحین کا بھی اس پر اجماع هے ۔

1 - ابن عمر رضی الله عنه سے روایت هے کہ پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "أَيُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ " (جس نے اپنے بھائی سے کہا: اے کافر! تو دونوں میں سے ایک (کفرکے) اس (نسبت) کے ساتھ لوٹے گا، اگر وہ ایساهی هے جس طرح اس نے کہا (توٹھیک) ورنہ یہ اس (کهنے والے) پر لوٹ آئے گا)۔

2 - ابوذر ضی الله عنه سے روایت هے کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ " (اور جس شخص نے کسی کو کافرکهه کر پکارا یا الله کا دشمن کها، حالانکه وہ ایسا نہیں تها تویه (الزام) اس (کهنے والے) کی طرف لوٹ جائے گا)۔

ان آیات اور احادیث کےمطابق جوبھی اپنے مسلمان بهائی کے خلاف بلاوجه لفظ " کافر" استعمال کرتاهے اسے سخت سرزنش کی گئ هے، اور اسے الله کے بارے میں بغیر علم کے بات کرنے پر سخت تنبیه کی گئی هے ۔

تکفیر سے دوری کے بارے میں سلف کے چند اقوال

امام احمد بن حنبل رحمه الله فرماتے هیں:" درحقیقت قبول کرنا، حرام کرنا، ثواب دینا، سزادینا، تکفیرکرنا، اور فاسق قراردینا یه خدا اور اس کے ر سول کا حق هے، کسی اور کو ایسا حکم لگانے کا حق نہیں هے، لوگوں کو چاهیے که وہ عمل کریں جسے خدا اور اس کے رسول نے فرض کیاهے، اور جوکچھ خدا

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور اس کے رسول نے حرام گرداناهے اسے حرام سمجهیں، خدا اور اس کے رسولؐ جو کچھ بتایاهے اس کی تصدیق کریں" ۔

آیات ، احادیث او رسلف صالحین کے کلام سے هم پر واضح هوتاهے که تکفیر شرعی احکام میں سے هے، جس کا حکم قرآن اور سنت نبوی ﷺ کی طرف لوٹتاهے، اور سلف صالحین کا منهج بهی یهی هے، یه جائز نهیں هے که اپنے اجتهاد ، یا اپنی سوچ اور گمان سے یا صرف اپنی عقل کے فیصلے سے کسی کی تکفیر کرے ۔

خلاصۀ کلام یه هےکه: ایک مسلمان پر واجب هے که وه اس معاملے میں بغیر علم، معلومات اور قرآن وسنت کی دلیل کے بغیر بات نه کرے، کیونکه کسی کو اسلام میں داخل کرنا یا خارج کرنا یه دین کے سب سے برے امور میں سے هے، اور اس معاملے میں همارے لیے دین کے دیگر امور کی طرح خدا اور رسول کافی هیں، اس لیے عام طور پر اس مسئلے میں حکم دینا دین کے واضح احکام میں سے ایک هے، توهم پرواجب هے که خدا اور اس کے رسول کی پیروی کریں، اور بدعت کی ایجاد سے اجتناب کریں ۔

تکفیر کے ضابطے ، یا قوانین

واضح ثبوت کے بغیر مسلمانوں کی تکفیر کے معاملے کی حرمت بیان کرنے کے بعد اب همیں تکفیر کے اصول جاننے کی ضرورت هے ۔

اس معاملے میں همیں دو اهم اور بنیادی اصولوں کا علم هونا چاهیے

1 - وه شخص جس نے کوئی ایسی بات کهی یا عمل کیا جو قرآن وسنت کے نصوص کے مطابق کفرهے، لیکن موانع کی موجودگی اور شرائط نه هونے کی وجه سے اس کی تکفیر کا حکم جاری نهیں کیا جائے گا، اس لیے اگرکسی مسلمان سے کوئی کفریه قول یا عمل سرزد هوجائے تو حجت قائم کرنے اور شک وشبه دور کرنے کے بغیر اس کی تکفیر کا حکم صادر نهیں هوگا اور وه شخص اسلام کے دائرےسے خارج نهیں هوگا ۔

اهل بدعت میں سے، خوارج ، روافض ، قدریه اور جهمیه نے اس قاعدے کی مخالفت کی هے اور وه حجت قائم کیے بغیر اور شبه دورکیے بغیر تکفیر کرتے هیں، بلکه اپنے مخالفین کوکسی قول یا کفریه عمل کے سزد هوئے بغیر تکفیر کردیتے هیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - يه هے كه كوئى بھى ايسا گناه جسے كفر كهاجاتاهے كسى شخص كو ائرۂ اسلام سے خارج نهيں كرتا، كيونكه كفر كى دوقسمیں هيں، كفراصغر اور كفراكبر، اس ليے بعض گناهوں كو كفر كهاجاتاهے ، ليكن ساتھ هى يه كسى شخص كو دائرہٴ اسلام سے خارج نهيں كرتے، جيسا كه رسول الله صلى الله عليه وسلم كا فرمان هے: "اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ " (لوگوں ميں دوباتيں هيں، وه دونوں ان ميں كفر (كى بقيه عادتيں هيں: (كسى كے) نسب پر طعن كرنا اور ميت پرنوحه كرنا)۔

اهل سنت وجماعت كا اجماع هے كه يه دونوں كبيره گناه آدمى كو دائرہٴ اسلام سے خارج نهيں كرتے، بلكه كفرٌ دُون كفر يا كفر اصغر هيں ، ان دواصولوں اور دلائل كے بعد جو اس بارے ميں ذكر كيےگئے اب لازمى هے كه وه شروط اور موانع جو علماء نے اس بارے ميں ذكر كيے ہيں جان ليں۔

تكفير كى شروط اور موانع

تكفير كى شرائط كو قرآن وسنت پر پركھنے اور تحقيق كرنے سے اور اسلام كے نصوص كو مد نظر ركھنے سے ذيل كى صورتيں بنتى ہيں۔

1 - اس سے كفر آميز عمل يا قول سرزد هوجائے ، خواه وه اسلام كا دعوى كرے -

2 - حق كى وضاحت اور اس كے شبہ كو دور كرنے كے ليے اس كے پاس حجة اور دليل پہنچ چكى ہو، اگر یہ حجت اہل علم اور صاحب رائے کا قول ہو تو اس كے پاس ثابت شده ہو -

3 - بالغ اور عاقل هو۔

4 - نو مسلم ہونے كى وجہ سے لاعلمى كا عذر نه ہو۔

5 - مجبور نه كيا گيا هو۔

6 - صحراميں رهنے كى وجه سے علم اوراهل علم سے دور اور بے خبر نه هو۔

حكم تكفير كے موانع

تكفير كى شرائط جاننے كے ساتھ موانع تكفير بھى جاننا ضرورى ہے جو كہ مندرجہ ذيل ہيں:

1 - جو بات قولى يا عملى كفر كا سبب بنتى هے وه اس ميں ظاهر نه هو۔

2 - اس پر كوئى دليل اورحجت قائم نه هوئى هو، اب ياتو اس كے بلوغ تك نه

(c) ketabton.com: The Digital Library

پهنچنے که وجه سے ، یا اس کے دل میں شبه کی موجودگی کی وجه سے یا اسلامی ملک سے دوری کے سبب لا علمی کا شکار ہو ۔

3 - بچه ، پاگل یا ایسا بوڑھا نه هوکه جو نهیں جانتا کہ وہ کیا کھہ رہاهے۔

4 - اس چیز سے لاعلمی جن کی وجہ سےحجت قائم کی جاتی ہے ، جیسے که اهل علم میں سے کوئی شخص نه پایاجائے جو اسے دلیل وحجت فراهم کرے، یا یه اپنے اس کفر سے معذور هو، جیسے: وه شخص جو صحرا میں رهتاهو یا ابهی مسلمان هواهو اور اسے شریعت کے احکام علم نه هو۔

5 - کفریه بات کهنے یاکام کرنے پر مجبور هونا، جیساکه خدا تعالی فرماتاهے: "إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ" (سوائے اس کے جسے مجبورکیاجائے، اور اس کا دل ایمان پرمطمئن هو) یه صورتیں تکفیر کے چند احکام،شرائط اور موانع ہیں، جنهیں علماء کرام نے بیان کیاهے، لهذا ان کی پابندی اور ان کو مدنظر رکهنا هرمسلمان پر فرض هے، (اور کسی کی تکفیر میں توقف کرنا ضروری ہے) علم کے بغیر مسلمانوں کے بارے میں حکم لگانے میں اکثر لوگوں کی جلدبازی کی وجه سے فتوای تکفیر لگادیتے ہیں، حالانکہ زمانے میں بہت سے لوگ فتنوں کا شکار اس لیے ہوتے ہیں کہ وہ علماء سے دور ہوتے ہیں یا لاعلمی ہوتی ہے یا ان کے دل میں شک شبہ ہوتاہے، چنانچہ ان کی تکفیر کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔

اس عظیم فتنه سے بچنے کا راسته یه هے که کتاب وسنت کی طرف پلٹ آئیں، اور خدا کی رسی اور قرآن وسنت سے چمٹ جائیں، اور علماء سلف او رمصحلین کی پیروی بهی رهنماهے، عمربن عبدالعزیز کهتے هیں: "رسول الله صلی الله علیه وسلم اور گورنروں اور امیروں نے جو روایات قائم کیں، انہیں مضبوطی سے پکڑنا، خداکی کتاب کی تصدیق کرنا، خداکی اطاعت کی تکمیل اور خدا کے دین کو مضبوط کرناهے، کسی کے لیے یه جائز نهیں هے که اس کو بدلے، اور اس کے مخالف رائے رکهے، جو اس کے ذریعه هدایت پاتاهے وه هدایت یافته هے ، اور اس کے ذریعے مدد طلب کرتاهے، اس کی مدد کی جاتی هے ، اور جو اس کی مخالفت کرتاهے او رغیر کی راه پر چلتاهے ، خدا نے ا س سے منه موڑلیاهے، اور اسےجهنم میں بهی بهیج دے گا، بهت هی برا انجام هے ۔

اب اگر کوئی کفر کرے اور شرائط پوری هوجائیں، اور اموانع بهی نه هوں تو اس صورت میں کافر هوگا، اور اسے توبه کرنی چاهیے ، اور اگر توبه نه کرے تو اسے ارتداد کی حد کے طور پرقتل کردیا جائے گا، اور ان احکام کو اسلامی حکمران کے ذریعه انجام دیاجائے، شهریوں کے ذریعه نهیں،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور اگر کوئی شروع سے کافرتھا، اس پر اس ایمان نہیں تھا، تو و ہ اصل کافر کھلاتاھے، مسلمانوں کے لیے ضرور ی ھے کہ وہ دین کا پیغام اس تک پھنچائیں، اور اس کو الله تعالی سے آگاہ کریں، باخبر رکھیں، اور اسے جھنم کی آگ سے ڈرائیں، جو الله تعالی نے کافروں کے لیے تیار کررکھی ھے، اور دوسری طرف جنت کی نعمتون کی بشارت دیں ، اور نتیجه الله پر چھوڑ دیں، اور اگر وہ ایمان نہ لائے تو اس کے ساتھ کافر جیسا سلوک کیا جائے، مثلاً: مسلمانوں کا حق یہ ھے کہ وہ اپنی بیٹیوں اور بیویوں کی شادی کافروں سے نہ کریں ، اور کافر ورثا کو وراثت میں حصہ نہ دیں وغیرہ ۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبی الكريم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة زلزله

یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی ، اس کی آٹھ آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کو قیامت کے آنے سے پہلے شدید زلزلے کے ذکرکے ساتھ شروع ہونے کی وجہ سے زلزلہ یا زلزال کہاجاتاہے، یہ سورة النساء کے بعد نازل ہوئی ہے ۔

سورة الزلزال کا ربط و مناسبت سورة البینة کے ساتھ

سورہ بینہ میں مؤمنوں کے لیے جن انعامات اور کافروں کے لیے عذاب پر بحث کی گئی ہے، اس سورت میں یہ بتادیاگیا کہ: اب وہ وعدہ اور اس کے اثرات آچکے ہیں ، سفید چہرے اور سیاہ چہرے اس دن کسی کا چہرہ ڈھکا چھپا نہیں ہوگا (سورہ آل عمران: ۱۰۶ اور ۱۰۷)۔

یہ سورہ بنیادی طورپر تین محوروں کے گرد گھومتی ہے: پہلے مرحلے میں "اشراط السّاعة " قیامت کی نشانیوں سے بحث شروع ہوئی ہے ، جو انسانوں کے تمام اعمال کے بارے میں بتاتی ہے ۔

دوسرے حصےمیں ، لوگوں کو دوگروہوں میں تقسیم کرنا، "اچھے " اور "برے" اور یہ کہ ہر شخص اپنے اعمال کا پھل حاصل کرے گا ۔

اس سورت کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد

اس سورت کا ایک (۱) رکوع ، آٹھ (۸) آیتیں ، سینتیس (۳۷) الفاظ ، ایک سو اٹھاون (۱۵۸) حروف اور تیریاسی (۸۳) نقطے ہیں۔

(یادر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورة الزلزال کے نزول کا وقت

سورة "زلزلہ" مکی ہے یا مدنی اس میں علما ء کا اختلاف ہے، ابن سعود، عطاء، جابر اور مجاہد کہتے ہیں: یہ سورت مکی ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک

(c) ketabton.com: The Digital Library

قول بهی اس کی تصدیق کرتاہے، قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں : یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے، ابن عبا س ؓ کا ایک اور قول اس کے مدنی ہونے کی تصدیق میں نقل ہوا ہے، اس کے مدنی ہونے پر ابو سعید خدریؓ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو کہ ابن أبی حاتم نے ان سے نقل کی ہے کہ جب"فَمَن يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿٧﴾ وَمَن يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿٨﴾ " آیتیں نازل ہوئیں تو میں نے عرض کیا یا رسول الله ! کیا میں اپنے سارے اعمال دیکھ سکوں گا؟ فرمایا: ہاں ! پھر میں نے عرض کیا اور چھوٹے چھوٹے گناہ بھی ؟ آپ نے فرمایا: ہاں ! اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ پس میں تو ہلاک ہوگیا، رسول الله ﷺ نے فرمایا: ابو سعید! مایوس نہ ہو، ہرنیکی اپنی طرح دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے، اس سورت کے مدنی ہونے کے بارے میں اس حدیث سے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ ابو سعید خدریؓ اہل مدینہ میں سے تھے، اور وہ غزوہ احد کے بعد بلوغت کی عمر کو پہنچے تھے۔

لهذا اگر یه سوره اس وقت نازل هوئی جب وه بطور مسلمان رسول الله صلی الله علیه وسلم کے ساتھ تھے جیساکه ان کی اس بات سے معلوم هوتاهے تو یه سورت مدنی هونی چاهیے۔

سورت کا سبب نزول

سوره "زلزال" کے نزول کی وجه یه تهی که کفارنے قیامت اور حساب کے بارے میں بهت کچھ پوچها اور کها: "اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ"، (قیامت کا دن کب هے؟) (سوره القیامه: 6) اور اسی طرح کے دیگر سوالات تهے اس بارے میں، چنانچه اس سوره میں خدا تعالی نے ان سے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں بات کی ، نه که اس کے وقت کے بارے میں ، تا که وه جان لیں کہ قیامت کا علم صرف اسی کے پاس هے، اس کا وقت معین کرنے کا ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

سوره زلزال کی فضیلت

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں احادیث موجو دهیں جن میں سے درج ذیل حدیث انس بن مالک رضی الله عنه سے روایت هے کهتے هیں رسول الله صلی الله علیه وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک آدمی سے فرمایا: اے فلاں ! کیا تم شادی شده هو؟ اس نے کها : یارسول الله ! میں خدا کی قسم کهاکر کهتاهوں که میرے پاس شادی کے لیے کچھ نهیں هے ، آپؐ نے پوچها:

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیا "قُلۡ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" تیرے پاس نهیں هے؟ کها: کیوں نهیں؟ آپ نے فرمایا: یه سوره قرآن کا "ثلث" ایک تهائی حصه هے، فرمایا: "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ" تیر ے پاس نهیں هے؟ کها: کیوں نهیں، فرمایا: یه سوره بهی قرآن کا رُبع هے ، فرمایا: "اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا" تیرےپاس نهیں هے ؟ کها: کیوں نهیں، فرمایا: یه سوره بهی قرآن کا چوتهائی حصه هے، پهرفرمایا تم شادی کرلو" .

اسی طرح دوسری حدیث میں : حضرت انس اور ابن عباس رضی الله عنه سے روایت هےکه رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: سوره "زلزال" قرآن کا آدها حصه هے، اور "اخلاص" قرآن کا ایک تهائی حصه هے ، اور "کافرون" قرآن کا چوتهائی حصه هے، (رواه النسائی وابن ماجه).

سوره زلزال کا پیغام

1 - قیامت کے موقع پر زمین میں ایک بڑے زلزلے کا آنا قطعی اور لازمی بات هے، "اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا " (کیونکه لفظ "اذا" اس معاملے میں استعمال هوتاهےجو یقینی هو).

2 - یامت جسمانی هے، صرف روحانی نہیں ہے (انسانی جسم جو زمین میں دفن هیں ، وه قیامت کو نکلیں گے) "اَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا" .

3 - قیامت انسان کے لیے حیرت کا دن هے، "قَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ".

4 - زمین بهی شعور رکهتی هے: "يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا" .

5 - زمین قیامت کے گواهوں میں سےهے : يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ".

6 - قیامت میں هرقسم کے انکار کا راسته بند هے، "لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ".

7 - خدا کے انصاف کی عدالت میں تمام لوگ برابر هیں، "فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ..... وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ " .

8 - عذاب اور انعامات الله کی طرف سے عمل پر منحصر هیں .

9 - عمل چاهے چهوٹاهی کیوں نه هو، اس کا بهی حساب وکتاب هے؛ لهذا نه گناهوں کو چهوٹا سمجهیں اور نه عبادت کو "فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ" .

10 - اس دن عملِ مجسّم کو دیکهنا خود عذاب یا لذت هے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الزلزال کے مشتملات

عام طورپر اس سورت میں جن موضوعات کو زیربحث یا گیاھے وہ ھیں: قیامت کے وقت زمین پر ھولناک زلزلے کا واقع ھونا، جس میں یہ حقیقت بیان کی گئی ھے کہ قیامت کے وقت اور شدید زلزلہ آنے کے ساتھ زمین اپنا بوجھ با ھر پھینک دے گی، وہ بوجھ جو بھت سے مفسرین کے مطابق تو لوگوں کی وہ بڑی تعداد ھے، جو قبروں سے اٹھے گی، اس حقیقت کی طرف اشارہ ھے کہ اس دن انسان واقعات کی وجہ دریافت کرے گا، اس حقیقت کی صراحت یہ ھے کہ زمین اپنا سب کچھ بتادےگی ، اس عظیم دن کی خبریں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ھیں کہ اس دن کے واقعات خدا کی طرف سے ھیں، انسان مختلف گروھوں کی شکل میں قبروں سے زندہ ھوکراٹھیں گے، اس دن کےانسانی اعمال کا صحیح حساب ہوگا اور یہ کہ ھرکوئی اپنے عمل کو یھاں تک ایک ذرہ کے مطابق ھو ان کے نتائج دیکھ لے گا۔

سورہ مبارکہ کے اھم ترین محوروں میں سے ایک "زلزلہ" ھے ، یہ قیامت کے دن کے وحشت ناک زلزلے کی طرف اشارہ ھے ، جس کے بارے میں کھا جاتاھے کہ یہ پھلی صور ھے، اس دن ان واقعات سے لوگ حیران رہ جائیں گے، سور ۃ الزلزال کے اس حصہ کا پیغام یہ ھے کہ اس دن کے آنے سے پھلے مؤمنین کو چاھیے کہ وہ خود کو قیامت کے محشر پر حاضر ھونے کے لیے تیار کرلیں، سورہ زلزال کے دوسرے حصے میں قیامت کے دن انسان کے اپنے اعمال کے بارے میں بتایاگیاھے، درحقیقت قیامت کا حساب بھت درست ھوگا، پس انسانوں کو اپنے اعمال کے بارے میں محتاط رھنا چاھیے۔

یہ سورت زمین کو اعما ل کے گواہو ں میں سے ایک کے طور پر متعا رف کراتی ہے اور سورہ زلزلہ اپنے مخاطبین پر بہت اچھا اثر چھوڑ تی ہے ، کیونکہ اگر کوئی اس حقیقت کی طرف توجہ کرے کہ جس زمین پر وہ کھڑا ہے اور اس کے ارد گرد موجود درخت ، پہاڑ اور دیگر چیزیں اس کی تمام حرکات و سکنات کو جاگتی آنکھو ں کی طرح محفو ظ کررہی ہیں ۔

اور ایک دن وہ اس کے خلاف گواہی دیں گی تو ، وہ اپنے آ پ کو کبھی تنہا نہیں سمجھے گا اور کبھی گناہ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة زلزله

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا۱ وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا۲ وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا۳ يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ
اَخۡبَارَهَا۴ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا۵ يَوۡمَئِذٍ يَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا۬ لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ۶ فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ
مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ۷ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۸

سورت کا ترجمه

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاهوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاهے
اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا۱	جب نفخه اولی میں زمین پوری شدت سے اور مسلسل ہلا دی جائے گی
وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا۲	اور زمین اپنے اندر کا بوجھ نکال باہر ڈال دے گی
وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا۳	اور انسان کہے گا اس کو کیا ہوگیا ہے ؟
يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا۴	اس روز وہ اپنے حالات بیان کرے گی
بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا۵	اس لیے که تیرے رب نے اسے حکم دیاہے
يَوۡمَئِذٍ يَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا۬ لِّيُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ۶	اس دن لوگ گروہ گروہ ہوکر آئیں گے تا که ان کو ان کے اعمال دکھادیے جائیں
فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ۷	توجس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا
وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۸	اور جس نے ذرہ برابر برئی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا

سورة زلزله کی تفسیر

اس سورہ کی مبارک آیات میں ؛ قیامت کی آمد کی نشانیاں ، نیکی اور بدی کا بدلہ جیسے مو ضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے ۔

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا۱	جب نفخه اولی میں زمین پوری شدت سے اور مسلسل ہلا دی جائے گی

(c) ketabton.com: The Digital Library

جب زمین سختی سے جھٹکے کھائی گی اور پوری طرح ہلائی جائے گی اور اس کے پہاڑیاں تتر بتر ہوجائیں گے، اور اسکے ٹیلے ہموار ہوجائیں گے، اور زمین بغیر فراز و نشیب کے صاف چٹیل میدان بن جائے گی ۔

اور زمین اپنا بوجھ اتاردے گی اور انسان خود سے کہے گا کہ : زمین کو کیا ہوگیا ہے ؟ (یوں زمین کانپے گی) اس دن زمین اپنی خبریں سنائے گی ، کیونکہ تمہارے رب نے اس کو وحی بھیجی ہے ، اس دن لوگ بکھرے انداز میں قبروں سے نکلیں گے ، تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں ، پس جس نے ذرہ بھر نیکیاں کی ہو اسے دیکھ لے گا ،اور جس نے ذرہ بھر برائیاں کی ہو وہ اسے دیکھ لے گا ۔

"إذا ..." قیامت کے شدید زلزلہ کی طرف اشارہ ہے ، (مراجعہ کیا جائے : (سورہ حج :۱)

لفظ " زلزلت " یعنی : وہ شدت سے لرزگیا اور پریشان ہوا، زمین اپنے اس بڑے زلزلے سے بہت زیادہ غیر متوازن ہوجائے گی ، جو اس کا آخری جھٹکا ہوگا ، یہ قیامت کے زلزلے کی نوعیت ہے ، دنیا کے زلزلے اس کی چھوٹی اور محدود مثالیں ہیں ۔

" زلزالها" وہ زلزلہ جو زمین کے ساتھ مخصوص ہے ،اور کس طرح ہے اور کتنا شدید ہے رب عظیم کو معلوم ہے، سورہ کا آغاز زمین پر آنے والے زلزلے کی خبر سے ہوتاہے ، جو دنیا کے زلزلوں سے مختلف ہوگا، کیونکہ دنیامیں زلزلہ عارضی اور قلیل مدتی ہوتاہے ، اور اس سے جو نقصان ہوتا ہے وہ وقتی اور مقامی ہوتاہے ، لیکن قیامت کا زلزلہ مکمل اور بڑ ی شدت اور مکمل مربوط نقصان کے ساتھ ہوگا ، انسان اس وقت مدہوش لوگو ں کی طرح ہوں گے، جب کہ وہ مدہو ش نہیں ہوں گے ، الله تعالی فرماتاہے : " وَتَرَى النَّاسَ سُكْرَى وَمَا هُمْ بِسُكْرَى" (الحج :۲) (اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھوگے ، جب کہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے) ۔

روایات اور بہت سی تفاسیر اور علما اسلام کی تشریحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ : مد فون چیزیں پہلے نکلیں گی ، لیکن یہ ممکن ہے کہ قیامت کے دن سے پہلے جو چیزیں باہر نکلیں ، وہ وقت کے ساتھ ساتھ زمین کے نیچے

(c) ketabton.com: The Digital Library

دب جائیں اور پھر قیامت کے دن باہر نکل آ ئیں، قیامت کے دن شاید مدفو ن چیزوں کے ظاہر ہونے کی حکمت یہ ہے کہ دولت کے چاہنے والے اپنی آنکھو ں سے دیکھ لیں کہ مال و دولت بیکار ہے ، اور انسان (کافر یہ صورت حال دیکھ کر) کہے گا کہ کیا ہوا ہے کہ زمین اس طرح لرزرہی ہے وہ تمام اچھی اور بری باتوں کا اظہار کرے گی ، کیونکہ اس کو عظیم رب کی ہدایت اورحکم اسی طرح ہوگا۔

ترمذی اور دیگر کتب احادیث میں مر فوع حدیث ہے کہ جس نے زمین پر کوئی عمل کیا ہو ، وہ عمل اچھا ہو یا برا ، زمین اسے ایک ایک کرکے بیان کرے گی ، اور یہ اس کی دلیل اور گواہی ہے ، اس دن لوگو ں کے مختلف گروہ بن کر (حسا ب و کتاب کی جگہ) آئیں گے ، جو لوگ حساب سے فارغ ہو چکے ہوں گے وہ حساب کی جگہ سےواپس آجائیں گے ، کچھ جنتی اور کچھ دوزخی ، جنتی جنت میں جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں جائیں گے، تاکہ وہ اپنی حیثیت دیکھ سکیں ، پس جس نے دنیا میں ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا ، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا ، بشرطیکہ اس وقت تک برائی اور خیر باقی رہے ، ممکن ہے کہ کفر کی وجہ سے نیکی ضائع ہوجائے ، یا ایمان اور توبہ کی وجہ سے برائی معاف ہو جائے ، یہ اس میں شامل نہیں ہوگا ، کیونکہ نہ باطل شدہ نیکی نیکی کہلا ئے گی اور نہ معاف کی گئی برائی برائی رہے گی اس حشر کے میدان میں وہ سامنے نہیں آئیں گی ۔

امام بخاری ؒ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے وقت اور اس کی نشانیو ں میں سے ایک کے بارے میں فرمایا :
قیامت قا ئم نہ ہوگی حتی کہ علم اٹھا لیا جائے گا ،زلزلے بکژت آئیں گے ، وقت کم ہوتا جائیگا ، فتنوں کا ظہور ہوگا اور قتل و غارت عام ہوگی یہاں تک کہ تمہارے ہاں مال و دولت کی بہتات ہوگی ، یعنی وہ عام ہوجائے گی۔ (بخاری :حدیث نمبر ۹۸۹)

قیامت کے اس بڑے زلزلے کے تصور کو سورہ حج کی آیت کافی حد تک مزید واضح کرتی ہے ، وہ یوم جزا جس میں اللہ سبحان وتعالی نے کفار کو عذاب دینے کا وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے ، : " يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمْۚ۝ إِنَّ زَلْزَلَةَ ٱلسَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيمٌ ۝١" (سورہ الحج) ترجمہ (اے لوگو اپنے رب سے ڈرو ، بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝٢	اور زمین اپنے اندر کا بوجھ نکال باہر ڈال دے گی

اور زمین اپنے اندر کے خزانوں اور مردوں کو دوسرے نفخہ میں باہر پھینک دے گی ، زمین کے بوجھ سے مراد انسان ہے، وہی فرض شناس مخلوق مراد ہے جو زمین و آسمان کے برابر وسیع جنت کے لیے پیدا کی گئی ہے، وہ کافی وزنی اور بھاری ہے، کیونکہ اس نے امانت کو قبول کیا ہے، اور خدا نے زمین اور آسمان کو اس کے لیے مسخر کردیا ہے ، اور اسے زمین پر اپنا جانشین بنایا کہ اگر اس کی عقل اس کی خواہش پر غالب آجائے تو فرشتوں سے افضل ہے ، اور اگر اس کی ہوس اس کی عقل پر غالب آجائے تو یہ جانوروں سے بھی کمتر ہے -

امام طبری اپنی تفسیر کی جلد : ۳۰ صفحہ : ۲٦۵ پر لکھتے ہیں : زمین تمام مردوں کے جسموں کو زندہ شکل میں پھینک دے گی ، اور زمین کے اندر موجود مردے اس پر بھاری پڑجائیں گے ، ابن عباس ؓ نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ : وہ اپنے اندر موجود مردوں کو نکال دے گی، اور منذر ابن سعید فرماتے ہیں : یعنی اپنے پیٹ میں مدفون مردے باہر نکالے گی ، (آلوسی : 30 /209) ابن کثیر نے اپنی تفسیر کی جلد : 4،صفحہ 540 میں لکھا ہے : (یعنی مردوں میں سے جو کچھ زمین میں ہے اسے باہر پھینک دے گی، سلف میں سے کئی لوگوں کی یہی رائے ہے) مسلم اور ترمذی کی حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "تلقي الأرض أفلاذ كبدها أمثال الاسطوان من الذهب والفضة فيجيء القاتل فيقول: في هذا قتلت، و يجيء القاطع فيقول: في هذا قطعت رحمي ويجيء السارق فيقول: في هذا قطعت يدي، ثم يدعونه فلا يأخذون منه شيئا"-

ترجمہ : " زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے اور چاندی کے ستونوں کی صورت میں اگل دے گی تو قاتل آئے گا اور کہے گا کیا اس کی خاطر میں نے قتل کیاتھا ؟ رشتہ داری توڑنے والا آکر کہے گا : کیا اس کے سبب میں نے قطع رحمی کی تھی؟ چور آکر کہے گا : کیا اس کے سبب میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا ؟ پھر وہ اس مال کو چھوڑ دیں گے ، اور اس میں سے کچھ نہیں لیں گے" یہ بات قابل ذکر ہے کہ زمین دوسرے نفخہ میں مردے باہر پھینک دے گی ، "اثقال " ثقل کی جمع ، بھاری بوجھ ، اس سے مراد تمام لاوا ، مدفون چیزیں ، خزانے اور مردے اور ان کے علاوہ ہیں جنہیں زمین قیامت کے دن باہر پھینکے گی، جیسا کہ سورہ انشقاق کی آیت " 4" میں فرماتا ہے : وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَتَخَلَّتْ۝٤ (اسی طرح ملاحظہ ہوں سورہ : عنکبوت آیۃ "3" اور سورہ نحل : 7)
-

وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا۝٣	اور انسان کہے گا اس کو کیا ہوگیا ہے ؟

انسان کا یہ کہنا حیرت اور خوف سے ہے ، : الْإِنْسَانُ : ایک انسان جو زمین کے غیر معمولی جھٹکے اور خوفناک تبدیلیوں کو دیکھےگا ، تو وہ اپنے آپ سے کہےگا " مالها " زمین پر کیا گزررہی ہے ؟ اسے کیا ہوگیا ہے ، زمین پر کونسی آفت آئی ہے، کونسی مصیبت میں گرفتار ہے ، جو اتنے زور سے ہل رہی ہے، اور اپنے پیٹ میں موجود ہر چیز کو باہر پھینک رہی ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سوال کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، البتہ مومن آدمی اس کا علم اور آگاہی رکھتا ہے ، کیونکہ یہ اس کے عقیدے کا حصہ ہے، اکثر مفسرین کے قول کے مطابق اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس دن کے خوف و ہراس کو سمجھتے ہیں لیکن مو من نہیں ہیں اور قیامت کی نشانیاں صرف روئے زمین کے بد ترین لوگوں کے لیے ظاہر ہوں گی ، اور اہل ایمان اور وہ بھی جن کے دلوں میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے صحیح حدیث کے مندرجات کے مطابق قیامت سے پہلے ان کی جان ہوا کے جھونکے سے لی جائے گی، اور وہ قیامت کا خوف و ہراس محسوس نہیں کریں گے، اور جب وہ بیدار ہوں گے تو موجودہ حالات سے حیران نہیں ہوں گے ، کیونکہ (مومنین) سے اس دنیا میں وعدہ کیا گیاتھا، کہ ایساہی کچھ ہوگا، جیساکہ حدیث مبارک میں ہے: "يَبْعَثُ اللهُ رِيحًا كَرِيحِ الْمِسْكِ مَسُّهَا مَسُّ الْحَرِيرِ، فَلَا تَتْرُكُ نَفْسًا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا قَبَضَتْهُ، ثُمَّ يَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ عَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ (مسلم: 1924 اور 2937 اور 2940) "

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا۝٤	اس روز وہ اپنے حالات بیان کرے گی

اس دن جو قیامت کا آغاز ہے ، زمین اپنے باشندوں اور اپنے لوگوں کے اچھے ، برے اعمال کی خبریں بہ زبان حا ل و قال بتائے گی ، کہ اس پر کیا گزر رہی ہے-

"يَوْمَئِذٍ" : اس دن "إذا" سے بدل ھے ، "تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا " اس دن زمین اپنے مالک کو اپنی اچھی اور بری خبریں سنائے گی ، یہ بولنا اور بیان کرنا یا تو بہ زبان حال وقال ھے (یعنی زبان کے ذریعہ الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور زمین انسانی اعمال کی گواہ اور دیکھنے والی ھے ، یایه که به زبان حال ھوگا، یعنی اس وقت زمین کی جو حالت ھوگی وه ھرچیز بیان کرے گی۔

اور اس دن صحیح اور غلط ظاھر ھوجائیں گے، "أَخۡبَارَهَا " زمین کی خبریں ، وه کیفیت اور حالات جو اس وقت آنکھوں کے سامنے نظر آئیں گے، یا اس پر لوگوں نے جو اعمال کیے تھے، اب یه اس کی گواھی دے گی، کیونکه دنیا میں ھرچیز لکھا ھوا محفوظ ھے .

واضح رھے که انسانی اعمال کے گواھوں میں سے ایک گواه زمین بھی ھے، زمین پر انسان جو کچھ بھی کرتاھے، خواه براھو یا اچھا، زمین اس کی گواھی دے گی، اس نے جو کچھ بھی کیا ھے چاھے اطاعت ھو یا نافرمانی۔

حضرت ابوھریره کی ایک روایت میں ھے که رسو لالله صلی الله علیه وسلم نے آیت : "يَوۡمَئِذٖ تُحَدِّثُ أَخۡبَارَهَا" کی تلاوت کی، اور فرمایا: کیا تم جانتے ھو زمین کی خبریں کیا ھیں؟ انھوں نے کھا: الله اور رسول ھی بھتر جانتے ھیں، آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: اس کی خبر یه ھےکه وه ھرایک مرد اور عورت کے کیے کی گواھی دےگی، که اس پر کیا عمل انجام دیے گئے تھے، اور کھے گی که: فلاں نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا، اس کی خبریں اس طرح کی ھوں گی" (ترمذی نے اس کو روایت کیا اور کھا ھے: یه حسن صحیح ھے .

دوسری حدیث میں آیاھے: زمین سے بچو اور شرم کرو، کیونکه زمین تمھاری ماں ھے ، اور زمین پر جو کوئی اچھا یا برا کام کرتاھے، وه اس کے متعلق خبر دے گی (طبری نے اسے معجم میں روایت کیا ھے)۔

بِأَنَّ رَبَّكَ أَوۡحَىٰ لَهَا ٥	اس لیے که تیرے رب نے اسے حکم دیاہے

که وه کیا سنے اور کیا کھے، اس کا مطلب یه ھے که خدا نے زمین کو بولنے کے قابل بنایا اور کلام کا حکم دیا، "بِأَنَّ رَبَّكَ أَوۡحَىٰ لَهَا " باء ، سببیه ھے ، "أَوۡحَىٰ " پیغام بھیجا ، حکم دیا (رجوع کریں ، سوره نحل : 67) تا که اس پر پیش آنے والے تمام واقعات بیان کرے، پھر نافرمان اور گنھگار کی شکایت کرکے اس پرگواھی دے گی، او ر مطیع و فرمانبردار کا شکریه ادا کر که اس کی تعریف کرے گی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ۶	اس دن لوگ گروہ گروہ هوکر آئیں گے تا که ان کو ان کے اعمال دکھادیے جائیں

اس دن لوگ بکھرے هوئے نکلیں گے اور محشر میں جائیں گے ، تاکه اپنے اعمال کے نتائج دیکھ لیں، یعنی: ایک ایک کرکے، الگ الگ، بغیر اجتما ع کے، هم خیال ، ساتھی ، دوست، شور وغل، جھگڑا اور تکبر کے بغیر، اس حقیقت کے باجود که الله سبحانه وتعالی نےسوره یاسین کی آیت "65" میں بیان کیا هے: "آج هم ان کے منه پر مهرلگائیں گے، اور ان کے هاتھ هم سے بات کریں گے، ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواهی دیں گے".

"يَّصْدُرُ ": قبر سے باهر آئیں گے، "اَشْتَاتًا" شتیت کی جمع، بکھرے هوئے، اس سے مراد گروه، گروه اور ایک ایک فرد هے، اور یه حال هے ، علماء کی رائے کے مطابق "اَشْتَاتًا" شتیت کی جمع ، بکھرے هوئے، اس سے مراد گروه ، گروه اور ایک ایک فرد هے، اوریه حال هے، علماء کی رائے کے مطابق "أشتاتاً" تین معنوں میں استعمال هوا هے:

1 - منتشر اور اکیلا، کچھ دائیں طرف جا اور کچھ بائیں طرف جائیں گے ، اور هرایک اکیلا هوگا .

2 - مسلمان ایک طرف اور کافر دوسری طرف جائیں گے .

3 - هرگروه اور قوم اپنے ساتھیوں اور رهنماؤں کے ساتھ؛ مشرک کے ساتھ مشرک ، سود خور کے ساتھ سود خور ، "لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ " تاکه اپنے اعمال کا صله دیکھیں، که وه جنتی هیں یا جهنمی ، یعنی : وه لوگ اس جگه جائیں گے جهاں ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں گے، تا که وه ان کو دیکھیں، اور اپنی سزا کا سامنا کریں، بعض اوقات انسان کو اپنے اعمال کا سامنا کرنا کسی بھی سزا سے زیاده مشکل اور تکلیف ده محسوس هوتاهے ، کچھ چیزیں ایسی هیں جن کو دیکھنے سے لوگ گریز کرتے هیں اور ان کا سامنا کرنےسے کتراتے هیں .

مفسرین لکھتے هیں: قیامت کے دن لوگ اپنی قبروں سے مختلف اور پراگنده حالت میں حساب کے مقام اور محل کی طرف نکلیں گے، ان میں سے کچھ مامون اور محفوظ هوں گی، اور کچھ خوفزده ، کچھ اهل جنت کے رنگ میں هوں گے، اور کچھ اہل جهنم کے رنگ میں هوں گے، جوکه روسیاه هوں گے، کچھ دائیں طرف مڑیں گے اور کچھ بائیں طرف، جیساکه وه اپنےدنیا میں مذاهب اور طریقوں میں بٹے هوئے تھے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسر ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے هیں: که لوگ گروه گروه کے طور پر حساب کے مقام کی طرف لوٹیں گے، یعنی : جب که وه مختلف اقسام اور گروهوں میں بٹے هوئے هوں گے: شقی سے سعید اور جنتی سے دوزخی تک ، هاں ! وه واپس آئیں گے: "تا که ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں" یعنی : تاکه الله تعالی ان کے سامنے ان کے اعمال پیش کرے، اور ان سے کهے: یه تم هو اور یه تمهارے اعمال ، یا اس کا مفهوم یه هے که : تا که الله تعالی ان کو ان کے اعمال کے نتائج دکھائے، اعمال نه صرف لکھے گئے هیں بلکه دیکھے جا سکیں گے ، که انهوں نے کون سے گناه ، یاکون سے اچھے کام کیے هیں ، انسان اپنے تمام چھوٹے بڑے کاموں اور گناهوں کو دیکھ کر ان کا اعتراف کرے گا ۔

یہاں عمل کی سزا کی بحث نہیں هے، یہ نہیں کها که:" لیروا جزاءهم" بلکه کسی کمی بیشی کے بغیر ان کے اعمال بالکل درست اور مکمل طور پر ان کو دکھا ئے جائیں گے، سوره آل عمران میں الله تعالی قیامت کے منظر اور انسانوں کے اعمال کی تصویر کشی کرتے هوئے فرماتاہے: "يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛ" (سوره آل عمران: 30) وه دن آئے گا جب هراس شخص کو جس نے کوئی کام کیا هوگا وه سامنے لاکر اسے دکھا یا جائے گا، لفظ "مُّحْضَرً" یهی هے، مُّحْضَرً کا مطلب درحقیقت ان چیزوں کو زنده کرناهے جو انسان کے خیال میں اس نے کیے هیں، اور دوسرے لفظوں میں غائب هوکر ختم هوئےهیں، اور قرآن کے تعبیر کے مطابق اڑگئے هیں: جیساکه قرآن کریم کی ایک اور آیت میں هے: " وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ " هروه عمل جو انسان نے کیاهے ، اس کو جمع کرکہ اس کے ساتھ شامل کریں گے (طائر کا معنی: پرنده هے، اس سے مراد اعمال نامه هے)۔

"أَلْزَمْنَاهُ" کا معنی ہے هم نے اس سے جوڑ دیا، "فِي عُنُقِهِ"اس کی گردن میں" وه اعمال جو اس نے کیے هیں اور سمجھتاهے که وه ختم هوگئے ہیں، ایسا نہیں هے ، بلکه ہر قول وفعل محفوظ کیا جاتاهے ۔

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝	توجس نے ذره بھر نیکی کی هوگی وه اس کو دیکھ لے گا
وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝	اور جس نے ذره برابر برئی کی هوگی وه اسے دیکھ لے گا

(c) ketabton.com: The Digital Library

"مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ" مٹی کے ایک ذرے کے برابر، بعض اسے ایک چھوٹی چیونٹی کہتے ھیں جو عربوں میں ایک علامت ھے (ملاحظه ھو : سوره نساء : 4 ، سوره یونس : 6)۔

اھل علم بھی لفظ "ذره" کے بارے میں لکھتے ھیں که : "ذره" وه گرد وغبار ھے جو سورج کی شعاعوں میں نظر آتاھے، اور ابن عباس رضی الله عنه فرماتے ھیں: اگر تم اپنے هتھیلی کو زمین پر رکھو اور پھر اسے اٹھاؤ تو مٹی کا ھر وه حصه جو تمھارے ھاتھ سے چپک جائے ایک ذره ھے ، (مسلم) ۔

مفسر قرطبی فرماتے ھیں: الله نے یه مثال اس لیے دی تاکه یه بتائے که وه اولاد آدم کے کسی بھی چھوٹے، بڑے عمل سے لاعلم نهیں ھے، "إِنَّ اللہ لایظلم مثقال ذرّة" کے مطابق ھے (ترمذی)۔

لفظ ذرّہ کے بارے میں علماء کی رائے

1 - چھوٹی بھوری چیونٹیاں ۔
2 - ریت کے ذرات
3 - وه گرد وغبار جو سورج کی شعاعوں کے ساتھ دن کی روشنی میں نظر آتاھے ۔
4 - ذره سے مراد ھروه چیز بهت کم ، اور بهت کم نیکی ، یهاں تک که ایک مسکراھٹ بھی، اعمال کےزمرے میں شمار کی جائے گی، اور اس کا بدله دیاجائے گا ، "فَمَن يَعۡمَلۡ..... وَمَن يَعۡمَلۡ " آیات مبارکه کا مفهوم یه بتاتاھے که : الله تعالی کی طرف سے دی جانے والی جزا اور سزا عمل کے بنیاد پر ھے، عمل چاھے جتنے بھی چھوٹے کیوں نه ھوں، اس کا حساب وکتاب موجود ھوگا، اس لیے ھمیں نه گناھوں کو چھوٹا سمجھنا چاھیے اور نه عبادات کو، اس کے ساتھ ساتھ اس دن عمل کا تجسم اور اس کو دیکھنا یا توعذاب ھے یا لذت، حدیث شریف میں ھے: قیامت کے دن کوئی نهیں ھوگا، مگر خود کو ملامت کرے گا، کیونکه اگر وه نیک ھے تو خود سے کهے گا که میں نے اپنی نیکیوں میں اضافه کیوں نهیں کیا، اوراگر اس کے علاوه ھے تو کهے گا: میں نے گناه کیوں نهیں چھوڑے؟ یه حالت ثواب اور عتاب کو دیکھ کر ھوگی ، ابن مسعود رضی فرما تے ھیں آیت : "فمن یعمل .." سب سے مضبوط آیت ھے قرآن کریم میں ۔

واضح رھے که : اس آیت کے عموم پر علماء کا اتفاق ھے، کعب احبار

(c) ketabton.com: The Digital Library

کهتےهیں که : خدا تعالی نے محمد صلی الله علیه وسلم پر دو آیات نازل کی هیں جو تورات ، انجیل ، زبور اورصحیفوں میں موجود هرچیز پر مشتمل هے، وه دو آیات یه هیں: "فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ..... وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ " نیز ابن جریر اور ابن أبی حاتم کی روایت کرده حدیث شریف میں هے که حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے رسول الله صلی الله علیه وسلم سے عرض کیا که الله تعالی آپ پر رحمت ناز ل فرمائے : کیا قیامت کے دن میں اپنی برائی کا ایک ذره بهی دیکهوں گا؟ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر ! تم دنیا میں جو نا خوشیاں دیکھ رہے هو یه برائی کے ذره کے وزن کا کفاره هیں، لیکن الله تمهارے لیےخیر کے ذرے کا مثقال جمع کرے گا تا که تم قیامت کے دن اسے پاؤ۔

سعید ابن جبیر ؓ آیت مبارک کے نزول کے بارے میں کهتے هیں: جب آیت "ويطعمون الطعام على حبّه " نازل هوئی ، تومسلمانوں کا یه گمان تها که ضرورت مندوں کو دی جانے والی چهوٹی ضرورت پر ثواب نهیں ملتا، اور کچھ لوگوں کا یه ما ننا تها که چهوٹ گناهوں پر انهیں سرزنش نهیں کی جائے گی، جیسے : جهوٹ، حرام نظر، غیبت ، وغیره پر ۔

اور وه کهتےتهے: که اس کے سوا کچھ نهیں هے که الله تعالی نے همیں صرف بڑے گناهوں کے ارتکاب سےبچنے کے لیے دوزخ کی دهمکی دی هے، نه که چهوٹے گناهوں پر! تب الله سبحان وتعالی نے یه آیات نازل فرمائی ۔

حدیث شریف میں هے که : جب رسول الله صلی الله علیه وسلم سے گدهوں کی زکوة کے بارے میں پوچها گیا تو آپ نے فرمایا: الله تعالی نے اس بارے میں مجھ پر اس منفرد اور جامع آیت کے علاوه کچھ نازل نهیں کیا هے، "فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ..... وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ " اس لیے اس آیت کو جامع آیت کهاجاتاهے ، یعنی : منفرد، بے نظیر اور جامع ۔

یوم حشر کو شیطان کا فریضه :

احادیث اور روایات سےیه بات واضح هے که قیامت کا دن قائم هونے اور صور پهونکنے پر تمام موجودات ومخلوقات مرجائیں گی، اور یقینی طور پر اس جملے میں: ابلیس بهی تمام انس وجن کی طرح فنا هوجائے گا، لیکن اس کے مرنے اور نابود هونے کی کیفیت همیں معلوم نهیں هے، سوائے اس کےکه سوره "زلزله" کے عمومی مفهوم کے مطابق هم کهه سکتے هیں که: پهلے نفخه میں بهت هی هولناک اور خوفناک زلزله آئے گا که جس کے ڈر

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے دودھ پلانے والی عورت اپنے بچے بھول جائے گی۔

قرآن کریم میں ھے کہ: " قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ۝۷۹ قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَ۝۸۰ اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ۝۸۱" سورہ ص : 79 و 81) ابلیس نے کہا: :"اے میرے پروردگار! پھر مجھے اس دن تک مہلت دے جس میں یہ لوگ اٹھائے جائیں گے" یعنی مجھےقیامت سے پہلے نہ مارو، اور مجھے اس وقت تک مہلت دے دو ، جب تک آدم اور اس کی اولاد کو ان کے موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا، خدا تعالی نے فرمایا: "مان لیا" پس بیشک تو ان لوگونمیں سے ھے جنھیں مہلت دی گئی ھے مقرر وقت کے دن تک " جسے میں نے مخلوق کی فنا کے لیے مقرر کیاھے۔

اس آیت میں ذکر ہوا کہ ابلیس کے پاس ایک وقت تک فرصت ھے، اس کے معنی میں علماء اور مفسرین کے دوقول ھیں:

1 - ابلیس کا مقررہ وقت معلوم ھے، مگر اس کا علم الله ھی کے پاس ھے کہ کب اس کا انجام ہوگا۔

2 - وہ وقت دوسرے نفخہ تک کا ھے ، یعنی لوگوں کے اٹھائے جانے کا وقت ھے، ابلیس کی قیامت تک مہلت مانگنے کی وجہ یہ تھی کہ موت سے بچ جائے ، کیونکہ اگر وہ قیامت تک مہلت پاتاتو موت سے بچ جاتالیکن خدا نے اسے مہلت تو دی لیکن قیامت تک نھیں ، بلکہ "صَعَق" کے دن تک جو تمام مخلوقات کی موت کا دن ھے، "وَنُفِخَ فِي الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ ۝ ثُمَّ نُفِخَ فِيۡهِ اُخۡرٰى فَاِذَا هُمۡ قِيَامٌ يَّنۡظُرُوۡنَ۝۶۸" (سورہ زمر: 68) ۔

(اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں میں ھے اور جو زمین میں ھے، سب بے ھوش ھوجائیں گے) یہ وھی دوسرا نفخہ یا نفخہ صعق ھے ۔

صعق: سے مرادہے موت کا فوری واقع ھونا. صور: یہ صور یا سینگ ھے ، جسے اسرافیل پھونکےگا اور اس کی خوفناک آواز سے زمین و آسمان کے تمام جاندار مرجائیں گے ۔

3 - اکثر علماء فرماتے ھیں کہ "وقت معلوم" سے مراد وھی پھلا پھونک (فزع) ھے کہ پھونکا جائے گا اور تمام مخلوق مرجائے گی ، یعنی: دوسرے

(c) ketabton.com: The Digital Library

پھونک کے بعد نہیں ھے، کیونکہ دوسرا پھونک موت کے بعد اٹھائے جانے کے لیے ھے، ابن عباس کی رائے بھی وھی پھلا نفخه ھے، بعض حضرات نفخه فزع اور صعق کو ایک نہیں سمجھتے، امام قرطبی کی کتاب "تذکرہ" میں ھے که : نفخه فزع وھی صعق ھے، کیونکه خوف اور دھشت ایک دوسر کے ساتھ لازم ملزم ھیں، پھلے تو لوگ قیامت کی آواز کی وجه سے خوف وھراس سے دوچار ھوجائیں گے، پھر اپنی جان خالق کے سپرد کردیں گے۔

لیکن قیامت میں سخت ترین عذاب اسی ابلیس کے لیے ھے، کبھی بھی اس کا عذاب ختم نھیں ھوگا، ھمیشه کے لیے الله تعالی کے سخت عذاب میں رھے گا، الله تعالی نےشیطان کو مهلت دینے کے بعدفرمایا، :" قَالَ فَالْحَقُّ○وَالْحَقَّ أَقُولُ۸۴○ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ۸۵○" (ص: 84 – 85)۔

اسی طرح رب تعالی قسم کھاتاھے که ابلیس اور اس کے پیروکار وں کو دوزخ میں داخل کرے گا، یھاں تک که دوزخ ان سے بھر جائے ۔

قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنے کا طریقه

مفسرین اس جسمانی حالت کے بارے میں لکھتے ھیں جس میں قیامت کے دن لوگوں کا حشر ھوگا: محشر کے دن لوگ ننگے پاؤں، بے لباس ، اور غیر ختنه شده اٹھیں گے، علماء اپنی دلیل صحیح مسلم اور بخاری کی حدیث سے لیتے ہیں جو که ابن عباس رضؓ سے روایت ھے که : رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ: «كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ"(سوره الأنبياء: 104) قیامت کے دن لوگو ں کا حشر اس حال میں ھوگا که وه ننگے بدن، ننگے پیر اور ختنه کے بغیر ھوں گے، پھر آپ نے اس آیت کریمه کی تلاوت کی : "كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ "جیسے که ھم نے اول بار پیدائش کی تھی اسی طرح دوباره کریں گے ۔

محدثین کھتے ھیں : که جب حضرت بی بی عائشه رضی الله عنھا نے رسول الله صلی الله علیه وسلم سے سناکه قیامت کے دن لوگوں کا حشر برھنه ھوگا، تو انھوں نے عرض کیا : یا رسول الله ! کیا مرد او رعورت سب ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: اے عائشه ، وه

(c) ketabton.com: The Digital Library

منظر اس سے زیادہ خوفناک ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھیں (مشکاۃ المصابیح : 57/3).

البتہ بعض روایات میں یہ بھی آیاھے کہ آدمی کو اسی کپڑوں میں اٹھا یا جائے گا جو وہ مرتے وقت پہنا ہواتھا، ابو داود ابن حبان اور حاکم نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ھے کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے اردگرد کے لوگوں سے کھا کہ میرے لیے نئےکپڑے لے آؤ، پھر وہ کپڑا پھنا، اور کھاکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا:" إن الميت يبعث في ثيابه التي يموت فيها" سلسلة احاديث الصحيحة، (نمبر: 1671) (میت کو انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں مراتھا) حاکم نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرائط کے موافق اورصحیح قرار دیاھے، امام بیھقی نے اس حدیث اور سابقہ حدیث کے درمیان تین طریقوں سے تطبیق دی.

1 - وہ کپڑے جو مرتےوقت پھنے ھوئے تھے، قبر سے نکلنے بعد ننگے اور برھنہ بھیڑ کے سامنے کھڑے ھوں گے، لیکن حشر کے بعد جنتیوں والا لباس پھنیں گے .

2 - جب انبیاء اور ان کے بعد صدیقین ، اور حسب مراتب دوسرے لوگ لباس پھنیں گے ، ان میں سے ھرایک کا لباس وھی ھوگا، جو انھوں نے مرتے وقت پھناتھا، لیکن جب وہ خلد بریں میں داخل ھوں گے تو جنتی لباس پھنیں گے۔

3 - لباس سے مراد اعمال ھیں مابعد والی حدیث کے مطابق ، یعنی ھرانسان اس عمل کو انجام دینے کی حالت میں اٹھے گا مرتے وقت جس میں مشغول تھا، خدا تعالی فرماتاھے: "وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ" (سورہ اعراف : ٢٦) " اور لباس پرھیزگاری کا سب سے بھتر ھے" ، "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" (سورۃ المدثر: 4) " اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو"یعنی اعمال کو پاک رکھو۔

اپنے آپ کو آلودگیوں سے پاک رکھیں، امام بیھقی تیسرے جواب کی توجیہ کے طور پر اپنے چچا کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "يُبۡعَثُ كُلُّ عَبۡدٍ عَلَىٰ مَا مَاتَ عَلَيۡهِ" (النھایہ ابن کثیر: 288/1) "ھرانسان اسی لباس میں اٹھایا جائے گا جس میں وہ فوت ھواھے ، کیونکہ حدیث کا مفھوم دیگر وجوھات کی بنا پر یہ ھے کہ جو شخص موت کے وقت کفر ، ایمان ، شک یا یقین سے دنیا چھوڑ جائے تو وہ اسی حالت اور کیفیت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا ، اور بارگاہ الھی میں جلدی پیش

(c) ketabton.com: The Digital Library

هوگا، جیساکه ایک اور حدیث میں مذکور هے که انسان کو اسی عمل پر اٹھایا جائے گا جو مرتے وقت انجام دیا تھا۔

صحیح مسلم کی حدیث عبد الله بن عمر سے اس مفهوم کی تائید کرتی هے که انهوں نے کها: رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ " (اگر الله تعالی دنیا میں کسی قوم کو سزادے انهیں عذاب اور هلاکت سے دوچار کرے، پھر انهیں اسی حالت میں زنده کرے گا) (صحیح مسلم: 2206/2 ، نمبر: 2879)۔

اگر کوئی احرام کی حالت میں وفات پائے ،تو قیامت کے دن لبیک کهتے هوئے اٹھے گا، بخاری اور مسلم حضرت عبد الله بن عباسؓ سے رایت کرتے هیں که ایک آدمی حج کے سفر میں رسول الله صلی الله علیه وسلم کے همراه تھا ، اونٹ سے نیچے گرا اور مرگیا، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے حکم دیا که :" اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَ كَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا " (مشكاة المصابيح : 520/1)۔

" اسے پانی او ربیری کے پتوں سے غسل دو، احرام کے هی دوکپڑوں میں اسے کفن دو، اسےخوشبو نه لگاؤ اور نه اس کا سرچھپاؤ ، کیونکه یه قیامت کے دن لبیک کهتاهوا اٹھے گا"۔

شهید کو قیامت کے دن اس حالت میں اٹھایا جائے گا که اس کے زخم سے خون رس رها هوگا ؛ خون کا رنگ توسرخ هوگا، لیکن اس سے عطرکی خوشبو اٹھے گی، مذکور ه بالا روایات کے مطابق مرنے والے مریض کو "لاالہ الاالله" کی تلقین کرنا مستحب هے ، تاکه توحید کی حالت میں اس کی موت آجائے اور قیامت کو اسی حالت میں اٹھایا جائے .

ملاحظه :

خدا تعال بعینه اسی مرده انسانون کو زنده کرے گا، یه پیدائش دنیا کی زندگی سے مختلف هے، ایک اهم فرق یه هے که نیا جسم بهت بلاؤں مصیبتوں کے باجود فنا نهیں هوگا، خدا تعالی فرماتاهے: " وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ۰" (سوره ابراهیم: 17) ترجمه: "اور اس کے پاس موت هرجگه سے آئے گی ، حالانکه وه کسی صورت مرنے والا نهیں"، حاکم نے عمروبن اودی سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا هے که معاذ کھڑے هوئے اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہا: "یابنی أود! إنی رسول رسول الله صلی الله علیه وسلم تعلمون المعاد إلی الله، ثم إلی الجنة أو إلی النار، وإقامة لا ظعن فیه، وخلود لا موت فی أجساد لا تموت" (سلسلة الاحادیث الصحیحة: (1668)

یعنی: اے بنی اود ! میں رسول خدا کا قاصد ہوں، تم خدا کی طرف لوٹنے کے بارے میں جانتے ہو، اس کے بعد آخری راستہ جنت یاجهنم ہے، قیامت میں زندگی ہمیشه رهنے والی هے، کوئی نهیں مرے گا، سب کے سب ابدیت کے لئے پیدا کئے جائیں گے ، اور موت کسی کے در پر دستک نهیں دے گی، اور جسم ایسے ہوں گے کہ انہیں موت نہیں آئے گی ۔

دونوں زندگیوں کے درمیان فرق میں سے ایسی مخلوقات کو دیکھناهے جوہم نے دنیا میں نهیں دیکھی ہوگی، یا انهیں نهیں دیکھ سکتے تھے ، کیونکه اس دن انسان، فرشتوں اور جنات کو دیکھے گا، اس کے علاوه قیامت کے دن ایک اور فرق اور تعجبات میں سے یه هے که جنتی کے منه میں تھوک اور لعاب نہیں ہوگا، اور اس کا پیشاب اور پاخانه بھی نهیں هوگا، اس فرق کا یه مطلب نهیں هے که قیامت کے دن زنده کی جانے والی مخلوق قیامت کی مخلوقات سے مختلف هیں، جیساکه ابن تیمیةؒ کهتے هیں: دونوں زندگیاں ایک نوع کی هیں، اپنی صفات اور حالتوں میں یکساں هیں، مشابهت اور مماثلت رکھتی هیں، بعض دوسرے مواقع پر ایک دوسرے سے مشابهت نهیں رکھتیں، اسی بنا پر قیامت کو مبدأ کهتے هیں، کیونکه هرچیز اپنی اصل اور بنیاد کی طرف پلٹے گی ، اس لئے لفظ "أعاده" مبدأ قیامت کے متقاضی هیں (مجموع الفتاوی : 17/ 253) ۔

ملاحظه:

جنت والے خوبصورت اوربهترین شکل وصورت کے ساتھ اپنے باپ حضرت آدم علیه السلام کی شکل وصورت میں جنت میں داخل هونگے، اورکوئی شکل وصورت اتنی خوبصورت اور کامل نهیں هے، جس شکل وصورت کے ساتھ الله تعالی نے ابوالبشر کی تخلیق کی هے، خدانے حضرت آدم کو اپنے هاتھوں سے بنایاهے، اس کی تخلیق کی تکمیل فرماتے هوئے اس کو خوبصورت اندازمیں بنایا؛ چنانچہ جو کوئی بھی جنت میں داخل هو وه آدم کی صورت اور ان کےجسمانی ساخت میں ہوگا۔

خدانے آدم کو بهت بلند قد کھجور کے درخت جیسا بنایاتھا، جس کا طول ساٹھ (60) گزتھا، صحیح مسلم میں حضرت ابو هریره رضی الله عنه سے روایت هے

(c) ketabton.com: The Digital Library

که آپ صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: خدانے آدم کو اپنی صورت میں پیدا فرمایاتھا، جس کے قد کی لمبائی ساٹھ (60) گز تھی؛ لہٰذا جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا تو اس شکل وصورت میں داخل ہوگا ، که اس کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی -

آدم علیه السلام کی تخلیق کے بعد انسانوں کےقد میں همیشه کمی ہوتی رهی هے - (صحیح مسلم: کتاب الجنة،باب یدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطیر : 2841)-

جنتیوں کی صورتوں اورچهروں کی خوبصورتیوں میں سے ایک خوبصورتی یه هے که وه نوجوانوں کی طرح بغیر داڑهی کے هونگے، ایسا لگے گا که انهوں نے اپنی آنکهوں میں سرمه لگایا ہواہے، اور وه تینتیس ساله (33) بن کر جنت میں داخل هونگے -

مسند احمد اور سنن ترمذی میں معاذ بن جبل سے روایت هے که پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے فرمایا :(یدخل اهل الجنة جردًا مردًا کأنهم مکحلون ابناء ثلاث وثلاثین)

اهل جنت اس طرح جنت میں داخل هونگے جیسے مجرد اور بغیر داڑهی کے (بے ریش) ایسے خوبصورت هونگے، جیسے آنکهوں میں سرمه لگائے ہوئےهوں، اور 33 سال کےهونگے ، (صحیح مسلم : 7928) -

ملاحظه :

دوزخ والے بهت هی هولناک شکل وصورت میں موٹے فربه (جن کے حجم کی مقدار کا الله کے علاوه کوئی اندازه نهیں کرسکتا) دوزخ میں داخل هونگے-

حضرت ابوهریره سے ایک حدیث مروی هے (مابَینَ منکبی الکافر مسیرة ثلاثة أیام للراکب المسرع)صحیح مسلم :باب النار یدخلها الجبارون (2190/4)

قیامت کے دن کافر کا جسم اتنا بڑا هوگاکه ایک تیزگهوڑسوار تین دن میں اس کے دونوں شانوں کے بیچ کا فاصلے طے کرسکے -

کافر کے جسم کا حجم اس لئے بڑا هوگا تاکه اس کے عذاب میں اضافه هو -

امام نووی ان احادیث کی تشریح میں فرماتے هیں:یه سب اس لئے هے که ان کی اذیت آخری حد کوپهنچ جائے ، یقینًا ان سب باتوں پر ایمان لانا واجب هے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس لئے کہ رسول صادق المصدوق صلی الله علیه وسلم نے اس کی خبر دی هے، (شرح نووی مسلم : 186/17)

ابن کثیر ان احادیث کی تشریح وتوضیح کرتے هوئے لکھتے هیں : (لیکون ذلك انکی فی تعذیبهم، واعظم فی تعبهم ولهیبهم، کمال شدید العقاب: (لیذوقوا العذاب) (نهایة: لابن کثیر)

ان کے جسم کی یه بڑھوتری زیاده عذاب چکھنے کے لئے هے، جیساکه شدید العقاب والی ذات نے فرمایا: تاکه عذاب کوچکھیں)۔

عرش الٰهی کے پناه گزین

بخاری اور مسلم اپنی صحیحین میں ابوهریره ؓ سے روایت کرتے هیں که رسول اکرم صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "سَبْعَةٌ يظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيا فَفَاضَتْ عَينَاهُ". (بخاري كتاب الاذان، باب «من جلس في المسجد) ۔

جس دن میدان حشر میں سورج کی جھلسادینے والی دھوپ میں لوگوں کو ایسی سختیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، جن کو بلند وبالا اور مضبوط پهاڑ بھی برداشت نهیں کرسکتے، اس دن سا ت برگزیده گروه الله تعالی کے عرش کے سائے تلے امن وسلامتی کے ساتھ رهیں گے، اور اس تکلیف اور خوف کو وه محسوس نهیں کریں گے، جودوسروں کو اپنی لپیٹ میں لیے هوئے هوگی ۔

یه گروه بلند همت، پکے عزم اور پخته ارادے کے حامل هیں، اسلامی عقیده ان کے خون اور گوشت میں ملاهواهے ، کیونکه اسلام کی اعلی اقدار ان پر راج کرتی تهیں ، یا وه ایسے کاموں میں مصروف تھے جن کی اسلام کے ترازو میں بڑی اهمیت اور وزن تها۔

1 - ان لوگوں میں سے ایک امام عادل هے، جس نے اپنی طاقت اور بهت سے وسائل کے باوجود فساد سے دوری اختیار کی، اور لوگوں کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤکیا، عدل کو شرعی معیارات اور اصولوں کے مطابق نافذ کرتارہا۔

2 - دوسرا نوجوان جس کی پرورش خدا کی بندگی میں ہوئی ہو، اور اس نے نفس امارہ کو تقوی کے لگام سے نکیل دی ہو، اور اپنے نفس اور خواھشات کی بات ماننے سے انکار کردیا، اور اپنی عمر گناھوں میں آلودہ کرکے نہیں گزاری ۔

3 - وہ گروہ جو اطاعت اور بندگی کے ساتھ خدا کی مسجدوں کو آباد کرتے ھیں، اور اپنی روحانی فضا میں سکون اور اطمینان محسوس کرتے ھیں، اور جب مساجد سے نکلتے ھیں تو ان کی روح اور توجہ مسجد کی طرف ھوتی ھیں۔

4 - وہ لوگ جو ایک دوسرے سے محبت صرف خدا کی خاطر کرتے ھیں اور ان کی اخوت صرف خدا کے لیے ھے، ان کا جمع ھونا ایک ساتھ نیکی ، تقوی اور اصلاح ھے، اور ان کی جدائی بھی نیکیوں پر مبنی ھوگی۔

5 - وہ گروہ بھی کہ گناہ اور فتنہ کے مواقع خوبصورت عورت کی شکل میں انہیں میسر ہوتے ہیں ، لیکن تقوی اور الله کا خوف انھیں خدا کی مرضی کے خلاف کام کرنےنھیں دیتی ۔

6 - وہ گروہ جو صرف خدا کی رضا کے لیے خرچ کرتے ھیں، اور یہ انفاق سب سے پوشیدہ طریقے سے ھوتاھے۔

7 - سب سے آخری گروہ ان لوگوں کا ھے کہ جن کے دل خوف خدا سے بھرے ھوئے ھیں، اور اس خوف اور ڈر کی وجہ سے تنھائی میں آنسو بھاتے ھیں ۔

زلزلہ کو د فع کرنے کی خاطر نماز پڑھنا

پھلی بات یہ ھے کہ شریعت میں زلزلے کو دفع کرنے یا روکنے کے لیے کوئی نماز موجود نھیں ھے، اور ایسی کوئی حدیث بھی نبی صلی الله علیه وسلم سے ثابت نھیں ھے کہ صلاۃ کسوف کے علاوہ دفع مصائب جیسے: زلزلہ، طوفان وغیرہ کے لیے نماز پڑھی جائے ، اس لیےعلماء صلاۃ کسوف اور خسوف کے علاوہ دوسری چیزوں کے لیے نماز کو جائز نھیں سمجھتے ، لیکن بعض فقھاء ابن عباسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ھوئے کہتےھیں کہ: (جس طرح کسوف کے لیےنماز پڑھتے ھیں)اسی طرح الله تعالی کی دیگر نشانیوں جیسے زلزلہ، طوفان ، اور سیلاب وغیرہ میں سے کوئی نشانی ظاھر ھونے کی صورت میں نماز پڑھنا مستحب ھے، ابن عباسؓ کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

روایت اس طرح هے: "أنه صلى فى زلزلة بالبصرة كصلاة الكسوف، ثم قال: هكذا صلاة الآيات" (ابن عباسؓ نے شهر بصره میں زلزله کی وجه سے نماز کسوف جیسی نماز پڑهائی ، اور کها: نشانیوں کی نماز ایسی هوتی هے) ۔

اس روایت کو ابن ابی شیبه نے (2/ 472) میں ، اور عبدالرزاق نی (3/ 101) میں ، اور بیهقی نے "السنن الکبری: 243/3) میں ذکر کیاهے ، بیهقی نے کها:یه عمل ابن عباسؓ سے ثابت هے، حافظ ابن حجر نے (فتح الباری: 2/ 521) اسے صحیح کهاهے ۔

علامه کاسانی حنفی فرماتے هیں که: خوف کے وقت نماز پڑهنا مستحب هے، جیسے: سخت هوا، زلزله اور اندهیرا (دن کے وقت) او ر مسلسل بارش، کیونکه یه سب خوف هیں، اور خوف و هراس کا سبب بنتے هیں (بدائع الصنائع : 282/2) ۔

اور کتاب "منح الجلیل شرح مختصر خلیل" (333/1) جو که مالکیه کی کتابوں میں سے هے ، اس میں مذکور ہے که : "زلزله اور دیگر ڈرانے والی نشانیاں جیسے: وبا اور طاعون کی نماز مستحب ہے، جماعت کی صورت میں دور کعت یا اس سے زیاده ، البته حنابله صرف زلزله کی نماز کو مستحب سمجهتے هیں، اور وه بهی ابن عباس کی روایت کی روسے، اس کے علاوه کو جائز نهیں سمجهتے : "کشاف القناع" (66/2)۔

کتاب: "التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد" (318/3) میں آیا هے که : " امام مالک ، امام شافعی زلزله اندهیرا (دن کے وقت) اور شدید آندهی چلنے کی صورت میں نماز پڑهنے کے قائل نهیں تهے، جبکه اهل علم کی ایک جماعت جس میں: امام احمد، اسحاق اور ابوثور شامل ہیں ایسے مواقع پر نماز پڑهنے کے قائل تهے، ابن عباسؓ سے مروی هے که انهوں نے زلزله کے وقت نماز پڑهی هے، اور امام ابوحنیفه نے کها: اگر کسی نے نماز پڑهی تو بهتر هے، اور اگرنهیں پڑهی تو کوئی قباحت نهیں هے ۔

مؤلف مزید لکهتے هیں که: نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے کچھ بهی ذکر نهیں هواهے که آپ کےزمانے میں زلزله آیاهو اور اس بارے میں آپ کا کوئی عمل ثابت هو، سب سے پهلا زلزله عهد اسلام میں حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں آیا تها ، حماد بن سلمه قتاده، عبد الله بن حارث سے روایت کرتے هیں که شهر بصره میں زمین هل گئی، ابن عباس رض نے کهاکه:

(c) ketabton.com: The Digital Library

اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ زمین میں زلزلہ آیا یا میرے پاؤں کی نیچے کی زمین ھل گئی؛ لھذا کھڑے ھوئے اور لوگوں کے ساتھ نماز کسوف ادا کی۔

امام نووی نے المجموع (61/5) میں کھاھے کہ : امام شافعی اس بات کے قائل تھے کہ آیات یعنی اللہ کی نشانیوں کی نماز انفرادی طور پر بغیر جماعت کے گھر میں پڑھ سکتے ھیں ، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا یہ ماننا تھا کہ اللہ کی نشانیوں میں سے کسی بھی نشانی کے وقوع کے وقت نماز پڑھنا مشروع ھے ، کھتے ھیں کہ: اور نماز کسوف (کی طرح) ھرنشانی جیسے زلزلہ اور اس کے علاوہ کےلیےنماز پڑھی جاسکتی ھے ، یہ قول ابوحنیفہ ، ایک روایت احمد اور حنابلہ ک محققین اور دوسروں کا ھے (الفتاوی الکبری) (358/5) شیخ ابن عثیمین کسوف اور خسوف کے علاوہ کےلیے نماز پڑھنے کے بارے میں کھتے ھیں کہ: علماء کے اس بارے میں قول ہیں :

قول اول: کسی بھی نشانی کے لیے نماز نہیں پڑھی جائے سوائے زلزلہ کے ، ان کا کھنا ھے کہ: بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ھوا، طوفان اور شدید بارشیں ھوئی تھیں ، لیکن ان چیزوں کیلیے نماز نھیں پڑھی گئی، البتہ زلزلہ کے متعلق ابن عباس اورعلی بن أبی طالب رضی اللہ عنھا کی روایت سے استدلال کرتے ھیں کہ انھوں نے زلزلہ کےوقت نماز پڑھی تھی ، تو ان کی دلیل صحابی کا عمل ھے ۔

دوسرا قول: صرف سورج اور چاند گرہن کے لیے نماز پڑھی جاتی ھے ؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا"، یعنی : "جب بھی سورج یا چاند گرھن ھوجائے نماز پڑھو" ، (متفق علیہ) ان دونوں کے علاوہ "ھولناک" نشانیوں میں سے کسی کے لیے بھی نماز نھیں پڑھی جاتی ابن عباس کا عمل ان کا ذاتی اجتھاد تھا ۔

تیسرا قول: ھر ھولناک نشانی کے لیے نماز پڑھی جائے۔ ان کی پہلی دلیل ھے:

1 - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی عمومیت ہے : "إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ يُخَوِّفُ اللهُ بِهِمَا عِبَادَهُ" ، (بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ھیں ، جن کے ذریعے اللہ تعالی اپنے بندوں کو ڈرا

(c) ketabton.com: The Digital Library

تاھے، (مسلم : 9111) انھوں نے کہا: جس نشانی میں خوف وھراس ھو ، ا س کے لیے نماز پڑھی جا سکتی ھے ۔

2 - بعض نشانیوں میں اتنا خوف وھراس پیدا ھوتاھے کہ سورج گرھن سے زیادہ سخت ہوتا ھے ۔

3 - ابن عباس ؓ اور علی ؓ کے عمل سے جو کچھ منقول ھے ، اس سے معلوم ھوتاھے کہ نماز صرف چاند گرھن کے لیے نھیں ھےبلکہ ھروہ چیز جس سے خوف پیدا ہو اس کے لیے نماز پڑھی جا سکتی ھے.

4 - اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آندھی، کھڑک اور بجلی وغیرہ ھوتی تھی اور آپؐ نماز نھیں پڑھتے تھے ، تو یہ ھمارے قول کے خلاف دلیل نھیں ھے ، ھوسکتاھے کہ وہ عام سی ھوا ھو، جس کے لوگ عادی ھوں، لوگوں کے لیے خوفناک نہ ھو، یہ درست ھے کہ بعض بجلیاں بھت بری اور خوفناک ھوتی ھیں، لیکن نبی ﷺ کے دور میں بجلیاں اتنی خوفناک تھی بھی یا نہیں ؟ کون ثابت کرسکتاھے کہ ایسا تھا ؟ یہ تیسری رائے شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کی ھے جو کہ راجح بھی ھے ، (الشرح الممتع :193/5) (خلاصہ کے ساتھ)۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة العاديات

سوره عادیات مکی ہے اس کی « ۱۱» آیایتیں ہیں

وجه تسمیه:

اس سورت کا آغاز عادیات پر حق تعالی کی قسموں سے هوتاهے ، جس سے مراد "مجاهدین کے تیز رفتار گھوڑے هیں، جنہیں "عادیات " کھاجاتاهے۔

یه سوره جو مکی سورتوں میں سے ایک هے، اس کے دونام هیں: العادیات، اور "وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا" ، سوره عادیات کو سوره عتاب یا گله یا سرزنش سے بهی مشهور ومعروف کیاگیاهے، الله تعالیٰ اس سورت کا آغاز جانور کی قسم کهاکر کرتاهے، اور اس سے مراد انسان کی ناشکری کا اظهار هے، سورة العصر کے بعد اس سورت کا نزول هوا هے ۔

عادیات: جمع هے عادیه کا، اور لفظ "عدو" کے ماده سے دوڑنے کے معنی میں هے، گھوڑے کوبهی عادیه کهتے هیں، پس عادیات دوڑنے والے یا کوئی بهی چیز جو رفتار کے ساتھ راستے کا سفر طے کرتی هے۔

اس سورت کا نام سوره مبارکه کے محور سے گهرا تعلق رکهتاهے، جو درحقیقت ان نعمتوں کے مجموعے کی بحث هے جو الله تعالی نے اپنے بندوں کو عطاکی هیں ، جن میں سے ایک یه عادیات بهی هے، کہ اگر حقیقت میں شکر ادا کیاجائے تو انسان کمال کو پهنچ جاتاهے، جبکہ ان نعمتوں کی ناشکری کی صورت میں انسان عیب، کمزوری اور پسماندگی میں مبتلا هوجاتاهے۔

سورة العادیات کے نزو ل کا وقت

اس سورت کے مکی یا مدنی هونےمیں علماء کے درمیان اختلاف هے، حضرت عبدالله بن مسعود ، جابر ، حسن بصری ، عکرمه اور عطاء کهتے هیں کی یه مکی سورتوں میں سے هے، حضرت انس ابن مالک اور قتاده کهتے هیں که یہ مدنی هے، حضرت ابن عباس سے دوقول منقول هیں ، ایک یه که سورت مکی هے، اور دوسرا یه که مدنی هے، لیکن سورت کا مضمون اور انداز بیان صاف بتارهاهے کہ یه نه صرف مکی هے ، بلکه

(c) ketabton.com: The Digital Library

مکه کے بهی ابتدائی دور میں نازل هوئی هے .

سورة العادیات کا ربط ومناسبت سورة الزلزال سے

الف: سوره الزلزال کی آیت "وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا" اور اس سورت کی "اِذَا بُعۡثِرَمَا فِی الۡقُبُوۡرِ" کے درمیان ربط اور مطابقت .

ب: پچهلی سورت کے آخرمیں نیکی اور بدی کے بیان کا ذکر تها، یه سورت انسان کی ناشکری، حق کی نعمتوں سے انکار اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی مذمت کرتی هے .

اس سورت کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد

سوره عادیات کا ایک (1) رکوع، گیاره (11)آیتیں ، چالیس (40) الفاظ ، ایک سو ستر(170) حروف اور انتہر(78) نقطے هیں.

(قرآن کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراءمختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے تفسیر احمد سورة الطور ملاحظه کریں)

سورة العادیات کی تمهید

سورة عادیات میں خدا کی راه میں مجاهدین کے گهوڑوں کے بارے میں بتایاگیاهے، جب وه دشمن پر حمله کرتے هیں، تو ان سے ایک زور دار آواز سنائی دیتی هے، پهر تیز دوڑتے هوئے پتهروں کے ساتھ ان کے نعل کے ٹکرانے اور رگڑسے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں، اور گرد وغبار اٹهتاهے ، سورت کا آغاز حمله آور هونے والے گهوڑوں پرقسم سے هوئی هے، یه الله تعالی کی بارگاه میں ان کے فضل اور عزت کو ظاهر کرتاهے، قسم کها ئی هے که انسان الله تعالی کی نعمتوں کا ناشکرا هے ، وه اس کی عنایات اور سخاوت کا انکار کرتاهے ، اور زبان حال وقال سے ناشکری اور انکار کا اظهار کرتاهے، یہ سورت انسان کی فطرت اور دولت سے اس کی شدید محبت اور لگاؤ پر بهی بحث کرتی هے، اور یه بتاتی هے که آخر انسان کو حساب وکتاب اور سزا کے لیے الله تعالی کی بارگاه میں واپس لوٹتاهے پر سورت ختم هوتی هے، اور ظاهر کرتی هے که دولت اور مقام فائده مند نهیں هیں، بلکہ صرف نیک اعمال هی نفع بخش هیں .

(c) ketabton.com: The Digital Library

سوره مبارکه کا سبب نزول

بزار ، ابن أبی حاتم اور حاکم نے ابن عباس رضی الله عنه سے روایت کیا هے که: رسول الله صلی الله علیه وسلم نے اسلام کے سپاهیوں کا ایک گھڑ سوار دسته جهاد کے ایک میدان میں بھیجا، اور ایک مهینه انتظار کیا، لیکن ان کی طرف سے کوئی خبر نهیں آئی ، پھر یه آیات نازل هوئیں: "وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا۝١ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا۝٢ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا۝٣ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا۝٤ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا۝٥ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ۝٦ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ۝٧ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ۝٨ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ۝٩ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ۝١٠ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِيْرٌ۝١١ " (بزار نے مسند 82/3 میں شماره 2291 "کشف " ، اور واحدی نے (اسباب النزول میں : صفحه 305) ، ودارقطنی نے (الأفراد: 236/3) شماره 2525 ـ اطراف الغرائب) اس کی تخریج کی ہے ؛ جس طرح کہ سیوطی نے (الدر المنثورمیں 599/8) اس کو ذکر کیاهے، ابن منذر، ابن أبی حاتم اور ابن مردویه نے اپنی تفسیر میں "احمدبن عبده الضبی عن حفص بن جمیع ثنا سماك عن عکرمة عن ابن عباس) سے اسے نقل کیاهے، حکم سند: ضعیف، (حفص بن جمیع ضعیف هے) اس حدیث کے ضعیف هونے کی ایک اور وجه یه بھی هے، سماک کی روایت عکرمه سے مضطرب هے .

سورة العادیات کے مشتملات

اگر اس سورت کے مشتملات پر توجه دی جائے تو هم دیکھتے هیں که اس سورت کے شروع میں جگانے والی قسموں کا ذکر کیاگیاهے ، اور اس کے بعد بنی نوع انسان کی بعض کمزوریوں جیسے : کفر اور دنیا پرستی کے بارے میں بات کی گئی هے، اور آخر میں ایک مختصر اور واضح اشاره هے قیا مت کے بارے میں اور الله تعالی کا اپنے بندوں کے علمی احاطه پر سورت کا اختتام هواهے۔

سورت کی مبارک آیات کی تقسیم

سورت کی پهلی تا آیت"5" میں الله تعالی کی طرف سے انسانوں کو عطا کی گئی عظیم نعمتوں کا تذکره هے، اور توقع کی گئی هے که انسان ان نعمتوں کا شکر ادا کریں ، لیکن حقیقت یه هے که اکثر انسان اپنی خواهشات، میلان اور تمناؤں کے تابع هوکر اس طرف قدم نهیں اٹھاتے، بلکه شکرگزاری کے بجائے کفر او رناشکری اختیار کرتے هیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

آیت "6" پهلی پانچ آیات کا جواب هے که الله تعالی نے بندے کو نعمتیں عطاکی هیں اور بندے سے شکر گزاری کی توقع کی گئی هے، لیکن ایسا نهیں هے ، اور سوره کی آیت "9" سے آخرتک مرنے کے بعد لوگوں کے دوباره زنده هونے اور ان کے ان اعمال کےظاهر هونے کی طرف اشاره هے جنهیں وه چهپاتے تهے، اور انسان کی اعمال کی جزا اور سزا تک پهنچنے کی طرف بهی اشاره هے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الۡعٰدِیٰتِ

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ۱ فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۙ۲ فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ۳ فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ۙ۴ فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ۙ۵
اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ ۚ۶ وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیۡدٌ ۚ۷ وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الۡخَیۡرِ لَشَدِیۡدٌ ؕ۸ اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا
فِی الۡقُبُوۡرِ ۙ۹ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ ۙ۱۰ اِنَّ رَبَّہُمۡ بِہِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ ۱۱

سورت کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۙ۱	قسم ھے دوڑنے والے گھوڑوں کی ھانپ کر (جهاد کے میدان کی طرف بڑھتے ھیں)
فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا ۙ۲	پھر(اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں اڑاتے ھیں
فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ۳	پھر جو صبح کے وقت (دشمن پر) حمله کرنے والے ھیں
فَاَثَرۡنَ بِہٖ نَقۡعًا ۙ۴	پھر اس موقع پرگرد وغبار اراتے ھیں
فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ۙ۵	پھر اسی حالت میں کسی مجمع کے اندر جاگھستے ھیں
اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ ۚ۶	حقیقت یه ھے که انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکراھے
وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیۡدٌ ۚ۷	اور وه خود اس پر گواه ھے
وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الۡخَیۡرِ لَشَدِیۡدٌ ؕ۸	اور وه مال و دولت سے بهت زیاده محبت کرنے والاھے
اَفَلَا یَعۡلَمُ اِذَا بُعۡثِرَ مَا فِی الۡقُبُوۡرِ ۙ۹	کیا وه اس وقت کو نهیں جانتا که جو (مردے) قبروں میں ھیں وه باھر نکال لیے جائیں گے
وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوۡرِ ۙ۱۰	اور جوکچھ سینوں میں ہے ظاھر کردیاجائے گا
اِنَّ رَبَّہُمۡ بِہِمۡ یَوۡمَئِذٍ لَّخَبِیۡرٌ ۱۱	بیشک ان کارب اس دن ان کے متعلق یقیناً خوب خبر رکھنے والاھے

(c) ketabton.com: The Digital Library

تشریح لغات و اصطلاحات

"اَلْعٰدِيٰتِ" عَادِيَه کی جمع، سرپٹ گھوڑے، اس سے مراد کوئی بھی ایسی سواری ، اور اسباب ہیں جو الله تعالی کی راه میں اور اس کے احکام کو بجالانے کے لیے استعمال ھوتے ھیں، یعنی: غازیوں کے گھوڑے جو تیزی سے دوڑتے ھیں، "ضَبحًا" تیزدوڑتے ھوئے گھوڑوں کے هانپنے کی آواز، "الموريات" مُوْرِيَةٌ کی جمع ، چقماق کے پتھر کو ایک دوسرے پر مارنا، یهاں به معنی اسم فاعل ہے، "قَدْحًا" حال ہے ، "قادحات" اسم فاعل کے طور پر بھی ذکر کیا گیاہے اور حال ھے، مراد پاؤں کے سموں کو زمین کے پتھروں پر مارناھے -

"اَلْمُغِيْرَاتِ" مُغیره کی جمع، حمله کرنے والے، مغیرات : أغاره کے ماده سے ھے، جس کا مطلب ھے کسی چیز کو اونچی جگه سے نیچے جگه پر اتارنا، اس لیے "أغاره" کے معنی حمله کرنے کے ھیں، "صُبُحاً " صبح کے وقت، مفعولٌ فيه ھے، اور اُسے به معنی اسم فاعل (مُصْبِحَات) بھی ذکر کیاگیاھے، اسے زمانه حال میں شمار کیاھے، صبح: جب سورج طلوع هوتاھے اور اس کی روشنی چارسو پھیل جاتی ھے -

"أثرنَ" انھوں نے بیدار کیا، اٹھا یا، یه باب افعال ہے "إثارة" کے مصدر سے ھے ، اس کا ماده "ثور" ھے، (ملاحظه فرمائیں، سوره بقره : 71 ، سوره روم: 9 اور 48، سوره فاطره :9)-

"وَسَطْنَ" بیچ میں گئے، بیچ کی طرف بها گے، "الانسان " اس سے مراد وه انسان ھے جس کی پرورش علم الٰهی کی روشنی میں نهیں ھوئی، اورانبیاء کی تعلیمات اس کے دل میں جاگزین نہیں ہوئیں، اور اس نے آپ کو سرکش جبلتوں اور خواهشات کے حوالے کردیاھے، "لکنود" ، "کَنَدَ" کے ماده سے ھے، یعنی: خیر کے بغیر، خیرسے محروم هوگیا، مبالغه کے لیے ھے، بهت ناشکری کرنے والا، حق سے نا آشنا اور بے خبر، "بُعْثِر" باهر لایاگیا، اور زنده هوا (سوره انفطار: 4) "حُصِّل" هاتھ میں لگا، جمع هوا ، "خبير" آگاه، باخبر. (منقول: تفسير نور).

(c) ketabton.com: The Digital Library

مختصر تفسیر :

سوره هذا کی مبارک آیات میں: انسان خدا کی نعمتوں کا منکر، مال و دولت سے بے پناه محبت کرنے والا اور آخرت کے بارے میں بے پرواه هے، جیسے موضوعات کے بارے میں بحث هوئی هے، ۔

وَالۡعٰدِيٰتِ ضَبۡحًا ۙ‏	قسم هے دوڑنے والے گھوڑوں کی هانپ کر (جهاد کے میدان کی طرف بڑھتے هیں)

یعنی: یهی دوڑنے والے هیں جو اپنے تیزاور جارحانه دوڑ سے اپنے سینوں سے تیز آواز نکالتے هیں، یه ان کے تیز و تند دوڑنے کی دلیل هے، اور یهی هیں که جب ان کے کھر پتھر سے ٹکراتے هیں تو چنگاری اڑتی هے ، اور یهی هیں جو صبح کے وقت حملے کے لیے استعمال هوتے هیں، اور یهی هیں که جو تیز دوڑنے کی وجه سے گردوغبار اڑاتے هیں ، اور یهی هیں جو مخالف صفوں میں گھس کر انہیں چیر دیتے ہیں۔

ابن عباس ؓ فرماتے هیں : گھوڑا جب دوڑتاهے تو اس وقت اح ، اح کی آوازیں سنائی دیتی هیں، اسے "ضبح" کهتے هیں ، مفسر ابو سعود کهتے هیں : الله تعالی نے مجاهدین کے گھوڑوں کی قسم کھائی هے که جب وه دشمن پرحمله کرتے هیں تو ان کے حلق اور ناک سے ایک تیز آواز سنائی دیتی هے (ابوسعود : 280/4)۔

علماء کے نزدیک "عادیات" کے دومعنی هیں:

1 - اونٹ۔
2 - دوڑنے والے گھوڑے ۔

تفهیم القرآن کے مفسر اس مبارک آیت کے تحت لکھتے هیں : آیت کے الفاظ میں یه تصریح نهیں هے که دوڑنے والوں سے مراد گھوڑے هیں، بلکه صرف و الۡعٰدِيٰتِ (قسم هے دوڑنے والوں کی) فرمایا گیاهے، اسی لیے مفسرین کے درمیان اس باب میں اختلاف هواهے که دوڑنے والوں سے مراد کیاهے، صحابه وتابعین کا ایک گروه اس طرف گیاهے که اس سے مراد گھوڑے هیں ، اور ایک دوسرا گروه یه کهتاهے که اس سے مراد اونٹ هیں، لیکن چونکه دوڑتے هوئے وه خاص قسم کی آواز جسے ضبح کهتے هیں ، گھوڑوں هی کی شدت تنفس سے نکلتی هے، اور بعد کی آیات بھی جن میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

چنگاریاں جھاڑنے اور صبح سویرے کسی بستی پر چھاپه مارنے اور وهاں گرد اڑانے کا ذکر آیا هے ، گھوڑوں هی پر راست آتی هیں، اس لیے اکثر محققین نے اس سے مراد گھوڑ ے هی لیے هیں، ابن جریر کهتے هیں: دونوں اقوال میں سے یه قول هی قابل ترجیح هے که دوڑ نے والوں سے مراد گھوڑے هیں ، کیونکه اونٹ ضبح نهیں کرتا، گھوڑا هی ضبح کیا کرتاهے، اور الله تعالی نے فرمایاهے که ان دوڑنے والوں کی قسم جو دوڑتے هوئے ضبح کرتے هیں" . امام رازی کهتے هیں که " ان آیات کے الفاظ پکار پکار کر کهه رهے هیں که اس سےمراد گھوڑے هیں، کیونکه ضبح کی آواز گھوڑے کے سوا کسی سے نهیں نکلتی ، اور آگ جھاڑنے کا فعل بھی پتھروں پر کھروں کی ٹاپ پڑنے کے سوا کسی اور طرح کے دوڑنے سے نهیں هوتا، اسی طرح صبح سویرے چھاپه مارنا بھی دوسرے جانوروں کی به نسبت گھوڑوں هی کے ذریعه سے هوتاهے " .

قرآن کی قسمیں

قرآن کریم میں مجموعی طور پر چوالیس سورتوں میں ، ایک سو چار آیات میں ایک سواٹھاره جگہوں پر قسم کھائی گئی هے، قرآن مجید میں تینتیس سورتوں میں خالق کائنات کی چھیانوے (۹۶) قسمیں هیں، ان میں سے تیئیس (۲۳) سورتوں میں سورت کا آغاز قسم سے هے ، اور دونوں قسمیں نبی کریم صلی الله علیه وسلم کی زبان مبارک سے قیامت کے دن کے اثبات اور اس دن انسان کے اعما ل کے حساب وکتاب کے بارے میں آئی هیں، او ر چارقسمیں حضرت یوسف کے بھائیوں کی طرف سے هیں، ایک قسم جادوگروں کی جو فرعون کے لیے کھائی که موسی پرغالب آئیں گے ، ایک اور قسم شیطان کی هے جو خدا کے غیر مخلص بندوں کو گمراه کرنے کے بارےمیں هے، اور پندره قسمیں مشرکین، منافقین اور قیامت کے منکرین کی هیں (تفسیر کبیرصفحه : 23 اور 24).

سوگند (sawgand) اصل میں سوکنته (saokanta) ماچس کے معنی میں هے، اور قسم کھانا ماچس کھانے کا معنی دیتاهے، که یه گنهگار کو بے گناه سے فرق کرنے کا ایک طرح کا امتحان تھا، پرانے زمانے میں ماچس کے ملا وٹ والا پانی ملزم کو پلاتے تھے، اور اس کے اثرسے یه طے کرتے تھے که وه مجرم هے یا بے گناه، پھر بعد والے زمانے میں یه قسم کی جگه استعمال هواهے، (فرهنگ عمید، جلد2 ، صفحه : 1485) .

(c) ketabton.com: The Digital Library

قسم ایک اقرار اور اعتراف ھے جو ایک شخص اپنی عزت پر کھاتاھے، خدا یا کسی کو گواہ بناتاھے (فرھنگ فارسی معین، ڈاکٹر معین ، جلد 2 صفحہ : 1956)۔

عربی زبان میں لفظ "قسم" اور اس کے تمام مشتقات فارسی زبان میں لفظ "سوگند" کے مترادف ھیں، اور قسم کو اس لیے قسم کہاگیا ہے کہ یہ کلام کو دوحصوں میں تقسیم کرتاھے، کہ صحیح کو غلط اور نادرست کو درست سے الگ کرتاھے، جبکہ اصطلاح میں قسم ایک جملہ ھے جس کے ذریعے دوسرے جملے کی تاکید ھوتی ھے، (مغنی اللبیب ابن ھشام: صفحہ 56) ۔

شیخ محمد عبدہ قرآنی قسموں کے بارے میں کھتے ھیں : "جب آپ ان تمام چیزوں پر توجہ دیں گے جن کی قرآن میں قسمیں کھائی گئی ھیں تو آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگوں نے ان چیزوں کے فوائد سے ناواقفیت کی وجہ سے ان کا انکار کیا یا انہیں حقیر جانا، مختصر یہ کہ وہ ان کی تخلیق کی حکمت سے غافل تھے، اور ان قسموں نے ان سب کا جواب دیا اورلوگوں کو شک وتردید ، فریب اور غفلت سے نکالا، اور ھرمخلوق کی کامیابی کو صحیح طور پر ظاھر کیا". اعمال خیر کی تعظیم وتکریم کے لیے لوگوں کو ان کے کرنے کی ترغیب ملی، ان میں سے "وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا" ترجمہ: قسم ھے دوڑنے والے گھوڑوں کی ھانپ کر (جہاد کے میدان کی طرف بڑھتے ھیں)۔

دوسری طر ف، قرآن کی قسمیں دنیا کے مسائل او رمخلوقات کی گھرائی میں انسانی فکر اور تحقیق کی رھنمائی کا بھترین ذریعہ ھیں، تاکہ ان کوششوں اور درستگی کے ذریعے علوم او ردانش کے دروازے انسانی معاشرے کی طرف کھل سکیں، طنطاوی کے مطابق : "قرآن کی قسمیں علم کی کنجیاں ھیں" (الجواھر طنطاوی، جلد 25، صفحہ 258 ابوالقاسم رزاقی کی قرآن کی قسموں سے منقول) ۔

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝٢	پھر (اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں اڑاتے ھیں

میں قسم کھاتاھوں نعل سے آگ نکالنے والے گھوڑوں کی، جو اپنی تیز رفتاری اور شدّت کی وجہ سے اپنے کھر سے چنگاریاں اڑاتے ھیں یعنی اپنی ٹاپوں سے شرارے جھاڑتے ھیں ۔
چنگاریاں جھاڑنے کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ھیں کہ یہ گھوڑے رات کے وقت دوڑتے ھیں، کیونکہ رات ھی کو ان کے ٹاپوں سے جھڑنے والے شرارے نظر آتے ھیں (تفھیم القرآن) ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

فَالۡمُغِيۡرٰتِ صُبۡحًا ۙ۳	پھر جو صبح کے وقت (دشمن پر) حمله کرنے والے هیں

پھر صبح کے وقت حمله کرنے والوں کی، که صبح کے وقت (دشمن پر) حمله آور هوتے هیں ، مفسرآلوسی کهتے هیں که: حملوں میں یه معمول هے، وه رات کو حمله کرتے تھے که دشمن کو پته نه چلے، اور صبح کے وقت چھاپه مار کار روائیوں کا آغاز کرتے تھے، تاکه و ه دیکھیں کیا لاتے هیں اور کیا چھوڑ جاتے هیں (روح المعانی : 215/30)۔

فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا ۙ۴	پھر اس موقع پرگرد وغبار اراتے هیں

یعنی: وه دوڑتے هوئے دھول اڑاتے هیں ، اور اپنی تیز رفتاری سے مٹی کوهوا میں اچھالتے هیں، اس لیے که ان کی رفتار کافی تیز هے، اور اپنے قدموں کو سختی سے زمین پر مارتے هیں۔

فَوَسَطۡنَ بِهٖ جَمۡعًا ۙ۵	پھر اسی حالت میں کسی مجمع کے اندر جاگھستے هیں

پھر وه دشمن کے لشکر کے بیچ میں گھس کر ان کا محاصره کرتے هیں، اور دشمن کو غفلت میں رکھ کر ان کے بیچ میں داخل هوتے هیں تاکه دشمن کو ان سے مقابلے کا موقع نه ملے، خداتعالی نے ان تین چیزوں کی قسم کھائی هے، تا که مجاهدین کے گھوڑوں کا مقام اور مرتبه بتادے جو که تیزی سے دشمن پرحمله آور هوتے هیں، اور ان کے کھروں سے آگ کی چنگاریاں اڑتی هیں، اور صبح هوتے هی دشمن پر حمله کرتے هیں، اور گردوغبار اڑاتے هیں ، اور دشمن کے بیچ میں جگه بناتے هیں ، اور ان کو پریشان اور افراتفری کا شکا ربناتے هیں، الله تعالٰی میدان جنگ میں ان گھوڑوں کی خصوصیات ذکر کرنے کے بعد انسان کی سرزنش کرتاهے که اے انسان ! تو ناشکراهے ، الله تعالی کی بے شمار نعمتوں کا شکر ادا نهیں کرتا ہے۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوۡدٌ ۚ۶	حقیقت یه هے که انسان اپنے رب کا بڑا هی ناشکراهے

وه خدا تعالی کے احسان سے چشم پوشی کرتاهے اسے بھول جاتاهے اور اپنے رب کے نعمتوں کی ناشکری کرتاهے، یعنی: اس کا شکر بالکل معمولی ساهے یا پھر نه هونے کے برابرهے، جب که الله تعالی اس سے نعمتوں کے بدلے شکر گزاری چاهتاهے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"کنود" اس آدمی کو کهتے هیں جو بهت زیاده انکار کرنے والا اور نعمتوں کی ناشکری کرنے والاهو، حسن بصری ؒ کنود کے معنی میں کهتے هیں : کنود سے مراد وه شخص هے جو مصیبتوں کو یاد کرکے نعمتوں کو بهول جاتاهے، حضرت ابن عباس ؓ نے کها: لکنود کا معنی هے الله تعالی کی نعمتوں کا انکار کرنے والا، حضرت حسن بصری ؒ نے بهی یه کهاهے که ، وه مصائب کو یاد کرتاهے اور نعمتوں کو بهول جاتاهے .

ابوبکر واسطی نے کها: جو الله تعالی کی نعمتو ں کو اس کی نافرمانی میں خرچ کرے، وه "کنود" هے ، اسی طرح ابوعبیده نے کهاهے کہ: کنود بمعنی قلیل الخیر ، اور ارض کنود شور(تهوروالی) زمین جس میں کچھ پیدا نه هو، (تفسیر مظهری: جلد7 ص:467)-

ترمذی نے کها: جو آدمی نعمت کو دیکهے اور نعمت دینے والے کو نه دیکهے وه "کنود" هے، اس قول کے مطابق اس کا معنی ناشکری هے که اوپر اس لفظ کا ترجمه ناشکرا کیا گیاهے .

آیت مبارکه "وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا " میں هم نے ملاحظه کیا که: جهاد اور دفاع اس قدر قیمتی هیں که الله سبحان وتعالی مجاهدین کے گهوڑوں کی سانس کی قسم کهاتاهے، آیت مبارکه میں هم نے دیکهاکه گهوڑے الله کی راه میں دوڑتے هیں، جبکہ انسان الله تعالٰی اور رسول صلی الله علیه وسلم کے حکم کی تعمیل میں ضد اور سرکشی کا مظاهره کرتا هے .

وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝	اور وه خود اس پر گواه هے

یعنی انسان کا ضمیر اس سے باخبرهے، یهاں تک که جن معاملات میں وه بهانه تلاش کرتاهے یاعذر کرتاهے وه خود جانتاهے که کیا کررهاهے، "شهید" شَهِدَ کے ماده سے هے، وه شخص جو حاضر هو اور کسی کام کی نگرانی کرتاهو۔

لفظ "لَشَهِيْدٌ" کے بارے میں علماء کی رائے :

1 - انسان اپنے کاموں میں کوتاهی پر خود گواه هے که وه شکر ادا نهیں کرتا .

2 - الله تعالی جانتاهے که اس کے بندے شکر گزار نهیں هیں .

الله تعالی کا اعلان هے که وه انسانی روح میں موجود چیزوں سے باخبر هے، اور ان پر گواه هے، جس طرح انسان اپنے اعمال قول وفعل کاگواه هے ،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسی طرح وہ نعمتوں کی ناشکری ، نعمتوں کے انکار اور اللہ تعالی کے دیے ہوئے عطایا کے انکار پربھی گواہ ھے۔

یعنی: اپنی ناشکری کا خود گواہ ھے اور به زبال حال و قال اپنے خلاف یه گواھی دیتاھے، اس لیے که اس ناشکری کا اثر اس پر ظاھرھے، قتادہ اور سفیان ثوری کھتے ھیں که: اس کامعنی یه ھے کہ: "اللہ تعالی اس ناشکری پرگواہ ھے"۔

وَإِنَّهُۥ لِحُبِّ ٱلۡخَيۡرِ لَشَدِيدٌ ۝٨	اور وہ مال و دولت سے بهت زیادہ محبت کرنے والاھے

اور اسے جمع کرنے میں دلچسپی رکھتا ھے، اسے دنیاوی چیزوں سے لگاؤ ھے، مال ودولت سے محبت کرنے والا اور دنیا کا عاشق ھے، اور اسے دولت وثروت جمع کرنے کا لالچ ھے، اس کے برعکس عبادت کا شوق، اور نعمتوں کی شکر گزاری میں اس کی دلچسپی بهت کم ، بلکہ نہ ہونے کے برابرھے ۔

یه خدا کے قسم کھانے کی ایک اور صورت ھے، اور انسان کی دوسری صفت "کنود" ھے، یعنی ایسا انسان مال سے بهت زیادہ محبت کرنے والا اور بخیل ھے، اور وہ خیرات ، زکوۃ اور نفقه نهیں دیتا ، اس کا خیر کسی کو نهیں پهنچتا، نه کسی کو مالی نہ اخلاقی فائده پهنچاتاھے۔

اللہ تعالی نے دولت کو خیر کهاھے، ایک عام اصطلاح کے طورپر جو لوگوں میں مشهور ھے، که مال "خیر" ھے، یعنی اس کے ذریعے انسان کو بهت ساری نیکیاں نصیب هوتی ھیں ، اگر اسے اللہ کی رضا کی راہ میں خرچ کرے ۔

یادر ھے که: اس میں شک کی کوئی گنجایش نهیں که : مال میں دلچسپی انسان میں ایک فطری امرھے، لیکن جو چیز قابل مذمت ھے وہ انتهائی اورضرورت سے زیادہ محبت اوردلچسپی ھے جس میں ایک طرف انسان هر طرح کی آمدنی اور دولت کے حصول میں مشغول رهتاھے، اور دوسری طرف اللہ تعالی کی طرف سے واجب کیے گئے حقوق ادا نهیں کرتا ۔

مفسرین نے اس آیت کے مفهوم کے بارے میں دوقول بیان کیے ھیں، ایک یه که انسان کو پیسے کا بهت زیادہ شوق ھے، دوسرا یه که پیسے کی محبت کی وجه سے وہ لالچی اور کنجوس ھے، مفسر ابن کثیر کهتے ھیں: "دونوں معنی صحیح ھیں" لهذا دونوں پهلوؤں کا خلاصه یه ھے که: انسان دولت

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی محبت میں حد سے تجاوز کرتاھے، اور اس کے حاصل کرنے میں سخت محنت کرنے والا، او ر اس کے ذخیرہ کرنے میں بہت مستعد ہوتاھے کہ ھاتھ اور پاؤں میں فرق نہیں کرتا، مذکورہ بالا آیات سے درج ذیل نکات اخذ کیے جاسکتے ہیں ۔

1 - حرف "ف" کے ساتھ پانچ قسمیں مربوط ھیں، جس سے معلوم ھوتاھے کہ یہ سب ایک ھی جنس سے ھیں، یعنی یہ دوڑنے والے ھی ھیں جو تیز دوڑ نے سے اپنے سینوں سے ایک سخت آوازنکالتے ھیں، جو ان کے تیزدوڑنے کو ظاھر کرتی ھے، اور یھی ھیں کہ جب ان کے کھر اور نعل کسی پتھر سے ٹکراتے ھیں تو آگ کی چنگاریاں اڑتی ھیں، یھی ھیں جن کو صبح سویرے حملہ کرنے کے لیے چُناگیاھے، اور یھی ھیں کہ تیز دوڑ نے کی حالت میں گرد وغبار اڑاتے ھیں، اور یھی ھیں کہ دشمن کی صفوں میں گھس کر کار روائی کر تے ھیں ۔

اس طرزبیان سے واضح ھوتاھے کہ جن مفسرین کے نزدیک ان تیز دوڑنے والوں سے مراد صرف گھوڑے ھیں، ان کا استدلال ھے کہ کسی بھی دوسرے دوڑنے والوں پر یہ خصوصیات درست نہیں آتیں، البتہ بعض مفسرین کا خیال ھے کہ اس سے مراد دور جاھلیت میں عربوں کے بے وقت حملے ھیں ۔

2 - مذکورہ بالا قسموں کا جواب یہ ھے کہ: یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ھے، (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: تفسیر جلوہ ھای از اسرار قرآن : حکمتیار)۔

قرآن عظیم میں متعدد آیات میں بعض ناشکرے بندوں کی صفات بیان کی گئی ھیں، جو مصیبت کے وقت الله کی یادمیں مشغول رھتے ھیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ھیں، لیکن خوشحالی اور نعمت کے وقت یا مصیبت رفع ھونے کے بعد الله سے منه موڑتے ھیں اور اسے بھول جاتے ھیں۔

قرآن مجید کی آیات: "63 اور 64" سورہ انعام میں الله تعالی فرماتا ھے:
"قُلۡ مَنۡ يُّنَجِّيۡكُمۡ مِّنۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ تَدۡعُوۡنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً ۚ لَٮِٕنۡ اَنۡجٰٮنَا مِنۡ هٰذِهٖ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ ۝٦٣ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيۡكُمۡ مِّنۡهَا وَمِنۡ كُلِّ كَرۡبٍ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تُشۡرِكُوۡنَ ۝٦٤" ترجمه:"کھو بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون چھٹکارا دیتاھے (جب) کہ تم اسے عاجزی اورنیازپنھانی سے پکارتے ھو (اورکھتے ھو) اگرخدا ھم کو اس (تنگی) سے نجات بخشے تو ھم اس کے بھت شکر گزار ھوں، کھو کہ خدا

(c) ketabton.com: The Digital Library

ھی تم کو اس (تنگی) سے اور ھرسختی سے نجات بخشتاھے، پھر (تم) اس کے ساتھ شرک کرتے ھو"۔

اسی طرح فرماتا ھے: "وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ ۝ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝١٢ "سوره یونس:12) ترجمه: "اور جب انسان کو تکلیف پهنچتی ھے تو لیٹا اوربیٹھا اور کھڑا (ھرحال میں) ھمیں پکارتاھے پھر جب ھم اس تکلیف کو اس سے دور کردیتے ھیں تو (بے لحاظ ھوجاتا اور) اسطرح گزرجاتاھے که گویا کسی تکلیف پهنچنے پر ھمیں کبھی پکاراھی نه تھا اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کو ان کے اعمال آراسته کر کے دکھائے گئے ھیں" ۔

"فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ ۝ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝١٥ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۝ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝١٦" (سوره فجر) ترجمه: " پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی (15) لیکن جب وہ اسے آزمائے، اور اس پر اس کا رزق تنگ کردے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا ہے (16)"۔

"فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۝ ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِنَّا ۝ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۝ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝٤٩" (سوره زمر: 49) ترجمه: "جب انسان کو تکلیف پهنچتی ھے تو ھمیں پکارنے لگتاھے، پھر جب ھم اس کو اپنی طرف سے نعمت بخشتے ھیں تو کهتاھے که یه تومجھے (میرے) علم (ودانش) کے سبب ملی ھے (نهیں) بلکه وه آزمائش ھے ، مگر ان میں سے اکثر نهیں جانتے "۔

"وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝٧٥ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۝٧٦" (سورة التوبه : 76 و 75) ترجمه: " اورأن میں بعض ایسے ھیں جنهوں نے خداسے عهدکیاتها که اگر وه ھم کو اپنی مهربانی سے (مال) عطافرمائے گا تو ھم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکاروں میں ھوجائیں گے، لیکن جب خدا نے ان کو اپنے فضل سے (مال) دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور (اپنے عهد سے) روگردانی کرکے پھربیٹھے "۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

رب تعالی ایسے ناشکرے اور بے ایمان لوگوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ بتاتاھے کہ ایک دن آئے گا جس میں بازپرس ھوگی، قیامت قائم ھوگی، اور جو قبروں میں سوئے ھوئے ھیں وہ اٹھیں گے، اور جو کچھ سینوں میں ھے اس کوبھی دیکھا جائے گا، وہ سب رب کے سامنے کھڑے ھوں گے، اس دن وہ جان لے گا کہ اس کا رب دوسروں سے زیادہ اس کی حالت سے باخبر ھے، وہ جانتاھے کہ کس نے کیا ناشکری کی ھے، اور کون کس انعام کا مستحق ھے، "وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ۝ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً۝ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى۝ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا۝ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ۝" سورہ فصلت:50) ترجمہ: "اور اگر تکلیف پھنچنے کے بعد ھم اس کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ھیں تو کھتاھے کہ یہ تو میرا حق تھا اور میں نھیں خیال کرتا کہ قیامت برپاھو، اور اگر (قیامت سچ بھی ھو اور) میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو میرے لیے اس کے ھاں بھی خوشحالی ھے، پس کافر جو عمل کیا کرتے ھیں وہ ھم ان کو ضرور جتائیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے " ۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ۝	کیا وہ اس وقت کو نھیں جانتا کہ جو (مردے) قبروں میں ھیں وہ باھر نکال لیے جائیں گے

کیا وہ (دنیاکے بھکاوے میں آنے والا انسان) نھیں جانتاکہ جو کچھ قبروں میں ھیں (سب حساب وکتاب کے لیے) دوبارہ اٹھائے جائیں گے ، "إذا بُعْثِر" بیدار کرکے قبروں سے نکالاجائے ، کیا یہ ناشکرا انسان جس نے مال و دولت کے پیچھے دل کھودیا ھے ، یہ نھیں جانتا کہ ایک وقت آئے گا کہ: جب قبریں پھٹ جائیں گی، اور ان قبروں میں مدفون لوگوں کو قبروں کی گھرائی سے نکالاجائے گا، جھاں وہ ان کےکھنے کے مطابق میٹھے نیند سوئے ہوئے تھے، سورہ یس آیت"52" میں فرماتاھے کہ:"قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۝" جب وہ زندہ کیے جائیں گے تو کھیں گے: "ھائے ھماری بربادی ! کس نے ھمیں ھمارے سونے کی جگہ سے اٹھادیا؟ " انھیں اچانک یاد آئے گا کہ دنیا میں ایسا وعدہ دیاگیا تھا، " هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ " (یہ وہ ھی ہے جو رحمان ذات نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کھا تھا) حقیت یہ ھے کہ : قیامت کا ذکر، ناشکروں اور دولت کےپجاریوں کے لیے تنبیہ ھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝١٠	اور جوکچھ سینوں میں ہے ظاهر کردیاجائے گا

جو راز اور اسرار دلوں میں چھپے هوئے هیں ان کو ظاهر کیا جائے گا، اور سارے راز کھل جائیں گے، یعنی جتنے بھی راز پوشیده هوں گے سب کے سب اس دن ظاهرہوں گے اور اس کے بارے میں حساب و کتاب هوگا ۔

"يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝٩" (سوره طارق) اس دن سارے راز فاش هوں گے) یه مقام هے که : "فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۝" (سوره کهف : 49) ترجمه:" تو تم گنهگاروں کو دیکھو گے که جوکچھ اسمیں (لکھا) هوگا اس سے ڈر رهے هونگے اور کهیں گے: هائے شامت، یه کیسی کتاب هے که نه چھوٹی بات چھوڑتی هے نه بڑی سب لکھ رکھاہے"۔

جس دن هم ان کے لیے کتاب اور اعمال نامے نکالیں گے جو مکمل طور پر کھول دیے جائیں گے ، یعنی: ان سے کوئی چیز پوشیده نهیں هوگی، هرچیز ان پر ظاهر کردی جائے گی ، اور ان سے کهاجائے گا : که اپنا نامه اعمال خو د پڑهو: "وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۝ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝١٣ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۝ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝١٤ "(الاسراء : 14- 13) ترجمه: اور هم نے هرانسان کے اعمال کو (بصورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکادیاهے، اور قیامت کے روز (وه) کتاب اسے نکال دکھائینگے جسے وه کھلا هوا دیکھے گا (کهاجائیگا که) اپنی کتاب پڑ ه لے ، تو آج اپنا محاسب خود ہی کافی هے" ۔

تم جوبھی کهو، یهاں وه رب سےکچھ چھپا نهیں سکتا، یه دنیا کی طرح نهیں هے، که اس کی زبان کچھ اور کهتی هے ، اس کی آنکھیں کچھ اور دیکھتی هیں، اس کے کان کچھ اور سنتے هیں اور اس کے دل میں کچھ اور هے، یه حال هے آج لوگوں کا، اسی لیے انهیں سکون نهیں هے، چونکه وه هر وقت او رهر صورت حال میں ایک الگ شناخت اور شخصیت رکھتے هیں، اسی لیے مکمل طور پر متزلزل ، الجھنوں میں الجھےهوئے اور پریشان هیں۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝١١	بیشک ان کارب اس دن ان کے متعلق یقیناً خوب خبر رکھنے والا هے

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کے بندوں کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں ھے، ان کو ان کی اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا، اللہ تعالی ھمارے اعمال اور افکار ونظریات پر مکمل آگاھی رکھتاھے ۔

"خبیر" کا مطلب ھے ظاھر اور باطن کا علم ھونا، اللہ تعالی اس دنیا میں بھی لوگوں کے معاملات سے باخبر ھے، البتہ قیامت کے دن یہ صفت "خبیر" ھونے کی سب پر ظاھرھوگی، کیونکہ اللہ تعالی سب کچھ جاننے والاھے، اس کی بازپرس بھی درست ھے ۔

انسان کو معلوم ھوناچاھیے کہ پوچھنے ، آزمایش اور حساب کا وہ دن ضرور آئے گا ، کہ دلوں میں چھپے راز اور سینوں میں موجود ارادے ظاھر ھوں گے، اگر اس نے اپنی ناشکری کا اقرار نہ کیا اور اپنے ارادے کو نہ بدلا، اور اس کا ازالہ نہ کیا، تو قیامت کے دن اس کا سامنا رب العالمین سےھوگا۔

اللہ تعالی سے ڈر اور خوف

پہلی بات یہ کہ ھم اپنے مہربان اللہ سے کیوں ڈریں؟ اللہ تعالی جو کہ کمال وجمال مطلق کا حامل ہے اورر رحیم و کریم ھے، اس سے توانسان کو محبت کرنا چاھیے ؟، جواب: انسان کا اللہ سے ڈرنے کی بنیاد کا خلاصہ دوچیزوں میں کیا جاسکتاھے:

1 - بعض اوقات انسان کا خوف ان فرائض اور ذمہ داریوں کی وجہ سے ھوتاھے جو اس کے کندھوں پر ھیں، اور ممکن ھے کہ اس کو پورا کرنے میں وہ کوتاھی کرے، نتیجتًا وہ خدا کی عدالت میں اس کا جوا ب نھیں دے سکے گا، اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاھی یا دوسروں کے حقوق کا احترام نہ کرنے کی صورت میں اسے سزادی جائےگی، یامحبوب کی نظروں میں اپنا مقام کھودے ، اسے اپنے گناھوں کا ڈر ھے ۔

2 - بعض اوقات خوف اللہ کے مقام کی عظمت کو پھنچاننے اور خدا کے لامحدود اور عظیم الشان وجود کی طرف توجہ کی وجہ سے ھوتاھے، کبھی کبھی ملاقات کرنے والا اس کی شان وشوکت سے اس قدر متاثرھوتاھے کہ وہ اپنے دل میں خوف محسوس کرتاھے، اس حدتک کہ وہ بولتے وقت ھکلاتاھے ، اور بعض اوقات اپنی بات بھی بھول جاتاھے، حالانکہ اس عظیم شخصیت کو اس سے اور سب سے بے پناہ محبت اور پیار ھوتاھے، اور اس سے کوئی غلط کا م بھی سرزد نھیں ہوا، اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

قسم کا خوف عظمت کے ادراک کا عکس اور رد عمل ھے، یہ حالت صرف ان لوگوں کو حاصل ھوسکتی ھے جو خدا کی پاک ذات کی عظمت اور خدا کے بلند مرتبہ سے واقف ھوں، اور جنھوں نے اس کے قریب

ھونے کی لذت کا مزہ چک لیا ھو۔

قرآن کریم اس حالت کو علم ومعرفت والے بندوں کے لیے خاص قرار دیتاھے، "اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۰" (سورہ فاطر آیت: 28) ترجمہ:" خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وھی ڈرتے ھیں جو صاحب علم ھیں، بیشک خدا غالب (اور) بخشنے والاھے " ۔

اس قسم کا خوف دنیاوی اور نفسانی اور خدا کے علم، قدرت اور حکمت کی معرفت سے پیدا ھوتاھے۔

خوف الٰھی ، خواہ وہ پھلے معنی میں ھو یا دوسرے معنی میں ، اللہ تعالی اور اس کے احکام اور مقام ومرتبہ اور انسانی وجود میں ان حقائق سے متعلق امور کی یاد دہانی اوراس کی طرف مکمل توجہ کا سب سے اھم عنصر ھے، اس وجہ سے خوف خدا اورڈر کا مقام دنیاوی غفلتوں ، انحرافات اور لغزشوں سے بچنے کے لیے سب سے قیمتی مظھرھے، ایک وقت میں سچائی کی سمجھ کے ساتھ خوف انسانی وجود میں اندرونی اور روحانی خوشی کو ظاھر کرتاھے، اس خوف سے جو خوشی وابستہ ھے، وھی خوشی دنیا کے عظیم ترین شخصیت کے سامنے ھونے کی خوشی ھے، کہ دباؤ کے باوجود اس کی وجہ سے ھونے والی موجودگی اور پریشانی کو کبھی فراموش نھیں کیا جائے گا، اور اسے ھمیشہ خوبصورت ترین لمحے کے طور پر یاد رکھا جائے گا، خوف اور غصہ ہروقت قابل مذمت اور تکلیف دہ نہیں ھے ، بلکہ یہ تو قربت کا عامل، زیادہ محبت، آخرت کی سعادت اور نجات اور مستقبل قریب میں خوف سے نجات کی ضمانت بھی ھے ۔

اگر انسان ایک طرف خدا کی عظمت وبزرگی اور دوسری طرف اپنی کوتاھیوں اور گناھوں کی وجہ سے خوف الٰھی تک نہ پھنچ سکے، اور حقیقی معنی میں عاجزی اور خوف اس کے وجود میں غالب نہ ھو تو وہ اپنی کوتاھیوں کو دور کرنے اور توبہ کرنے کی کوشش نھیں کرے گا، قیامت کے دن وہ ایک افراتفری اور انتھائی خوفناک صورتحال سے دوچار ھوگا، جس کی دھشت خدا کے سامنے ہونے کے خوف سے ھزاروں گنا زیادہ ھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة القارعه

یه سورت مکی هے اس کی «۱۱» آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام لفظ قارعه سے شروع ہونے کی وجه سے جس کا معنی خوف وهراس ہے"قارعه" رکهاگیا، سورت کے نام کا اس کےمحور سے جس پر یه سورت چل رهی هے گهرا تعلق هے ، "قارعه" قیامت کے ناموں میں سے ایک هے، جیسے "الحاقه"،"الصّاخة"،"الغاشية" وغیره ، یه سوره بعد از سوره قریش نازل هوئی هے ۔

"قارعه" قَرَعَ یا قُرِعَ کے ماده سے هے ، بمعنی کهٹکهٹانے کے هے، "قارع" یعنی: ٹهوکنے والا، مِقرَع: یعنی : ہتهوڑا ، یا ٹهوکنے کا آله سے لیاگیاهے، اور یهاں "قارعه" سے مرا قیامت هے، کیونکه یه موجوده حالات کو اپنے آنے کی ساتھ کچل دے گی۔

سورة القارعه کا مرکزی نکته

اس مبارک سوره کی بنیادی اور عمومی توجه درحقیقت لوگوں کو اس هولناک واقعے سے آگاه کرنا ہے، اور انهیں بےحسی اور ذمه داری کی کوتاهی سے نجات دلاناہے، نیز قیامت کے مسئلے کے بارے میں ان کے نقطه نظرکی اصلاح کرناهے، لوگوں کو ان کے عقیدے کے مطابق تقسیم کرنا قیامت اور قیامت کے واقعات میں سے هے ۔

سوره کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

"سورة القارعه " مکی هے، اس میں ایک (1) رکوع، گیاره (11) آیتیں ، پینتیس (35) الفاظ ، ایک سو ساٹھ (160) حروف اور اٹهاسی (88) نقطے هیں۔

(قرآن کی سورتوں میں حروف کی تعداد میں علماء کی آراءمختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے تفسیر احمد سورة الطور ملاحظه کریں)

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة القارعه اور سورة العادیات کا ربط وتعلق

سورة العادیات کے آخر میں قیامت کی تفصیل بیان کی گئ هے، آیات "9 تا 11" لیکن سورة القارعه میں مجموعی طور پر قیامت کے دن اور اس کے کھڑکھڑا نے کے بارے میں بحث کی گئی هے۔

سورة القارعة کے مشتملات اور فضیلت

اس سورت کے موضوع، مشتملات اور ادبی اسلوب سے بخوبی معلوم هوتاهے که یه مکی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ایک هے، اس سورت میں قیامت کے ابتدائی اور بعد کے مراحل کو مختصر مگر جامع الفاظ کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیاهے که تمام هیبت ناک مناظر دیکھنے والوں کے سامنے مجسم طور پر ظاهر هوجاتے هیں، قیامت کے دن کا ذکر "القارعه" کے نام سے کیا هے، جب تمام چیزوں کا ریزه ریزه هوجانا اور ان کے درمیان ٹکراؤ ایک خوفناک آواز کی صورت میں هوگا، جس دن موجوده نظام درهم برهم هوجائے گا، اجرام فلکی اپنے مدارسے نکل کر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے، پهاڑ چلنے لگیں گے ، ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے، جیساکه خلا میں رنگین اون بکھری هوئی ہے، خلا میں اور زمین پر موجود بڑے بڑے اجسام واجرام کے ٹکرانے کی خوفناک آواز هرطرف گونج رهی هوگی، اس دن لوگ تتلیوں یا چھوٹی ٹڈیوں کی طرح خوف اور ڈر کے مارے هرطرف بکھرجائیں گے، پھر قیامت کے اگلے مرحلے کا نقشه کھینچ کر بتایا گیا که اس میں هرایک کی تقدیر اس کے اعمال کے وزن کے مطابق طے هوتی گی، اگر اس کا عمل با عزت هوا، تو اس میں وزن هوگا، اس میں معیار هوا ، قیمتی هوا ، تو وه ایک مطمئن زندگی حاصل کرے گا، لیکن اگر اس کا عمل هلکا، خالی، فضول بے مقصد هوا تو جهنم کی تپتی هوئی آگ اسے اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور اس کے عمل کا بدله جهنم کا دهکتا گڑها هوگا۔

سوره مبارکه قارعه قیامت کے تصادم کی خصوصیت کو یاد دلاتے هوئے اس اهم حقیقت کی طرف اشاره کرتی هے که قیامت کے وقوع پذیر هونے کے ساتھ هی دنیاوی نظاموں کے تمام روابط ٹوٹ کر او رجس طرح قدرت کا نظام ٹکرا جائے گا اور پهاڑ ریزه ریزه هوجائیں گے اسی طرح انسانوں کا مربوط نظام بھی فنا هوجائے گا۔

قیامت کے آنے پر دوسرا نظام قائم هوگا، اس نئے نظام میں لوگوں کی قدرو منزلت کا تعین معاشرتی حیثیت اور معاشی دولت کی بنیاد پر نهیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیا جائے گا ، بلکه لوگوں کو جانچنے کا واحد معیار ہرایک کا پاکیزہ عمل اور صحیح عقیده هوگا، اس دن جس کی نیکیاں اس کے اعمال نامے میں بھاری هوں گی اس کا انجام بهتر هوگا، اور جس کے اعمال نامے میں نیک عمل نه هوں تو دوزخ کے عذاب سے دچار هونے کے علاوه اس کے پاس کوئی چاره نهیں هوگا۔

سورة القارعة کے پیغامات

1 - قیامت ، متکبر اور متکبرانه رویوں کو کچلنے والی هے، "اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ"۔
2 - قیامت انسانی سوچ سے باهر هے، نبی کو بهی وحی الٰهی کے بغیر اس کا علم نهیں " وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ"۔
3 - قیامت انسان کے حیرت میں پڑنے اور بکھرنے کا دن هے "كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ"۔
4 - جنت عمل کے بدلے دی جائے گی نه که خواهش اور آرزوپر "مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ۔فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ"۔
5 - مکمل خوش وخرم زندگی قیامت کے لیے خاص هے، کیونکه اس دنیا میں کامیابی کے ساتھ ساتھ بیماری۔ چوری، حسد، نقصان وغیره بهی ہوتے ہیں "عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ"۔
6 - زندگی سے مطمئن هونا جنتی معاشرے کی نشانیوں میں سے هے "فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ " ۔
7 - سزا اور انجام کی بنیادعمل هے جسے انصاف کے ترازو میں تولا جائے گا ، "ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ، خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ"۔

سوره قارعه کی آیات مبارکه کی عمومی تقسیم

سورت کی پهلی تین آیات قیامت کے عظیم واقعه کی طرف اشاره کرتی هیں، یعنی : وهی کھڑکھڑانے والی ۔
آیات " 4 اور "5 میں حالات اور پهاڑوں کی صورتحال بتائی گئی ہے ۔
آیت "6" سے سورت کے آخر تک قیامت پر ایمان اور عدم ایمان کے مطابق لوگوں کی تقسیم بتائی گئی هے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورة القارعة

اَلۡقَارِعَةُ ۙ‏ ١ مَا الۡقَارِعَةُ ۚ‏ ٢ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡقَارِعَةُ ؕ‏ ٣ يَوۡمَ يَكُوۡنُ النَّاسُ كَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۙ‏ ٤
وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ؕ‏ ٥ فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۙ‏ ٦ فَهُوَ فِىۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ‏ ٧ وَاَمَّا مَنۡ
خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۙ‏ ٨ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ‏ ٩ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا هِيَهۡ ؕ‏ ١٠ نَارٌ حَامِيَةٌ ‏ ١١

سورت کا ترجمه

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
اَلۡقَارِعَةُ ۙ‏ ١	کھڑکھڑانےوالی
مَا الۡقَارِعَةُ ۚ‏ ٢	کیا ھے وہ کھٹکھٹانے والی ؟ (بڑی آفت کیا اورکیسی ھے؟)
وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡقَارِعَةُ ؕ‏ ٣	تم کیا جانو وہ بڑی آفت کیا ھے اور کیسی ھے
يَوۡمَ يَكُوۡنُ النَّاسُ كَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۙ‏ ٤	وہ دن جب لوگ بکھرے ھوئے پروانوں کی طرح ھوجائیں گے
وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ؕ‏ ٥	اور پھاڑ رنگ برنگے دُھنکی ھوئی اُون کی طرح ھوجائیں گے
فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۙ‏ ٦	تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ھوگئے
فَهُوَ فِىۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ‏ ٧	تو وہ خوشی کی زندگی میں ھوگا
وَاَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۙ‏ ٨	اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ھلکے ھوگئے
فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ‏ ٩	اس کی جائے قرار گھری ھاویه ھوگی
وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا هِيَهۡ ؕ‏ ١٠	اور تمھیں کیا خبر که وہ کیا چیز ھے ؟
نَارٌ حَامِيَةٌ ‏ ١١	ایک بھڑکتی ھوئی آگ

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورت کی تفسیر

محترم قارئین:

اس سورت کی مبارک آیات میں: قیامت کا خوف، اور انسان کی نیکی او ر بدی کا پیمانه جیسےموضوعات پر بحث کی گئی هے .

اَلۡقَارِعَةُ۝۱	کھڑکھڑانےوالی

"قَارِعَة" کھڑکھڑانے والی، مشکل اور بڑی آفت کو کهتے هیں (جس کا ذکر سوره رعد آیت : "31" میں هے) "اَلۡقَارِعَةُ" قیامت کے ناموں میں سے ایک هے. یعنی : دلوں کو هلادینے والی اپنے خوف و هراس سے، یا الله کے دشمنوں کو کچلنے والے قیامت کے دن کے عذاب سے ، دلوں کو دہلانے والی قیامت کو "اَلۡقَارِعَةُ " کها گیاهے، کیونکه یه اپنی وحشت کی وجه سے دلوں کو هلادے گی .

"اَلۡقَارِعَةُ " قرع کے ماده سے ہے ، اس کا لفظی ترجمه: "ٹھوکنے والی" هے ، قرع کے معنی کسی چیز کو کسی چیز پر زور سے مارنے کے هیں، جس سے سخت آواز نکلے ، جس طرح که اس کی تعبیر سوره رعد آیت "31" میں آئی هے : "وَلَا يَزَالُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا تُصِيۡبُهُمۡ بِمَا صَنَعُوۡا قَارِعَةٌ اَوۡ تَحُلُّ قَرِيۡبًا مِّنۡ دَارِهِمۡ حَتّٰى يَاۡتِىَ وَعۡدُ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ۝۳۱" ترجمه: اور کافروں پر همیشه ان کے اعمال کے بدلے مصیبت آتی رہے گی یا ان کے مکانات کے قریب نازل ہوتی رہے گی،یہاں تک کہ خدا کا وعده آپہنچے بے شک خدا وعده خلافی نہیں کرتا.

جن لوگوں نے کفر کیا هے ان پر ان کے کرتوتوں کی وجه سے کوئی نه کوئی آفت نازل هوتی رهتی هے، یا ان کے گھر کے قریب کهیں نازل هوتی هے، یه سلسله چلتارهے گا ، یهاں تک که الله تعالی کا وعده آن پورا هو، یقینًا الله اپنے وعدے کی خلاف ورزی نهیں کرتا".

اهل کفر اپنے کیے کی وجه سے مسلسل ایک کربناک آفت یا عذاب الٰهی سے دوچار رهیں گے، جیساکه هم نے ذکر کیا: اس مبارک آیت میں "قارعه" سے مراد ایک بڑی آفت ہے جو انسانوں کی حالت کو بگاڑدے گی ، اور ان کے حالات کو اس طرح کچل دے گی که وه دوباره وه خود کو منظم نهیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کرسکیں گے .

سوره حاقه میں یه تعبیر اس طرح بیان کی گئی هے : "اَلْحَآقَّةُ۱ مَا الْحَآقَّةُ۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ۴ " (سوره حاقه: 1 تا 4) "(دن) واقع هونے والی (قیامت) وه واقع هونے والی کیا هے؟ (قوم) ثمود اور (قوم) عاد نے اس کھڑ کھڑانے والی (قیامت)کو جھٹلایا" یهاں قارعه سے مراد وهی بڑی آفت هے ، ایک بڑی آفت جو ایسی صورت حال کی طرف لے جائے گی، جو انسانوں کے لیے سازگار نهیں هوگی .

جیساکه هم نے ذکر کیا هے :"القارعه" قیامت کے ناموں میں سے ایک نام هے، قیامت کا آغاز جو دنیا کو هلادے، اور اس کی خوف اور وحشت کفار، منافقوں اور مشرکوں کے دلوں کو لرزادے، بلاشبه اس قسم کا خوف و دهشت کافروں ، منافقوں ، مشرکوں اور بدکاروں کو گھیرلے گی، جبکه اهل ایمان خوش وخرم اور مصائب وآلام سے دور رهیں گے (اس کی تفصیل سورة البقره: 262 ، سوره مائده : 69 ، سوره یونس : 62 ، سوره زخرف : 68 ، سوره احقاف: 13، ملاحظه فرمائیں).

مَا الْقَارِعَةُ۲	کیا هے وه کھٹکھٹانے والی ؟ (بڑی آفت کیا اورکیسی هے؟)

"ما" کیا هے؟ وه کیساهے؟ یه سوال اس کی عزت وتکریم کے لیے هے، یعنی یه سخت اور شدیدٹھونکنے والی کیا هے؟

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ۳	تم کیا جانو وه بڑی آفت کیا هے اور کیسی هے

یه تکرا ر خوف کی شدت اور قیامت کے دن دهشت کے بڑهنے پربھی تاکید کرتی هے، یعنی تم کیا جانوکه وه کھڑکھڑانے والی کتنی بڑی اور دہشت ناک هے؟ یعنی وه کھڑاکھڑانے والی اس سے بڑی هے که انسانی سمجھ اس تک پهنچ سکے اور اس کا ادراک کرے، اور اس کا تصور بھی کرے ، اس کے بعد خود هی اگلی آیات میں اس کی وضاحت کرتاهے:

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ۴	وه دن جب لوگ بکھرے هوئے پروانوں کی طرح هوجائیں گے

جس دن لوگ بکھرے هوئے پروانوں کی طرح ادهر اُدهر حیران و پریشان

(c) ketabton.com: The Digital Library

پھررھے ھوں گے، "الْمَبْثُوثِ" بکھرے ھوئے ، "یوم " قیامت ، یه وه دور هوگا جو پهلی صور پھونکنے سے شروع هوگا ، اور لوگوں کے درمیان فیصلے پرختم هوجائے گا، "الْفَرَاش" پروانے، اسم جنس هے، ایسے پروانے مراد هیں جو آگ کی روشنی کے گرد پریشان گھومتے هیں ، جلتے هیں اور گرتے هیں، عرب کے لوگ، نادانی، الجهن اور کام کے انجام سے بے خبری پر تتلی یا پروانے کی مثال دیتے ہیں۔

"الْمَبْثُوثِ" پھیلے ھوئے ۔

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ۝	اور پهاڑ رنگ برنگے دُهنکی هوئی أون کی طرح هوجائیں گے

"كَالْعِهْنِ " أُون ، دُهنی هوئی أُون ، "الْمَنفُوشِ" دهنی هوئی ، یا دهنکی هوئی اور گرد وغبار کی طرح هوامیں بکھرے هوئے هوں گے، کیونکه وه زور سے هلیں گے اور اُکھڑجائیں گے، اور اپنی جگه سے دور جا گریں گے، یهاں تک قارعه یعنی قیامت کے پهلے مرحلے کا ذکر هے، یعنی جب وه عظیم اور کربناک واقعه پیش آئے گا جس کے نتیجے میں پورا نظام عالم درهم برهم هوجائے گا تو لوگ اس طرح بهاگ کر منتشر هوجائیں گے جیسے که کیڑے مکوڑے اورپتنگے جو روشنی کی طرف آتے ہیں اور هرطرف بکھرے ہوتے ہیں ، اور پہاڑ دُهنی هوئی اُون کی طرح هوا میں اڑجائیں گے ، پهاڑوں کو رنگین اون سے اس لیے تشبیه دی گئی هے، کیونکه ان کے مختلف رنگ هوتے هیں، یه اس خوفناک دن یعنی : قیامت کے دن کی خصوصیات کی دوسری تفصیل هے ۔

مفسرصاوی نے کهاهے که : انسان کی حالت کو پهاڑوں کے ساتھ اس لیے ذکر کیا تاکہ یہ بتائے کہ قارعہ مضبوط بڑے اور سخت پہاڑوں کو اس طرح متأثر کرے گا اگر چه وه پهاڑ مکلف بهی نهیں هیں ، لیکن وه بکھرکر دُهنی هوئی اُون کی طرح هوں گے، تو پھر ایک کمزور انسان کی کیا حالت ہوگی ؟ (صاوی: 374/4)۔

پھر اس دن انسانوں کی حالت کا ذکر کیا جو دوقسموں میں تقسیم هوں گے، ایک گروه خوش نصیب، دوسرا گروه بدبخت ، بدنصیب ۔

فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝	تو لیکن وه شخص جس کے پلڑے بھاری هوگئے

(c) ketabton.com: The Digital Library

"ثَقُلَتْ" بهاری هوئے ، "مَوَازِيْنُهٗ" جمع میزان، ترازو، اس کو جمع کی صورت میں ذکر کرنا اس کی تعظیم کے لیے هے، یا جمع موزون، یعنی: انسانی اعمال کی وجہ سے، (مالاحظه فرمائیں: سوره اعراف : 8) .

توجس شخص کی نیکیوں کے اعمال نامے اور ترازو بھاری هوگئے، یعنی اس کی نیکیاں زیادہ هوئیں تو اس کے اچھے اورنیک کاموں کو ترجیح دی جائے گے، کیونکه وہ پاکیزہ اور خوشی کا باعث هیں، میزان یا ترازو کے بارے میں علماء کی تین آراء هیں، اور تینوں نظریات درست او رتائید شده هیں:

1 - قیامت کے دن انسانوں کے اعمال کے صحیفے تولے جائیں گے.
2 - انسان خود هی ترازو میں تو لے جائیں گے.
3 - قیامت کے دن انسان کے اعمال مجسم بنا کر تولے جائیں گے.

یادر هے که: جزاء و سزا کی بنیاد انسانوں کا عمل هے، جس کو انصاف کے ترازو میں تولا جائے گا، "ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ" "خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ".

یہ آیت اور دیگر آیات قیامت کے پیمانے کے بارے میں بتاتی هیں که وہ میزان اور پیمانه حق هے، اهل السنه والجماعت کے صحیح عقیدے کے مطابق انسانی اعمال کو تولاجائے گا .

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝	تو وہ خوشی کی زندگی میں هوگا

"عِيْشَةٍ" زندگی، "رَّاضِيَةٍ" راضی کرنے والی، یعنی: ایسی زندگی جس سے وہ راضی اور خوش هو، (ملاحظه هو: سوره حاقه 21) تو وہ اچھی زندگی میں هوگا، یعنی: وہ پاکیزہ اور باوقار زندگی میں، نعمتوں سے بھری جنت میں، صحیح جگه اور محفوظ مقام پر، صحت اور انسانیت کے مقام پرهوگا، خوشی وسکون اور مسرت والی زندگی بسرکرےگا .

"عِيْشَةٍ" ایک ایسا لفظ سے جس میں جنت کی تمام نعمتیں شامل هیں، "راضی" رَضی کے ماده سے هے، اطمینان قلب کے بعد کی حالت کو رضایت کهتے هیں، اور ایسے شخص کو راضی کهاجاتاهے، قیامت کے دن هرکوئی اپنے حقوق پرمطمئن هوگا، اور هرکسی کو اپنے اعمال کے نتائج پرکوئی اعتراض نهیں هوگا، اهل جنت جسم، روح اور دل کے لحاظ سے خوشی، سکون او راطمینان میں هونگے، کوئی غم، غصه اور ناراضگی ان

(c) ketabton.com: The Digital Library

کو نهیں هوگی، بهت سے مفسرین نے کها هے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی سے راضی هوں گے ۔

وَاَمَّامَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٨	اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے هلکے هوگئے

"خَفَّتْ" هلکے هوئے، اس سے مراد نیکیوں کا هلکا هوناہے، یا نیکیوں کا برائیوں کے مقابلے میں کم هونا، یعنی : اس کے نیکیوں کا پلڑا نیکیوں کی کمی کی وجه سے وزن نه رکهتاهو، اور اس کے گناهوں کا بوجھ زیادہ ہو تو وہ رحمت سے دور هوگا، اور تباهی اس کا انتظار کررهی هوگی ۔

"خَفَّتْ" ثَقُلَتْ: کے مقابلے میں هے، خَفَّتْ: یعنی: هلکا هونا، خفیف: هلکا، اس مبارک آیت کا یہی موضوع قرآن عظیم کی متعدد آیات میں مذکور هے، اگر هم آیات مبارکه کے مفهوم پر غور کریں تو اس آیت کا مفهوم همارے لیے بالکل واضح هوجائے گا ۔

سوره اعراف میں فرمایاگیا هے که:" اس دن حق کا وزن هوگا، پس جس کا پیمانه وزنی هوگا وهی نجات پانے والا هے، اور جس کا پیمانه هلکا هوگا، پس وهی هیں جو خود کو نقصان میں ڈالتے هیں" (اعراف : 98) اور سوره کهف میں هے : "کهه دے کیا هم تمهیں سب سے زیاده خسارے والے لوگوں کے بارے میں بتائیں؟ وه لوگ جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں ضائع هوگئیں اور وه سمجهتے هیں که وه اچھا کام کررهے هیں ، یهی لوگ هیں جنهوں نے اپنے رب کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے اعمال ضائع هوگئے، سو هم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نهیں کریں گے" (کهف: 1-3 – 105)

اور سوره انبیاء میں فرماتا هے: "اور هم قیامت کے دن ایسے ترازو رکهیں گے جو عین انصاف کے هوں گے، پهر کسی شخص پر کچھ ظلم نه کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانے کے برابر عمل هوگا تو هم اسے لے آئیں گے اور هم حساب لینے والے کافی هیں (انبیاء: 47)-

ان آیات سے واضح هوتاهے که کفر اور انکا رحق اتنی بڑی بُرائی هے که یه لازمًا بدی کے پلڑے کو جهکادے گی، اور کافر کے کسی نیکی میں اتنا وزن نهیں هوگا که اس کی نیکیوں کے پلڑے کو وزنی کرکے جهکادے ، البته مؤمن کے پلڑے میں اس کے ایمان کا وزن بهی هوگا، پهر اس کے پاس

(c) ketabton.com: The Digital Library

موجود هر برائی کو برے اعمال کے پلڑے میں ڈال دیا جائے گا، اور اس کے بعد دیکھا جائے گا که اس کے نیکیوں کا پلڑا بھاری هے یا اس کی برائیوں کا .

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝	اس کی جائے قرار گهری هاویه هوگی

"أُمُّهُ" اس کی ماں ، یهاں مراد ہے: اس کا ٹھکانه .

اس لیے اس کا ٹھکانه اور انجام جهنم کی آگ هے، اور وه اس کی تهه میں گرے گا، اسے ماں "امّ" کهاگیاهے، کیونکه ماں اپنے پریشان بچے کو پناه دیتی هے، جهنم کی آگ بھی ان مجرموں کو جگه دے گی، جیسے بچے اپنے ماؤں کی طرف پلٹتے هیں، وه بھی جهنم کی طرف جائیں گے، اور یه ان کو ماں کی طرح گود لے لیگی ، اس میں کوئی شک نهیں هے که: ماں تمام بچوں کے لیے پناه گاه هے، لیکن وهاں پر ماں جہنم ہے جوکه جهنمی لوگوں کے ایک گروه کی پناه گاه هوگی، "هَاوِيَةٌ" (هوی) سے بمعنی گرنے کے هے، اور دوزخ لوگوں کے گروهوں کی صورت میں گرنے کی جگه هے .

مفسرابوسعود فرماتے هیں: "هَاوِيَةٌ " جهنم کی آگ کے ناموں میں سے ایک نام هے، چونکه یه بهت گهری هے، اسی لیے اسے "هَاوِيَةٌ " کهاگیاهے: جهنمیوں کے اس میں گرنے کا دورانیه ستر(70) سال طویل هوگا (ابوسعود: 282/5).

قتاده نے کهاهے "أُمُّهُ هَاوِيَةٌ" یعنی : اس کا سر جهنم کے پاتال میں الٹاهوگا، لیکن پهلا قول واضح هے، "فَأُمُّهُ" (اُم) بمعنی ماں یا مرجع هے ، اس لیے "اُم" کو ماں کهاجاتاهے که بچے مختلف اوقات میں اس کی طرف پلٹتے هیں، وه ان کے لیے پناه گاه هے، لیکن یه "ام" کے لیے زیاده معنی رکھتاهے جب وه باپ کے ساتھ هوتاهے ، جب تک لڑکی کی شادی نه هوجائے وه اُم نهیں بن سکتی ؛ لهذا بیٹی کا ماں بننا ایک ایسی فضیلت هے جو الله تعالی اسے عطاکرتاهے ، جب وه بیٹی هوتی هے تو اسے صرف بیٹی هونے کا مقام حاصل هوتاهے، جب اس کی شادی هوتی هے تو وه بیٹی هونے کے ساتھ ساتھ بیوی بھی هے، اور اس کے علاوه ماں دادی نانی بھی بنتی هے، یعنی اسے مختلف عهدے ملتے جاتے، او رهرعهدے پر اس کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

استحقاق هوتاهے ، اس استحقاق کےمطابق اس کی عزت او ربڑھ جاتی هے، ماں کا مقام معین هے" أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ " (بخاری : 5971 اور مسلم : 2548) "مخلوقات میں سے سب سے زیادہ حقدار اچھے سلوک کی باپ سے بھی زیادہ" به هرحال "ام" یهاں بمعنی مرجع، پناه گاه اور سهارا کے هے -

اس آیت کی تفسیر میں علماء کی دورائے هیں:

1 - جهنم کی آگ اسے ماں کی طرح گلے لگائے گی ، گویا آگ اس کی ماں هے، اور وه همیشه آگ میں رهے گا (أمّه یعنی اس کی ماں) -

2 - اس کے گناهوں کی وجه سے اسے سر کے بل آگ میں پھینک دیا جائے گا (أمّه یعنی : سرکے اوپر کا حصه)-

ایسے لوگوں کا ٹھکانه اور پناه گاه "هَاوِيَه" هے ، جس کا مطلب ہے گھری کھائی، اور وه جگه جهاں گِرے هوئے لوگ رهیں گے، وه لوگ جو ذاتی کرداراور مادی اور روحانی لحاظ سے گِرے هوئے هیں ، وه لازمی هاویه میں هوں گے، دنیا میں یه کهاجاسکتاهے که "هَاوِيَه" دنیا میں کمزور صورت میں موجود هے، وه لوگ جو ایمان اور اخلاق کے لحاظ سے پیچھے هیں، اور اپنے پیچھے رهنے پر فخر کرتے هیں، یه لوگ "هَاوِيَه" میں هیں، اور اسی میں گرگئے هیں -

وَمَآ أَدۡرَىٰكَ مَا هِيَهۡ ۝١٠	اور تمهیں کیا خبر که وه کیا چیز هے ؟

"مَاهِيَهۡ" (ما) استفهامیه اور (هی) ضمیر اور (ه) سکته سے مرکب هے (ملاحظه هو: سوره حاقه آیات: 19 ، 20، 25 ، 26 ، اور 29) استفهام خوفناک اور مشکل صورتحال کی وجه سے هے، یعنی خوف او ردهشت کو بھڑکا کریه تاثر پیدا کرناکه جهنم حد ادراک اور متعارف سے باهر هے اس طرح که انسان اس کی حقیقت کو نهیں سمجھ سکتا -

"مَاهِيَهۡ " اگر چه یهاں جهنم یا پاتال کو بیان کرنے کے لیے استعمال کیا گیاهے ، لیکن جو لوگ نیکی او راعمال صالحه کے لحاظ سے پسمانده هیں اور ان کے اعمال ناموں میں نیک اعمال درج نهیں هیں، تو وه دونوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

معنی کے اعتبارسے گرے هوئے هیں، دنیا میں روحانی زوال اور آخرت میں مادی زوال ، اس لیے دونوں زوالوں کو "هَاوِيَه " سے تعبیر کیا جاسکتاہے
۔

نَارٌ حَامِيَةٌ ۝١١	ایک بھڑکتی هوئی آگ

"حَامِيَةٌ " بهت زیاده گرم اور جلانے والی (ملاحظه هو: سوره غاشیه :4) یه بهت گرم، هرطرف پهیلی هوئی اور سخت بھڑکتی آگ هے، جس کا درجه حرارت معمول کی حد سے بڑھ چکاهے، (شدیدالحرارة) یه ایسی دهکتی اور بھڑکتی هوئی آگ هے، جس میں ذرا سا بهی رحم اور همدردی نهیں هے، اور یه ممکن نهیں هے که جو شخص اس میں داخل هوجائے تو اس سے بچ کر نکل جاسکے، جس کی گرمی دنیا کی آگ سے "70" گنا زیاده هے، انسان کا جسم اس آگ کوبرداشت کرنے کے لیے بدل جائے گا، اور هربارجلنے کے بعد، اس کی جگه دوسری کهال چڑهادی جائے گی تا که اسے دوباره عذاب دیا جائے ۔

"حَامِيَةٌ" گرم، حم کے اصل سے ہے ، یحم ، حمًّا وحمامًا بمعنی بهت زیاده گرم او رشدید حرارت کے هے، "ماءحمیم" کهولتا هوا پانی، "نارٌحمیم" بھڑکتی هوئی، بے انتهاگرم آگ، حدیث شریف میں هے که: " ناربنی آدم التی توقدون جزء من سبعین جزءا من نار جهنم...:" (بنی آدم کی آگ جو تم جلاتے هو جهنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصه هے...)

اسی طرح حدیث مبارکه میں هے که: " إن أهون أهل النار عذابا: من له نعلان، يغلي منها دماغه" (دوزخیوں میں سے سب سے هلکا عذاب والاشخص وه هوگا جس کے دونوں جوتے آگ کے هوں گے، ان سے اس کا دماغ کهولے گا)۔

(رب کریم همیں اپنے فضل وکرم سے اس سے محفوظ فرما)

قیامت اور اس کی نشانیاں:

قرآن کریم نے :1500" پندره سو سے زیاده آیتوں میں قیامت اور اس کی نشانیوں کے بارے میں تفصیلی بحث کی هے، اگر قیامت کے بارے میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

مذکوره آیات کے مجموعے کی تشریح اور تجزیه کیا جائے تو ان آیات کو کئی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتاھے:

پهلی قسم: ان لوگوں کے جواب سے متعلق ھے جو مجموعی طور پر قیامت کا انکارکرتے ھیں، ان آیات کی دوسری قسم ان لوگوں کا جواب ھے جو قیامت واقع ھونے کے بارے میں شک وشبه رکھتے ھیں، اور حیرت سے پوچھتے ھیں :که انسان جب مرجاتاھے اور اس کا جسم مٹی ھوجاتاھے ، تو وه کیسے زنده ھوگا ؟ اور اس کا گوشت ، چمڑا ، آنکھ اور بھویں وغیره.دوباره پهلی حالت میں کیسے آئیں گے، چنانچه رب ان کے جواب میں فرماتا ھے: "قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ۝ " (سوره یاسین 79) (کهدو که ، انهیں وهی زنده کرے گا جس نے پهلی مرتبه انهیں پیدا کیا تها) ان آیات کی تیسری قسم اهل جنت کو عطا کرده نعمتوں جیسے موضوعات سے متعلق بحث کرتی ھے، جن میں جنت کی زندگی، حور وغلمان اور شهد کی نهریں ھیں، اور اس دنیا کی تمام نعمتوں کے بارے میں بھی بحث کی گئی ھے. ان آیات کی چوتھی قسم میں خدا کے غضب اور جهنم کی آگ او رطوق، جهنمی لوگوں کی خوراک او ر راسته، ترازو اور عالم برزخ کی تصویر کشی کی گئی ھے .
اسی طرح بعض آیات ایسی بھی ھیں جو بالواسطه طور پر قیامت کے بارے میں تو بحث کرتی ھیں لیکن قبر، عذاب، جنت اور جهنم کا براه راست ذکر نهیں کرتیں، جیسے : "فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۝" ترجمه: "توجس نے ذره بھر نیکی کی ھوگی وه اس کو دیکھ لے گا ، اور جس نے ذره برابر برائی کی ھوگی وه اسے دیکھ لے گا ".

محترم قارئین:

قیامت کے دن اور اس کی نشانیوں اور علامات کے بارے میں بهت سی احادیث و روایات موجود ھیں اور ھمارے رب نے اپنے نبیؐ کے ذریعه هم انسانوں کو قیامت کے دن کی علامات اور واقع ھونے کے بارے میں آگاه کیاھے، که جنهیں چھوٹی اور بڑی نشانیاں کها جاتا ھے: ان میں سے چند احادیث کا زیل میں تذکره کیا جارہاہے: عمربن الخطاب رضی الله عنه سے مروی مشهور حدیث ہے که : "بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى

(c) ketabton.com: The Digital Library

فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَخْبِرْنِي عَنِ الإِسْلاَمِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ رضى الله عنه: (الإِسْلاَمُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، وَتُقِيمَ الصَّلاَةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيهِ سَبِيلاً). قَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الإِيمَانِ، قَالَ: (أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلاَئِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ). قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الإِحْسَانِ. قَالَ: (أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ). قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ). قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ: (أَنْ تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ). ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيا ثُمَّ قَالَ: (يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: (فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ). رَوَاهُ مُسْلِمٌ). "

ترجمه: ایک دن هم رسول الله صلی الله علیه وسلم کے پا س بیٹھے هوئے تھے ، اتنے میں ایک شخص آیا، اس کے کپڑے بهت سفید اور بال بهت کالے تھے، اس پر سفر کے آثار بھی نهیں دکھائی دے رهے تھے، اور هم میں سے کوئی اسے جانتابھی نهیں تھا، وه رسول الله صلی الله وعلیه وسلم کے پاس آکر بیٹھا، اپنے گھٹنے کو آپؐ کے گھٹنے سے لگالیا اور اپنی هتھلیاں آپؐ کے رانوں پر رکھیں، پھر کها: اے محمد صلی الله علیه وسلم مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے ؟ رسو ل الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: اسلام یه هے که تم اس بات کی گواهی دو که الله تعالی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نهیں اور محمد (صلی الله علیه وسلم) اس کے رسول هیں ، نماز قائم کرو ، زکاة ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر الله کے گھر تک جانے کی استطاعت هو، تو اس کا حج کرو، وه بولا: آپ نے سچ فرمایا، همیں اس پر تعجب هوا که آپؐ سے سوال کرتاهے اور پھر خود هی آپ کی تصدیق بھی کرتاهے، پھرکها: اے محمدؐ مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے، آپؐ نے فرمایا: ایمان یه هے که تم الله پر، اس کے فرشتوں اس کی کتب، اس کے رسولوں، آخرت کے دن پر اور هراچھی و بری تقدیر پر ایمان لاؤ، وه بولا: آپ نے سچ فرمایا، پھر اس نے کها: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ آپؐ نے فرمایا: الله کی عبادت اس طرح کرو، گویا تم اسے دیکھ رهے هو اور اگر تم اسے نهیں دیکھ رهے، تو وه تمهیں دیکھ رهاهے، وه کهنے لگا: آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے؟ آپؐ نے فرمایا: جس سے سوال کیا جارهاهے، وه سوال کرنے والے سے زیاده نهیں

(c) ketabton.com: The Digital Library

جانتا، اس نے کها: اچھا تو مجھے اس کی نشانیاں بتائیے؟ آپؐ نے فرمایا: (نشانیاں یه هیں که) لونڈی اپنے مالک کو جنےگی، تم دیکھو گے که ننگے پاؤں، ننگے بدن ، مفلس اور بکریاں چرانے والے بڑے بڑے محل تعمیر کریں گے، اس کے بعد وه چلاگیا، میں کچھ دیر تک ٹھهرارها، پھر آپؐ نے فرمایا: اے عمر! کیا تم جانتے هو که پوچھنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کیا : الله اور اس کے رسول زیاده بهتر جانتے هیں، آپؐ نے فرمایا: وه جبرئیل (علیه السلام) تھے، وه تمھیں تمهارے دین کے معاملات سکھانے آئے تھے"۔

محترم قارئین کرام: قیامت کا وقت یا قیامت کب شروع هوگی؟ کے بارے میں شریعت اسلامیه کا حکم هے که قیامت کے وقت کو الله تعالی کے سوا کوئی نهیں جانتا، ارشاد باری تعالی هے: "وَعِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلسَّاعَةِ" (سوره زخرف: 58) یعنی: "اور قیامت کا علم اس کے پاس هے"۔

البتہ قیامت کے قیام کی نشانیاں هیں، ان علامات کے ظهور کی بنیاد پر یه معلوم کیا جاسکتاهے که قیامت کا وقت قریب هے، ان نشانیوں کو شرع کی اصطلاح میں "اشراط السّاعة" کا نام دیاگیاہے، جس کا مطلب هے قیامت کی علامات اور نشانیاں جو اس کے قیام سے پهلے ظاهر هوں گی۔

علامات قیامت:

علماء کرام نے علامات قیامت تین حصوں میں تقسیم کی هیں، پهلاحصه: پهلے حصے میں وه نشانیاں اور علامات شامل هیں جو اپنے اپنے دور کی نشانی اور علامات سے متعلق هیں که آئی اور ختم هوگئی ان میں سے۔

1 - ایک نبی اکرم صلی الله علیه وسلم کی بعثت هے۔

صحیحین میں ہے انس بن مالک رضی الله عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم سے روایت کرتے هیں:" بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ.وَضَمَّ السَّبَابَةَ وَالْوُسْطَى (بخاري (6504)، وصحيح مسلم (2951)"۔

2 - چاند کا دو ٹکڑے هوناهے، الله تعالی نے اپنی کتاب میں اس کی خبردی هے، فرمایا هے : " اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" (سوره قمر:1) ترجمه: "قیامت قریب آپهنچی اور چاند شق هوگیا"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

3 - مملکت حجاز میں آگ کا ظاهر هونا ، جس کی روشنی میں بُصری میں اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گے: شیخین ابوهریره سے روایت کرتے هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى " (بخاري (7118)، وصحيح مسلم (2902). ترجمه: "قیامت اس وقت تک قائم نه هوگی جب تک که ارض حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو (شام کے شهر) بصری میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کردے گی"

"بُصری" ایک مشهور شهر جو که موجوده سوریه میں واقع هے، جسے حوران کهاجاتاهے، دمشق کے قریب هے، (معجم البلدان : 441/1) اور (شرح نووی برصحیح مسلم : 30/18) اور (فتح الباری: 80/13)-

یه آگ اسی طرح ظاهرهوئی جس طرح اطلاع رسول الله صلی الله علیه وسلم نے سنه 654 عیسوی کے دوسرے جمعة المبارک میں دی تهی، جو که مدینه کے شرقی حصه میں ظاهر هوگئی، اور اس کی وجه سے آگ کی وادی بهه نکلی، وهاں کے لوگوں اور شام کے لوگوں نے اس کی روشنی کو دیکها اور بصری کے لوگوں نے اس کی روشنی میں اونٹ کی گردنیں دیکهیں، جس طرح بنی صلی الله علیه وسلم نے خبردی تهی .

دوسرا حصه:

دوسری قسم درمیانی علامات کی ہے، اور اس میں وه نشانیاں شامل هیں جو ظاهر هوئیں مگرختم نهیں هوئیں، بلکه زیاده هوئیں، اور بهت زیاده پهیل گئی هیں، که ان میں سے ایک یه که لونڈی نے اپنے آقاکو جنم دیا، اور آپ دیکهتے هیں که ضرورت مند، ننگے پاؤں لوگ اور چرواهے کثیر المنزله اور اونچی عمارتیں بنارہے هیں ، جیساکه حدیث جبریل میں هے که: انهوں نے کها: مجهے قیامت کے دن کے بارے میں خبر دیں، تو آپؐ نے فرمایا : "اس معاملے میں مسئول کو سائل سے زیاده علم نهیں هے" اس شخص نے کها: پس مجهے قیامت کی نشانیوں سے آگاه کردیں، فرمایا: لونڈی اپنے آقا کو جنم دیگی، اور ننگے پاؤں اور برهنه جسم والے مفلس، اور بهیڑ بکریاں چرانے والے چرواهوں کو دیکهو گے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے .

ان نشانیوں میں سے تیس (30) دجالوں کا ظاهرهونا ہے ان میں سے ہرایک نبوت کا دعوی کرے گا، جیساکه حدیث مبارکه میں حضرت ابوهریرهؓ سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

روایت هے کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:"لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ" بخاري (3609)".

ترجمه: " تیس کے قریب کذاب جهوٹے دجال ، مکار و دغا باز بهیجے جائینگے ، ان میں سے هرشخص دعوی کرے گا کہ وہ الله کا رسول هے".

سنن ابی داود اور ترمذی میں حضرت ثوبان رضی روایت کرتے هیں که رسو ل الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:"وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِي وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِينَ لَا نَبِيَ بَعْدِي" سنن أبي داود (4252). ترجمه: " میری امت میں بهت بڑے جهوٹ بولنے والے تیس هوں گے ، سب کے سب دعوی کرینگے کہ وہ الله کے نبی هیں، حالانکه میں خاتم النبیین هوں، میرے بعد کوئی نبی نهیں هے".

ان نشانیوں میں سے ایک دریائے فرات میں سونے کے پهاڑ کا ظاهر هونا جس کے لیے لوگ آپس میں لڑیں گے، ابو هریره رضی روایت کرتے هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ وَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لَعَلِّي أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو" مسلم (2894)، بخاري (7119) " ترجمه:" قیامت اس وقت تک قائم نه هوگی جب تک دریائے فرات میں سونے کا پهاڑ نه ظاهر هوجائے، اور لوگ اس پر باهم جنگ کرنے لگیں، حتی که هر سو میں سے ننانوے قتل هوجائیں گے ، ان میں سے هربنده کهے گا کہ شاید میں زنده بچوں گا"، یه وہ علامات هیں جن کے ظاهر هونے کی مدت زیاده دور نهیں .

قیامت کی بڑی نشانیاں جو ابهی تک ظاهر نهیں هوئیں

قیامت کی وہ عظیم نشانیاں جو ابهی تک نهیں آئی هیں:

پهلی علامت: مهدی کا ظهور: مفسرین لکهتے هیں که مهدی اهل بیت میں سے ایک آدمی هوگا اور جب زمین ظلم وجبر سے بهری هوئی هوگی تو وہ آکر اسے عدل وانصاف سے بهردے گا، ان کا نام پیغمبر صلی الله علیه وسلم کے نام کے موافق ، اور اس کے والد کا نام رسول الله صلی الله علیه وسلم کے والد کے نام کے موافق هوگا (محمد بن عبد الله) .

ابوداود اور ترمذی عبدالله بن مسعو رضی الله عنه سے روایت کرتے هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ

(c) ketabton.com: The Digital Library

أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِئُ اسْمُهُ اسْمِي وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمُ أَبِي يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا» (سنن أبي داود 4 / 306 (4282) " ترجمه: "دنیا اس وقت تک ختم نهیں هوگی جب تک که میرے خاندان میں سے ایک شخص جس کا نام میرے اور اس کے والد کا نام میرے والد کے نام کی طرح هے، زمین کو عدل وانصاف سے بھردے جس طرح وه ظلم سے بھری هوئی تھی".

دوسری علامت: مسیح دجال کا ظهور:

مسیح دجال آدم کی اولا د میں سے ایک آدمی هوگا جو که آخری زمانے میں ظاهر هوگا، اس کی وجه سے بهت سارے لوگ فتنے سے دوچار هوجائیں گے ، الله تعالی اس کے هاتهوں بعض خارق العاده اعمال ظاهر فرمائے گا، وه خدائی دعوی کرے گا، جس کا مؤمن آدمی پر کوئی اثر نهیں هوگا، مکه اور مدینه کے علاوه تمام شهروں میں داخل هوگا، آگ اور جنت اس کے ساتھ ساتھ هوں گے، اس کی آگ جنت ، اور جنت آگ هوگی۔

صحیح احادیث سے اس کا خروج ثابت هے: ان میں سے عبد الله بن عمر وبن عاص کی روایت ہے ، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں رسول الله صلی الله علیه وسلم سے روایت کیا ہے: "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللَّهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ مسلم (2940). " ترجمه:" میری امت میں دجال نکل کر زمین پر چالیس تک رهے گا، مجھے نهیں معلوم که 40 دن یا 40 مهینے یا 40 سال ، تو الله تعالی عیسی بن مریم کو بهیجے گا جو عروه ابن مسعود جیسا هے، وه دجال کو بلاکر هلاک کریں گے".

صحیحین میں عبد الله بن عمرؓ سے روایت هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم لوگوں کے بیچ میں کھڑے هوئے اور خدا کی ایسی تعریف کی جس کا وه حقدار ہے، پھر دجال کا ذکر کرکے فرمایا: "إِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلَكِنْ سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ بخاري" (3057)، وصحيح مسلم (169). ترجمه: "میں تمهیں اس سے ڈراتاهوں، اور کوئی نبی ایسا نهیں آیا که اس نے اپنی قوم کو اس سے نه ڈرایا هو، ان میں سے نوح نے بھی اپنی قوم کو خبردار کیا، لیکن میں اس کے بارے میں وه بات کهتاهوں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نهیں کهی، دجال کانا هے، جبکه خدا ایسا نهیں هے".

(c) ketabton.com: The Digital Library

تیسری علامت: عیسی علیه السلام کا نزول ، آسمان دنیا سے زمین پر

وه زمین پر انصاف قائم کریں گے، صلیب کو توڑے گا، سورکو مارے گا، دجال کا بھی خاتمه کرے گا، جیساکه احادیث رسولؐ اس کی دلیل هیں: رب تعالی فرماتے هیں: " وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ " (سورة الزخرف: 61) ترجمه: "اور وه دراصل قیامت کی ایک نشانی هے)، مفسرین اس آیت سے عیسی علیه السلام کے نزول کے بارے میں استدلال کرتے هیں، اور یه روایت ابن عباسؓ سے مروی هے ، امام احمد اپنی مسند میں اس آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے روایت کرتے هیں که وه فرماتے هیں: "هو خروج عیسی ابن مریم علیه السلام قبل یوم القیامة"(المسند: 1 / 318.) (وه عیسی علیه السلام کا قیامت سے پهلے نزول هے) جس طرح که صحیح احادیث سیدنا عیسی علیه السلام کے نزول پر دلالت کرتی هیں، صحیحین میں حضرت ابو هریرهؓ سے روایت هے رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَكَمًا عَادِلًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ وَحَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا" بخاري (2222)، وصحیح مسلم (155) .

ترجمه: " اس ذات کی قسم جس کے هاتھ میں میری جان هے ! یقینا قریب هے که عیسی بن مریم علیه السلام تم میں اتریں ، انصاف کرنے والے حاکم هوں گے، پس وه صلیب کو توڑدیں گے ، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیه ختم کردیں گے اور مال کی فراوانی هوجائے گی حتی که کوئی اس کو قبول نه کرے گا".

چوتھی علامت اور نشانی : یأجوج و مأجوج کا ظاهرنا

یاجوج و ماجوج بهت هی زیاده تعداد میں هوں گے که کوئی انهیں نهیں مارسکےگا، کهاجاتاهے که یه یافث کے پوتوں میں سے هیں جو نوح علیه السلام کی اولاد میں سے تھا، کتاب وسنت کے دلائل ان کے خروج پر دلالت کرتے هیں: رب تعالی سوره انبیاء کی آیات :" 96 اور 97" میں فرماتے هیں: " حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ**وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا " ترجمه: " یهاں تک که یاجوج اور ماجوج کھول دیئے

(c) ketabton.com: The Digital Library

جائیں اور وہ بلندی سے دوڑ رہے ہوں، اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آجائے تو ناگہاں کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں" .

شیخین زینب بنت حجش ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم ایک دن خوف کی حالت میں اس گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا: " لَا إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيهَا"..) بخاري (3346)، و صحيح مسلم (2880). ترجمه: الله کے سوا کوئی معبود نہیں هے ، ملک عرب میں اس برائی کی وجه سے بربادی آجائے گی جس کے دن قریب آنے کو هیں، آج یاجوج و ماجوج نے دیوار میں اتنا سوراخ کردیاهے ، پھر رسول الله صلی الله علیه وسلم نے انگوٹھے اور اس کے قریب کی انگلی سے حلقه بنایا.."

پانچویں نشانی : کعبه کا انهدام اور اس کے زیورات کا چوری هونا

محدثین کعبه کے انهدام اور اس کے زیورات چوری هونے کے بارے میں لکھتے هیں : که حبشه کا ایک شخص باریک پنڈلی اور لمبی ٹانگوں والا کعبه کو ڈھاکر اس کے زیورات اپنے ساتھ لے جائے گا، ایک حدیث میں شیخین ابو هریره ؓ سے روایت کرتے هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيقَتَينِ مِنَ الْحَبَشَةِ"بخاري (1591)، و صحيح مسلم (2909). ترجمه:" کعبه کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی خراب کرے گا "

امام احمد صحیح سند کے ساتھ عبدالله بن عمرؓ سے روایت کرتے هیں که اس نے رسول الله صلی الله علیه وسلم سے سناکه فرمایا: "يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السَّوَيقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ وَيَسْلُبُهَا حِلْيَتَهَا وَيُجَرِّدُهَا مِنْ كِسْوَتِهَا وَلَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيهِ أُصَيلِعَ أُفَيدِعَ يضْرِبُ عَلَيهَا بِمِسْحَاتِهِ وَمِعْوَلِهِ" المسند: 2 / 220. ترجمه: " کعبه کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی خراب کرے گا ، اور وه اس سے زیب و زینت کو ہٹادے گا ، جیسے اب میں اسے گنجے سر اور ٹیڑے جوڑ کے ساتھ کعبے کو بیلچے اور گٹھڑی سے مارتے ہوئے دیکھ رهاہوں "

چھٹی علامت: دخان : یعنی دهواں

چٹھی علامت سے مراد ایک عظیم دهواں هے جوکه آسمان میں چھا جائے گا، اور لوگوں کوڈھانپ کر اپنی لپیٹ میں لے گا، قرآن عظیم فرماتے هیں:

(c) ketabton.com: The Digital Library

"فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ " (سورة الدخان" 10 -11) ترجمه: "اچها ، انتظار کرو اس دن کا جب آسمان صریح دهواں لیے هوئے آئے گا، اور وه لوگوں پر چها جائے گا ، یه درد ناک سزا هے".

اسی طرح حذیفه بن اسید سے ایک حدیث مروی هے که: "إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ" مسلم (2901) - ترجمه: " قیامت اس وقت تک نهیں آئے گی جب تک که د س نشانیاں ظاهر نه هوں ، جن میں : دجال، دهواں اور دابة الارض هے " .

ساتویں نشانی: قرآن کریم کے حروف کا زمین سے آسمان کی طرف اٹھ جانا

قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ساتویں نشانی قرآن کے حروف کا زمین سے آسمان پر اٹھنا هے، قرآن کی جو آیتیں اور سورتیں مصحفوں میں لکھی هوئی هیں، یا انسان کے سینوں میں محفوظ هیں کچھ بهی نهیں بچے گا، اس کی دلیل حذیفه ؓ کی وه حدیث هے جو نبی اکرم صلی الله علیه وسلم سے روایت کرتے هیں:" يَدْرُسُ الْإِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ حَتَّى لَا يُدْرَى مَا صِيَامٌ وَلَا صَلَاةٌ وَلَا نُسُكٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَيُسْرَى عَلَى كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقَى فِي الْأَرْضِ مِنْهُ آيَةٌ... " (سنن ابن ماجه 2 / 1344) ترجمه: "اسلام ایساهی پرانا هوجائے گاجیسے کپڑے کے نقش ونگار پرانے هوجاتے هیں، حتی که یه جاننےوالے بهی باقی نه رهیں گے که نماز، روزه، قربانی اور صدقه و زکاة کیا چیزہے ؟ اور کتاب الله ایک رات میں ایسی غائب هوجائے گی که اس کی ایک آیت بهی باقی نه ره جائے گی---".

آٹهویں علامت : سورج کا مغرب سے طلوع هونا

سورج کا مغرب سے طلوع هونے کے بارے میں قرآن مجید فرماتا هے:"يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ " (سورة الانعام : 158) ترجمه: "جس روز تمهارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نهیں لایا هوگا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائده نهیں هوگا یا اپنے ایمان (کی حالت) میں نیک عمل نهیں کئے هونگے" .

(c) ketabton.com: The Digital Library

متعدد مفسرين کی رائے هے که اس آیت میں رب تعالی کی بعض آیات سے مراد سورج کا مغرب سے نکلناهے۔

طبری اس آیت کے بارے میں مفسرین کے اقوال ذکر کرنے کے بعد کهتے هیں: "(وأولى الأقوال بالصواب في ذلك ما تظاهرت به الأخبار عن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلِّم أنه قال ذلك حين تطلع الشمس من مغربها) "(تفسیر ابن جرید: جلد 8/ 97).

ترجمه: "اس سلسلے میں سب سے اولی اور درست وه خبریں هیں جو رسول الله صلی الله علیه وسلم سے سورج کے مغرب سے طلوع هونے کے بارے میں هیں" ۔

شیخین ابوهریره رضی الله عنه سے روایت کرتے هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطلُعَ الشَّمسُ مِن مَغرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَت فَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجمَعُونَ فَذٰلِكَ حِينَ لَا يَنفَعُ نَفسًا إِيمَانُهَا لَم تَكُن آمَنَت مِن قَبلُ أَو كَسَبَت فِي إِيمَانِهَا خَيرًا" بخاري (4636)، و مسلم (157). ترجمه: "قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک که سورج مغرب سے طلوع نه هو، جب لوگ اسے دیکھیں گے سب کے سب ایمان لے آئیں گے، اس وقت جو پہلے ایمان نہیں لایا تها یا ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہیں کمائی تھی ہے تو اس کا ایمان اس کو کوئی فائده نہیں دے گا "۔

نویں نشانی : زمین سے دابة الارض کا ظهور

وه ایک عظیم مخلوق هے، جس کی لمبائی ساٹھ ذراع اور اس کے هاتھ ، پاؤں ، اور بال والے (جس کے جسم اور چهرے پر گھنے بال) هوں گے ، اور کهتے هیں که اس کی تخلیق بهی دوسرے جانوروں کی طرح هے، قرآن وسنت نے قیامت کے واقع هونے سے پهلے اس کی دلیل دی هے ، الله تعالی فرماتے هیں: "وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ۝٨٢ " (سوره نمل: 82) ترجمه: " اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت ان پر آپہنچے گا تو ہم ان کے لیے جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا که لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے"

ابوهریره رضی الله عنه نے رسول الله صلی الله علیه وسلم سے روایت کیا هے که آپؐ فرمایا: "ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا

(c) ketabton.com: The Digital Library

طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ" مسلم (158). ترجمه: "تین چیزیں هیں جب ان کا ظهور هوجائے گا، تو اس وقت کسی شخص کو، جو اس سے پهلے ایمان نهیں لایا تها یا اپنے ایمان کے دوران میں کوئی نیکی نه کی تهی، اس کا ایمان لانا فائده نه دے گا، (1) سورج کا مغرب سے طلوع هونا ، (2) دجال کا ظهور (3) اور دابة الارض (زمین سے ایک عجیب الخلقت کا نکلنا .

امام احمد ابو امامه رضی الله عنه سے روایت کرتے هیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "تَخْرُجُ الدَّابَّةُ فَتَسِمُ النَّاسَ عَلَى خَرَاطِيمِهِمْ ثُمَّ يَغْمُرُونَ فِيكُمْ حَتَّى يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الْبَعِيرَ فَيَقُولُ مِمَّنِ اشْتَرَيْتَهُ فَيَقُولُ اشْتَرَيْتُهُ مِنْ أَحَدِ الْمُخَطَّمِينَ" (المسند: 5 / 268) ترجمه:دابۃ الارض نکلے گا اور لوگوں کی ناک پر نشان لگائے گا ، یہاں تک کہ ان کی تعدداد اتنی بڑھ جائےگی کہ ایک شخص اونٹ خریدےگا، اس سے پوچھیں گے کہ یہ اونٹ کس سے خریدا ہے ؟ وه جواب میں کہے گا : ان نشان والوں میں سے ایک سے (جس کی ناک پر دابۃ الارض نے نشان لگایاہے) .

دسویں نشانی اور علامت: ایک بڑی آگ کا ظهور

یه آگ عدن (ایک بندرگا ه یمن میں) لگے گی، اور لوگوں کو ان کے اجتماع گاه کی طرف هانگ کہ لے جائے گی، یه قیامت کی آخری نشانی هے، اس نشانی کی دلیل حذیفه بن اسید کی حدیث جو پهلے گذرچکی هے، جو مسلم نے روایت کی هے که پیغمبر صلی الله علیه وسلم فرماتے هیں: "وَآخِرُ ذَلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ" مسلم (2901). ترجمه: " اور اس کی آخری (نشانی) آگ هوگی جو یمن سے نکلے گی لوگوں کو محشر کی جانب ہانک کہ لے جائے گی ".

حذیفهؓ کی ایک اور روایت میں آیا هے که : " وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قُعْرَةِ عَدَنٍ تَرْحَلُ النَّاسَ " ترجمه: "ایک آگ عدن کے کنویں سے ظاہر هوگی جو لوگوں کو ہانک کہ لے جائے گی".

یه سب سے بڑی نشانیاں تهیں جو قیامت کے وقوع سے پهلے ظاهر هوں گی ، جب نشانیاں آئیں گی تو الله تعالی کے حکم کے مطابق قیامت قائم هوگی، اور روایت هے که یه نشانیاں ریڑھ کی هڈی کے مهروں کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

طرح یکے بعد دیگرے آئیں گی، جب ان میں سے کوئی ایک ظاهر هوجائے تو اس کی پیچھے دوسری ظاهر هوگی .

طبرانی "اوسط" میں ابو هریره ؓ سے انهوں نے بنی کریم صلی الله علیه وسلم سے روایت کیا هے که آپ نے فرمایا:" خروج الآیات بعضها علی إثر بعض، یتتابعن کما تتابع الخرز فی النظام" (المعجم الوسیط: 5 / 148، (4283)) .

قیامت کی حتمی تاریخ پوشیده رکھنے کی حکمت

بعض مرتبہ دل میں خیال آسکتاہے که قیامت کے وقوع کا زمانه معین نه کرنے کی وجه کیا هے، اس میں کونسی حکمت پوشیده هے، جس کی تاریخ هم انسانوں کو معلوم نهیں هے، اس سوال کے جواب میں مفسرین نے کهاهے که قیامت کے آنے کی صحیح تاریخ کو چھپانا انسانی نفس کی اصلاح کے لیے ضروری هے۔

قیامت کی صحیح تاریخ پوشیده هے یه ایک اهم معامله هے که انسان کو اس کے وقوع پذیر هونے کا یقین هو، لیکن وه یه نہیں جانتا که یه قیامت کس لمحے اس پر آکر اس کو گھیر لے گی، اس طرح انسان کو اپنے انتظار میں رکھے گی۔

تفسیر "فی ظلال القرآن" کے مصنف اس بارے میں لکھتے هیں: مجهول اور نا معلوم انسان کی زندگی اور اس کی نفسیاتی ساخت میں ایک لازمی عنصر اور عامل هے، اس لیے انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ زندگی میں ان کے ایسی مجهول بھی هو که اس کے انتظار میں وه بیٹھے رهیں، اور اگر انسان کو سب کچھ مل جائے، تو اس کا یہ ہوگا که اس کی چستی ، خوش مزاجی ، جدوجهد اور کوشش رک جائے گی، تو اس کی زندگی پستی اور جمود سے دچار هوجائے گی .

جی هاں! انسان مجهولات کے پیچھے چلتے هیں، مجهولات کی وجہ سے وه محتاط رہتے هیں، اور احتیاط سے کا م لیتے ہیں، وه پر امید هوکر تجربات کرتے رہتے ہیں، اور سیکھتے هیں، اپنی طاقت اور هنر اور اپنے آس پاس کی دنیا کے رازوں کو دریافت کرتے هیں، دلوں اور احساسات کو قابو میں رکھنا ، نامعلوم اور وعده شده قیامت ان کو طغیان اور سرکشی سے بچاتی هے .

وه نهیں جانتے که قیامت کونسے دن اور کونسی تاریخ کو وقوع پذیر هوگی،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس لیے وہ مسلسل اس کے وقوع کے انتظار میں هیں، اور مستقل اس کے لیے تیار هوتے هیں، چنانچہ قیامت کا مجهول هونا ان لوگوں کے لیے مثبت نتائج لاتا هے ، جن کی فطرت سالم اور سیدهی هو، لیکن جن کی طبعیت بگڑجاتی هے ، اور خواهشات کی اطاعت کرتے هیں، و ہ غفلت اور جهالت میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اور آخر کار تباهی کے گڑھے میں جاگرتے هیں. (قیامت کا دن "تفسیر فی ضلال القرآن" جمع و اعداد احمد فائز صفحه 98)۔

قیامت کے واقع هونے کی پیشین گوئی

لوگ قیامت کے آنے کے بارے میں کثرت سے سوال کرتے هیں، اور اکثروبیشتر نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے بهی پوچهتے تهے ، تو اس سوال کا جواب رب تعالی کی طرف سے اس طرح آیاہے " يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ۰" (سورة الاحزاب: 63) ، "يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ" (النازعات: 42- 44)

رب تعالی نے یہ علم کسی مقرب فرشتے اور کسی نبی مرسل کو نهیں دیاهے، اس لیے نبی صلی الله علیه وسلم نے قیامت کے وقوع سے متعلق جبرئیل کے سوال کے جواب میں فرمایا تها: "اس مسئلے میں مسئول سائل سے زیاده باخبر نهیں هے" اس بنا پر کوئی بهی گفتگو اس معاملے میں اور هروه بات اس پر که قیامت فلاں سال وقوع پذیر هوگی، رب پر ایک قسم کا جهوٹ باندهنا هے، اور جو لوگ اس میدان میں نظریه سازی اور بحث کرنے میں مصروف هیں وه در اصل قرآنی طریقه اور پیغمبرانه کردار کی مخالفت کرتے هیں ، الله و رسول لوگوں کو ایسی چیزوں کو ترک کرنے کی هدایت کرتے هیں، خدا اور رسول انسان کو ایسے دن کے لیے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ تیار رهنے کی دعوت دیتے هیں اوربس ۔

جو لوگ اس با رے میں با ت کرتے ہیں یا اس کی متعین معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو کیا لوگ سو چتے ہیں کہ جس چیز کو رسولﷺ اور جبرائیلؑ نہیں جا ن سکے، اسے یہ لوگ جا ن جائیں گے، جو لوگ سلیم الفطرت ہیں اور خدا کی با توں کو سنتے ہیں، ان کو اس با ت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی تاریخ متعین کرنے سے دست بردار ہونا چاہیے، اور ہم بھی ان کو خیر خواہی سے مشورہ دیتے ہیں ، ہمیں اس مسئلے پر اتنی ہی بحث کرنی چاہیے جتنی نبیﷺ ،صحابہ کرام اور بزرگان دین نے کی ہے، اگر قیامت کے وقوع کی تاریخ جا ننے میں بشریت کا کوئ فائدہ اور نفع ہوتا تو یقیناً الله تعالٰی انسان کو اس سے با خبر رکھتا، لیکن الله تعالٰی نےاس علم کو انسانوں سے ان مصلحتوں کی بنا پر چھپا رکھاہے جو

(c) ketabton.com: The Digital Library

انسانوں کے لیے اللہ کے مدنظر ہیں۔

اقتدا کرنے والوں کو اپنے پیشرؤوں کی پیروی کرنی چاہیے اور ان کے حالات سے سبق سیکھنا چاہیے،

بعض اسلاف نے اس تنا ظرمیں بحث کی ہے ،اور قیامت کے وقوع ہونے کی نشانیاں بیان کی ہیں،ان کی طرف سے وقت مقررہ آچکا ہے، لیکن کوئی بھی حادثہ اب تک وقوع پذیرنہیں ہوا،ان حضرات میں علامہ طبریؒ ہیں، اللہ تعالی ان کی بخشش فرما دے، علامہ طبری نے بعض نصوص سے یہ فہم لیا کہ دنیا بعثت نبوی کے پندرہ سو سال بعد اختتام پذیر ہوگی، (مقدمہ ابن خلدون ۰۹۱۸) اور اب طبری کی آخری تاریخ کو تقریبا ایک ہزار سال گزر چکے ہیں،لیکن ابھی تک ان کی پشین گوئی پوری نہیں ہو ئی ، ان حضرات میں سے ایک علامہ سیو طی بھی ہے، وہ اپنی کتاب (الکشف) میں لکھتےہیں کہ قیامت پانچویں صدی کے شروع میں نبوت کے پہلے ہزار سال کے بعد قائم ہوگی، اور اب اس تاریخ کو بھی کئی سال گزرچکے ہیں جو انہوں نے متعین کیے تھے، لیکن قیامت قائم نہیں ہوئی، حتی کہ اس کی بہت سی نشانیاں اب تک ظاہر نہیں ہوئی ہیں، (لوامع انوار البهية :66/2)۔

سہیل نے سورتوں کے شرو ع میں تکرار کو ہٹا کر حروف مقطعات کو جمع کیا اور (ابجد) کے جملے کے حساب سے کئی سو سال پہلے سے قیامت تک کے وقت کا تعین کیا (مقدمہ ابن خلدون:۰۹۱)۔

بنی آدم میں بہت سے لوگوں نے اس معا ملے پر تبصرہ کیا ہے اور بغیر دلیل کے غلط راہ پر چل پڑے، یہ تمام نظریات تخمینے اور اندازے ہیں اور ان میں کوئی صداقت نہیں ہے، اس با رے میں میرے پاس آخری اطلاع یہ ہے کہ ڈاکٹر بهائي نامی ایک شخص نے سورتوں کے شرو ع سے ریاضی کے اعداد دو شمار جو حروف مقطعات سے لیے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ :قیامت سال (۱۸۱۰) ہجری میں واقع ہو گی ، لیکن اس نظریہ کے بے بنیاد ہونے کے لیے میں یہ ضرور کہوں گا کہ اندازے اور وقت مقرر کرنے کی غلطیاں ثابت ہوچکی ہیں، ان سب نے یہی رویہ اختیار کیا تھا ، ان میں صرف نشانی اور معین مدت کے بیان میں اختلاف ہے، اس لیے جو بھی حساب غلط معیار کی بنیاد پر ہوگا،وہ بالاآخر غلط نکلے گا ۔

علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے قیامت کی تاریخ پر تبصرہ کرنے والوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ تمام لوگ جنہوں نے قیامت کی تاریخ کے بارے

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں بات کی وہ اس شخص کی طرح ہیں جس نے (الدر المنظم فی معرفة الاعظم)نا می کتاب لکھی اور دس دلائل بیان کرتے ہوئے قیامت قائم ہونے کی درست تا ر یخ کی طرف اشارہ کیا ہے، یا جنہوں نے حرو ف مقطعات یا ابجد کی بنیاد پر بات کی ہے یا جس نے (عنقاءمغرب) کی بارے میں لب کشائی کی ہے ، یہ سب اگرچہ اپنے پیروکاروں کے نزدیک قدر اور اعتبار رکھتے ہیں، لیکن ان میں سے اکثرغلط اور جھوٹے ہیں ، اور متعدد دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انہوں نے بغیر دلیل کی با ت کی ہے اور کرتے ہیں، اگرچہ وہ کشف، اسرار و رموز کی پہچان کا دعوی رکھتے ہیں، ہم نے کہا اکثر ان کے ، کیونکہ ان میں سے بعض غلطی سے اس بحث میں داخل ہو گئے تھے، دوسروں کو گمراہ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، جیسے:طبری اور سیوطی ، خدا تعالّی فرماتا ہے :" قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝٣٣" (سوره العمران:٣٣) ترجمہ: "اے نبیؑ ان سے کھو که میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ھیں وہ تو یه ھیں : بے شرمی کے کام خواہ کھلے ھوں یا چھپے اور گناہ اور حق کے خلاف زیادتی اور یہ کہ الله کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کے لیے الله نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ کہ الله کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو کہ وہ حقیقت میں اس نے فرمائی ہے کہ نہیں " ۔

یقینا قیامت کی تا ریخ جاننے کا دعوی بغیر علم کے دعوی ہے (مجموع الفتاوی ،شیخ الاسلام:342/4)

قیامت اور شب و روز کی بے برکتی کی نشانی

امام بخاری حدیث نمبر ۱۰۳۶ میں ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول الله ﷺ نے فرمایا :

"لا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ، وَحَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمُ الْمَالُ فَيَفِيضَ" ترجمہ: "قیامت اس وقت نہ آئے گی جب تک علم دین نہ اٹھ جا ئے گا، اور زلزلوں کی کثرت نہ ہو جا ئے ، اور زمانہ جلدی جلدی نہ گزرے اور فتنے فساد پھوٹ پڑیں ، اور ہرج کی کثرت ہو جا ئے، (ہرج) سے مرادقتل ہے، اور تمہارے درمیان قتل اور مال و دولت کی اتنی کثرت ہو گی کہ وہ ابل پڑے گی"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور امام احمد نمبر (١٠٢٦)میں ابو ہریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فر ما یا "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، فَتَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَيَكُونَ الشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَتَكُونَ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ، وَيَكُونَ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ، وَتَكُونَ السَّاعَةُ كَاحْتِرَاقِ السَّعَفَةِ" ترجمہ: "قیامت قائم نہ ھوگی یھاں تک کہ زمانہ کی مسافت قریب ھوجائے گی، یھاں تک کہ سال مھینے کے اور مھینہ مثل ھفتہ کے اور ھفتہ مثل دن کے اور دن ایسا ھوجائے گا جیسے کسی چیز کو آگ لگے اور جلد بھڑک کر ختم ھوجائے (یعنی: بھت جلد جلد وقت گزرے گا"۔

(اس کی اسنادصحیح مسلم کی شرط پر ہے ،البانی نے صحیح الجامع میں نمبر ٤٣٣٢ اسے صحیح کہا ہے)

مذکو رہ بالا دونوں احا دیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے زمانے کا نزدیک ہونا ہے ، علماء زمانے کی قربت کے معنی میں اختلاف رکھتے ہیں ، اور اس بارے میں بہت سارے اقوال ہیں ، ان میں سے بہترین قول یہ ہے کہ: وہ زمانے کی نزدیکی کو حسی اور معنوی نزدیکی پر لے جا تے ہیں۔

روحانی نزدیکی

رو حانی نزدیکی کا مطلب یہ ہے کہ برکت ختم ہوجائے، اور یہ آنے والے وقتوں میں واقع ہوگا ،اس قول کو قاضی عیاض نو وی اور حافظ ابن حجرنے اختیار کیا ہے ۔

امام نو ویؒ کہتے ہیں : دن کے چھوٹے ہونے کا مطلب اس میں برکت کا نہ ہو نا ہے ، مثال کے طور پر دن گذر جا تا ہے لیکن اس سے ایک گھنٹے کے مقدار کا فا ئدہ اٹھا جاتاہے۔

حا فظ کہتے ہیں : سچی با ت یہ ہے کہ اس کا مطلب ہر چیز اور یہا ں تک کہ وقت سے بھی بر کت کا ختم ہو نا ہے کہ جو قیامت کے قریب ہو نے کی نشانیوں میں سے ایک ہے، روحانی قربت سے مراد دور دراز مقامات کے درمیان رابطے کی آسانی اور ان فاصلوں کے درمیان سفر کی رفتار اور تیزی بھی ہوسکتی ہے اسے بھی زمانے کی نزدیکی کیا جاسکتاہے، یہ کہنا مبالغہ آرائی نہیں ہے کہ ما ضی میں جو فا صلے کئی مہینوں میں طے ہوتے تھے وہ اب چند گھنٹوں میں ہوجاتے ہیں ۔

شیخ بن با ز فتح الباری کی تعلیق (522/2) میں کہتے ہیں کہ : جس نزدیکی

(c) ketabton.com: The Digital Library

کا حدیث میں ذکر ہے اس سے مراد شہروں اور براعظموں کے در میان کی مسافت اور نزدیکی ہے جو ہوا ئی جہاز وں، گاڑیوں اور دیگر وہ تمام چیزیں جو اس طرح کی بنا ئی گئی ہیں ، ان کی وجہ سے کمی آئی ہے ۔

حسی نزدیکی :

حسی نزدیکی سے مراد یہ ہے کہ زمانے کا مختصر ہونا محسوس کیا جا تا ہے ، رات اور دن کے گھنٹے تیزی سے گزر جاتے ہیں ، ایسا لگتاہے کہ ان گھنٹوں کے گزرنے میں کوئی فاصلہ ہی نہیں، اس واقعے کا رونما ہونا کوئی غیر ممکن چیز نہیں ہے، اس کی تائید کے لیے دجال کے زمانے کی طرف دیکھا جا سکتا ہے کہ اس کے زمانے میں ایک دن ، سال، مہینے اور ہفتے کی طرف لمبا ہوگا، تو جس طرح دن لمبے ہوسکتے ہیں اسی طرح چھوٹے بھی ہو سکتے ہیں، کہ وہ دنیا کے نظم و نظام میں اختلاف اور دنیا کے خاتمے کی وجہ سے ہوگا ۔

حافظ"الفتح" میں ابن جمره سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا : زمانے کے نزدیک ہونے سے مراد جو حدیث میں ہے : "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَكُوْنَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ" اس کے چھوٹے ہو نے کی طرف اشارہ ہے ، اس بنا پر چھوٹے ہونے کو حسی ہونا چا ہیے ، البتہ اس سے روحانی معنی بھی لیا جا سکتا ہے، لیکن حسی میں فاصلہ مراد نہیں ہوتا، اور شاید یہ ان چیزوں میں سے ہے جو قیامت کے قریب ہونے کی علامت ہے ، لیکن روحانی نقطہ نظر سے اس سے وقت اور فاصلہ مراد ہو تا ہے،کہ دین کے علم رکھنے والے اس کو جانتے ہیں،اور دنیا والے اگر سمجھدار اور عقل مند ہیں تو وہ بھی جان لیں گے، کہ وہ پہلےکی طرح بڑے بڑے کام انجام نہیں دے سکتے ، اس کی وجہ سے وہ شک و شبہ میں پڑجا تے ہیں، لیکن اس کی وجوہات کا ا دراک نہیں کر سکتے ، شاید اس کی وجہ ایمان کا ضعیف ہونا ہے کہ یہ حد سے زیادہ خلاف شرع کا م کرتے ہیں ، اور اس سے سخت تر اور بد تر وہ خوراک اور کھانےہیں کہ جن کے حرام ہونے میں کوئی شک و تر دد نہیں ہو تا ، اور اکثر لوگ اس کے حلال یا حرام ہونے کی پرواہ نہیں کرتے ، بلکہ اپنی تمام تر کوششیں کو اسے حاصل کرنے کے لیے بروئے کار لاتے ہیں ، اور اپنی عقل سے کام نہیں لیتے، اس بحث کا نتیجہ اور ما حصل یہ ہے کہ زما نہ ، رزق و روزی، اور خوراک میں برکت مظبوط ایمان، خدا کے احکا م کی پیروی اور اس کے نو اہی سے دوری اختیار کرنے میں ہے ، اس دعوی کی دلیل الله تعالی کا فرمان ہے :"وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ"

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمہ: "اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقوی اختیا ر کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے" .

سیوطی نے الحاوی للفتاوی میں(۱/۴۳) مذکورہ حدیث کے معنی میں کہا ہے کہ:" کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد حسی صورت میں چھوٹا ہونا ہے،یعنی: رات اور دن کے اوقات قیامت کے قریب مختصر کر دیےجائیں گے،اور روحانی طور پر بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب ہے وقت کا تیزی سے گزرنا اور ہر چیز سے برکت کا ختم ہونا ، حتی کے زمانے سے بھی برکت ختم ہوجائے گی..اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں ، واللہ اعلم.

ان تینوں اقوال میں: برکت کا ختم ہونا، رابطے کی سہولت او رحسی صورت میں قریب ہونا، کوئی تعارض نہیں هے، اور یه که حدیث ان سب کی طرف اشاره کرتی هے اس پر بھی کوئی مانع نہیں هے .

ایک قول یہ بھی ہے کہ: خطابی نے کہا هے که: اس سے مراد زندگی سے لطف اندوز هوناهے ، حافظ نے اس سے نقل کیا هے که وه کهتاهے: وه چاهتاهے که اس سے مهدی ؒکا خروج مراد هے – واللہ اعلم- جب زمین پر حق ظاهر هوگا، انصاف کا بول بالا هوگا، اور لوگ زندگی سے لطف اندوز هوں گے، مگر اس کی مدت مختصر هوگی ، لوگوں کی خوشی کے دن تهوڑے عرصے میں گذرجاتے هیں، اوراگر یه لمبا عرصه تک رهے ہیں تو ناگوار هوجاتے هیں، نتیجتًا اس کی مدت کم هوتی هے، پھر حافظ کهتے هیں که : میں کهتاهوں که خطابی نے جو کچھ ذکر کیا اس میں وه تأویل کی طرف گئے هے، کیونکه زمانے میں نقصان نهیں هوگا، ورنه حدیث کی ضمانت دینے والا اسے همارے زمانے میں وجود میں لاتا، نتیجتًا هم اس حدیث سے وقت کی کمی کے بجائے ، دنوں کا تیزی سے گذرنا سمجھتے ہیں، کیونکه همار ا زمانه ماقبل کے زمانے سے کوئی فرق نهیں رکھتا، اس حدیث سے مرادیہ نہیں ہے زندگی سے لطف اٹھایا جائے گا، بلکہ درست یه هے که زندگی سے برکات کا ختم هوجائیں گے، ابن بطال کهتاهے: اس سے مراد عبادت کی کمی کی وجه سے لوگوں کی عمروں کا نزدیک هوناهے، یهاں تک که گناهوں او رفسق وفجور کے غلبه کی وجه سے اور فاسد انسانوں کے بکثرت ظاهر هونے کی وجه سے کوئی بھی نهیں هوگا که امر بالمعروف اور نهی عن المنکر کا فریضه انجادم دے . (ملاحظه فرمائیں: فتح الباری : 13/ 21) شرح حدیث رقم : 7061) (إتحاف الجماعة للتويجري (1/497)،

(السنن الواردة فى الفتن وغوائلها والساعة وأشراطها) لأبي عمرو عثمان الداني, تحقيق د/رضاء الله

(c) ketabton.com: The Digital Library

المبارکفوری.(أشراط الساعة)للوابل (صفحه 120)

يه تأويل حديث کی ظاهر کے خلاف هے، اور يه جمله بنی صلی الله وعليه وسلم کی دوسری حديث کی روشنی ميں رد کياجاتاهے، " السَّاعَةُ حَتَّى يتَقَارَبَ الزَّمَانُ،فَتَكُونَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ..الخ"الخ اس کی ظاهر سے يه مفهوم هوتاهے که اس سے مراد زمانے کا نزديک هونا هے نه که لوگو ں کی عمر کا.

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبی الكريم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة التكاثُر

سورة التکاثر مکہ میں نازل ہوئی ہے

وجہ تسمیہ :

سوره :تکاثر : اس لیے نام رکھا گیا کہ ہمارے عظیم پروردگار نے اس سورت کے شروع میں فرمایا ہے: "اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ": کثرت مال و اولاد اور یاروں ، خدمت گاروں پر فخر نے تمہیں غافل کردیا، تو ہم کہیں گے اس سورة کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے " اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" یہ سورت: تکا ثر: کے نام سےمشہور ہوئی، اس سورت کا آغاز ملامت اور سرزنش سے ہوتا ہے ، اس میں بہت سی آیات دنیا میں مصروف لوگوں کی تنبیہ کے لیے ہیں۔

سورة التکاثر کے سوره القارعہ سے ربط و مناسبت

سوره قارعہ میں قیامت کے دن کی بعض سختیوں اور نیکیوں کے مکافات اور بد کاروں کے عذاب کے بارے میں بتایا گیا ہے، اور تکاثر میں جہنمیوں کے عذاب میں گرفتاری کی حالت زار کی وجہ بیان کی گئی ہے، کہ دنیوی مال و دولت، اولاد ، لشکر ، نوکروں اور ہمنشینوں سے لگاؤ اور محبت ، اور گناہوں میں آلودہ ہونے کی وجہ سے الله تعالی کے دین سے غافل ہوگئے ۔

سورة التکاثر کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد

سوره تکاثر سوره کوثر کے بعد نازل ہوئی ہے، اس سورت کا ایک (1) رکوع ، آٹھ (8) آیتیں ، اڑسٹھ (68) الفاظ، ایک سو تییس (123) حروف اور انہتر (69) نقطے ہیں ۔

(قرآن کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراءمختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے تفسیر احمد سورة الطور ملاحظہ کریں)۔

سورة التکاثر کے نزول کا وقت

ابو حیان اور شوکانی فرماتے ہیں یہ سوره تمام مفسرین کے نزدیک مکی ہے، اما م سیوطی نے بھی کہا ہے کہ مشہور ترین قول یہی ہے کہ یہ سورت مکی ہے، لیکن بعض ایسی روایات بھی ہیں جن کی بنا پر اس سورت کو مدنی کہا

(c) ketabton.com: The Digital Library

گیا ہے وہ روایتیں یہ ہیں ؛ ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت نقل کی ہے کہ یہ سورت دو قبیلوں بنی حارثہ اور بنی الحارث الحر انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ دونوں قبیلے پہلے اپنے زندہ لوگوں کو گن کر ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے ، پھر قبرستان میں جاکر اپنے مردوں کو شمار کرکے ایک دوسرے پر فخر اور ناز کرنے لگے، اس کے بعد اللہ تعالی کا یہ ارشاد نازل ہوا، "اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" لیکن اگر صحابہ اور تابعین کا طریقہ کار اس کے شان نزول کے بیان کے بارے میں دیکھا جائے تو شاید کہ یہ سورہ "تکاثر " اس وقت نازل ہوئی ہو ، بلکہ اس مفہوم کااس پر بھی اطلاق ہوتا ہے جو ان دو قبیلوں نے کیا تھا۔

امام بخاریؒ اور ابن جریر نے ابی بن کعب کی اس روایت کو نقل کیا ہے کہ ہم بنی آدم کے اس فرمان کو کہ " لو كان لابن آدم واديان من مال لابتغى واديا ثالثا ولا يملأ جوف ابن آدم إلا التراب" ترجمہ:" اگر اولاد آدم کے پاس مال و دولت سے بھری دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا ، اور بنی آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کچھ نہیں بھر سکتا" ، ہم اسے قرآن سمجھتے تھے کہ " اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" نازل ہوئی، اس روایت کو اس کے مدنی ہونے کی دلیل اس لیے قرار دیتے ہیں کہ ابی بن کعب مدینہ میں مسلمان ہوئے تھے، لیکن ابی کے اس بیان سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ صحابہ کرام کسی معنی کے بنیاد پر اسے قرآن سے سمجھتے تھے ، اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ اس روایت کو قرآن کی آیت سمجھتے تھے تو یہ بات قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کرام کی اکثریت ایسی تھی وہ کہ قرآن کریم کے ایک ایک حرف اور لفظ سے واقف تھے، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہوجائیں کہ یہ حدیث قرآن سے مأخوذ ہے تو اس روایت کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مدینہ میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا ، انہو ں نے پہلی بار یہ سورہ آپ ؐ کی زبان مبارک سے سنی، ان کا خیال تھا کہ یہ نئی نازل شدہ سورت ہے، اور پھر انہوں نے گمان کیا کہ رسول اللہ ؐ کی مذکورہ بالا حدیث اس سورہ سے لی گئی ہے ۔

ابن جریر ، ترمذی، ابن المنذر اور دوسرے محدثین اس قول کو علی بن ابی طالبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم عذاب قبر کے بارے میں شک اور تردید میں تھے کہ "اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" نازل ہوئی ، اس روایت کو اس سورت کے مدنی ہونے کی دلیل اس لیے کہتے ہیں کہ عذاب قبر کے بارے میں مدینہ میں بات ک گئی تھی، مکہ میں اس کا ذکر نہیں ہوا تھا، لیکن یہ مطلب غلط ہے، مکی

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورتوں میں بہت سارے مقامات پر اتنی صراحت کے ساتھ عذاب پر بات کی گئی ہے کہ جس میں شک و تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی، مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:سورہ انعام آیت 93 ، سورہ نحل، آیت28، سورہ مؤمنون آیات: 99-100، غافرآیات: 45-46 ، یہ تمام سورتیں مکی ہیں، اس لحاظ سے اگر حضرت علیؓ کی روایت سے صرف یہ ثابت ہوجاتاہے کہ سورہ : تکاثر: مذکورہ مکی سورتوں سے پہلے نازل ہوئی ہے، اور اس کے نزول نے صحابہ کرامؓ میں عذاب قبر کے بارے میں شک و تردد کا خاتمہ کردیا تھا ۔

ان سب روایا ت کے باجود مفسرین کی بڑی اکثریت اس کے مکی ہونے پر متفق ہے، ہمارے نزدیک یہ سورہ نہ صرف مکی ہے، بلکہ اس کی مفہوم اور لحن بیان ایسا ہے کہ گویا یہ سورہ مکی دور کی ابتدائی نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے، (از تفہیم القرآن)

سوره تکاثر کا محور

سوره تکاثر کا موضوع دنیا پرستی اور دنیا پرستوں کا برا انجام ہے، اور یہ انسانوں کا زیادہ طلب کرنا اور مانگنا موت کے لمحے تک جاری رہتا ہے ، سورت کا نام تکاثر باب تفاعل سے ہے ، زیادہ طلب کرنے کا معنی دیتا ہے کثرت سے مانگنا اور ضرورت سے زیادہ مانگنا ، کیونکہ تکاثر، کثرت کے ماده سے لیا گیا ہے ، اور کثرت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے ، پہلا معنی یہ ہے کہ انسان کی تخلیق ایسی کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ کمانے اور مال و دولت میں اضافہ کے لیے کوشش کرتا ہے، چونکہ باب تفاعل سے ہے اس لیے کسی کام کے کرنے میں دو یا چند افراد کی شراکت کا معنی دیتا ہے ، تیسرا معنی فخر کرنا ہے کہ اس کی رو سے مال و دولت کثرت سے حاصل ہونے میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں، خاص کر اشرافیہ کے خاندان اور خصوصا خواتین، قرآن کی یہ تعبیر سوره حدید کی آیت" 20"، میں دلچسپ انداز میں بیان ہوئی ہے، جہاں ارشاد ہے"اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۝ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۝ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۝ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰، ترجمہ : "جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (وآرایش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستایش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے، پھر وہ خوب

(c) ketabton.com: The Digital Library

زور پر آتی ہے پھر(اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتاہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہوجاتی ہے، اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذاب شدید اور (مؤمنوں کیلئے) خدا کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے "۔

سورہ تکاثر کی فضیلت

جناب رسول اللہؐ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا : کیا تم میں کوئی ہے جو دن میں ایک ہزار آیت قرآن کریم کی تلاوت کرے ، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کوئی یہ کرسکتا ہے کہ ہر روز ایک ہزار آیات پڑھ لے، آپؐ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی سورہ "اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ " نہیں پڑھ سکتا؟ مطلب یہ ہے کہ سورہ "التکاثر" کا ہر روز پڑھنا ایک ہزار آیت پڑھنے کے برابر ہے ، (مظہری بحوالہ حاکم اور بیہقی عن ابن عمر)

سورت کے بارے میں مختصر وضاحت

اللہ تعالی اپنے کرم اور مہربانی سے انسان کو اپنی بندگی کی طرف دعوت دینے کی ابتدا اسے خواب غفلت سے جگانے سے کرتا ہے، اور اس سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے کہ : اے انسان ! ایسا ہرگز مت سوچنا کہ موجودہ حالت اور اس دنیا کی زندگی جس کے تم عادی ہو گئے ہو ہمیشہ کے لیے باقی رہے گی، اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اے انسان! جان لو کہ اچانک ایک ایسی تبدیلی آئے گی کہ مکمل دنیا کو نا بود کردے گی، یہ بات قابل ذکر ہے کہ انسان کو جس چیز کی عادت پڑجاتی ہے تو وہ یہ تصور کرتا ہے کہ اس سے کبھی الگ نہیں ہوگا، اور وہ چیز کبھی ختم نہیں ہوگی ، وہ انسان جو اپنے مال و دولت ، نعمت اور اسباب و وسائل پرخوش ہو جاتا ہے ، اور ان کا عادی ہوجاتاہے، تو وہ رفتہ رفتہ یہ بھول جا تا ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ہر چیز جو اس کے پاس ہے سب کے سب فنا ہو کر ختم ہوجائے گی۔

یہاں اسے خواب غفلت سے بیدار ہونا چائیے اور ہوش میں آنا چاہیے کہ یہ تصور اور خیال درست نہیں ہے ، یہ حالت اور زندگی ایک دن ختم ہوگی، یہ دنیا ایک دم بدل جائے گی، ایک اور حالت اور دوسری دنیا وجود میں آئے گی کہ اس دنیا سے مشابہ بالکل بھی نہیں ہوگی، اس معاملے میں قرآن کریم کی بہت سی آیات اس تبدیلی اور تغیر کی طرف اشارہ کرتی ہیں ، ایسی حالت کہ اس میں انسان مرنے کے بعد زندہ ہو گا، اور دوسری حالت کے وجود میں آنے کے بعد اللہ تعالی کی عدالت میں حاضر ہوگا تا کہ اس پر مقدمہ چلا یا جائے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مثال کے طور پر سورہ " تکاثر " میں ان لوگوں کو مخاطب کیاگیاہے، جو قیامت کے دن اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے غافل رہتے ہیں، اور بھول جاتے ہیں کہ یہ نعمتیں اللہ کی پہچان اور اس کے راستے کے انتخاب کا وسیلہ ہیں ، اور یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ جس دن رب تعالی کے حضور میں حاضر کیے جائیں گے، اور ان سے پو چھا جائے گا کہ: اللہ تعالی کی نعمتوں اور وسائل سے کیسے استفادہ کیا ؟ : ان سے اس طرح خطاب کرکے فرما تا ہے "اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُۙ۝۱ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ" اے عقلمند انسانو! اے وہ لوگو! جو دنیا کا مقام و مرتبہ حاصل کرنے میں مشغول اور سرگرم عمل ہو، اور اس راستے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہو، اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو بھول گئے ہو ، کیا تم نہیں جانتے ، یا تم بھول گئے ہو کہ جس کے پاس جتنی نعمتیں اور مال و اسباب زیادہ ہوں اس پر ذمہ داری بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی ؟ مقام و مرتبہ اور دولت و ثروت کے پیچھے ایسے لگے ہو کہ تمہاری جو اصل ذمہ داری ہے اور جو انجام تمہارے انتظار میں ہے اس سے غافل ہوگئے ہو، اور اسی طرح تم اس حالت میں ہو کہ موت تمہیں پکڑلے، تم لوگ ہوش میں نہیں آتے اور خواب سے جاگتے نہیں ہو، یہاں تک کہ تم اپنی قبروں کو دیکھو گے (یعنی موت آئے اور ابدی جہاں میں پہنچ جاؤ)

اے غافل انسانو! اے وہ لوگو کہ تمہاری ساری سوچ اور فکر زیادہ مال و دلت جمع کرنا اور بلند مقام و مرتبہ حاصل کرنا ہے، کیوں تم اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو بھول گئے ہو، اس طرح کی زندگی گزار رہے ہو، اس وقت تک ہوش میں نہیں آؤگے جب تک ابدی جگہ نہ پہنچو، اے غافل انسانو! " كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَؕ۝۴ اللہ تعالی اس خطاب سے ان کی سرزنش اور ملامت کرتا ہے اور فرماتا ہے: نہیں ، نہیں ایسا کام نہ کرو ، بس کرو، یہ کام نہ کرو، غفلت بہت ہوگئی اب بس کرو، خودکو مال کے جمع کرنے میں مشغول نہ رکھو، اور تمہاری کوشش اور تحرک مال و دولت اور مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے مقابلہ کے لیے نہ ہو، کیونکہ زیادہ دیر نہیں ہوگی کہ حقیقت جان جاؤ گے، اور ضرور جان لو گے کہ کیا خبر ہے اور کیا ہوگا ۔

"کلا" نہیں، نہیں، خواب غفلت سے بیدار ہوجاؤ اور اس مقابلہ سے ہاتھ کھینچ لو، "لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ۝۵" اگر تم جان لیتے کہ کیا انجام آگے آنے والا ہے، تو کبھی یہ کام نہ کرتے، کیوں غافل ہو؟ کیوں یہ نہیں سوچتے ہو کہ ایک دن

(c) ketabton.com: The Digital Library

آئے گا کہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا ، کیوں ہوش میں نہیں آتے اور ہمیشہ دنیا کا مال جمع کرنے کی فکر میں ہو، لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝٦ الله کی قسم اس جلانے والی شعلوں والی ، آگ کو ضرور دیکھوگے ، پہلے تو اسے دور سے دیکھوگے ، اس کے بعد: ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝٧ اس سے اتنے قریب ہو جاؤ گے کہ ایک طرح سے اس کا مشاہدہ کرو گے، کہ اس میں شک و تردد کی کوئی گنجائش بھی نہیں رہے گی ، یقینی آنکھ کے ساتھ اسے دیکھو گے، اور واضح طور پر جان لوگے کہ یہ آگ جہنم کی آگ ہے اور تم لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے ، کہ اس سے کوئی راہ نجات اور چارہ نہیں ہے، یہ جان لو کہ اس دن ان تمام نعمتوں کے بارے میں جو تمہیں دی گئی ہیں پوچھا جائے گا، ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝٨ اس دن تم سے ان تمام نعمتوں اور سہولتوں کے بارے میں پوچھاجائےگا جو تم کو فراہم کی گئی ہیں : تم سے پوچھا جائے گا ، کہ تم نے ان نعمتوں کو کیسے استعمال کیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة التكاثر

اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ۱ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ۲ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۳ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۴ كَلَّا لَوۡ
تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ۵ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۙ۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ۙ۷ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ
النَّعِيۡمِ ۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مہربان نہایت رحم والاھے
اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ۱	تمہیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کردیا
حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ۲	یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے
كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۳	ہر گز نہیں، تم عنقریب جان لو گے
ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۴	پھر ہر گز نہیں، عنقریب جان لو گے
كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ۵	ہر گز نہیں! اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا)
لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۙ۶	کہ یقینا تم ضرور جہنم کو دیکھو گے
ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ۙ۷	پھر یقینا تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے
ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ۸	تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤگے

محترم قارئین: اس سورت کی آیات مبارکہ میں: دنیا کے مال و دولت پر فخر، اور انسان کے کردار سے متعلق سوال، جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ۱	تمہیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کردیا

یعنی: مال و اولاد زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے تمہیں خدا تعالی کی اطاعت، اور آخرت کے لیے عمل کرنے سے غافل کردیا ، اور اسیر بنا لیا

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے، ابن عباس اور حسن بصری آیت : " اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ " کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ " تکاثر " کثرت سے مشتق ہے ، اور مال و دولت جمع کرنے کا معنی دیتا ہے، اور دوسری روایت میں ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسو ل اللہ ﷺ نے " اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ " پڑھی اور فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ کسی غلط طریقے سے مال کمایا جائے، اور اللہ تعالی کی طرف سے جو فرائض مال میں رکھے گئے ہیں انہیں ادا نہ کیا جائے، (تفسیر قرطبی)

" التکاثر" تفاخر ، اور دنیاوی نعمتوں کی فراوانی پر فخر کرنا،

1 - دنیاوی معاملات میں لالچ اور زیادہ طلب کرنا اپنے لیے خرچ کیے بغیر .

2 - دو گروہ یا دو افراد کا آپس میں مقابلہ اور ضد.

3 - نسب، اور قبیلے پر زبان سے شیخی مارنا، تفاخر کرنا.

رب تعالی کا یہ خطاب ان لوگوں کے لیے ہے جو دوسروں پر فخر کرنے اور شیخیاں مارنے کے لیے مال و دولت اور جائیدادیں کثرت کے ساتھ جمع کرنے میں مصروف ہیں ، ایسے کام انسان کو اللہ تعالی کی بندگی اور اطاعت سے روک دیتے ہیں، یہ لوگ اسی تکاثر و تفاخر میں مشغول ہوں گے کہ موت ان پر آجائے گی، ح الانکہ مقابلہ عمل صالح اور ایمان میں ہونا چاہیے، یہ مقابلہ آخرت کی ابدی نعمتوں کے لیے ہونا چاہیے، نہ کہ عارضی اور وقتی کاموں میں، "الھاکم" لفظ " الھاکم" لَهُوٌ سے لیا گیا ہے جو کہ حقیقت میں غفلت کا معنی دیتا ہے، لیکن عربی زبان میں اس لفظ کا اطلاق ہر اس مصروفیت کے لیے ہوتا ہے کہ انسان کی دلچسپی اس میں اتنی زیادہ ہو کہ وہ تمام تر وجود کے ساتھ اس میں منہمک ہوجائے اور دوسری اہم چیزوں سے غافل ہو جائے، جب لفظ "الھاکم" اس اصل سے استعمال ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر لَهُوٌ اس قدر قابض ہوگیا ہے کہ تم اس سے زیادہ اہم کاموں کے بارے میں نہیں سوچتے ، تم اس کی طرف متوجہ ہو کر ہمیشہ اس کے بارےسوچتے رہتے ہو، اصفهانی " لَهُوٌ " کے بارے میں لکھتے ہیں : " لَهُوٌ " وہ ہے جو انسان کو فائدے والے اہم کام سے مصروف رکھے، "الھا" مصروف اور مشغول کرنے کے معنی میں ہے، " التکاثر " تکاثر بھی کثرت سے ماخوذ ہے، اس کے تین معنی ہیں : ایک یہ ہے کہ آدمی بہت ذیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، دوسرا یہ کہ لوگ ایک دوسرے سے ذیادہ کمانے، جمع کرنے

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں، تیسرا یہ کہ لوگ اس بنا پر کہ دوسروں سے زیادہ اور کثرت سے مال رکھتے ہیں فخر کرنے لگیں، شیخی مارنے لگے، تو پھر " اَلۡھٰىكُمُ التَّكَاثُرُ " کا معنی یہ ہے کہ اس تکاثر نے تمہیں اتنا زیادہ مشغول کردیا ہے کہ اس سے تمہاری دلچسپی اور لگاؤ نے اس سے زیادہ اہم چیزوں سے تمہیں غافل کردیا ہے، (تفہیم القرآن)

حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾	یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے

اپنے مردوں کی قبریں گننے لگے اور فخر کرنے لگے، زیادہ ہونے کے فخر نے اور ایک دوسرے پر کثرت میں مقابلہ اور ضد نے تمہیں اللہ تعالی کی اطاعت اور آخرت کے لیے عمل سے غافل کرکے اسیر بنالیا ہے "یہاں تک کہ تم قبرستان تک پہنچ گئے" یعنی: کثرت کی طلب او ر فخر و مباہات کو اس حد تک تم نے آگے بڑھایا کہ تمہیں موت نے آلیا، اور اس حالت میں قبروں میں دفن ہوگئے، یا یہاں تک تم لوگو نے اسے آگے بڑھایا کہ اپنی کثرت دکھانے کیلئے قبرستان تک گئے ، اور مردوں کو شمار کرنے لگے، حدیث شریف میں ہے کہ : "یھرم ابن آدم، ویبقی معه اثنتان: الحرص والأمل"ترجمہ: " آدمی بوڑھا ہوجاتا ہے، لیکن دو چیزیں اس کے ساتھ باقی رہتی ہیں،ایک لالچ اور دوسری اس کی لمبی آرزوئیں" اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ : قبروں کی زیارت سنگدل لوگوں کے لیے شفا، بخش علاج میں سے ہے،کیونکہ یہ زیارت آخرت اور موت کو یاد دلانے والی ہے، اس لحاظ سے علماء مردوں کے لیے زیارت قبور پر اتفاق رکھتے ہیں، لیکن عورتوں کے لیے اس کے جواز میں اختلاف ہے، جوان عورتوں کا وہاں جانا حرام اور اڈھیر عمر عورتوں کے لیے مباح ہے، اگر عورتیں مردوں سے الگ قبروں کی زیارت کے لیے جائیں تو ان سب کے لیے جائز ہے، اگر مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر جانے میں فتنے کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں ہے -

كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾	ہر گز نہیں، تم عنقریب جان لو گے

غفلت اور دنیا پر فخر کرنے انجام جان لوگے، یہ سرزنش ہے انسانوں کے لیے ان کی کثرت طلبی پر، یعنی: اے انسانو! باز رہو اس چیز میں مشغول ہونے سے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس سے دوری اختیار کرو کیونکہ مستبقل میں اللہ کی بارگاہ میں آخر کار تمہیں اپنی جہالت اور عبادت میں کمی او ر عارضی دنیا میں مصروف ہوکر اپنے اور مستحکم گھر کو نظر انداز کرنے کا پتہ چل جائےگا ، یعنی بہت جلد تم پر واضح ہوجائے گا کہ آخرت اس جلد فنا ہونے والی دنیا سے بہتر اور باقی رہنے والی ہے -

(c) ketabton.com: The Digital Library

"کلا ": "ہاں، ایسا کام نہیں کرنا چاہیے تھا، اس فخرو مباہات کو چھوڑو "، " سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ " جب قبر میں داخل ہو گے، اس وقت تم اس تکاثر اور تفاخر کی غلطی جان جاؤگے ، یعنی : اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ ترقی، خوشی اور کامیابی کا مفہوم ہے دنیا کے زیادہ سے زیادہ اسباب اور سہولتیں حاصل کرنا، حالانکہ کامیابی ہر گز یہ نہیں ہے ، بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائےگا، اور جان لو گے کہ تم زندگی بھر کیا غلطی کرتے ر ہے ہو -

ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَؕ۝۴	پھر ہر گز نہیں، عنقریب جان لو گے

پھر ایسا نہیں ہے، بہت جلد جان جاؤ گے، یہ تکرار تاکید اور تشدید کے لیے ہے، اور ایک سرزنش کے بعد دوسری سرزنش ہے، یعنی بہت جلد ہی اس دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے میں تمہاری غلطی تم پر ظاہر ہوجائے گی ، اور دنیا میں مصروف رہنے اور اطاعت الہی سے منہ موڑنے کی برائی تم پر واضح ہوجائے گی، یعنی جب موت تم کو اپنے آغوش میں لے لیگی اور تم قبر میں دفن ہوجاؤگی اور اس کی دہشت اور سختی کا مشاہدہ کرلوگے، تو دولت کی فراوانی پر گھمنڈ کرنے کا انجام جان لوگے ، ابن عباسؓ فرما تے ہیں : "كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ " یعنی : جب آخرت میں عذاب سے دوچار ہوجاؤگے تو جان لو گے کہ اصل حقیقت کیاہے - تفسیر قرطبی: (20/176)-

"کلا " "حقا " سرزنش کو منحرف خیالات اور طرز عمل کے خلاف دوہرایا جانا چاہیے، (کلا ، ثم کلا ، کلا) علما کے قول کے مطابق آیات کی تکرار قرآن میں دو دلیل کے بنا پرہوتی ہے:

1 - اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ ایسا نہ کرو ، اور دنیا میں مشغول نہ ہوجاؤ (اپنا خیال رکھو کوئی تمہارے کام نہیں آئےگا) .

2 - دو آیتوں کے دو مختلف معانی ہوں ، دوسری آیت کا معنی الگ ہو، پہلی آیت دنیا اور دوسری آیت آخرت کی طرف اشارہ کرتی ہو (کلا) پہلی آیت میں گناہوں پر سرزنش ہوگی، (سب سے پہلے دنیا میں گناہوں کے وجہ سے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے) کیونکہ گناہ کا ارتکاب کرنا خود پریشانی اور تکلیف کا باعث بنتا ہے-

"کلا" دوسری آیت خدا کے اخروی عذاب کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن اور محشر کے دن عذاب میں مبتلا کرے گا، اور محشر

(c) ketabton.com: The Digital Library

پر اس کی وجہ سے، سورج کی تپش، جہنم کا خوف اور پل صراط پر کانٹے اور جہنم کی آگ سے عذاب دے گا۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝٥	ہر گز نہیں! اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا)

یعنی : اگر تمہیں یقینی علم ہوتا، جیسا کہ دنیا کی قطعی اور یقینی چیزوں کا تمہیں علم ہے کہ کیا انجام تمہارے انتظار میں ہے، اور کس ٹھکانے پر جاؤگے ، تو یقینا یہ علم تمہیں کثرت طلبی اور فخر کرنے سے باز رکھتا، اور دنیا کی طلب کبھی تمہیں اس عظیم کا م سے غافل نہ کرتی ۔

جواب (لو) آیت مبارکہ میں محذوف ہے ، اس وجہ سے کہ زیادہ خوف پیدا ہو ، یعنی اگر تمہیں معلوم ہوتا تو دنیا کی عزت و تکبر تمہیں دھوکہ نہیں دیتی اور آخرت کی پریشانی اور دہشت سے تم غافل نہیں ہوتے، جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا: "اگر تم جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے (یہ بخاری کی روایت کردہ حدیث کا حصہ ہے)، (از تفسیر صفوہ التفاسیر)۔

التسہیل میں ہے کہ : جواب (لو) محذوف ہے اور اس کی تقدیری عبارت یوں ہے : اگر تم جانتے ہوتے، تو بس کرتے ، اور آخرت کے لیے تیاری کرتے، (لو) کا جواب ڈر اور خوف ایجاد کرنے کے لیے محذوف رکھا گیا، تاکہ سننے والا اس کی تعریف کرے جسے وہ بڑا سمجھتا ہے، جیسے آیت : " وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ " (التسهيل: 416/4)۔

" علم الیقین " یعنی : یقینی طور پر ہوگا۔

" لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ" (اگر تم یقینی طور پر اپنی دولت کی فراوانی پر شیخی مارنے اور گھمنڈ کرنے کا انجام جانتے) مگر تمہیں تو ادنی سا علم بھی نہیں ہے ، یعنی : یقینی علم نہیں رکھتے ہو ، اگر علم الیقین بھی ہوتا تو تمہیں کافی ہوتا۔

یقینی علم وہ ہے جو حقیقت کے مطابق یقین سے پیدا ہو ، یا عینی مشاہدہ سے یا کسی قطعی اور مستحکم وجہ سے وجود میں آیا ہو، جس پر عقل صحیح یا رسول اکرم ؐ سے نقل ثابت اس پر دلیل ہو ۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝٦	کہ یقینا تم ضرور جہنم کو دیکھو گے

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسر آلوسی فرماتے ہیں: یہ پوشیدہ جواب قسم ہے جس پر وعید کو مؤثر اور دھمکی کو سخت کردیا ہے ، یعنی : پرورگار کی قسم تم دوزخ کی آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے، اور صاف صاف مشاہدہ کروگے، کیا تم نے ایسا کوئی عمل انجام دیا ہے جو نجات بخش ہو اور تمہیں دوزخ کی آگ سے بچاسکے اور اس سے دور کردے؟

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِۙ‏ ○	پھر یقینا تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے

البحر میں ہے کہ : اللہ تعالی نے " عین الیقین " لا کر اس وہم کو دور کردیا ہے کہ پچھلی آیت میں جس رؤیت کا ذکر کیاگیا ہے، وہاں مجازی معنی مراد لیا ہے (البحر: 508/8) یعنی :پھر تم دوزخ کو اس رؤیت کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے جو بالکل یقینی ہے، بعبارت دیگر: یہ ان کی جہنم میں ابدی زندگی کی خبر ہے ، یعنی : ان کی یہ رؤیت مسلسل ، مستقل اور بلا تعطیل ہے، ابن کثیر فرماتے ہیں : یہ آیت پچھلی آیت میں ذکر شدہ سرزنش کی تفسیر ہے ، یعنی : "لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ" حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ : جب حضرت موسیٰ کوہ طور میں تشریف فرما تھے ، تو ان کی قوم کے لوگ بچھڑے کی پرستش کرنے لگی ، اللہ تعالی نے موسی کو وہیں پر مطلع فرمایا کہ آپ کی قوم ایسی مصیبت میں گرفتار ہوگئی ہے، اس وقت ان کو اتنا اثر نہیں ہوا تھا جتنا قوم کے پاس آنے کے بعد ان کو دیکھ کر ہوا ، بے ساختہ انہوں نے الواح تورات کو زمین پر رکھا ، (رواہ احمد و الطبرانی بسند صحیح)۔

ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ○٨	تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤگے

پھر اس دن تم سب سے ان نعمتوں کے بارے باز پر س ہوگی جو تمہارے پاس تھیں، یعنی: دنیا کی ان نعمتوں کو شمار کرنے کے مقام پر جس نےتم سے آخرت کا کام بھلادیاتھا ، پوچھے جاؤگے کہ کیا تم نے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا کہ نہیں۔

"ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ" لام تا کید ابتدا میں اور نون ثقیله آخر میں، یه اس بات کی تاکید هے که لازمی طور پر تم سے پوچھا جائے گا، "يَوۡمَئِذٍ" جس دن دوزخ کویقینی طور پر دیکھوگے، "عَنِ النَّعِيۡمِ" وہ نعمتیں جن کے تم مالک ہو اور جن سے تم لطف اندوز ہوئے، جیسے : صحت ، فراغت، راحت، کھا نا ، پینا وغیرہ، جو نعمتیں تمھیں عطا کی گئی هیں قیامت کے دن ان کے متعلق تم

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے اللہ تعالی کا حق ادا کیا ھے کہ نہیں؟ صحت مند جسم کے ساتھ اللہ تعالی کی عباد ت کی ھے، اور مال و دولت سے زکوۃ ادا کی ھے، مذکورہ بالانعمتوں کا جس نے شکر ادا کیا تو اسے نجات ملے گی، اور جس نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا تو مستحق عذاب ٹھہرے گا، ان نعمتوں کو اللہ تعالی کے دین کی خدمت اور اطاعت میں خرچ ھوناچاھیے، کیونکہ ھم سے اس بارے میں پوچھا جائے گا، اس سلسلے میں مذکور احادیث اس سوال کی عمومیت کے لیے مفید ھیں، یعنی: تمام انسان بہ شمول مؤمن اور کافر کے سب سے پوچھا جائے گا، لیکن کفار سے سرزنش کے طور پر، کیونکہ انھوں نے نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیا، اور مؤمن سے سوال کرنا یہ عزت کے لیے ہوگا، کیونکہ وہ شکر گزار تھے۔

حدیث شریف میں ھے مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور کہا: اے اللہ کے رسول! ھم سے کس نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا، جبکہ ھم تو اپنے گھروں سے بے دخل ھوئےھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سایہ بان کے سائے کا درختوں او ردیگر چیزوں کے سائے کا جو آپ لوگوں کو گرمی، سردی سے محفوظ رکھتاھے، اور گرمی کے دن ٹھندے پانی کا سوال کیا جائے گا ۔

اسی طرح حدیث شریف ہے جو کہ ابن أبی شیبه نے احمد بن لبید سے روایت کی ھے ، کہتے ہیں: "جب سورہ تکاثر نازل ھوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے تلاوت کی جب اس آیت پر پھنچے : "ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ " تو صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ! ھم سے کونسی نعمتوں کا پوچھا جائے گا، جبکہ ھمارے پاس پانی اور کھجور کے علاوہ کچھ بھی نہیں ھے، اور ھماری تلواریں ھمارے گلے میں لٹکی ھوئی ھیں، اور دشمن بھی سامنے ھیں؟ آخر وہ کونسی نعمت ھے جس کے متعلق ھم سے باز پُرس ھوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پوچھنا ایک حقیقت ھے تبدیل نہیں ھوگا" ۔

اسی طرح حدیث شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت میں آیاھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونعمتیں ایسی ھیں کہ لوگ ان سے غافل ھیں: صحت ، اور فراغت، یعنی: اکثر لوگ ان دو نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کوتاھی کرتے ھیں، اور اپنا فرض ان کے متعلق پورا

(c) ketabton.com: The Digital Library

نهیں کرتے ، بس جس کے ذمے جو حق هے اسے ادا نه کرے وه درحقیقت نقصان اٹھانے والا هے .

اسی طرح حدیث شریف میں یه روایت ابی برزه ؓ کی هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "لا تزول قدما العبد یوم القیامة حتی یسأل عن أربع: عن عمره فیم أفناه، وعن شبابه فیم أبلاه، وعن ماله من أین اکتسبه وفیم أنفقه، وعن علمه ماذا عمل به " (بندے کے قدم قیامت کے دن اس وقت تک ہل نہیں سکیں گے جب تک که اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نه کیا جائے: اس کی زندگی کے بارے میں ، اس نے وه کیسے گذاری، اس کی جوانے کے بارے میں ، که اس نے کس طرح گزاری، اس کے مال و دولت کے بارے میں ، کهاں سے حاصل کیا ؟ اور کهاں خرچ کیا ، او ر اس کے علم کے بارے میں که اس پر کیسا عمل کیا؟).

اسی طرح حدیث شریف میں مسلم اور اصحاب سنن سے مروی هے که حضرت ابوهریره ؓ نے کها: رسول الله صلی الله علیه وسلم اپنے گھر سے باهرنکلے تو حضرت ابوبکر ؓ اور عمرؓ سے ملے ، آپ نے پوچھا که : اس وقت کونسی چیز تمہیں گھروں سے باہر لے آئی ہے؟ ان دونوں نے کها: بھوک نے یا رسول الله ! رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے هاتھ میں میری جان هے ، مجھے بھی یہی چیز باهر لائی هے جو آپ دونوں کو باهر لائی هے، پھر وه دونوں آپ ؐ کے ساتھ ایک انصاری کے گھر تشریف لے گئے، وه شخص گھر پر نهیں تھا، جب اس کی بیوی نے رسول الله صلی الله علیه وسلم کو دیکھا، توکها: خوش آمدید! رسول الله صلی الله علیه وسلم نے اس سے دریافت کیا که: فلاں (تیرا شوهر) کهاں هے؟ عورت نے کها: وه همارے لیے میٹھا پانی لینے گیا هے، اسی دوران وه انصاری آدمی پهنچ گیا، بنی صلی الله علیه وسلم اور ان کے دو دوستوں کی طرف نگاه دوڑائی، اور کها: تمام تعریفیں الله کے لیے هیں: آج کسی کے پاس بھی مجھ سے زیاده معزز مهمان نهیں هیں، پھر رسول الله صلی الله علیه وسلم اور ان کے ساتھیوں کا گرم جوشی سے استقبال کیا، اور خود کھجوروں کے باغ میں گیا، اور کھجور وں کا ایک گچھا لایا جس میں پکی کچی دونوں قسم کی کھجوریں تھیں، ان کو کھجور کھانے کی دعوت دی ، پھر اس نے چھری لی، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: ایسا نه هو که کوئی دوده والا جانور ذبح کردو؟ پھر اس نے ایک دنبه ذبح کردیا، جب سب نے دنبه کا گوشت اور کھجوریں کھائیں ، میٹھا پانی بھی پی کر سیراب هوئے، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

ابوبکرؓ اور عمرؓ سے مخاطب هوکر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے هاتھ میں میری جان هے، یقیناً قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے میں پوچھے جاؤگے ۔

اسلام میں فخر

نسب پر فخر کرنا جهالت کی بات هے، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے ان کاموں سے لاتعلقی اختیار کی هے، الله کا فرمان هے : "وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ " (سوره زخرف : 32) اور هم نے بعض کو بعض پر فوقیت دی).

اُس فوقیت سے مراد دنیاوی امور هیں ، کیونکه الله تعالی فرماتاهے: "وَقَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ ۝٣١ اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا ؕ وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ۝٣٢" (سوره دزخرف: 32) ترجمه :" اور (یه بھی) کهنے لگے که یه قرآن ان دونوں بستیوں (یعنی مکه اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نهیں کیا گیا؟ کیا یه لوگ تمهارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے هیں ؟ هم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کردیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکه ایک دوسرے سے خدمت لیں اور جو کچھ یه جمع کرتے هیں تمهارے پروردگار کی رحمت اس سے کهیں بهتر هے".

ایک بنده فقیر، دوسرا دولتمند ، ایک بیمار، دوسرا صحت مند، ایک مضبوط طاقتور، دوسرا کمزور ، آیت سے مراد یه هے.

نسب پر فخر کرنا جاهلیت کے دعووں میں سے هے رسول الله صلی الله علیه وسلم نے ایسا کرنے والوں سے لاتعلقی کا اظهار کیا هے ، الله تعالی فرماتا هے: " يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ۝١٣ " (حجرات: 13)" لوگو! هم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمهاری قومیں اور قبیلے بنائے تا که ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیاده عزت والا وه هے جو زیاده پرهیزگار هے بیشک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار هے" ، قوم قبیلے بنائے کا مقصد ایک

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسرے کو پهچاننا هے نه که فخر کرنا ۔

شیخی مارنا اور گهمنڈ کرنا

اخلاقی برائیوں میں سے ایک بهت هی بُری انسانی خصلت فخر اور گهمنڈکرناهے ، فخر سے مراد یه هے که کوئی شخص دوسروں کے سامنے گهمنڈکرتاهے، اپنے اند رمحسوس هونے والے غیر حقیقی یا حقیقی کمالات کی وجه سے ، اور ان پر فخر کرتاهے، فخر تکبر کا ایک حصه هے، یا اس کی ابتدا تکبر سے هوتی هے، اس لحاظ سے جتنی آیات اور روایات تکبر کے بارے میں آئی هیں وه شیخی مارنے کو بهی شامل هیں، فخر یا شیخی مارنا جهالت اور نادانی کی جڑهے، جیسا که تکبر بهی جڑهے، اس لیے جاهل انسان نه کمالات کو پهچانتاهے، نه هی کمال کی اصل علت کو، اس وجه سے وه بعض خامیوں کو کمال سمجهتاهے، اور اپنے خیالی کمال پر فخر کرتاهے، یا اپنے اندر موجود کمالات کو اپنی تخلیق سجهتاهے ، اور وه کمال کے ماخذ و منشأ کو بهول جاتا هے، جو که خدا تعالی هے ، چنانچه یه دونوں خصوصیات جهالت کا حصه هیں ۔

حضرت علی رضی الله عنه فرماتے هیں: " لَا حُمْقَ أَعْظَمُ مِنَ الْفَخْرِ " (دوسروں پر شیخی مارنے سے بڑی حماقت کوئی نهیں) ۔

شیخی مارنے کا علاج

اخلاقی برائیوں کا علاج اور روک تهام اس وقت ممکن هے که جب ان میں مبتلا شخص اسے واقعی برائی سمجهے او رذاتی طور پر اس کے علاج کے لیے اقدامات کرے، ورنه اس مرض کا علاج معالجه ناممکن هوجائے گا، کیونکه جو لوگ اس مرض میں مبتلا هیں وه اسے اخلاق حسنه کے زمرے میں شما رکرتے هیں، اور اس نکته پر توجه نهیں کرتے که: "أکبر الفخر ألا تفخر " هے ، اسی لیے گهمنڈ سے روکنا ممکن نهیں هے ۔

اس بنا پر علمائے کرام کا کهنا هے که علاج کا پهلا مرحله یه هے که جو شخص اس مرض میں مبتلا هو اسے یه سمجهایا جائے که یه خصلت اخلاقی برائیوں میں سے هے ، اسے علاج معالجه کی کوشش کرنی چاهیے ، مرض کے علاج کا دوسرا مرحله یه هے که : اس مرض میں مبتلا شخص میں اس مرض کے عامل او رسبب کی تشخیص کی جائے ، مطلب

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ کہ جو شخص گھمنڈ کررھاھے اس کے پاس کیا ھے ، جس کی وجہ سے اس میں یہ بری صفت پیدا ھوئی ھے ؟ یا اس چیز کی وجہ سے ھے جوصرف اس میں ھے، جیسے: علم، حسن، طاقت یا دولت ھے جس پرکہ وہ گھمنڈ کرتاھے، یا جو کچھ دوسروں میں بھی ہے، جیسے: حسب و نسب اور رشتہ داروں کی نیکی و فضیلت پر شیخی مارنا، اگر پھلا ھے تو اسے سمجھا نا چاھیے کہ ان چیزوں میں سے جو اس کے اندر ھیں تو اس میں اس کا کوئی کردار نہیں ھے، جیسا کہ خدا تعالی نے جو حسن دے کر قدرت نمائی کی ھے اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ھے ، دوسری بات یہ ھے کہ حسن وجمال ایک دن گل سڑکر مٹی میں بدل جائے گا، جیسا کہ پہلے نطفہ اور گندہ پانی تھا ۔

دوسرے حصے میں ، جیسے: دولت اور طاقت ، سب سے پہلے اسے یہ معلوم ھونا چاھیے کہ وہ ایک دربان ھے ، اور اپنے وارثوں کے لیے ذخیرہ اندوزی کررہاھے، دوسرے لوگ اس کا یہ مال کھائیں گے، وہ اپنا حساب چکائے گا، یہ بات قابل فخر نہیں ھے، اور دوسری بات اسے معلوم ھوناچاھیے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالی کی قدرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ھے، فخر کم ظرفی اور تنگ نظری کی وجہ سے ہوتاھے، وہ شخص جو اپنے کم سے کم مال پر فخر کرتاھے اور دوسروں کے مہنگے مال کو نہیں دیکھتا، چنانچہ وہ جھالت میں مبتلا ھے نہیں دیکھتا کہ، اس کی صلاحیت بھی ایک معمولی چیزہے اور وہ بھی خیالی ہے مگر اس نے پھر بھی اسے اکڑ میں رکھا ھے، ایسے شخص کو اپنے حال پر افسوس ھوناچاھیے کہ او روں نے سترشھر عشق کی سیر کی ھے، لیکن ھونٹوں پر سکوت کی مھر لگا رکھی ھے، لیکن وہ کسی گلی کے موڑپر کھوگیاھے، اور اپنی منزل کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھایا، اور کوئی فضیلت بھی حاصل نہیں کرسکا، اس کی آواز انکر الاصوات ہے جو گھمنڈ کے ساتھ اونچی ھے، اور کھوکھلے ڈرم کی طرح بج رہاہے ۔

علم الیقین کیا ھے؟ اور کن لوگو ں کے لیے مخصوص ھے؟

علم الیقین کا موضوع جس کا ذکر سورۃ " تکاثر" آیت: 5 میں کیا گیاھے، " كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ" ترجمہ: ہر گز نہیں! اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا)۔

اگر علم الیقین اس طرح جان لو جیسا کہ دنیا کی قطعیات اور یقینیات کو جانتے ھوکہ کونسی قسمت تمہارا انتظار کررھی ھے اورتم کھا ں جارھے

(c) ketabton.com: The Digital Library

هو بلاشبه یه سوچ آپ کو کثرت طلبی اور فخر کرنے سے روکے گی، اور دنیا کبھی تمہیں ایسے عظیم کام سے غافل نهیں کرے گی، علم یقین ایک ایسا علم هے که جو حقیقت کے مطابق اعتقاد اور یقین سے پیدا هواهو، اور معروضی مشاهدے سے یا کسی قطعی اور مستحکم دلیل سے نکلاهو جو عقل صحیح یا رسول الله صلی الله علیه وسلم کی روایت اس پر دلالت کرے، علم یقین وه نهیں هے جو اهل تصوف کے هاں تصور هے که وه ایک مقام ومرتبه هے جسے انسان حاصل کرسکتاهے، اور پهر اس کے ذمے سے شرعی فرائض ساقط هوجاتےهیں، کیونکه وه کهتے هیں که خدا تعالی فرماتاهے: " وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ۠ ۝٩٩" (سورة الحجر:99) ترجمه : "اور اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ یهاں تک که تمهیں علم الیقین آجائے " ۔

یه در حقیقت قرآن کریم کے معنی کی تحریف هے، کیونکه وه کهتےهیں که مکلفیت صرف اس وقت تک هے جب تک آدمی علم الیقین کے درجه کو نه پهنچ جائے، لیکن جیسے هی وه اس درجه کو پهنچ جائے تو شرعی فرائض اس سے ساقط هوجاتے ہیں ، جبکہ علم الیقین کا صحیح مفهوم اس آیت میں موت هے، یعنی اس وقت تک عبادت کرو جب تک زنده هو، یه آیت اس بات کی دلیل هے که الله تعالی کی عبادت جیسے: نماز وغیره انسان پر اس وقت تک فرض هے ، جب تک اس کی عقل کام کرتی هے، لهذا مؤمن کو چاهیے که چاهے جس جسمانی کیفیت میں هو اپنی حالت کے مطابق نماز پڑهے، جیساکه حدیث شریف میں آیاهے که: "کهڑے هو کر نماز پڑهو، اور اگر نهیں کرسکتے تو بیٹه کر، اگر نهیں کرسکتے تو اپنی پهلو پر" اس لیے یه آیت تصوف کی بات کو غلط ثابت کرتی ہے جو کهتےهیں: "یقین" سے مراد اس آیت میں "معرفت" هے ؛ لهذا ان کے نزدیک معنی یه هے که اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کرو ، جب تک که تم علم اور معرفت کی حد کو نہ پهنچ جاؤ، پس جب ان میں سے ایک - ان کی رائے میں - علم کی حد کو پهنچ جائے، تو شرعی فرائض اس سے ساقط هوجائیں گے ۔

اس میں کوئی شک نهیں که یه رائے – جیسا که ابن کثیر نے کها - کفر گمراهی اور جهالت هے، کیونکه با وجود اس کے که انبیاء اور ان کے اصحاب سب سے زیاده خدا اور اس کے حقوق کے بارے میں جاننے والے تهے، اس کے باوجود وه اپنی موت تک خدا کی عبادت میں مصروف اور نیک اعمال کرنے میں سب سے زیاده متقی اور محتاط تهے، خدا تعالی کے بارے میں ان کے علم کے کمال نے انهیں اپنے فرائض اور عبادت سے کبهی نهیں روکا، بلکه عاجزی ، خشوع ، دعا میں ان کی محنت اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

بڑھ جاتی تھی، صوفیاء کے اس جھوٹے قول کی تردید میں ایک اور آیت کی گواھی لے سکتے ھیں، جو اھل جھنم کی زبانی ھے، خداتعالی ان کےمتعلق فرماتے ھیں :" اِلَّآ اَصۡحٰبَ الۡيَمِيۡنِ۝۳۹ فِىۡ جَنّٰتٍ۝۰ يَتَسَآءَلُوۡنَ۝۴۰ عَنِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ۝۴۱ مَا سَلَكَكُمۡ فِىۡ سَقَرَ۝۴۲ قَالُوۡا لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّيۡنَ۝۴۳ وَلَمۡ نَكُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡكِيۡنَ۝۴۴ وَكُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِيۡنَ۝۴۵ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ۝۴۶ حَتّٰٓى اَتٰٮنَا الۡيَقِيۡنُ۝۴۷ " (سورة المدثر : 39 تا 74). (مگر دائیں طرف والے جنتونمیں سوال کریں گے مجرموں سے تمھیں کس چیز نے دوزخ میں ڈال دیا؟ وہ کھیں گے: ھم نماز ادا کرنے والوں میں نھیں تھے، اور نہ ھم مسکین کو کھلا تے تھے، ھم بیھودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحث کیا کرتے تھے، اور ھم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے ، یھاں تک کہ ھمارے پاس یقین آگیا) یقین سے مراد موت ھے اس آیت میں .

یقین کے بارے میں قرآن مجید میں تین جملے ھیں" (1)علم الیقین ، (2) حق الیقین ، (3) عین الیقین ، خدا تعالی فرماتے ھیں : "اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ۝۹۵" (سور ہ واقعہ: 90) " كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ۝۵" (التکاثر: 5) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ۝۷ (التکاثر:7) علم الیقین سے مراد وہ خبر ھے جس کا اظھار معتبر اور سچے لوگوں نے کیا ھو، اس طرح کہ اس کی صداقت یا وجود میں کوئی شک نہ ھو، عین الیقین اس وقت ھے جب وہ سنی ھوئی خبر کو دیکھے، اور حق الیقین اس وقت ھے جب اس خبر کو جانچے اور چھوئے ، مثلاً : اگر معتبر اور دیانتدار لوگ کھیں کہ شھد میٹھا ھے، یہ علم ایقین کی طرح ھے، کہ ایک آدمی یقین کرتاھے کہ شھد نام کی کوئی چیز ھے ، جس کا ذئقہ میٹھاھے، اور جب وہ اسے دیکھتا ھے تو عین الیقین کے درجہ پر پھنچ جاتا ھے، اور جب وہ اسے پیتاہے تو حقّ الیقین کی درجہ پر پھنچ جاتا ھے، پس اللہ تعالی نے جس جنت کا ذکر انبیاء کی زبان سے مؤمنین کے لیے کیا ھے، وہ علم الیقین ھے، کیونکہ ان کو یقین ھے کہ آخرت میں ایک ابدی نعمت ھے جسے جنت کھتے ھیں ، اور جب وہ اسے دیکھیں گے عین الیقین کے درجے پر پھنچیں گے اور جب جنت میں داخل ھوں گے اور جنت کی لذتوں سے لطف اندوز ھوں گے تو حق الیقین کے درجہ پر پھنچ جائیں گے ، کیونکہ وہ اس تک پھنچے جس کے بارے میں انھیں بتایا گیاتھا، پھر اسے دیکھا، اور اس کا مزہ چکھا .

(c) ketabton.com: The Digital Library

مسلمان بھائی پر مسلمان کے حقوق

ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے حقوق اور فرائض پر یقین رکھتاھے، وہ اپنے مسلمان بھائی کے حقوق کا احترام اور ان کی ادائیگی کا خود کو پابند سمجھتا ھے، مسلمان کو یقین ھے کہ دوسرے مسلمان بھائی کا احترام اور حقوق کی ادائیگی خدا کی عبادت اور قرب الٰھی ھے، جو مسلمان کو خدا سے نزدیک کرتاھے، کیونکہ ان حقوق کو خدانے واجب کیاھے، اس لیے خدا کا حکم سمجھتے ھوئے ان کا لحاظ کرنا چاھیے، یہ آداب اور حقوق نیچے بیان کے گیے تشریح کے مطابق ھیں:

1 - جب کسی مسلما بھائی سے ملاقات ھو تو سب سے پھلے اسے سلام کرنا چاھیے، اور کھے : " السلام علیکم ورحمة الله" اور اس سے مصافحه کرے، سلام کا جواب ایسے دینا چاھیے " وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته " ، کیونکه خدا تعالی فرماتاھے: " وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا " (النساء : 86) ترجمه:"اور جب تم کو کوئی دعا دے تو (جواب میں) تم اس سے بھتر (کلمے) سے (اسے) دعا دو یا انھیں لفظوں میں سے دعادو ".

2 - جب مسلمان بھائی کو چھینک آئے تو وہ : الحمد لله کھے، اس کے چھینک کے جواب میں : " یرحمك الله" (خدا تجھ پر رحم کرے) کھے ، اور چھینکنے والا اس کے جواب میں کھے: " يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ " (الله تمھیں ھدایت دے اور تمھارا حال درست کرے).

3 - جب مسلمان بیمار ھوجائے تو دوسرا مسلمان بھائی اس کے لیے دعا کرے، اور اس کی عیا دت کرے، کیونکه صحیح حدیث میں ھے: "مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ھیں : (1) سلام کا جواب دینا، (2) بیمارکی عیادت کرنا، (3) جنازہ میں شرکت کرنا (4) دعوت قبول کرنا ، (5) چھینک کا جواب دینا (متفق علیه) .

4 - مسلمان کا مسلمان پر یه حق ھے که جب وہ فوت ھوجائے تو نماز جنازہ اور تکفین و تدفین کےمعاملات میں شرکت کرے.

5 - جب بھی کوئی مسلمان بھائی کسی مسلمان بھائی سے کسی مسئله میں مشورہ کرے اور کسی خیرونیکی کی تلاش میں ھو، تو ضروری ھے که اسے نیکی اور خیرکا راسته بتائے اور اسے مفید رہنمائی فراھم کرے، یعنی: جس قسم کے مشورے کو وہ شخص اپنے لیے مفید سمجھتاھے ، وہ مشورہ لینے والے شخص کو بھی دے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

6 - جو کچھ ایک مسلمان اپنے لیے پسند کرتاھے اسے دوسرے مسلمان کے لیے بھی پسند کرے، اور ھر وہ چیز جو اپنےلیے پسند نهیں کرتا وہ دوسرے مسلمان کے لیےبھی پسند نهیں کرے ، کیونکه رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ وَيَكْرَهُ لَهُ مَا يَكْرَهُ لِنَفْسِهِ" ترجمه: "تم میں سے کوئی شخص ایماندار نه هوگا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ نه چاھے جو اپنے لیے چاھتاھے اور وہ چیز اس کے لیے بھی ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتاھے "۔

7 - ایک مسلمان کے لیے پر ضروری ھے که دوسرے مسلمان کی ضرورت اور حاجت کے وقت مدد کرے، اور اسے بے یار و مددگار نه چھوڑے ۔

8 - ایک مسلمان کو چاھیے که دوسرے مسلمان کو هراساں نه کرے، اور کسی مسلمان کے مال ، عزت او رناموس پر حمله کرنے سے باز رھے، کیونکه حدیث میں ھے: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ" (مسلمان کی تما م چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام اور قابل احترام هیں : مسلمان کا خون، مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ھے" (مسلم)۔

9 - ایک مسلمان کو چاھیےکه دوسرے مسلمان کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے، اور شیخی نه مارے، کسی مسلمان کے لیے جائز نهیں ھے که وہ دوسرے مسلمان کو اس مباح جگه سے اٹھائے جس پر وہ پھلے سے بیٹھا ھے، اور اس کی جگه خود بیٹھ جائے ، "وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝١٨" (سوره لقمان: 18) ترجمه: " اور (از راہِ غرور) لوگوں سے گال نه پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نه چلنا خدا کسی اترانے والے کو پسند نهیں کرتا " ۔

10 - کسی مسلمان کےلیے جائز نهیں که وہ کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ مدت تک تعلق منقطع رکھے۔

11 - کسی مسلمان کے بارے میں برائی کی باتیں یا غیبت نه کی جائے ، اور کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی تذلیل نه کرے، اس کا مذاق نه اڑائے، اس میں عیب تلاش نه کرے، کسی کو برے القاب سے یاد نه کرے، اور چغل خوری نه کرے، کیونکه الله تعالی فرماتا ھے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بَعْضًا۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ۔" (حجرات: 12) ترجمه:" اے اهل ایمان ! بهت بدگمانی کرنے سے احتراز کرو که بعض بدگمانی گناه ہے اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نه کیا کرو اور نه کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرے گا که اپنے مرے هوئے بهائی کا گوشت کهائے اس سے تو تم ضرور نفرت کروگے (تو غیبت نه کرو) او رخدا کا ڈر رکهو بیشک خدا توبه قبول کرنے والا مهربان هے "

اور فرماتا هے: "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ۔ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ۔ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ " (سوره حجرات: 11) ترجمه: "مؤمنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نه کرے ممکن هے که وه ان سے بهتر هوں اور نه عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن هے که وه ان سے اچهی هوں اور اپنے (مؤمن بهائی) کو عیب نه لگاؤ اور نه ایک دوسرے کا برا نام (رکهو) ایمان لانے کے بعد برا نام رکهنا گناه هے اور جو توبه نه کریں وه ظالم هیں ".

12 - کسی مسلمان کے لیے جائز نهیں هے که دوسرے مسلمان بهائی کی بُرائی کرے، چاهے مرده هو یا زنده .

13 - کسی مسلمان کے لیے جائز نهیں هے که وه دوسرے مسلمان سےحسد، بغض رکهے اوراس پر شک کرے، اور اس کی جاسوسی کرے، کیونکه حضور نبی اکرم صلی الله علیه وسلم کا ارشاد هے: آپس میں حسد، بغض اور رنجش نه رکهو، ایک دوسرے سے منه مت موڑو، اور ایک دوسرے کے لین دین میں دخل نه دو، اے الله کے بندو بهائی چارے سے رهو (مسلم).

14 - کسی مسلمان کے لیے جائز نهیں هے که وه دوسر ےمسلمان کو دهوکه دے، اور اسے بچهاڑنے کی کوشش کرے، کیونکه رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی دوسرے مسلمان کے خلاف هتهیار اٹهائے، اور جو مسلمانوں کو دهوکه دینے کے در پے هو وه هم مسلمانوں کی جماعت میں سے نهیں هے (مسلم).

15 - مسلمان اپنے عهد کا وفا دار هوتاہے ، کیونکه الله تعالی فرماتا هے: " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔" (مائده: 1) ترجمه:"اے ایمان والو! اپنے عهد معاہدے کو پوراکرو ".

(c) ketabton.com: The Digital Library

16- هرمسلمان پر لازم هے که وه دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرے او ران کے ساتھ وهی سلوک کرے جو وه اپنے لیے چاهتاهے۔

17- ایک مسلمان کو چاهیے که دوسرےمسلمان کی لغزشوں سے درگزر کرے، ان کے عیبوں کو چھپائے ان کے راز فاش کرنےکی کوشش نه کرے، اس لیے که رب تعالی فرماتا هے: "فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ" (المائده: 13) ترجمه: " تو ان کی خطائیں معاف کردو اور (ان سے) درگزر کرو که خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتاهے۔"

18- هرمسلمان پر واجب هے کہ ضرورت پڑنے پر اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے، اس کی ضرورت پورا کرنے میں اس کے ساتھ تعاون کرے، کیونکه الله تعالی فرماتے هیں :"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ" (المائده: 2) ترجمه:" اور (دیکھو) نیکی اور پرهیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو " ۔

19- جب بھی کوئی مسلمان الله تعالی کی خاطر کسی دوسرے مسلمان کے پاس پناه لے ، تو اس کو پناه دینا چاهیے۔

سورۃ تکاثر کا پیغام

1- زیاده دولت کی طلب اور گھمنڈ کی خواهش انسان کو فضول کا موں کی طرف لے جاتی هے ، " أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ"۔

2- زیاده طلب کرنا قیامت کے حساب سے غفلت کا سبب هے ، (أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ " لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ"۔

3- زیاده طلب کرنے کی خواهش کا دائره مرنے والوں کی گنتی تک جاتا رهے گا "حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ"۔

4- قیامت کے حالات سے ناواقفیت لوگوں کو گمراه کردیتی هے، "أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ.. كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ "۔

5- منحرف خیالات اور طرز عمل کے خلاف انتباه کو دهرایا جانا چاهیے، " كَلَّا، ثُمَّ كَلَّا ، كَلَّا"۔

6- ایمان اور یقین کے ذریعه انسان مستقبل کو دیکھ سکتاهے ، "لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ

(c) ketabton.com: The Digital Library

الْيَقِيْنِ، لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ"۔

7 - جاهلیت کی ثقافت میں مقدار اور تعداد آبادی میں اتنی قیمتی تهی که مُردے بهی شما ر میں لائے جاتے تهے، "حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ"۔

8 - زیاده طلب کرنے، اور فخر کرنے کی سخت سزا هے (اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ... لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ".

9 - انجام کے بارے میں سوچنا فخر کرنے میں رکاوٹ هے،"كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ".

10 - قیامت کے خطرناک حالات سے بچنے کے لیےیقین اور حقائق جاننے کی کوشش کرنی چاهیے "لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ، لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ"۔

11 - جو لوگ دنیا میں منهمک رہتے ہیں وه کبهی یقین کے درجے کو نهیں پهنچ سکتے "لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ"۔

12 - ایمان اور یقین کے درجات هیں : "عِلْمَ الْيَقِيْنِ... عَيْنَ الْيَقِيْنِ"۔

13 - قیامت کے دن کا حساب ان نعتوں اور سهولتوں کی بنیاد پر هے جو الله تعالی نے هر ایک کو دی هیں، اس لیے هر ایک دوسرے سے مختلف هیں " لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ "۔

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)
سورة العصر

سورہ عصر مکہ مکرمہ میں نازل ھوئی ، اس کی تین آیتیں ھیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا "العصر" نام کیوں رکھاگیا، تمام مفسرین کا جواب یہ ہے کہ: چونکہ ہمارے پروردگارنے اس کے شروع میں "الْعصر" کی قسم کھائی ہے ، زمانہ میں بہت سی مختلف اور متضاد شامل ہیں، جیسے: خوشی ، غم ، صحت ، بیماری ، دولت ، فقر، اسی طرح زمانہ، مہینے ، دن ، گھنٹے ، منٹ اور سیکند جیسے حصوں میں زمانہ تقسیم کیا گیا ہے۔

سورہ عصر کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورہ عصر مکی سورتوں میں سے ہے، جس کا ایک (۱) رکوع ، تین (۳) آیتیں ، چودہ (۱۴) الفاظ ، چوہتر (۷۴) حروف اور اکیس (۲۱) نقطے ہیں۔

(سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراءمختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے تفسیر احمد سورۃ الطور ملاحظہ کریں)

سورہ عصر کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن حصین فرماتے ہیں کہ رسولﷺ کے اصحاب میں سے دو صحابی ایسے تھے کہ جب بھی آپس میں ملتے تو اس وقت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے یہاں تک کہ سورہ عصر ایک دوسرے پر تلاوت نہ کرلیں ، (رواہ الطبرانی) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: اگر لوگ صرف اس سورت میں غور وفکر اور تدبیر کریں ، تو ان کے لیے کا فی ہے (ابن کثیر)

اس طرح مفسرین لکھتے ہیں کہ: مسلمان ہونے سے پہلے عمرو بن عاص مشرکین قریش کی طرف مسیلمہ کذاب کے پاس گئے ، تو مسیلمہ نے اس سے پوچھا : کہ اس دوران تمہارے دوست پر کیا وحی نازل ہوئی ہے؟ عمرو بن عاصؓ نے اس کے جواب میں کہا: ان پر ایک مختصر لیکن بہت بلیغ سورت نازل ہوئی ہے، مسیلمہ نے کہا: وہ سورت کیا ہے ؟ عمرو بن عاص نے سورہ عصر پڑھی، "وَالْعَصْرِۙ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍۙ۝۲ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ٪۳"

مسیلمہ کذاب اس سورت کو سننے کے بعد گہری سوچ میں ڈوب گیا، تھوڑی دیر بعد اپنا سر اٹھایا اور کہا : مجھ پر یہی وحی نا زل ہو ئی ہے،عمرو بن عاص نے اس سے کہا: کیا تم اسے میرے لیے پڑھ سکتے ہو؟ مسیلمہ کذاب نے پڑھنا شروع کیا: "یاوبر،یاوبروانما انت ازنان وصدر وسائرك هقر تقر"

اے وبر ،اے وبر، اور تم دو کان اور ایک سینہ کے سوا کچھ نہیں ہو، کیونکہ تمہارے دوسرے اعضاء گڑھے اور کھوکھلے ہیں، پھر عمرو کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ عمرو تم نے یہ سورہ جو مجھ پر نا زل ہوئی اسےکیسا پایا؟،عمرو نے کہا : خدا کی قسم تم خوب جا نتے ہو کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھتاہوں، ابن کثیر کہتے ہیں:مسیلمہ کذاب ان فریبوں کے ذریعے قرآن کی مخالفت کرنا چاہتا تھا، لیکن وہ بت پرستوں کو بھی قائل نہ کر سکا ، امام شافعیؒ سورہ عصر کے مقام و مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں ، "اگر تمام لوگ اس سورت میں غورو تدبر کریں تو یہ سورت سب کے لیے کا فی ہے".

نیز امام شافعیؒ مزید فرماتے ہیں: اگر اس سورت کے علاوہ کوئی دوسری سورت نازل نہ ہوتی تو یقنا لوگوں کے لیے یہی کافی ہوتی ، کیونکہ اس سورت میں تمام علوم قرآن شامل ہیں۔

سورہ عصر کو دیکھتے ہوئے کہ یہ قران عظیم کی بہت مختصرسی سورت ہے ، لیکن یہ اس قدر جامع ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اگر لوگ اس سورت کو غور وفکر کے ساتھ اس کے معانی و تشریحات کے ساتھ پڑھیں تو یہ سورت ان کے دین و دنیا کی درستگی کے لیے کا فی ہے۔

اس سورت میں اس بات پربحث کی گئی ہے کہ تمام انسان خسارے اور نقصان میں ہیں، اس سورہ میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ انسان اس نقصان سے صرف اس وقت بچ سکتاہے کہ جب اس میں درج ذیل خصوصیات ہوں، ایمان اورعمل صالح، ایک دوسرے کوحق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرنا۔

انسان اور انسانی معاشرہ تباہی و بربادی سے اس وقت بچ سکے گا، جب وہ ایمان کی راہ پر گامزن ہوگا، اس کا ایمان اور یقین اس کے صالح عمل اور اچھی کارکردگی سے ظاہر ہوگا، اور جب وہ حق پر کاربند ہوگا، دوسروں کو بھی حق پر چلنے کی دعوت دے گا، اور ایمان کی صف میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

آگے بڑھنے ، اعمال صالح کرنے اور حق کا دفاع کرنے کی مشکلات کو برداشت کرے گا، اور صبر اختیار کرے گا، آدھے راستے کا ساتھی نہ ہو، اور دنیا کے مصالح و منافع اور مراتب کی وجہ سے دائیں بائیں طرف منحرف نہ ہو، اور وہ اپنی جدوجہدکے راستے میں تھکاوٹ محسوس نہ کرتاہو، اور دوسروں کو اپنے قول و فعل سے صبر کرنے کی دعوت دیتاہو اور خود بھی صبر و تحمل کا نمونہ بنے۔

سورہ عصر کے پیغامات

1 - انسانی تاریخ کا دور قیمتی ہے اسی لیے خدا نے اس کی قسم کھائی ہے، اس کی عبرتوں سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے: "وَالْعَصْرِ"۔

2 - انسان ہر طرف سے خسارے میں ہے "لَفِيْ خُسْرٍ"۔

3 - جو شخص انبیا کی تربیت کے دائرے میں نہ ہو وہ نقصان میں ہے، "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ"۔

4 - نقصان سے بچنے کا واحد طریقہ ایمان اور عمل ہے: "اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ"۔

5 - صرف اپنے بارے میں سوچنا کا فی نہیں ہے، مؤمن دوسروں کی ترقی اور کامیا بی کے بارے میں بھی سوچتا ہے،"تواصوابالحق"۔

6 - صبر کی تلقین اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ حق کا حکم ،"بالحق وبالصبر"۔

7 - ایمان عمل سے پہلےہے، اسی طرح خود کی اصلاح معاشرے کی اصلاح پر مقدم ہے ، "آمنووعملو...وتواصو"۔

8 - ایمان اور عمل صالح اور دوسروں کو حق اور صبر کی تلقین کے بغیر انسان کا نقصان بہت بڑا ہے،"لفی خسر" "خسر" کا نکرہ ہونا ، یعنی اس پر تنوین نقصان کے زیادہ بڑا ہونے کی علامت ہے۔

9 - حق کو قائم کرنے کے لیے استقامت کی ضرورت ہے، "تواصوابالحق وتواصوا

(c) ketabton.com: The Digital Library

بالصبر"

10 - معاشرہ کی اصلاح اس وقت ہوتی ہے، جب تمام لوگ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے میں شریک ہوں، دوسروں کو نصیحت کرتے ہوں اور خود بھی نصیحت قبول کرتے ہوں، "تواصوبلحق"(لفظ "تواصو" تفاعل کے باب سے ہےدو طرف کے لیے ہوتاہے)۔

11 - نقصان سے نجات اس وقت ممکن ہے جب انسان تمام اچھے کام کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر چہ وہ ان تمام میں کا میا ب نہیں ہوتا،"عملو الصالحات" لفظ "الصالحات" جمع کی صورت میں الف لام کے ساتھ آیا ہے۔

12 - ایمان کو جامع ہونا چاہیے، جزوی نہیں، دین کے تمام حصوں پر ایمان ، نہ کہ بعض اجزا پر "الا الذین آمنو" (ایمان کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے تا کہ تمام مقدسات کو شامل ہو)

اس سورت کے عمومی مضامین

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اس سورت کی جا معیت ایسی ہے کہ بعض مفسرین کے نزدیک اس مختصر سی سورت میں قران کے تمام علوم اور مقاصد کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے، اس کا آغاز" عصر" کے معنی خیز قسم ، اور پھر تمام انسانوں کے خسارے میں ہونے کے ذکرسے ہوتا ہے، جو ان کی تدریجی زندگی کی طبعیت میں شامل ہے، اس کے بعد صرف ایک گروہ کو اس عمومی اصول سے الگ اور خارج کردیتی ہے ،جو ان چار نکات کا حامل گروہ: " (۱) ایمان، (۲)عمل صالح، (۳)ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں، (۴)اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں" یہ چاروں اصول حقیقت میں اسلام کے عقیدہ، عمل، انفرادی اور اجتماعی پہلو پر مشتمل ہیں۔

"ایمان" محض ایک لفظ نہیں ہے بلکہ ایک جامع اور مکمل تشریح اور تفصیل ہے، ایمان ایک ایسا یقین ہے جو انسان کی زندگی کو سمت دیتا ہے، اور یہ کہ وہ کیسی زندگی گزارتا ہےاس میں ایمان اہم کردار ادا کرتا ہے، اور یہ لوگوں کے خیالات اور اعمال کی قدر کرنے کا محور ہے۔ قرآن کریم میں جب بھی اللہ تعالی "ایمان" کا ذکر کرتا ہے، تو اس کے بعد "عمل" کا بھی ذکر کرتا

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے، تاکہ یہ بات لوگوں کے مد نظر رہے کہ عمل میں ایمان کے مظہر کی نشاندہی ہو۔

لہذا زبانی یا عقیدہ پر ایمان اس وقت تک ایمان نہیں ہے، جب تک ہم جس پر یقین رکھتے ہیں اس کے لوازم کے پابند نہ ہوں، اور اس کے اثرات کو قبول نہ کریں، فوائد کو سمجھنے کے نتیجے میں ایمان اس وقت مفید ہو تا ہے، جب انسان جو کچھ بولتا ہے اس پر دل سے بھی رکھتاہو، اور اس چیز پرکہ جس کا ہمارے رب نے حکم دیاہے عمل کرے، اسی لیے نہ تو صرف زبانی ایمان کافی ہے، نہ صرف دل کا یقین، بلکہ ایمان کے ثمرات عمل میں نظر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ پر ایمان انسانی جسمانی صحت کو بھی بہتر بنا تا ہے، اور یہ انسان کے قلبی ضروریات میں سے بھی ایک ہے، اللہ پر ایمان انسان کے دماغ اور روح پر اثر انداز ہوتا ہے اور انسان کو ذہنی سکون فراہم کرتا ہے، انسانی زندگی ہمیشہ مسائل، اتار چڑھاو اور رکا وٹوں سے بھری رہتی ہے، روحانی سکون کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر یقین اور بھروسہ رکھتا ہے وہ زندگی کی تمام مشکلات کا سامنا آسانی سے کرسکتا ہے، وہ ذہنی مسائل کو مکمل طور پر خود سے دور کرسکتاہے، اور زندگی کے اتار چڑھا و میں زیا دہ مضبوطی سے چل سکتاہے ، اس وجہ سے، اگر آپ نے غور کیا ہو تو، وہ لوگ جو دماغی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں عام طور پر وہ لوگ ہوتےہیں جو ایمان کے کمزور اور بے عمل ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ "آیت۶۲ "میں اللہ پر ایمان لانے والوں کے سکون کے بارے میں فرماتا ہے: "..مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ...وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۝۶۲"
ترجمہ: جوبھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے گا ....ان پر نہ خوف ہوگا نہ غمگین ہوں گے)

1 - جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کو لا متناہی طاقت کا مالک اور اپنا دوست اور مددگار سمجھتے ہیں،جیسا کہ ہمارے رب نے سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۷ میں وعدہ فر ما یا ہے : " اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۝۰ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" (اللہ تعالیٰ مؤمنوں کا مدد گار ہے انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جا تا ہے۔

2 - جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اللہ پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں جیسا

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہ اللہ تعالیٰ (سورہ طلاق کی آیت:۳ میں فرماتے ہیں، "وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ۝"(جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہے)

3 - جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے معاملات اور اپنے اعمال اور اپنے کام کا نتیجہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں، اور اگر وہ کام مطلوبہ نتیجہ تک نہیں پہنچتا تو انہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ان کا دوست اور مددگار ہے، اس کام کو ان کے لیےخیر نہیں سمجھتا، اس لیے وہ پھربھی مطمئن رہتے ہیں کہ اگر چہ ان کا عمل اور کام نتیجہ خیز نہیں ہوا، لیکن کوئی نقصان بھی ان کو نہیں پہنچا، شاید کہ اللہ اس معاملے کو اس کے فائدے میں نہیں سمجھتا تھا۔

4 - جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ خدا کے فیصلوں پر مطمئن رہتےہیں۔

5 - جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اللہ کے حکم کے تابع ہوتے ہیں۔

6 - خدا پر ایمان کے اثراتے میں سے ایک تخلیق اور وجود کی دنیا کے بارے میں رجائیت ہے یعنی دنیا میں ہمیشہ پر امید رہنا، ایمان دنیا کے بارے میں انسان کے تصور کو اس طرح ایک خاص مثبت شکل دیتا ہے کہ دنیا کی تخلیق با مقصد ہے اور مقصد نیکی اور ارتقاء اور خوشبختی کی طرف لیجاتاہے ۔

7 - ایمان والا شخص پر امید ہونے کی وجہ سے صاف دل کی روشنی میں اپنی کوششوں کے مطلوبہ نتائج کی امید رکھتا ہے۔

8 - ایمان والے شخص کا نقطہ نظر یہ ہوتاہے دنیا اس کی کوششوں سے لاتعلق نہیں ہے، بلکہ وہ سمجھتاہے کہ یہ دنیا ان لوگوں کی حامی اور موید ہوتی ہے جو سچائی،راستی،انصاف اور احسان کی راہ میں جدوجہد کرتے ہیں: " اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ " (سورہ محمد:۷)ترجمہ: اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرےگا۔:"اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ"(سورہ توبہ۱۲۰) ترجمہ:"نیک لوگوں کا اجر اللہ کبھی ضائع نہیں کرتا" ایمان والا شخص خدا کی مدد اور زندگی کے بحرانوں میں امید رکھتا ہے، اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ خدا کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھاتا ہے،اور خدا سے یہ امید اضطراب کو ختم کرتی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

خدا پر ایمان کا ایک اور بابرکت اثر اپنے کام میں بامقصد ہونا ہے،کیونکہ مؤمن جانتا ہے کہ اس کی ذات خود بخود وجود میں نہیں آئی ہے، بلکہ حکمت والا خدا اسے دنیا میں لایاہے، اور اسے ایک بہت بڑے مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، جو کہ خدا کی عبادت اور بند گی اور زمین پر خدا کا جا نشین ہونا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ اسے اپنے اعمال اور الفاظ کے لیے جوابدہ ہونے کے لیے تیار رہنا چاہیے، اس سے پہلے کہ یوم حساب آئے،اور وہ جانتا ہے کہ اسے جینے کے لیے کام کرنا ہے نہ کہ کام کرنے کے لیےجینا ہے،چونکہ حساب و کتاب آنے والا ہے اور ایک دن عقلمند اوربے وقوف بڑے،چھوٹے سے پوچھا جائے گا، اس لیے اسے چاہیے کہ زندگی کے تمام مراحل میں محتاط اور چوکنا رہے،اور کوئی ایسا کام نہ کرے کہ کل رب کے سامنے پیشی پر شرمندہ ہو۔

جس شخص کا دل اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہو، اس کو ڈر اور خوف نہیں ہوگا،کیونکہ وہ دنیا کی ہر چیز کا معاملہ ایمانداری سے کرتا ہے،اس لیے اسے کس چیز کا ڈر ہوگا؟ ایک مؤمن ہمیشہ اپنے آپ کو معزز اور باوقارسمجھتا ہے،کیونکہ وہ اس ہستی سے جڑا ہے جس کے تا بع سارا جہاں ہے۔قرآن کی آیات میں"عزت" کا لفظ مؤمن کے لیے استعمال ہوا ہے،وقار اور عزت روح کی ایک ایسی حالت ہے جس کی وجہ سے وہ روح خود کو برتر سمجھتی ہے، ڈرتا وہ ہے؟ جو خود کو شکست خوردہ سمجھتا ہے،جب وہ روح کی قوتوں سے شکست کھا جاتا ہے جو اندرونی دشمن ہیں،تو پھر بیرونی دشمنوں سے بھی ڈرتا ہے۔

وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، وہ وقت کا پابندہوتاہے، اور اپنی زندگی میں اعلیٰ نظم وضبط رکھتا ہے، وہ اپنے وقت کو بہتر طریقے سے خدا کی عبادت میں استعمال کرتا ہے،اور زندگی کے لمحات کو زیادہ فائدہ اٹھانے اور اعمال صالحہ کے انجام دینے میں تیزی لانے کےلیے استعمال کرتا ہے،اس لیے وہ اپنی زندگی کو منظم کرنے میں بہت مستعد رہتا ہے، وہ اپنے عظیم مقاصد کے حصول کے راستے میں کوئی لمحہ اور موقع نہیں چھوڑتا، اور وہ اپنے اوقات کی منصوبہ بندی پر توجہ دیتا ہے۔

جو شخص خالص خدا پر یقین رکھتا ہے وہ اس دنیاکو ہی سب کچھ نہیں سمجھتا،بلکہ اس دنیا کے علاوہ وہ آخرت پر بھی یقین رکھتا ہے،اور اس کے مطابق اپنے تمام اعمال اور طرز عمل کو ترتیب دیتا ہے،اللہ پر یقین انسان میں قوت مدافعت پیدا کرتا ہے،اور کڑواہٹ کو میٹھا بنا تا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

جو اللہ پر یقین رکھتا ہے، وہ خدا کی خاطر اور نافرمانی اور گناہ کے سنگین نتائج کے خوف سے احتیاط سے کام لیتا ہے،اور کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس سے خدا اور خدا کے بندے ناراض ہوں، اور جو کچھ وہ کرتا ہے وہ خدا کے لیے ہوتا ہے، اور جو کچھ وہ نہیں کرتا وہ بھی خدا کے لیے ہوتا ہے اور وہ خدا اور رسول کے دین اور حکم سے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ لیتا ہے۔

سورہ "عصر" کی تفسیر کا خلاصہ

عام طور پر سورہ عصر کی تفسیر کا خلاصہ یوں بیان کیا جاتا ہے:مجھے قسم ہے اس زمانے کی جس میں نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کہ انسان اپنی زندگی ضائع کرنے کی وجہ سے بڑے نقصان میں مبتلا ہوتا ہے،سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیکیاں کرتے رہے، یہ ان کی ذات کی تکمیل ہے اور ایک دوسرے کو اعمال کی پابندی اور صبر کرنے کی تلقین کی، یہ دوسروں کی تکمیل ہے، اس لیے کہ جو لوگ یہ کمال خود حاصل کرتے ہیں اور پھر دوسروں کو بھی مکمل کرتے ہیں، ایسے لوگ نقصان میں واقع نہیں ہوتے، بلکہ فائدے میں ہیں۔

محترم قارئین:سورت میں جس بنیادی، عملی اور معجزہ نما نکتہ پر بحث کی گئی ہے، اور وہ نکتہ کہ ہر مؤمن مسلمان کو اس پہ گہری نظر رکھنا چاہیے، وہ یہ ہے کہ انسان کو خسارے اور نقصان سے بچانے والی چار صفات ہیں: "ایماں، نیک عمل،حق کی نصیحت اور صبر کی وصیت"۔

یہ سورت ہم انسانوں کو سکھاتی ہے کہ ایک شخص سچی اور حقیقی نجات تب حاصل کرسکتا ہے جب وہ راست بازی کے یہ چار عناصر خود جمع کرلے، ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ ان میں سے کسی ایک چیز کو کسی بھی وجہ یا دنیاوی مصلحت کی وجہ سے نظر انداز کرئے اور اسے غیر اہم سمجھے، یا ان میں سے کسی ایک کی اپنی جگہ پر درست طور پر لحاظ نہ رکھے تو اس کی نجات کی کشتی بھنور میں پھنس جائے گی کر پار نہیں سکے گی، مطلوبہ ساحل (ہمیشہ کی سعادت) تک پہنچنے سے محروم رہے گا، اور دنیاو آخرت کا نقصان اٹھائے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العصر

وَالۡعَصۡرِ ۙ۱ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ۲ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا
بِالصَّبۡرِ ۳ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ۳

سورت کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مھربان نھایت رحم والاھے
وَالۡعَصۡرِ ۙ۱	زمانے کی قسم!
اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ۲	انسان در حقیقت بڑے خسارے میں ہے
اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ۳	سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کوحق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے

سورت کی تفسیر

وَالۡعَصۡرِ	زمانے کی قسم!

زمانہ جو کہ انسانی زندگی کا سرمایہ، اور دو جہانوں کی سعادت کے حصول کے لیے کوششوں کا موقع ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں"الْعَصْرِ" زمانہ، وقت،اس سے مراد انسانیت کی تاریخ ہے جو انسانی زندگی کا سرمایہ ہے، اوربے مقصدقسم کی زندگی گزارنےسےانسان نقصان اٹھاتا ہے۔

لفظ "الۡعَصۡرِ"کے متعدد تراجم اور تشریحات کی گئی ہیں،بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ اور تفسیر عصر کے وقت سے کی ہے،بعض مفسرین نے العصر کو

(c) ketabton.com: The Digital Library

زمانے سے تعبیر کیا ہے، خاص طور پررسول اللہ ﷺ کے دور سے،اور اس طرح مفسرین نے اس لفظ کی مختلف تفاسیر اور تشریحات اور وضاحتیں کی، اگر ان مفسرین میں سے ہر ایک کے دلائل اور تشریحات کا تجزیہ اور جائزہ لیا جائے تو ان میں سے کسی نے بھی عصر کو مخصوص وقت اور مدت کے لیے مختص کرنے کی کوئی وجہ بیان نہیں کی، کہ کس تاویل سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ "عصر کے وقت " سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان خسارے اورنقصان میں ہے۔

لفظ "العصر" عام ہے، جسے خاص نہیں کرنا چاہیے، قسم اور اس کے جواب کا تعلق تب ہی دیکھا جاسکتا ہے جب ہم صیغے کو اپنے " عمومی " حال پر رکھیں، اسی طرح ہم اس سے کوئی بھی زمانہ اور زمانے کے نشیب و فراز کا معنی لے سکتے ہیں، زمانہ اس کے اور یہ مختلف نشیب و فراز اور اتار چڑھاؤ گواہی دیتے ہیں کہ انسان کو اپنی بے ایمانی، برے عمل اور نامناسب کردار اور حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین نہ کرنے کی وجہ سے نقصان اور خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے، "زمانے کی قسم " خدا تعالی اس بنا پر زمانے کی قسم کھاتا ہے کہ زمانہ شب و روز کے گزرنے کا وقت، تاریکی اور روشنی کے پے در پے آنا، واقعات کی روشنی اور ظرف، زندگی کی مستقل مزاجی اور لوگوں کے مصالح اور منافع کی اپنی آغوش میں پرورش کرتا ہے ، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ چیزیں صانع عزوجل کے وجود کی واضح دلیل ہیں، لہذا اللہ تعالٰی کا زمانے کی قسم کھانا زمانے کی عظمت اور اہمیت کی دلیل ہے، اسی لیے حدیث شریف میں ہے: "لاتسبو الدھر،فإن اللہ ھو الدھر" زمانے کو گالی مت دو، کیونکہ خدا عزوجل خود زمانہ (کا خالق) ہے، یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بعض مفسرین نے العصر کی تفسیر : "صلاۃ وسطی " یعنی نماز عصر کے کئے ہیں، اس قسم کی تعبیر اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جو زندگی گزرچکی ہے اس کے مقابلے میں دنیا کی باقی ماندہ زندگی عصر اور مغرب کی نماز کے درمیانی وقت کی طرح ہے۔

اس لیے انسان کے لیے بے ضرر کاروبار میں مشغول ہونا ضروری ہے، کیونکہ آخری وقت قریب ہے، اور نقصانات کی تلافی ممکن نہیں،جبکہ "ابن کثیر" عالم اسلام کے مشہور مفسر نے پہلے مفہوم کو ترجیح دی ہے۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍۙ﴿۲﴾	انسان در حقیقت بڑے خسارے میں ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

"الۡاِنۡسَانَ " اس سے مراد مکلف انسان ہے "خُسۡرٍ " نقصان اور ضرر، حقیقت یہ

ہے کہ : جو لوگ اپنی قیمتی عمر میں شیطان سے سودے بازی کرتے ہیں ، ان کا نقصان ہوگا۔

(رجوع کریں : نمل/ 5، اعراف/ 178، شوري/ 45) اور جو لوگ الله سے تجارت کرتے ہیں، وہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (ملاحظ فرمائیں : صف : ۱۰-۱۳)

پچھلی آیت کی قسم کا جواب یہ ہے کہ : یقینا انسان خسارے میں ہے "خسر اور خسران" کاروباری نقصان، سرمایہ کا نقصان ، یعنی : ہر وہ شخص جو تجارت ، کاروبار اور مادی محنت میں لگا ہوا ہے، اور اپنی زندگی دنیاوی امور میں صرف کرتا ہے، تو ایسا آدمی حق کے نقصان اور گمراہی کی تباہی کا شکار ہے، اس حکم سے کوئی بھی مستثنی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جنہیں درج ذیل آیت میں مستثنی قرار دیا گیا ہے :

اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ۳	سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کوحق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے

" تَوَاصَوۡ" ایک دوسرے کو نصیحت کی، "الۡحَقِّ" حق اور سچ ۔

"الصَّبۡرِ" صبر، ذکر خاص بعد از عام ہے، (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور

نیک عمل کیے) یعنی : وہ مرد اور عورتیں جو الله پر ایمان اور عمل صالح کو باہم جمع رکھتے ہیں نفع میں ہیں، نقصان میں نہیں ہیں، کیونکہ دنیاوی، معاملات نے انہیں نیک اعمال سے غافل نہیں کیا، بلکہ اپنی آخرت کے لیے عمل کرتے رہے، وہ لوگ جو ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے رہے، وہی حق ہے جس کے لیے کھڑا ہونا ضروری ہے، اور وہ یہ کہ: الله تعالی اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانا اور ان تمام چیزوں کو بجا لانا جنہیں الله تعالی نے حلال قرار دیا ہے، اور ان تمام چیزوں سے بچنا جنہیں الله تعالی نے حرام قرار دیا ہے، (سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کی ہے)، اور الله تعالی کی نا فرمانی سے باز رہنے میں صبر، اس کے فرائض کی ادائیگی میں صبر اور اس کے تکلیف دہ احکام پر صبر۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

لہذا صبر ان اچھی صفات میں سے ہے جس کی مؤمنوں کو ایک دوسرے کو نصیحت کرنی چاہیے، چونکہ صبر دوسری خوبیوں سے زیادہ اہم ہے اس کا درجہ بھی ان سے بلند ہے، نیز، چونکہ حق کے لیے کھڑے ہونے والوں میں سے بہت سے لوگوں پر ظلم و ستم کیا جاتا ہے جس کا مقابلہ صبرسے ہی کیاجاسکتاہے، چنانچہ صبر کی ضرورت، اہل ایمان کی واضح ضروریات میں سے ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں؛ "آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق ایک بھاری کام ہے کہ اس کے ساتھ مصائب و مشکلات وابستہ ہیں۔اس لیے ہمارے رب نے اسے ایک دوسرے کو نصیحت کے ساتھ اور نصیحت کو صبر کے ساتھ جوڑ دیاہے"۔

عمل صالح کا قرآنی تصور

عمل صالح کا مطلب وہ کام ہے جو صحیح اور اچھا ہو،اسی طرح جہاں دو لوگوں میں اختلاف ہو تو اس اختلاف کو دور کرنا،اور دشمنی کو ختم کروانا یہ بھی عمل صالح ہے اس کے علاوہ نیک عمل سے مراد کوئی بھی صحیح اور نیک عمل ہو، جس کی بہت سی مثالیں ہیں قرآن کریم میں ۔

اگر ہم اسلام کو دو اہم اور بنیادی اجزا میں بیان کرنا اور منحصر کرنا چاہیں تو ان میں سے ایک عمل صالح ہو گا، اس لیے کہ اسلام ایمان دو اہم اجزا حق اور عمل صالح پر قائم ہے۔

مسلمان اور مؤمن وہ شخص ہے جو اپنے دل میں حق پر ایمان اور یقین رکھتا ہے اور اچھے اعمال انجام دیتا ہے،لہذا توحید پرستی اور عمل صالح کو انسانیت کی پرواز کے دوبازو سمجھا جاتا ہے، قرآن کریم ایمان کے ساتھ عمل صالح کو بھی اونچا مقام دلانے والے کے طور پر ذکر کرتا ہے۔(سورہ فاطر ۱۰)

نجات پانے والے اور فلاح پانے والے صرف وہی ہیں جو ایمان اور عمل صالح رکھتے ہیں، وہ لوگ نہیں جو اصل سرمایہ میں نقصان کیے ہوئےہیں، اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔(سورہ عصر کی آیت:۲ اور ۳)۔

سوال یہ ہے کہ قرآن نے کن امور مثالوں کو اعمال صالحہ قرار دیا ہے،اور ان کی طرف توجہ دینے اور اہتمام کرنے کا کہا ہے؟ قرآن کریم میں اعمال صالحہ کی بہت سی مثالیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے کچھ کا یہاں ذکر کیا جا تا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورہ توبہ آیت: "۱۲۰ اور ۱۲۱" کلی اور جزی طور پر عمل صالح کی انجام دہی میں انہیں خدا کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی محنت کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہر بات پر ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتاہے کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا، اور اسی طرح جو وہ خرچ کرتے ہیں کم یا زیادہ یا کوئی میدان طے کرتے ہیں تو یہ سب ان کے لیے (اعمال صالحہ) میں لکھ لیاجاتاہے تا کہ خدا ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے ۔

ان آیات میں متعدد صورتیں بیان کی گئی ہیں جو عمل صالح کی عمومی اور جزوی مثالیں ہیں، ان سب میں وہ کونسی بنیادی اور کلیدی شرط ہے، کہ اللہ کی راہ میں ہونا نیکی اور عمل صالح ہے؟

اگر انفاق،سخاوت تھوڑی یا بہت ہو جائے،یا سختی اور مصیبتں برداشت کی جائیں،اور دوسرے نیک کام انجام دیے،کہ جن میں مثبت ارادہ نہ ہو تو اس طرح کے نیک کام اس بندے کے اس شخص جیسے ہیں کہ جو ایک پر کے ساتھ اڑنا چاہتا ہے،کہ ایسا کام ناممکن اور نہ ہونے والا ہے۔

عمل صالح کے بغیر ایمان بھی انسان کےلیے کار آمد نہیں ہوتا، قرآن کریم کی آیات میں ہر جگہ دونوں کی شرطیت کی طرف اشارہ ہوا ہے، جب بھی دوزخ کی آگ سےنجات اور فلاح کی بات ہوگی تو ایمان کے ساتھ عمل صالح کی طرف اشارہ ہوگا،"۷۰" سے زائد آیات میں اس مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ان دونوں(ایمان اور عمل صالح) کے حصول کے بغیر نجات کا تصور نہیں ہوگا، اس کے علاوہ یہ بھی بتادیا گیاہے کہ سچے مؤمن وہ ہیں جو نہ صرف خود ایسے ہوں، بلکہ دوسروں کو بھی ایمان اور عمل صالح کی طرف بلائیں، درحقیقت اس آیت میں اسلام کے معاشرتی پہلو پر زور دیا گیا ہے، ایک لحاظ سے اسلام ایک ایسا دین ہے جو نہ صرف فرد کی نجات کا خیال رکھتا ہے، بلکہ معاشرے کی نجات بھی اس کے اہم ترین مقاصد اور اہداف میں سے ایک ہے، اسی لیے قرآن میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اعمال صالحہ میں شمار کیا گیاہے۔

قرآن کا یہ طریقہ بتاتا ہے کہ اسلام نہ صرف افراد بلکہ انسانی معاشروں کو بچانے کا سوچتا ہے، فرد کی آزادی اور نجات ضروری ہے،لیکن یہ مقصد ایک صالح معاشرہ اورصالح قوم فراہم کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، اگر کوئی شخص اپنا خیال رکھتا ہے اور معاشرے پر توجہ نہیں دیتا تو وہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ مستقبل میں کسی مشکل میں نہیں پڑے گا، فرد کی آزادی، خاص طور پر آج کے دور میں ، معاشرے کی نجات اور آزادی پر منحصر ہے۔

خسران میں جنات بھی شامل ہیں

سورہ"عصر" میں اور اسی طرح احادیث نبویؐ کی ایک کثیر تعداد میں،بنی آدم خصوصا مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے؛کہ انسان سراسر خسارے میں ہے، جبکہ مذکورہ روایات میں عورتوں اور جنوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

لیکن یاد رہے کہ:نقصان کے بارے میں رب کا خطاب، جو سورۃ العصر میں ہے، اس خسران میں مرد اور عورتیں، یہاں تک کہ جنات بھی شامل ہوں گے، کیونکہ دین اسلام ایک ایسا دین ہے جو مردوں،عورتوں اور جنوں تمام مکلفین کے لئے نازل کیا گیا ہے، رسول اللہﷺ نے فرمایا"النساء شقائق الرجال" (رواہ احمد)معنی یہ ہے کہ عورتیں دین کے معاملات میں مردوں کی طرح ہیں،سوائے ان مسائل کے جن میں اسلام نے مرد اور عورتوں کے لئے فرق رکھاہے، اور ان کا الگ الگ تعین کیا ہے، جیسے کہ گواہی اور وراثت کے مسائل وغیرہ، قرآنی آیات میں کچھ صفات ایسی بھی ہیں کہ ان میں مؤمن اور کافر دونوں شامل ہیں،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" ترجمہ:"پس جنات بھی انسانوں کی طرح عبادت کے مکلف ہیں"

سورہ عصر کی یہ آیت عموم کا معنی دیتی ہے،یعنی جن اور انسان دونوں بربادی اور نقصان میں ہیں،سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے،اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی نصیحت کرتے رہے۔

جنت کا راستہ

جنت تک پہنچنے کے لیے ایک مسلمان مؤمن کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے،شرعی حکم یہ ہے کہ خواہشات نفس کی مخالفت سے جنت کا راستہ حاصل کیا جاسکتا ہے، مگر اس کے لیے مضبوط ارادہ اور فیصلہ کی ضرورت ہے۔

بخاری اور مسلم کی ایک حدیث جو حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"حجبت النار بالشهوات، و حجبت الجنة بالمكاره"(جامع الاصول: (521/10) نمبر 8069.)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمہ: جہنم کو خواہشات سے اور جنت کو پسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے"۔

سُنن نسائی اور ترمذی میں بھی ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: "اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَیْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَیْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ"(جامع الاصول:(520/10) نمبر8068.)"۔

(جاؤ جنت میں دیکھو جو کچھ میں نے مؤمنوں کے لیے تیار کیا ہے،جبرائیلؑ گئے جنت اور اس کی تمام سہولیات کو دیکھا اور پھر واپس آکر کہا:اے رب مجھے تیری عظمت و بزرگی کی قسم،جو ان نعمتوں کے بارے میں سنے گا، وہ اس میں داخل ہونے کے لیے تیار ہوجائے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت کو مصیبتوں سے گھیر لیا جائے،اور جبرائیل کو حکم دیا کہ جا کر دیکھو کہ میں نے جنتی لوگوں کے لیے کیا تیار کیا ہے،جبرائیل گئے اور واپس آکر کہا: اے رب! مجھے تیری عظمت اور بزرگی کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ کوئی اس میں داخل نہیں ہوگا۔

امام نووی نے شرح مسلم میں پہلی حدیث کی تشریح اس طرح کی ہے: یہ تمثیل بہت خوبصورت ہے اوریہ رسول اللہﷺ کے کلام کی فصاحت و بلاغت کو ظاہر کرتی ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک کہ وہ کام نہ کرے جو اس کی طبعیت کے مطابق مشکل اور ناخوشگوار ہیں ، اور جب تک وہ نا جائز لذتوں کو قربان نہ کرے،جہنم سے نہیں بچ سکے گا، ہاں! جنت اور جہنم خواہشات اور ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھکے ہوئے ہیں، جو پردوں اور رکاوٹوں سے گزرے گا وہ محبوب تک پہنچے گا، جنت کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کرنے کا مطلب ہے مشکلات کا سامنا کرنا،جہنم کی رکاوٹوں کو دور کرنے کا مطلب ہے لذتوں سے اجتناب کرنا۔

مکارہ اور مشکلات سے مراد کیاہے؟:

عبادت میں کوشش کرنا،اور اس پر مکمل توجہ دینا،دین کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر و استقامت،نیکی کا حکم دینا برائی سے روکنا،حق کی تلقین کرنا،اور اللہ کی طرف بلانا،اور اس کی راہ میں جہاد کرنا،غصے کو دفع کرنا،عفوو درگزر سے کام لینا اور صدقہ دینا،اس شخص کے ساتھ نیکی کرنا

(c) ketabton.com: The Digital Library

جس نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے،اور خواہشات کے مقابلے میں صبر کرنا وغیرہ۔ (شرح نووی علی مسلم: 17 /165)

مدعیان نبوت

محمد مصطفیﷺ کے بعد کتنے لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا؟صحیح تعداد تو دستیاب نہیں ہے،لیکن صحیح احادیث نبویﷺ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ"(بخاری:۳۶۰۹)،(قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تقریبا تیس جھوٹے دجال ظاہر نہ ہوں،جو سب کے سب نبی ہونے کا دعوی کریں گے) سنن ابی داود اور ترمذی میں،ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِي وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيينَ لَا نَبِي بَعْدِي"(سنن ابی داود:۴۲۵۲)

ترجمہ: " میری امت میں عنقریب تیس جھوٹے (دعویدار)نکلیں گے،ان میں سے ہر ایک یہ دعوٰی کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے" ۔

پہلا شخص جس نے نبی ہونے کا دعوی کیا وہ مسیلمہ کذاب تھا جسے بعد میں مسلمانوں نے قتل کردیا۔

صدر اسلام میں جھوٹے دعویدار ان نبوت

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں،بعض اشخاص اکٹھے ہوئے اور خود کو نبوت کے دعویدار قرار دیا،ان میں سے چند لوگ اپنے لئے پیروکار تلاش نہ کرسکے،مشہور و معروف اشخاص میں سے:مسیلمہ بن ثمامہ کا ذکر کرسکتے ہیں جو اپنے پروپیگنڈے میں خود کو نبوت میں رسول اللہ ﷺ کا شریک مانتا تھا، اور عیسی اور طلیحہ بن خویلد وغیرہ، ان میں سے ہر ایک اپنے علاقے میں نبوت کا دعوی کرنے لگاتھا۔

مسیلمہ بن ثمامہ

مسیلمہ بن ثمامہ جو کہ ابا ثمامہ کے کنیت سے بھی مشہور تھا،(۱)ایک دن اپنے کچھ پیروکاروں کے ساتھ نبیﷺ کے پاس گئے اور پیارے نبی کریم ﷺ سے کہا:

(c) ketabton.com: The Digital Library

(۲)اگر اس طرح منصوبہ بنا لو کہ آپ کے بعد تمام کام میرے سپرد ہوجائیں(یعنی میں آپ کا جانشین بن جاؤں) تو آپ کی پیروی کرلوں گا،پیغمبرﷺ نے اس کی طرف رخ مبارک کردیا آپ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی،فرمایا:اگر مجھ سے جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے مانگو تو میں یہ بھی نہیں دوں گا،اپنے کام میں اس چیز سے دشمنی نہ کرو، جسے خدا نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے،اگر تم منہ موڑ لو تو اللہ تعالی تمہاری نسل ختم کرے گا،اور میں تجھے ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا خواب میں دیکھا تھا۔

وہ رسول اللہﷺ کے ساتھ اس بحث و مباحثہ کے بعداپنے قبیلے کی طرف گیا اور قبیلے والوں کے پاس پہنچنے کے بعد نبوت کا دعوی کردیا،اور کہا کہ پیغمبر اسلام کے ساتھ اس کی نبوت میں شریک ہوں۔

(۴)یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس نے پیغمبر السلام کی نبوت کا انکار نہیں کیا،بلکہ ان کی طرح اپنے آپ کو پیغمبر سمجھتا تھا، اور کہتا تھا: "کہ میں اور محمد دونوں نبوت کے کام میں شریک ہیں" سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ:کچھ مدت گزرنے کے بعد مسیلمہ اس قابل ہوگیا کہ چند آدمیوں کو اپنے اردگرد جمع کرلے،اس نے پیغمبرﷺ کو مندرجہ ذیل مضمون کا ایک خط لکھا: "مسیلمہ خدا کے پیغمبر کی طرف سے محمد خدا کے پیغمبر کی طرف، آپ پر سلام ہویہ کہ میں (نبوت کے معاملے میں)آپ کا شریک ہوں،اور آدھی زمین ہماری اور آدھی قریش کی ہے،لیکن قریش تجاوز کر رہے ہیں"جب یہ خط رسول اللہﷺ کو پہنچا تو آپﷺ نے ان کا خط پڑھ کر درج ذیل عنوان کے ساتھ جواب بھیجا:"محمدخدا کے نبی سے مسیلمہ جھوٹے کی طرف،سلام ہو اس پر جو نجات کا راستہ اختیار کرتا ہے، اما بعد زمین خدا کی ہے،جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے،اور آخر انجام متقیوں کا ہے"(۵)(۴/۶)۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ پیغمبرﷺ"حبیب بن زبد"نامی ایک شخص کو مسیلمہ کی طرف بھیجا، مسیلمہ نےرسول خدا کے قاصد سے کہا:کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمدخدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں؟ حبیب نے کہا:جی ہاں،مسیلمہ نے پوچھا:کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں؟حبیب نے کہا:میں گونگا بہرا ہوں،ان الفاظ کا کئی بار تبادلہ ہوا،یہاں تک کہ مسیلمہ نے ایک ایک کرکے اس کے اعضاء کاٹے اور وہ شہید ہوگئے(۷/۶)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ کے دو اصحاب کو پکڑ لیا،اور ان میں سے ایک سے کہا :کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمدﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں،اور پھر پوچھا:کیا تم میری رسالت کی گواہی

(c) ketabton.com: The Digital Library

دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! اس کو چھوڑدیا،پھر اس نے دوسرے کو طلب کیا اور پوچھا:کیا تم محمد ﷺکے رسالت کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا:ہاں!کہا تم میری رسالت کی گواہی دیتے ہو؟ ۔

اس نے جواب دیا:کہ میں گونگا بہرا ہوں،..اور وہ شہید ہوگیا:مسیلمہ کذاب رسول اللہ ﷺ کے احکامات کے بعد دعوی کردیا کہ پیغمبر اسلام کی غیر موجودگی میں صرف وہی موجودہ پیغمبر ہے،لہذا لوگوں کو چاہیے کہ میری اطاعت اور مدد کریں(۷)۔

با الاخر، جب خلیفہ اول نے مسیلمہ کا خطرہ سنگین دیکھا تو اس کے خلاف لڑنے کے لیے کئی لشکر جمع کیے اور ان کے درمیان کئی چھوٹی بڑی جنگیں ہوئی،آخر کار خالد بن ولید کی کمان میں ایک سخت جنگ میں مسیلمہ مارا گیا،(۹)

حوالہ جات:

1 - زرکلی، خیر الدین، الأعلام (قاموس تراجم لأشهر الرجال و النساء من العرب و المستعربین و المستشرقین)، جلد 7، صفحه 226، دار العلم للملایین، بیروت، طبع هشتم، 1989م.

2 - بعض اقتسابات میں یہ ذکر ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں گیا تھا، دوسروں نے اس سے نقل کیا،تو پیغمبر نے جواب دیا،(الاعم)،ج:۷،ص:۲۲۶)

3 - بخاری، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاری، محقق: الناصر، محمد زهير بن ناصر، ج 4، ص 203، دار طوق النجاة، طبع اول، 1422ق.

4 - مقریزی، تقی الدین، إمتاع الأسماع بما للنبی من الأحوال و الأموال و الحفدة و المتاع، ج 14، ص 229، دار الکتب العلمیة، بیروت، چاپ اول، 1420ق.

5 - اعراف، 128: "إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ"

6 - طبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم و الملوك، تحقیق: محمد أبو الفضل ابراهیم، ج 3، ص 146، دار التراث، بیروت، طبع دوم، 1387ق.

7 - عبد البر، یوسف بن عبد الله، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، تحقیق: بجاوی، علی محمد، ج 1، ص 320، دار الجیل، بیروت، چاپ اول، 1412ق؛ ابن اثیر جزری، عز الدین أبو الحسن، أسد

(c) ketabton.com: The Digital Library

الغابة فی معرفة الصحابة، جلد 1، صفحه 443، دار الفکر، بیروت، 1409ق.

8 - البدایة و النهایة، جلد 6، صفحه 341.

9 - ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، تاریخ ابن خلدون(دیوان المبتدأ و الخبر فی تاریخ العرب و البربر و من عاصرهم من ذوی الشأن الأکبر)، تحقیق: خلیل شحادة، ج 2، ص 502، دار الفکر، بیروت، طبع دوم، 1408ق.

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة الهُمَزه

یه سوره مکه میں نازل هوئی، اس کی "9 " آیتیں هیں

وجه تسمیه:

اس سورت کا نام "همزه" هے، کیونکه الله عزوجل نے اس کا آغاز آیت : "وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ" سے کیا هے، یه سوره بعد از سورةالقیامة نازل هوئی هے، "همزه" وه شخص هے جو لوگو ں کی غیبت کرتاہے اور لوگوں کے عیب نکالتاهے، اور انهیں قول ، فعل یا اشاروں سے طعنے دیتاهے .

سوره همزه کا سورة العصر سے ربط ومناسبت

سوره "والعصر" میں نوع انسانی کے بارے بات کی گئی هے، جس کے بارے میں الله تعالی فرماتے هیں: که انسان خسارے اور هلاکت میں هے، جبکه یه سورت خسارے میں رهنے والے اور دولت اکهٹی کرنے والے انسان کے حالات جو دین سے بے خبر هے کے بارے میں بیان کرتی هے .

سوره "همزه" کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد

سوره "همزه" مکی سورتوں میں سے ایک هے، اس میں ایک (1) رکوع، نو (9) آیات، تینتیس (33) الفاظ ، ایک سو پینتیس (135) حروف اور چهیالیس (46) نقطے هیں .

(قرآن کی سورتوں کےحروف کی تعداد میں علماء کی آراءمختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے تفسیر احمد سورة الطور ملاحظه کریں)

سوره هُمزه کا سبب نزول

عالم اسلام کے مشهور محدث ابن أبی حاتم نے عثمان بن عمر سے روایت کیا هے : هم نے همیشه یه سناکه آیت : «وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ » أبی بن خلف کے بارے میں نازل هوئی هے، سدی سے روایت هے که: یه آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے-

(c) ketabton.com: The Digital Library

اخنس بن شریق بن عمرو ثقفی مکه کے بزرگوں اور با اثر لوگوں میں سے تھے، مگر اس نے مکّه میں اور هجرت سے پهلے پیغمبر صلی الله علیه وسلم کے خلاف بهت زیاده پرتشدد کا روائیاں نهیں کیں، اخنس قریش کے ان سرداروں میں شامل تها ، جو ابوطالب کے پاس گئے تهے اور ان کے ذریعه رسول الله صلی الله علیه وسلم کو پیغام دیا تها، اس موقع پر اخنس نے کها: همیں اور همارے معبودوں کو چهوڑدو، هم بهی تجهے او رتیرے معبود کو چهوڑ دیں گے"۔

اخنس هجرت کے بعد اور جنگ بدر میں اپنے اموال کو مسلمانوں سے چهڑانے کے لیے جنگ سے دست بردار هوا، بعض قبائل نے بهی اس کی پیروی کی، البتہ جنگ احد میں وه کفار کے لشکر میں شامل تها، اس کا بیٹا بهی اسی جنگ میں مارا گیاتها، بالآخر اخنس فتح مکه کے موقع پر مسلمان هوگیا اور "مؤلفة القلوب" میں سے قرار پایا، یہاں تک کہ حنین کی جنگ میں بهی مسلمانوں کے ساتھ شریک هوگئے، حضرت عمر رضی الله عنه کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں اخنس کا انتقال هوگیا (بلاذری ، احمد بن یحی نساب الأشراف وتحقیق ، زکار، سهیل، زرکلی ، ریاض :ج -1، ص: 231 ، دارالفکر بیروت، چاپ اول ، 1417 ق)۔

ابن جریرنے اهل رقه کے ایک شخص سے روایت کیا هے که یه آیت جمیل بن عامرجحی کے بارے میں نازل هوئی هے، ابن منذر نے بیان کیا که امیه بن خلف جب بهی رسول الله صلی الله علیه وسلم کودیکهتا تو آپ صلی الله علیه وسلم کو طعنہ دیتا، او رآپ کا مذاق اڑاتا، تو پھر "وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝" آخر تک نازل هوئی۔

تفسیر البحر المحیط کے مفسر ابوحیان الأندلسی لکهتے هیں که : یه سورت درج ذیل لوگوں میں سے کسی ایک کے بارے میں نازل هوئی هوگی: أخنس بن شریق، عاص بن وائل ، جمیل بن معمر، ولید بن مغیره، امیه بن خلف، اس میں شک نهیں هے که یه سورت ان سب کے لیے ہےجن میں یہ اوصاف هوں، عام هے ۔

سوره همزه کی تمهید

اس سوره مبارکه میں تین سنگین گناهوں کے لیے سخت سزا کی وعید بیان کی گئی ہے، پهر اس سزا کی شدت بیان کی گئی هے، وه تین گناه یه هیں:

(c) ketabton.com: The Digital Library

"همز، لمز اور مال اکھٹا کرنا" همزہ اور لمزہ " متعدد معانی کے لیے استعمال هوئے هیں، جو اکثر مفسرین نے بیان کیے ہیں ، مثلاً: "همزہ" کا معنی غیبت هے، یعنی کسی کے پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنا، او ر "لمزہ" کا معنی کسی کو اس کے سامنے لعن طعن کرنا، یه دونوں کبیره گناه هیں، غیبت کا گناه قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ میں متعدد بار بیان کیاگیا هے، اس کی وجه یه هوسکتی هے که اس میں ملوث هونے میں کوئی رکاوٹ نهیں، اس لیے گناه بتدریج بڑھتا اور بڑھتا جاتاهے، اس کے برعکس آمنے سامنے گفتگو هو تو دوسرا فریق دفاع کے لیے تیار هوتاهے، لهذا گناه میں بڑھوتری نهیں هوتی، اس کے علاوه کسی کے عیب کو اس کے پیٹھ پیچھے بیان کرنا بهت بڑا ظلم هے، کیونکه اسے یه سمجھ نهیں آتا که اس پر کونسے الزامات لگائے جارهے هیں، تاکه وه اپنا دفاع کرسکے، دوسری طرف "لمز" سخت ترهے، کسی کو اس کے سامنے لعن طعن کرنا اور ایذا رسانی بهت سخت هے، اس لیے اس کا عذاب بهی سخت هے، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایاکه: "شرار عباد الله تعالی المشاءون بالنميمة المفرقون بين الأحبة الباغون البراء العنت" الله کے بدترین بندے وه هیں جو چغل خوری کرتے هیں، او ردوستوں میں پھوٹ ڈالتے هیں، اور بے گناهوں کے عیب کی تلاش میں رهتے هیں، تیسری خصوصیت جس پر اس صورت میں عذاب کی وعید بیان کی گئی هے، وه مال کی حرص اور اس سے محبت هے، اس کی تشریح الله تعالی نے آیت کریمه میں اس طرح فرمائی هے که: مال کی حرص اور اس سے محبت کے نتیجے میں وه اسے باربار شمار کرتاهے، یه بات قابل توجه هے که شرعی نصوص کے مطابق مال جمع کرنا قطعًا ناجائز اور گناه نهیں هے، یهاں اس مال کو جمع کرنے کی مذمت هے جس کے واجب حقوق ادا نه کیے جاتے هوں، یا مال جمع کرنے کا مقصد تکبر او رفخر هو، یا اس کی محبت میں انسان ایسا غرق هوجائے کی انسانی تقاضوں کو نظر انداز کرے۔

سوره هُمزه کے دروس اور عبرتیں

1 - یه سورت بعث (مرنے کے بعد اٹھنا) کا عقیده اور سزا بیان کرتی هے۔
2 - اس سورت میں غیبت اور عیب تلا ش کرنے سے بچنے اور دور رهنے کی تاکید کی گئی هے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

3 - اس سورت میں هر غیبت کرنے والے ، ملامت کرنے والے اور بخیل کے لیے عذاب جهنم کی سختی بیان کی گئی هے ۔

سوره همزه کے مشتملات اور فضیلت

اس سورت میں ان لوگوں کے بارے میں بحث کی گئی هے: جواپنی تمام تر طاقت مال جمع کرنے میں صرف کرتے هیں، وه نه صرف اپنی تمام کوششیں دولت کی محبت میں لگاتے هیں ، بلکه انسان میں موجود تمام قدروں کو اس میں فنا کرتے هیں، پھر وه تنگ دستوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے هیں، اور ان کا مذاق اڑاتے هیں، اس سورت کے آخر میں وه ان کے دردناک انجام کے بارے میں بتاتی هے که کس طرح انهیں ذلت آمیز طریقے سے جهنم میں ڈالاجائےگا ، اور جهنم کی جلتی هوئی آگ سب سے پهلے ان کی دلوں پر چڑھ جائے گی اور ان کی روح اور جان کو جلادے گی ۔

سوره همزه کے اهم پیغامات

1 - دولت جمع کرنے کے نقصانات میں سے ایک نقصان دوسروں کی تذلیل هے، "همزةلمزة...جمع مالاً وعدّدة" .

2 - اخلاقی مسائل دین کا حصه هیں، ایک مؤمن انسان کو چاهیے که اپنی آنکھوں اور زبان پر قابو رکھے ۔

3 - همیں اس بات کا خیال رکھنا چاهیے کہ کهیں هم دنیاوی مال اور دنیاوی عهدوں کے دھوکے میں نه آئیں اور غرورنه کریں، "يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ"

4 - وه لوگ مال خرچ کرنے کے بجائے ، دولت جمع کرنے اور ذخیره اندوزی کی سوچ میں هیں، قیامت کے کچلنے والے عذاب کے منتظر هیں، "جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ...لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ"

5 - زبان کی چوٹ اور طعنه دینا کبیره گناهوں میں سے هے، کیونکه اس کے بارے میں عذاب کی وعیدهے۔

6 - خدا جو آگ بھڑکاتاهے وه نه صرف جسم بلکه مجرموں کی روح اور دل میں بھی داخل هوتی هے "نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ . الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ"۔

7 - انسانی ذهن جهنم اورجنت کے حقائق کو سمجھنے سے قاصر هے "وَمَآ

(c) ketabton.com: The Digital Library

اَدۡرٰىكَ مَا الۡحُطَمَةُ" -

8 - آگ کے لمبے ستون، جھنم والوں کے لیے فرار کا راسته بند کردیں گے :"اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ " فِىۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ" -

مشکل الفاظ اور اصطلاحات کی تشریح

"ويلٌ" ، واویلا ! شرم اور سخت عذاب، رسوائی اور مصائب، تباھی، ندامت اور پریشانی کی علامت۔

"لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ" همزة: غیبت کرنے والا، تهمت لگانے والا، بد زبان، عیب تلاش کرنے والا، (قلم:11 ، همّاز) "لمز" وہ شخص جو عام طور پر لوگوں کو نیچا دکھانے کے لیے ان کےعیب تلاش کرتاھے، عیب جو، (حجرات: 11) -

"همزہولمز" معنی کے لحاظ سے دومترادف الفاظ کی طرح ھیں، "لمزة" چھپکے سے عیب تلاش کرنا، اور آنکھ، بھویں اور سر کے اشارے سے اظهار کرنا، ابن عباسؓ کهتے ھیں: "همزة" غیبت کرنے والا، اور "لمزة" نیچادکھانے والا اور طعنه دینے والا، (پیٹھ پیچھے یا سامنے) "مالاً" مال و دولت کی فراوانی ، "عدّدہ" کئی مرتبه اس دولت کا حساب لگایا اور شمار کیا، کیونکه اس کے گننے سے وہ لطف اندوز ھوتا ہے -

"اَخۡلَدَهٗ" اسے همیشه رکھنے والا ھے، اسے همیشگی عطاکی ھے، "لَيُنۡۢبَذَنَّ " (نبذ) لازمًا گرادیاجائے گا، بیشک اسے پھینکا جائے گا، "مَا الۡحُطَمَةُ" زیادہ کچلنے والا، جھنم ، پیٹو شخص کو حطمه کهتے ھیں ، کیونکه اس کے پیٹ کوجھنم سے تشبیه دی گئی ھے -

"الۡمُوۡقَدَةُ" : (وقد) شعله ور ہونا ، " تَطَّلِعُ " : قابو پاتی ہے ، اور غلبہ حاصل کرتی ہے ، گھیرتی ہے ، چڑھ جاتی ہے -

"الۡاَفۡـِٕدَةِ" : فواد کی جمع ، دل ، "مُّؤۡصَدَةٌ " (وصد) سر ڈھکا ہوا ہمہ گیر ، مسلط اور غالب ، بغیر کھڑکی کے مکمل بند، (بلد : ۲۰) عمد : جمع عماد : ستون ، "مُّمَدَّدَةٍ" لمبے اور پھیلے ہوئے (فرقان)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورت کا مختصر مفہوم

اس سورت میں الله تعالی نے ہر غیبت کرنے والے کو جھنم میں لیجانے کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ اس سورہ میں اس نے غیبت کرنے والے عیب تلاش کرنے والے کی ایک خصوصیت بیان کی ہے جو کہ مال جمع کرتا اور اسے گنتا ہے ، جبکہ اسے بھلائی اور رحمت کی راہ میں خرچ کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کی مدد کرے گا، یہ دنیا میں ہمیشہ رہے گا اور کبھی نہیں مرے گا ، اس کے نتیجے میں وہ زیادہ جائیداد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے ، یہاں تک کہ وہ اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کی لمبی عمر کی وجہ زیادہ جائیداد اور سرمایہ ہے ، جب کہ وہ نہیں جانتا کہ یہ حرص ہے جو زندگی کو گھٹا دیتا ہے اور دنیا اور آخرت کی تباہی کا سبب بنتا ہے ، جبکہ اس کے بر عکس سخاوت اور خرچ کرنا زندگی طویل کردیتا ہے ، پھر الله تعالی فرماتا ہے : "كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ"اسے بڑا دکھا نے کے لیے اور خوف و دھشت پیدا کرنے کے لیے ، " حطمہ " کی تصریح میں فرماتے ہیں ، " نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ " وہ آگ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں ، اور زیادہ شدید ہونے کی وجہ سے: " تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ" وہ جسم سے دل میں داخل ہوجاتی ہے ، اس شدید حرارت کے با وجود وہ اس میں قید ہوں گے اور باہر جانے سے نا امیدہوں گے ، اسی لیے اس آیت کے بعد کہتا ہے : " اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ " وہ آگ ان پر بند کی گئی ہے ، " فِىْ عَمَدٍ " انہیں دروازوں کے پیچھے گھسیٹا گیا ہے ، اس لیے وہ اس سے باہر نہیں نکل سکتے ، الله قرآن عظیم کی ایک اور آیت میں فرماتا ہے: " جب بھی وہ غم کی وجہ سے وہاں سے نکلنا چاہیں گے ، انہیں اس کی طرف لوٹا یا جائے گا " سورہ حج : ٢٢) كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۚ○"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَۃُ الۡھُمَزَۃ

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ۙ۱﴿﴾ الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۙ۲﴿﴾ یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ ۚ۳﴿﴾ کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی
الۡحُطَمَۃِ ۫ۖ۴﴿﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحُطَمَۃُ ؕ۵﴿﴾ نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ۙ۶﴿﴾ الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ ؕ۷﴿﴾ اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ
مُّؤۡصَدَۃٌ ۙ۸﴿﴾ فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ٪۹﴿﴾

سورت کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مہربان نہایت رحم والاھے
وَیۡلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ۙ۱﴿﴾	بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے
الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۙ۲﴿﴾	جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا
یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ ۚ۳﴿﴾	وہ سمجھتاہے کہ ا س کا مال اسے ہمیشہ رکھے گا
کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَۃِ ۫ۖ۴﴿﴾	ہر گز نہیں، یقینا وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا
وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحُطَمَۃُ ؕ۵﴿﴾	اور تجھے کس چیز نے معلوم کرایا کہ وہ حطمہ کیا ہے ؟
نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ۙ۶﴿﴾	اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے
الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ ؕ۷﴿﴾	جو دلوں پر چڑھتی ہے
اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ ۙ۸﴿﴾	یقینا وہ ان پر (ہرطرف سے) بند کی ہوئی ہے
فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ٪۹﴿﴾	لمبے لمبے ستونون میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورت کی تفسیر

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝١	بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے

یعنی: تباہی ہے ہر غیبت کرنے والے اورطعنے دینے والے کے لیے ، سورہ همزہ ایک " ہلاکت والے لفظ " سے شروع ہوئی ہے " وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ"

کون ہے ؟ " همزہ " مبالغہ کا وزن ہے ، بنیادی طور پر اس لفظ کا معنی ٹو ٹنا ہے ، غیبت کرنے والا شخص، غیر موجود شخص کو اپنی باتوں اورطعنوں سے توڑدیتا ہے، "همزہ" ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کے پیٹھ پیچھے غیبت کرے ، " لمزہ " ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو آنکھ مار کر ، سر ہلا کر یا اشارہ سے لوگوں کے سامنے کسی کی توہین کرتا ہے ، اس سورہ میں اللہ تعالی نے ولید بن مغیرہ اور اخنس کو دھمکی آمیز لہجے میں سرزنش کی ہے ۔

" همزہ " یعنی وہ لوگ جو دوسروں کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں ، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ حرکت ان کی زبان سے ہو یا ان کے طرز عمل سے اس قسم کے لوگ اپنی ترقی اور آگے بڑھنے کو دوسروں کی تحقیر و تذلیل اور عیب تلاش کرنے میں سمجھتے ہیں ، وہ دوسروں کی شخصیت کی کردار کشی کرتے ہیں ۔

قرآن عظیم ایسے غیبت کرنے والوں کے بارے میں کہتا ہے : اس کام کی مثال یہ ہے کہ : جیسے کوئی شخص اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاتا ہے ، تو اپنے دینی بھائی کی شخصیت کو توڑ کر اپنے آپ کو اوپر لے جاتے ہیں خود کو اچھا دکھانے کے لیے اسے برا دکھاتے ہیں ، بعض حالات میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ اپنی تعریف و تو صیف میں لگ جاتے ہیں، کسی کے لیے اپنی تعریف و توصیف کرنا بری بات نہیں ، لیکن ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کی تذلیل اور توهین کرکے اپنی حیثیت اور شخصیت دکھانا چاہتے ہیں ، یعنی دوسروں کو نیچا دکھاکر خود کو مظبوط اور طاقتور ظاہر کرنا چاہتے ہیں ۔

حدیث شریف میں ہے کہ :"شرار عباد الله تعالى المشاؤون بالنميمة. المفسدون بين الأحبة"

ترجمہ: خدا تعالی کے بد ترین بندے وہ چغل خور ہیں جو دوسروں کے باہمی رابطوں اور تعلقات میں خلل ڈالتے ہیں، پاکیزہ اور بے گناہ لوگوں کے عیب تلاش کرتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ۲	جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا

وہ اپنے جمع کردہ مال کی وجہ سے خوش ہوتا اور فخر کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس مال کی وجہ سے اسے دوسروں پر فضیلت او برتری حاصل ہے ، وہ دوسروں کو چھوٹا اور کمتر سمجھتا ہے۔

عالم اسلام کے عظیم مفسر محمد بن جریر طبری نے کہا : یعنی وہ اسی کے اعداد و شمار رکھتا ہے، اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا ، اور اس سے اللہ کا حق ادا نہیں کرتا : یہ صرف اسے جمع کرکے اس کی حفاظت کرتا ہے ، (طبری: ۳۰/۸۹) ۔

"الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا" جو اپنی تمام تر کوششیں مال جمع کرنے میں صرف کرتا ہے،

"وَّعَدَّدَہٗ" اور یہ کہ وہ ہمیشہ اسے شمار کرتا رہتاہے، ذخیرہ اندوزی کرتا ہے مال و دولت خرچ کرنے اور صدقہ دینے کے لیے جمع نہیں کرتا ، بلکہ اسے گننے اور لذت کے لیے جمع کرتا ہے، وہ امیر اور سرمایہ دار کہلوانا پسند کرتا ہے ۔

یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ ۳	وہ سمجھتاہے کہ ا س کا مال اسے ہمیشہ رکھے گا

وہ سوچتا ہے اسے اس کا مال ہمیشہ اور دائمی رہنے والا بنائے گا ، اور اس کا خیال ہے کہ وہ کبھی بھی نہیں مرے گا ، اور اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا ، اس لیے وہ ہمیشہ اپنے مال میں لگا رہے گا ، لیکن وہ یہ بھول گیا ہے کہ قبر میں اس کا مال و دولت اس کا جواب نہیں دے گی ، بلکہ اس کے اعمال صالحہ ہی اس کے مالک کو ہمیشہ کی زندگی میں امر کرتے ہیں ، مال و دولت نہیں، بلکہ عمل کے ساتھ علم اس کے مالک کو ہمیشہ ابدی بنا دیتا ہے۔

مفسرین اس بارے میں لکھتے ہیں کہ شیطان آدم اور حوا کو جنت میں کیسے دھوکہ دینے میں کامیاب ہوا: شیطان نے ان سے دوباتیں کیں ، ایک یہ کہ اللہ تعالی نے فرمایا : کہ اس درخت کے قریب نہ جانا " اَنۡ تَکُوۡنَا مَلَکَیۡنِ اَوۡ تَکُوۡنَا مِنَ الۡخٰلِدِیۡنَ"(سورہ اعراف : ۲۰) نہیں چاہتا کہ تم فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ یہاں رہو، کیونکہ جو کوئی اس درخت کا پھل کھائے گا اسے ہمیشہ کی زندگی ملے گی، اور " ملائکہ " میں سے بن جائے گا ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

" ملک " وہ شخص جس کے پاس خاص سہولتیں ہوں، اور ملک کی طرح اسے " تملک " حاصل ہو ، کہتے ہیں کہ : ان کو ان دو جملوں کے ساتھ دھوکہ دیا۔

یہ واقعہ قرآن عظیم کی دو آیات میں بیان کیا گیا ہے ، کہ ان دونوں کے ایک ہی معنی ہیں ، ابلیس ایک قول میں کہتا ہے : " يَٰٓـَٔادَمُ هَلۡ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ "(سورہ طہ : ۱۲۰) ترجمہ : اے آدم : کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور ایسی بادشاہی بتاؤ ں جو پرانی نہ ہو ؟ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے دو محرکات ہیں: جو کسی دوسرے مخلوق کے پاس نہیں ہیں: ایک یہ کہ وہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ رہے، اور دوسرا یہ کہ وہ ایسی سہولیات چاہتا ہے جو کبھی ختم نہ ہوں ، اب ان تین آیات کو آخر سے پہلی تک پڑھتے ہیں ، " أَيَحۡسَبُ أَنَّ مَالَهُۥٓ أَخۡلَدَهُۥ" انسان سوچتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ رکھے گا، جبکہ جو چیز ہمیں ابدی بنائے گی وہ آخرت کو سنوار نا ہے ، بھلائی اور خیر کی تلاش ہے، خدا کے بندوں کے فائدے کے لیے کام کرنا ہے، سچائی کے پیچھے چلنا ہے، خدا کی نظر میں اپنی قدر و قیمت پیدا کرنا ہے ، یہی چیز انسان کو ابدی بناتی ہے، "وَٱلۡبَٰقِيَٰتُ ٱلصَّٰلِحَٰتُ"ہے (سورہ کھف آیت : ۴۶) (یعنی : نیک کام پائیدار ہے) اعمال صالحہ خدا کے نزدیک سب سے اعلی ہیں اور ان میں سب سے زیادہ عزت اور اجر ہے ،

كَلَّاۖ لَيُنۢبَذَنَّ فِي ٱلۡحُطَمَةِ ۝٤	ہر گز نہیں، یقینا وہ ضرور حطمہ میں پھینکا جائے گا

"لیکن نہیں" یعنی: ایسا نہیں ہے ہ وہ غافل طعنہ مارنے والا مغرور شص جو اور خود شخص سو چتا ہے ایسا نہیں ہوگا، بلکہ "یقینا" اسے حطمہ میں ڈالا جائےگا" یعنی:وہ اور اس کا مال ایسی آگ میں ڈالے جائیں گے، جو ہر چیز تباہ کردےگی۔

"كَلَّاۖ لَيُنۢبَذَنَّ " (نبذ) یعنی:گرنا،اور پھینکنا، جس طرح جب کوئی شخص کچرے کے ڈھیر میں کوئی چیز پھینکتا ہے تو وہ بھی اسی طرح "حُطَمَةِ" میں جا گریں گے،"حُطَمَةِ" لغت میں بہ معنی "ھمزہ ہے ، " حُطَمَةِ" کی اصل "حطم" ہے،اور" حطم" یعنی،توڑنا،تحقیر کرنا اور کچلنا یہ لفظ قرآن کریم میں دو جگہ استعمال ہوا ہے، دونوں جگہ اس کا ایک دلچسپ معنی ہے:

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایک تو چیونٹیوں کی زبان سے ہے کہ جب سلیمان اور ان کے سپاہی آرہے تھے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے:اپنے گھروں میں جاؤ، تاکہ: "لَا يَحۡطِمَنَّكُمۡ سُلَيۡمٰنُ وَجُنُوۡدُهٗ ۙ" (سورہ نمل۱۸) ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے سپاہی تمہیں روند ڈالیں اور دوسرا موسم کے بارے میں جب پتے، پھول گرجاتے ہیں اور درختوں کی شاخیں"پتوں سے خالی" ہوجاتی ہیں، یعنی موسم خزان کا ہوا جب درختوں سے خشک پتوں کو الگ کرکے "حُطَمَة" ویرانوں میں پھینک دیتا ہے، یہ بھی اپنی زندگی میں دوسروں کو توڑ دیتے تھے اور روند دیتے تھے، چنانچہ اب وہ خود بھی"حُطَمَة" جو توڑنے والی اور تحقیر کرنے والی ہے میں گر پڑیں گے اور ذلیل ہوں گے۔

وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحُطَمَةُ ؕ	اور تجھے کس چیز نے معلوم کرایا کہ وہ حطمہ کیا ہے ؟

استفهام برائے تفخیم، جهنم کی آگ کا حیران کن اور خوفناک تعارف کرانا هے ، گویا جهنم کی کچلنی والی آگ بھی ان چیزوں میں سے هے جنہیں عقل نہیں سمجھ سکتی ۔

نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ۙ	اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے

یعنی: حُطَمَة بھڑکھائی ہوئی آگ جو کہ رب تعالیٰ کے حکم سے بھڑ کھائی گئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ: ایک ہزار سال تک آگ جلائی یہاں تک کہ وہ بھڑک اٹھی پھر ایک ہزار سال تک جلائی یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، اور اس کے بعد وہ ایک ہزار سال تک جلائی گئی یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی۔

قرآن کریم میں اس مقام کے سوا اور کہیں پر جہنم کی آگ کو اللہ تعالیٰ کی آگ نہیں کہا گیا، اس مقام پر اس کو اللہ کی طرف منسوب کرنے سے نہ صرف اس کی ہولناکی کا اظہار ہوتاہے ، بلکہ اس حقیقت کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ جو لوگ دولت اور دنیا سے فائدہ اٹھا کر مغرور اور متکبر ہو جا تے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کس قدر نفرت اور غضب کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ : وہ آگ کہ جس میں وہ اس قسم کے لوگوں کو ڈالے گا اسے خاص اپنی آگ کہاہے، (تفہیم القرآن)

(c) ketabton.com: The Digital Library

توجہ فرمائیے: جب آگ کی بحث ہوتی ہے، تو ہم انسان اس کی ظاہری اور بیرونی فہم کی طرف دھیان دیتے ہیں جبکہ اس آگ سے جو اکثر ہمارے باطن میں ہے غافل ہیں:

الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ ؕ○	جو دلوں پر چڑھتی ہے

یعنی: حُطَمَة ایسی آگ ہے جس کی جھلسانے والی گرمی دلوں تک پہنچ جاتی ہے، اور اس پر مسلط ہوکر اسے ڈھانپ لیتی ہے، دل کا خاص طور پر ذکر فرمایا ، حالانکہ آگ سارے جسم کو لپیٹ میں لے لیتی ہے، یہ اس لیے کہ دل جسم کا سب سے نازک حصہ ہے، تھوڑی سی اذیت پر سخت تکلیف محسوس کرتا ہے، یا اس لیے کہ دل منحرف ارادوں، بری نیتوں، اخلاقیات اور برے کرداروں جیسے تکبر اور اہل فضل کو نیچا دکھانے کا مقام ہے ۔

مشہور مفسر شیخ قرطبی نے کہا ہے "اَفۡـِٕدَۃ" کا ذکر خاص طور پر اس لیے گیا کہ جب درد دل تک پہنچتا ہے تو انسان مر جا تا ہے، پھر وہ خود کو حالت مرگ میں پائیں گے مگر مریں گے نہیں، جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: "لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَلَا یَحۡیٰ" پس وہ لوگ زندہ ہیں، لیکن موت سے بد تر زندگی ہے۔

اِنَّهَا عَلَیۡهِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ ۙ○	یقینا وہ ان پر (ہرطرف سے) بند کی ہوئی ہے

یعنی آگ ہر طرف سے دوذخیوں کو گھیری ہوئی ہوگی اور اس کے دروازے ان پر مکمل بند ہوں گے، اس لیے وہ ہر طرف سےاس کے احاطے میں ہوں گے،اور اس سے نہیں نکل سکیں گے۔

فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ؒ○	لمبے لمبے ستونون میں

یعنی وہ مضبوط اور لمبے ستونوں میں گھرے ہوئے ہیں، تا کہ کبھی بھی اس سے نہ نکل سکیں، اس سے بھاگنے کا راستہ بھی نہیں ہے، ستونوں کے لمبے ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لا متناہی وقت تک وہاں رہیں گے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ ؛ ان پر دروازے بند ہوں گے، اور اس کا مرکزی ستون جو لوہے کا ہے، کیلوں سے مضبوطی سے جما ہوا ہے، اس سے بھا گنا نا ممکن ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"مُّؤْصَدَةٌ" یعنی: ایسی چیز جس سے الگ ہونا ممکن نہ ہو۔

کیا اسلام میں مال دولت جمع کرنا حرام ہے؟

قابل غور بات یہ ہے کہ دین اسلام نے مال و اسباب جمع کرنے سے قطعی طور پر منع نہیں کیا ہے، اور ذخیرہ شدہ مال کے مالک کو سخت تنبیہ بھی کی گئی ہے،لیکن اگر وہ اپنے مال کی زکوۃ ادا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ، چاہے اس نے حلال طریقے سے کتنا ہی جمع کیوں نہ کیا ہو۔

البتہ جو لوگ اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتے ان کے بارے میں رب العزت ارشاد فرماتا ہے؛ "وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٣٤"(سورہ توبہ:٣۴) ترجمہ: "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے، ان کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سنا دو"۔

ابو داؤد میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدَّى زَكَاتُهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ" "جس کا مال زکوۃ کی حد تک پہنچ جائے، اس کی زکوۃ ادا کی جائے ، پس وہ کنز نہیں ہے"۔

کنز : ہر وہ چیز جو جمع کرکے ذخیرہ کیا جائے، مال اکٹھا کرنا۔

امام مالک "مؤطا" (۵۹۵) عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا:"سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ وَهُوَ يُسْأَلُ عَنِ الْكَنْزِ مَا هُوَ فَقَالَ هُوَ الْمَالُ الَّذِي لَا تُؤَدَّى مِنْهُ الزَّكَاةُ "۔

ترجمہ: " میں نے سنا کہ عبداللہ بن عمر سے کنز کے بارے میں پوچھا گیا کہ کنز کیا ہے ؟ انہوں نے کہا : وہ مال ہے جس کی زکوۃ ادا نہ کی گئی ہو" امام بخاریؒ خالد بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا : "خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللَّهِ: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالفِضَّةَ، وَلاَ يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (التوبة: 34) قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: مَنْ كَنَزَهَا، فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَهُ، إِنَّمَا كَانَ هَذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللَّهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ. بخاري (1404)۔

ترجمہ: ہم عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ باہر گئے، ایک اعرابی نے ان سے پوچھا: اس آیت کے بارے میں مجھے بتاؤ : "وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالفِضَّةَ، وَلاَ يُنْفِقُونَهَا

(c) ketabton.com: The Digital Library

فِی سَبِيلِ اللهِ "ابن عمرؓ نے کہا : " جس نے سونا اور چاندی جمع کی اور اس کی زکوۃ نہیں دی، پس اس پر افسوس ہے ، اور یہ اس وقت سے متعلق ہے جب زکوۃ فرض نہیں ہوئی تھی ، جب زکوۃ فرض ہوئی تو خدا تعالی نے اسے (یعنی زکوۃ کو) مال کی پاکی کا سبب قرار دیا".

عبد الرزاق نے " مصنف " (۷۱۴۱) میں عبیداللہ بن عمر نے نافع سے اور اس نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ اس نے کہا : "ما أدى زكاته فليس بكنز وإن كان تحت سبع أرضين، وما كان ظاهرا لا يؤدى زكاته فهو كنز"یعنی : "جس کی زکوۃ ادا کی گئی وہ کنز میں شمار نہیں ہوگا ، اگر چہ اسے سات زمینوں کے نیچے (ذخیرہ اور چھپا یا گیا) ہو ، اور جو مال ظاہر ہے اگر اس کی زکوۃ ادا نہ کی گئی ہو وہ کنز ہے".

مختصر یہ کہ جس چیز کو حرام کہا گیا اور جس کے بارے میں سخت تنبیہ کی گئی ہے وہ ایسا مال ہے (یعنی وہ جمع شدہ مال ہے) جس کی زکوۃ ادا کی گئی ہو، یا وہ مال جو حد نصاب کو نہیں پہنچاہو، اسے کنز میں شمار نہیں کیا جائے گا، اسلام نے مال جمع کرنے کو حرام نہیں کہاہے، بلکہ اس کی زکوۃ ادا نہ کرنے کو حرام کہا ہے.

غیبت اور اس کا کفارہ

غیبت کا شمار شریعت میں کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے، اور غیبت کرنے والا شخص خدا کے سامنے زیر عتاب ہوگا ، اس گناہ کی سنگینی دو وجہ سے ہے:

1 - یہ گناہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اس لیے یہ زیادہ خطرناک ہے ، کیونکہ یہ لوگوں پر ظلم کی ایک قسم ہے.
2 - غیبت کرنا لوگوں کے لیے بہت آسان ہے،سوائے اس کے جس پر اللہ تعالی رحم فرمائے، جبکہ یہ گنا ہ خدا کے نزدیک کبیرہ اور قابل نفرت ہے،

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ زبان کی اس آفت سے محتاط رہے، اور اپنے آپ کو اس کبیرہ گناہ سے بچائے، مسلمانوں کی غیبت کا عادی بننے سے غیبت کرنے والے کے گناہوں کا بوجھ بڑھے گا ، اور اس کی تلافی یقینا دشوار اور مشکل ہے ، کیونکہ ان میں سے اکثر گناہوں کا شمار لوگوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے حقوق سے ہوتا ہے ، البتہ غیبت کے کفارہ کے بارے میں چند اہم باتوں کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے:

پہلا: غیبت کا کفارہ ، خیر کی دعا کرنا ، خدا سے بخشش اور استغفار اس آدمی کے لیے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

دوسرا: دعا اور استغفار اس کے لیے جس کی غیبت ہوئی ہے کفارہ کے لحاظ سے کافی نہیں ہے، کیونکہ اصول یہ ہے کہ گناہوں سے اس وقت تک پاک نہیں ہوسکتا جب تک سچی توبہ نہ کرے، اور خلوص دل سے پشیمانی کا اظہار نہ کرے، اورگناہوں کی طرف واپس نہ جانے کا عزم کرے، اس کے بعد امید ہے کہ اللہ تعالی اس کی توبہ قبول فرمائے اور اس کے گناہ معاف فرمائے۔

جس کے ساتھ ظلم ہوا ہے یا حق تلفی ہوئی ہے جب تک وہ معاف نہ کرے تو گناہ معاف نہ ہوگا ، اس کی دلیل رسول اللہ ؐ کی صحیح حدیث ہے جس میں فرمایا :" مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ"(بخاری : ۲۴۴۹)، ترجمہ: " اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا اور کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو آج ہی اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن نہ دینار ہوں گے ، نہ درہم ، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لیا جائے گا ، اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوگا ، تو اس (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی "۔

اس حدیث میں لوگوں سے معافی مانگنے اور ان کی وفات سے پہلے ظلم کی تلافی کرنے کی بات کی گئی ہے ، کیونکہ قیامت کے دن نا انصافیوں کا معاوضہ نیکیوں سے ادا کرنا پڑے گا ، نہ کہ درہم اور دینار سے ، سچ یہ ہے کہ یہ نقصان حقیقی ہے۔

تیسرا : یہ کہ جو شخص غیبت کے گناہ سے چھٹکارا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس سے معافی مانگنے کی بھر پور کوشش کرے جس کی اس نے غیبت کی ہے ، یعنی اس سے نرم الفاظ میں معافی تلافی اور معذرت کرے ، جتنا ہوسکتا ہے اس میں کوشش کرے ، خواہ اس کا دل جیتنے کے لیے اس کےلیے قیمتی تحائف دینا ہی کیوں نہ پڑے ، علما ءنے یہ تمام کام اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

بندے کو راضی کرنے کے لیے جائز قرار دیے ہیں ، لیکن سلف صالحین اور اہل علم فقہا میں سے بہت سوں نے یہ رائے دی ہے کہ اگر غیبت کے معاملے میں معافی مانگنے سے کوئی بڑا فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہو مثال کے طور پر دوسرے فریق کے غصہ بھڑ کانے اور قطع صلہ رحمی رشتے ختم کرنے کا سبب بن سکتا ہو، یا دلوں کو بغض اور کینہ سے بھر دیتا ہو تو اس صورت میں اکثر علماء نے معافی طلب کرنے کو ترک کرنے کی اجازت دی ہے، اس حالت میں جس کی غیبت ہوئی ہے اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ، امید ہے کہ اس کی دعا کرنے، اور اس کے لیے اللہ سے بخشش مانگنے اور استغفار کرنے سے اس کے لیے اللہ کے ہاں اس غیبت کا کفارہ ہو۔

البتہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ غیبت کا گناہ اس وقت تک پاک نہیں ہوگا جب تک کہ جس کی غیبت کی گئی اس سے معافی نہ مانگے اور توبہ نہ کرے ، اور اس کے لیے کوئی کفارہ نہیں ہے، دعا اور استغفار غیبت کا گناہ نہیں مٹا سکتا، البتہ علماء کی اسی جماعت نے کہا ہے کہ اگر وہ شخص جس کی غیبت ہوئی ہے غائب ہو، یا فوت ہوگیا ہو تو اس صورت میں اس کے لیے دعا اور استغفار کرنا جائز ہے ۔

مختصر یہ کہ جس کی غیبت ہوئی ہے اس کے لیے خدا سے معافی مانگنا ایک وقتی، اضطراری عذر ہے جو بوقت ضرورت کیا جاتا ہے، شریعت نے خرابیوں اور مفاسد کو دور اور مصلحتوں کے حصول کے لیے ضرورت کی صورت میں اسے مد نظر رکھا ہے، لهذا مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق ان لوگوں کی غلطی اور غلط فہمی ظاہر ہو جاتی ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرنے میں بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں اس امید پر کہ دعا اور استغفار اللہ کے نزدیک اس کے کیے ہوئے غیبت کے کفارے کے لیے کافی ہے، جبکہ وہ نہیں جانتے کہ ان کا یہ تصور چند وجوہات کی بنا پر غلط ہیں:

1 - وہ بھول گئے ہیں کہ توبہ کی بنیادی شرط توبہ، پیشمانی اور اخلاص سے اللہ کی طرف رجوع ہے، بہت سے لوگ اس شرط کو پورا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔

2 - در حقیقت لوگوں کے حقوق کی تلافی کا اصول یہ ہے کہ ان سے معاف کرانے کی بھر پور کوشش کی جائے، اگر فرض کیا جائے کہ اس کو اطلاع دینے میں (جس کی غیبت کی گئی ہے) کسی بڑے فساد کا اندیشہ ہو، تو اس صورت میں اس سے معافی مانگنے کے بجائے اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے حق میں دعاء اور استغفار کیا جائے تو اس کے لیے کافی ہوگا، ورنہ اصول یہ ہے کہ جس پر ظلم ہوا ہے اس کے پاس جاکر اس سے در گذر کرنے کی استدعاء کی جائے۔

3 - اگر وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہے کسی اور کے توسط سے اطلاع پائے کہ اس کی غیبت کی گئی ہے، تو اس صورت میں غیبت کرنے والے کے لیے لازمی ہےکہ براہ راست اس کے پاس جائے اور اس سے معافی مانگے، اس لیے کہ ممکن ہے کس کی غیبت کی گئی ہے اس کے دل کی تکلیف اور ناراضگی ختم ہوجائے اور وہ معاف کردے، اگر وہ معاف نہ کرے تو اس صورت میں غیبت کے گناہ سے نجات اور خلا صی پانے کے لیے اس شخص کے حق میں دعا اور استغفار کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

4 - دعا کا طریقہ اس کے لیے دعا کرتے وقت اس کا نام لیکر دعا کرے، اس کے علاوہ وہ خود کو بھی دعا میں شامل کرے، مثلا کہے کہ : "اللهم اغفر لی ولفلان:" اے پروردگار! مجھے اور فلان کو (جس کی غیبت کی گئی ہے) بخش دے :" اللهم تجاوز عنا وعنه" اے پروردگار! میرے اور اس کے گناہ سے در گذر فرمادے ، کوشش کرنی چاہیے کہ دعاء قبولیت کے اوقات میں نیت کے اخلاص اور سچائی کے ساتھ کی جائے، اور دعا باربار دہرائی جائے .

5 - یہ بتانا ضروری ہے کہ دعا اور استغفار کا مقصد در حقیقت کسی برے کام کو دور کرنا اور اچھے کاموں سے اس کا تبادلہ کرنا ہے، اس مقصد تک پہنچنے کے لیے (برے عمل کے اثر اور اس گناہ کو ختم کرنے کے لیے) لازمی ہے کہ دعاء اور استغفار کرے، اس مقصد کے لیے کوئی اور عمل نہ کیا جائے، ہاں البتہ ہر قسم کے نیک اعمال کیے جاسکتے ہیں، اور اس کا ثواب غیبت کیے گئے شخص کو ہدیہ کیا جاسکتا ہے، جیسے اس کے بدلے صدقہ دینا، یا اس کی مدد کرنا، اور سختیوں اور مصیبتوں میں اس کا ساتھ دینا وغیرہ، کہ یہ اعمال ان مصائب کی جگہ لے لیں گے جو اس پر آئے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں : مظلوم کا حق صرف توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتا، اس لیے کہ یہ حق ہے، اس معاملے میں کسی کو نا حق قتل کرنے والا اور دوسرے پرظلم روا رکھنے والا ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، پس جو آدمی ظلم سے توبہ کرے تو صرف توبہ سے مظلوم کا حق ساقط نہیں ہوگا، بلکہ توبہ مکمل کرنے کے لیے ضروری ہےکہ اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی تلافی کرے، اس چیز کے ساتھ کہ اس نے اس پر جوظلم کیا ہے، اگر وہ اس برائی اور نا انصافی کی تلافی دنیا میں نہ کرے تو اسے آخرت میں ضرور تلافی کرنی ہوگی، پس اس توبہ کرنے والے ظالم کے لیے لازمی ہے کہ بہت ساری نیکیاں کرے، تاکہ اگر مظلوم آخرت میں اس سے اپنا حق واپس لے لے، تو وہ مفلس نہ رہے، البتہ اگر خدا خود مظلوم کی تلافی کرناچاہے، تو یہ اس کے فضل و کرم سے دور نہیں، وہ جس طرح چاہے شرک کے علاوہ ہرگناہ معاف کردیتا ہے .

ترمذی میں ایک حدیث جسے صحیح یا حسن کہاگیاہے اس میں آیا ہےکہ: " إذا كان يوم القيامة فإن الله يجمع الخلائق في صعيد واحد، يسمعهم الداعي وينفذهم البصر، ثم يناديهم بصوت يسمعه من بعد كما يسمعه من قرب، أنا الملك، أنا الديان، لا ينبغي لأحد من أهل النار أن يدخل النار وله عند أحد من أهل الجنة حق حتى أقصه منه، ولا ينبغي لأحد من أهل الجنة أن يدخل الجنة ولأحد من أهل النار عنده حق حتى أقصه منه " .

ترجمہ: " جب قیامت کا دن آئےگا تو خدا تعالی تمام مخلوق کو ایک زمین پر جمع کرے گا، ایک داعی ان سب کو پکارے گا جسے دور اور قریب سے ہر کوئی سن سکے گا، اور خدا تعالی فرمائے گا: میں دَیّان (فیصلہ کرنے والا) ہوں ، جہنمیوں میں سے کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ جہنم میں داخل ہو، جبکہ اس کا اہل جنت میں سے کسی ایک پر حق ہے، جب تک کہ وہ اپنا حق اس سے وصول نہ کرے، اور اہل جنت میں سے کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ جنت میں داخل ہو جب کہ اس کا اہل دوزخ میں سے کسی ایک پر حق ہے، جب تک وہ اپنا حق اس سے حاصل نہ کرے".

صحیح مسلم میں ابو سعید خدریؓ سے حدیث مروی ہے کہ: "أن أهل الجنة إذا عبروا الصراط وقفوا على قنطرة بين الجنة والنار، فيقتص لبعضهم من بعض، فإذا هذبوا ونقوا أذن لهم في دخول الجنة " ترجمہ: "یعنی جب جنتی راستے سے گزریں گے تو جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر کھڑے ہوں گے، اور ان میں سے بعض دوسرے سے بدلہ لیں گے اور جب وہ (گناہوں سے) پاک ہوجائیں گے اور بدلہ لیا جائے گا تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی ".

خدا تعالی فرماتا ھے: "وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ " (الحجرات: 12) ترجمہ: "اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے".

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور فرمایا: " أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ○١٢ " (الحجرات :12) ترجمه: "کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسندکریگا کہ اپنے مرےہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم ضرور نفرت کروگے (توغیبت نہ کرو) اور خدا کا ڈر رکھو بیشک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے "۔

اس آیت میں الله تعالی غیبت کرنے والوں کو توبه کرنے کی تاکید فرماتاھے، لیکن اگر وہ غیبت کرے یا بهتان لگائے ، لیکن مظلوم کو اس کا علم نه هو، تو اس صورت میں بعض علماء نے کهاهے کہ: ظالم کے لیے توبه کی شرطوں میں سے ایک شرط یه هے : که وه مظلوم کو سے واضح طور پر کهے که اس کی غیبت کی هے، اس کو اطلاع دے ، اور بعض نے کها هے که اس کو اطلاع دینا شرط نہیں هے، ضروری نهیں هے، اکثر علماء کا یهی قول ہے، یه دونوں اقوال امام احمد سے منقول هیں، لیکن ا ن کی رائے ہے کہ اس صورت میں ظالم کو چاهیے مظلوم کے لیے نیک اعمال کرے، جیسے: اس کے لیے دعا او راستغفار کرنا، اور نیک عمل کرنا اور اس کا ثواب اس کے لیے دینا ، یه چیزیں غیبت اور بهتان کی تلافی اور کفاره کے طور پر هونگی، حسن بصری نے کها: غیبت کا کفاره یه هے که جس کی غیبت کی گئی هے اس کے لیے استغفار کرے (مجموع الفتاوی: 178/18- 189) ۔

مختصر یه که سب سے پهلے ایک متقی مسلمان کو چاهیے که وه اپنی زبان اورگفتگو میں احتیاط کرے، اور اپنی زبان کو مسلمانوں کی غیبت اور برائی میں استعمال نه کرے، تا که اس کے گناهوں کا بوجھ نه بڑھے ، لیکن اگر وه اس کبیره گناه کا ارتکاب کرتاهے، تو اسے چاہیے کہ سب سے پهلے سچی توبه کرے، اور اس مسلمان کی غیبت کرنے سے دل سے ندامت محسوس کرے، اس کے بعد اصول هے که اگر ممکن هو تو غیبت کیے گئے شخص کے پاس جاکہ اس سے معافی مانگے ، اگر ممکن هو تو کسی طریقے سے اس کا دل جیت لے ، تا که وه اسے معاف کرے، اگر اس کو اطلاع دینے سے کسی بڑے فتنے یا شر کا امکان هو، او راس کے غصے میں اضافے کا اندیشہ ہو رشته داری ختم کرنے کا احتمال هو ، تو اس صورت میں بعض علماء نے کهاهے که ضروری نهیں هے که اس سے کچھ کهے، بلکه اس کے لیے خدا سے دعاء اور مغفرت کرنا کافی هے، یا اس کے لیے نیک اعمال اور صدقه کرے ، اس کا ثواب اسے هدیه کرے، بعض دوسرے علماء نے کها هے که: اس سے معافی مانگنا

(c) ketabton.com: The Digital Library

واحد راستہ ھے، سوائے اس کے کہ وہ فوت ھوگیا ھو، یا غائب ھو تو اس صورت میں اس کے لیے دعا اور استغفار کرے، لیکن اکثر علماء کی رائے یہ ھے کہ اس حالت میں غیبت کیے گئے شخص کے پاس جانے اور اس کو اطلاع دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کی بھلائی کی دعا کرے اوراپنے لیے بھی بخشش مانگے ، امید ھے کہ یہ اس کے لیے کفایت کرے اور اس کے گناہ مٹ جائیں ۔

چغل خوری

زبانی برائیوں میں سے ایک جو ا سلام میں اخلاقی برائی سمجھی جاتی ھے، وہ چغل خوری ھے، چغل خوری اس کو کہا جاتاھے کسی کی کھی ھوئی بات کو اس کے پیٹھ پیچھے کسی اور کے سامنے دھرایا جائے ، مثلاً کھے کہ: فلان نے تیرے بارے میں ایسی بات کھی ، یا تیرے متعلق ایسی ایسی باتیں کیں۔

حذیفہؓ ایک حدیث میں فرماتے ھیں کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " چغل خور کے لیے جنت میں کوئی جگہ نہیں ھے" (فتح الباری : 474/10) .

نبی صلی الله علیه وسلم سے پوچھا گیا: "أی الإسلام أفضل؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: مَنْ سلم المسلمون من لسانه ویده" (متفق علیه) ترجمه: کونسا اسلام بهتر ھے؟ آپ نے فرمایا: "جس کے ھاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رھیں" ، مؤمنین کی خصوصیات میں سے ایک یہ ھے کہ وہ اپنی زبان کو دوسروں کی عزت وتکریم میں داخل ھونے سے روکے، اور لغوباتوں سے اجتناب کرے، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلیقل خیرًا أولیصمت" (متفق علیه) یعنی: "جو شخصی الله پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتاھے اسے چاھیے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رھے"۔

جو اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا، ا و رکسی کی خبر یا باتیں کسی او ر کے سامنے کھتاھے، تو یہ تعلقات کو توڑنے او رلوگوں کے درمیان نفرت اور دشمنی کی آگ بھڑکانے کا سب سے بڑا او راھم سبب بنتاہے، خدا تعالی نے بھی چغل خور کی مذمت کی ھے فرمایا: "وَلَا تُطِعۡ كُلَّ حَلَّافٖ مَّهِينٍ * هَمَّازٖ مَّشَّآءِۭ بِنَمِيمٖ " سوره قلم : 10 – 11). ترجمه: "اور کسی ایسے شخص

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے کہے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل طعنہ دینے والا چغل خور ہے "۔

ابن عباس ؓ فرماتے ھیں کہ: رسول الله صلی الله علیه وسلم مدینه کے ایک باغ کے پاس سےگرزرھے تھے وھاں آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں، جنھیں قبر میں عذاب دی جارھی تھی، آپؐ نے فرمایا: " ان دو بندوں کو عذاب دیا جارھا ھے، البته یه کسی بڑے گناہ کی وجه سے نہیں ھے، پھر آپؐ نے فرمایا: ھاں! ان کا گناہ بھت بڑا ھے، ان میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغل خوری کرتاتھا" (فتح الباری: 317/1).

چغل خور کے متعلق ھمارا فرض کیا ھے؟

خدا تعالی فرماتا ھے: " ط۰إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۳۶ (اسراء : ۳۶)" ترجمه: " یقینا کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح) سے ضرور باس پرس ہوگی" ۔

اسی طرح فرماتا ھے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ۶ " (سوره حجرات:6) ترجمه: "مؤمنو! اگر کوئی فرمان تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو پھر تم کو اپنے کیئے پر نادم ہونا پڑے "۔

جب بھی کو ئی فاسق آدمی کوئی خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کرنی چاھیے ، اور صرف اسے سن کر فورًا یقین کر کے اقدام نه کیا جائے ، کیونکه تحقیق نه کر نا او با ت کو سن کر بلا تحقیق یقین کرنا بھت بڑے نقصان کا باعث ہوتاھے، یه انسان کے لیے گناہ کا مرتکب ھونے کا سبب بنے گا، کیونکه اگر اس کی خبرکو کسی عادل اور دیانت دار کی خبر کی طرح مان لیا جائے تو اس کے تقاضوں کے مطابق فیصله کیا جائے گا، پھر جان و مال ناحق ضائع ھوجائیں گے ، جس سے ندامت اور پشیمانی ھوگی، بلکه کسی فاسق کی خبر سن کر اس کی تحقیق کرنی چاھیے ، پھر اگر وجوھات و علامات اس کی صداقت اور سچائی پر دلالت کریں تو اس پر عمل کیاجائے اور اس کی تصدیق کی جائے ، اگر دلائل وقرائن اس کے جھوٹا ھونے پر دلالت کریں تو اس کی تردید کی جائے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

چغل خورسے متعلق هوشیار رهنا

اگر چغل خور آدمی کسی کے لیے کوئی خبر لاتاهے ، تو اس خبر کو سنتے هوئے ذیل کے نکات کو لازمی مد نظر رکھنا چاهیے :

1 - چغلی والے آدمی کی بات کو نهیں ماننا چاهیے اور اس کی تصدیق نهیں کرنی چاهیے۔
2 - اس کو نصیحت کرکے اس عمل سے منع کرنا چاهیے .
3 - اپنے غیرموجود بھائی کے متعلق برا گمان نهیں رکھنا چاهیے .

اسے خود کو اس بات کی اجازت نهیں دینا چاهیے که چغل خور کی بات کسی اور کے سامنے دهرائے، یعنی یه نهیں کهناچاهیے که فلان نے ایسا کها، کیونکه ایسا کر کے وه خود بھی چغل خور بن جائے گا .
هرچیز کو سن کر اسے بیان نهیں کرنا چاهیے ، کیونکه بنی صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "کفی بالمرء إثماً أن یحدث بکل ما سمع " (روا ه مسلم (5)) یعنی: " ایک شخص کے گنهگار هونے کے لیے یهی کافی هے که جو کچھ اس نے سن لیا اسے بیان کرے" یه وه مسائل هیں که اگر انسان دل وجان سے انهیں سمجھ لے، تو دوسروں کو چغل خوری کے لیے کوئی موقع باقی نهیں رهے گا، لیکن افسوس کے ساتھ کهنا پڑتاهے کہ آج کل معامله برعکس هے .

1 - ایک مسلمان شخص کے متعلق چغل خور، غیبت کرنے والے اور برائی کرنے والے کی بات کو دھیان سے سنتے هیں .
2 - نه صرف غیبت کو کان لگاکر سنتے هیں ، بلکه غیبت سننے سے لطف اندوز هوتے هیں، اور ساتھ ساتھ اس بات کو پسند کرتے هیں که جس کی غیبت ہورہی ہے اس کے بارے میں مزید بُری باتیں سُنیں۔
3 - سننے کے علاوه ، وه خود بھی اس شخص کے ایسی باتوں کا ذکر کرنے لگتے هیں که جو اس کو ناپسند هیں، اس طرح غیبت سننے کے علاوه خود بھی غیبت میں مشغول هوجاتے هیں .
4 - چغل خور کی باتوں کی تائید بلکه اس کی تحسین بھی کرتے هیں، اور ایک اور غیر موجود مسلمان پر طعن کرتے هیں۔

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة الفيل

یہ سورہ مکه مکرمه میں نازل هوئی ، اس کی پانچ آیتیں هیں

وجه تسمیه:

اس سورت میں اصحاب فیل کا واقعہ ذکر ہونے کی وجہ سے اس کا نام "فیل "رکھا گیا ہے، یہ نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے ۔

سورہ مبارکہ الفیل ایک عظیم تا ریخی واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو نبیﷺ کی بعث سے پہلے جزیرہ نما عرب کی تاریخ میں کافی مشہور تھا، یہ واقعہ اس پاک سر زمین پراللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی کا اظہار تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے آخری نور اور نئے عقیدے کی افزائش گاہ کے لیے منتخب کیا تھا،اور ایک ایسا مقام ہو جہاں سے یہ نیا عقیدہ زمین کے دیگر خطوں کی طرف اپنی لشکر کشی کے مقدس مہم کا آغاز کرے،اور رہنمائی، سچائی، حق، نیکی، بھلائی اور اچھائی کو زمین کے چاروں اطراف میں پھیلادے ۔

سورت فیل کے نزول کا وقت

تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مکی ہے،سورۃ الکافرون کے بعد اس کا نزول ہوا ہے،اگر اس کے تا ریخی پس منظر میں نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہوگی ۔

سورۃ الفیل کا سورۃ الہمزہ سے رابطہ و مناسبت

سورہ ہمزہ میں ایسے شخص کے بارے میں بحث کی گئی ہے جو عیب تلاش کرنے والا،طنز کرنے والا،اور ذخیرہ اندوز ہے، اس دھو کے میں رہتاہے کہ وہ ہمیشہ رہے گا ۔

اور سورۃ فیل میں اصحاب فیل کے واقعہ کا بیان ہے کہ وہ بہت مضبوط، مال دار مگر نافرمان تھے، خدا ئے بزرگ وبر ترنے سب سے چھوٹے پرندے کے ذریعے انہیں کچل کر تباہ کردیا اور وہ تمام دولت، طاقت،مقام اور مرتبہ ان کے کسی کام نہ آیا اور ان کی ہرچال ناکام ہوگئی۔

سورۃ الفیل کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

اس سورت میں ایک(۱)رکوع، پانچ(۵)آیتیں، چوبیس (۲۴)الفاظ، چورانوے (۹۴) حروف اور چھیالیس (۴۶) نقطے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الفیل کا مکمل موضوع

یہ سورہ،جیسا کہ اس کے نام سے پتہ چلتا ہے، ایک مشہور واقعے کی طرف اشارہ کرتی ہے جو مکہ میں اسلام کے عظیم پیغمبر محمدﷺ کی ولادت کے سال پیش آیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے "خانہ کعبہ" کو کفار کے ایک بڑے لشکر سے محفوظ رکھا جو یمن سے ہاتھیوں پر سوار ہوکر آیا تھا۔

اس واقعے کو یاد دلانا متکبر اور ضدی کافروں کے لیے اللہ کی طرف سے تنبیہ اور سرزنش ہے کہ تم خدا کی قدرت کے سامنے ذرہ برابر بھی طاقت نہیں رکھتے، وہ خدا جس نے ہاتھیوں کی بڑی فوج کو ان چھوٹے چھوٹے پرندوں کے ذریعے کچل دیا اور " حِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ" چھوٹے کنکروں کے ساتھ، وہ اللہ اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ ان ضدی متکبروں کو سزادے۔

سورہ فیل دو حصوں پر مشتمل ہے:

پہلا حصہ: آیات " 1ور 2 " اس سازش کے بارے میں بحث ہے کہ، جب زمین پر خدا کی حکمرانی کے مرکزکو ختم کرنے کے لیے کوشش کی گئی یعنی: خدا کے گھر بیت اللہ کو کیسے بے اثر کیا جائے، کیونکہ روئے زمین پر ایسے بندے نہیں تھے جو خدا کے دین اور اس کی حکمرانی کے مرکز کا دفاع کرتے تو خدا تعالی نے خود براہ راست عملی اقدام کیا اور یہ خدا تعالی کی سنت اور طریقہ ہے، پوری تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی اس کے دین کے دفاع کے لیے کوئی نہیں ہوتا تو وہ خود براہ راست مداخلت دین دشمن قوتوں کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

دوسرا حصہ: تیسری آیت سے سورت کے آخر تک، سازش کرنے والوں کو تباہ کرنے کے بارے میں ہے، کمزور سازش کرنے والوں نے اپنے خیال کے مطابق بہت بڑے اور طاقتور ذریعے کو اللہ کے خلاف استعمال کرناچاہا تھا اللہ نے کمزور ترین ذریعے کو ان کے طاقتور اسباب کو تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا، اور یہ بتادیا کہ اللہ تعالی انسانوں کی طرح نہیں ہے کہ طاقتور اور مضبوط ذرائع و اسباب کا محتاج ہو ، بلکہ وہ کمزور ترین اسباب سے بھی بڑے کام لیتاہے ، جبکہ انسان سے اگر اس کے ذرائع و اسباب چھین لیے جائیں تو وہ بے بس ہوجاتاہے۔

یاد رہے کہ اصحاب فیل کا واقعہ 570 ء میں پیش آیا ،یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش کے "576ء" سال بعد، دشمن نےمنصوبہ بنایا کہ اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

مرکز کو جو مسلمانوں کے اجتماع اور اتحاد کی جگہ ہے، اسے روئے زمین سے مٹادے ۔

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

" اَلَمۡ تَرَ" کیا نہیں دیکھا تو نے؟ دیکھنے سے مراد ، سننا اور با خبر ہوناہے،(ملاحظہ کیا جائے: بقرہ آیات "243 اور 258 فجر:6)۔
مخاطب اگر چہ پیغمبرؐ ہیں،لیکن عام لوگ مراد ہیں،"اصحاب الفیل"ہاتھی والے،"اَلَمۡ یَجۡعَلۡ" کیا نہیں بنا یا؟ "کَیۡدَ"چال، سازش،"تَضۡلِیۡلٍ"
(ضل):الجھنا،بگاڑنا ، بے اثر ہونا، منزل سے ہٹ جانا۔

"طَیۡرًا" پرندے،جمع اور مفرد دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے،"اَبَابِیۡلَ" جھنڈ اور گروہ کے بعد گروہ، یکے بعد دیگرے اور پے در پے گروہ، "سِجِّیۡلٍ"سنگ اور گل کا معرب ، وہ مٹی جو پتھر بن گیا ہو،(متحجر)مٹی جو سخت اورمضبوط ہوئی ہو،"کَعَصۡفٍ"بھس،سوکھی گھاس ، بوسیدہ درخت کا پتا، گندم اور جو کا بھوسا وغیرہ (رحمن:۱۲) "مَّاۡکُوۡلٍ" آفت زدہ اور کیڑے کا کھا یا ہوا،"کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ"آفت زدہ پتا اور کیڑے کا کھا یا ہوا، چبایا ہوا پتا، اور جانوروں کے منہ سے گرا ہوا وہ پتا جس کا بیج کھایا گیا ہو، اور بھوسے میں تبدیل ہوگیا ہو،(روح البیان)۔

اصحاب فیل کا واقعہ (ہاتھی کی سواری)

اصحاب فیل کا واقعہ(ابرہہ اور اس کا لشکر)
عبرت والے تا ریخی، معجزانہ اور مشہور واقعات میں سے ہے کہ قرآن عظیم کے تمام واقعات میں اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے ۔

اس سورت کے موضوع،مشتملات اور انداز بیان سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے، اس کی پانچ (۵)آیتیں ہیں۔

یاد رہے کہ یہ واقعہ نبی کریمﷺ کی ولادت کے سال پیش آیا تھا، رب عظیم نے کعبہ کو یمن سے ہاتھیوں پر سوار ہوکر آنے والے بڑے لشکر کے شر سے بچایا، یہ واقعہ جو "اصحاب فیل" کے نام سے مشہور ہے پیغمبر اسلام حضرت محمدﷺ کی ولادت کے سال پیش آیاتھا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسرین اس واقعے کی ابتدا کی بارے میں لکھتے ہیں: یمن پر برسوں تک حکومت کرنے والے بادشا ہوں میں سے ذونواس نے ایک دن"یثرب"شہر کا سفر کیا، وہ اس سفر میں مدینہ سے ہجرت کرکے آنے والے یہودیوں کے پروپیگنڈے سے بہت زیادہ متاثر ہوا، یہودیوں کے پروپیگنڈے کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ ذونواس نے اپنے آبائی دین بت پرستی کو چھوڑ کر دین یہودیت قبول کرلیا۔

اس نئے دین کو ذونو اس کے دل میں گہرا اثر ڈالنے میں زیادہ دیر نہیں لگی، اور یہ جنونی یہودیوں میں شامل ہوگیا، اس کی مذہبی انتہا پسندی اس حد تک پہنچ گئی کہ بالآخر اس نے فیصلہ کرلیا جزیرہ نما عرب کے سارے قبائل کو اور خاص طور پر وہ شہر جو اس کی سلطنت کے ماتحت ہے، دین یہود میں داخل کرے، اس لئے باقائدہ منصوبے کے تحت دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو طرح طرح کی اذیتوں اور جبر کا نشانہ بنایا، تا کہ اس دباؤ کے نتیجے میں لوگوں کو دین یہودیت قبول کرلیں، اور اس کی تا بعداری کریں، ذونو اس اپنے دعوتی پروگرام کو بہت کم وقت میں چالاکی سے نافذ کرنے میں کامیاب رہا اور عربوں کی بڑی تعداد کو دین یہودیت میں داخل کرلیا۔

یمن کے شمالی اور پہاڑی شہروں میں سے ایک شہر"نجران" کے لوگوں نے کچھ عرصہ قبل مسحیت کو قبول کرلیا تھا،اور اس کا اثر ان کے روحوں پر پڑا، تو انہوں نے اس مذہب کا بھرپور دفاع کیا، اسی وجہ سے انہوں نے ذونواس کی خلاف بغاوت کی، اور اس یہودی کی اطاعت سے انکار کردیا۔

ذونواس کو نجران کے لوگوں کی یہ بغاوت پسند نہیں آئی، ان کے اس عمل سے وہ نارض تھا، اس لیے انہیں اذیت دینے اور یہودی مذہب کو قبول کرنے پر مجبور کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

ذونواس نے اپنے مذہبی مقصد کی تکمیل کے لیے ایک بڑی خندق کھودنے اور اس میں بہت زیادہ آگ جلانے کا حکم دیا۔

اور جو لوگ یہودی مذہب کے بنیادی اصولوں کے مخالفت کرتے ، انہیں اس آگ میں جلایاجاتا۔

ذونواس کے مبلغین نے نجران کے عیسائی پیروکاروں کی ایک بڑی تعداد کو اس کھائی میں جلادیا، اور متعدد لوگوں کو تلوار سے مار کر ان کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہاتھ،پاؤں، کان اور ناک کٹوادیے ، اور اپنا مذہب اہل نجران پر مسلط کردیا ۔

مؤرخین نے ان مذہبی مظالم میں ہلاکتوں اور ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۲۰ ہزار تک بتائی ہے جو اس زمانے کے آبادی کے تناسب سے بہت زیادہ تھی،قرآن کریم کے مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے مطابق اصحاب اخدود کا جو قرآن پاک کی سورہ بروج میں ذکر ہے، وہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

لفظ "اخدود"زمین میں ایک بڑے گڑھے اور خندق کا معنی دیتا ہے، "اصحاب اخدود" وہ ظالم اور جابر تھے جو زمین کو کھود تے تھے اور اسے آگ سے بھر دیتے تھے، اور مؤمنین کو ایمان کے جرم میں اس میں پھینکتے تھے اور آخری شخص تک کو جلا دیتے تھے۔

"الاخدود"ایک شہر ہے جو نجران کے جنوب میں یمن کے ملک میں ہے جس کا ذکر قرآن عظیم میں سورہ بروج(آیت:۳)میں ہوا ہے۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس شہر کے لوگ "یوسف ذی نواس"کے حکم پر اصحاب اخدود کی ظالمانہ آگ میں جلا دئیے گئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں: کہ اس بادشاہ کا اصل نام: "یوسف ذی نواس بن زرعہ بن تبان اسعد ابوبکر" اور اس کا لقب "ذونواس"تھا، مؤرخین یہ بھی اضافہ کرتے ہیں: کہ ان مظالم کی گرفت میں نجران کے علاقے کے عیسائی رہنماؤں میں سے ایک رہنما اس جنگ اور قتل عام سے بچنے میں کامیاب ہوگیا تھا، اس کو اتنا موقع ملا اور وسائل دستیاب ہوئے کے خود کو ذونواس کے سپاہیوں کے شہر سے مخفی رکھے اور شہر سے فرار ہونے میں کامیاب ہو۔

یہ شخص قسطنطیہ میں شہنشاہ کے دربار میں پہنچا، اور نجران کے عیسائیوں کے قتل عام کی داستان رومی بادشاہ کو سنائی اور مدد مانگی اور "ذونواس"سے بدلہ لینے کی درخواست کردی۔

رومی شہنشاہ اس غم انگیز واقعے کا سن کر بہت سخت متاثر ہوا،درخواست کے جواب میں کہا؛ آپ کا ملک جعرافیہ کے لحاظ سے ہم سے بہت دور ہے،لیکن میں حبشہ کے بادشاہ "نجاشی" کو خط لکھتا ہوں تا کہ اس معاملے میں آپ کی مدد کرے،قسطنطیہ کے شہنشاہ نے نجاشی کے دربارمیں ایک خط بھیجا، نجاشی نے یہ خط پڑھ کر ایک بڑا لشکر(ساٹھ سے ستر ہزار آدمی)یمن کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کی کمان اور سربراہی "ابرہہ"نامی

(c) ketabton.com: The Digital Library

شخص کو دی گئی، جو"صباح" کا بیٹا اور اس کی کنیت ابو یکسوم تھا، ہکذا ایک اور روایت کے مطابق نجاشی نے اس لشکر کی سربراہی اور کمان میں"ارباط"نامی شخص کو مقرر کیا، اور"ابرہہ کو" جو کہ ایک جنگجو سپاہی تھا اس کے ساتھ کردیا۔

"ارباط" کو حبشہ سے بحیرہ احمر کے کنارے تک ، اور وہاں سے کشتیوں کے ذریعے یمن کے خطے تک پہنچناتھا۔

ذونواس کو جب اس معاملے کا پتا چلا تو وہ یمنی قبائل پر مشتمل ایک فوج اپنے ساتھ لے کر حبشیوں سے لڑنے کے لیے آیا، اور جب جنگ شروع ہوئی تو ذونواس کی فوج حبشہ کے لوگوں کے خلاف مزاحمت کرنے میں ناکام رہی، اور شکست کھا گئی، اور ذونواس اس شکست کو برداشت نہ کرتے ہوئے خود کو سمندر برد کردیا اور سمندر میں غرق ہوگیا۔

حبشہ کے لوگ یمن میں داخل ہوئے، اور کئی سال تک وہاں حکومت کرتے رہے،"ابرہہ نے"کچھ عرصہ بعد "ارباط"کو قتل کرکے خود اس کا جانشین بن گیا،اور یمن کے لوگوں کو اپنا تابع بنایا،اور نجاشی کو جو کہ "ارباط"کے قتل کرنے سے غصہ میں تھا کسی طریقے سے راضی کرلیا۔

اس دوران جب "ابرہہ"یمن میں تھا تو اس نے محسوس کیا کہ اس علاقے کےعرب خواہ وہ بت پرست ہوں یا مشرک یا دوسرے، مکہ اور خانہ کعبہ کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں، چنانچہ ان کی نظروں میں کعبہ کا خاص احترام ہے اور ہر سال ایک بڑی تعداد میں یمنی لوگ خانہ کعبہ جاتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں، اس نے دھیرے دھیرے سوچا کہ مکہ کا یہ روحانی اور معاشی اثر اور کعبہ کی زیارت سے جو تعلق قبائل عرب نے ایجاد کیا ہے، ایک دن اس کے لیے اور دوسرے حبشیوں کے لیے جو جزیرہ نما عرب اور ملک یمن میں آباد ہوئے تھے کسی پریشانی کا باعث بن سکتی ہے، یعنی ان کو یہاں سے نکال باہر کرنے کا سوچ سکتے ہیں ۔

لہذا اس پریشانی کو ختم کرنے کے لیے اس نے فیصلہ کرلیا کہ جہاں تک ممکن ہو یمن میں ایک شاندار ہیکل تعمیر کرے، اور اس کی خوبصورتی، تزئین اور آرائش میں خوب محنت کرے، اور اس علاقے کے عربوں کو جس طریقے سے بھی ہو اس کی طرف متوجہ کرے اور کعبہ کی زیارت سے روکے۔

ابرھہ نے یمن میں اس مقصد کے لیے جو معبد،ہیکل تعمیر کیا اس کا "قلیس"نام

(c) ketabton.com: The Digital Library

رکھا، اور اس کے تعظیم، احترام اور آرائش و خوبصورتی میں آخری حد تک کوشش کی،لیکن اس کی برسوں کی کوششوں کا اس کو معمولی نتیجہ بھی نہیں ملا، اس نے دیکھا کہ عرب اب بھی خلوص،شوق اور جذبہ کے ساتھ ہر سال کعبہ کی زیارت اور حج کے فرائض انجام دینے کے لیے مکہ مکرمہ جاتے ہیں، اور اس کے شاندار معبد پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔

اس کے بر عکس ایک دن اس کو اطلاع ملی کہ "کنانہ"کے اعراب میں سے ایک شخص "قلیس" کے معبد خانے میں گیا، اور اسے گندگی سے آلودہ کرکے واپس اپنے شہر کی طرف چلاگیا۔

تفسیر"جلوہ ھای از اسرارقرآن" کے مفسر لکھتے ہیں: "کہتے ہیں کہ القلیس کے کلیسا کی توہین کی گئی ہے،عبادت گاہ کے اندر کچرا پھینکا گیا، یا اس کے کسی حصے کو آگ لگا دی گئی،بعض لوگ اسے ابرہہ کے اعلان کے خلاف قریش کا جوانوں کی ردعمل سمجھتے ہیں، اور بعض لوگ اسے سازش کہتے ہیں جو عیسائیوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے کی گئی تھی"۔

بہرحال اس واقعہ کے بعد ابرہہ کے مشہور ترین مذہبی مرکز میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، اس نے مکہ جاکر خانہ کعبہ کو تباہ کرنے اور یمن کی روحانی اور اقتصادی طاقت کو بحال کرنے کا خود سے عہد کرلیا ۔

ابرھہ(۵۷۰-۵۷۱)عیسوی میں ساٹھ سے ستر ہزارافراد پر مشتمل لشکرجس میں"۹یا۱۳"ہاتھی بھی تھے شہر مکہ کی طرف لے چلا،عربوں کو جب ابرہہ کے فیصلے کا علم ہوا، تو انہوں نے حملے کو پسپا کرنے کے لیے اپنی جنگی تیاریاں شروع کیں، اسی دوران یمنی عوام کے ایک مشہور شیخ "ذونفر"کے نام سے اپنے لوگوں کو کعبہ کے دفاع کے لیے بلایا اور دوسرے عرب قبائل کو بھڑ کایا، اور ایک تقریر کے ذریعہ ان کی غیرت اور جذبے کو بیدار کیا کہ خدا کے دشمن خدا کے گھر کے خلاف لوگوں کا ایک گروہ لے کر ابرہہ کے خلاف جنگ کے لیے آرہاہے ۔

لیکن اس کی فوجوں میں ابرہہ کے منظم فوجوں کے خلاف لڑنے کی قابلیت نہیں تھی،اس کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ خود ابرہہ کی فوجوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا اور جب اسے ابرہہ کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا، تو ذونفر نے یہ دیکھ کر کہا: مجھے قتل مت کرو، شاید میرا زندہ رہنا تیرے لیے فائدہ مند ہو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بعد اس کے کہ ذونواس کی قوتیں جنگ میں شکست کھا گئیں تو یمنی قبائل کے ایک اور شخص"نفیل بن حبیب خثعمی" کے نام سے جہاد کا علم اٹھایا خانہ کعبہ کے دفاع کے لیے، ابرہہ کے فوجوں سے مقابلہ کے لیے کمر کس لی،ختم قبائل کے بہت سے آدمیوں کے ساتھ ابرہہ کے خلاف جنگ کے لیے آیا،لیکن وہ بھی"ذونفر" کے انجام سے دو چار ہوا اور ابرہہ کی فوجوں کے ہاتھوں قیدی بن گیا۔

ابرہہ کے فوج کے خلاف قبائل کی پے در پے شکست سبب بنی کے دوسرے قبائل کے لوگوں نے ابرہہ کے راستے میں آنے اور جنگ کرنے کا خیال دل سے نکال دیا اور اس کی تابع داری اور فرمانبرداری کرنے میں عافیت جانی، ان میں سے ایک ثقیف قبیلہ تھا جو طائف میں رہتا تھا، جب ابرہہ آیا تو خوشامد اور چاپلوسی کے لیے اپنی زبان کھولی کہ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں، اور مکہ پہنچنے اور آپ کو اس مقصد کے حصول کے لیے راستہ دکھائیں گے، ایک راستہ بتانے والا بھی آپ کے ساتھ کرلیں گے، یہ کہنے کے بعد ایک شخص"ابو رغال" کے نام سے اس کے ساتھ بھیج دیا، ابورغال نے ابرہہ کے لشکر کی مکہ سے چار کیلو میٹر دور "مغمس" کے مقام تک رہنمائی کی، وہاں پہنچنے کے بعد "ابورغال"ب یمار ہوگیا، اور فوت ہوگیا اور انہوں نے اسے وہیں دفن کردیا، جیسا کہ ابن هشام لکھتے ہیں:اب جو لوگ وہاں پہنچتے ہیں وہ ابورغال کی قبر کو پتھر مارتے ہیں، جیسے ہی ابرہہ"مغمس"پہنچ گیا، اپنے سرداروں میں سے ایک سردار "اسود بن مقصود"کو مقرر کردیا کہ اس علاقے کا مال مویشی لوگوں سے جمع کرے ، اور ان کے ساری جائیداد اور مویشی ابرہہ کے پاس لے آئے ۔

"اسود" اپنے سپاہیوں کو ایک کثیر تعداد کے ساتھ اس علاقے کی چاروں طرف لےگیا اور جہاں مال مویشی یا اونٹ ملے سب کو جمع کرکے قبضہ کرلیا اور ابرہہ کے پاس لے آیا ۔

مؤرخین لکھتے ہیں ان اونٹوں میں دوسو اونٹ عبدالمطلب کے تھے،جو مکہ کی اطراف میں چررہے تھے،"اسود"کے سپاہی ان کو ابرہہ کے پاس لےگئے، قریش کے سرداروں کو جب اس کی اطلاع ملی تو پہلے انہوں نے چاہا کہ ابرہہ کے ساتھ لڑکر اپنا قبضہ شدہ مال مویشی دوبارہ لے لیں،لیکن جب ان کو ابرہہ کے لشکر کی تعداد کے بارے میں معلوم ہوا تو اس ظالم کے تابع ہوگئے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس موقع پر ابرہہ نے ایک شخص جس کا نام"حناطہ"حمیری تھا کو مکہ بھیج دیا، اور اس سے کہاکہ:تو مکہ شہر جاؤ اور قوم کے سرداروں کو پہچاننے کے بعد ان سے بات کرکے بتاؤ ہم مکہ میں جنگ لڑنے اور خونریزی کرنے نہیں آئے ہیں، بلکہ ہمارے آنے کا صل مقصد خانہ کعبہ کو ڈھانا ہے، اگر تم لوگ ہمارے کام میں رکاوٹ نہ بنو تو ہمیں تمہاری جان سے کوئی سروکار نہیں ہے، اور آپ لوگوں کے خون بہانے کا ارادہ نہیں ہے جب حناطہ اس مقصد کے لیے نکلنے لگا، اس سے کہا:اگر تو نے اندازہ لگایا یا محسوس کیا کہ قوم کےسرداروں کا ہم سے لڑنے کا ارادہ نہیں ہے تو انہیں میرے پاس لے آؤ۔

حناطہ دی گئی ذمہ داری کا حکم ملنے کے بعد شہر مکہ کی طرف روانہ ہوا، جب شہر مکہ پہنچ گیا تو اس نے قوم کے سرداروں اور بڑوں کو تلاش کرنا شروع کیا، مکہ کے باسیوں نے اس کو سیدھا عبدالمطلب کے گھر بھیج دیا، اس نے عبدالمطلب کے پاس پہنچ کر ابرہہ کا پیغام سنادیا، اور اس سے کہا کہ: ابرہہ کہتا ہے کہ:میں اہل مکہ سے جنگ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ، میں آیا ہوں صرف کعبہ کو تباہ کرنے کے لیے، اگر میرے اس مقصد کو مانتے ہو تو مذاکرات اور جرگہ کے لیے اپنا نمائندہ میرے پاس بھیج دو، اسی دوران اہل مکہ نے ایک مشاورتی جلسہ منعقد کیا، اور اس منصوبے کے بارے میں مشترکہ فیصلہ کیا، مکہ کے سرداروں نے ابرہہ کے اس دھمکی آمیز خط کے بعد عبدالمطلب کو مذاکرات کے لیے ابرہہ کے پاس بھیج دیا، عبدالمطلب نے جواب میں کہا: خدا کی قسم ہم ابرہہ کے ساتھ جنگ کا خیال نہیں رکھتے اور اس سے جنگ کرنے کی طاقت بھی ہم میں نہیں ہے، یہ تو خدا کا گھر ہے اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اس کی تباہی کو روکے گا، نہیں تو خدا کی قسم ہم ابرہہ کو شکست نہیں دے سکیں گے۔

اس دوران عبدالمطلب اپنے چند فرز ندوں کے ساتھ محاذ جنگ پر ابرہہ کی طرف چلے گئے، اس سے پہلے کہ عبدالمطلب ابرہہ کے کیمپ پہنچے اور ابرہہ سے ملے "ذونفر" نامی شخص کو عبدالمطلب کی آمد کا علم ہوا، اس نے ابرہہ کے پاس کسی کو بھیجا اور اسے عبدالمطلب کی عظیم شخصیت کے بارے میں آگاہ کیا اور ان سے کہا:یہ شخص قریش کا پیشواء اور سربراہ ہے، اور اس سرزمین کے عظیم ہستیوں میں سے ہے، اور وہ ایسا شخص ہے جو اس علاقے کے لوگوں کو اور صحرا کے حیوانات کی دیکھ بال کرنے والا اور پالنے والا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہا جاتا ہے کہ عبدالمطلب مبارک داڑھی، چوڑا کندھا، روشن اور پرکشش چہرے والے مضبوط آدمی تھے، جیسے ہی عبدالمطلب ابرھہ کے پاس پہنچے تو ابرہہ اسے دیکھ کر بہت متاثر ہوا، کہتے ہیں کہ ابرہہ اپنے تخت سے نیچے اترا اور عبدالمطلب کے احترام میں ان کے مشیروں کے مشورے کے مطابق زمین پر ان کے قریب بیٹھ گیا، سلام کرنے کے بعد ابرہہ نے عبدالمطلب سے بات شروع کی، اور ان کے سامنے اپنا مقصد جو کہ کعبہ کے تباہی تھی پیش کردیا۔
عبدالمطلب نے ابرہہ کی باتوں کو غور سے سنا اور اس کی گفتگو کے درمیان اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا، کچھ بھی نہیں کہا، ابرہہ نے گفتگو کے اختتام پر عبدالمطلب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: اگر آپ کی مجھ سے کوئی درخواست ہے تو کہہ سکتے ہیں،عبدالمطلب نے ابرہہ کے ترجمان سے کہا:تمہارے لشکر اور سپاہیوں نے میرے دوسو اونٹ لوٹے ہیں، ان کو ہدایت کر یں کہ وہ مجھے واپس کردیں۔
عبدالمطلب کی اس درخواست پرابرہہ بہت حیران ہوا، اور مترجم سے کہا : عبدالمطلب سے کہو: جب میں نے تمہیں دیکھا تو میرے دل میں تمہاری عظمت پیدا ہوئی، لیکن جب میں نے تمہیں اپنے مال کے بارے مطالبے کی بات کرتے ہوئے سنا تو تیری عظمت میرے سامنے کم ہوئی، حیرت ہے کہ آپ اپنے اونٹوں کی واپسی پر اصرار کر رہے ہو، لیکن کعبہ جو تمہارے اور تمہارے باپ دادا کی عبادت گاہ ہے، اور میں نے اب اس کی ویرانی اور تباہی کے لیے کمر کس لی ہے تم کوئی بات نہیں کرتے۔
عبدالمطلب نے ابرہہ کو جواب دیتے ہوئے کہا" انارب الابل وان للبیت ربا سیمنعه!
"(میں ان اونٹوں کا مالک ہوں جن کی واپسی کا مطالبہ کررہاہوں، اور اس گھر کا مالک ہے جو کہ خود اس کی حفاظت کرے گا)۔
واقعی ایسا ہی ہوا، جب ابرہہ کی فوج وادی محسر کے علاقے میں پہنچی تو ابابیلوں نے ابرہہ کے لشکر پر حملہ کردیا،(تَرۡمِيهِم بِحِجَارَةٖ مِّن سِجِّيلٖ)انہوں نے ابرہہ کی غاصب فوج پر پتھر برسانا شروع کردیے اور ابرہہ کی اس ساٹھ(۶۰)سے"۷۰"ستر ہزار افراد پر مشتمل فوج کو شکست و ریخت سے دوچار کیا، اور کعبہ کو تباہی و بربادی سے بچالیا، یہ ایک آسمانی معجزہ ہے جو وادی محسر میں کعبہ کے دفاع میں پیش آیا۔
مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد ابرہہ نے عبدالمطلب کے اونٹ اور مویشی ان کو واپس کرنے کا حکم دیا، عبدالمطلب بھی اپنے اونٹ لے کر مکہ پہنچے، اور جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو شہر کے لوگوں اور قریش کو حکم دیا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں، اور شہر کو خالی کردیں،

(c) ketabton.com: The Digital Library

پہاڑوں اور مکہ کے اردگرد کی وادیوں میں پناہ لے لیں، تاکہ اپنے بچوں اور اہل خانہ کی جان ابرہہ کے فوجوں سے محفوظ رکھیں۔
مکہ مکرمہ کو خالی کرنے کے حکم کے بعد عبدالمطلب قریش کے کئی سرداروں کے ساتھ خانہ کعبہ کے پاس آیا اور خانہ کعبہ کے دروازے کو پکڑ رستے آنسوؤں اور غم سے نڈھال دل کے ساتھ گریہ و زاری کرنے لگا، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ابرہہ اور اس کے لشکر کو ہلاک اور نابود کردے ، اس کے الفاظ جو نظم کی صورت میں کہے یہ دو شعر ہیں:

یارب لا ارجو لھم سواکا | یارب فامنع منھم حماکا

ان عدو البیت من عاداکا | امنعھم ان یخربوا قراکا

اے رب! مجھے ان کے مقابلے کے لیے تیرے سوا کوئی امید نہیں ہے، اےرب! ان سے اپنی حمایت اور مہربانی کو روک دے کیونکہ گھر کا دشمن وہی ہے جو تجھ سے دشمنی رکھتا ہے،اور تو ان کو اپنے گھر کو تباہ کرنے سے روک۔
کعبہ میں خلوص کے ساتھ دعا کرنے کے بعد وہ خود اور ان کے ساتھی اردگرد کے پہاڑوں پر لوگوں کے پیچھے چلے گئے، اور انتظار کرنے لگے کہ ابرہہ اور خانہ کعبہ کا کیا بنتاہے ۔

کعبہ پر حملے کا مقررہ دن

کعبہ پر حملے کا وعدہ شدہ دن آنے کے بعد ابرہہ کی فوج منیٰ اور مروہ کے درمیان وادی محسر میں پہنچ گئ، ابرہہ کا جنگی ہاتھی جس کا نام محمود(ماموت)تھا سپاہیوں کے آگےآگے چل رہا تھا، اچانک آگے بڑھنے سے رک گیا، کعبہ کی طرف جانے سے انکار کیا، تو انہوں نے اسے ڈنڈوں سے مارا اور تیز دھار والے لوہے سے مارا، لیکن (ماموت)نے کعبہ کی طرف جانے سے انکار کیا، ابرہہ کی افواج کی شکست کا پہلا نشان حملے کے پہلے گھنٹے میں ظاہر ہوا۔

ابابیلوں کی آمد

مفسرین لکھتے ہیں کہ:ابرہہ کی فوجی دستے ابھی ہاتھی کو قابو کرنے میں مصروف تھے کہ اچانک ابابیل سمندر کی طرف سے وادی محسر پر امنڈ آئے، ان ابابیلوں میں سے ہر ایک نے اپنی چونچ اور پنجوں میں کنکریاں اٹھا کر لشکر پر حملہ کردیا،یہ کنکریاں جس کو بھی لگتیں وہ شدید زخمی ہوجاتا،اور اس کے زخموں سے خون اور پیپ جاری ہوتا، اس کا گوشت سڑکر گر جاتا، کچھ زخمی ہوگئے، کچھ نے بھاگنے کو ترجیح دی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ابرہہ خود بھی اس خوفناک عذاب اور غضب الہیٰ سے محفوظ نہ رہا، اور اس کے سر پر ایک کنکری پڑی، اور جب اس نے یہ حالت دیکھی تو اس نے چند لوگوں کو حکم دیا جو محفوظ رہے تھے کہ اسے واپس یمن کی طرف لے چلیں، بہت کوشش اور تکلیف کے ساتھ یمن پہنچا، اس کے جسم کا گوشت سڑ کر گرا، اور انتہائی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں مرگیا۔

عبدالمطلب جو اس عجیب و غریب منظر کو دیکھ رہا تھا اور جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پرندوں کو خانہ کعبہ کی حفاظت کے لیے بھیجا ہے، ابرہہ اور اس کے لشکر کی تباہی کا وقت آن پہنچا ہے، اس نے بلند آواز سے لوگوں کو کعبہ کے دشمنوں کی تباہی کی خوش خبری سنادی، اور ان سے کہا کہ: اپنے شہر اور گھروں کی طرف لوٹ جائیں، اور ان سے بچا ہوا مال غنیمت لے جائیں، لوگ خوشی اور جوش کے ساتھ شہر کو لوٹے۔

کہتے ہیں کہ: اس دن اہل مکہ کو بہت مال غنیمت ملا، اور قبیلہ خثعم جو لوٹ مار میں دوسرے قبیلوں سے زیادہ لالچی تھا دوسروں سے زیادہ مال غنیمت لے گیا، اور بہت سونا،چاندی، اونٹ اور گھوڑے ان کے ہاتھ لگے۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ: ابرہہ کی فوج میں چیچک کی بیماری پھیلی گئی، جو بہت سے فوجیوں کی ہلاکت کا سبب بنی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْفِيْلِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِؕ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍۙ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا
اَبَابِيْلَ ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍۙ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

سورت کا ترجمه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتاهوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاهے
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِؕ ۝۱	تم نے دیکھا نہیں کہ تمهارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟)
اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍۙ ۝۲	کیا اس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں کر دیا
وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳	اور ان پرجھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیے
تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍۙ ۝۴	جو ان پرکنکرکی پتھریاں پھینکتے تھے
فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵	تو ان کو ایسا کردیا جیسے کھایا ہوا بھس ہو

سورت کی تفسیر

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِؕ ۝۱	تم نے دیکھا نہیں کہ تمهارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟)

خدا تعالیٰ نے اس سورت کی ابتداء اور شروع لفظ"اَلَمْ"سے کیا ہے، ان وجوہات کی بنیاد پر:

1 - خبر دینے کے لیے۔
2 - قریش پر احسان جتانا، اور کعبہ کی حفاظت جیسی نعمت کا ذکر، پھر نعمت کا عملی شکر۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اے پیغمبر! کیا آپ نے مشاہدہ نہیں کیا،نہیں دیکھا، نہیں سنا کہ رب نے اصحاب فیل ہاتھیوں پر سوار ہو کر آنے والے لشکر کے ساتھ یعنی (ابرہہ کا لشکر جو کعبہ کو ڈھانے آیا تھا) کیا کیا؟ آیت مبارکہ کا خطاب بظاہر پیغمبرﷺ سے ہے، لیکن درحقیقت مخاطب صرف قریش ہی نہیں بلکہ تمام عرب کے لوگ ہیں، جو اس واقعہ سے بخوبی واقف تھے، قرآن کریم کی متعدد سورتوں میں"اَلَمۡ تَرَ"(کیا تم نے نہیں دیکھا) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان سے مراد صرف رسول اللہﷺ کو مخاطب کرنا نہیں بلکہ تمام لوگوں کو مخاطب کرنا ہے۔

یہاں پر"اَلَمۡ تَرَ" کا جملہ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ اس وقت مکہ اور اس کے اطراف میں، اور عرب کے ایک وسیع علاقے میں مکے سے یمن تک لوگوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جنہوں نے اصحاب فیل کی تباہی کا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا وہ ابھی تک زندہ تھے،کیونکہ اس واقعہ کو تقریبا چالیس سال سے کچھ زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا، اور تمام عربوں نے اس واقعہ کی مسلسل خبریں ان لوگوں سے سنی تھیں، جنہوں نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس لیے ان کے لیے بھی یہ واقعہ ایسا ہی تھا جیسا اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔

یہ دکھائی دینے والا اور محسوس معجزہ ہے، تنبیہ اور عبرت حاصل کرنے کے لیے، تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی کی طرف متوجہ ہوں۔

مفسر ابو سعود لکھتے ہیں کہ:اللہ تعالیٰ نے رسول اللہﷺ کی توجہ اپنےعمل کے معیار کی طرف مبذول کروائی ہے اور فرمایا: "کَیۡفَ فَعَلَ"یہ نہیں کہا کہ: "اَلَمۡ تَرَ ما فَعَلَ رَبُّكَ"اس حقیقت کو یاد دلانے کے لیے کہ ایک بہت ہی خوفناک منظر پیش آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک عجیب وغریب طریقے سے تباہ کردیا تھا جو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کی نشاندھی کرتا ہے، اور اس کے علم و حکمت کے کمال کو ظاہر کرتا ہے، اور رسول اللہﷺ کی شان کو ظاہر کرتا ہے، اس واقعہ کو (نبوت کے تمہیدی آثار: وہ حیران کن واقعات جو نبی کو نبوت ملنے سے پہلے درپیش آئیں) میں سے ایک سمجھاجاتا ہے۔کیونکہ روایت ہے کہ یہ واقعہ پیغمبرﷺ کی ولادت کے سال پیش آیا تھا۔

اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَهُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ ۙ﴿۲﴾	کیا اس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں کر دیا

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیا اس نے انہیں تباہ نہیں کیا؟ کیا خانہ کعبہ کو ڈھانے کی ان کی کوشش بے سود لا حاصل او برباد نہیں ہوئی؟ کیا ان کے حیلوں اور چالبازیوں کو بے فائدہ نہیں بنایا اور نتائج کو ان کے اپنے نقصان میں نہیں بدلا؟ کیا تم نےنہیں دیکھا کہ رب نے ابرہہ کا تیر نشانے پر لگنے نہیں دیا۔

بلکہ جو پتھر انہوں نے کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے اٹھایا تھا الٹا ان کے اپنے پاؤں پر لگا، انہوں نے کعبہ کی عزت وعظمت کو کم کرنے کا سوچا تھا، کہ اسے تباہ کریں منہدم کردیں، اس مقصد کے لیے اس نے ایک بڑی اور اچھی فوج تیار کی تھی، انہوں نے فوجی مہم کے لیے ایک بہانہ بنایا، اپنے سپا ہیوں کے جذبات کو مذہبی بہانوں سے کعبہ پر فوری حملہ کے لیے اکسایا تھا، آپ لوگوں نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ جو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے، اس خدا نے ابرہہ کے منصوبے کو نا کام بنادیا، اور اس کے لیس فوج کو نابود کردیا، اس کے رومی حامیوں کو بے بس اور لا چار کردیا: ابرہہ کی مسلح افواج کی شکست اور بربادی نے نہ صرف خانہ کعبہ کی ساکھ اور حیثیت کو بچالیا، بلکہ ہر ایک پر یہ ثابت کردیا کہ اس مقدس گھر اور یکتا پرستوں کی عبادت خانے کا مالک خدا کسی بھی حملے کے خلاف اس کا دفاع کرے گا، "تَضْلِيْلٍ " ضلل کے مادہ سے ہے، ضلل.یضلل تضلیلا، الجھانے کے معنی میں ہے،مقصد سے ہٹ جانا، یہاں بے اثر کرنے کا معنی مناسب ہے۔

کیونکہ جب کوئی شخص پروگرام کے مطابق اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے ایک راستے پر چل پڑتا ہے،لیکن باہر سے کوئی رکاوٹ اس کی راہ میں حائل ہوتی ہے، اور اسے راستے سے ہٹا دیتی ہے، یا روک دیتی ہے تو اسے کہتے ہیں:تضلیل:کسی کو اس مقصد سے ہٹانا یا الجھا دینا، جس کی طرف وہ جا نا چاہتا ہے۔

وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۳	اور ان پرجھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیے

اپنے سپاہیوں میں سے ان پر پرندے مسلط کردیے جو جھنڈ کے جھنڈ یکے بعد دیگرے آئے اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا "ابابیل"کسی خاص پرندے کا نام نہیں ہے،"طَيْرًا اَبَابِيْلَ"یعنی پرندے فوج در فوج ،جھنڈ کے جھنڈ مختلف گروہ کی شکل میں، ان پر ٹوٹ پڑے، تو پھر لفظ "طَيْرًا" پرندوں کے جنس کے معنی میں ہے، نہ کہ منفرد کے معنی میں پرندہ ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسرین "ابل" اور ابابیل کی تفسیر میں مختلف معنی پیش کرتے ہیں، مفسرین میں سے ہر ایک نے ان پرندوں کی شکل و صورت کے بارے میں مختلف تفسیریں کی ہیں:

مفسرین ابابیل پرندوں کی تفسیر میں کہتے ہیں:

وہ ایسے پرندے جو سمندر سے باہر آئے تھے، اور ابرہہ کے سپاہیوں کو ان پتھروں سے جو ان کی چونچ میں تھے مارا اور ہلاک کردیا، ابن زید لکھتے ہیں کہ: وہ ایسے پرندے تھے جو سمندر سے باہر نکلے تھے، اور ان کے رنگ میں اختلاف کرتے ہیں،بعض کہتے ہیں کہ: وہ سفید تھے، اور بعض نے کہا: وہ سیاہ تھے، ایک اور قول کے مطابق: یہ سبز پرندے تھے،اور ان کے چونچیں پرندوں جیسی تھیں اور پنجے کتے جیسے اور ان کے سر درندوں جیسے ۔

محترم قارئین:

آیت مبارکہ" وَّاَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۙ﴿۳﴾" میں آپ نے ملا حظہ فرمایا:جس طرح ابرہہ نے جنگ کے لیے جانوروں (ہاتھی) کا استعمال کیا: خدا تعالیٰ نے بھی اسی کے مطابق اسے جواب دیا، لیکن ابرہہ نے ہاتھی جیسے سب سے بڑے جانور سے اور خدا تعالیٰ نے پرندہ جیسے چھوٹی مخلوق سے اس کا مقابلہ کر کے اسے نیست و نابود کردیا۔

رب تعالیٰ نے پرندہ بھیجا،غور کریں کتنا خوبصورت ہے، ہاتھی کے مقابلے میں پرندہ، وہ بھی چھوٹے پرندے ابابیل جیسے، ابابیل پرندے کی وضاحت کرتے ہیں، چڑیا کی طرح، شاید اس سے بھی چھوٹا۔

اس چڑیا کو وہ مالک خدا،قادر خدا،مقتدر خدا نے اس اصحاب فیل جیسے طاقتور، ناسمجھ، بے فکر اور بے عقل کی طرف بھیجا تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ پس صرف اسلحہ اہم نہیں ہے، اہم وہ ہاتھ ہے جس نے اس اسلحہ کو تھاما ہے، اہم اسلحہ کا مالک ہے کہ اس نے کس مقصد کے لیے اسلحہ کو تھاما ہے؟ رب تعالیٰ نے خود ہی اس اسلحہ کو ہاتھ میں لیا ہے۔

مشہور مفکر و عالم شیخ محمد عبدہ(۱۲۶۶ھ ۱۹۰۹،۱۸۴۹،۱۳۲۳) فرماتے ہیں: کہ اس نافرمان ابرہہ نے جب بیت اللہ کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تو خدا نے ان پرندوں کے ذریعہ(سجیل) جیسی چیز ابرہہ اور اس کے لشکر پر ڈالی کہ اس سے بیماری (جراثیم والی) چیچک ان میں پھیل گئی جس میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

وه مبتلا هوگئے، اور کعبه کو ڈهانے اور مکه پر قبضه کرنے سے پہلے نابود هوگئے۔

شیخ محمد عبده جز و عم میں اس سورت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ان سپاہیوں میں چیچک کی بیماری پهیل گئی۔

عکرمه نے کہا که: یه پہلی چیچک ہے جو عربوں میں دیکهی گئی ہے،

یعقوب عتبه کا بیٹا اس پیش آنے والے واقعه کے بارے میں کہتا ہے: پہلا واقعه جو عرب دنیا نے دیکها اسی سال میں تها، اس نے ان کے جسموں کے ساتھ کچھ ایسا کیا جو شاذ ونادرتها ان کے جسموں کا گوشت ٹکروں میں گررہا تها، سپاہی اور ان کا کمانڈر گهبرا کر پیٹھ پهیر کر بهاگ گئے،حبشی فوج کا سربراه بهی اس مرض میں مبتلا تها،اس کے جسم کا گوشت مسلسل ٹکڑے ہو رہا تها، یہاں تک که اس کا سینه پهٹ گیا اور صنعاء میں مرگیا۔

جی ہاں !یه بهی الله تعالیٰ کی طرف سے ایک(استثناء)نعمت تهی جو الله نے مشرک ہونے کے باوجود اہل مکه کو عطا فرمائی، اور امن والے حرم کو غاصب دشمن کی چالوں اور مکاریوں سے محفوظ رکها، تاکه خاتم النبین پیغمبر کے وجود مبارک کو برگزیده فرمائے، اور لوگوں کو دین حق کی تعلیم دے،اور آسمانی دین کی طاقت سے اس گهر کو برائیوں سے محفوظ رکهے۔

یاد رہے که :الله کا قانون صرف یه نہیں ہے جو انسان کو معلوم ہو، اسے دیکهے اور جانچے، انسان خدا کے قانون کا تهوڑا سا حصه جانتا ہے جتنی سمجهنے کی اس کی صلاحیت ہے، جبکه اس دنیا میں بہت سی غیر معمولی چیزیں رونما ہوتی ہیں جنہیں انسان سمجھ نہیں پاتا، مثال کے طور پر ابرهه کی فوج پر پتهروں کی بارش سے ابرهه کی فوج کا ٹائیفائید اور چیچک کا شکار ہو جانا، اور اس خطے کے عرب لوگوں کا صحت مند رہنا دنیا کی غیر معمولی چیزوں میں سے ایک ہے،(ماخوذ از فی ظلال القرآن) ۔

الغرض الله نے ابابیلوں کے پے درپے گروه بهیج کر ان مکاروں کی چال کو مٹا دیا، اور سنگریزوں کے ذریعے ان کو شکست دی۔(سوره هود آیت:۸۲اور۸۳)سوره حجرات:آیت "۴۷اور۴۵" اور چبائے ہوئے بهوسے کی طرح هوگئے، اور ان کے جسم پاره پاره ہو کر بکهر گئے، یه ہے ان

(c) ketabton.com: The Digital Library

نافرمانوں کی سزا اور بدلہ جو اللہ کے گھر کی تخریب اور اس کے احکامات کے مقابلے میں کھڑے ہوتے ہیں(تفسیر فی ظلل)۔

تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝٤	جو ان پرکنکرکی پتھریاں پھینکتے تھے

"سِجِّيلٍ"لغت میں پتھر اور مٹی کی ملاوٹ والے کنکر کو کہتے ہیں،اس کا اصل فارسی میں "سنگِ گِل" تھا یعنی: ٹھیکری، جسے عربی میں تبدیل کرکے "سِجِّيل " کیا گیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ : یہ لفظ دراصل فارسی کے الفاظ سنگ اور گل کا معرب ہے، اور اس سے مراد وہ پتھر ہے جو مٹی کے گارے سے بنا ہو اور آگ میں پک کر سخت ہو گیا ہو، قرآن مجید سے بھی اس کی تصدیق ہوئی ہے، آیت" ۸۵" اور سورہ حجر آیت"۷۴" میں کہا گیا ہے کہ قوم لوط پر سجیل قسم کے پتھر برسائے گئے تھے، اور انہی پتھروں کے متعلق سورہ ذاریات آیت"۳۳ " میں فرمایا گیا ہے کہ وہ "حِجارۃمن طین"یعنی:مٹی کے گارے سے بنے ہوئے تھے (ٹھیکری)۔

اصحاب فیل پر برسنے والے پتھروں کے سلسلے میں دو باتیں انتہائی غور طلب ہیں:

پہلا:وہ کنکر ابرہہ کے جس سپاہی پر پڑتا اس کا جسم چھلنی ہوجاتا اور وہ مرجاتا۔

دوسرا:ان سنگریزوں کے برسنے کی وجہ سے ابرہہ کی فوج میں چیچک اور ٹائیفائیڈ کی بیماری پھیل گئی، کہ ان میں سے کچھ اس مرض کی بنا پر زمین پر گر گئے اور کچھ فی الفورمر گئے۔

یہ بیماری ان کے بھا گنے کا سبب بنی وہ وہاں نہیں ٹھر سکے(قریشی،سید علی اکبر،تفسیر احسن الحدیث، تہران، طبع سوم جلد۱۲،صفحہ۳۶)

بعض معاصر دانشوروں کا خیال ہے کہ پرندوں سے مراد طاعون پھیلانے والے جراثیم ہیں، یا ملیریا کے مچھر تھے یا چیچک کے جراثیم تھے، البتہ آیت کریمہ میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس نظریہ اور مفہوم کے خلاف ہو۔

عصر حاضر کے علماء اور مفسرین مزید کہتے ہیں کہ: ہم بھی اس نظریہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کو پسند کرتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں،خاص طور پر یہ کہ اس نظریہ کو رد کرنے میں کوئی لغوی اور عملی رکاوٹ نہیں ہے جو پرندے کو جر ثومے سے تعبیر کرنے سے روکے اور ایسا بہت مرتبہ ہوا ہے کہ لشکروں اور فوجوں میں طاعون پھیل گیا جو انہیں شکست اور تباہی کی طرف لے گیا، (اعلام قرآن)

اسی طرح مفسرین"سجیل"کے بارے میں کہتے ہیں:مٹی جو پتھر جیسی تھی،

اور دوسرا قول یہ ہے کہ:مٹی تھی، اور تیسرا قول یہ ہے کہ: "سجیل"وہی (سنگ و گل) ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسا پتھر جو سوار شخص پر لگتا تو اس کے جسم کو چھلنی کرتا، اور وہ ہلاک ہوجاتا۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ:پرندوں کے پاس ایسے پتھر تھے جب کسی کو مارتے تو اس کے جسم میں چیچک ہوجاتی۔

عمروبن حارث بن یعقوب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: مذکورہ پرندوں نے پتھر اپنی چونچوں میں لیے تھے، اور اسے پھینکتے تو جسم کی جلد پر چھالے پڑجاتے اور پھنسیاں پڑجاتیں۔

فطری طریقے یا اللہ کی قدرت سے کنکریوں کا اثر

سورہ فیل اور اس کی تاریخی واقعہ پر ایک سر سری نظر ڈالنے سے معلوم

ہوتا ہے کہ اصحاب فیل کی ہلاکت فطری اور معمول کے طریقے سے نہیں ہوئی ہے، بلکہ اس میں قدرت کی مافوق فطرت طاقت شامل تھی ۔

الف:چھوٹے پرندوں کا اڑنا اور کنکریاں اپنے ساتھ لانا مخصوص لوگوں کو نشانہ بنانا اور بڑی فوج کو منتشر کرنا وغیرہ، یہ سب اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ کسی نے ان کی رہنمائی کی ہے، وہ خود بخود اس طریقے سے ایسا کام کرنے کے قابل نہیں تھے۔

ب:اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزات اور عجیب امور صرف نبی کے ہاتھ سے ظاہر نہیں ہوتے، بلکہ ہر ایسی حالت میں ہوسکتے ہیں جب خدا چاہے، اور ضروری سمجھے(تفسیر نمونہ مکارم شیرازی،جلد کا صفحہ۳۴۳)

ج: وحی الٰہی کے ذریعے اصحاب فیل کا واقعہ سنانا اور یہ بیان کرنا کہ اصحاب فیل کی ہلاکت ایک معجزہ ہے، ہمارے دعوے کی کوئی اور دلیل نہیں ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

د: سورۃ الفیل کے نازل ہونے کے بعد اس کے مشہور ہونے اور ان کی تباہی میں خدائی معجزہ ظاہر ہونے کی وجہ سے قریش نے اس سورہ کے نزول پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

لیکن کنکریاں عام پتھروں کے علاوہ ہوسکتی ہیں اور اس میں ایٹمی مواد ہوسکتا ہے؟

پہلا: یہ خدا کی لا محدود طاقت ہے،اور خدا کنکری یا عام مٹی سے کسی شخص یا گروہ کو ہلاک کرنے پر قادر ہے،(وکان اللہ علی کل شی قدیرا)۔

دوم:دوسری بات یہ ہے کہ :اللہ تعالیٰ پرندوں کو کسی بھی جگہ بھیجنے پر بھی قادر ہے، کہ ایسے سنگریز ے اٹھائیں کہ اس میں ایٹمی طاقت ہو، کہ اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو وہ بڑے پیمانے پر دھماکہ کر سکتےہیں۔

اور جیسا کہ ہم نے بتایا،بعض مفسرین نے اس احتمال کا ذکر کیا کہ ان پرندوں نے چیچک اور ٹائیفائیڈ کی وبا پھیلائی،جس سے اصحاب فیل مارے گئے(تفسیر جزءعم: شیخ محمد عبدہ ، دار و مکتبة الهلال، بیروت۱۹۸۰، جلد۱ ،ص:۱۶۰)

البتہ یہ صرف ایک امکان ہے، اصحاب فیل کی موت ایک خدائی معجزہ کی علامت ہے، جیسا کہ آیت بالا ملاحظہ کر چکے ہیں کہ اصحاب فیل اپنی تمام شان و شوکت اور پوری طاقت کے ساتھ خانہ کعبہ کو ڈھانے آئے تھے، مگر خدا تعالیٰ نے بظاہر ان کو ایک چھوٹی اور معمولی فوج سے کچل دیا۔

چنانچہ اللہ نے ہاتھیوں کو پرندوں سے اور اس زمانے کے جدید ہتھیا روں کو کنکریوں کے ذریعے ناکارہ بنا دیا، تاکہ اس متکبر اور مغرور انسان کی کمزوری اور بے بسی اللہ تعالیٰ کی طاقت کے سامنے ظاہر ہوجائے۔

ذیل کی آیت میں ان کی مشابہت زراعت اور خوشے سے دی گئی ہے جس کے بیج کھائے گئے ہوں اور اس کا بھوسا باقی ہو:

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ۝	تو ان کو ایسا کردیا جیسے کھایا ہوا بھس ہو

آخر کار خدا نے ان کو چبا یا ہوا (اور بکھرا ہوا) بنا دیا، اور ان کی اولاد کو بھی تباہ کردیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب فیل ابابیل پرندوں کے ذریعے نشانہ بننے کے بعد یا تو بے جان لاشوں میں تبدیل ہوگئے،یا کنکریوں نے شدید حرارت کی وجہ سے ان کو اندر سے جلادیا،(تفسیر میزان، جلد۲۰، ص۳۶۵).

تفسیر البحر میں ہے کہ: حضرت محمدﷺ کی ولادت کے بابرکت سال اتنے مضبوط دشمن کو پسپا کرنا، آپؐ کی نبوت کی بشارت میں سے شمار ہوگا.

کیونکہ اس خصوصیت کے حامل پرندوں کا آنا خارق العادہ اور معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، اور یہ انبیاء کی بعثت کی بنیاد اور پیش خیمہ شمار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے کمزور ترین سپاہیوں کے ذریعے وہ بھی پرندے جو عموما اتنے طاقتور اور موثر نہیں ہوتے ہیں شکست دے کر نیست و نابود کردیا،(تفسیر البحر:۸/۵۱۰).

ہمارا رب اصحاب فیل اور ابرھہ کے سپاہیوں کی تباہی اور شکست بیان کرنے کے بعد سورہ قریش کی پہلی آیت میں جو درحقیقت سورہ فیل کا ضمیمہ ہے، فرماتے ہیں:" لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ۝١ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝٢ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ۝٤"

1 - اصحاب فیل کو ہلاک کردیا، تاکہ قریش ایک دوسرے سے اور مکہ کے لوگوں اور سرزمین سے آشنا اور مانوس ہوجائیں، تاکہ آخری پیغمبر کے ظہور کو پالیں اور اس کے ساتھ ہوجائیں.
2 - ان میں الفت ڈالنا موسم سرما میں یمن اور گرمیوں کے موسم میں شام کی طرف سفر کرنے کے لیے.
3 - پس ان کو چاہیے اس گھر (کعبہ معظمہ) کے رب کی عبادت کریں.
4 - وہ خدا جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف سے محفوظ رکھا.

سورہ قریش میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے ہاتھیوں کے لشکر کو تباہ کردیا ، اور ان کو اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور ان کو پیسے ہوئے بھس کی طرح بکھیرد یا، تاکہ لوگ اس مقدس سرزمین سے مانوس ہوجائیں، اور پیغمبر اسلام کے ظہور کی تیاری ہو.

"الفت" کے معنی ہیں اجتماعیت محبت کے ساتھ، یکجا کرنا اور ہم آہنگی، قریش اور مکہ کی مقدس زمین اور خانہ کعبہ میں محبت پیدا کرنا ہے،اور(رحلت قریش)سے مراد ان کا مکہ سے باہر کی طرف تجارت کے لیے جانا ہے.

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خدا نے چاہا کہ قریش گرمیوں کے سفر کے عادی ہوجائیں، اور ان کا ذریعہ معاش بن جائے،کیونکہ قریش اور اہل مکہ اس علاقے کے مرکزیت اور پر امن ہونے کی وجہ سے یہاں آباد ہوئے، اور بہت سے لوگ حجاز سے ہر سال یہاں آکے مراسم حج ادا کرتے تھے۔

اور معاشی اور ادبی تبادلے ساتھ بھی ہوتے تھے اس سر زمین کی مختلف نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

عام الفیل پیغمبر اسلام کی ولادت کا سال

روایات کے مطابق مؤرخین لکھتے ہیں کہ پیغمبرﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے،نیز ان میں سے اکثر حضرات حضورﷺکی ولادت با سعادت کو ۱۷ ربیع الاوّل کو صحیح تاریخ مانتے ہیں، (صحیح السیرۃ النبویۃ، ابراھیم العلی، صفحہ 41.)

اسی طرح مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہﷺ "عام الفیل" میں پیدا ہوئے، آپؐ کی ولادت کے وقت آپؐ کی والدہ ماجدہ ابو طالب کے گھر شعب بنی ہاشم میں مقیم تھی۔(السیرۃ النبویہ،ابن کثیر،جلد ۱ ،ص۴۷)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ"عام الفیل"میں پیدا ہوئے۔

ابی حویرث کہتے ہیں کہ میں نے عبدالملک بن مروان بن قباث بن اشم کوکہتے سنا: "اے قباث تم عمر میں بڑے ہو یا رسول اللہﷺ؟ قباث نے کہا: رسول اللہﷺ مجھ سے عمر میں بڑے تھے اور میں ان سے چھوٹا ہوں، پیغمبرﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے۔"

مخرمہ کہتے ہیں:میں اور پیغمبرﷺ دونوں عام الفیل کو پیدا ہوئے،ابن اسحاق سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ عام الفیل ۱۲ ربیع الأول بروز پیر کو پیدا ہوئے، (تاریخ الطبری/ترجمه، جلد 2، صفحه: 707) " و کان مولد رسول الله فی عام الفیل، بینه و بین الفیل خمسون لیلة" رسول خدا کی ولادت عام الفیل میں ہوئی تھی، ان کے اور عام الفیل کے واقعہ کے درمیان پچاس راتوں کا وقفہ تھا (تاریخ الیعقوبی، جلد ۲ ،صفحہ ۷)۔

قال أبو إسحاق: إبراهيم بن المنذر: هذا وهم، و الذى لا يشك فيه أحد من علمائنا: أن رسول الله، صلّى الله عليه و سلّم، ولد عام الفيل، و بعث على رأس أربعين سنة من الفيل. (دلائل النبوة، جلد

(c) ketabton.com: The Digital Library

اول صفحه 79).

محمد بن عمر هشام بن سعدسے ، اور زید بن اسلم سے، عبد الله بن علقمة بن فغواء سے، اور اسحاق بن یحیی بن طلحه عیسی بن طلحة سے وه ابن عباس سے، اور موسی بن عبیده ، محمد بن کعب سے ، اور محمد بن صالح عمران بن منّاح سے ا ور قیس بن ربیع ابن اسحاق سے ، سعید بن جبیرسے، اور عبد الله بن عامر اسلمی ابو تجراۃ کی بیٹیوں سے، اور حکیم بن محمد اپنے باپ سے، قیس بن مخرمة ان سب نے متفقه طورپر نقل کیا ہے که پیغمبر صلي الله عليه وسلم عام الفيل کو پیدا ہوئے .

یحیی بن معین حجاج بن محمد سے، وه یونس بن ابی اسحاق سے، اور وه سعید بن جبیر سے، اور وه ابن عباس سے نقل کرتے تھے که انهوں نے کہا: پیغمبرﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے ہیں۔

الطبقات الکبری(ترجمه:جلد ارص ۹۵)

"قيل إنه ولد فی شعب بنی هاشم، و لا خلاف أنه ولد عام الفيل؛ قيل. إنه ولد أول اثنين من ربيع الأول، و قيل: لاثنتی عشرة ليلة خلت منه عام الفيل، إذ ساقه الحبشة إلى مكة فی جيشهم يغزون البيت، فردّهم الله عنه، و أرسل عليهم طيرا أبابيل. (الاستيعاب، جلد 1، صفحه:30)- و قد روی عن أبي جعفر محمد بن علی بن حسين عليهم السلام: أن قدوم الفيل للنصف من المحرم، و بين الفيل و بين مولد رسول الله صلّى الله عليه و سلم خمس و خمسون ليلة"-

امام با قرؒ سے روایت ہے که :اصحاب فیل کی آمد محرم کے وسط میں تهی،پیغمبرﷺ کی ولادت اور اس واقعے کے درمیاں پچپن راتوں کا وقفه تها، (البداية والنهاية، جلد: 2، صفحه:262)(اس موضوع کی تفصیل آپ:تاریخ طبري ترجمه، جلد2، صفحه:707، تاريخ اليعقوبی: جلد2، صفحه: 7، دلائل النبوة: جلد 1، صفحه:79، الطبقات الكبرى/ترجمه: جلد 1، صفحه:92، البداية والنهاية: جلد 2، صفحه: 262 میں ملاحظه کرسکتے ہیں.)

عام الفيل میں نبیﷺ کی ولادت   کے بارے میں روایات

جیسا که ہم نے کہا:مشهور مسلمان مصنفین رسول اللهﷺ کی ولادت با سعادت

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی تاریخ عام الفیل کو سمجھتے ہیں(وہ سال جس میں ابرہہ نے خدا کے گھر پر حملہ کیا تھا)

بعض نے ابرہہ کے حملے کے ۴۰ دن بعد کہا ہے، اور بعض نے " ۵۰ " دن بعد کہا ہے، امام باقرؑ بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ:ہاتھیوں کا حملہ ۱۰ محرم کو ہوا تھا، اور رسول اللہﷺ کی ولادت باسعادت اس کے ۵۵ دن بعد ہوئی تھی، کچھ نے کہا کہ عام الفیل پیغمبر کی پیدائش سے دس سال پہلے تھا ، یہ ابن ابزی کا قول ہے، بعض دوسروں نے کہا ہے کہ عام الفیل حضرت رسول اللہﷺ کی ولادت سے ۲۳ سال پہلے تھا، یہ شعیب بن شعیب کا قول ہے۔

کچھ لوگوں کا ایک غیر مانوس اور غیر مشہور قول ہے کہ نبیﷺ کی ولادت عام الفیل کے ۳۰ ویں سال کو ہوئی، یہ موسی بن عقیہ کا قول ہے جو زہری سے بیان کرتے ہیں۔

بعضوں نے کہا ہے کہ رسول اللہﷺ کی ولادت با سعادت عام الفیل کے چالیس(۴۰) سال بعد ہوئی ہے،یہ ابن عساکر کا قول ہے، جو کہ قابل قبول نہیں ہے۔

خلیفہ بن خیاط نے متعدد واسطوں کے ساتھ کلبی سے اور اس نے ابی صالح سے اور ابی صالح نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہﷺ عام الفیل سے ۱۵ سال پہلے متولد ہوئے تھے ، البتہ یہ قول نا قابل یقین ہے، اس لیے کہ خلیفہ بن خیاط خود کہتے ہیں کہ نبیﷺ عام الفیل کو پیدا ہوئے تھے۔(البدایه و النهایه، ابن کثیر، بیروت: دارالفکر، 1407 / 1986، جلد 2 صفحه 262)۔

پیغمبرﷺکی تاریخ وفات

مؤرخین کی مطلق اکثریت اپنی تحریر میں لکھتی ہے کہ: رسول اللہﷺ بروز پیر،۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری،غروب آفتاب کے بعد،۶۳ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرماگئے(اس موضوع کی تفصیل:صحیح مسلم، کتاب الفضائل جلد۴،ص۱۸۲۰ میں دیکھی جا سکتی ہے)۔

کیا کعبہ بھی منہدم ہوگا

اس سے پہلے کہ خانہ کعبہ کی تباہی کے بارے میں لکھوں، یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ: خانہ کعبہ کی عمارت ۱۰ مرتبہ تعمیر ہوچکی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کی بنیاد ملائکہ نے رکھی تھی، پھر حضرت آدمؑ نے تعمیر کیا، پھر حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کی، ان کے بیٹے اسماعیلؑ نے تعمیر کیا، پھر عمالقہ نے تعمیر کیا، اس کے بعد جرھم نے تعمیر کیا، پھر مضر نے، پھرقریش نے تعمیر کیا، پھر عبداللہ بن زبیرؓ نے تعمیر کا، آخر میں حجاج بن یوسف الثقفی نے تعمیر کیا، اور اس تعمیر کی مرمت(سلطان مراد چہارم)جو عثمانی بادشاہوں میں سے ہے نے ۱۰۴۰ ھجری میں کروائی، مسجدالحرام کے اندر سیلاب داخل ہونے اور اس کے نقصانات کی وجہ سے نئے سرے سے اس کی مرمت کی گئی، یہ عمارت مضبوط اور مکمل طاقت رکھتی ہے جس کی وجہ سے اب تک مستحکم کھڑی ہے۔

ملاحظہ:

سلطان رابع(چہارم)امجد اول کا پہلا بیٹا کوسم سلطان سے اور عثمانی ترک سلطنت کے خلفاء میں سے ایک تھا جس نے مصطفی اول کی برطرفی کے بعد(۱۶۲۴ تا ۱۶۴۰) سلطنت عثمانیہ میں حکومت کی۔

سلطان مراد چہارم گیارہ سال کی عمر میں بادشاہی کے منصب پر پہنچے، ان کے دور حکومت میں کئی فوجی مہمات اور جنگیں ہوئیں، جن میں سے : قفقاز، ایران، آذر بائیجان ایروان اور تبریز کی فوجی مہمات کو یاد کیا جاسکتا ہے، ان کی ہی دور حکومت تھی کہ:صفویان، بغداد اور بین النہرین سلطنت عثمانی کے قبضہ میں آئے۔

مراد چہارم،ان تمام فتوحات اور خدمات کے بعد حواس نے اسلام اور عثمانی حکومت کے مفادات کے لیے کیں،بالآخر ۱۶۴۰ء میں ۲۷ سال کی عمر میں "نقرس" کی بیماری کی وجہ سے انتقال کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

کیا آخری زمانے میں کعبہ منہدم ہوجائے گا

امام احمد اپنی مسند میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "يبايع لرجل ما بين الركن والمقام ولن يستحل البيت إلا أهله، فإذا استحلوه فلا يسأل عن هلكة العرب، ثم تأتي الحبشة فيخربونه خرابا لا يعمر بعده أبدا وهم الذين يستخرجون كنزه" ترجمہ: "حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک آدمی کی بیعت کی جائے گی اور بیت اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنے

(c) ketabton.com: The Digital Library

والے اہل بیت اللہ ہی ہوں گے، جب وہ بیت اللہ کی حرمتوں کو پا مال کریں گے، تو پھر عربوں کی ہلاکت و بربادی عروج پر ہوگی، پھر حبشی آکر اسے ویران کردیں گے، پھر بیت اللہ آباد نہیں کیا جائے گا یہی لوگ کعبہ کے خزانے نکالیں گے"(سلسلہ الاحادیث الصحیحہ: ۲۴۰/۱)۔

مسند میں امام احمد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حبشہ سے ذوالسو یقین آکر خانہ کعبہ کو تباہ کر دے گا، اور اس کے خزانے کو لوٹ لے گا اور اس کا غلاف اتار دےگا، وہ منظر مجھ پر اتنا واضح ہے کہ جیسے میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ اپنے بیلچے اور گینتی سے خانہ کعبہ کو تباہ کررہا ہے۔

صحیح بخاری میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَنْقُضُهَا حَجَرًا حَجَرًا يعْنِي الْكَعْبَةَ" ترجمہ:"جیسے میں ایک سیاہ فام آدمی کو دیکھ رہا ہوں جس کی ٹانگیں چھوٹی ہیں، کعبہ کا ہر پتھر الگ الگ کر رہا ہے" ابن کثیر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۱۷۸/۱)

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خانہ کعبہ کو ایک حبشی آدمی چھوٹی ٹانگوں والا ویران کردے گا، ذوالسو یقین اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس ٹانگیں چھوٹی ہیں(سویقہ:ساق کی تصغیر ہے، اس حبشی آدمی کی ٹانگیں غالبا چھوٹے ہوں گی)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا ہے، تو اس کے با وجود وہ حبشی شخص کعبہ کو کیسے تباہ کرے گا؟

جواب:حرم کا محفوظ ہونا ہمیشہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس کا ایک مقررہ وقت ہے، اور وہ قیامت کا قریب آنا اور دنیا کا تباہ ہونا ہے۔

امام نووی کہتے ہیں:اس وقت کے لیے یہ قول صحیح ہے، سوائے اس کے کہ تمام بندوں کے لیے شرعی حکم ضروری ہے، اور خدا نے اسے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے، اور جب کوئی نافرمان اور سر کش انسان کعبہ کی حرمت کو پامال کرتا ہے تو خدا اسے روکتا ہے۔

جیسا کہ ابرہہ کے ساتھ ہوا،بعض اوقات خدا اپنے علم میں موجود مصلحت اور حکمت کی وجہ سے، ایسے مجرموں کو نہیں روکتا، جیسا کہ قرامطہ کا واقعہ ہے کہ، انہوں نے خانہ کعبہ کا تقدس پا مال کیا اور خدا کے محفوظ حرم کے پاس ناقابل بیان جرائم کا ارتکاب کیا، ان کے ساتھ کچھ نہیں ہوا، یہ روایت ذوالخلصہ کے لیے بھی دہرائی گئی۔(موضوع کی تفصیل کتاب"قیامت صغری و کبری"ڈاکٹر سلیمان اشقر میں ملاحظہ کرسکتے ہیں)

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرشتوں کا کعبہ

روایات میں کہا گیا ہے کہ:فرشتوں کا روئے زمین کے انسانوں کی طرح آسمان پر بھی خانہ کعبہ کی طرح ایک مقام ہے، جہاں وہ طواف میں مصروف ہیں اور قرآن کریم نے اس جگہ کو"بیت المعمور"کہا ہے، روایات میں ہے کہ ساتویں آسمان پر ہے۔

حدیث میں ہے کہ: ساتویں آسمان پر فرشتوں کا خانہ کعبہ ہے، جہاں وہ اپنے حج کے فرائض انجام دیتے ہیں،اس کعبہ کا نام بیت المعمور ہے، سورہ طور میں ہمارے رب نے اس کی قسم اس طرح کھائی ہے،"وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ" (سورہ طور آیت۴)۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ"...ثُمَّ رُفِعَ لِي الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذَا قَالَ هَذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ "پھر انہوں نے مجھے بیت المعمور کا گھر دکھایا ، میں نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ بیت المعمور ہے۔

ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں اور جب وہ وہاں سے نکلتے ہیں تو دوبارہ اس طرف نہیں لوٹتے ، (بخاری: ۳۲۰۷)اور مسلم(۱۶۴) یعنی : بیت المعمور ساتویں آسمان پر رہنے والے فرشتوں کا خانہ کعبہ ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم خلیلؑ کو دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے دیکھا، کیونکہ وہ زمین پر کعبہ کے بانی ہیں، اور اس کا اجر عمل کے جنس سے ہیں۔

اما م ابن کثیر بیت المعمور کے محل وقوع کے بارے میں فرماتے ہیں بیت المعمور کعبہ کے عین اوپر اور اس کے متوازی واقع ہے، یعنی اگر وہ گرے تو مکہ کے کعبہ پر گرے گا، اور کہتے ہیں کہ ہر آسمان میں ایک گھر ہے جس کے رہنے والے اس میں عبادت کرتے ہیں، اور جو گھر آسمان دنیا میں ہے اسے"بیت العزّۃ"کہا جاتا ہے۔

ابن کثیر کی روایت کہ بیت المعمور کعبہ کے متوازی واقع ہے در اصل حضرت علیؓ کی روایت ہے۔

ابن جریر خالد بن عر عرہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں:ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا: بیت المعمور کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب میں کہا: " بیت فی السّماء یقال له الضراح بحیال الکعبة من فوقها، حرمته فی السّماء کحرمة هذا

(c) ketabton.com: The Digital Library

فی الأرض یصلّی فیه کلّ یوم سبعون الف ملك و لا یعودون الیه أبداً" (ابن حجر: فتح الباری: 308/2).

یعنی:ایک گھر جو خانہ کعبہ کے عین اوپر ساتویں آسمان پر ہے اور بیت المعمور کی آسمان میں اتنی ہی عزت ہے جتنی زمین پر خانہ کعبہ کی ہے، روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں، اور جو فرشتے اس میں ایک بار داخل ہوتے ہیں دوبارہ کبھی ان کی باری نہیں آتی۔
شیخ ناصر الدین البانی نے عر عر کے سوا اس سند کے تمام رجال کو ثقہ قرار دیا ہے، عر عر سے متعلق کہتے ہیں کہ :وہ مستور الحال ہے، اس کے حالات پوشیدہ ہیں ، مگر البانی کہتے ہیں کہ ایک صحیح مرسل روایت اس کے لیے شاہد ہے، اور کہتے ہیں قتادہ نے کہا: نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ بیت المعمور کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں،فرمایا: بیت المعمور آسمان میں ایک مسجد ہے جس کے نیچے کعبہ واقع ہے، اس طرح کہ اگر وہ گرے تو کعبہ پر گرے گا ۔
شیخ البانی ؒ نے کہا: خلاصہ کلام یہ ہے کہ جملہ"حیال الکعبہ"احادیث کثرت طرق کی بنا پر درست ہیں، اور اصول حدیث کے مطابق اس کا درست ہونا قابل تائید ہے (مزید معلومات کے لیے ملا حظہ کریں"سلسله الاحادیث الصحیحة" نمبر: ۴۷۷۰)۔

سبق سیکھنا یا عبرت حاصل کرنا

کہتے ہیں کہ جب انسان دولت اور اقتدار تک پہنچ جاتا ہے تو اپنی حیثیت بھول جاتا ہے، اور اللہ کو بھول جاتا ہے،نمرود،فرعون،شداد، ہامان، ابرہہ اور ان جیسے دوسرے سب اسی گروہ میں سے ہیں، وہ اپنے ہاتھیوں،ٹینکوں اور توپوں سے کھیلتے ہیں، اور اپنے اسباب او وسائل پر فخرکرتے ہیں،لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک کمزور پرندے سے ہلاک کرسکتاہے، اللہ تعالیٰ کے سارے کام شاندار اور خارق العادہ ہیں۔

حاصل شدہ سبق

1 - نبیﷺ کو تسلی دینا اس ظلم و ستم کے خلا ف جو قریش کے انکار سے آپ کو پہنچ رہاتھا۔
2 - قریش کو خدا کے غضب اور انتقام سے ڈرانا اور سرزش کرنا۔
3 - خلوق کی منصوبہ بندی میں خدا کی قدرت کا مظہر اور دین و شریعت کے دشمنوں سے اس کا انتقام۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورہ فیل کا مقصد

1 - کعبہ کی حفاظت کی نعمت یاد دلانا تا کہ قریش شکر گزار ہوں۔
2 - کعبہ خدا کا گھر ہے اور خدا ہر حال میں اس کی حفاظت کرتا ہے۔
3 - جب اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی چھوٹے پرندے سے حفاظت کی، تو مطمئن رہو کہ اللہ تعالیٰ مصیبتوں اور آفات میں تیری بھی حفاظت کرے گا۔
4 - قریش پر احسانات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کو یاد دلانا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور آپ فکر نہ کریں، اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں۔

اسلام کے سوا عربوں کی حیثیت ہی کیا ہے؟

اگر اسلامی عقیدہ، اسلامی تصورات اور افکار کو ایک طرف رکھ دیں تو ان کے پاس کیا چیز ہے جو وہ انسانیت کے سامنے پیش کرسکتے ہیں؟ اور اگر کسی قوم کے پاس انسانوں کے لئے کوئی پیغام نہیں ہے تو وہ قوم ہی کیا ہے؟ تاریخ عالم گواہ ہے کہ جن اقوام نے کبھی انسانیت کی قیادت کی، ان کے پاس ایک فکر تھی، ایک پیغام تھا جو انہوں نے انسانیت کو دیا، جن اقوام کے پاس کوئی پیغام نہ تھا مثلا تا تاری،جنہوں نے پورے مشرق کو روند ڈالا اور بربر جنہوں نے عالم عرب پر سے رومیوں کی سلطنت کو ختم کیا، یہ لوگ طویل عرصہ تک زندہ نہ رہ سکے، بلکہ یہ ان اقوام ہی کے اندر گھل مل گئے جن کو انہوں نے فتح کیا تھا، یاد رہے کہ عربوں نے انسانیت کو جس نظریہ سے نوازا وہ فقط اسلامی نظریہ حیات تھا، اس نظریہ کی وجہ سے وہ عالمی قیادت کے منصب پر فا ئز ہوئے، جب انہوں نے اس نظریہ کو پس پشت ڈال دیا تو اس کرہ ارض پر ان کا کوئی کام ہی نہ رہا، تاریخ سے ان کا کردار ختم ہوگیا۔آج عرب اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ اس سبق کو یاد رکھیں، اگر وہ قوت اور قیادت چاہتے ہیں، تو اسلامی نظریہ اپنا کر ہی قیادت کے اہل رہ سکتے ہیں، ورنہ ان کی کوئی حیثیت قائم نہیں ہوسکتی، اللہ ہی ہے جو گمراہوں کو ہدایت دے سکتا ہے۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورۃ القریش

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس کی چار(۴) آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کو "قریش "اس لیے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں قریش کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں،اور اسے سورہ "ایلاف"بھی کہا جاتا ہے۔

سورہ قریش کے نزول کا وقت

اگر چہ ضحاک اور کلبی نے اس کو مدنی قرار دیا ہے، لیکن مفسرین کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ یہ مکی ہے، اور اس سورت میں موجود لفظ "رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ" ، "اس گھر کا رب" بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ مکی ہے، کیونکہ مدنی ہونے کی صورت میں، سورت کا مذکورہ جملہ کسی بھی طرح کی مناسبت نہیں رکھتا ۔

سورہ قریش کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

اس سورت میں ایک(۱)رکوع، چار(۴) آیتیں، سترہ(۱۷) الفاظ، اناسی(۷۹)حروف اور اکتالیس(۴۱)نقطے ہیں۔

(قرآن کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراءمختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے تفسیر احمد سورۃ الطور ملاحظہ کریں)۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ مبارک سورہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے،لیکن سورت کے مشتملات اور اس کا انداز بیان، خاص طور پر اس "گھر کے رب" والا حصہ سورت کے مکی نوعیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ : سورۃ الفیل اور قریش کا آپس میں گہرا تعلق ہے، ایسا معلوم ہوتاہے کہ یہ ایک ہی وقت اور ایک ہی مرحلے میں نازل ہوئیں، دونوں خطابات قریش سے متعلق ہیں۔

یہ سورت خدا کی نعمتوں کو بیان کرتی ہے اور قریش کو شکر گزار ہونے کی دعوت دیتی ہے، ایک نعمت یہ کہ تو قریش کو مضبوط اور مسلح دشمن پر فتح دلاتی اور دوسری یہ کہ خوف اور بھوک سے قریش نجات دی، ان نعمتوں کی انہیں یاد دھانی کرواتی ہے، اور انہیں یاد دلانا تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کعبہ اصحاب فیل کے شر سے محفوظ رکھا، اسی طرح تمہیں بھی ڈر اور خوف سے بچائے گا، اور تم پر رزق روزی کی فراخی کردے گا، تمہارے ڈر اور خوف کے حالات ختم کرے گا ایک پر امن

(c) ketabton.com: The Digital Library

ماحول تمہیں عطا کرے گا، جس کے نتیجے میں تم گرمی، سردی، دن اور رات کو سفر کرسکو گے، اور اپنے تجارتی کاموں میں مصروف رہ سکوگے، کوئی بھی تمہارے معاملات اور تجارتی امور میں رکاوٹ نہیں بن سکے گا۔
رب عظیم نے دشمن کے خطرے کو دور کیا اورتمہیں امن کی نعمت سے نوازا۔

محترم قارئین:

جیسا کہ آپ نے مشاہدہ کیا ہے کہ ابرہہ کی فوجوں کی شکست کے بعد اس شہر میں سب سے پہلے امن آیا، اور ایک دن تھا کہ ہر طرف سے لوگ اس شہر میں داخل ہورہے تھے، لیکن اس شہر کے باسیوں نے ناشکری کی، اس لیے پہلے تو ان کو فقر نے گھیر لیا، اور پھر خوف اور بد امنی نے ان کا دامن پکڑ لیا۔
ہمارا رب العالمین(سورہ ابراہیم:۷)میں فرماتا ہے:"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" ترجمہ: "اگر تم شکر گزار رہوگے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا، اور اگر ناشکری کروگے تو بلا شبہ میرا عذاب سخت ہے"
اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر وہ ہمیں شکر کرنے کا حکم دیتا ہے تو یہ ہمارے لیے ایک اور نعمت کا باعث بنتا ہے، اور ایک تربیتی ذریعہ بھی ہے،نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ ہمیں پہلے غور سے سوچنا چاہیے کہ نعمتیں دینے والا کون ہے؟ یہ توجہ، ایمان اور آگاہی شکر گزاری کی پہلی بنیاد ہے۔
شکر کا دوسرا مرحلہ، الفاظ کے ساتھ شکر ادا کرنا ہے، اور تیسرا مرحلہ شکر ادا کرنے کا جو سب سے اعلیٰ مرحلہ ہے وہ عمل کا مرحلہ ہے۔
عملی شکر یہ ہے کہ ہر ایک نعمت ہمیں کس مقصد کے لیے دی گئی ہے اس کا صحیح سوچنا اور اسے خود پر خرچ کرنا ہے ، اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہم نے نعمت کی ناشکری کی ۔

سورہ قریش کا سورہ فیل سے ربطہ و مناسبت

سورہ قریش کے مجموعی موضوع اور مشتملات کا سورہ الفیل کے موضوع اور مواد سے اتنا گہرا ربطہ ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ سورہ سورۃ الفیل کے فورا بعد نازل ہوئی ہوگی، اور اس قریبی مناسبت کی بنا پر بعض اہل علم نے ان دونوں سورتوں کو ایک سمجھا ہے۔
وہ روایات جو کہتی ہیں کہ یہ دونوں سورتیں مصحف ابی ابن کعب میں ایک ساتھ لکھی گئی ہیں، اور ان کے درمیان بسم اللہ بھی نہیں لکھی گئی ہے، اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے نماز میں بغیر کسی وقفے کے ان دونوں کو اکٹھا پڑھا،اس سے اس رائے کو مزید تقویت ملتی ہے۔
لیکن یہ رائے اس وجہ سے قابل قبول نہیں ہے کہ وہ سرکاری نسخے جو حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی کثیر تعداد کی مدد سے لکھوائے، اور بڑے شہروں میں بھیجے تھے، ان میں ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ لکھی گئی تھی، اور اس وقت سے اب تک دنیا کے تمام مصحفوں میں یہ دو الگ الگ سورتیں لکھی گئی ہیں۔
اس کے علاوہ دونوں سورتوں کا انداز بیان اس قدر مختلف ہے کہ وہ واضح طور دو الگ الگ سورتوں کی طرح نظر آتی ہیں۔
بالفاظ دیگر: یہ دونوں سورتیں اہل مکہ کو برکات کی یاد دلاتی ہیں، سورۃ الفیل دشمن کی ہلاکت کی طرف اشارہ کرتی ہے، وہ دشمن جو بیت اللہ کو تباہ کرنا چاہتے تھے، جبکہ یہ سورت معاشی اور معاشرتی برکت اور ان کے درمیان یکجہتی اور تسلسل اور سال کے دو موسموں میں سفر کرنے کا احسان یاد دلاتاہے۔
سورہ قریش تصورات اور فہم کے لحاظ سے سورۃ الفیل سے تعلق رکھتی ہے:
"لِإِيلَٰفِ قُرَيۡشٍ"یعنی:قریش کی آپس میں جو محبت اور الفت تھی اس کی وجہ سے خدا نے ہاتھی والوں کو تباہ کردیا۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کو اہل مکہ کے لیے امن و سکوں کا مقام بنایا، اور انہیں ظالموں کے ظلم وستم سے محفوظ رکھا، جس طرح کے ہاتھی والوں کو ہلاک اور رسوا کیا۔
قریش اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کی سرزمین میں ایک محفوظ مقام حرم اور کعبہ ہے، جبکہ ان کے اردگرد رہنے والے اچک لیے جاتے ہیں، (عنکبوت:۶۷)اور دوسری قوموں میں لوٹ مار،قتل و غارت گری اور ظلم و ستم کی عادات اور صفات نمایاں تھیں، اس لیے اہل قریش کو چاہیے، جو اللہ تعالیٰ کے حرم کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں وہ سال کے دو موسموں میں ہر قسم کی ضروریات اور زندگی کے اسباب کے حصول کے لیے آسانی سے یمن اور شام تک سفر کرسکتے ہیں، چنانچہ انہیں چاہیے کہ خدا کی عبادت کریں، اس خدا کی جس نے ان کو نعمتیں بخشی ہیں، اور انہیں تحفظ دیا ہے، اور وہ دور دراز ممالک کے سفر میں محفوظ ہیں انہیں کوئی خوف نہیں ہے(سورہ نمل آیات:۱۱۲ تا ۱۱۴)

سورہ قریش کی تمہید:

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، اس سورت میں دو قیمتی نعمتوں کا ذکر ہے : جن کا اللہ نے اہل مکہ کو عطا کرنے کا احسان جتایا ہے ، ان کو دوسفر

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے نوازا ہے، ایک سردی میں یمن کی طرف، اور دوسرا گرمیوں میں شام کا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے قریش کو دو قیمتی نعمتیں عطا کیں، کہ وہ سلامتی، استحکام، مال و دولت اور راحت تھی، یہ بات واضح ہے کہ معاشرہ کی معیشت اور امن اللہ کی بندگی اور عبادت کی راہ میں ہونی چاہیے، عبادت کے فلسفوں میں سے ایک منعم کی شکر گزاری ہے"فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ۝۳"۔

سورہ قریش کے مشتملات:

در حقیقت یہ سورہ "فیل"کی تکمیل سمجھی جاتی ہے، اس کی آیات اس کی واضح دلیل ہے، اس سورت کا موضوع قریش پر خدا کی نعمتوں اور ان کے ساتھ اس کی شفقت و محبت کا اظہار ہے، تا کہ ان کے شکر گزاری کے جذبات کو ابھارا جاسکے، اور وہ لوگ اس عظیم گھر کے رب کی عبادت کے لیے اٹھیں جس کی وجہ سے ان کی اتنی عزت ہے، اور یہ گھران کے لیے باعث افتخار بھی ہے ۔

جس طرح سورہ"والضحی"اور سورہ"الم نشرح" کو ایک سورت سمجھا جاتا ہے، اسی طرح سورت فیل اور سورت قریش کو بھی ایک ہی سورت سمجھا جاتا ہے، کیونکہ ان کے مندرجات کا باہم تعلق بہت زیادہ ہے، جو ان کے ایک ہونے کا ثبوت ہوسکتا ہے، سورہ مبارکہ قریش اس بات پر زور دیتی ہے کہ قریش کے پاس سب بنیادی، سماجی نعمتیں ہیں، یعنی خدا کا گھر کعبہ قبیلہ کی اندرونی ہم آہنگی اور بقاء ، چنانچہ انہیں اللہ کی اس نعمت کی شکر گزاری اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دی جارہی ہے، آخر میں اس نعمت کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے سورت اس کے نتائج کی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی، بھوک اور معاشی دباؤ سے آزادی اور بیرونی خطرات سے تحفظ

یہ سورت اپنے تمام پڑھنے والوں کو یاد دلاتی ہے کہ ان کی ذاتی اور معاشرتی زندگی کی برکات بھی ان کے رب کے فضل و کرم سے ہیں اس لیے ان کو چاہیے کہ اس رب کی عبادت کریں ۔

سورہ قریش کی تلاوت کی فضیلت

ابو الحسن قزوینی کہتے ہیں کہ جب بھی کسی کو دشمن یا کسی آفت سے خطرہ ہو تو اس کے لیے سورہ"لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍۙ" کا پڑھنا امن کا باعث ہوگا۔

امام جزری نے نقل کیا ہے کہ: یہ آزمودہ اور مجرب عمل ہے۔

حضرت قاضی ثناؤاللہ نے اپنی تفسیر "مظہری" میں اسے نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ: میرے شیخ حضرت مرزاجان جانان نے مجھے خوف اور خطرے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے وقت اس سورت کو پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کا پڑھنا ہر آفت اور مصیبت سے بچنے کے لیے مجرب ہے، حضرت قاضی صاحب نے فرمایا ہے کہ: میں نے کئی بار آزمایا ہے،(معارف القرآن: عالم اسلام کے مؤلف حضرت علام مفتی محمدشفیع عثمانی دیو بندیؒ مترجم حضرت مولانا محمد یوسف حسین پور، سوره قریش).

ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ:جو شخص اس آیت کے مطابق خدا کی عبادت کرے گا، خدا اسے دنیا اور آخرت میں سلامتی اور بے خوفی کے اسباب فراہم کرے گا، اور جو شخص اس سے منہ موڑ لے، اس سے یہ دونوں نعمتیں چھین لی جائیں گی،جیسا کہ قرآن کریم کے ایک اور مقام پر فرمان ہے: "وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ"(سوره نمل:۱۱۲)

ترجمہ: " اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو امن والی، اطمینان والی تھی، اس کے پاس اس کا رزق کھلا ہر جگہ سے آتا تھا، تو اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا، اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے"

سوره قریش کا سبب کا نزول

حاکم وغیرہ نے ابو طالب کی بیٹی ام ہانی ؓسے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات صفتوں کے ساتھ برتری دی ہے" میں ان میں سے ایک ہوں ، نبوت، کعبہ کی نگرانی، حاجیوں کو پانی پلانا، اصحاب فیل پر فتح، اللہ کی عبادت، انہوں نے سات سال تک خدا کی عبادت کی کہ اس وقت کوئی دوسرے گروہ نے ایسا نہیں کیا، اور خدا نے صرف ان کے بارے میں ایک سورت نازل کی ہے۔

حاکم نے حدیث کے تسلسل میں بیان کیا کہ یہ سورت قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس میں کسی اور کا ذکر نہیں ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ رسول اللہﷺ کی موجودگی مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام کے دوران دین اسلام کی تبلیغ اور کفار قریش کا آنحضرتﷺ کو اذیت پہنچانا مکی سورتوں کے نزول کے ساتھ تھا، کہ خدا کی نعمتوں اور ابدی طاقت کو یاد دلانے کے لیے خدا مکہ کے تاریخی واقعات کو یاد کرواتا ہے، تا کہ مکہ کے کافر اللہ کی توحید اور محمدؐ کی رسالت پر ایمان لے آئیں۔

تفسیر کا خلاصہ

قریش عرب کے ایک قبیلے کا نام ہے اور یہ سورت محور کو ظاہر کرتی ہے،جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا کہ یہ سورت بھی مکی ہے، اور اس کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

آیات کا محور وہی ہے جو سورہ فیل کی آیات کا ہے،سورت کا محور نقل و حمل سے متعلق ہے جو یہ قبیلہ کرتاتھا، اور اس کے نتیجے میں انہیں کافی فوائد اور برکتیں حاصل ہوتی تھیں، چنانچہ نعمتوں کے بدلے میں انہیں نعمتوں کے مالک کا شکر ادا کرنا چاہیے، اس کے بعد قریش کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا کیں ان کے بارے میں بحث ہے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مقام و زمان کے تقاضوں کے مطابق اور ہر زمانے میں لوگوں کی استعداد و ہنر کے مطابق عطا کی ہیں، اللہ تعالیٰ جب بھی قرآن میں کسی نعمت کی بات کرتا ہے تو یہ لفظ لاتا ہے "فَلۡيَعۡبُدُوا۟"(پس عبادت کرو) اور لوگوں سے عبادت کرکے شکر کرنے کو کہتا ہے، چونکہ قریش کے لوگ سردیوں اور گرمیوں میں سفر کرنے کے عادی تھے، اس لیے اس نعمت کی شکر گزاری کے لیے انہیں اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کرنی چاہیے، جس نے انہیں بھوک کے وقت کھانا کھلایا، اور خوف کے دور میں امن دیا۔

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"ایلاف"(الف):مانوس ہونا، محبت بڑھانا، خوگر ہونا، "قریش" جیسا کہ ہم نے کہا صدر اسلام میں ایک مشہور و معروف قبیلہ تھا، جو کہ نضر بن کنانہ کی پشت سے ہے، اس قبیلے کی دیگر شاخیں بھی ہیں"رحلہ"کوچ کرنا، سفر"رحلہ": اس کی اصل رحل کے مادہ سے ہے، یعنی: گیا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگیا، کوچ کرنا سفر کرنے کا وقت ہو یا مقام اسے "مرحلہ" کہتے ہیں، "راحل" یعنی: فوت ہوگیا، یہ عام طور پر بڑے اور معزز شخصیات کے لیے استعمال ہوتا ہے، اگر اس مقام و مرتبہ کے لائق نہ ہو تو کہتے ہیں: فوت ہوگیا، رحلت اور فوت میں فرق ہے۔

"الشِّتَآءِ"(جاڑے کا)موسم سرما۔

"وَالصَّيۡفِ"موسم گرما ۔

"فَلۡيَعۡبُدُوا۟"اس لیے انہیں عبادت کرنی چاہیے۔

"أَطۡعَمَهُم"انہیں کھانا دیا،(قصص:۵۷)۔

"مِّن جُوعٍ"بھوک کی جگہ،بھوک مٹانے کیلئے ۔

حرف "من"بدلیہ یا تعلیلیہ ہے(تفسیر قاسمی) ۔

ملاحظہ

لا یلاف میں جار مجرور متعلق ہے فعل محذوف،"اعجبوا لایلاف قریش"یا فعل

(c) ketabton.com: The Digital Library

مذکور "فَلۡيَعۡبُدُوا" کے متعلق ہے ،یعنی: "من اجل تسهيل الله على قريش ما الفوه و اعتادوه فی رحلتهم إلى اليمن فی الشتاء ورحلتهم إلى الشام فی الصيف"یا پچھلی سورت کے مفہوم کے مطابق جملہ "فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٖ مَّأۡكُولِۢ" کے متعلق ہے، کہ ابرہہ کے لشکر کا شر ان سے دور کردیا اور وہ کامیاب ہوگئے۔

سورہ قریش کی آیات کی تقسیم

سورہ مبارکہ کی آیات "۱- 2" قریش قبیلے کی خصوصیات کے بارے میں وضاحت کرتی ہیں جو اپنے دینوی مقاصد تک پہنچنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرتا تھا ۔

آیت" ۳ ، ۴ " قریش کی ذمہ داری بیان کرتی ہیں، البتہ یہ ذمہ داری تمام انسانوں کے لیے عام ہے۔

الله کی طرف سے ان کو جو نعمتیں دی گئی تھیں ان نعمتوں کو بہترین، اچھے اور مطلوبہ طریقہ سے استعمال کریں۔

ایک اور نکتہ جس پر آیت "۴" میں زیادہ توجہ دی جانی چاہیے وہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ واضح مصبیتیں جو لوگوں کے سکون کو ذاتی اور شخصیت کے نقطۂ نظر سے ،یعنی جسمانی اور روحانی پہلو سے خراب کرتی ہیں ان کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ان کا علاج بھی بتادیا گیا ہے۔

ان دو آفتوں سے مرادہے:بھوک اور خوف ، انسانوں کی جسمانی اور مادی لحاظ سے بھوک اور روحانی اور نفسیاتی لحاظ سے خوف اور ڈر۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ قُرَیۡشٍ

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ۱ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ۚ۲ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ۳ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ
مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ۴

سورت کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مھربان نھایت رحم والاھے
لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ۱	قریش میں محبت ڈالنے کے واسطے
اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ۚ۲	ان کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے
فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ۳	تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں
الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ۴	وہ جس نے انہیں بھوک سے (بچا کر) کھانا دیا اور، خوف سے (بچا کر) امن دیا

سورہ قریش کی تفسیر

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ۱	قریش میں محبت ڈالنے کے واسطے

"ایلاف" مصدر ہے،جس کے معنی محبت ڈالنا ہے، اور "الفت" بمعنی: اجتماع، ہم آہنگی، مانوسیت اور انسانیت کے ہے، بعض مفسرین "ایلاف" کے معنی میں لکھتے ہیں کہ: "ایلاف" امت میں محبت ڈالنا، اور قریش میں محبت ڈالنا یا دوسرے قبیلوں میں جو ان کے ساتھ تھے، اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو نیست و نابود کرنے کے بعد انہیں یہ الفت عطا فرمائی۔

لہذا یہ سورہ بعد سورہ فیل کے واقع ہے اور اس کے مشتملات اس بات کو ثابت کرتے ہیں،جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ، بعض مفسرین نے ان دونوں سورتوں کو ایک سمجھا ہے، اس کا مقصد قریش اور مکہ کی مقدس سرزمین

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور خانہ کعبہ کے درمیان اتحاد پیدا کرنا ہے،کیونکہ وہ اور تمام اہل مکہ اس سرزمین کی مرکزیت اور امن کی وجہ سے یہاں آباد ہوگئے تھے، حجاز کے بہت سے لوگ ہر سال حج کے فرائض ادا کرنے کے لیے وہاں آتے تھے، اقتصادی اور ثقافتی تبادلے کرتے تھے، اور اس ملک کے مختلف نعمتوں سے استفادہ کرتے تھے، یہ سب امن و امان سے رہتے تھے اور یہ بات یقینی ہے کہ اگر کعبہ ابرہہ کی فوج کشی سے ویران ہو جاتا اور اس امن تباہ ہوجاتا تو اس سرزمین میں عرب کو رہنے کی جگہ نہیں ملتی۔

اگلی آیت میں مزید فرماتے ہیں کہ:مقصد قریش کو سردیوں اور گرمیوں میں سفر کا خوگر بنانا تھا۔

قریش کی الفت سردیوں اور گرمیوں کے سفر میں ظاہر ہوتی ہے، مقصد یہ ہے کہ اس الفت نے قریش کو یہ موقع دیا کہ موسم سرما اور موسم گرما کے سفر سے بھر پور فائدہ اٹھائیں، قریش سردیوں میں جنوب"یمن" اور گرمیوں میں شمال (شام)تجارت کے لیے جاتے تھے، وہ لوگ دونوں موسموں کاروباری دوروں سے فائدہ اٹھاتے تھے، اور اس طریقے سے روزی کماتے تھے۔

"لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ" قریش میں محبت ڈالنے کے واسطے

اس جاہلیت کے رسم و رواج کے خلاف جو خونریزی اور جنگ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی، اس مبارک سورہ میں "ایلاف و الفت" کے الفاظ کا تکرار قریش پر خدا کے فضل اور رحمت کا اظہار ہے، رسول اللہﷺ کے قبیلہ قریش کو یہ نعمت نصیب ہوئی کہ جب وہ دور جاہلیت میں تجارتی سفروں پر نکلتے تھے تو راستے میں دوسرے قبیلوں کی طرف سے ان پر ڈاکہ یا حملہ نہیں ہوتا تھا، کیونکہ اعراب کہتے تھے کہ: قریش خدا کے گھر سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا احترام کیا جانا چاہیے، لہذا اللہ تعالیٰ نے قریش کو حکم دیا کہ وہ اپنے دو موسم: سرما اور گرما میں جو تجارتی دوروں میں امن و سلامتی سے لطف اندوز ہوتے ہیں، اس پر اللہ کا شکر ادا کریں، کیونکہ اللہ نے دونوں سفروں کو ان کے لیے محفوظ اور آسان بنایا ہے، پیار دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف لوگ اپنے جسموں کو جوڑیں، بلکہ اس سے ہر دور میں دلوں کا ملنا مراد ہوتاہے، قریش اور معاشرے کے دیگر افراد میں الفت پیدا ہوئی ہے، جب اللہ تعالیٰ اس طرح کی نعمتیں دیتا ہے تو اس کی نعمتوں کا نتیجہ اتحاد ہوتا ہے، یہ دلوں اور قلب کی تالیف

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے،مکمل ہمدردی اور ہم فکری ہے، ہمدردی اور ہم فکری کے ساتھ ہی انسان بہت مرتبہ، اقتدار اور وقار حاصل کرتا ہے۔

عقلمند وہ ہے جو انجام کا سوچے، اگر انجام دور ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کل کے بارے میں سوچنا ہی عقلمندی ہے۔

یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے،لیکن ہمارا منصوبہ کیا ہے؟ اگر سونے سے پہلے صبح کی منصوبہ بندی نہ کریں، ہماری صبح اچھی نہیں ہوگی، ہمیں ہر رات سونے سے پہلے روز مرہ کی کار کردگی کا جائزہ لینا چاہیے، اور کل کے لیے سازگار اور اچھا منصوبہ ترتیب دینا چاہیے، کہ ہمیں کیا کرنا ہے، تو پھر اس کے بعدہم دعا کریں اور کہیں: "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ یَوْمَنَا خَیْرًا مِّنْ أَمْسِنَا وَغَدَنَا خَیْرًا مِّنْ یَوْمِنَا " ترجمہ: "اے اللہ ہمارا آج گذشتہ کل سے بہتر اور آنے والا کل آج سے بہتر کر" ۔

البتہ یہ دعا منصوبہ بنانے کے بعد پڑھنا چاہیے،کیونکہ اسباب تیار کیے بغیر دعا موثر نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ نے کیوں الفت ڈالی؟ قریش کو ہم فکر اور ہمدرد بنانے کے لیے، رب تعالیٰ کی مدد بہت بابرکت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے آثار اور نتائج میں سے ایک یہ ہے کہ معاشرے کے افراد میں مشترکہ فکر، صف بندی، اور ہم آہنگی پیدا ہو ۔

اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِۚ ۝۲	ان کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے

قریش اور دوسرے لوگوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا مقصود ہے،کیونکہ ابرہہ کے واقعہ کے بعد لوگ ان کی طرف دوسری نگاہ سے دیکھتے تھے، ان کے قافلوں کے احترام اور حفاظت کے قائل تھے، قریش کو بھی راستے میں ایسی حفاظت کی ضرورت تھی، اور مکہ کی سر زمین کو بھی اس امن کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر کی شکست کی صورت میں انہیں امن عطا کیا۔

ہم جانتے ہیں کہ مکہ کی سرزمین میں نہ باغات تھے اور نہ ہی زراعت، اس وقت زراعت محدود تھی، زیادہ تر آمدنی ان تجارتی قافلوں کے ذریعے فراہم ہوتی تھی، سردیوں کے موسم میں وہ جنوب کا رخ کرتے تھے، جو یمن کی سرزمین ہے، جہاں موسم نسبتا گرم تھا، اور گرمی کے موسم میں شمال کی طرف یعنی شام کی سرزمین، جس کا موسم معتدل اور سازگار

(c) ketabton.com: The Digital Library

تھا، یمن اور شام کی سرزمین، اس زمانے میں تجارت کے اہم مراکز تھے، مکہ اور مدینہ دونوں کے درمیان ایک مربوط ربطہ سمجھا جاتا تھا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ قریش مکہ میں تجارت کے ذریعے رہتے تھے، لہذا اگر تجارت کے یہ دونوں سفر نہ ہوتے تو ان کے لیے مکہ میں رہنا ممکن نہ تھا، اور اگر کعبہ کی قربت انہیں تحفظ فراہم نہ کرتی، تو وہ کوئی کام اور سرگرمیاں کرنے کے قابل نہ ہوتے۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اس سورت کا تعلق اپنے ماقبل کے ساتھ ہے،کیونکہ اس کی نظر میں معنی یہ ہے کہ:ہم نے قریش کو الفت دینے اور شہر مکہ میں ان کے امن اور محفوظ اجتماع کو برقرار رکھنے اور ان کے سفر میں ان کے خوگر ہونے کے لیے ہاتھی والوں کو مکہ سے دور رکھا،اور انہیں تباہ کردیا۔

فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِۙ ۝٣	تو ان پر لازم ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں

یعنی اگر قریش اللہ تعالیٰ کی دوسری نعمتوں کی وجہ سے عبادت نہیں کرتے تو انہیں اس خصوصی نعمت کی وجہ سے اس کی عبادت کرنی چاہیے، جس کا ذکر کیا گیا ہے، قریش پر خدا سبحان و تعالیٰ کی طرف سے اس حقیقت کا اعلان در اصل بت پرستی سے اس کی بیزاری کا اعلان ہے، کیونکہ قریش بتوں کی پرستش کرتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حقیقت سے آگاہ کردیا کہ انہوں نے اس گھر کے ذریعے جو خدا وحدہ لا شریک کا گھر ہے دوسرے عربوں کی بنسبت عزت امن تحفظ اور برتری حاصل کی ہے، پس ان کو چاہیے کہ نعمتوں کی ناشکری نہ کریں اور شرک نہ کریں۔

امام رازی فرماتے ہیں: "جان لو کہ نعمت دو قسم کی ہوتی ہے ایک: نقصان کا دور ہونا ، اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا، چونکہ نقصان سے بچنا فائدہ حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل میں نقصان سے بچنے کی نعمت اور سورہ قریش میں ان کے لیے نفع حاصل کرنے کی نعمت کا ذکر کیا ہے، ان کی توجہ ان دونوں نعمتوں کی طرف مبذول کرانے کے بعد ان کو اپنی عبادت کا حکم فرمایا، تاکہ ان کی اس عبادت کو ان نعمتوں کے مقابلے میں شکر کا درجہ حاصل ہو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ۝۴	وہ جس نے انہیں بھوک سے (بچا کر) کھانا دیا ،اور خوف سے (بچا کر) امن دیا

یعنی:اللہ تعالیٰ نے قریش کو ان دو سفروں کی وجہ سے کھانا دیا، اور ان کو شدید بھوک سے نجات دی جس میں وہ مبتلا تھے، "اور ڈر اور خوف سے محفوظ رکھا" کیونکہ اس وقت اعراب ایک دوسرے کو لوٹتے اور قیدی بنا لیتے تھے،لیکن قریش ان حملوں اور لوٹ مار سے خدا کے گھر کے قریب ہونے کی وجہ سے محفوظ رہے، اسی طرح ان کی خود مختاری بھی حبشی فوج اور ہاتھیوں کے لشکر کے حملے کے خوف سے محفوظ رہی۔

پس ان تمام نعمتوں کے شکرانے کے طور پر صرف اس اکیلے خدا کی عبادت کریں، اس کے ساتھ بتوں کو شریک اور برابر نہ ٹھہرائیں، اور ان کی عبادت نہ کریں۔

اس امن کے بارے میں رب عظیم سورہ عنکبوت آیت"۶۷"میں فرماتے ہیں: " اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِهِمۡ ؕ اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ وَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ یَکۡفُرُوۡنَ ۝۶۷" ترجمہ: "اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ بیشک ہم نے ایک حرم امن والا بنادیا ہے، جب کہ لوگ اس کے گرد و نواح سے اچک لیے جاتے ہیں، تو کیا یہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں؟"۔

یہ امن ،سکون اور عافیت ان کے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا نتیجہ ہے جنہوں نے یہ دعا مانگی تھی: " رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ"(بقرہ:۱۲۶) ترجمہ: "اے پروردگار! اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو خدا پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں ان کو کھانے کو عطاکر" ۔

تو کیا قریش پر واجب نہیں ہے کہ وہ اس خدائے واحد کی عبادت کریں، جس نے انہیں بھوک سے بچایا اور ان کے خوف کو سلامتی اور راحت میں بدل دیا؟

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: یہ اس لیے کہ جو اس حکم الٰہی کی تعمیل کرے گا اس کے لیے دنیا اور آخرت دونوں کی سلامتی عطا کردی جائے گی، اور جو

(c) ketabton.com: The Digital Library

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کرے گا اس سے دونوں سلامتیاں چھین لی جائیں گی، جیسا کہ سورہ نمل کی آیات"۱۱۲-۱۱۳"اس کی گواہ ہیں۔

حدیث شریف میں اسماء بنت یزید بن سکن انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورہ "لایلاف قریش" کی تلاوت کی، پھر فرمایا: اے گروہ قریش!افسوس ہو تم پر! اس گھر کے رب کی عبادت کرو کہ جس نے تمہیں بھوک میں کھلایا اور ڈر و خوف سے محفوظ رکھا۔

قریش کا موسم سرما اور بہار کا سفر

یہ بات مشہور و معروف ہے کہ مکہ کی سرزمین ایسی جگہ واقع ہے جہاں اہل مکہ کے استعمال کے لیے نہ تو کوئی کھیت ہیں اور نہ پھلوں کے باغ ، اس لیے بیت اللہ کے بانی حضرت خلیل اللہ نے مکہ آباد کرتے وقت اہل مکہ کے لیے بارگاہ الہی میں اس طرح کی دعا فرمائی: اے اللہ اس شہر کو امن کا گھوارہ بنا، "ارزق اهله من الثمرات"کہ ہر قسم پھل باہر سے درآمد کیا جائے، "یجبی الیه ثمرات کل شیء" اس لیے مکہ کے لوگوں کا ذریعہ معاش اور زندگی تجارت کے لیے سفر کرنے اور وہاں سے اپنی ضروریات کی اشیاء لانے پر مبنی تھی۔

عام طور پر اہل مکہ سال میں دو مرتبہ سفر کرتے تھے، پہلا سفر گرمیوں میں ہوتا تھا، جب وہ شام(آج کے سوریہ) جاتے تھے اور اپنا مال بیجتے تھے، اور دوسرا سفر پورے سال میں سردیوں کے مہینے میں ہوتا تھا جب قریش کے لوگ یمن جاتے تھے، اور عام طور پر مغربی افریقہ اور دور ایشیاء سے مصنوعات خریدتے تھے، یاد رہے کہ شام اور یمن کے لوگ مکہ کے لوگوں خاص طور پر اہل قریش کو خصوصی احترام سے دیکھتے تھے۔

ہمارا عظیم رب قریش کو یاد دلاتا ہے کہ:میں نے یہ تمام نعمتیں تمہاری قوم کو عطا کی ہیں، ان نعمتوں میں سب سے اہم نعمت دین اسلام اور رسول ﷺ کی نبوت تھی، جبکہ یہ دونوں نعمتیں عطا کرنے سے پہلے وہ بت پرستی میں مصروف تھے اور جہالت کی زندگی گزار رہے تھے۔

کعبہ کا رب

البیت کا اطلاق عام طور پر کعبہ پر ہوتا ہے، جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیلؑ کے ہاتھوں تعمیر ہوا ، اور یہ خود ایک عظیم نعمت ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

جس سے قریش کے لوگ مستفید ہوتے تھے، اور تجارت کے لیے مکہ کے شمال اور جنوب میں ان کا سفر اور دوسری قوموں کی نظر میں ان کی عظمت ایک اور نعمت تھی، جو الله تعالیٰ نے عطا کی تھی،لیکن حیرت ہے کہ ان کو ماضی میں جو نعمتیں ملیں اور نعمت اسلام کو دیکھتے ہوئے، وہ خدا کی عبادت کی بجائے پتھر اور لکڑی کے بتوں کی پوجا کرتے تھے،کعبہ کا وہ عظیم اور مالک وہی خدا جس نے قریش کو بھوک میں سیر کیا اور خوف سے محفوظ رکھا اس رب کی عبادت کی بجائے بتوں کی پوجا کرتے تھے ۔

مکہ کی تاریخ سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مکہ غیر ملکی حملوں اور زمینی و آسمانی آفات کے خطرات سے محفوظ رہا ہے، اور یہ نبوت کی عظیم نعمت کے وجہ سے ہے، کہ جس کو خدا نے مکہ کے خطہ میں ازل سے مقرر فرمایا تھا۔

ایک حدیث نبی ﷺ سے منقول ہے کہ: الله تعالیٰ نے بنی کنانہ کو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے چن لیا، اور بنی کنانہ سے قریش کو،اور قریش سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم سے مجھے بر گزیدہ کیا، اور یہ خاندان اور رسول الله ﷺ کی ذات ایک عظیم اور لاثانی نعمت ہے کہ جو خدا نے قریش قوم کو عطا فرمائی۔

رسول الله ﷺ ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ الله تعالیٰ نے کنانہ کو حضرت اسماعیلؑ کی تمام اولاد میں سے چن لیا،اور پھرکنانہ سے قریش کو،اورپھر قریش سے بنی ہاشم کو،اور بنی ہاشم سے محمدﷺ کو برگزیدہ فرمایا: (البغوی عن وائلہ بن الاسقع) اسی طرح دوسری حدیث میں فرماتے ہیں:کہ تمام لوگ خیر اور شر میں قریش کے تابع ہیں(رواہ مسلم عن جابر،مظھری)۔

خدا کے انتخاب کی وجہ جو کہ پہلی حدیث میں بیان کی گئی ہے،غالبا یہ ہے کہ ہر قبیلہ کچھ خاص خصوصیات اور صلاحیتوں کا حامل ہوتا ہے، کفر، شرک اور جاہلیت کے زمانے میں ان کے کچھ غیر معمولی ملکات اور اخلاق بھی تھے،حق قبول کرنے کی صلاحیت ان میں بہت زیادہ ہی کمال کی تھی، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور اولیاء الله انہیں میں سے ہیں(مظہری)۔

رسول اللهﷺ کے پر دادا! "ہاشم بن عبد مناف" وہ پہلا شخص ہے جس نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

سامان اور خوراک کے لیے شام تک تجارت کو وسعت دی، اور ان کے بعد قریش نے بڑے پیمانے پر تجارت شروع کی ہاشم کی اصل نام"عمروالعلا" تھا، کیونکہ وہ قحط اور قلت کے وقت غریبوں کو کھانا کھلاتے تھے اور روٹیوں کو توڑ کر شوربا میں سرید بناتے تھے اس لیے ان کا نام ہاشم پڑگیا (ہشم کا معنی ہے: شوربا میں روٹی توڑکر سریدبنانا)، (ہاشم: سرید بنانے والا)۔

قریش کے بارے میں مختصر معلومات

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کی نسل سے قبیلوں کے ایک مجموعہ کا نام ہے،جس کی تصغیر"قرش"سے قریش لی گئی ہے، کیونکہ قرش ایک بڑا آبی جانور ہے (مچھلی کی قسم) جو جہازوں پر حملہ کرتا ہے، انہوں نے قبیلہ قریش کو ایک ایسے جانور سے تشبیہ دی جو دوسری آبی مخلوقات کو کھاتا ہے، جب کہ خود چیر پھاڑنے سے محفوظ ہے، اور دوسروں پر غالب ہے، اور کوئی اس پر قابو نہیں پاسکتا۔

لیکن مفسر ابو حیان کہتے ہیں:قریش کو اس نام سے منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تقریش کا مطلب جمع ہونا ہے،اور قریش منتشر ہونے کے بعد جمع ہوئے، قصی بن کلاب نے انہیں حرم میں جمع کیا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ قریش کا لفظ "تقریش" سے ما خوذ ہے جس کا معنی ہےمتحد کرنا، کیونکہ قصی نے اس قبیلے کے بکھرے ہوئے لوگوں کو جمع کیا تھا، اس لیے اس کا قبیلہ اس نام سے پکارا جاتا تھا، بعض لوگ قریش کو "قرش"سے مشتق کہتے ہیں، جس کے معنی تجارت ہے جو ان کا بنیادی پیشہ تھا۔

جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا کہ مکہ کی سرزمین میں کوئی پیداوار نہیں تھی اور نہ ہی اس میں زراعت کے قابل زمین تھی، نہ اناج اور اجناس تھے کہ خود استعمال کرتے اور دوسروں کو پیش کرتے۔

اس لیے مکہ مکرمہ کے رہنے والوں نے کاروبار اور تجارت کو ذریعہ معاش بنالیاتھا، اور اپنی ضروریات کو باہر سے در آمد کرتے تھے۔

مکہ کا وجود اور دور جاہلیت میں عرب قبائل کے درمیان قریش کا جو احترام تھا، اور حرم کا علاقہ جو پر امن مقام تھا، اور عرب دنیا کے مختلف حصوں سے عرب قبائل کا مکہ کی طرف آمد و رفت، یا تو اپنے بتوں کی پوجا کرنا یا حج کے مراسم میں شرکت کرنا ہوتاتھا، رجب اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

ذی الحجہ کے مہینوں میں یہ آمدورفت ہوتی تھی، عرب کی تجارت کی ایک اچھی بنیاد تھی تاجر اور ان کے تجارتی مال کے تبادلے کے لیے اچھا موقع ہوتاتھا۔

حجاز کا کاروبار قریش کے لوگوں یعنی اہل مکہ اور طائف کے امیروں کے ہاتھ میں تھا، قریش کی تجارت شمال میں فلسطین اور سوریہ کے ساتھ، اور جنوب میں یمن کے ساتھ تھی، اور بعض اوقات تاجر سمندر کے راستے حبشہ اور نجد کے راستے حیرہ (عراق) سے مدین تک جاتے تھے، یہاں تک کہ روم،مصر، ہند کے ساتھ بھی کاروباری تعلق تھا۔

مکہ کے تاجر گرمیوں میں شمال کی طرف جاتے تھے جب موسم اچھا ہوتا تھا اور سردیوں میں جب موسم سرد ہوتا تو جنوب کی طرف جاتے تھے۔

قریش کے تاجر اپنے تجارتی دوروں میں خوفناک صحراؤں سے گزرتے تھے،اور سینکڑوں میل کا سفر کرتے تھےصحراؤں اور میدانوں سے ہوتے ہوئے جہاں ہر طرف مکمل ہولناکی اور خوف کا سماں ہوتاتھا، نہ راستہ، نہ پانی، نہ درخت، نہ کوئی آبادی اور نہ کوئی عمارت تھی،صرف شمال کی طرف سفر کرتے ہوئے یا وہاں سے واپسی پر "خیبر" اور "مدینہ" سے گزرتے تھے، اور جنوب میں "طائف" کی طرف جاتے اور پھر"تہانہ" وادی اور وہاں کا رہائشی علاقہ مکہ شہر سے باہر نکلتے بائیں جانب "بحیرہ احمر" کا ساحل تھا، اور مغرب کی طرف وسیع و عریض میدان، پہاڑ اور بہت سی خوفناک وادیاں تھیں، اور اس طرف خلیج فارس، اور جنوب میں دریائے عمان واقع تھا۔

اپنے تجارتی دوروں میں مکہ کے تاجروں نے اپنے قافلوں کی رہنمائی اور مدد کے لیے قدیم عربوں کی موجودگی کو استعمال کیا جو صحرائی راستوں سے اور راستوں کے درمیان آنے والی آبادیوں سے واقف ہوتے تھے۔

قریش شمال سے عرب کے آخری جنوبی مقام یعنی یمن اور حضرموت تک پہنچ گئے تھے، اور اپنے بازاروں میں تجارت اور سامان کا تبادلہ کرتے ہوئے قبائلی فخر اور ان میں اپنا اورنسلی و ادبی پہلوؤں کو پیش کرتے تھے، ان کے دلکش اشعار اور پر جوش خطابات میں فخر اور مباہات صاف نظر آتی تھیں۔

ان موسمی بازاروں میں سب سے مشہور بازار"سوق عکاظ" تھا، جس میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

رسول اللهﷺ بھی اپنی جوانی میں شرکت فرمائی تھی۔

قریش کے مشہور ترین بازار

عربی میں "سوق" کا معنی بازار ہے، جس کی جمع "اسواق" ہے، عرب میں دس موسمی بڑے بازار تھے جو زمانہ جاہلیت یعنی: ظہور اسلام سے قبل عرب کے مختلف علاقوں میں مشہور تھے۔

حج کی تقریب کے بعد ان کے بازار رجب اور ذولحجہ کے مہینے میں مکہ،عرفات اور منیٰ میں منعقد ہوتے تھے یہ عرب قبائل کی عظیم پہچان تھی، اور سب سے اہم مراسم کا ذریعہ اور بڑی مجلس تھی، جو سال کے مختلف مہینوں میں منعقدہوتی تھی۔

متعدد بازار منعقد ہونے کے مقامات اس طرح ہیں، موجودہ اردن، یمن، بحرین، خلیج، مسقط، عمان ، نجد بھی جو کہ موجودہ عرب ہے۔

اس وسیع و عریض علاقے میں تقریبا تمام عرب قبائل چاہے بت پرست ہوں یا نصرانی، یہودی، ستارہ پرست، اور تمام دیگر ادیان و عقائد کے پیروکارہوں، شام، عراق، یمن، بحرین اور سواحل خلیج فارس، نجد، یمامہ، تہامہ اور حجاز سے شرکت کرتے تھے۔

ان کے کام اور ان بازاروں میں شرکت کی ترتیب یہ ہوتی تھی کہ ماہ ربیع الاول سے لے کر ماہ ذی الحجہ تک آخری بازاروں میں شرکت کے بعد وہ مکہ آتے اور حج کی تقریب میں شرکت کرتے، اور حج کے سیزن کے اختتام پر اپنے قبائل میں واپس جاتے ۔

سال بھرعرب قبائل اپنے ذاتی، مادی اور روحانی مفادات کو اس طرح ترتیب دیتے تھے، یہ عرب کے یمن،شام، فارس، حبشہ اور دیگر مقامات کے عرب تجارتی دوروں کے علاوہ تھا، عرب تاجر اکثر اپنا سامان جو ان ممالک سے لاتے تھے، اپنی ان دس منڈیوں میں پیش کرتے تھے، اور دوسرے شرکاء ان کا تبادلہ اپنی مصنوعات کے ساتھ کرتے تھےمشہور مورخ یعقوبی نے عرب کے دس بازاروں کو بیان کیاہے جن میں وہ تجارت کے لیے جمع ہوتے تھے، اور دوسرے لوگ بھی ان میں جمع ہوتے تھے، اس طرح وہ اپنی جان و مال کو محفوظ بناتے تھے، یعقوبی اس کی اس طرح تشریح کرتے ہیں:

(c) ketabton.com: The Digital Library

1 - عرب کے دس بازاروں میں سے ایک بازار ربیع الاول کے مہینے میں دومۃالجندل میں لگتا تھا، اس بازار کے سربراہ دو قبیلوں عنسانی اور بنی کلب سے تھے۔

2 - مشقر کا بازار بحرین میں حجر کے علاقے میں جمادی الاولی ٰ کے مہینے میں لگتا تھا، قبیلہ بنی تمیم اسے کھولا کرتا تھا۔

3 - بازار صحار (مسقط اور عمان میں سمندر کے کنارے واقع ایک شہر ہے) ماہ رجب کی پہلی تاریخ کو لگایا جاتا تھا۔

4 - بازار ریا،عرب صحازار سے ریا بازار آتے تھے اور وہاں کے حکمران آل جلدنی ان سے ٹیکس لیتے تھے۔

5 - بازار شحر(یمن میں بحر ہند کے ساحل اور بہرہ کی سرزمین پر) وہاں کا بازار پہاڑ کے پہلو میں ہے جہاں حضرت ہود ؑکی قبر واقع ہے بہرہ کے اعراب اسے منعقد کرتے تھے۔

6 - بازار عدن، رمضان کے مقدس مہینے کی پہلی تاریخ کو ہوتا تھا، اور وہاں سے تاجر عطر دوسری جگہوں پر لے جاتے تھے۔

7 - بازار صنعاء رمضان کے وسط میں اس کا افتتاح ہوتا تھا۔

8 - بازار رابیہ،یمن کے جنوب میں حضرموت میں منعقد ہوتا تھا، اعراب محافظوں کے ساتھ وہاں جاتے تھے کیونکہ حضر موت محفوظ ملک نہیں تھا، اور کندہ قبیلہ اسے منعقد کرتا تھا، اور لوگوں کی آمدورفت کی حفاظت کرتے تھے۔

9 - بازار عکاظ، سرزمین نجد پر واقع تھا، عرب ذی قعد کے مہینے میں عکاظ کے بازار میں جمع ہوتے تھے، اس بازار میں سارے عرب قبائل قریش سمیت، اکٹھے ہوتے تھے، ان میں سے اکثر مضر کے عرب تھے، بازار عکاظ میں عرب لوگ ایک دوسرے کے مقابل فخر کرتے تھے۔

10 - بازار ذی الجاز،عرب کے لوگ عکاظ اور ذی الجاز کے بازار سے حج کے مراسم میں شرکت کے لیے مکہ کی طرف آتے تھے، سب سے مشہور و معروف بازار جس کا اسلامی تاریخ میں ذکر کیا گیا ہے وہ عکاظ کا بازار ہے، کیونکہ قبائل تمام بازاروں میں شرکت کرتے ہوئے آخر میں سوق عکاظ کی طرف آتے تھے، اور وہیں پر وہ اپنے فحرو غرور، شاعری، تقاریر میں، اپنا تعارف اور پہچان کروانے میں لگ جاتے تھے۔

اس بازار میں پیغمبر خدا بھی تشریف لے جاتے تھے، اور نبوت کے اعلان کے بعدبھی بازار عکاظ میں اپنی شرکت اور جو کچھ وہاں دیکھا تھا یاد فرماتے تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مختصر یہ کہ عرب قبائل اپنے بازاروں میں شرکت کے لیے شمال اور مغرب سے چلے آتے تھے، جن میں سے اکثر (یہودیوں، عیسائیوں اور ستارہ پرستوں کے علاوہ دیگر لوگ) مکہ میں داخل ہوتے، اور موسم حج کی تقریب میں شرکت کرنے اور طواف کعبہ اور اپنے بعض بتوں کی پرستش کے بعد اپنے اپنے ملک چلے جاتے تھے(تاریخ یعقوبی جلد ۱)

سورہ قریش سے حاصل شدہ اسباق

عالم اسلام کے عظیم مفسر امام فخر الدین الرازی نے فرمایا ہے کہ نعمتوں کی دو قسمیں ہیں: ایک نقصان کو دور کرنے والی، جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفیل میں بیان فرمایا، دوسری نعمت ہے فائدہ حاصل کرنا ، جو اس سورت میں بیان ہوا ہے، اور بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے نقصان دور کیا، اور ان کو فائدہ پہنچایا، جن کا شمار دو عظیم نعمتوں میں ہوتا ہے، ان کو حکم دیا کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں، اور ان نعمتوں کے بدلے رب کے شکر گزار بنیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت کے مظاہر کا اعلان

قریش کے لوگوں کو نعمتوں کی یاد دلانا، اور قریش پر کیا گیا اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان بیان کرنا، جس سے وہ رب کے شکر گزار ہوجائیں، لیکن جب وہ لوگ اس نعمت کے بدلے ناشکری کرنے لگے، تو ان کی ناشکری کی وجہ سے ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا۔

صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت واجب ہے غیر اللہ کی قطعا ناجائز

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

جزء – (30)

سورۃ الماعون

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے، اس کی سات "۷" آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کو"ماعون"اس لیے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو گھر کی ضروریات کو دوسروں سے روکے رکھتے ہیں، اور اسے ہمدردی میں نہیں دیتے ، اس سورت کو"سورہ دین"بھی کہا گیا ہے، کیونکہ اس سورت میں اخروی سزا نہ ماننے والوں کی مذمت کی گئی ہے، اس سورہ کا نام"الماعون"سورت کی آخری آیت سے لیا گیا ہے ، "ماعون" فاعول کے وزن پر،معن کے مادہ سے ہے، جو جاری ہونے کا معنی دیتا ہے، اور ماعون سے مراد وہ چیز ہے جو جاری و ساری ہو، اور کہیں نہیں رکتی ہو، اور یہ معنی بھلائی بھی ہے جو جاری ہو، وہ بھلائی جو معاشرے میں پھیلتی ہو اور پوری طرح رواں دواں ہوتی ہے، اور ہر ایک کا احاطہ کرتی ہے۔

اس سورہ کی مبارک آیات کا عمومی موضوع اس سورت کے نام سے واضح ہے جو "ماعون" کی اہمیت کو بیان کرتی ہے،اور یہ کہ اہل ایمان اور خاص طور پر قیامت پر ایمان رکھنے والوں کو ہمیشہ خود کو نیک اعمال میں مشغول رکھنا چاہیے، اس طرح کہ قیامت پر ایمان کی تصدیق کا راستہ "ماعون" کے جاری رکھنے میں ہے، اور جو شخص اس نیکی کو اپنےکسی بھی عمل سے روکنے کا ذریعہ اور بنیاد فراہم کرتا ہے، قیامت کے دن اس کے ایمان میں کمزوری اور عیب کا سبب ہوگا۔

سورہ ماعون کے دیگر نام

اس سورت کے نام: "اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يُكَذِّبُ بِالدِّيۡنِ, ألتکذیب و مَاعُوۡنَ" ہیں،بعض علماء کے نزدیک یہ سورت مکی ہے،لیکن راجح قول یہ ہے کہ پہلی (۳)آیات مکی ہیں اور آخری(۴)چار آیات مدنی ہیں، کیونکہ مدینہ کے منافقین کے بارے میں آیا ہے کہ وہ ظاہری طور پر اور مسلمانوں کے سامنے نماز پڑھتے تھے، جبکہ در حقیقت خفیہ طور پر جاسوس اور منافق تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سوره" ماعون" "سوره السلوک"(راه وروش)سے مشهور ہے، اور"وسورة التی يَعْلَم أَنَّ الْقُرْآن لابدمِنَ الْعِلم مَعَ الْعَمَل "یعنی: وه سورت جو یہ سکھاتی ہے کہ قرآن صرف لفظی طورپر پڑھنے کے لیے نہیں ہے، بلکہ زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے، اور قرآن کا علم عمل کے ساتھ ہونا چاہیے، پس باطن میں اور صرف انسانی دل میں نہیں ہے، بلکہ اسے عمل میں دکھانا چاہیے، آپ پاک دل اور نیت کے بہانے گزارہ نہیں کرسکتے، کیونکہ دین کا علم زندگی میں عمل کے میدان تک ضرور پہنچانا چاہیے، چنانچہ الله تعالیٰ اس سورت میں ہم سے چاہتا ہے کہ ہم قرآن پاک کو اپنا طرز زندگی بنائیں۔

سورة الماعون کے نزول کا مقام

جمہور کے مطابق یہ سوره مکی ہے، اور مختصرا یہ دو قسم کے لوگوں کے بارے میں بحث کرتی ہے۔

1 - کافر اور خدا کی نعمتوں کے منکر،اور یوم حساب و جزا کا انکار کرنے والے۔

2 - وه منافق جو اپنا کام الله کی رضا کے لیے نہیں کرتے، بلکہ اپنے اعمال اور نمازوں میں دکھلاوا کرتے ہیں، پہلے گروه کے بارے میں الله تعالیٰ نے ان کو ان کی ناپسندیده صفات یاد دلائی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وه یتیم کی توہین کرتے ہیں، اسے تنگ کرتے ہیں اور اس کی تربیت کی فکر نہیں کرتے وه کوئی بھی اچھا نہیں کرتے، چاہے وه اچھا کام زبان کا ہو جس میں ان کو کوئی قیمت ادا کرنا بھی نہیں پڑتی، وه الله کی عبادت اچھی طرح نہیں کرتے اور نہ ہی الله کے بندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔

اور ان میں سے دوسرا گروه منافقین کا ہے جو نماز میں کوتا ہی کرتے ہیں اور اسے اپنے وقت پر نہیں پڑھتے، اور صرف اس کی ظاہری شکل ادا کرتے ہیں، ان کی نمازیں بے روح اور بے مقصد ہیں، اور ریا کاری اور دکھلاوے والی ہیں، الله تعالیٰ نے ان دونوں گروہوں کو موت او ر تباہی سے ڈرایا اور ان کے عمل کی مذمت کی ہے۔

یاد ر ہے کہ: ابن عباسؓ اور قتاده کے نزدیک سورة الماعون مدنی ہے،"هبة الله"نابینا مفسر اس مبارک سورت کے نزول کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس سورت کا آدھا حصہ مکہ مکرمہ میں عاص بن وائل کے بارے میں اور آدھا حصہ مدینہ میں عبداللہ بن ابی منافق کے بارے میں نازل ہوا ہے۔

تفسیر "جلوہ ھای از اسرارقرآن"کے مفسر کا سورۃ الماعون کے مدنی ہونے کے بارے میں یہ استدلال ہے کہ: اس سورت کے مدنی ہونے میں دو وجوہات کو اہم سمجھا جاسکتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مکہ میں دکھلاوا کرنے والے نمازیوں کا ذکر نہیں ہے، ریا کار نمازی مکہ میں نہیں، بلکہ مدینہ میں تھے، مکہ کے حالات ایسے نہیں تھے کہ یہ دوغلے ریا کار عناصر مسلمانوں کی طاقت اور اختیار کو دیکھ کر مراعات حاصل کرنے کے لیے صفوں میں شامل ہوتے، وہ نماز پر یقین نہیں رکھتے تھے، ان کی نماز خدا کی رضا کے لیے نہیں تھی، خود کو دکھانے کے لیے مسجد کی صفوں میں آکر نماز پڑھتے تھے۔

مکہ میں حالات ایسے تھے کہ جماعت کے ساتھ اور مشرکین کی موجودگی میں نماز پڑھنا مشکل اور مشرکین کو جنگ کی دعوت دینے کے مترادف تھا، یہ کام منافق اور ریا کار عناصر کا نہیں تھا۔

دوم: معاشرتی تعلقات اور مسائل پر بحث مدنی سورتوں کے مباحث میں سے ایک ہے، نہ کہ مکی سورتوں کے اس سورت میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ریا کار نمازی "ماعون" دینے سے انکار کرتے ہیں "عام طور پر ایک محلے کے لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں" اس طرح کے مسائل پر بحث مکہ کے ماحول اور اس مرحلے سے متعلق سورتوں کا نہیں ہے۔

شہید سید قطب اس سورہ کی مکی اور مدنی نوعیت کے بارے میں اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں،بعض مفسرین اس سورہ کو مکی اور بعض مدنی سمجھتے ہیں، جبکہ متعدد مفسرین کی رائے ہے کہ اس سورہ کی پہلے تین آیات مکی اور باقی آیات مدنی ہیں۔

تفسیر "فی ظلال القرآن" کے مفسر لکھتے ہیں: دوسرا نظریہ راجح ہے، تا ہم اس سورت میں عام طور پر ایک مربوط اور متعلقہ و حدت ہے،اس میں اس عقیدے کی سچائیوں کی عمومی حقیقت کے اظہار کے لیے ایک نقطہ نظر ہے، ایک واحد نقطہ نظر جو ہمیں اس سورہ کو عمومی طور پر مدنی ماننے پر مجبور کرتا ہے ، کیونکہ یہ سورہ جن موضوعات سے متعلق بحث کرتی ہے وہ قرآن کے مدنی موضوعات میں سے ہیں، زیر بحث موضوع ریاء

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور منافقت سے متعلق ہے، نفاق اور ریاء مکہ میں مسلمانوں کی جماعت میں مشہور نہیں تھے، البتہ ان روایات کو قبول کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جو اس سورت کے مکی اور مدنی ہونے پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ ممکن ہے اس سورت کی آخری چار آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہوں، اور اس کی پہلی آیات کے ساتھ شامل ہوگئی ہوں، موضوع کی مماثلث کی وجہ سے ۔

سورۃ الماعون کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورۃ الماعون مکی ہے، اس میں ایک (۱)رکوع، سات(۷) آیات، پچیس(۲۵)الفاظ، ایک سو پندرہ (۱۱۵) حروف اور ساٹھ (۶۰) نقطے ہیں۔

(قرآن کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراءمختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے تفسیر احمد سورۃ الطور ملاحظہ کریں)۔

سورۃ الماعون کا سورہ قریش سے ربطہ و مناسبت

الف: سورہ قریش نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ناشکروں کی سرزش کی، جبکہ اس سورت میں ان پر غریبوں کی پروا نہ کرنے اور ان کی حوصلہ افزائی نہ کرنے اور ان کی مدد نہ کرنے کی مذمت ہے۔

ب: سورۃ قریش لوگوں کو خدائے واحد کی حقیقی عبادت اور بندگی کی طرف دعوت دیتی اور بلاتی ہے، اورسورہ ماعون نماز قائم کرنے میں غفلت اور کوتاہی کرنے والوں کی سرزش کرتی ہے۔

ج: سورہ قریش میں، ان نعمتوں کا ذکر ہوا جو اللہ تعالیٰ نے اہل قریش کو عطا کی تھیں، ان کے مقابلے میں وہ قیامت اور دوبارہ زندہ ہو نے کے منکر تھے ، جبکہ سورۃ الماعون میں ان کو اور ان جیسوں کو روز قیامت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

سورۃ الماعون کا سبب نزول

سورۃ الماعون کے نزول کی وجہ بیان کرتے ہوئے مفسرین نے مختلف اقوال پیش کیے ہیں، ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی، مفسر سدی فرماتے ہیں: یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ایک قول کے مطابق: یہ آیت ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی جو ایک یتیم کا کفیل تھا، تو وہ یتیم اس کے سامنے برہنہ حالت میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

آیا، اور اس نے اپنی جائیداد کا مطالبہ کیا، لیکن اس نے یتیم کو بھگا دیا ابن جریج کہتے ہیں کہ: یہ آیت ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی جو ہر ہفتے ایک اونٹ ذبح کرتا تھا، اسی دوران ایک یتیم نے اس سے کچھ مانگا تو اس نے اپنی چھڑ ی سے یتیم کو دھکیل دیا۔

سورہ ماعون کا عمومی مواد

اس سورت میں ناشکرے ،منکر، منافق اور ان میں سے ہر ایک کے عمل کے بدلے کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے، یہ سورت ان لوگوں کے لیے ہے جو بظاہر دیندار بنے ہوتے ہیں، لیکن عملی طور پر احکام پر عمل نہیں کرتے، ان کو تنبیہ اور سرزش کرتی ہے، اس سورت میں قیامت کے منکرین کی پانچ خصلتیں بیان کی گئی ہیں (خرچ کرنے سے گریز کرنا، یتیموں اور مسکینوں کو دھتکا رنا، دکھلاوا، نماز میں کوتاہی اور ضرورت مندوں کی مدد سے گریز)۔

اس سورت میں نماز میں ریا کاری، دکھلاوا اور سستی و کاہلی سے لے کر ہر چیز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور لوگوں کو یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے، تاکہ وہ ابوسفیان کی طرح نہ ہوں، اور یتیموں کی عزت کریں، اور قیامت کے دن اور قیامت کے انکار، اور اس دن کے انسان کے عمل کے بدلے کی طرف بھی اشارہ ہوا ہے۔

دوسرے لفظوں میں سورہ ماعون اس اہم حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ دینداری صرف الله کے وجود کو تسلیم کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ اچھے اور نیک اعمال انجام دینا، برائی اور نا شائستہ کاموں کو ترک کرنا بھی ضروری ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ سورۃ الماعون منفی سوچ رکھنے والے افراد دو اشخاص کا اصلی اور حقیقی چہرہ متعارف کراتی ہے:

1 - وہ لوگ جو دین کے بارے میں منفی سوچ اور نظریہ رکھتے ہیں: "يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ" آیت مبارکہ میں دین اور قیامت کی تکذیب سے مراد وہی دل کی تکذیب اور انکار ہے،قولی نہیں ہے،کیونکہ سورہ کے مخاطب وہ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں،لیکن ان کی نماز میں منافقت، دکھاوا، سستی اور غفلت ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - جو یتیموں اور مسکینوں کے بارے میں برا رویہ رکھتے ہیں اور انہیں بھگاتے ہیں"يَدُعُّ الْيَتِيمَ وَلَا يَحُضُّ"

3 - وہ جو عبادات اور خاص طور پر نماز میں سست ہیں، اور خلوص نیت سے ادا نہیں کرتے (سَاهُوْنَ-يُرَآءُوْنَ)

4 - جو عام لوگوں کی خدمت اور ان کو بھلائی پہنچانے میں سستی کرتے ہیں اور کوتا ہی کرتے ہیں: "وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ"-

چنانچہ اس سورہ مبارکہ میں آیت: "۱ تا ۷"بیان کیا گیا ہے کہ: روح اور اخلاص کے بغیر عبادت کرنا سراسر بے اثر ہے، آپ یقین رکھیں کہ یہ نمازی کو اس کی منزل تک نہیں پہنچائے گی، اور دونوں مقام کے کٹھن اور دشوار راستوں سے نہیں گزارے گی، بلکہ یہ پکڑا جائے گا یہ سورہ عبادت کرنے والے کو سکھاتی ہے کہ:عبادت اور دینی شعار خالص ہو، دکھلاوے سے پاک، اور درست نیت کے ساتھ ہونی چاہیے، ایسے پاک دین کے سائے میں ذاتی اور معاشرتی زندگی میں انسان کو اپنے جیسے بنی نوع انسان کے ہاتھ گرم جوشی اور مضبوطی کے ساتھ تھامنا چاہیے، اور جو کچھ اس کی استطاعت میں ہو تو روز مرہ کی زندگی میں ضرورت مندوں کی مدد کرنی چاہیے-

سورت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ خدا انسان کو تاکید کرتا ہے کہ وہ پاک چہرے کو ناپاک اور بیمار (مخلص اور ریا کا) چہروں سے الگ کرکے پہچان لیا کرے، اور جان لے کہ دین الٰہی کو جھٹلانے والے، انفرادی اور معاشرتی فریضہ کو نہیں سنتے، بلکہ مسلسل نا شکرے اور خود غرض ہوتے ہیں، اور کبھی یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کا نہیں سوچتے بلکہ دوسروں کو بھی بھلائی اور ان کی مدد کرنے سے روکتے ہیں، مظلوموں اور ضرورت مندوں کو سختی، تشدد اور برے الفاظ کہکر بھگا دیتے ہیں، اور ان کی تذلیل کرتے ہیں،اور انہیں پست اور کم تر سمجھتے ہیں (فجر: ۱۷ اور ۱۸)

حالانکہ بے سہارا ضرورت مند مالداروں کے مال اور جائیداد میں حق رکھتے ہیں-(معارج آیات:۲۴ و ۲۵)

اب اگر وہ لوگ جن میں یہ ادنی اور نچلی صفات ہوں اور ظاہری طور پر نماز ادا کریں اور اپنے آپ کو دیندار ظاہر کریں،تو ان پر افسوس! وہ اپنے

(c) ketabton.com: The Digital Library

آپ کو خدا کی رحمت سے محروم کرتے ہیں، حالانکہ وہ نماز ادا کرتے ہیں،لیکن اس کی قدر نہیں کرتے،

اس کے ارکان اور آداب کی پابندی نہیں کرتے، وہ بہت سست اور غافل ہیں، اس کی بے قدری کرتے ہیں، جس طرح اسے ادا کرنے کا حق ہے ویسے ادا نہیں کرتے، تاکہ دل کی خوشی اور آنکھو کی ٹھنڈک کا باعث بنے، ان کا عمل سوائے منافقت اور دکھاوے کے کچھ نہیں ہے(مساد۱۴۲)، (حریم:۵۹ ، ۶۰)،(مدثر آیات:۴۲ تا ۴۷)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَةُ الۡمَاعُوۡنَ

اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يُكَذِّبُ بِالدِّيۡنِؕ‏ ﴿۱﴾ فَذٰلِكَ الَّذِىۡ يَدُعُّ الۡيَتِيۡمَۙ‏ ﴿۲﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِؕ‏ ﴿۳﴾ فَوَيۡلٌ
لِّلۡمُصَلِّيۡنَۙ‏ ﴿۴﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَۙ‏ ﴿۵﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَۙ‏ ﴿۶﴾ وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ‏ ﴿۷﴾

سورت کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاھوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاھے
اَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ يُكَذِّبُ بِالدِّيۡنِؕ‏ ﴿۱﴾	اور تم نے اس شخص کو دیکھا جو (روز)جزاکو جھٹلاتا ہے
فَذٰلِكَ الَّذِىۡ يَدُعُّ الۡيَتِيۡمَۙ‏ ﴿۲﴾	یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔
وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِؕ‏ ﴿۳﴾	اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا
فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَۙ‏ ﴿۴﴾	پس ان نمازیوں کے لیے بڑ ی ہلاکت ہے
الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَۙ‏ ﴿۵﴾	وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں
الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَۙ‏ ﴿۶﴾	وہ جو دکھاوا کرتے ہیں
وَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ‏ ﴿۷﴾	اور وہ (زکوۃ ادا کرنے اور) ضروریات زندگی (ادھار) دینے میں ہچکچاتے ہیں

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"اَرَءَيۡتَ" کیا آپ نے دیکھا؟ کیا پہچانا؟ کیا آپ نے جانا؟ (کهف:۶۳)، (مریم:۷۷)، فرقان

یہ بھی معنی ہے :مجھے بتاؤ، مجھے خبر دو، "يُكَذِّبُ" "کذب" کے مادہ سے اور صدق کے مقابل ہے، ایسی بات جو حقیقت کے خلاف ہو اس پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، یعنی: ایسا کلام جو حقیقت سے خالی ہو، اس کے مقابلے میں صدق ہے جو ایک حقیقت پر مبنی کلام ہے، "الدین" دین، مذہب، قانون،

(c) ketabton.com: The Digital Library

جزا اور بدلہ، "یدع"(دع)سختی سے دھتکارتا ہے،تشدد اور توہین کے ساتھ بھگاتا ہے،(طور:۱۲، یدعون)پر تشدد طریقے سے پھینکے جاتے ہیں۔

"لَا یَحُضُّ"(حض)حوصلہ افزائی نہیں کرتا، رغبت نہیں دلاتا،(حاقہ:۳۴)

"طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ" بے سہاروں کو کھانا کھلانا،"سَاهُوْنَ"(سھو)جمع ساھی، غفلت برتنے والے، بے خبر،حقیر سمجھنے والے، "يُرَآءُوْنَ" دکھاوا کرتے ہیں، منافقت اور ریا کاری کرتے ہیں، "ماعون"، "معن" سے وہ اوزار اور سامان جو پڑوسی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے عام طور پر ایک دوسرے کو عاریتا دیتے ہیں، جیسے گھریلو اشیاء، شادیوں میں کھانے کا سامان، جیسے: بیلچہ، برتن، مٹکہ اور اس جیسے چیزیں(فرقان)

تفسیر

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ؕ۝۱	اور تم نے اس شخص کو دیکھا جو (روز)جزاکو جھٹلاتا ہے

دین کا انکار کرنے والا، اللہ اور اس کے رسول، یوم آخرت اور احکام کا انکار کرنے والا؟ اس استفسار کا مقصد حیرت پیدا کرنا ہے اور ساتھ ہی سننے والے کو اس کے بعد کہی گئی باتوں کو جاننے کی ترغیب دینا ہے۔

"اَرَءَيْتَ" رؤیت کے مصدر اور "رای" کے مادہ سے فعل ماضی ہے، جس کا معنی "دیکھنا" ہے، یہ دیکھنا ضروری نہیں ہے کہ ظاہر دیکھنا ہو، اللہ تعالیٰ نے کئی بار اس تعبیر کو یہاں اور قرآن کے دوسرے مقامات میں بیان کیا ہے جو ان لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کا ایک طریقہ ہے جو کسی نہ کسی طر ح سے غفلت میں پڑے ہوئے ہوں۔

یہاں خطاب رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص ہے، اس کے بعد جو بھی نبی کا پیروکار ہو، کیونکہ یہ غفلت رسول اللہ ﷺ سے نہیں ہوئی لیکن خدا تعالیٰ چاہتا ہے ان کے توجہ ان لوگوں کی طرف کردے جو دین پر ایمان نہیں رکھتے،نبی ﷺ کے بعد خطاب کا رخ ہم انسانوں کی طرف ہے جو عام طور پر غفلت سے دوچار ہیں اور ہوتے ہیں، ضروری ہے کہ ہمیں ایسی تنبیہ کی جائے کہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہوجائیں

"اَرَءَيْتَ" ظاہرا "رَؤيَت" سے آتا ہے کہ کیا نہیں دیکھا یہ بات قابل ذکر ہے کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

رؤیت دو طرح کی ہوتی ہے، آنکھ کی رؤیت، اور قلب کی رؤیت۔

تمام قرآن کی آیات میں جہاں لفظ"أَرَءَيْتَ" استعمال ہوا ہے،اس سے مراد رؤیت قلبی ہے، لہٰذا اس صورت میں قرآن کے"أَرَءَيْتَ" جتنے ہیں سب کے معنیٰ اس طرح کیا جانا چاہیے: آپ کی کیا رائے ہے کسی ایسے شخص کے بارے میں جو، مثال کے طور پر، دین الہٰی کا انکار کرتا ہے؟ مثلاً یہ پہلا لفظ ہے جس پر خاص غور فکر اور احتیاط کی ضرورت ہے، جب وہ فرماتا ہے: "أَرَءَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دین سےمراد قیامت ہے، کیونکہ قرآن کریم میں دین کے مختلف استعمالات ہیں،لیکن دین کے اہم ترین معانی اور استعمالات میں سے ایک قیامت بھی ہے، جیسا کہ سورۃ الفاتحہ میں ہے کہ"مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝٣" اور سورہ انفطار میں "وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ۝١٧"، یہاں بھی دین بہ معنی روز جزا کے استعمال کرتے ہیں۔

دین: دانَ کے مادہ سے یدین، دیناً کسی پر مسلط ہونے کے معنی میں ہے، "دینونت"بھی اس کا دوسرا مصدر ہے، جیسا کہ سورہ قریش میں عبد کے سلسلے میں ذکر ہوا ہے،عبد، یعبد،عبداً کے دو مصدر ہیں، یہاں بھی دینویت کا معنی زیادہ تر دین ہے، دائن خدا تعالیٰ ہے جو کہ غالب ہے، مدیون یا مدین وہ بندے ہیں جو خدا کی قدرت اور اقتدار کے ما تحت ہیں؛ لہٰذا یہاں دین سے مراد اطاعت ہے جو کہ دین کے معانی میں سے ہے، مثال کے طور پر"لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۝" یعنی فرمانبرداری کرنے میں کوئی زبردستی نہیں ہے کیونکہ اگر زبردستی ہوتی تو اس صورت اخلاق ختم ہو جائیں گے، اگر اطاعت میں خلوص نہ ہو تو اس کی کوئی قیمت نہیں، دین کا ایک اور معنیٰ اجر و ثواب ہے، جو بندوں کو خدا کی طرف سے دیا جاتا ہے، اور در حقیقت یہ بندے کو فضل و کرم میں ڈھانپ کر اسے مقروض بنا دیتا ہے، تیسرا معنی اس کا بہ معنی قیامت ہے، کیونکہ اس دن خدا کے تمام بندے محکوم اور خدا بندوں کی قسمت کا حاکم ہوگا، اس دن حقیقت میں سزا اور جزا دی جائے گی اور اطاعت کرنے والوں کی صفیں نافرمانوں کی صفوں سے الگ ہو جائیں گی، اسی لیے دین کا معنی قیامت کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، اور دین کے دیگر معانی بھی آئے ہیں، کہ ان میں سے: قانون،طریقہ اور منصوبہ، ہمیں آیات کے سیاق و سباق سے مطابقت رکھنے والے معانی استعمال کرنے چاہیے، ورنہ ہم آیات کے معانی میں غلطی کریں

(c) ketabton.com: The Digital Library

گے۔مثلا:"اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ"(الزمر:۳)یعنی:خالص اطاعت الله کے لیے ہے،"لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ"(البقرۃ:۲۵۶) اطاعت و فرمانبرداری میں کوئی جبر یا زبردستی نہیں ہے،" "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ " یہاں "یوم" کی تعبیر آئی ہے، اور لفظ دین کے اطلاق کو معین کردیا ہے، کہ روز جزا یا قیامت کے دن کا مالک ہے، "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۝ " یہاں دین کا معنی فرمانبرداری یا قواعد، قانون اور ضوابط کے ہیں۔

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ۝۲	یہ وہی (بدبخت) ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

وہ نہ صرف اس کی مدد نہیں کرتا بلکہ اس کی توہین کرتا ہے اور اسے ذہنی تکلیف پہنچاتا ہے، "يَدُعُّ " اس کا اصل دُعٌّ کے مادے سے ہے، اس کا معنی ہے بھگادیا، خود سے دور کردیا، البتہ بہت ہی برے طریقے سے بھگانا، یعنی:سختی اور تشدد سے دور کرنے کے لیے دُع لفظ استعمال ہوتاہے، يَدُعُّ مضارع ہے، یعنی پر تشدد طریقے سے توہین کر کے بھگانا۔

اور"يَدُعُّ الْيَتِيْمَ" کے جملے میں اس معنی کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ یتیم کو دور رکھتا ہے، اپنے پاس سے بھگاتا ہے، اور اسے دفع کرتا ہے، دین حق کا منکر یتیم کو نظر انداز کرتا ہے،مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا، کوئی موقع نہیں دیتا، اس بارے میں کچھ نہیں کرتا، پس یتیموں اور مسکینوں کی حالت کا خیال کرنا دین حق کی شرطوں اور ایمان کی بنیادوں میں سے ہے، جس نے اس عملی فرض کا انکار کیا اس نے خدا کے فرمان کا انکار کیا اور اس پر ایمان نہیں لایا اور خدا کے دین کا انکار کیا۔

یہ بیان اس بات کی فیصلہ کن دلیل ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی وضاحت نہیں ہے اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے:"اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ۝۱فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ۝۲وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ۝۳"سچی بات یہ ہے کہ خدا اور دین پر ایمان کے حقیقی معنی خدا کی تخلیق اور معاشرہ کے معاملات اور لوگوں کے حالات پر غور و فکر اور توجہ کا متقاضی ہے ورنہ ایمان نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ خدا پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہ دنیا کے خالق ، دنیا کے خدا، عادل، مہربان، رحم کرنے والے، اس خدا پر ایمان لانا جس سے ہر اچھی اور شایستہ و بہترین صفت شروع ہوتی، اور اس پرختم ہوتی ہے، ہر اچھی چیز کا نقطہ آغاز اور اختتام خدا پر یقین ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ ہم سچائی اور انصاف پر مبنی دنیا کے وجود پر ایمان رکھیں، کیونکہ خالق کی صفات اس کی تخلیق میں جھلکتی ہیں۔

"الۡيَتِيۡمَ" یتیم:جو یتیم کے مادہ سے ہے، اس کا معنی منحصر ہونا ہے، اس کا اصل معنی دُر یتیم آیا ہے، دُر موتی کے معنی میں ہے، موتیوں کے متلاشی جب ان موتیوں کو تلاش کرلیتےہیں، تو ان میں سے بعض موتی زیادہ دلکش ہوتے تھے، یہ موتی جنہیں عورتیں اپنے گلے میں لٹکا کر دوسرے موتیوں کے بیج میں رکھتی تھیں، در یتیم کہتے تھے، جس کا معنی اکیلا، جب کہتے ہیں کہ: فلاں یتیم ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ اکیلا ہے، یتیم پندرہ سال کی عمر تک ہے، بالغ ہونے کے بعد اس پر لفظ یتیم لاگو نہیں ہوتا۔

یادر ہے کہ:یتیم کسی بھی دور میں معاشرے کا سب سے محروم طبقہ ہوتا ہے، اگر کوئی شخص کسی یتیم کی محرومیوں کو دور نہیں کرتا، اس کی مدد نہیں کرتا تو وہ یقیناً معاشرے کے دیگر محروم طبقوں کے ساتھ بھی مہربان اور فیاض نہیں ہوسکتا، لہذا دین کے منکروں کی پہلی خصلت محروموں کو تباہ کرنا اور ستائے ہوئے لوگوں کو روندنا ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِؕ‏ ۳	اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا

حا جتمندوں اور مساکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دوسروں کو بھی نہیں دیتا، یعنی یہ شخص جو روز قیامت کا منکر ہے، وہ ہے جو اپنے بخل کی وجہ سے غریبو کو کھانا نہیں کھلاتا، روز انہ ہی اپنے گھروالوں یا دوسروں کو اس کی ترغیب دیتا ہے، کھانا کھلانا اسلام میں اعلٰی ترین اقدار میں سے ہے، اور اگر غریبوں کو کھانا کھلایا جائے تو اس کی قدر بہت زیادہ ہے، عبداللہ بن سلام جو ایک یہودی عالم تھے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے چہرے پر ایک نظر ڈال کر مسلمان ہوگئے، چونکہ عقلمند آدمی تھا، نبی ﷺ سے کہا : اب جب کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں، نہیں چاہتا کہ بغیر کسی منصوبے کے رہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ذمہ داری دے دیں تاکہ اس منصوبہ اور ذمہ داری کی بنیاد پر اپنی شخصیت کو ترقی دے سکوں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

تو نبی ﷺ نے ان سے بیان فرمایا: " يا أيها الناس أَطْعِمُوَا الطَّعام " کھانا دو، چاہے وہ ضرورت مند ہو یا وہ آدمی جو حاجتمند نہ ہو، سب کھالیں، وہ خود بھی اس پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی اسی کی تبلیغ کرے، اور جو کوئی اللہ کے لیے دسترخوان بچھاتا ہے، اسے یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالٰی اس کو کئی گنا اجردے گا، اور ایسے سخی لوگ بھی تھے جو اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے، اور اگر کبھی ان کے مہمان نہیں ہوتے تھے تو وہ اس دن روزہ رکھتے تھے، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ دسترخوان پر برکت اس وقت ہوتی ہے، جب ان کے دستر خوان پر مہمان ہوتے ہیں، مہمان کی عزت ضروری ہے۔

ابراہیم خلیل اللہ کے گھر پر جب مہمان آئے تو پوچھا نہیں کہ کیا آپ لوگوں نے کھانا کھایا ہے؟ (کیونکہ مہمان سے سوال کرنا عزت اور غیرت کے خلاف ہے) ایک بچھڑے کو بھون کر مہمانوں کے سامنے لاکر رکھ دیا ۔

"يَحُضُّ"حض کے مادہ سے لیا گیا ہے، جس کا معنی ہے ترغیب دینا، حوصلہ افزائی کرنا، اس کا مضارع "يَحُضُّ" ہے، اس طرح کہ یہ"دُعَّ" کا مخالف نکتہ ہوسکتا ہے، "دُعَّ" یعنی :سختی سے روکا، دور کردیا، "حُضَّ" یعنی حوصلہ افزائی کی ۔

"يَدُعُّ" يَحُضُّ کے مقابل ہے۔

طعام:کوئی بھی چیز کھلائی جاسکتی ہے، جو انسان کو سیر کرتی ہو، اس لیے پھل پر لفظ طعام کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے انسان کا پیٹ نہیں بھرتا۔

مسکین اور فقیر

"مسکین" سکن کے مادہ سے ہے، اور"تسکن" یعنی رہنے لگے، ساکن ہوگئے،حرکت کرنے سے رک گئے، یہ اصطلاح اس شخص کے لیے استعمال ہوتی ہے جس کو غربت نے چلنے پھرنے سے روک دیا ہو، یعنی فقر کے شدید ہونے کے وجہ سے حرکت نہیں کرسکتا، سکین جس کا معنی چاقو ہے، اسی معنی سے ماخوذ کیونکہ جب جانور کو ذبح کرنے کے لیے چھری کا استعمال کرتے ہیں تو چھری پھرنے کے بعد جانور حرکت کرنا چھوڑ دیتا ہے، اور ہلتا بھی نہیں ہے،یعنی:اس کی حرکت روکنے کا ذریعہ ہے،غریب

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور مسکین میں فرق یہ ہے کہ غریب کے پاس کچھ نہیں ہوتا، وہ اپنی روزمرہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل نہیں ہو، جبکہ مسکین وہ ہے جس کی ضروریات فقیر کی بہ نسبت کم ہوں۔

فقیر اور مسکین کے بارے میں صحیح ترین قول یہی ہے، البتہ بعض علماء نے ان دونوں کی برعکس تعریفیں کی ہیں، ان دونوں طبقوں میں سے ہر ایک کو اس کی آمدنی کے مطابق اس کی ضروریات مّد نظر رکھتے ہوئے دیا جاتا ہے، البتہ ضروریات ماحول کے فرق کے مطابق مختلف ہوتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ ایک صحیح حدیث میں فرماتے ہیں: "لیس المؤمن الذی یشبع وجارہ جائع إلی جنبه"، "جو شخص پیٹ بھرے اور اس کا پڑوسی اس کے برابر میں بھوکا ہو، وہ مؤمن نہیں ہے"(السلسله الصحیحه (149/1) و بخاری در (الأدب المفرد) (112)۔

شیخ البانی ؒ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یہ حدیث اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اگر کوئی امیر ہے تو اس کے لیے حرام ہے کہ اپنے بھوکے پڑوسی کو بھول جائے، اس پر واجب ہے کہ ان کے بھوک مٹانے کے لیے کوئی اقدام کرے، اور انہیں زندگی کی دیگر ضروریات بھی فراہم کرے"۔

نیز حدیث میں بتایا گیا ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی کے حق کے علاوہ ہر شخص کے مال و جائیداد پر ایک اور حق بھی ہے، (اور وہ ہے ضرورت مندوں کو صدقہ کرنا) امیروں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ سالانہ زکوۃ ادا کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری سے آزاد ہو جائیں گے، اور ذمہ داری ان کے کندھوں سے اتر جائے گی۔

بلکہ ان پر دوسرے حقوق بھی بعض پیش آمدہ شرائط کی بنا پر ان پر واجب ہیں کہ انہیں اداکریں، ورنہ وہ اللہ تعالٰی کے اس وعدے اور تنبیہ میں شامل ہوجائیں گے: "وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۴ (سورہ توبہ :۳۴)"ترجمہ: " اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بناکر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

" يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ‌ؕ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ○۳۵"سورہ توبہ(۳۵) ترجمہ: "جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا ، پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا، یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایاتھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے"-(السلسله الصحيحه (149/1)-

لہذا ہر وہ مسلمان جو الحمدللہ روزی اور خوراک کے لحاظ سے سازگار حالات میں ہو، اور اس کا کوئی پڑوسی مالی اور معاشی لحاظ سے مشکلات کا شکار ہو، تو اس پڑوسی کے واجب حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ یہ امیر آدمی اس کی مدد کےلیے آگے بڑھے اور اس کی مدد کرے، اپنی استطاعت کے مطابق اس کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ نے جو اسے دیا ہے اس میں سے اپنے ضرورت مند پڑوسی پر بھی خرچ کرے-

محترم قارئین

سورۃ الماعون کی درج ذیل چار آیات بعض مفسرین کے مطابق: مدینہ کے بعض منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، اس لیے سورہ کا آدھا حصہ مکی ، اور آدھا مدنی ہے، چار مدنی آیات یہ ہیں:

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ○۴	پس ان نمازیوں کے لیے بڑ ی ہلاکت ہے

ہم دیکھتے ہیں کہ جو شخص بعض اوقات اور وقتا فوقتا نماز میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ "وَيۡلٌ " میں شامل ہے، تو نماز کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنے والوں کا کیا حال ہوگا؟ جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے: "فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ"(پھر تباہی ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل رہے ہیں)

اور اس بات کو اہمیت نہیں دیتے کہ اگر وہ نماز پڑھتے بھی ہیں تو ثواب کی امید نہیں رکھتے، اور اسے ترک کرتے ہیں تو عذاب سے نہیں ڈرتے، اسی طرح وہ نماز سے غافل رہتے ہیں جب تک کہ اس کا وقت ختم نہ ہوجائے، اگر وہ مومنین کے ساتھ ہوں تو دکھلاوے کےلیے نماز پڑھتے ہیں، اگر مومنین کے ساتھ نہیں ہوتے تو وہ نماز نہیں پڑھتے -

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسی طرح نماز کے وقت میں تاخیر کر کے یا اس کو لاپرواہی کے انداز میں پڑھنے سے یہ اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں، یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز نہیں پڑھتے اور اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔

یاد رہے کہ: ہر نماز کا اجر نہیں اور ہر نمازی بھی جنتی نہیں ہے، ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ: رسول اللہﷺ نے سعد بن ابی وقاص ؓ کو ان کے پوچھنے پر: " فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ" کون لوگ ہیں؟ آپﷺ نے جواب دیا کہ : " وہ لوگ جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کرکے پڑھتے ہیں"

ابن عباس ؓ اس آیت کے نزول کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب مومنین حاضر ہوتے تو دکھاوے سے نماز پڑھتے تھے، اور جب مومنین غائب ہوتے تو نماز کو چھوڑ دیتے، اسی طرح وہ مومنین کو چیزیں ادھار دینے اور ضروری گھریلو سامان دینے سے گریز کرتے تھے، بعض کتابوں میں لکھاہے: "وَيۡلٌ" یہ جہنم میں ایک گڑھے کا نام ہے، اسی طرح "وَيۡلٌ" لفظ سرزش کے لیے ہے، جب بھی خدا اپنے بندوں کو کسی معاملے میں سرزش کرنا چاہتاہے تو لفظ "وَيۡلٌ" کا استعمال کرتاہے۔

"مُصَلِّيۡنَ"یہ صلا ۃ کے مادہ سے ایک خاص قسم کی دعا ہے، مطلب ایک خاص قسم کی دعا جس کا ایک نظم اور ترتیب ہو، اس کے لیے لفظ صلاۃ کا استعمال ہوتا ہے، اور "مُصَلِّيۡنَ"اسم فاعل ہے۔

الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ۝ۙ۵	وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں

جو اپنی نماز سے غافل ہیں اور اسے کم سمجھتے ہیں، اور اس کی پرواہ نہیں کرتے، اس کے ادا کرنے میں تاخیر کرتے ہیں، ابن عباس ؓ نے کہا کہ : "وہ نمازی جو ثواب کی امید میں نماز نہیں پڑھتا، اور اگر اسے چھوڑ دے تو اس کی سزا سے نہیں ڈرتا"(تفسیر قرطبی:۲۰/۲۱۱)رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں جو نمازوں میں تاخیر کرتے ہیں"(ابن جریر)۔

مفسرین نے کہا ہے: چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ" اور لفظ"

(c) ketabton.com: The Digital Library

عَنۡ" لایا ہے، معلوم ہوتا ہے اس سے مراد منافقین ہیں، اس لیے بعض اسلاف نے کہا ہے کہ: خدا کا شکر ہے کہ فرمایا: "عَنۡ صَلَاتِهِمۡ" اس لیے کہ اگر کہتا کہ: "فِی صَلَاتِهِمۡ"تو اس کا تعلق مؤمن کے ساتھ بھی ہوتا، اور مؤمن بھی کبھی کبھار غلطی کرتا ہے اور نماز میں کوتا ہی کرتا ہے۔

ان دونوں غلطیوں میں فرق واضح ہے، کیونکہ منافق کی غلطی نماز کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے ہوتی ہے، اس لیے اسے نماز یاد نہیں رہتی، اور اس سے غافل رہتا ہے،لیکن جب مؤمن نماز میں غلطی کرتا ہے تو فورا سجدہ سہو کرکے اس غلطی کا ازالہ کرتا ہے، تو دونوں میں فرق واضح ہے۔

"سَاهُوۡنَ" یعنی: وہ لوگ جو غیر ارادی غلطیاں کرتے ہیں، وہ غلطیاں جو جان بوجھ کر نہیں ہوتیں، یہ بات قابل غور ہے کہ اسلامی شریعت کے مطابق: نماز میں غفلت کی تلافی اور معافی کی جاسکتی ہے، لیکن نماز سے غفلت، جس کا مطلب ہے کہ اسے ترک کرنا،کسی بھی طرح معاف نہیں کیا جاسکتا،" عَنۡ صَلَاتِهِمۡ "(نہ کہ"فِی صَلَاتِهِمۡ ")

الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ۙ۝	وہ جو دکھاوا کرتے ہیں

یعنی: ایک تو یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں سے واقف نہیں ہیں، لیکن وہ جو نماز پڑھتے ہیں، اس میں بھی منافق ہیں، یا یہ کہ وہ لوگ ہر اس نیکی میں منافق ہیں جو وہ کرتے ہیں تا کہ لوگ انہیں نیک کہیں ۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "الرياء أخفى من دبيب النملة السوداء في الليلة المظلمة على المسح الاسود" "ریا اندھیری رات میں کالی چیونٹی کے رینگنے سے زیادہ پوشیدہ ہے"۔

"يُرَآءُوۡنَ"یہ رؤیت کے مادہ سے، اور ریا کا اصل بھی یہی ہے، کیونکہ جو شخص دکھاوا کرتا ہے، اسے یہ پسندہوتا ہے کہ دوسرے اس کا کام دیکھیں، جو رؤیت کی اصل سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے "مرائی" یعنی وہ شخص جو پسند کرتا ہے کہ جو کچھ وہ کرتا ہے لوگ اسے دیکھیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ریا کی چند اقسام

1 - لوگوں کی محبت اور تعریف و توصیف کی خاطر اچھا کردار اور شخصیت دکھانا۔

2 - سستا اور حقیر لباس پہننا یا کسی خاص رنگ اور وضع و قطع کا لباس پہننا تاکہ اس کے ذریعہ دنیا اور لوگوں کی نظر میں زہد کی ہیئت میں نظر آئے ۔

3 - کلام میں ریا کرنا، اور اس کا اظہار لوگوں پر غصہ اور افسوس کا اظہار کرنا، کہ وہ اطاعت کے کاموں سے دور ہیں۔

4 - اپنی نماز اور صدقہ دوسروں کو دکھانا، یا لوگوں کے سامنے اپنی نماز کو مزین کرکے پڑھنا۔

منافق اور ریا کار میں فرق:

منافق اپنے ایمان کو ظاہر کرنے والا اور کفر کو چھپانے والا ہے، جبکہ ریا کار ایسی عاجزی دکھاتا ہے جو اس کے دل میں نہیں ہوتی، جو اس کی ظاہری عاجزی کو دیکھتا ہے، وہ اسے پرہیزگار اور دین دار اور اللہ سے ڈرنے والا سمجھتا ہے، اور اس سے عقیدت رکھتا ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ دوسروں کو نیک اعمال دکھانے کا مقصد اگر انہیں اپنی پیروی کی ترغیب دینا ہو، یا خود سے کسی تہمت کی نفی کرنا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ۝	اور وہ (زکوۃ ادا کرنے اور) ضروریات زندگی (ادھار) دینے میں ہچکچاتے ہیں

ماعون وہ ہے جو مسلسل گردش کرتا ہے اور چلتا رہتا ہے، جیسا کہ: کلہاڑی، دیگ، چمچہ، پلیٹ وغیرہ، اور اس کی طرح جو عام طور پر عاریتًا لوگوں کو دئیے جاتے ہیں، اس سے منع کرتے ہیں۔(قاموس القرآن جلد:۶ صفحہ ۲۶۳)

اس آیت میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ: یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو چھوٹی چیزیں حتی کہ زندگی کی عام استعمال کی چیزیں بھی دوسروں کو دینے میں کوتاہی کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ دوسروں کی مدد کی درخواست جو ان سے ہوتی ہے اور وہ ان کو پورا کرنے پر قادر ہوتے ہیں اس سے بھی کوتاہی کرتے ہیں اور یہ سبب بنتا ہے کہ معافی کا جذبہ ان میں پیدا

(c) ketabton.com: The Digital Library

نہیں ہوتا،نتیجتا دوسرے معاملات میں وہ اپنے مال سے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر پاتے، مال سے یہ دلچسپی اس خرچ میں رکاوٹ بنتی ہے کہ ان کی نماز،حقیقی نماز نہیں ہوتی۔

لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ لفظ "ماعون" کا مفہوم درحقیقت زکوۃ ہے اور زکوۃ کو "ماعون" اس لیے کہا گیا کہ یہ مقدار کسی حساب سے بہت کم یعنی صرف چالیسواں حصہ ہوتا ہے،حضرت علی ، ابن عمر،حسن بصری، قتادہ ، ضحاک وغیرہ جمہور مفسرین نے اس آیت میں لفظ ماعون کو زکوۃ سے تعبیر کیا ہے۔(مظہری)

سورۃ الماعون سے حاصل شدہ اسباق

اس مبارک سورت سے حاصل ہونے والے اسباق مختصرا یہ ہیں:

1 - قیامت اور سزا کے عقیدہ پر تاکید

2 - جو دل قیامت اور عذاب پر ایمان و یقین سے خالی ہے، یقینا اس دل کا مالک بد ترین مخلوق ہے، اور یقینی طور پر اس سے کوئی بھلائی کا کام نہیں ہوگا۔

3 - غریبوں کا مال و دولت اور ان کے حقوق کھانے والوں کو ملامت اور سرزش ، جو ان کے حقوق غصب کرکے انہیں حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

4 - ان لوگوں کے لیے اور ملامتیں جو نماز میں سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ انہیں کب اور کس وقت نماز پڑھنی چاہیے، ایسے عمل سے اللہ کی پناہ، یہ منافقین کی نشانیوں میں سے ہے۔

5 - گھر اور زندگی کی ضروریات میں تعاون نہ کرنا اور مسلمانوں کی مدد نہ کرنا منافقین کی خصوصیات میں سے ہے،حدیث میں ہے کہ: "من لم يهتم بأمور المسلمين فليس منهم" (جو مسلمانوں کے معاملات کی پرواہ نہیں کرتا ،ان میں سے نہیں ہے)تو جو لوگ ان کی ضروریات پوری کرنے سے روکتے ہیں ا ن کا کیا حال ہونا چاہیے؟

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسلام میں نماز چھوڑنے والے کا حکم

قرآن عظیم سورہ مدثر کی آیات"۴۲ اور ۴۳"میں کہتا ہے کہ: "مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ"(جب مؤمنین گنہگاروں سے پوچھیں گے کہ تم کس چیز کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوئے ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے، (یعنی: ہماری نماز سے غفلت ہمیں اس سیاہ دن تک لے آئی) اور آگ سے دوچار کیا) جی حقیقتا ایسا ہی ہے، نماز پر یقین نہ رکھنے اور اس کو مکمل طور پر ترک کرنے سے وہ عذاب جہنم کے مستحق ہوں گے۔

اور جو لوگ نماز کی فرضیت پرتو یقین رکھتے ہیں لیکن عملی طور پر نماز نہیں پڑھتے الله تعالی نے قرآن کریم میں انہیں عذاب "غی" کی وعید سنائی ہے "غی" جہنم میں ایک گڑھا ہے، خدا تعالی فرماتے ہیں: "فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَوٰةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝۵۹"(سورہ مریم آیت:۵۹)

ترجمہ: "پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنہوں نے نماز کوضائع کردیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے"۔

لیکن جو لوگ نماز کو فرض سمجھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، لیکن اس کی ادائیگی میں غفلت برتتے ہیں، اور اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کی نماز میں تاخیر ہوتی ہے یا اس کا وقت گذر جاتا ہے، قرآن کریم ان لوگوں کے بارے میں کہتا ہے: "فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝۴ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝۵" ترجمہ: پس ان نمازیوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے، وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں (سورہ ماعون۴ و ۵)

سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول الله ﷺ سے اس آیت کے متعلق میں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "هم الذين يوخرون الصلاة عن وقتها"وہ لوگ ہیں جو نماز میں تاخیر کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کا وقت گذر جاتا ہے نیز جیسا کہ ہم نے اوپر کہا صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللهﷺ نے فرمایا: "بین الکفر والایمان ترك الصلاة" ترجمہ: "ایمان اور کفر کے درمیان فرق نماز ہے"یعنی

(c) ketabton.com: The Digital Library

اگر کوئی فرض نماز جان بوجھ کر ترک کرتاہے تو وہ دائرہ ایمان سے خارج اور کفر تک پہنچ جاتا ہے۔

مسند کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من حافظ علی الصلوت کانت له نورا وبرهانا ونجاة يوم القيامة. ومن لم يحافظ عليها لم يكن له نورٌ ولا برهانٌ ولا نجاةٌ. وكان يوم القيامة مع القارون وفرعون وهامان وابی بن خلف"

ترجمہ: " جس شخص نے نماز کی پابندی کی، نماز قیامت کے دن اس کے لیے نور، برہان اور نجات کا باعث ہوگی،جس نے (پانچ وقت)نماز کی پابندی نہ کی تو نماز قیامت کے دن اس کے لیے نہ نور، نہ برہان اور نہ ہی وسیلہ نجاۃ ہوگی، اور وہ (بے نماز) قیامت کے دن قارون،فرعون، ہامان اور ابیٰ بن خلف کے ساتھ(جہنم میں) ہوگا"۔

ابو نعیم نے رسول اللہﷺ سے روایت کیا ہے: "من ترك الصلاة متعمدا كتب الله اسمه على باب النار ممن يدخلها و من ترك صلاة متعمدا احبط الله عمله و برئت منه ذمة الله تعالى حتى يرجع لله توبة"

"جو شخص جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا نام جہنم کے دروازے پر لکھ دیتا ہے، اور وہ جہنم میں داخل ہونے والوں میں سے ہے، اور جو شخص جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو برباد کردیتا ہے، اور خدا کی ذمہ داری کا مطلب ہے کہ وہ خدا کی حفاظت اور نگہداشت کے سائے میں نہیں ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے اور خدا کی طرف لوٹ جائے اور فرض نمازوں کی ادائیگی کا پابند اور ثابت قدم رہے"

اسراء و معراج والی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر ایسے لوگوں کے پاس نہ ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے، پھر پہلی حالت پر آجاتے، رسول اللہ ﷺ نے جبرائیلؑ سے دریافت کیا کہ :یہ کو ن لوگ ہیں؟ جبریل نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز کے وقت بوجھل ہوجاتے تھے، اور وقت پر نماز نہیں پڑھتے تھے۔

اس لیے شریعت کا حکم ہے اور اس پر اجماع ہے کہ: جو کوئی بھی پانچوں نمازوں کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر اور مرتد ہے، یہاں تک کہ علماء کہتے ہیں کہ مذکورہ شخص کا قتل واجب ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ائمہ اہل السنۃ و الجماعۃ کے نزدیک نماز چھوڑنے والے کا حکم

تمام علمائے اسلام کی رائے ہے کہ مسلمان آدمی کا سب سے پہلا فرض اور ہر انسان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں عظیم رب کی عبادت اور بندگی کا پابند رہے، عبادت کو ترک کرنا ایک مسلمان کے ذاتی اور بنیادی عمل میں کوتاہی سمجھا جاتا ہے۔

نماز دین اسلام میں عبادات میں سے ایک عبادت ہے، اور جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنا کفر کا سبب بنتا ہے، اور اس بات کی دلیل کہ نماز (جان بوجھ کر)چھوڑنا کفر ہے نبیﷺ کی حدیث ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: "بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ"(احمد اور اصحاب سنن نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)، مفہوم: "کافروں سے جو عہد ہمیں جدا کرتا ہے وہ نماز ہے، جس نے نماز ترک کی وہ کافر ہوگیا"۔

لیکن اس مسئلہ کے تصور ،تعریف اور تفصیل کے بارے میں کہ نماز جان بوجھ کر ترک کی جائے یا غیر ارادی طور پر اور اس کے ساتھ ساتھ نماز چھوڑنے والا شخص اس کی فرضیت سے منکر ہو، ایک ایسا موضوع ہے جس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آدمی اس وقت تک کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرے، اور احادیث: "بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ" کی کفر اصغر سے تاؤیل اور تعبیر کرتے ہیں۔

البتہ دوسرے علماء کے جاری کردہ سب سے زیادہ صحیح فتوی یہ ہے: کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنا کفر (اکبر) کا سبب بنتا ہے، اگرچہ اس کی فرضیت کا انکار نہ کرے، اور علماء اسلام میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو نماز چھوڑنے والے پر حکم جاری کرنے میں احتیاط برتتے ہیں، اور نماز چھوڑنے والوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) پہلے گروہ میں وہ فاسق اور بے نماز لوگ شامل ہیں جو سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز چھوڑ تے ہیں۔

امام ابو حنیفہ ؒ کے پیروکار کہتے ہیں کہ:اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا، یا اسے حقیر نہیں سمجھتا تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اور نہ ہی اسے قتل کیا جائے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

نماز ترک کرنے والے سے متعلق امام شافعی اور امام مالک کا حکم

امام مالک اور اما م شافعی نماز چھوڑنے والے سے متعلق فرماتے ہیں مذکورہ شخص فاسق اور مرتد ہے، کافر نہیں ہے، اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی ، اس دوران اگر اس نے توبہ کی اور نماز پڑھی تو اسے چھوڑ دیا جائے گا، اور اگر توبہ نہ کی تو اسے شرعی حد کے طور پر قتل کردیا جائے گا۔

شیخ عثیمین اپنے ایک فتوی میں مجموع فتوی اور رسائل (۵۴/۱۱) میں فرماتے ہیں: میرے لیے جو بات واضح ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ بے نماز شخص اس وقت کافر ہوجاتا ہے، جب وہ نماز کو بلکل ترک کردے،یعنی: وہ بلکل نماز پڑھنا چھوڑدے، اور ایک نمازی کی حیثیت سے اپنی پہچان کھودے، لیکن اگر وہ کبھی نماز پڑھتا ہے اور کبھی نہیں پڑھتا تو میرے خیال میں اس کے کفر کا فتوی نہیں دیاجاسکتا، کیونکہ نبیﷺ نے فر مایا: "بَينَ الرَّجُلِ وَبَينَ الشِّركِ والكُفرِ تَركُ الصلاةِ" ترجمہ: " آدمی اور کفر میں فرق نماز کا ترک کرنا ہے"

اس لیے جو شخص کبھی کبھار نماز پڑھتا ہے، اسے مکمل طور پر تارک نماز نہیں کہا جاسکتا۔

شیخ عثیمین کا نماز چھوڑنے والے کے بارے میں حکم

شیخ عثیمین ا پنے فتویٰ کے استدلال کو نبیﷺ کی اس حدیث سےمستند بناتے ہیں: "العهد الذی بَينَنَا وَ بينَهُم الصَّلاةُ فَمَن تَرَكَهَا فَقَد كَفَرَ" ترجمہ: "ہم میں اور ان (کافروں اور مشرکوں)میں فرق نماز کا ہے، لہذا جو اس کو چھوڑ دے گا وہ کافر ہوجائے گا"

اگر حدیث کے الفاظ پر غور کریں،تو دیکھیں گے کہ پیغمبرﷺ نے یہ نہیں فرمایا: کہ جس نے ایک نماز چھوڑدی وہ کافر ہوگا، اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ: انسان اور کفرو شرک میں حد فاصل ایک نماز ہے، بلکہ فرمایا: "ترك الصلاة" یعنی:نماز کو بلکل چھوڑ دینا، ظاہرا اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی ایک یا دو نماز چھوڑنے سے کافر نہیں ہوتا، مگر یہ کہ مکمل طور پر نماز چھوڑدے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

جو شخص کبھی نماز پڑھتا ہے اور بعض اوقات اسے چھوڑدیتا ہے وہ فاسق ہوتا ہے، اور ایک بڑے جرم کا مرتکب ہوجاتا ہے،در حقیقت اس نے جرم کیا ہے، تو یہ شخص جب تک نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرے کافر نہیں ہوگا، البتہ بعض نمازوں کے چھوڑنے سے گنہگار اور نافرمان سمجھا جاتا ہے،لیکن جو شخص مکمل طور پر نماز ترک کردے تو وہ کافر اور دین اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، خواہ وہ اسے سستی اور لاپرواہی سے چھوڑے یا جان بوجھ کر، مزید یہ کہ قرآن و سنت کے نصوص، اور صحابہؓ کی آراء اس کی تصدیق کرتی ہیں، یہاں تک کہ عبداللہ بن شفیق ؒ نے نماز ترک کرنے والے کے کفر پر صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے، جبکہ اسحاق بن راہویہ نے تو اس بارے میں امت کے اجماع کا ذکر کیا ہے۔ (مجموع فتوی ورسائل شیخ عثیمین ۵۴/۱۱)

(۲): ان بے نماز افراد کا ہے، جو نہ صرف نماز نہیں پڑھتے، بلکہ نماز کی فرضیت کے بھی معترف نہیں ہیں: نماز پڑھنے کو ضروری نہیں سمجھتے، بلکہ لوگوں میں نماز کے وجوب کا کھلم کھلا مذاق اڑاتے ہیں۔

دوسرے گروہ کے متعلق احکام

علمائے کرام منکرین نماز کے متعلق کہتے ہیں، یعنی وہ لوگ جو نماز کی فرضیت سے نہ صرف انکار کرتے ہیں، بلکہ نماز کے مقام و مرتبہ کی تحقیر و توہین کرتے ہیں، اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، یہ لوگ دین کو نقصان پہنچاتے ہیں، چاروں ائمہ کے حکم کے مطابق ان لوگوں کے بارے میں جو نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں یا اسے حقیر اور ہلکا سمجھتے ہیں، اور ان کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان موجود نہ ہو، تو ایسا شخص ان کافروں کی طرح ہے جن کی صفت اللہ تعالی نے اس طرح بیان فرمائی ہے: "وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُواً وَلَعِباً ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ" (سورہ مائدہ:۵۸) ترجمہ: "اور جب تم نماز کی طرف آواز دیتے ہو تو وہ اسے مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں، یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں"۔

اس طرح ہم ان لوگوں کی حیثیت سے واقف ہوجاتے ہیں جو نماز اور عبادت کو پسماندگی اور دقیانوسیت سمجھتے ہیں، اور نماز پڑھنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

امام ابو حنیفہؒ کا نماز چھوڑنے والے سے متعلق حکم

امام ابو حنیفہؒ کے پیروکار نماز چھوڑنے والوں کے بارے میں کہتے ہیں: اگر کوئی شخص سستی اور لا پرواہی کی وجہ سے نماز چھوڑ دیتا ہے تو وہ فاسق ہے، ایسا شخص نماز ترک کرنے سے فاسق ہوگا، اور اس کی تادیب اور تعزیز کرنا واجب ہے،اس کو اس حد تک سزا دینی چاہیے کہ اس کے جسم سے خون جاری ہوجائے، جب تک نماز پڑھنا شروع نہ کرے اسے قید میں رکھنا چاہیے، اور روزہ چھوڑنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے پیروکار مزید کہتے ہیں کہ: اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرے یا اسے حقیر نہ سمجھے تو اس کے کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اور اسے مارا بھی نہیں جائے گا۔

امام احمد کا تارک نماز کے بارے میں حکم

امام احمد اپنی مشہور ترین روایات میں فرماتے ہیں کہ نماز ترک کرنے والا کافر ہے اور اسے دین سے خارج اور "مارق" سمجھا جائے گا، اور اس کےلیے موت کے علاوہ کوئی سزا نہیں ہے، اور اس سے توبہ کرانا واجب ہے، اور نماز کی ادائیگی کے ساتھ اسے اسلام میں واپس لائیں، اگر وہ قبول کرتا ہے تو اسے جانے دو، اگر وہ نہ مانے تواس کی گردن مار دی جائے۔

نماز چھوڑنے والے کے بارے میں امام شعرانی کی نصیحت

امام شعرانی جو عالم اسلام کے بہترین علماء میں سے ایک ہیں اپنی کتاب: " العهودالمواثيق المحمديه" میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں سے یہ عہد لیا ہے جو بھی کسی بھی طبقے سے نماز چھوڑے چاہے وہ عالم ہو یا امی یا مقلد ہو تو اسے فرض نماز کی اہمیت سمجھائیں کہ کیا ہے، اور اسے پوری تاکید کے ساتھ یاد دلائیں، اپنے تمام رشتہ داروں اور جاننے والوں کو بتائیں کہ تارک نماز کا گناہ کتنا مذموم ہے اور وہ کونسا گناہ کررہا ہے، اور یہ نماز ترک کرکے اپنے دین کو برباد کررہا ہے۔

شیخ حبیب ابن عبداللہ کا تارک الصلاۃ سے متعلق حکم

شیخ حبیب ابن عبداللہ ابن علوی الحداد نے اپنی نصائح میں ذکر کیا ہے کہ:جس طرح نماز کی پابندی اور اسے جاری رکھنا تم پر فرض ہے، اسی طرح اس کا ضائع کرنا بھی تم پر حرام ہے، جیسا کہ تم پر واجب ہے، ایسا ہی آپ اپنے اہل و عیال اور بچوں پر بھی نماز کی ادائیگی میں سختی کریں،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسی طرح جو بھی آپ کے ماتحت ہے اسے نماز قائم کرنے کا پابند کریں، اس سے نماز نہ پڑھنے کے بارے میں کوئی بھی عذر قبول نہ کریں، ان میں سے کوئی بھی آپ کا حکم نہ مانے تو آپ پر لازم ہے کہ اس پر غصہ کریں، اوراسے سزا دیں، اگر آپ نے ایسا نہیں کیا کہ آپ بھی انہیں لوگوں میں شامل ہوں گے جو خدا کے حقوق، نماز اور خدا کے دین کو نظر انداز کرتے ہیں۔

اگر آپ نے ان کو سزا دی سرزنش کی، اور ان سے ناراض ہوگئے، اور اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، تو ان کو اپنے پاس سے بھگانا واجب ہے، کیونکہ یہ شیطان ہیں جن میں کوئی خیر اور برکت نہیں، ان سے دوستی کرنا اور ان کے ساتھ رہنا جائز نہیں، ان سے دشمنی کرنا، ان سے الگ ہونا اور ان سے دور رہنا واجب ہے، کیونکہ یہ خدا اور اس کے رسول کے دشمن ہیں،جیسا کہ خدا تعالٰی نے فرمایا: "لَا تَجِدُ قَوۡمًا يُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ يُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ اَوۡ عَشِيۡرَتَهُمۡ‌ؕ۝ اُولٰٓـئِكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ۝" (سورۃ المجادلہ:۲۲)

ترجمہ: جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان(پتھر پر لکیر کی طرح)تحریر کردیا ہے اور فیض غیبی سے انکی مدد کی ہے۔

محترم قارئین:

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نماز نہ پڑھنے کو کافروں کی خصوصیات میں سے شمار کرتا ہے،اور کہتا ہے کہ: "وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ ارۡكَعُوۡا لَا يَرۡكَعُوۡنَ" (سورہ مرسلات:۴۸) ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے۔

اور وہ غرور کے نشے میں اس قدر مست ہوجاتے ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ: اللہ اور اس کے نواہی کے سامنے عاجزی اختیار کرو اور فرمانبردار بن جاؤ تو وہ عاجزی نہیں کرتے اور فرمانبردار نہیں بنتے ، چنانچہ قیامت کے دن ان کی حالت یہ ہوگی کہ: "يَوۡمَ يُكۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّيُدۡعَوۡنَ اِلَى

(c) ketabton.com: The Digital Library

السُّجُوۡدِ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ"(سورہ القلم)

ترجمہ:جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور وہ سجدے کی طرف بلائے جائیں گے تو وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔

قرآن کے مطابق ایک شخص اس وقت اپنی جان کی حفاظت سے لطف اندوز ہوگا اور اسلامی بھائی چارہ کے جھنڈے تلے آئے گا، جب وہ شرک سے توبہ کرے، نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے، اللہ تعالٰی حربی مشرکوں اور کافروں کے بارے میں فرماتا ہے: "فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوۃَ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِی الدِّیۡنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ "(سورہ توبہ:۱۱) "اگر وہ توبہ کرلیں (اور کفر سے پھر جائیں، اور اسلام قبول کرلیں، اور اسے ظاہر کرنے کے لیے) نماز پڑھیں اور زکوۃ ادا کریں (اب وہ تم میں سے ہیں، لہذا ان کو چھوڑدو) اور ان کے لیے راستہ کھول دو، بیشک خدا کے پاس اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والوں کے لیے بہت زیادہ بخشش ہے، اور اس کی رحمت وسیع ہے تمام بندوں کے لیے۔

اس کے بعد فرماتا ہے: "فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوۃَ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِی الدِّیۡنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ"، مفہوم اور ترجمہ:اگر وہ (کفر سے) توبہ کریں اور(اسلامی احکام کی پابندی کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں (ان سے ہاتھ روکو)کیونکہ وہ تمہارے دینی بھائی ہیں (اور وہ ان چیزوں کے مستحق ہیں جن کے تم مستحق ہو، جو چیزیں تم پر واجب ہیں، وہ ان پر بھی واجب ہیں ، ہم اہل علم و عرفان کے لیے اپنی آیات کا بیان اور وضاحت کرتے ہیں۔

قرآن ہمارے لیے آخرت کی تصویر پیش کرتا ہے،جہاں کافر اور ظالم جہنم میں ہوں گے،اور اصحاب الیمین مؤمنین ان سے پوچھیں گے: "مَا سَلَكَكُمۡ فِیۡ سَقَرَ ۴۲ قَالُوۡا لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ ۴۳ وَلَمۡ نَكُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡكِیۡنَ ۴۴ وَكُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِیۡنَ ۴۵ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ ۴۶" ترجمہ: تمہیں کس چیزنے سقر میں داخل کردیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے، اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے، اور ہم بے ہودہ بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحث کیا کرتےتھے، اور ہم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ان کے جرم اور کفر کا پہلا مظہر یہ تھا کہ وہ نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے، جب بھی ہم حدیث نبوی کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں ایسی صحیح روایات ملتی ہیں جو نماز ترک کرنے والے کے کفر کی تصدیق کرتی ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے کہ:رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: " لاتَتْرُكِ الصَّلاةَ فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ الصَّلاةَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللهِ" ترجمہ: "نماز (جان بوجھ کر) نہ چھوڑو، اگر کوئی (جان بوجھ کر) نماز چھوڑدے تو خدا تعالٰی کی ذمہ داری اس سے ختم ہوگئی"۔

طبرانی نے اس حدیث کو معجم اوسط میں اپنی سند سے روایت کیا ہے، اور منذری نے متابعات میں کہا کہ یہ قابل قبول ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز کے بارے میں فرمایا: "جس نے نماز کی پابندی کی، نماز اس کے لیے روشنی ، حجت اور حجاب ہوگی قیامت کے دن، اور جو اس کی پابندی نہیں کرے گا اس کے لیے کوئی نور، حجت اور نجاۃ نہیں ہوگی، اور قیامت کے دن فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا"۔ احمد بن حنبل نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور ہیثمی نے کہا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

نماز ترک کرنے والے کے بارے ابن قیم ؒ کا حکم

دمشق کے شیخ ابن قیم ؒ جو کہ(۶۹۱)ہجری میں پیدا ہوئے، نماز ترک کرنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں، جو شخص سیاست اور امارت کی خاطر نماز ترک کرے گا تو اس کا فرعون کے ساتھ حشر ہوگا، اور جو مال و اسباب کی وجہ سے نماز ترک کرے گا اس کا قارون کے ساتھ حشر ہوگا، اور جس کا مقام و مرتبہ اسے نماز پڑھنے سے روکے گا وہ ہامان کے ساتھ اٹھے گا، اور جس نے مصروفیات اور کاروبار کی خاطر نماز ترک کی وہ ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

جب نماز کی پابندی نہ کرنے والوں کا حشر ان ظالموں کے ساتھ ہوجائے، جبکہ جہنم میں ان کا عذاب بہت سخت ہے، تو نماز کو پوری طرح ترک کرنے والے جنہوں نے عمر بھر اللہ کے حضور سجدہ نہ کیا ہو تو ان کی سزا کیسی ہوگی؟ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں"مَنْ تَرَكَ صَلاةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ"(احمد و بخاری و نسائی نے بریدہ سے روایت کیا ہے) ترجمہ: "جس نے عصر کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

نماز چھوڑدی اس کا نیک عمل ضائع ہوگیا"۔
جب ایک نماز ترک کرنے سے عمل ضائع ہوجاتا ہے تو تمام نمازوں کو ترک کرنے والے کی کیا سزا ہوگی؟
قرآن منافقین کی مذمت بیان کرتاہے کہ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی اور کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔
تو ان لوگوں کا کیا ہوگا جو نہ خوش دلی سے کھڑے ہوتے ہیں اور نہ ہی سستی سے، نیز جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کی تکفیر یا دین سے خارج ہونے کے بارے میں صحابہ کرام میں سے کسی نے مخالفت نہیں کی ہے۔
امام ترمذی عبداللہ بن شقیق ؓ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا : رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام نماز کے علاوہ کسی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے، راوی کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ اس مسئلہ پر متفق تھے، اس لیے انہوں نے یہ نقطہ نظر کسی ایک صحابی کی طرف منسوب نہیں کیا۔
نیز علماء دین اور محدثین حضرات، صحابہ کرام، تابعین اور فقہاء کی رائے بیان کرتے ہیں۔
حضرعلی ؓ نے فرمایا جو نماز نہیں پڑھتا وہ کافر ہے۔
ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جس نے نماز چھوڑدی وہ کافر ہے،اسی طرح ابن مسعود ؓ سے بھی مروی ہے کہ جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔

جابر بن عبداللہ کا نماز چھوڑنے والے کے بارے میں حکم

جابر بن عبداللہ ؓ نے واضح حکم لگا یا ہے کہ جو نماز نہیں پڑھتا وہ کافر ہے۔
ابو درداء فرماتے ہیں: نماز نہ پڑھنے والا ایمان نہیں رکھتا ، اور نماز اس نے نہیں پڑھی جس کا وضو نہ ہو۔
ایوب سختیانی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: یہ کہ نماز چھوڑنے والا کافر ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے حافظ منذری ان روایات اور پیشرؤوں کے معمولات کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: صحابہ کی ایک جماعت جن میں عمر بن خطاب، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، معاذ بن جبل، جابر بن عبداللہ اور ابودرداء رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں، اور غیر صحابہ میں سے احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ،عبداللہ بن مبارک یحی،حکم بن عقبہ ، ایوب سختیانی، ابو داود طیالسی، ابوبکر بن ابی شیبہ، زہیر بن حرب ؓ اور دوسروں نے کہا ہے کہ: جس نے جان بوجھ کر نماز کا وقت ختم ہونے تک

(c) ketabton.com: The Digital Library

چھوڑدی وہ کافر ہے، (الترغیب والترھیب، جلد 1، کتاب الصلاۃ، فصل الترھیب، (من ترك الصلاۃ تعمّداً) -

امام بن تیمیہ ؒ کا نماز چھوڑنے والے کے بارے میں حکم

شیخ ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں کہ: نماز چھوڑنے والے کو سلام نہیں کرنا چاہیے، اور اس کی مہمانوازی قبول نہیں کرنا چاہیے... کسی باپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی بے نمازی سے کرے، کیونکہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ درحقیقت مسلمان نہیں ہے، اور وہ مسلمان لڑکی سے شادی کا مستحق نہیں ہے، وہ اس عورت اور اس کے بچوں کے سرپرستی میں امانت دار نہیں ہوسکتا۔

نیز اداروں اور کارخانوں کے مسلم مالکان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو ملازم رکھیں جو نماز نہیں پڑھتے، ورنہ ایسے عمل کے تحت وہ گناہ میں حصہ دار شمار ہوں گے، جو رب کے حقوق کو خالق اور رازق ہے تلف کرے وہ بندوں کے حقوق کو لازما نظر انداز کرے گا نقصان پہنچائے گا۔

اس اہتمام سے اس الٰہی فریضہ کے سامنے معاشرے کی ذمہ داری جو دین کا ستون اور بنیاد سمجھی جاتی ہے واضح اور ظاہر ہوجائے گی، نماز ایک ایسا فرض ہے جسے چھوڑنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے،مگر یہ کہ وہ کسی ایسی سنگین بیماری یا مصیبت میں مبتلا ہو،کہ اس کی عقل اور اختیار جاتا رہے،جس کے نتیجے میں خدا کے حکم کو سمجھنا اس کے لیے مشکل ہو، دوسری صورت ، اور دوسری بیماریوں میں نماز اس کے ذمے سے ساقط نہیں ہوگی۔

شریعت مریض کو مخاطب کرتی ہے

جتنا ہوسکے خود کو پاک رکھو اور وضو کرو، اپنی استطاعت کے مطابق نماز پڑھو اور کبھی نماز نہ چھوڑو، پانی سے وضو کرو، اگر پانی نہ ملے تو مٹی کے ساتھ تیمم کرو، کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اگر نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر نماز پڑھو، اگر پھر بھی نہ کرسکو تو اپنی کروٹ پر یا پیٹھ کے بل لیٹ کر، یا اپنے سر یا آنکھوں کے اشارے سے نماز پڑھو، جیسا کہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: "فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ"(سورۃ تغابن:۱۶) ترجمہ: "سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو"

معاشرہ اس فرض کو پورا کرنے کا ذمہ دار ہے، خاص طور پر حاکم اپنی رعایا اور ماتحتوں کا ذمہ دار ہے، جیسے:چھوٹے بچوں کے لیے باپ یا بیوی کے لیے شوہر۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہمارا رب العزت اس مسئلے میں فرماتا ہے: "وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَّحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى"(سورۃ طحہ:۱۳۲) ترجمہ: "اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر خوب پابند رہ،ہم تجھ سے کسی کے رزق کا مطالبہ نہیں کرتے، ہم ہی رزق دیں گے اور اچھا انجام اہل تقوی کا ہے"۔

نیز اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ"(سورۃ تحریم:۶) ترجمہ: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! "خود کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں"

جب شوہر اپنی بیوی پر خصوصی توجہ دیتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے، نیز ایک باپ جو اپنے بچوں سے پیار کرتا ہے اور ہمدردی رکھتا ہے، اسے ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ انہیں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے، اور انہیں اللہ تعالٰی کی اطاعت اور عبادت پر جس کی اہم بنیاد نماز ہے کار بندہے۔

شیخ ابن باز ؒ کا نماز چھوڑنے والے کے بارے حکم

شیخ ابن باز اپنے فتوے میں نماز چھوڑنے والے کو کافر قرار دیتے ہیں حتی کہ اس شخص کو بھی کافر سمجھتے ہیں جو جان بوجھ کر اپنی نماز میں تاخیر کرے،(مزید معلومات کے لیے رجوع کریں: "فتاوی اللجنة"(۶/۴۰،۵۰)

جیسا کہ بعض دوسرے اہل علم کا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی عذر کے ہمیشہ نماز کو قضاء کرے اس طرح کہ اس نماز کا وقت گذر جائے اور اگلی نماز کا داخل ہو، پس وہ کافر ہے، اور نماز کا وقت گذر جائے یعنی ظہر کی نماز کو غروب یا مغرب کی نماز کو عشاء تک تاخیر کردے (یہ حکم نماز کے جمع ہونے کے امکان کی وجہ سے ہے) اور سلف کے علماء میں سے جو اس رائے کے حامل ہیں، ان میں محمد بن نصر المروزی ؒ اور عبداللہ بن مبارک ؒ ہیں، لہذا اس قول کی بنا پر وہ شخص جو مثال کے طور پر صرف جمعہ کی نماز پڑھتا ہے، یا صرف عید بقر یا عیدرمضان میں نماز پڑھتا ہے، یا جو ایک دن پڑھتا ہے، اور دوسرے دن نہیں پڑھتا (اگر چہ وہ نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا) وہ کافر ہے۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین کا نماز چھوڑنے والے کے بارے میں حکم

شیخ عثیمین ؒ اپنے فتوے میں مذکورہ بالاحکم کی تصدیق کرتے ہوئے ایک اور جگہ ہمیشہ نماز چھوڑنے والے کو کافر قرار دیتے ہیں، یعنی جو شخص ہمیشہ اور مسلسل نماز ترک کرتا ہے وہ کافر ہے، یہ مذکورہ بالا رائے برخلاف

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے، اس قول کے کہ وہ شخص کافر ہے جو مکمل نماز ترک کرتا ہو، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کا بھی یہی قول ہے، انہوں نے کہا ہے کہ: اگر کوئی ایک نماز پڑھے اور دوسری چھوڑدے تو گویا اس کے دل میں یہ ارادہ ہے کہ وہ نماز کو یکسر چھوڑدے گا، وہ باطنی طور پر کافر ہوگا، یعنی وہ کفر جسے اللہ تعالٰی جانتا ہے، اس کے اور اللہ کے درمیان ہے (مجموع الفتاوی: (۲۲/۴۹)، (۷/۶۱۵) اور (شرح العمدۃ): (۲/۹۴)، شیخ ابن عثیمین بھی اس کے قائل ہیں، جیسا کہ وہ کہتے ہیں: اس بارے میں جو دلائل سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافر نہیں ہے، جب تک کہ وہ نماز کو مستقل طور پر ترک نہ کردے، یعنی وہ خود کو نماز ترک کرنے کا عادی بنا دے، یعنی وہ ظہر کی نماز نہیں پڑھتا، اور اسی طرح عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز نہیں پڑھتا، اس حالت میں وہ آدمی کافر ہے، لیکن اگر وہ دن اور رات میں ایک یا دو فرض نمازیں پڑھے وہ کافر نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے متعلق یہ یقین نہیں آتا کہ اس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کا ارادہ کیا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة" ترجمہ: "انسان اور شرک اور کفر کے درمیان نماز ترک کرنا ہے "انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ: "ترك صلاة" "کوئی بھی نماز چھوڑنا کفر ہے" ("صلاۃ" نکرہ ہے) "الشرح الممتع"(۲/۲۶)۔

البتہ شیخ ابن عثیمین سے اس معاملے میں زبانی طور پر اس شخص کا حکم پوچھا جاتاہے جو صرف جمعہ کی نماز پڑھتا ہے، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ: ایسے لوگ ظاہری طور پر کافر ہوجاتے ہیں، اس لیے کہ اس نے ایک ہفتے میں پینتیس فرض نمازوں میں سے صرف ایک نماز پڑھی تھی اور یہ ایک ہفتے کی نمازوں کے مقابلے میں بہت کم ہے، اور جو شخص پورے ہفتے میں ایک نماز پڑھتا ہے اسے نمازی نہیں کہا جائے گا، بلکہ اس کا شمار تارک نماز میں ہوگا۔

شیخ ناصر الدین البانی کا نماز چھوڑنے والے کے بارے میں حکم

شیخ ناصر الدین البانی دوسرے علماء کے قول کی تائید کے ساتھ تارک نماز کو اس وقت کافر قرار دیتے ہیں جب وہ نماز کی فرضیت کا انکار کرے، ان کا خیال ہے کہ تمام واجب عبادات میں جب کوئی شخص ان کی فرضیت کا منکر ہو تو وہ کافر ہوجاتا ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ نماز کی فرضیت ہو یا روزہ کی ، زکات وغیرہ کا وجوب ہو۔

وہ ور سستی و کاہلی سے نماز چھوڑنے والے کی تکفیر نہیں کرتے اگر وہ اپنے گناہ کا اعتراف کرے، یعنی اگر اس شخص سے پوچھا جائے کہ:نماز

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرض ہے یا نہیں ، اگر اس نے کہا کہ: ہاں واجب ہے، تو ہم اس کی تکفیر نہیں کرسکتے ، کیونکہ وہ نماز پر ایمان اور عقیدہ رکھتا ہے، اگر چہ اس نے نماز چھوڑدی ہے، اور اس کی وجہ سے اس نے خود کو سخت عذاب میں مبتلا کیا ہے،لیکن وہ ایسا شخص ہے جس نے اپنی زبان پر شہادتین جاری کی ہیں اور اسلام کے احکامات کو مانتا ہے،لیکن اگر اس نے کہا کہ نماز کو واجب نہیں سمجھتا، تو یقینا اس نے کفر یہ لفظ کہا ہے اور وہ کافر ہے۔

نماز چھوڑنے والے کے بارے میں عمومی نتیجہ

بعض علماء تو جان بوجھ کر ایک نماز چھوڑنے کو تارک نماز اور کفر کا باعث سمجھتے ہیں ، اور بعض دوسرے علماء اس شخص کو کافر سمجھتے ہیں جو بلکل نماز نہیں پڑھتا اور مستقل نماز کو ترک کردیتا ہے،لیکن بعض اور علماء نماز کی فرضیت کا انکار کرنے والے کو کافر سمجھتے ہیں، اگرچہ وہ تارک نماز نہ ہو۔

البتہ ابن عثیمین کا دوسرا قول زیادہ درست معلوم ہوتا ہے لیکن ان لوگوں سے جو نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتے، یا نماز کو حقیر یا ہلکا نہیں سمجھتے،اس صورت میں نماز چھوڑنے پر کافر یا مرتد ہے، جیسا کہ ظاہر احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے، یا وہ فاسق اور خدا سے دور سمجھا جاتا ہے۔

جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کے لیے سب سے بڑی رعایت یہ ہے کہ اسے فاسق سمجھاجائے کہ اسے کسی بھی وقت کفر کا اندیشہ ہوسکتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں بعض گناہ دوسرے گناہوں کا سبب بن جاتے ہیں، جس طرح صغیرہ گناہ کبیرہ گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں، اور کبیرہ گناہ کفر کا باعث بن جاتے ہیں۔

لہٰذا ایک مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے اندر جھانک کر خدا کے سامنے توبہ کرے، اور اپنا دین درست کرے، اور نماز قائم کرنے کا فیصلہ کرے،جس طرح دین داروں پر فرض ہے کہ وہ بے نمازوں اور مسلسل نماز چھوڑنے والوں کو نصیحت اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اس کے بعد اگر باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ تعلقات منطقع کریں اور میل جول چھوڑ دیں۔

اہم ملاحظہ: بہر صورت حکام پر واجب ہے کہ وہ نماز پڑھنےوالے کو توبہ کرنے پر مجبور کریں، اس کے سامنے حکمت کے ساتھ خدا کا حکم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ نماز کے فوائد کی وضاحت کریں، اگر مذکورہ شخص توبہ کرئے تو اسے چھوڑ دیں، لیکن اگر وہ ضد کرے اور نماز کے انکار پر اصرار کرے تو اسلامی کے حکم کے مطابق اسے اسلامی عدالت میں قتل کردینا چاہیے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

نماز ترک کرنے والوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے یا منقطع کرنے کے بارے میں علماء کرام کا کہنا ہے کہ ان کے ساتھ تعلقات منقطع نہیں ہونے چاہئیں، ان کے ساتھ رابطہ قائم رہنا چاہیے، انہیں اچھی نصیحت کے ذریعہ نماز پڑھنے کی دعوت دینا چاہیے۔

یہ شرعی حکم ہے کہ ایسے لوگوں کو دعوت دی جائے اور نصیحت کی جائے، اور انہیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا جائے شاید وہ توبہ کر کے سیدھے راستے کی طرف لوٹ آئیں۔

الحمدللہ سورہ ماعون تفسیر احمد کا اردو ترجمہ ۲۸: رمضان المبارک ۱۴۴۵ کو مکمل ہوا۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورۃ الکوثر

سورۃ الکوثر مکہ میں نازل ہوئی،اس کی تین آیتیں ہیں۔

وجہ تسمیہ:

ابن مردویہ نے عبداللہ بن عباس،عبداللہ بن زبیر اور عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے، کلبی اور مقاتل بھی اسے مکی کہتے ہیں، اور جمہور مفسرین کا بھی یہی قول ہے، لیکن حسن بصری، عکرمہ، مجاہد اور قتادہ نے اسے مدنی قرار دیا ہے، امام سیوطی نے اتقان میں اس قول کو صحیح کہا ہے، اور امام نووی نے مسلم کی شرح میں اسی کو ترجیح دی ہے، اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام احمد،مسلم ، ابوداؤد، نسائی، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر ، ابن مروویہ، بیہقی اور دیگر محدثین نے انس بن مالک ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ہلکی نیند کی حالت میں تشریف فرما تھے، اس کے بعد مسکراتے ہوئے سر اٹھایا،بعض روایات میں آتا ہے کہ حاضر ین نے آپﷺ سے پوچھا کہ آپ کس چیز پر مسکرارہے ہیں ، اور بعض روایات میں ہے کہ لوگوں کے پوچھے بغیر خود رسول اللہﷺ نے فرمایا: کہ ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔

"جیسا کہ حدیث میں ہے کہ: أغفى رسول الله صلى الله عليه وسلم إغفاءة،فرفع رأسه متبسما فإما قال لهم،وإما قالوا له: يا رسول الله لم ضحكت؟ فقال: إنه أنزلت على آنفا سورة فقرأ «بسم الله الرحمن الرحيم،إنا أعطيناك الكوثر) حتى ختمها،فلما قرأها قال: هل تدرون ما الكوثر؟ قالوا: الله ورسوله أعلم! قال: فإنه نهر وعدنيه ربي عز وجل في الجنة،وعليه خير كثير،عليه حوض ترد عليه أمتي يوم القيامة،آنيته عدد الكواكب» ألباني (صحيح أبي داود) (4747) "

ترجمہ: "رسول اللہ ہلکی نیند سوگئے تھے،پھر آپؐ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر نیند سے اٹھایا اور صحابہ کرام سے فرمایا :تم جانتے ہو میرے مسکرانے کی وجہ کیا تھی؟یا صحابہ کرام نے آپﷺ سے مسکرانے کی وجہ پوچھی، آپؐ نے فرمایا کہ: مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی پھر آپؐ نے اس کی تلاوت کی، یہاں تک کہ وہ سورت مکمل کرلی، پھر آپؐ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

رسول بہتر جانتے ہیں ، آپؐ نے فرمایا:کوثر ایک نہر ہے جسے خدا تعالٰی نے جنت میں مجھے عطا فرمائی ہے، اور اس میں خیر ہے،قیامت کے دن میری امت کے لوگ اس پر وارد ہوں گے، اس کے برتن ستاروں کے برابر ہیں کچھ لوگ اس سے روکے جائیں گے،میں کہوں گا:اے رب ! یہ میری امت میں سے ہیں ،لیکن مجھ سے کہا جائے گا:آپ کو نہیں معلوم کہ آپؐ کے بعد انہوں نے کیا کیا چیزیں ایجاد کیں۔

سورۃ "کوثر"نام رکھنے کی وجوہات

اس سورہ کے دو نام ہیں: "الکوثر اور النحر"لیکن قرآن کے نسخوں میں اس سورت کو"کوثر" کہا جاتا ہے، اس سورت کا نام "الکوثر"کیوں رکھا گیا ہے؟
اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ اس سورت کا آغاز "إِنَّآ أَعۡطَيۡنَٰكَ ٱلۡكَوۡثَرَ"سے ہوا ہے،اگرچہ ابن کثیر سمیت بعض مفسرین کے نزدیک یہ سورہ مدنی ہے۔"کوثر"بروزن "فوعل" صیغہ مبالغہ اور کثرت کے مادہ سے ہے، یہاں کثرت کے معنی دیتا ہے، یعنی:کثرت تمام چیزوں کو شامل ہوگی، آنے والی آیات کے مطابق اس سے مراد خیر کی فراوانی ہے، ہر اس چیز کی کثرت جس کی انسان کو طلب اور ضرورت ہو، اللہ تعالٰی نے انسانی فطرت کو اس طرح بنایا ہے کہ زیادہ کی مانگ اس کی طبعیت کی خصوصیات میں سے ہے، البتہ اس کی تعدیل ہو کر متوازن ہونا چاہیے، وہ بہت زیادہ دولت اور اعلٰی رتبہ چاہتا ہے، اور لمبی زندگی چاہتا ہے، یقیناً انسان کی خواہش ہے کہ اس کو موت نہ آئے، نہ مرے، یہ سورت کا مفہوم ہے۔

یہ بھی مکی سورت ہے، اس لیے واضح ہے کہ سورت کا محور بصیرت کی اصلاح ہے، جب کوئی اللہ تعالٰی کی بندگی کرنا چاہتا ہے، تو اسے کمزوری یا کمی محسوس نہیں کرنی چاہیے،نہیں تو وہ اپنی دعوت میں کامیاب نہیں ہوگا، یہ بہت اہم نکتہ ہے، کوثر والوں میں سے ہونا چاہیے اور کم پر قناعت کرنا چاہیے۔

سورۃ الکوثر اور ماعون کے درمیان ربط و مناسبت

سورۃ الماعون میں اللہ تعالٰی نے منافقوں اور جھوٹوں کی چار خصلتیں بیان کی ہیں۔

1 - بخل،(ماعون آیات:۲۔۳)
2 - نماز میں غفلت اور اسے غیر اہم سمجھنا(ماعون آیت۵)
3 - نماز میں ریا اور دکھلاوا(ماعون آیت:۶)

(c) ketabton.com: The Digital Library

4- پڑوسیوں کو معمولی چیزوں میں مدد کرنے سے گریز کرنا(ماعون آیت:۷)

سورۃ الکوثر میں ان چار مذموم،قبیح،مکروہ، اور ناپسندیدہ صفات کے مقابلے میں سورۃ الکوثر میں چار پسندیدہ صفات جو پیغمبر خاتم کو عطا کی گئی تھیں کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

الف:بخیل کے بخل کے برعکس و افر اور مستقل بھلائی (إِنَّآ أَعۡطَيۡنَٰكَ ٱلۡكَوۡثَرَ)۔

ب:نماز ادا کرنے میں استقامت : "فَصَلِّ"۔

ج:اپنے رب کی رضا کی خاطر نماز میں اخلاص اور پاکیزگی : "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنۡحَرۡ"۔

د:قربانی کرنا اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا،"منع ماعون" کے برعکس ،یعنی :پڑوسیوں کو امانت دینے سے گریز کرنا۔

سورۃ الکوثر کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورہ کوثر میں (۱) رکوع،تین (۳) آیات ،گیارہ (۱۱)الفاظ ،سینتیس(۳۷) حروف اور اٹھارہ (۱۸) نقطے ہیں ، قرآن مجید کی سب سے مختصر سورتوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

(یادر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)۔

ایک مشہور قول اور مفسرین کے قول کے مطابق جیسا کہ اوپر اس کا ذکر ہوا ہے یہ مکی سورتوں میں سے ہے،لیکن عکرمہ ،حسن اور قتادہ کہتے ہیں کہ:سورہ کوثر مدنی ہے، ابن کثیر کی بھی یہی رائے ہے۔

سبب نزول:

امام سیوطی اپنی کتاب " اسباب النزول" میں سورہ کوثر کے نزول کے بارے میں لکھتے ہیں: ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ: قریش ایسے شخص کو جس کے بیٹے فوت ہوجاتے اسے "ابتر" اور بے اولاد کہتےتھے، جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کا انتقال ہوگیا، توعاص بن وائل نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہا: محمد ابتر اور بے اولاد ہوگئے، پھر خدا تعالٰی کا یہ کلام نازل ہوا: "اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ" ترجمہ: بلا شبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی ۔

مذکورہ کتاب کے محقق عبدالرزاق المہدی اس روایت کی تعلیق میں کہتے ہیں:واحدی نے "۸۷۳ "نمبر کے ساتھ اس روایت کو یزید بن رومان سے روایت کیا ہے، اور یہ مرسل روایت ہے، لیکن درج حدیث کے ساتھ قوی ہوجاتا ہے،بیہقی نے "دلائل النبوۃ "میں محمد بن علی (بن حسین بن علی بن ابی ابو طالبؓ) سے اس طرح روایت کیا ہے کہ : رسول اللہﷺ کے بیٹے کا نام قاسم تھا، مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ: خدا کا یہ کلام عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوا، جس نے کہا تھا کہ: میں محمد کا دشمن ہوں، طبری نے ۳۸۲۱۷ میں مجاہد سے، اور ۳۸۲۱۸،۳۸۲۱۹ میں قتادہ سے اور ۳۸۲۱۵،۳۸۲۱۶ میں سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے، یہ سب مجموع الفتاوی کے مطابق قوی ہیں۔

تفسیر انوار القرآن میں ہے کہ: مشرکین رسول اللہﷺ اور آپ کے پیروکاروں کو کمزور اور کمتر سمجھتے تھے،اور آپﷺ کے بیٹوں کی وفات پرخوش تھے (قاسم کی مکہ میں اور ابراہیم کی مدینہ میں) ، اور مؤمنین کےسخت اور مشکل حوادث میں مبتلا ہونے پر خوشیاں مناتے تھے، تو پھر یہ سورت نازل ہوئی تاکہ یہ اعلان کرے کہ خدا کے رسول اللہﷺ مضبوط اور کامیاب ہیں، اور ان کے پیروکار غالب ہیں، اور آپؐ کی اولاد کی موت سے آپؐ کی شان میں کوئی کمی نہیں آئی، رسول اللہ ﷺ کے دشمن آخر کار دم کٹے اور بے نام و نشان ہوں گے، ان کا نام ونشان اور شہرت باقی نہیں رہے گی۔

مفسر ابو حیان کہتے ہیں کہ کوثر کے بارے میں چھبیس اقوال ہیں، لیکن صحیح وہی ہے جسے رسول اللہﷺ نے بیان فرمایا: "جنت میں ایک نہر ہے، جس کے کنارے سونے سے بنے ہوئے ہیں ، اور اس کے بہنے کی جگہیں موتیوں اور یاقوت کی ہیں،کستوری سے زیادہ خوشبو والا اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے "ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ : کوثر سے مراد بہت زیادہ خیر ہے (البحر:۸/۵۱۹)، ابن عباس ؓ نے کہا:کوثر سے مراد خیر کثیر (بہت زیادہ بھلائی)ہے، جو مفسرین کے تمام اقوال کو شامل ہے، کیونکہ رسول اللہﷺ کو بہت سی فضلتیں عطا کی گئی ہیں، ان میں سے نبوت، کتاب، حکمت، علم، شفاعت، حوض، مقام محمود، بہت سے پیروکار، دشمنوں پر فتح، اور فتوحات کی کثرت اور دیگر بہت سی بھلائیاں عطا ہوئی ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سوره کوثر کی تمہید

سوره کوثر جو مکی سورتوں میں سے ایک ہے جو کہ اس بارے میں بحث کرتی ہے کہ الله نے اپنے نبی کو کیا کچھ عطا کیاہے، اور یہ کہ آپ کو دنیا اور آخرت کی کون کونسی بھلائیاں عطا کی ہیں ان میں سے حوض کوثر، اور دیگر جامع اور قیمتی نعمتیں ہیں، اور اپنے پیغمبر کو پیغام دیا کہ وہ الله تعالٰی کی ان نعمتوں کے شکر کے طور پر نماز قائم کریں اور قربانی کریں -

اس مبارک سورت کے آخر میں رسول اللهﷺ کو بشارت دی جارہی ہے کہ آپ کے دشمن بے نام ونشان ہوں گے، اس سورت میں الله تعالٰی وضاحت فرماتا ہے کہ اس کے نبی کے دشمن بے نسب اور دم کٹے ہیں۔

یاد رہے کہ اس سورت میں دو غیبی خبریں ہیں: ایک کوثر کا تحفہ، اور وہ بھی اس وقت جب مکہ میں آپ ﷺ خالی ہاتھ تھے، اورآپؐ کا کوئی بیٹا نہیں تھا، اور دوسرا دشمن کا بے نام و نشان ہونا جن کی بہت سے اولاد تھی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَةُ الۡكَوۡثَر

اِنَّاۤ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَؕ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡؕ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ۝۳

سورت کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مھربان نھایت رحم والاھے
اِنَّاۤ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَؕ۝۱	بلا شبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡؕ۝۲	پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر
اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ۝۳	بیشک تمہارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"اِنَّاۤ"یقینا ہم نے "اَعۡطَيۡنٰكَ"ہم نے آپ کو تحفہ دیا ہے،"الۡكَوۡثَرَ"،(کثرت)زیادہ خیر اور بھلائی، کوثر:کثرت کا مبالغہ ہے"قدم فلان بکوثر کثیر" فلان ڈھیر سارے خیر اور بھلائی کے ساتھ واپس آیا،"صَلِّ لِرَبِّكَ" صرف اپنے رب کے لیے نماز پڑھ، ایسی نماز جو دکھاوے سے خالی ہو، "اِنۡحَرۡ" صرف اپنے رب کے لیے اور صرف اس کے نام پر قربانی کر، نہ کہ کسی اور مقصد کے لیے،تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اپنے سینے(چہرہ) تک اٹھائیں، (غریب القرآن)۔

"وانحر"خدا تعالٰی کا بندوں کے متعلق شفقت اور مہربانی ہے،(تفسیر کبیر) "شانی" "شنأ":برا اور بدتمیز دشمن،(سورہ مائدہ:۲ اور ۸ شنأن:دشمنی) "الۡاَبۡتَرُ" خیر اور برکت سے خالی، بے اصل اور بے نسب، بے نام و نشان، بے اولاد، بانجھ

(c) ketabton.com: The Digital Library

کوثر عربی زبان میں

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا : "کوثر"عظیم تحفہ اور خیر کثیر ہے،یعنی ایک ایسی نیکی جو کئی سمتوں میں فراوانی کے ساتھ ہو، اس لیے کہ لفظ ہر خیرکو شامل ہے، جو رسول اللہﷺ کو عطا کی گئی ہے، حوض کوثر دیگر خیر اور برکتوں سمیت، صحیح نصوص اور احادیث کے مطابق کوثر: ایک ایسی نہر جس کے کنارے سونے سے بنے ہوئے ہیں اور اس کی نالی موتیوں اور یاقوت سے بنی ہے، اور وہ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے، جو بھی اس سے پیئے گا اس کو کبھی پیا س نہیں لگے گی(رواہ ترمذی)

تفسیر

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ	بلا شبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی

ہم نے آپﷺ کو بہت ساری بھلائیاں عطا کی ہیں، اس سورت میں تمام باتوں کے مخاطب رسول اللہﷺ ہیں، جیسے سورۃ الضحی اور سورہ الم نشرح، ان تینوں سورتوں کے اہم مقاصد میں سے ایک نبی کریمﷺ کو تسلی دینا ہے ان تمام حوادث ، واقعات اور دشمن کے مسلسل بد زبانیوں کی وجہ سے اللہ سبحانہ و تعالی اپنے وعدے پورا کرتا ہے، سورۃ الضحی میں خدا تعالی نے تحفہ دینے کا وعدہ کیا تھا: "وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى"(ضحی:۵) "اور یقینا عنقریب تیرا رب تجھے عطا کرے گا، پس تو راضی ہو جائے گا" اس سورت میں فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے وعدے پر عمل کیا: "اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ"۔

یاد رہے کہ:نعمتوں کی فراوانی، اور خوشی میں اپنے پروردگار کو نہیں بھولنا چاہیے۔

اس سورت میں دو غیبی خبریں ہیں

ایک نبیﷺ کو کوثر کا عطا ہونا، وہ بھی مکہ معظمہ میں جب رسول اللہﷺ خالی ہاتھ تھے، اور آپ کا بیٹا بھی فوت تھا، اور دوسرا دشمن کا بانجھ ہونا، جس کی اولاد بھی تھی اور بہت سی دولت بھی تھی۔

ہمارے عظیم رب خوبصورت انداز میں فرماتے ہیں: "اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ"
ترجمہ: "ہم نے تجھے کوثر(بہت ساری خیراور بھلائی)عطا کی"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"اَعۡطَیۡنَا"بمعنی ہم نے دیا اور بخش دیا ہے، یہ جو باریکی لفظ "اَعۡطَیۡنَا"میں موجود ہے وہ اعطاء میں ہے، اور اعطاء میں ایک قسم کی تعظیم اور احترام اس آدمی کے لیے ہے جو ایسی چیز کو لیتا ہے جس کا وجود ہے، دراصل جب احترام کرنا مقصود ہو تو پھر کہتے ہیں کہ ہم نے عطا کیا، دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ لفظ "اَعۡطَیۡنَا" کا فاعل الله ہے،لیکن اس موقع پر جمع کے صیغے کے ساتھ بیان ہوا ہے بجائے اس کے کہ کہتے : میں نے یہ تجھے دیا،کہتا ہے کہ: ہم نے دیا، یہ ایک جلالت شان، بڑائی اور بلند مرتبہ و مقام اور قدرت کا اظہار ہے۔

"اَعۡطَیۡنَا"جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا عطاء کا معنی صرف دینے اور بخشنے کے ہیں، ایسا دینا اور بخشنا کہ اگر الله تعالٰی کی طرف سے ہوتو یقینا کسی قسم کا احسان جتائے بغیر ہے، اور اگر غیرالله کی طرف سے ہے تو یہ مذمت کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے ، اور بغیر مذمت کے بھی، اسی طرح اگر یہ بخشش خدا کی طرف سے ہو تو اس سے انسان میں مثبت تبدیلی پیدا ہوتی ہے، اگر دینے والا خدا کے علاوہ کوئی اور ہے تو ہمیں کسی بھی لمحہ ذلت کے انتظار میں رہنا چاہیے، یا اس کے پشیماں ہونے کا انتظار کرنا چاہیے، کہ اسے ہم سے واپس لے ، پر سکون اور پر اعتماد طریقے سے انسان کو جو کچھ دینے والا ہے وہ صرف وہی عظمت والا رب ہے، اس ذات نے جو کچھ ہمیں دیا ہے وہ واپس نہیں لے گا، لیکن افسوس ہے کہ انسان خدا کی نعمتوں کا سب سے کم شکر ادا کرتا ہے، اور ان لوگوں کا سب سے زیادہ شکر ادا کرتا ہے جو کم سے کم دیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ شکر کے طلبگارہوئے ہیں۔

تفسیر جلوہ ہائے ازا سرار قرآن سورۃ الکوثر میں لکھتے ہیں: صیغہ "اَعۡطَیۡنٰكَ"(ہم نے آپ کو دیا)میں یہ بتایا ہےکہ "کوثر"سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو نبی کریمﷺ کو دی گئی تھیں، وہ نعمتیں جسے نبیﷺ اپنے تمام وجود کے ساتھ محسوس کرتے تھے، اور آپؐ کے لیے اتنی قابل فہم تھیں کہ اس کی وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

"الکوثر" کا اطلاق ان نعمتوں پر جو نبیﷺ کے اختیار میں ہیں یا جنت میں عطا کی جائیں گی سورت کی روح اور الفاظ کے ساتھ مطابقت نہیں بنتی ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ٢	پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر

یعنی آپ ﷺ کو جو بے شمار نعمتیں دی گئی ہیں کے بدلے میں دو عمل کرنے کا مطالبہ ہے، پہلا عمل: اپنے رب کے لیے صدق دل سے نماز پڑھ اور سجدہ کر،مفسرین کی اصطلاح میں (اپنے خالق سے براہ راست تعلق قائم کرنا) یہ بات قابل ذکر ہے کہ :شکریہ فوری طور پر ہونا چاہیے " فَصَلِّ" حرف فاء تسریع کے لیے ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ اس عظیم نعمت کی وجہ سے جو آپ کو عطا ہوئی ہے،اونٹ کی قربانی کر،جو عربوں کے ہاں بہترین مال شمار ہوتاتھا۔

" فَصَلِّ"جس عمل کو " کوثر " کے شکریہ کے طور پر انجام دیاجاسکتاہے وہ "نماز" ہے، " فَصَلِّ لِرَبِّكَ" ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ: دینی احکام عقل اور فطرت کے مطابق ہیں ، عقل نعمتوں کا شکر ادا کرنا ضروری سمجھتی ہے، اور دین بھی یہی حکم دیتاہے۔

رب عزوجل فرماتا ہے:ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے صدق دل سے ہمارے لیے اپنی فرض نمازیں جاری رکھو"اور قربانی کرو" میری رضا کے لیے میرے نام پر ، بت پرستوں کی طرح نہیں کہ جو میرے علاوہ دوسروں کے لیے قربانی کرتے ہیں۔

التسهيل میں ہے کہ:مشرکین نماز پڑھتے ہوئے سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے، اور بتوں کے لیے اونٹ قربان کرتے تھے، اس لیے خدا تعالی نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپؐ کی نماز اور قربانیاں خالص میرے لیے ہوں، اونٹوں کی قربانی صرف اس کے لیے ہو، یعنی توحید اور اخلاص کا حکم دیتا ہے۔

قتادہ،عطاء اور عکرمہ کہتے ہیں کہ "وانحر" کا معنی عید الضحی کی نماز پڑھنا اور اس میں قربانی ذبح کرنا ہے، ابن کثیر کہتے ہیں: درست یہ ہے کہ "نحر " سے مراد حج اور مناسک میں جانور ذبح کرنا، ہدیہ اور قربانی کرنا "، ابن کثیر نے اس بارے میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے، اللہ تعالیٰ نے عطا کردہ نعمتوں کے مقابلے میں انسانوں کے لیے جو فرض اور ذمہ داری بیان کی ہے، وہ نعمت کا شکر ادا کرنا ہے،لیکن جس نکتے کی طرف توجہ دینی چاہیے وہ یہ ہے کہ نعمت اور شکر میں تناسب لازم ہے، اس کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

مطلب یہ ہے کہ نعمت جتنی بڑی اور عظیم تر ہو تو اس کے لحاظ سے زیادہ شکر کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سورہ میں ہمارے رب عزوجل نے نبی کریمﷺ کو کوثر کی نعمت دینے کا ذکر کیا ہے، "کوثر" ایک صفت ہے جو کثرت سے ماخوذ ہے، اس کا معنی خیر اور نعمتوں کی کثرت اور بہتات کا ہے، اس عظیم نعمت اور زیادہ خیر کے لیے بہت زیادہ شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے،اس لیے اللہ تعالٰی نے اس نعمت کے بدلے میں رسول اللہﷺ کے کاندھوں پر دو ذمہ داریاں ڈالی ہیں اور فرمایا: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" اب جبکہ یہ حال ہے تو صرف اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

ملاحظہ فرمائیں:کوثر کے شکر کے طور پر سب سے پہلا فرض نماز ہے،نماز سب سے جامع اور مکمل عبادت ہے،اور وہ اس طرح کہ اس میں قربت کے حصول کے لیے قلب حاظر ہوتاہے اور زبان حمد اور سورت کے تلاوت کے ساتھ اور جسم کے اعضاء رکوع سجود کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں۔

دوسری ذمہ داری جو کوثر کے تشکر کے طور پر ہے وہ نحر کرنا یعنی قربانی ہے،"وانحر" سے تفسیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قربانیوں میں سے اونٹ زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اور مسلمان اس میں بہت دلچسپی رکھتے تھے، اور اونٹ نحر کرنا بڑی قربانی اور جذبہ کے بغیر ممکن نہ تھا، چونکہ اللہ تعالٰی نے چاہا کہ کوثر کی نعمت اور اس کے شکرانے کے درمیان توازن قائم ہو ، اس لیے نماز پڑھنے اور اونٹ کی قربانی کا حکم دیا۔

نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کا اللہ کے سوا کسی اور کے لیے بجالانے کا کوئی معنی نہیں ہے، خاص طور پر "رب" کے مفہوم کے حوالے سے جس سے مراد نعمتوں کا تسلسل، تدبیر اور پروردگار کی ربوبیت ہے، کیونکہ "رب" لفظ کا مطلب ہے وہ مالک جو اپنے مملوک کے حکم کی تعمیل کرتا ہے، خدا تعالٰی کا حکم "فَصَلِّ لِرَبِّكَ" مشرکوں کے اعمال کے برخلاف ہے جو بتوں کو سجدہ اور ان کے لیے قربانی کرتے تھے ، حالانکہ اپنی تمام نعمتوں کو رب کی طرف سے سمجھتے تھے بہر حال ،تعبیر"لربک"سے عبادات میں قرب کی نیت کی ضرورت واضح ہے۔

"فَصَلِّ" اور "وَانْحَرْ" کے درمیان کیا ربطہ ہے؟

(c) ketabton.com: The Digital Library

ان دونوں جملوں کے درمیان تعلق کو واضح کرنے کے لیے ہمیں پہلے "وَانۡحَرۡ" کی تشریحات کو دیکھنا چاہیے ، اس کے نتیجے میں ہم ان دونوں جملوں کے درمیاں تعلق کی نشاند ہی کرتے ہیں۔

الف: "وَانۡحَرۡ"،نحر کے مادہ سے ہے ،بمعنی :گلے والی جگہ، اور یہاں اونٹ کا گلہ مراد ہے، اگر آپ نے سنا یا دیکھا ہوگا اونٹ کو کاٹنے کے لیے دوسرے جانوروں کی طرح اس کی گردن نہیں کاٹتے ، اسی لیے اونٹ کو پہلے نحر کیا جاتا ہے، یعنی اس کے حلق میں بڑا چھرا گھونپا جاتاہے، جس کی وجہ سے بہت سا خون بہہ جاتاہے، اور اس کا جسم سست پڑ جانے یا کمزور ہونے کے بعد زمین پر گرتا ہے، پھر اس کی گردن کاٹ کر سر الگ کرتے ہیں، اس عمل کو نحر کہتے ہیں، جس کا مطلب قربانی ہے، اور ہوسکتا ہے کہ نماز کے حکم کے بعد"نحر" کا حکم دینے کی وجہ بندے کے الله کے ساتھ تعلق کے بعد، بندوں کے بندے کے ساتھ تعلق کی طرف اشارہ ہو، یعنی اگر انسان کا خدا کے ساتھ تعلق ہو تو وہ معاشرےسے اپنا تعلق منقطع نہیں کرسکتا، کہ غریبوں اور مسکینوں کا خیال نہ رکھے، بلکہ دونوں تعلقات کو مضبوط رکھتاہے۔

ب: لفظ "وَانۡحَرۡ" سے مراد قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہونا ہے،کیونکہ"نحر" کے مادہ کے معنی حلق کے ہوتے ہیں، پھر عرب اسے ہر چیز کا مقابلہ کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے، یہاں بھی خدا تعالٰی قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہونے کا حکم دے رہا ہے، درحقیقت یہ نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ہے جس کی نشاندہی کی گئی ہے۔

یہ آیت قربانی پر عید کی نماز کو مقدم رکھنے کی دلیل ہے اور یہ جمہور کی رائے ہے، اس سے مراد یہ بھی ہوسکتاہے کہ صبح کی نماز مزدلفہ میں پڑھی جائے اور ھدی و قربانی منٰی میں ہو،یہاں اس امر کا بیان آپؐ کی امت کی تعلیم کے لیے ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہاں نماز سے مراد عید کی نماز اور نحر کا معنی قربانی کرنا ہے، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ وہ نماز اور قربانی دیگر نمازوں اور مناسک کو بھی شامل ہو۔

ج: اس سے مراد تکبیر کے دوران ہاتھ گلے یا چہرے کے سامنے اٹھانا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

آیت "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" سے معلوماتی اسبا ق

آیت "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" جس نصیحت آموز سبق کا استنباط کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ:

1 - وہ نعمتیں جو پیغمبر اسلام کے لیے ذمہ داری لاتی ہیں، "اعطیناک....فصل"۔
2 - شکر یہ فوری ہونا چاہیے،(فصل) میں "حرف فا ءتسریع کے لیے ہے"
3 - دینی احکام عقل اور فطرت کے مطابق ہوتے ہیں،عقل بھی نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنا ضروری سمجھتی ہے، دین بھی یہی حکم دیتا ہے "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"
4 - چونکہ نعمت کا تحفہ اسی کی طرف سے ہے "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ" اس لیے شکر بھی اسی کا ہونا چاہیے "فَصَلِّ لِرَبِّكَ"
5 - اللہ سے تعلق انسانوں سے تعلق پر مقدم ہے، "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"
6 - اس اتفاق کی اہمیت ہے جو ایمان اور عقیدت کے ساتھ ہو، (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ)
7 - اس نماز کی قدر و قیمت ہے جو اخلاص کی ساتھ ہو، "لِرَبِّكَ"

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳	بیشک تمہارا دشمن ہی بے اولاد رہے گا

جب آپ ﷺ کے بیٹے وفات پا گئے،تو عاص بن وائل نے کہا:اسے چھوڑ دو، وہ بغیر پشت کا آدمی ہے،"ابتر" یعنی اس کی نسل باقی نہیں رہی، پس جب وہ مرے گا تو اس کا نام بھلا دیا جائے گا، پھر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی، اور اعلان فرمایا کہ یہ کافر خود ابتر ہے، اگر چہ اس کی اولاد بھی ہو، کیونکہ وہ خدا کی رحمت سے محروم ہے، اس کا نام لعنت اور نفرت کے سوا نہیں لیا جائے گا، لیکن نبی کریم ﷺ کا نام قیامت تک مینار و منبر پر لوگوں کی زبانوں پر رہے گا، آپؐ کا نام اللہ کے نام کے ساتھ لیا جاتا رہے گا، اور مؤمنین قیامت تک ان کی پیروی کریں گے، پس وہ ان کے لیے باپ کا درجہ رکھتے ہیں، اس پر درود و سلام ہو خدا کا۔

"تفسیر جلوہ های از اسرار قرآن " کے مفسر اس بارے میں لکھتے ہیں کہ :
اس آیت مبارکہ سے اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہوئی تھی جب رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں نے آپ ﷺ صحابہ کرام کو مکہ میں محاصرے میں لے لیا،مکمل روابط منقطع کر دیے تھے، مکہ کے تمام اقوام اور قبائل سے آپﷺ تعلقات کے منقطع کرکے انہوں نے محسوس کیا کہ نبیﷺ کو لوگوں سے الگ کردیا ہے اور ان کے درمیان اثر ور سوخ کے راستے بند کردئیے ہیں(جلوه های از اسرار قرآن،سورة الکوثر)

اس طرح آیت میں دو موضوع قابل ذکر ہیں:

1 - دو تاکید کا موجود ہونا(أنَّ او و هُوَ) اس بات کی علامت ہے کہ یقنا اور ضرور تمہارا دشمن اور بد خواہ بغیر اولاد رہے گا۔
2 - "شانئی"اسم فاعل ہے،یعنی:اس میں ماضی،حال اور متقبل کے دشمن شامل ہیں ،اس لیے قرآن کے اس اشارے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ نبی کا دشمن ہر دور میں بے نسل رہے گا۔

سورة کوثر کی تفسیر انس بن مالک کی حدیث کے تناظر ہیں

انس بن مالک بن النصر بن ضمضم، ان کا لقب : ابو حمزه ہے، جو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، ان کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے،جو کم عمری میں نبیﷺ پر ایمان لائے تھے، نبی ﷺ کے خدمت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ، اکثر غزوات میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ رہے، عالم اسلام کے معتبر محدثین میں سے ہیں، آپؓ سورہ کوثر کی تفسیر میں فرماتے ہیں: أغفى رسول الله صلى الله عليه وسلم إغفاءة، فرفع رأسه متبسما، فإما قال لهم، وإما قالوا له: يا رسول الله لم ضحكت؟ فقال: إنه أنزلت على آنفا سورة فقرأ (بسم الله الرحمن الرحيم، إنا أعطيناك الكوثر) حتى ختمها، فلما قرأها قال: هل تدرون ما الكوثر؟ قالوا: الله ورسوله أعلم! قال: فإنه نهر وعدنيه ربي عز وجل في الجنة، وعليه خير كثير، عليه حوض ترد عليه أمتي يوم القيامة، آنيته عدد الكواكب) ألباني صحيح أبي داود میں (4747)۔ترجمہ: رسول اللہﷺ ہلکی نیند سوگئے تھے، پھر آپﷺ مسکراتے ہوئے نیند سے اٹھے اور صحابہ کرام ؓ سے فرمایا : آپ لوگوں کو میری مسکرانے کی وجہ معلوم ہے؟یا صحابہ کرامؓ نے آپﷺ سے مسکرانے کی وجہ پوچھی، آپﷺ نے فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے (پھر آپؐ نے پوری سورت پڑھ دی) .

خدا تعالٰی اپنے پیغمبر ﷺ سے فرماتا ہے:"إِنَّآ أَعۡطَيۡنَٰكَ ٱلۡكَوۡثَرَ"،ہم نے آپ کو بہت ساری بھلائیاں اور بہت سارا فضل اور نعمتیں دی ہیں، جن میں وہ نہر یا

(c) ketabton.com: The Digital Library

حوض بھی شامل ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عطا کیا ہے،جس کو "کوثر" کہا جاتا ہے، اس کی لمبائی ایک ماہ کی مسافت ہے اور چوڑائی بھی ایک ماہ کی مسافت ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اور اس کے برتن اور پیالے آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں اور انہی کی طرح جگمگاتے ہیں،جس نے ایک بار حوض کوثر کا پانی پی لیا اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

جب اللہ تعالیٰ نے نبیﷺ پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا، تو آپﷺ کو نعمتوں کے شکر ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر، یعنی:اے نبیﷺ ہم نے آپ کو دنیا اور آخرت میں بہت سی بھلائیاں عطا کی ہیں، لہذا ان نعمتوں کی شکر گزاری کے لیے آپ صدق دل سے ہمارے لیے فرض نمازیں جاری رکھیں ، اور ہماری رضا، اور نام پر قربانی کریں، ان مشرکوں کی طرح نہ کریں جو غیروں کے لیے نماز پڑھتے ہیں، اور غیروں کے لیے قربانی کرتے ہیں، مشرکوں میں بہت سے لوگ تھے جو خدا کے سواء کسی اور کے لیے قربانی کرتے تھے، لہذا اللہ عزوجل نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ آپؐ کی نماز اور قربانی میرے لیے خالص ہو۔

قتادہ عطاء اور عکرمہ کہتے ہیں کہ: "وانحر"سے مراد عیدالالضحی کی نماز پڑھنا اور قربانی ذبح کرنا ہے، ابن کثیر کہتے ہیں کہ "نحر" سے مراد حج اور مناسک میں ہدیہ اور قربانی کے طور پر جانور ذبح کرنا ہے،ابن کثیر نے اس بارے میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔

"إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ"(یقینا تمہارا دشمن خود ہی ابتر ہے)

یعنی بلا شبہ یہ تیرا ہی دشمن ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیوں سے محروم ہے،بے نسل ہے ، اس کا کوئی انجام نہیں ہے،یا یہ کہ تیرا جو دشمن ہے جس کی موت کے بعد اس کی کوئی نیک نامی نہیں ہوگی، زمانہ جاہلیت میں جس آدمی کے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہوتی تھی تو اسے ابتر کہا جاتا تھا، حسن بصریؒ فرماتے ہیں:نبی کریمﷺ کو ابتر کہنے سے مشرکین کا مقصد یہ تھا کہ آپﷺ اپنے آخری ہدف تک پہنچنے سے پہلے دعوت کے آدھے راستے میں ناکام ہوجائیں گے،لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نےواضح فرمایا کہ یہ دشمنان رسول اللہﷺ ہیں جو کہ نا کام اور بے نشاں رہیں گے"(مراجع:تفسیر انوار القرآن،تفسیر علامہ عبدالرحمن سعدی اسباب النزول سیوطی)

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسرین کے نزدیک "کوثر" کے معنی کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:بعض نے صحیح احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہاہے کہ: "جنت میں ایک نہر ہے"بعض نے کہا ہے کہ: " جنت میں حوض ہے"اور بعض نے کہا :اس سے مراد وہ خیر کثیر ہے جو نبیﷺ کو عطا کیا گیا ہے، بعضوں نے کہا کہ یہ صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے، جسے اللہ تعالٰی نے آپﷺ کا ساتھی چن لیا،لیکن اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد وہ خیر کثیر ہے جو آپﷺ دیا گیا ہے، ان میں سے ایک حوض کوثر ہے جو جنت میں ہے، اور آپﷺ کو عطا کی گئی ہے، اس کی تصدیق و تائید کے لیے بہت سارے دلائل موجود ہیں، مثال کے طور پر حضرت عائشہ ؓ سے اللہ تعالٰی کے اس فرمان: "إِنَّآ أَعۡطَيۡنَاكَ ٱلۡكَوۡثَرَ" کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا: "نَهَرٌ أُعْطِيَهُ نَبِيُّكُمْ صلی اللہ علیه وسلم شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ آنِيَتُهُ كَعَدَدِ النُّجُوم " (بخاری:۴۹۶۵)

ترجمہ: "ایک نہر ہے جو نبی ﷺ کو دی گئی ہے، اور اس کے دونوں کناروں کے درمیان موتیاں ہیں، اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کے برابر ہے"۔

ابن جریر الطبری امام المفسرین، کوثر کے معنی کے بارے میں تمام مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے آخر میں کہتے ہیں کہ بہت سی روایات کے مطابق ہمارے نزدیک کوثر جنت میں ایک نہر ہے جو نبی کریمﷺ کو دی گئی ہے۔

"ابتر " کون ہے ؟

علم لغت کے علماء کہتے ہیں کہ"اَبۡتَر"لفظ"بتر" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے کاٹنا ، جوہری نے "بَتَرتُ الشيء" کی تعریف کسی چیز کو ختم ہونے سے پہلے کاٹ دینے کے طور پر، اور "انبتار" کو انقطاع، اور "سیف باتر" کو کاٹنے والی تلوار کے طور پر اور "ابتر" کو دم کٹا اور بغیر کسی پیچھے چلنے والے کو کہا ہے۔

راغب کے مطابق ابتر دم کٹے جانور کو کہا جاتاہے، پھر جس آدمی کی نسل نہ ہو کہ اس کا جانشین بنے اس کے لیے کہا جاتا ہے، نیز رسول اللہﷺ کی ایک حدیث کی بنا پر کہ جو بات اللہ کے ذکر کے بغیر شروع کی جائے اسے "ابتر" کہتے ہیں۔

ابن منظور کی رائے بھی ان دو رائے کے قریب ہے، ابن عباس اور سدی

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی روایت کے مطابق قریش ایسے شخص کے لیے جس کی نرینہ اولاد مرتی اسے "ابتر" کہتے تھے۔
لفظ صرف ایک ہی بار ذکر ہوا ہے وہ بھی اس سورت "کوثر" کی تیسری آیت میں، اور اس میں نبیﷺ کے دشمن کا تعارف ہوا ہے،"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ"(وہ تیرا ہی دشمن ابتر ہے) "شانئی" ماہر لسانیات نے اس لفظ کا معنی مبغض، یعنی بغض رکھنے اور نفرت کرنے والے کا کیا ہے،(ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، محقق، مصحح، میر دامادی، جمال الدین، جلد 1، صفحہ 102، بیروت، دار الفکر للطباعۃ و النشر و التوزیع، دار صادر، طبع سوم، 1414ق)
عالم اسلام کے مشہور مفسر ابن عباسؓ فرماتے ہیں:اس لفظ سے مراد دشمن ہے،لیکن بعض اقوال کے مطابق بعض لوگ اپنا تعارف "شانئی" پیغمبر کے دشمن سے کراتے تھے، اور قرآن نے بھی ان کے جواب میں یہی لفظ استعمال کیا ہے:جیسا کہ عاص بن وائل کہتا تھا کہ:میں محمد کا شانئی ہوں(طبري، محمد بن جرير، جامع البيان في تفسير القرآن، جلد 30، صفحه 212، بيروت، دار المعرفة، طبع اول، 1412ق.)

سورۃ الکوثر کا پیغام

1 - سب سے زیادہ اور بڑی نیکی سب سے چھوٹی سورت میں رکھی گئی ہے، " اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ"۔
2 - چھوٹی سے چھوٹی بات میں سب سے زیادہ خطاب کیا جاسکتا ہے اللہ تعالی نے اپنے رسول کو پانچ مرتبہ مخاطب کیا ہے، ان میں دو صورتیں امری اور قانونی ، اور عبادی ہیں ۔
3 - ذمہ داری کے مقام پر ، ہمیشہ حکمی خطاب استعمال نہیں کرنا چاہیے، (تین صورتوں میں خدا تعالی کا خطاب عام ہے۔
4 - دینی فرائض کی ادائیگی کے ذریعے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ضروری ہے (فصلّ) ۔
5 - اگر انسان کو خیر کثیر یا بہت زیادہ نعمتیں میسر ہوں تو اسے چاہیے کہ اس میں سے کچھ دوسروں کے لیے خرچ کرے۔
6 - وافر نعمت کو معاشرے میں ظاہر کرنا چاہیے، تاکہ دوسرے اس سے فائدہ اٹھائیں، "وانحر" ۔
7 - رسول اللہ ﷺ کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کا نتیجہ "ابتر" ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

8 - اس دشمن کے مقابلے میں جو تباہی کا ارادہ رکھتا ہے نرمی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں،"إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ".

سورہ کوثر پڑھنے کا ثواب

سورہ کوثر پڑھنے کے ثواب کے بارے میں ہمارے پاس رسول اللہﷺ کی ایک حدیث ہے آپ فرماتے ہیں،"جو شخص سورہ کوثر کی تلاوت کرے گا ، اللہ تعالٰی حوض کوثر اور جنت کی ہر نہر سے اسے پانی پلائے گا، اور عیدالاضحی کے دن قربانی والوں کے برابر اجر و ثواب عنایت فرمائے گا"۔

حوض کوثر

لفظ "کوثر" کثرت بمعنی خیر کثیر ہے،کوثر،جنت میں یا میدان محشر میں ایک حوض ہے جو اللہ تعالٰی نے نبی کریمﷺ کو عطا کی ہے، اور مؤمنین جنت میں داخل ہونے کے موقع پر اس کے پانی سے سیراب ہوں گے۔

مفسرین نے کوثر کے معنی کے بارے میں مختلف اقوال و روایات نقل کی ہیں،بعض مفسرین نے صحیح احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ" کوثر" جنت میں نہر ہے،بعض کہتے ہیں کہ جو خیر کثیر نبی کریمﷺ کو عطا کیا گیا ہے وہی حوض کوثر ہے،بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ کوثر: قرآن کریم اور نبوت ہے، بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ :اس سے مراد صحابہ کرام کی وہ کثیر تعداد ہے جنہیں اللہ نے آپﷺ کے ساتھی ہونے کی حیثیت سے انہیں چن لیا۔

البتہ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد وہ خیر کثیر ہے جو آپﷺ کو دیا گیا ہے، ان میں سے ایک حوض کوثر ہے جو جنت میں ہے، اور آپﷺ کو عطا کی گئی ہے، اس کی تصدیق اور تائید کے لیے بہت سارے دلائل موجود ہیں، مثال کے طور پر حضرت عائشہ ؓ سے اللہ تعالٰی کے اس فرمان "إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ" کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا: "نَهَرٌ أُعْطِيَهُ نَبِيكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم شَاطِئَاهُ عَلَيهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ آنِيتُهُ كَعَدَدِ النُّجُوم " (بخاری:۴۹۶۵)

ترجمہ: "ایک نہر ہے جو نبیﷺ کو دی گئی ہے، اور اس کے دونوں کناروں کے درمیان موتیاں ہیں، اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کے برابر ہے"۔

خدائے بزرگ نے اپنے بندے اور رسول محمدﷺ کو ایک بڑا اور وسیع حوض عطا کر کے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور جس کی خوشبو کستوری کی خوشبو سے زیادہ ہے، آپؐ کی عزت اور توقیر کی ہے،حوض کوثر کے جام اور پیالے ستاروں کی طرح زیادہ ہیں ، اس کا صاف پانی کوثر کے دریا سے اس حوض میں داخل ہوتا ہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

وہی کوثر کی نہر جسے اللہ تعالٰی نے جنت میں محمدﷺ کے لیے خاص کیا ہے۔

محمد ﷺ کے امتی اس تالاب کے پاس آئیں گے، جو اس حوض کے پانی سے پیے گا، وہ کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا۔

اس تالاب کے محل وقوع کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں: امام غزالی اور قطبی کی رائے ہے کہ یہ حوض پل صراط عبور کرنے سے پہلے میدان حشر میں واقع ہے، اس دعوی کے لیے یہ سند پیش کرتے ہیں کہ اس حوض میں آنے والے بعض لوگ دوزخ میں جائیں گے، اگر یہ حوض پل صراط کے بعد ہوتا تو بعض لوگوں کو واپس دوزخ کی طرف بھیجنا ممکن نہ تھا۔(تذکرہ:۳۰۲)۔

علامہ ابن صحر نے امام بخاری کا قول نقل کیا ہے کہ: یہ حوض پل صراط کے بعد ہے، کیونکہ امام بخاری نے حوض کوثر سے متعلق احادیث پل صراط اور شفاعت کی احادیث کے بعد لکھی ہیں(فتح الباری:۱۱/ 466)

حوض کوثر کا طول و عرض

روایات کے مطابق حوض کوثر کی لمبائی اور چوڑائی اور اس کے ہر کونہ کی مسافت ایک ماہ کے برابر ہے۔

اہل علم کوثر کے پانی کی صفت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کا پانی جنت سے آتا ہے، اس کے پانی کی گزرگاہ اور نالہ جنت سے کھینچے گئے ہیں، ان میں سے ایک سونے کا ہے اور ایک چاندی کا، اس کے برتنوں تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہے۔

حوض کوثر کے بارے میں مذکور احادیث

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ان احادیث کو قا رئین محترم کی خدمت پیش کرتا ہوں ، جو خطیب تبریزی نے اپنی مشکاۃ میں ذکر کی ہیں:

1 - بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:(حوضي مسيرة شهر،وزواياه سواء.ماؤه أبيض من اللبن،وريحه أطيب من المسك،و كيزانه كنجوم السماء،من يشرب منها فلا يظمأ أبدا)

ترجمہ:میرے حوض کی چوڑائی ایک ماہ کی مسافت ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خو شبودارہے، اور اس کے آب خورے آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں، جو اس میں سے ایک بار پی لے گا اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

2 - حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فر مایا: (إن حوضي أبعد من أيلة من عدن لهو أشدُّ بياضاً من الثلج،وأحلى من العسل باللبن،ولآنيته أكثر

(c) ketabton.com: The Digital Library

من عدد النجوم، وإني لأصد الناس عنه كما يصد الرجل إبل الناس عن حوضه. قالوا: يا رسول الله! أتعرفنا يومئذ؟ قال: "نعم لكم سيماء ليست لأحد من الأمم، تردون علي غراً محجلين من أثر الوضوء) رواه مسلم

ترجمہ: میرے حوض (یعنی کوثر کے) دونوں سروں کے درمیان کا فاصلہ ایلہ اور عدن کے درمیانی فاصلہ سے زیادہ ہے، اور بلاشبہ اس حوض کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے بھی زیادہ شیرین ہے،جس میں دودھ ملا ہوا ہے، اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں، اور یقینا میں دوسری امتوں کے لوگوں کو اس حوض پر آنے سے اس طرح روکوں گا ، جس طرح کوئی شخص غیر لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض پر آنے سے روکتا ہے ، صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ (اس وقت) آپ ہمیں پہچان لیں گے، آپﷺ نے فرمایا: ہاں میں تمہیں پہچان لوں گا، دراصل تمہاری ایک خاص علامت ہوگی،تمہاری پیشانیاں اور تمہارے ہاتھ پاؤں ، وضو کی نورانیت کے سبب روشن اور چمکدار ہوں گے(مسلم)

3 - ایک اور روایت حضرت انس سے منقول ہے کہ :آپﷺ نے فرمایا: (ترى فيه أباريق الذهب والفضة كعدد نجوم السماء)-

ترجمہ: اس حوض میں سونے چاندی کے آبخورے ہوں گے،(جو اپنی چمک دمک اور)تعداد کے اعتبار سے آسمان کے ستاروں کی طرح دکھائی دیں گے-

4 - ایک اور روایت میں حضرت ثوبان ؓ سے یوں منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ سے اس حوض کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا- "أشد بياضاً من اللبن، وأحلى من العسل يغت فيه ميزابان يمدّانه من الجنة. أحدهما من ذهب والآخر من وَرِق"-

"اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے، اس حوض کو لبریز رکھنے کے لیے دو زور دار پر نالے گرتے ہیں جو جنت (کی اس بند) سے آتے ہیں(جس کا نام بھی کوثر ہے) ان میں سے ایک پرنالہ سونے کا ہے اور ایک چاندی کا"-

حوض کوثر پر کون لوگ آئیں گے اور کون اس سے روکے جائیں گے

کافی ساری احادیث اس بارے میں موجود ہیں کہ کون سے لوگ حوض کوثر پر وارد ہوں گے اور کون اس سے روکے جائیں گے، بخاری مسلم میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللهﷺ نے فرمایا: " ليردن على الحوض رجال ممن صاحبني، حتى إذا رأيتهم، ورفعوا إلي، اختلجوا دوني، فلأقولن: أي رب، أصحابي، أصحابي، فليقالن لي: إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك"

"حوض پر میرے ساتھیوں میں سے کچھ آدمی آئیں گے حتی کہ جب میں انہیں دیکھوں گا اور ان کو میرے سامنے کیا جائے گا تو انہیں مجھ(تک پہنچنے)سے پہلے اٹھا لیا جائے، میں زور دے کر کہوں گا:اے میرے رب!یہ میرے اصحاب ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا، آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئی باتیں نکالیں"۔

بخاری اور مسلم ابی حازم کے واسطے سے سهل بن ساعدیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللهﷺ نے فرمایا: "أنا فرطكم على الحوض، من ورد شرب، ومن شرب لم يظمأ أبداً، وليردن على أقوام أعرفهم ويعرفونني، ثم يحال بيني وبينهم، قال أبو حازم: فسمع النعمان بن أبي عياش وأنا أحدثهم هذا الحديث، فقال: هكذا سمعت سهلاً يقول؟ فقلت: نعم، قال: وأنا أشهد على أبي سعيد الخدري لسمعته يزيد، فيقول: فإنهم مني، فيقال: إنك لا تدري ما أحدثوا بعدك، فأقول: سحقاً سحقاً لمن بدل بعدي"

ترجمہ: "آپﷺ فرماتے تھے کہ میں حوض کوثر پر تم سے پہلے رہوں گا،جو وہاں پہنچنے گا اور جو اس کا پانی پی لے گا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا، میرے پاس ایسے لوگ بھی آئیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہنچاتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ ڈال دیا جائے گا، ابو حازم نے بیان کیا کہ نعمان بن ابی عیاش نے بھی سنا کہ میں ان سے یہ حدیث بیان کر رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ تو نے سہلؓ سے اسی طرح یہ حدیث سنی تھی ؟ میں نے کہا کہ ہاں ، انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو سعید خدریؓ سے یہ حدیث اسی طرح سنی تھی ، ابو سعید اس میں یہ بھی بیان کر تے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں کہوں گا کہ یہ لوگ مجھ میں سے ہیں،نبی کریمﷺ سے اس وقت کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ ﷺ کے بعد انہوں نے کیا تبدیلیاں کردی تھیں؟ میں کہوں گا دوری ہو دوری ہو ان کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلیاں کردی تھیں"۔

اور بخاری کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللهﷺ نے فرمایا: "بينما أنا قائم على الحوض، إذا زمرة، حتى إذا عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم، فقال: هلم، فقلت: إلى أين؟ فقال:

(c) ketabton.com: The Digital Library

إلى النار والله، فقلت: ما شأنهم؟ فقال: إنهم قد ارتدوا على أدبارهم القهقرى، ثم إذا زمرة أخرى، حتى عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم فقال لهم: هلم، قلت: إلى أين؟ قال: إلى النار والله، قلت: ما شأنهم؟ قال: إنهم قد ارتدوا على أدبارهم، فلا أراه يخلص منهم إلا مثل همل النعم"۔

ترجمہ: میں (حوض پر)کھڑا ہوں گا کہ ایک جماعت میرے سامنے آئے گی اور جب میں انہیں پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ)میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ ادھر آؤ میں کہوں گا کدھر؟ وہ کہے گا کہ واللہ جہنم کی طرف،میں کہوں گا ان کے حالات کیا ہیں؟ وہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں(دین سے)واپس پلٹ گئے تھے، پھر ایک اور گروہ میرے سامنے آئے گا، اور جب انہیں بھی پہچان لوں گا تو ایک شخص(فرشتہ)میرے اور ان کے درمیان میں سے نکلے گا، اور ان سے کہے گا کہ ادھر آو، میں پوچھوں گا کہ کہاں؟ تو وہ کہے گا، اللہ کی قسم!جہنم کی طرف، میں کہوں گا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ فرشتہ کہے گا یہ لوگ آپﷺ کے بعد الٹے پاؤں واپس پلٹ گئے تھے، میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچے گا، مگر یہ کہ چوپایوں کی طرح چھوڑ جائیں گے"۔

امام قرطبی اپنی کتاب "التذکرہ"میں مندرجہ بالا احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:علماء اسلام نے حوض سے متعلق احادیث کے بارے میں کہا ہے کہ: وہ تمام لوگ جو دین سے پھر گئے اور مرتد ہوگئے یا جنہوں نے دین میں ایسی بدعتیں پیدا کیں، جن سے خدا تعالی راضی نہیں ہے، اور اس کی اجازت نہیں دی، ان سب کو حوض تک پہنچنے سے روکا جائے گا، اور انہیں وہاں سے بھگادیا جائے گا، لیکن ان کے ساتھ سخت سلوک کیا جائے گا،اور انہیں حوض کی نزدیک جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہوگئے ہیں، اور انہوں نے کوئی اور راستہ اختیار کیا ہے، جیسے کہ خارجی فرقے، گمراہ روافض اور معتزلی جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے، ان سب نے خدا کا دین بدل دیا ہے، اسی طرح وہ ظالم لوگ جنہوں نے بہت زیادہ ظلم و ستم جاری رکھا، اور حق کے آواز دبانے، اور حق کے پیروکاروں کو قتل کرنے، اور انہیں ہراساں کرنے کے اقدامات کیے ، وہ بھی جو کھلم کھلا کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے، اور گناہوں کو کم تر سمجھا ، اور کج روی، بدعت اور خواہشات جیسے مسائل کا شکار ہوئے، ان سب کو بھی حوض کوثر سے بھگا دیا جائے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

واضح رہے کہ اگر انہوں نے صرف اعمال میں کوئی گناہ کیے ہوں ،لیکن صحیح عقیدہ رکھتے ہوں تو ان کو ایک مدت تک حوض سے روکا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے بعد وضو کی روشنی کی وجہ سے جس سے وہ پہنچانے جائیں گے، ان کو حوض تک پہنچنے کی اجازت دی جائے گی، اگر وہ نبیﷺ کے عصر کے منافقین ہوں جو بظاہر ایمان کا اظہار کرتے تھے اور باطن میں کفر کی پیروی کرتے تھے، بظاہر انہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے، پھر ان کی چادریں ہٹا کر ان سے مخاطب ہوں گے، اور ان سے کہا جائے گا:دور ہو جاؤ دور ہوجاؤ۔

یاد رکھیں کہ جہنم میں ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں رہے گا،جن کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہو،اور ہر حق کو ٹھکرا کر باطل کی پیروی کی ہو،(التذکرہ:صحفہ:۳۰۶)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)
سورة الکٰفرون

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ " ۶" آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام "کافرون" اس لیے رکھا گیا ہے، کہ ہمارے رب عزوجل نے اپنے نبی کو ہدایت دی ہے اور حکم فرمایا ہے کہ کافروں کو ایک ایسے پیغام کے ساتھ مخاطب کریں، جو توحید کو متضمن اورشرک سے بیزاری اور مسلمانوں کی عبادت کی آزادی کا اعلان ہو، اس سورت کا نام "الکٰفرون" ہے، جو اس سورت کی ابتدائی آیت سے لیا گیا ہے۔

اس سورہ کی مبارک آیات کے خلاصہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ: دشمن اس مرحلے پر نبی کریمﷺ کے ساتھ کسی قسم کا کوئی سمجھوتہ نہ کرنا چاہتا ہے، مشرکین اس بات کو اپنے لیے مفید سمجھتے ہیں کہ نبیﷺ کو استقامت سے اور سمجھوتہ قبول نہ کرنے سے اور ان کے مذہب اور معبودوں پر مسلسل وار کرنے سے روکیں، اور انہیں لچک پیدا کرنے پر مجبور کریں۔

اس سورت کے دیگر نام

اس سورت کے دوسرے نام یہ ہیں: مُنابَذہ (دشمنی اور جھگڑا) اخلاص، (مشقشقه) شاید اس کا معنی فصیح اور زوردار بیان ہے۔

سورة الکٰفرون اور سورة الکوثر کے درمیان ربطہ

یہ سورة مکہ میں سورة کوثر کے بعد نازل ہوئی، سورة الکوثر میں خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت میں اخلاص کا حکم دیا گیاہے، جبکہ اس سورت میں توحید اور اس دنیا کو وجود بخشنے والے خدا کی عبادت اور شرک سے دوری اور نفرت کرنے کاحکم دیاگیا ہے، تاکہ کفر اور ایمان کے درمیان حد فاصل واضح ہوجائے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة الکٰفرون کے الفاظ، آیات اور حروف کی تعداد

جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں کہ:سورۃ الکافرون مکی ہے، اس کا ایک(۱)رکوع، چھ (٦)آیات، چبیس(٢٦) الفاظ، بیانوے(٩٢) حروف اور چھتیس(٣٦)نقطے ہیں۔

(یادر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورة الکافرون کی فضیلت

سورۃ الکافرون کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: "قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ" اجرو ثواب کے لحاظ سے" قرآن مجید کے ایک چوتھائی حصے کے برابر ہے"(یہ حدیث حسن ہے، البانی نے سلسلۃ احادیث صحیحۃ میں نمبر ۵۸۶ پر ذکر کیا ہے)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرما یا: "کیا ہی اچھا ہے سورہ کافرون اور اخلاص کہ فجر سے پہلے دو رکعتوں میں پڑھی جائیں"۔

ایک حدیث ہے: "عن فروة بن نوفل رضی الله عنه أنه أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله علمنى شيئا أقوله إذا أويت إلى فراشى فقال:اقرأ قل يا أيها الكافرون فإنها براءة من الشرك"(ترمذی)

ترجمہ:فروہ بن نوفل سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی چیز سکھائیں کہ جب بھی میں بستر پرسونے جاؤں تو اسے پڑھوں، رسول اللہﷺ نے فرمایا: "قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ" کیونکہ اس سورت میں شرک سے بیزاری ہے۔

سورت کا سبب نزول

مکہ مکرمہ میں ایک ایسا دور گزرا ہے، جب قریش کے مشرکانہ معاشرے میں رسول اللہﷺ کی دعوت کے خلاف ایک طوفان کھڑا ہوا تھا،لیکن قریش کے سردار اس بات سے کہ نبی ﷺ کو کسی طریقے سے کسی سمجھوتہ یا صلح پر آمادہ کریں نا امید نہیں ہوئے تھے، اس لیے وہ لوگ وقتا فوقتا

(c) ketabton.com: The Digital Library

رسول اللہﷺ کے سامنے صلح اور مصالحت کی مخلتف تجاویز پیش کرتے تھے، تاکہ آپﷺ ان میں سے کسی ایک کو قبول کرلیں، اور ان کے درمیان جو کشمکش اور اختلافات پیدا ہوگئے ہیں وہ دور ہوجائیں، اس بارے میں مختلف روایتیں کتب احادیث میں نقل کی گئی ہیں:

1 - طبرانی اور ابن ابی حاتم ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: قریش نے رسول اللہﷺ سے کہا : ہم تم کو بہت سا مال و دولت دیں گے تاکہ تم مکہ کے سب سے امیر ترین شخص بن جاؤ، ہر اس عورت اور لڑکی سے تمہاری شادی کروادیں گے جو تم چاہو، لیکن شرط یہ ہے تم ہمارے معبودوں کی توہین نہ کرو اور ان کو برا بھلا نہ کہو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو ایک سال تک ہمارے بتوں کی پرتش کرو، نبیﷺ نے فرمایا: میں انتظار کروں گا کہ میرے رب کی طرف سے کیا حکم اور رہنمائی آتی ہے، چنانچہ یہ سورت اور آیت نازل ہوئی،"قُلۡ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ تَاۡمُرُوۡٓنِّىۡۤ اَعۡبُدُ اَيُّهَا الۡجٰهِلُوۡنَ"(سورہ زمر:۶۴)ترجمہ:"کہو اے نادانو!تم مجھ سے یہ کہتے ہوکہ میں غیر خدا کی پرستش کرنے لگوں" (طبری:۳۸۲۲۵)، (طبرانی،معجم الوسیط میں:۲/۶۶،المکتب الاسلامی دارعمارت بیروت) ابو خلف،داود،عکرمہ اور ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔

ابوخلف ایک مجہول شخص ہے اور اس کا استاد داود بھی ضعیف ہے، خاص طور پر جو احادیث وہ عکرمہ سے روایت کرتا ہے، پس اسناد کمزور ترین اور متن باطل ہے، کیونکہ رسول اللہﷺ ایسی پیشکش کا انتظار نہیں فرماتے تھے، جس میں شرک کی دعوت ہو، یہ خبر ابن عباسؓ سے درست نہیں ہے، بلکہ موضوع ہے، (تفسیر شوکانی:۳۰۳۳،تخر یج محقق)۔

2 - عبدالرزاق نے وہب سے روایت کیا ہے کہ: کفار قریش نے نبی کریمﷺ سے کہا: اگر تم پسند کرو تو ہم ایک سال تک تمہاری پیروی کریں گے، اور تم ایک سال ہماری پیروی کرو، تو پھر اللہ تعالٰی نے سورۃ الکافرون نازل فرمائی، عبدالرزاق نے ابراہیم احول اور وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے،مرسل، لیکن جو غلط الفاظ پچھلی حدیث میں تھے وہ اس میں نہیں ہیں، حدیث بغوی میں دیکھیں۔

3 - ابن ابی حاتم نے سعید بن میناء سے روایت کیا ہے: ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن مطلب اور امیہ بن خلف پیغمبرﷺ سے ملاقات کے لیے

(c) ketabton.com: The Digital Library

آئے: انہوں نے کہا: اے محمد! آئیں ہمارے بتوں کی عبادت کریں ہم آپ کے خدا کے عبادت کریں گے، ہم اپنے تمام کاموں میں شریک ہوں گے، اس کے بعد سورۃ الکافرون نازل ہوئی(طبری ۳۸۲۲۶)نے ابن اسحاق اور سعید بن میناء سے روایت کیا ہے(ملاحظہ کریں: لباب النقول فی اسباب النزول، شان نزول سورہ کافرون، بہ تحقیق عبدالرزاق المہدی)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفارنے ایک بار یا ایک مجلس میں نہیں بلکہ کئی بار اور مختلف مجالس و مواقع پر رسول ؐ کوایسی پیشکش کی تھی، اس وجہ سے ضروری تھا کہ ایک مضبوط اور فیصلہ کن جواب دے کر ان کی اس امید کو مایوسی میں تبدیل کردیاجائے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ دین کے معاملہ میں رعایت دینے اور رعایت لینے کی بنیاد پر سمجھوتہ کبھی نہیں کریں گے۔

سورت کا خلاصہ

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ سورت بعثت کے پہلے سال یا دوسرے سال نازل ہوئی، اس سورت میں "کافرون" کا عمومی معنی پیغمبر کے مخالفین یا توحید کے منکرین ہیں، کفار سے مراد حضرت ابراہیم کی نسل سے مشرکین قریش تھے، وہ خود کو ابراہیمؑ کے مذہب کے پیروکار سمجھتے تھے، لیکن انہوں نے اس خالص اور توحیدی مذہب میں بہت سے انحرافات پیدا کئے تھے، یہاں تک ان کے عقائد اور رسوم میں صرف ظاہری مشابہت تھی،حضرت ابراہیمؑ کے دین اور توحید کی روح کا ان میں کوئی اثر موجود نہیں تھا۔

سورہ کافرون کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ مؤمنین کو چاہیے کہ اپنا طرز فکر غیر توحیدی خطوط سے الگ کریں، اور یہ جان لیں کہ مذا ہب اور فرقوں کی ظاہری مماثلت ان کی یکسانیت اور حقانیت کی وجہ نہیں ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ اگر کوئی یہودی، عیسائی، سکھ حتی کہ بعض منحرف اسلامی مذاہب جو خدا اور اس کی عبادت کی بات کرتے ہیں، تو یہ ان کی حقانیت کی دلیل ہو اور خالص محمدی اسلام سے کوئی فرق نہ ہو، کیونکہ توحید کی روح اور خدا ئے واحد کی سچی عبادت ان تحریف شدہ ادیان اور مذا ہب میں سے کسی میں بھی موجود نہیں ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

محترم قارئین

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ؑ نے لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت کی طرف راغب کرنے اور ستاروں، چاند اور سورج کی عبادت سے روکنے کے بعد شرک اور بت پرستی کا مقابلہ کرناشروع کیا، اور نمرود کے ساتھ جس نے خدائی کا دعوی کیا تھا جہاد کا فیصلہ کیا ،(یعقوبی-ج ۱، ۲۳)بالا آخر رب کی طرف سے ان کو حکم ہوا کہ بابل سے فلسطین اور وہاں سے جزیرۃ العرب کی طرف ہجرت کریں، اور مکہ کی سرزمین پر اپنے بیٹے کی مدد سے خانہ کعبہ کی تعمیر کریں، حضرت ابراہیمؑ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں کامیاب ہوئے او ر اپنے بیٹے کے ساتھ ملکر بیت اللہ بنا اور حج کے مناسک ادا کیے ، (یعقوبی : جلد/275)۔

حضرت اسماعیلؑ مکہ میں آباد ہوئے، اور وہاں کے ایک قبیلے میں شادی کی، اور ان کی اولاد اور بچے جزیرہ نما عرب میں رہنے لگے، یہاں تک کہ خانہ کعبہ کی نگرانی عمرو ابن لحیی کو ملی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ عمرو ابن لحیی کی زندگی میں ایک وقت ایسا آیا کہ اس نے توحید سے پیچھے ہٹ کر خانہ کعبہ کو بت خانہ بنادیا ، عربوں نے اس کی پیروی کی ، اس طرح جزیرۃ العرب میں بت پرستی نے خدا پرستی کی جگہ لے لی، عرب میں زمانہ جاہلیت کی اصطلاح اسی وقت سے شروع ہوئی ، اگر چہ پیغمبر اسلام کے تمام آبا و اجداد موحد تھے، اور عربوں کو توحید کی طرف بلاتے تھے، لیکن اس دعوت نے ان میں کوئی رجحان پیدا نہیں کیا۔

شرک و بت پرستی عربوں کے طرز عمل، منشا ء اور اعمال کی بنیاد بن گئی جس کا عبدالمطلب کے دور اقتدار میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، زنا اور عصمت فروشی کے پھیلاؤ کی وجہ سے عبدالمطلب نے زنا کرنے والوں کے لیے حد مقرر کی ، اور بعض طوائفوں کو نکال دیا، (یعقوبی : جلد/363)۔

کچھ بدعات قبیلہ قریش نے زائرین کعبہ کےلیے ایجاد کی تھیں جنہیں عربوں نے قبول کیا تھا ان میں یہ بات بھی تھی کہ حاجی اپنے پہلے طواف کے لیے احرام کا لباس قریش سے خریدیں، ورنہ وہ کعبہ کا برہنہ طواف کریں ، (یعقوبی: جلد/336)۔

یہ بدعت قریش نے دوسروں پر اپنے استحقاق کو بڑھانے کے لیے لگائی تھی ، اسی طرح حج کے مراسم انجام دینے کا طریقہ اور اپنے خیموں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی شکل تمام عربوں سے مختلف رکھی تھی، البتہ یہ تمام بدعات قبول کی گئیں، اور عربوں نے ان قوانین کے خلاف کوئی مزاحمت نہیں کی نہ ہی انہوں نے کوئی حساسیت دکھائی۔

برہنہ حالت میں خانہ کعبہ کا طواف اس قدر پھیل چکا تھا کہ عربوں کو معمولی سی چیز لگتی تھی، اور مجبورا عبد المطلب کو اس پر پابندی لگانا پڑی۔

ظہور اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں کی عادات، رسم و رواج میں سے ایک عادت تھی لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جنگ کی حالت میں ان کی لڑکیاں دوسرے قبائل کی قیدی اور لونڈیاں بن جائیں، اور قبیلے کی نسل اور خون کی پاکیزگی ختم ہوجائے، اس جرم کی انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی، اگرچہ یہ قتل ظلم کی انتہا ہے، اور عربوں کی جہالت کا واضح ثبوت ہے، بلکہ عورتوں پر عربوں کے مظالم صرف اس فعل تک محدود نہیں تھے، بلکہ مرد بیوہ عورتوں سے نکاح کرتے تھے تا کہ ان کی جائیداد اور اولاد کو قبضے میں لے لیں، پھر ان عورتوں کو چھوڑ دیتے تھے،(سورہ نساء آیۃ :۱۹)

عرب کی جہالت کی ایک اور علامت یہ تھی کہ ان کے درمیان اختلافات کو مذاکرات اور سمجھوتہ کے ذریعے حل نہیں کیا جاتا تھا، وہ مسلسل جنگ و جدال کے ذریعے اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرتے تھے، اسی لیے ان کی دشمنی کبھی ختم نہیں ہوتی تھی، بلکہ اوس اور خزرج کے دو مشہور قبیلے مدینہ میں کئی سالوں سے ایک دوسرے سے برسر پیکار تھے (یعقوبی:ج ۱،۳۹۵) اسلام کا ظہور اور نبیﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت ان کے درمیان سو سال سے زائد جاہلانہ جنگوں کے خاتمے کا سبب بنی ۔

نبیﷺ کی جوانی میں ہی خانہ کعبہ سیلاب کی وجہ سے خراب ہوگیا، اور پھر دوبارہ تعمیر کیا گیا، اس وقت قریش کے سردار اور رہنما اس بات پر کسی معاہدے پر نہیں پہنچ سکے تھے کہ حجر اسود کو اس کے اصل مقام پر کونسا قبیلہ نصب کرےگا، اس لیے سب نے خون کے آخری قطرے تک لڑنے کی قسم کھائی، کہ اپنے قبیلے کی عزت کا دفاع کریں ۔

ان رویوں کی شدت اور تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ بعض روایات جو عربوں نے نسل درنسل قائم رکھی تھیں اور ان کا احترا م کرتے تھے، بعض اوقات ان کی خلاف ورزی ہوتی تھی، مثلا جنگ اور لوٹ مار سال کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

چار مہینوں میں حرام تھی،بعض اوقات عرب جنگ شروع کرنے کے لیے ان چار ماہ کی تاخیر کرتے تھے، تاکہ وہ اپنے مقاصد حاصل کرسکیں،اس عمل کو نَسیئ کہتے تھے،جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، (طبری:۸۳۸)

مہذب لوگوں کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی ادارہ یا رسم ان کے طرز زندگی میں ظاہر ہوجائے جو ان کے رابطوں میں آسانی پیدا کرے، یا ان کی ثقافت حاصل کرنے کا سبب بنے، تو ایسے ادارہ کی نہ صرف حفاظت کریں گے، بلکہ اس کی تعمیر و ترقی بھی بھرپور کریں گے، قصی ابن کلاب نے جب خانہ کعبہ کی ذمہ داری سنبھالی تو اس کے اقدامات میں سے ایک یہ تھا جو قبیلہ قریش کو شان و شوکت میں لایا، کہ قریش کے لیے دارلندوۃ بنایا، تا کہ جب بھی قریش کو کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو تو دارلندوۃ میں جمع ہوجائیں ، اور مشورہ و بحث مباحثہ کر کے فیصلہ کریں، دارلندوہ قریش کے لیے مجلس شوری کی حیثیت رکھتا تھا،جس کے قیام سے قصی نے قریش کے درمیان باہمی افہام و تفہیم اور تعاون کے کردار کو فروغ دینے کا ارادہ کیا تھا، اور مختلف گروہ اس کے ذریعے اپنے اختلافات کو بحث و مباحثہ اورتبادلہ خیال کے ذریعے حل کریں۔

قریش قبائل میں نہ صرف تعاون اور اتحاد کا جذبہ نہیں تھا، بلکہ ان کے اندرونی اختلافات بھی ختم نہیں ہوتے تھے، قصی کی اولاد کے درمیان اختلافات اس وقت شدت اختیار کرگئے جب انہیں خانہ کعبہ کی سیادت ملی، اور بنی عبدالدار اور بنی عبد مناف نے اپنے حق حاصل کرنے کے لیے آخری بندے تک لڑنے کی قسم کھائی، جب امیہ نے اپنے چچا ہاشم سے مخالفت اور مقابلہ کرنا شروع کیا تو اختلاف بحث و مباحثہ سے بلکل بھی حل نہیں ہوا، اور دارلندوہ ان کے اختلافات رفع کرنے کا ذریعہ نہ بن سکا،جس وقت قریش کے زعماؤ اور رؤساء مشاورت کے لیے دارلندوہ میں جمع ہوئے وہ وقت نبیﷺ کی بعثت کا زمانہ تھا، اور وہ بھی اس لیے کہ نبیﷺ کو ختم کرنے کے لیے ایک متحدہ مؤقف اپنائیں، بالآخر انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ قریش کے ہر قبیلہ میں سے ایک نوجوان منتخب کیا جائے، اور یہ سب کے سب اکھٹے رات کو نبی کریمﷺ کو ختم کرنے کے لیے شب خون ماریں، اور نبیﷺ کو قتل کردیں، اس صورت میں بنی ہاشم قریش کے تمام قبیلوں سے انتقام نہیں لے سکیں گے، اور ان کو مجبورا ان تمام خون کے سامنے ہتھیار ڈالنا ہوں گے، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ہر سال جزیرہ نمائے عرب کے تمام حصوں سے عرب مکہ مکرمہ میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کعبه کی زیارت کے لیے جاتے تھے، زائرین کا استقبال اور ان کی فلاح و بہبود کعبه کے ذمه داریوں میں سے ایک تھی،قصی کے زمانے کے عہدوں میں سے رفادت، یعنی حاجیوں کو کھانا کھلانا اور سقایت، یعنی ان کے لیے پانی مہیا کرنا تھا ۔

جب ہاشم خانه کعبه کا سربراه بنا تو اس نے اپنی تمام دولت اسی راه میں خرچ کردی، اور قریش کو بھی اس خدمت کی مسلسل ترغیب دی، عبدالمطلب بھی خانه کعبه کے سربراہی میں پہنچ کر اس راستے پر چلے، اور ان کا دسترخوان اتنا وسیع تھا که پرندے اور مویشی بھی اس سے مستفید ہوتے تھے، مگر بعد کے قریش نے نه صرف یه خدمات فراہم نہیں کیں، بلکه طواف کرنے والوں کے لیے خوراک اور لباس سمیت مشکل حالات پیدا کیے، یه صورت حال ظہور اسلام تک جای رہی، دین اسلام کے ظہور کے بعد اور ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کے پھیلاؤ اور اس کی طرف متوجه ہونے کا دائره وسیع ہوتا گیا، قریش کے سرداروں نے رسول اللهﷺ کی بڑھتی ہوئی پیشرفت کا مشاہده کیا اور اس دین کی طرف لوگوں کی توجه خاص طور پر مکه کی اہم شخصیات جن کا اثر و رسوخ تھا اس نئے توحید سے بھرپور دین کی طرف میلان کا مشاہده کیا، تو پیغمبرﷺ کو پیشکش کی که اسلام اور ان کے انحرافی عقائد کے درمیان مماثلت کو دیکھتے ہوئے پیغمبرﷺ اور مسلمانوں کو کفار کے اجتماعی او رشرک آمیز مذہب کو قبول کرنا چاہیے، اگر پیغمبر ﷺ کفار کا دین قبول کرتے ہیں، تو وه بھی دین اسلام قبول کرلیں گے یہی وه وقت تھا جب سوره کافرون نازل ہوئی اور اعلان کیا که قریش کے مشرکانه عقائد اور اسلام کے توحید پر ستانه عقائد میں کوئی چیز مشترک نہیں ہے، اس سورت کے نزول کے بعد رسول اللهﷺ مسجد حرام تشریف لائے اور واضح طور پر اپنا موقف یوں بیان فرمایا: میں تمہارے دین کا کبھی پیرو نہیں تھا اور نه کبھی اس کی پیروی کروں گا، جیسا که تم لوگوں نے کبھی بھی خالص توحید کی پیروی نہیں کی ہے، میرا دین میرے لیے ہے، اور تمہارا دین تمہارے لیے، ان دونوں میں کوئی مشترکات نہیں ہیں۔

اس سورت کے عمومی لہجے سے یه بات واضح ہوتی ہے که اس سورت کے نزول کے وقت مسلمانوں کی ایک تعداد کفار کے مقابلے میں اقلیت میں تھی، اور رسول اللهﷺپر ان کی وجه سے سخت تنگی اور دباؤ تھا، اس وجه سے کفار چاہتے تھے که پیغمبر اسلام پر مزید دباؤ بڑھائیں، تاکه اس کے نتیجے میں رسول اللهﷺ ان کے ساتھ سمجھوته کرنے پر مجبور ہوجائیں،لیکن پیغمبرﷺ ایک فیصله کن اور قطعی جواب کے ساتھ کفار کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

سامنے ڈٹ گئے اور کفار کو منہ توڑ اورا ٹل جواب دیا ، ایسا جواب جس نے کفار کے لیے کسی قسم کے سمجھوتے اور سودے بازی کا دروازہ کھلا نہیں رکھا، ایسا جواب جسے سن کر کافر مایوس گئے، پیغمبرﷺ جنگ کی بات نہیں کرتے تھے ، بلکہ اپنی مزاحمت اور طاقت کو آسمانی نطق سے ان پر واضح کرتے تھے، اس سورت میں نبیﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ کفار مکہ کے مذہب سے اپنے ناگواری کا کھلے عام اظہار کریں ، اور انہیں بتا دیں کہ تم لوگ بھی آپﷺ کے دین کو نہیں مانتے ، لہذا نہ آپﷺ دین سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، اور نہ ان کے دین آپﷺ کو اپنا گرویدہ بنا سکتا ہے، پس کفار کو نبیﷺ کی سمجھوتہ سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہونا چاہیے۔

یہ تمام مسلمانوں کے لیے ایک مثال ہے کہ وہ دین اور اسلام کی بنیاد پر اپنے دشمنوں سے کبھی سمجھوتہ نہ کریں، اور جب بھی ان کی طرف سے ایسی خواہش کی جائے تو ان کو مکمل طور پر مایوس کردیا جائے، خاص طور پر اس سورت میں دو مرتبہ اس معنی پر زور دیا گیا ہے،کہ: "میں تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کروں گا"، اس طرح دوسری بار تاکید ہوئی ہے کہ: "تم ہرگز میرے معبود خدائے واحد کی عبادت نہیں کروگے"یہ ان کی ضد کا ثبوت ہے، تو نتیجتا: "میرے لیے میرا دین توحید ، تمہارے لیے تمہارا بوسیدہ اور شرک سے آلودہ دین"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورة الكٰفرون

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ﴿۴﴾ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ٪﴿۶﴾

سورت کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاهوں الله کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاهے
قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ﴿۱﴾	کهدے اے کافرو!
لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۲﴾	میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو
وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ﴿۳﴾	اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں
وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ﴿۴﴾	اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی
وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ؕ﴿۵﴾	اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں
لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ﴿۶﴾	تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"یٰۤاَیُّہَا" :الا، اے ، جی ہاں، "الۡکٰفِرُوۡنَ" یقین نہ رکھنے والے،"لَاۤ اَعۡبُدُ" میں عبادت نہیں کرتا،"ما" جس کی"تَعۡبُدُوۡنَ"تم عبادت کرتے ہو،"عٰبِدُوۡنَ"عبادت کرنے والے، عبادت گزار،"ما"اس کی، بمعنی"ما" موصولہ "الذی" یا بمعنی"من"،خدا (شمس:۵اور۶)"عَبَدۡتُّمۡ" تم نے عبادت کی۔

توجہ: مکہ کے کافر رہنماؤں کے ایک گروہ سے خطاب ہے، جن کے بارے میں اللہ تعالٰی جانتا تھا کہ وہ کبھی ایمان نہیں لائیں گے، "لَاۤ اَعۡبُدُ مَا

(c) ketabton.com: The Digital Library

تَعۡبُدُوۡنَ" "لَآ" جب فعل مضارع پر آتا ہے تو اسے مستقبل کے معنی میں کردیتا ہے، یعنی:میں تمہارے ان بتوں کی کبھی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو،(اعراب القرآن درویش...)"لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ" آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! ہمارے اور تمہارے معبود بھی الگ الگ ہیں، اور عبادت بھی مختلف ہے،(ملاحظہ کریں:یونس آیت :۱۳)شعراء آیت:۲۱۶

تفسیر:

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَۙ‏ ○۱	کہدے اے کافرو!

"قل" کہدو،کس سے کہو؟ واضح ہے کہ کافرو ں سے کہدو، معلوم ہوتا ہے کافروں نے نبیﷺ سے کچھ کہا ہے، کہ لفظ"قل" استعمال ہوا ہے،لیکن یاد رہے کہ قرآن مجید کے دوسرے مواقع میں جہاں لفظ "قل" آیا ہے یہ نہیں کہا جاسکتا ، یعنی: کہ اس سے پہلے کوئی بات کہی گئی ہے، بلکہ قرآن کریم کی دوسری آیات کے مفہوم پر دھیان دینا چاہیے۔

لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَۙ‏ ○۲	میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو

رسول اللهﷺ خوبصورت انداز اور عزم جزم کے ساتھ ان کے جواب میں فرماتے ہیں: "میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو" ان بتوں کی ہرگز پرستش نہیں کروں گا جن کی تم پرستش کرتے ہو، میں تمہارے خداؤں اور معبودوں سے بیزار ہوں، ایسے جھوٹے خدا جو عبادت کرنے والوں کو نہ فائدہ پہنچا سکتےہیں اور نہ ہی نقصان ، اور نہ کسی مصیبت کو رفع کرسکتے ہیں ۔

اس آیت مبارکہ کے مفہوم میں وہ تمام معبود شامل ہیں جن کی کفار اور مشرکین نے عبادت کی ہے یا کرتے ہیں، خواہ وہ فرشتے ہوں، جن ہوں، انبیاء ہوں، اولیاء ہوں، زندہ یا مردہ انسانوں کی روحیں ہوں، سورج اور چاند ہوں، سیارے اور ستارے ہوں، جانور ، درخت، سمندر، بت، خیالی معبودوں کے مجسمے ہوں، یا دوسرے معبود ہوں۔

اس آیت کے سیاق سباق سے واضح ہوتا ہے کہ کفار نے پیغمبرؐ کو دعوت دی تھی کہ: اے پیغمبر!ہمارے بتوں کی پرستش کرو، جس کی ہم پرستش کرتے ہیں، ان کی عبادت کرو،لیکن جیسا کہ ہم نے کہا!اس دعوت کو رسول اللهﷺ نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

پورے عزم کے ساتھ رد کردیا، اور آپﷺ نے جواب میں فرمایا: میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو، واضح ہے کہ کفار کی درخواست کا رد کیا گیا ہے، کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا ہے کہ نہیں، میں تمہارے بتوں کی عبادت نہیں کرتا۔

آیت مبارکہ: "لَآ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ"سے واضح ہوتا ہے کہ : اتحاد کے نام پر اصولوں اور اقدار سے انحراف نہیں کرنا چاہیے۔

وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ ۳	اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں

تم اس کے بھی پرستار نہیں ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، یعنی تم اس سچے خدا کی عبادت نہیں کروگے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، جو واحد اور اکیلا ہے،میں سچے خدا یعنی رب العالمین کی عبادت کرتا ہوں اور تم پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے ہو، خدا ئے رحمان کی عبادت اور خواہشات اور بتوں کی عبادت میں بہت فرق ہے۔

آیت کے مفہوم سے کفار کے دو پیشکشیں ظاہر ہوتی ہیں: (۱) نبی کریمﷺ سے کہتے ہیں: اے پیغمبر آؤ ہمارے بتوں کی عبادت کرو (۲) ہم بھی تمہارے خدا کی عبادت کریں گے۔

چنانچہ اس آیت کے مفہوم سے واضح ہوا کہ کفا ر نے کہا اگر تم ہمارے بتوں کی عبادت کرو تم ہم اس کے بدلے میں تمہارے خدا کی عبادت کریں گے یہ ایک سمجھوتہ والی تجویز تھی جو رسول اللهﷺ کے سامنے رکھی گئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ: وہ کہتے ہیں کہ آؤ ہم سب مشرک بن جائیں، ایک ہوجائیں۔

پہلا: کفار نے کہا: ہم دونوں ، دونوں کی عبادت کریں گے، بتوں کی پوجا کریں گے اور خدا کی بھی ۔

دوسرا: کفار نے کہا: اے پیغمبر ! مثال کے طور پر ایک سال آپ آئیں ہمارے بتوں کی عبادت کریں اور اگلے سال ہم آکر آپ کے خدا کی عبادت کریں گے۔

لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا: پیغمبر اسلام نے کفار کے ان دونوں سمجھوتوں کو پوری قوت کے ساتھ ردکردیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴	اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی

یہ تاکید ہے کفار کی پچھلی کوشش برائت پر، اور کافروں کی امید کو ختم کردیتی ہے، اس لیے کہ آپؐ نے فرمایا: نہ ابھی، نہ مستقبل میں کبھی بھی میں ان بتوں کی پرستش نہیں کروں گا، جب تک زندہ ہوں ہر گز تمہارے بتوں کی عبادت نہیں کروں گا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ! یہ تجاویز اس وقت نبی کریمﷺ کو پیش کی گئیں، جب وہ اپنی طاقت سے کچھ کر نہیں سکے، پھر انہوں نے یہ تجاویز پیش کرنا شروع کیں سمجھوتہ کرنے کے لیے لیکن یہاں خوبصورت نکتہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ واضح طور پر فرماتے ہیں کہ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو، "لَآ اَعْبُدُ"یعنی: نہ ابھی نہ آیندہ، میں کبھی بھی ان کی عبادت نہیں کروں گا، غور کریں لفظ مضارع کا استعمال ہوا ہے کہ نہ ابھی ، نہ مستقبل میں تمہارے بتوں کی پوجا کروں گا۔

مکمل طور پر مسترد جواب نے بحث و مباحثہ اور سمجھوتہ کی ہر صورت کو پوری قوت اور مضبوطی کے ساتھ ختم کردیا،رسول اللہﷺ کو یہی کہنا چاہیے تھا، کہ میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو، اور تم عبادت نہیں کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، پیغمبر ؑ نے یہ نہیں کہا: "مَا تَعْبُدُوْنَ" بلکہ کہا:

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵	اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں

یعنی:تم مستقبل میں بھی میرے خدا کی عبادت نہیں کروگے۔

دیکھیں: "عبادت کرنے والے" کا تعلق کس سے ہے؟ اس کا تعلق حال سے ہے،"عبادت نہیں کروں گا" کا تعلق کس سے ہے؟ حال اور مستقبل دونوں سے ہے، کیا مضبوط اور خوبصورت بیان ہے۔

پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں: میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو، میں مضبوط اصولوں کی بنیاد پر یہ بات کہتا ہوں، اس لیے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی ، لیکن تمہاری عبادت نہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، ابھی تم عبادت نہیں کرتے ہو لیکن آنے والے وقت میں اپنے دین کی بے بنیادیت کا احساس ہوسکتا ہے،(یہ اظہار بیان کی ایک پختہ قسم ہے)

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں"اصلا" اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو، لیکن تم "فعلا" ابھی عبادت نہیں کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں،لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ نبی کریمﷺ اس بحث و مباحثہ میں کافروں کے لیے ایمان لانے کا دروازہ بند نہیں کرتے، کفار کے لیے اسلام کی طرف واپسی کے راستے کھلے چھوڑ دیتے ہیں،لیکن بتوں کی پوجا کی طرف اپنا راستہ مکمل طور پر بند کردیتے ہیں، اور اپنی پوری قوت سے اعلان کرتے ہیں کہ: میرے لیے بت پرستی کرنا ممکن نہیں ہے،لیکن تم پر واپسی کا دروازہ بند نہیں ہے، ابھی "فعلا" جس کی میں عبادت کرتا ہوں تم نہیں کرتے ہو۔

کفار کو قرآن عظیم کے لطیف بیان پر توجہ دی جانی چاہیے جو کہتا ہے:

1 - جس کی تم عبادت کر رہے ہو اس کی بنیاد کمزور ہے، بے بنیاد اور غیر منطقی ہے، تم اپنے آپ میں تبدیلی لا سکتے ہو، لیکن میں جس کی عبادت کرتا ہوں ، وہ ایک مضبوط بنیاد پرمبنی ہے، جو ناقابل تغیر ہے، جسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا - "وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ"میں اس کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو۔

2 - تم ماضی میں بھی بہت ساری چیزوں کی پوجا کرتے تھے، لیکن میں تمہارے ماضی کو بھی نہیں مانتا، ماضی میں بھی میں تم میں سے نہیں تھا، اور نہ ہی بت پرست تھا۔

اس آیت کے لطیف مفہوم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کریمﷺ پیدائش سے توحید پرست تھے، یہ نہیں کہا کہ:میں اب سے نہیں ہوں، یعنی: پہلے بھی نہیں تھا، اب بھی نہیں ہوں،مکمل طور پر فرماتے ہیں "وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ:

"میں اس کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جس کی تم پہلے عبادت کرتے تھے" میں تم لوگوں سے بلکل مختلف ہوں، اور بنیادی طور پر تم لوگوں سے کوئی وجہ مشترک نہیں ہے مجھ میں، نہ پہلے تھی اور نہ آیندہ کی،تمہاری نظر یاتی بنیاد کمزور ہے،جس کی کوئی اصل نہیں ہے،تمہارے پاس تمہاری دعوت کی کوئی بنیاد اور اصل نہیں ہے، تمہاری دعوت کی جڑیں کھوکھلی اور غیر منطقی اور ناقابل قبول ہیں ۔

محترم قارئین:

اگر پوچھا جائے کہ شرک اور اسلام کی سرحد کیا ہے؟ واحد منطقی جواب جو موجود ہے اور ہم پوری قوت سے کہ سکتے ہیں کہ اسلام اور کفر کے

(c) ketabton.com: The Digital Library

درمیان سرحد "عبادت " ہے، یہاں تک کہ کفار نے بھی کفر اور اسلام کے درمیان سرحد "عبادت" سمجھا، یعنی خدا پرستی اور غیر خدا پرستی میں ، اس لیے ان کے سمجھوتے کی تجویز کے اصول کو اس کے مطابق فارمولے بنائے، جو لوگ خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ مشرک نہیں ہوتے ،لیکن جب غیر اللہ کی عبادت کی جائے تو مذکورہ شخص مشرک ہوگا، مشرکین کی دعوت کی بحث بھی عبادت تھی، کہ ہم تیرے خدا کی عبادت کریں گے، تو آپﷺ آؤ ہمارے خدا کی عبادت کرو۔

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۠ ﴿٦﴾	تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین

لیکن رسول اللہﷺ نے جواب پوری وضاحت کے ساتھ دیا ، اور آپ ﷺ نے سختی سے فرمایا کہ ہم اپنے دین کی بنیادی باتوں میں کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے،تم اپنا شرک رکھو، میں اپنے توحید کے ساتھ رہوں گا، میرا دین الگ ہے تمہارا دین الگ ہے، میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرنے والا نہیں ہوں اور تم میرے معبود کی پرستش کرنے والے نہیں ہو، میں تمہارے معبودوں کی عبادت کر ہی نہیں سکتا، اور نہ تم اس بات پر آمادہ ہو کہ میرے خدا کی عبادت کرو، اس لحاظ سے میرا اور تمہارا راستہ کبھی بھی ایک نہیں ہوسکتا ، آیت مبارکہ کفار کی عبادت سے بیزاری کی انتہاء کا اظہار کرتی ہے، اور صرف اللہ کی عبادت کی تاکید کرتی ہے۔

مفسرین نے کہاہے کہ: پہلے دو جملوں سے مراد یہ ہے کہ ہمارے اور تمہارے معبود کے مفہوم میں مکمل اختلاف ہے، کیونکہ مشرکین کے معبود سے مراد بت ہے، اور محمدﷺ کے معبود سے مراد خدائے رحمان ہے، نہ ہمارا معبود ایک ہے اور نہ ہماری عبادت۔

ایک اصول کو فراموش نہیں کرنا چاہیے، وہ یہ ہے کہ دین میں سودے بازی نہ کرو ، دشمن کے ساتھ کوئی سازش اور سمجھوتہ نہ کرو، اور غلط تجاویز کے تکرار کے خلاف اپنے موقف کا اعادہ کرو ، واضح رہے کہ قرآن کریم میں بعض مواقع پر تکرار تاکید کے لیے ہے،جیسے: " كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾"(تکاثر:۳،۴) "فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾"(مدثر:۱۹،۲۰)

(c) ketabton.com: The Digital Library

تو اس سورت مبارکہ میں بھی تکرار تاکید کے لیے ہوسکتی ہے، تاکہ مشرکین مسلمانوں کے سر تسلیم خم کرنے سے مایوس ہو جائیں، اور یہ مؤمنین کے لیے استقامت کی تلقین کے لیے ہو، تاکہ اپنے مؤقف پر ثابت قدم رہیں۔

نیز اس آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کےلیے ایک بہت بڑا سبق ہے کہ دین کے اصولوں میں کسی قسم کے سمجھوتہ کی گنجائش نہیں ہے، عبادت ہمارے دین کا بنیادی حصہ ہے ، یہ ہمارے دین کی سرحد ہے، میرا دین کیا ہے؟ توحید،تمہارا دین کیا ہے؟ شرک ، توحید اور شرک جمع نہیں ہوسکتے ، اگر میں تمہارے بتوں کی عبادت کروں تو مشرک ہوجاؤں گا، اپنے دین پر قائم نہیں رہ سکوں گا، اگر تم لوگ اپنے بتوں کے ساتھ ساتھ میرے خدا کی عبادت کرو گے تو پھر بھی مشرک ہی رہو گے، اگر اپنے بتوں کو چھوڑ کر میرے رب کی عبادت کروگے تو موحد بن جاؤ گے، پھر یا تو موحد ہونا چاہیے یا مشرک ، دونوں بیک وقت نہیں ہوسکتے، میری اور تمہاری عبادت میں تطبیق پیدا کرنا نا ممکنات میں سے ہے۔

یہ ایک اعتقادی بحث ہے، اور ہمارے لیے ایک اعلان ہے اس مخصوص مرحلے اور مسلمانوں کے لیے رسالت کے انکشاف کے مواقع پر : کہ تمہیں دین کے اصولوں پر سمجھوتہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، خدا کی عبادت توحید کا اصول ہے ہمیں اس پرسمجھوتہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، نبیﷺ نے اعلان کیا کہ سمجھوتہ کرنا ممکن نہیں "لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ" ۔

عقیدہ کی بنیادی باتوں اور اصولوں میں سمجھوتہ کی کوئی جگہ نہیں ہے

اس سورہ میں عقیدہ کے بنیادی اور اصولوں میں عدم سمجھوتہ کا اعلان اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہم توحید کی بنیادی باتوں اور اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کر سکتے، فروعی مسائل میں درگذر کرسکتے ہیں، اگر کسی حالت میں ایسی شرائط ہوں جس میں مفادات کا تقاضا ہو کہ ہم نرمی اختیار کریں ،لیکن حق کے اصولوں سے پیچھے ہٹنے کا اختیار نہیں رکھتے ۔

پیغمبر اسلام کی طرف سے بتوں کی عبادت کی نفی کی تکرار کیوں ہے؟

رسول اللہﷺ نے بت پرستی کی نفی کو کیوں دہرایا، اس بارے میں س بعض مفسرین کا خیال ہے کہ: یہ تکرار مشرکین کی مکمل مایوسی پر زور دینے اور ان کے راستے کو اسلام سے الگ ثابت کرنے کے لیے ہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

توحید اور شرک کے درمیان سمجھوتہ نہ ہونے کا اثبات ہے، دوسرے لفظوں میں وہ لوگ حضورﷺ کو شرک کی طرف دعوت دینے پر اصرار کرتے تھے، اور دہراتے تھے، قرآن عظیم نے بھی ان کے رد کو دہرایا۔

ایمان اور کفر کی اصطلاح

جیسا کہ آپ جانتے ہیں ایمان اور کفر دو متضاد عقائد ہیں ان کے بارے میں جاننا انتہائی اہم اور ضروری ہے، ایمان کی تعریف میں علماء فرماتے ہیں: ایمان سے مراد اللہ رب العزت کا دین ہے، وہی دین جو اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر نازل کیا، اور اسی کے لیے مخلوق کو پیدا کیا اور دینداروں کو دنیا میں ہدایت دی اور آخرت میں ان کو سکون اور سلامتی عطا فرمائی، جیسا کہ رب تعالٰی فرماتے ہیں: "اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝۸۲ع" (سورہ انعام آیت:۸۴)

ترجمہ: "وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں"۔

اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: "اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۝۰ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" ترجمہ: "اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انہیں اندھروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے"

علماء کا مزید کہنا ہے کہ اللہ تعالٰی کے دین کو اپنی رضامندی کے ساتھ قبول کرنا، اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ایمان ہے، در حقیقت ایمان: زبان سے کہنا، دل سے ایمان لانا اور اعضاء سے عمل کرنا ہے جو اطاعت سے بڑھتا ہے، اور گناہ سے گھٹتا ہے، پس وہ شخص وہ شرک سے چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہوجاتا ہے اس سے ایمان کا نام سلب نہیں ہوتا، اور دوسری طرف اس کو کامل مؤمن بھی نہیں کہا جاتا، بلکہ وہ مؤمن ہے لیکن ناقص الایمان۔

اسی طرح ایمان کی تعریف میں مزید اضافہ کرتے ہیں کہ: ایمان اسلام کا نظریاتی پہلو ہے،جس کا آغاز سوچ اور استدلال سے ہوتا ہے، دل کے ساتھ یقین اور زبان کے ساتھ اس کا اظہار اور عمل میں جاری ہوتا ہے، قرآن کریم ایمان کی تعریف میں کہتا ہے: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَالۡكِتٰبِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ‌ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓـئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا۱۳۶"

ترجمہ: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ایمان لاؤ الله پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور ان کتابوں پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کیں، اور جو شخص الله کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت (کے ساتھ)کفر کرے تو یقینا وہ گمراہ ہوا، بہت دور گمراہ ہونا"۔

ایمان کی تعریف میں بعض اہل علم کہتے ہیں کہ: ایمان انسان کی روحانی چیزوں سے آخری لگاؤ ہے جو اس کے لیے مقدس ہیں اور اس کے لیے محبت اور ہمت دکھانے کے لیے تیار ہیں۔

قرآن کریم کے دو بازو ہیں: علم اور عمل ، خالی علم ہو تو اس کو کفر کے ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے، اور صرف عمل ہو تو یہ نفاق کے ساتھ منسلک ہوسکتا ہے،مسلمان دانشوروں کے درمیان ایمان کی حقیقت کے بارے میں تین نظریات ہیں:

1 - "اشاعرہ" کے نزدیک ایمان: خدا کے وجود ، اور اس کے پیغمبروں اور نواہی کی تصدیق ہے۔
2 - "معتزلہ"کے نقطئہ نظر سے ایمان کا مطلب ہے ان فرائض اور ذمہ داریوں پر عمل کرنا جس کا خدا نے ہمیں حکم دیا ہے ۔
3 - ایمان: دنیا کی حقیقتوں کے بارے میں علم اور معرفت ، اور اس طرح سے روح کا کمال ہے،لیکن عرفا کے ایمان کا مطلب ہے خدا کی طرف رجوع کرنا اور خدا کے علاوہ ہر چیز سے منہ موڑنا۔

کفر:

کفر سے مرا دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کرنا، یا دین اسلام کو چھوڑنا، اور خدا تعالی کے دین کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اختیار کرنا ہے،خواہ وہ تکبر یا ضد سے ہو یا گذرے ہوئے آباد و اجداد کے ساتھ تمسک کی بناء پر، یا مال و دولت ، مقام و مرتبہ کی لالچ کی وجہ سے،

الکفر: لغت میں کسی چیز کو چھپانا یا مخفی رکھنا ہے، اور شریعت کی اصطلاح میں کفر سے مراد: "ضد اور رسول پر ایمان نہ لانا، قطع نظر اس کے کہ یہ عدم ایمان تکذیب کے ساتھ ہو، یا شکوک و شبہات کے ساتھ ، یا

(c) ketabton.com: The Digital Library

حسد اور تکبر کی وجہ سے اس سے منہ موڑنا ہو، یا خواہشات کی پیروی کی وجہ سے ہو جو رسالت کی پیروی میں رکاوٹ ہو، تو کفر اس شخص کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ چیزوں میں سے جو اس تک پہنچادی گئی ہیں ان کا انکار کرے، اس سے قطع نظر کہ یہ انکار دل سے ہو، نہ کہ زبان سے، یا زبان سے ہو دل سے نہیں، یا دونوں سے ہو، یا کوئی ایسا نص صریح موجود ہو کہ اس کام کو کرنے والا اسلام سے خارج ہوتا ہے(ملاحظہ فرمائیں:مجموعہ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ:۱۲/۳۳۵ اور الاحکام فی اصول الاحکام ابن حزم:۱/۴۵) ۔

ابن حزم نے "کتاب الفصل" میں کہا ہے:کسی ایسی چیز کا انکار کرنا (جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور) اس کے تصدیق کے بغیر ایمان حاصل نہ ہو تو کفر ہے، اور ہر اس چیز کا تلفظ کرنا جو دلیل سے اس کا تلفظ کفر ہو تو وہ کفر ہے، اور ہر اس عمل کا انجام دینا جس کے کفر پر دلیل موجود ہوتو وہ کفر ہے ۔

اور آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کفر:

یعنی:شیطان کا دین جو دنیا میں گمراہی اور آخرت میں انسان کے لیے عذاب کا باعث ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے بارے میں فرمایا جنہوں نے ہدایت الٰہی کو قبول نہیں کیا اور اس سے منہ موڑ لیا:

"وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ۝ يُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ۝ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ۝ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝۲۵۷" ترجمہ: "اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں، یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

جزیرۃ العرب میں بت پرستی کے اسباب

تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں بت پرستی کے اثر اور ظہور کے تین بنیادی عوامل تھے:

پہلا: ایک شخص عمرو ابن لحییٔ کے نام سے خزاعہ قبیلے کا سربراہ جو اپنے زمانے میں مکہ میں زیادہ طاقت اور اثر و رسوخ والا تھا، اور کعبہ کا بھی متولی تھا، وہ شام کی طرف سفر کرتا ہے، وہاں عمالقہ کے ایک گروہ کو بتوں کی پرستش کرتے ہوئے دیکھتا ہے، جب ان لوگوں سے اس عبادت کی وجہ پوچھتا ہے تو وہ کہتے ہیں: یہ بت ہمارے لیے بارش

(c) ketabton.com: The Digital Library

برساتے ہیں، اور ہماری مدد کرتے ہیں، عمرو بن لحیئ ان سے کہتا ہے کہ اسے بھی ایک بت دیں، چنانچہ انہوں نے اسے ایک بت "هبل" کے نام سے دے دیا،تو اس نے اس بت کو کعبہ میں لاکر نصب کیا اور لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف دعوت دے دی، اس کے علاوہ دو اور بت، "اساف اور نائلہ" بھی کعبہ کے پاس رکھے اور لوگوں کو ان کی عبادت پر آمادہ کیا۔

رسول اللہﷺ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: عمرو بن لحیئ وہ پہلا شخص تھا جس نے اسماعیلؑ کے دین کو تبدیل کیا، اور بت پرستی کی بنیاد رکھی ، اور میں نے اس کو آگ میں دیکھا۔

دوسرا: جب مکہ میں اسماعیلؑ کی اولاد میں اضافہ ہوا تو لامحالہ اپنی زندگی کی حالت بہتر بنانے کے لیے دوسرے شہروں اور علاقوں میں گئے، خانہ کعبہ میں دلچسپی کے بنا پر ان میں سے ہر ایک مکہ کی تعظیم کی خاطر حرم سے ایک پتھر اپنے ساتھ لے گیا ، اور جہاں بھی اترے، وہ پتھر بھی کسی جگہ رکھ دیا، اور کعبہ کی طرح اس کے گرد طواف کرنا شروع کیا، تو آہستہ آہستہ اس کام کا اصل محرک فراموش ہوگیا ، اور ان میں سے ہر ایک پتھر بت میں تبدیل ہوگیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرستی عربوں میں رائج ہوگئی ۔

تیسرا:بادیہ نشین لوگ کچھ چیزوں کو اچھا سمجھتے تھے، اسی وجہ سے وہ ان کی عبادت کرتے تھے، یا ان کے لیے ان کے سادہ تصور کی بنیاد پر نمونہ بناتے تھے، اور پھر یہی بتوں کے وجود میں آنے کا سبب بن گئی۔

ملاحظہ:

بہر حال مذکورہ عوامل بت پرستی کے اثرات کی ابتداء تھے،لیکن اس کی نشونما اور بقاء کا سبب صرف ان صورتوں تک محدود نہیں ہوسکتا، مثلا عربوں کی جہالت، اور جاہ طلبی نے بت پرستی کے پھیلاؤ اور بقاء میں بہت بڑا اثر ڈالا، ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس کا اپنا ایک خاص بت ہو، قبائل کے شیوخ اور سرداروں کی قدرت طلبی انہیں دوسرے قبائل کی پیروی کرنے نہیں دیتی تھی، اور اندھی تقلید ایک عنصر تھا جس کی وجہ سے عربوں میں بت پرستی کی نمایاں توسیع ہوئی، رفتہ رفتہ یہ امور اتنے مؤثر ہوتے گئے کہ کچھ عرصے کے بعد ہر گھر میں برکت کے لیے ایک بت موجود تھا، یہاں تک فتح مکہ کے وقت ان بتوں کی تعداد ۳۱۰ تک پہنچ گئی تھی ، البتہ یہ بتانا ضروری ہے کہ مشرکین اللہ تعالٰی کے منکر نہیں تھے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور وہ لوگ اللہ تعالٰی کو زمین اور آسمان کا خالق سمجھتے تھے، جیسا کہ سورہ لقمان آیت:۲۵،سورہ زمر آیت:۳۸اور سورہ زخرف آیت: ۹ میں) اس مضمون کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

بتوں کی تنوع کی وجہ

بتوں کی تنوع کی وجہ بیان کرتے ہوئے علماء نے اپنے تجربات کی بنیاد پر مختلف وجوہات لکھی ہیں، ان میں دو وجوہات یہ ہیں:

1 - عربوں کا احساس برتری: یہ احساس باعث بنا کہ ہر قبیلہ اپنے لیے ایک خاص بت کا انتخاب کرے،اور دوسرے بتوں کی عبادت سے پرہیز کرے، چنانچہ بت پرستی کے بڑھنے سے بتوں کی تعداد بڑھتی گئی۔

2 - ہر ایک بت ایک خاص معبود تھا، جس کی کسی خاص موقع پر پوجا کی جاتی تھی، مثال کے طور پر: "منات" زندگی، موت اور تقدیر کا معبود تھا، لہذا جن مسائل کی کثرت کا انہیں سامنا تھا، اس کی وجہ سے وہ مختلف بتوں کو ماننے لگے، اور ہر معاملے کے لیے ایک خاص بت کو مد نظر رکھیں۔

نتیجہ خیز اسباق کا خلاصہ

1 - قضاء اور قدر کے عقیدے کی تصدیق اور تاکید ، اور یہ کہ خدا جانتا ہے کہ کافر ازل سے ہی کافر تھا، اور مؤمن ازل سے ہی مؤمن تھا۔
2 - اللہ تعالٰی رسول اللہﷺ کی عصمت کا نگہبان تھا، مشرکین کے اس باطل پیشکش کو قبول کرنے میں۔
3 - اہل ایمان اور اہل کفر وشرک کے درمیان عظیم فاصلوں کی موجودگی پر تاکید۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جزء – (30)
سورة النصر

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی اس کی تین" ۳ " آیات ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کا نام"نصر" اس لیے رکھا گیا کہ الله تعالٰی نے فرمایا: "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾"اور اس سے مراد فتح مکہ ہے، یعنی وہ عظیم فتح جو فتح المفتوح کہلائی،بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ: اس سے مراد فتح مکہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عمومی فتح ہے جو اسلام کے مقدس دین کی ہے۔

اس سورت کے دیگر نام:

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: اس سورت کو "تودیع" بھی کہا جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ: رسول اللهﷺ اس کے نزول کے بعد صرف ستر دن تک حیات رہے، اور ۱۰ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں خالق حقیقی سے جاملے۔

ابن عباس ؓ کہتے ہیں: یہ نزول کے لحاظ قرآن کریم کی آخری سورہ ہے، ابن عمرؓ کہتے ہیں: یہ سورت رسول اللهﷺ پر ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی، اس لیے آپؐ کومعلوم ہوا کہ پیغام الوادع ہے، اس وقت آپﷺ اپنی اونٹنی قصوی پر سوار ہوئے اور اپنا مشہور خطبہ دیا، جو حجتہ الوادع کا خطبہ ہے، اس سورت کی فضیلت کے بارے حدیث میں ہے کہ: "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ قرآن کے چوتھائی حصہ کے برابر ہے"۔

سورۃ النصر کے نزول کا وقت

سورۃ النصر کے نزول کے وقت کے بارے میں مفسرین نے مختلف روایات لکھی ہیں: جو ذیل میں مختصرًا لکھی جاتی ہیں:

الف: فتح مکہ آٹھویں سال رمضان المبارک کے مہینے میں ہوئی ، بعض کہتے ہیں:یہ سورہ ہجری کے دسویں سال میں نازل ہوئی، کہا جاتا ہے کہ اس سورت کے نزول کے بعد حضور اکرمﷺ ستر دن اس دنیا میں رہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور ماہ ربیع الاول ۱۰ ہجری کو رحلت فرماگئے، اسی لیے اس سورت کو سورہ "تودیع" کہا جاتا ہے .

ب: بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ: یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی،جس کا خدا نے نبی ﷺ سے وعدہ کیا تھا، جیسا کہ سورۃ القصص میں ہے! "اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍؕ قُلۡ رَّبِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَنۡ جَآءَ بِالۡهُدٰی وَمَنۡ هُوَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ۝۸۵"(سورہ قصص آیت: ۸۰)

ترجمہ: "بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک عظیم الشان لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے".
اس سورت میں اس کے علاوہ خداتعالی پیغمبر اسلام کو فتح مکہ کی بشارت دیتا ہے، خوشخبری یہ بھی دیتا ہے کہ رب اس فتح میں پیغمبر اسلام کی مدد کرے گا ، اور لوگ گروہ گروہ جوق درجوق دین اسلام میں داخل ہوں گے، تاکہ ان میں سے بہت سارے اس کے مددگار بن جائیں، جب کہ اس سے پہلے وہ رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمن تھے.
مفسرین اپنی تشریحات میں لکھتے ہیں کہ:فتح کی اطلاع دینا اس کے وقوع سے پہلے دراصل یہ نبوت کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، امام فخر رازیؒ اس قول کو زیادہ صحیح سمجھتے ہیں.
ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ:یہ سورہ منٰی حجۃالوادع میں نازل ہوئی، پھر آیۃ: "اَلۡیَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِیۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡكُمۡ نِعۡمَتِیۡ....."(مائدہ:۳)نازل ہوئی ،اس آیت کے بعد رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں اسی (۸۰)دن رہے، پھر سورہ نساء کی آیت کلالۃ نازل ہوئی،(۱۲ و ۱۷۶) اور آپ ﷺ کی عمر کے پچاس (۵۰) دن باقی تھے،پھر آیت: "لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ...."(توبۃ :۱۲۸ اور ۱۲۹) نازل ہوئی، اور حضور ﷺ مزید پینتیس دن زندہ رہے، پھر آیت: "وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡهِ اِلَی اللّٰهِ۝...."(سورہ بقرہ:۲۸۱) نازل ہوئی کہ اکیس (۲۱) دن آپ ﷺ کی رحلت میں باقی رہ گئے تھے، حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ: جب یہ سورت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ میری وفات قریب ہے، اور میرا مقررہ وقت آچکا ہے (مسند احمد، ابن جزیر، ابن المنذر، ابن مردویہ) دوسری روایتوں میں جو ابن عباسؓ سے منقول ہیں، یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس سورت کے نزول سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو اطلاع ملی ہے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہوگیا ہے(مسند احمد ،ابن حریر، طبرانی، نسائی، ابن ابئی حاتم، ابن مردویہ).

(c) ketabton.com: The Digital Library

ام المؤمنین ام حبیبہ ؓ فرماتی ہیں کہ: جب یہ سورت نازل ہوئی تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: کہ میں اس سال اس دار فانی کو الوداع کہوں گا، یہ سن کر فاطمہ ؓ رونے لگیں ، اس کے بعد آپﷺ فرمانے لگے:تم میرے خاندان میں پہلا فرد ہو جو مجھ سے ملو گی، یہ سن کر وہ ہنس پڑی،(ابن ابی حاتم،ابن مردویہ)بیہقی نے ابن عباس سے تقریبا اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔
بخاری وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے رسول اللہﷺ کے بزرگ صحابہ کے ساتھ اپنی مجلس میں بلایا، جو جنگ بدر میں شریک تھے، ان کی مجلس میں بلا کر بٹھا دیتے تھے،بعض بزرگوں کے لیے یہ عمل خوش آئند نہیں تھا، اس لیے انہوں نے احتجاج کیا اور کہا کہ ہمارے بھی اس کےعمر کے بچے ہیں ، تو ہماری مجلس میں صرف اس کی اجازت کیوں دے رہے ہیں، (امام بخاری ؒ اور ابن جریر ؒ نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا وہ عبدالرحمٰن بن عوف ؓ تھے، عمرؓ نے جواب دیا کہ آپ علم کے لحاظ سے اس کے مقام سے خوب واقف ہیں، پھر ایک دن انہوں نے بدر کے شیوخ کو بلا یا اور مجھے بھی اپنے ساتھ لائے، میں نے محسوس کیا کہ اس دن مجھے بلانے کی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ انہیں یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ وہ مجھے مجلس اور اجتماع میں جانے کی اجازت کیوں دیتے تھے، جہاں وہ خود موجود ہوتے تھے،گفتگو کے دوران حضرت عمرؓ نے بدر کے بزرگوں سے پوچھا کہ"إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ" کے بارے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کچھ نے کہا : اس سورت میں همیں هدایت کی گئی هے که جب خدا کی مدد آئے اور فتح نصیب هو تو پاکیزگی کےلیے الله تعالی کی حمد وثناء بیان کریں، او راس سے استغفار کریں، بعض نے کہا: اس سے مراد شهروں اور قلعوں کی فتح هے، اور کچھ خاموش تھے، اس کے بعد عمرؓ میری طرف متوجه هوئے اور کهنے لگے: کیا ابن عباس ؓ کی رائے تمهاری طرح هے؟ میں نےکها : نهیں، انهوں نے پوچھا آپ کی کیا رائے هے؟ میں نے عرض کیا که میری سمجھ یه هے که اس سے مراد آپ کی وفات هے ۔
درحقیقت اس سوره میں رسول الله صلی الله علیه وسلم کو بتایا گیا هے که جب الله کی مدد آئے گی تو فتح ونصرت ملی گی، یه اس بات کی علامت هے که آپ کی رسالت کی مدت پوری هوچکی هے ، اور اس کے بعد آپؐ الله کو پاکیزگی کے ساتھ یاد کریں، اور اس سےاستغفار کریں، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا که: میری رائے بھی یهی هے، ایک اور روایت میں اضافه هے که عمرؓ نے پھر بزرگوں کی طرف متوجه هو کر کها که تم مجھ پر کیسے الزام لگا سکتے هو، جب که تم نے خود اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

نوجوان کو اس مجلس میں لانے کی وجه دیکھ لی ، (بخاری ، مسند احمد، ترمذی ، ابن جریر، ابن مردویه، بغوی ، بیهقی وا بن المنذر)۔
دوسری حدیث جو ابن عباس ؓ سے روایت کی گئی هے که انهوں نے کها: جب سوره نصر نازل هوئی تو رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " اس کے نزول کے ساتھ مجھے میری وفات کی خبر دی گئی هے" ، صحابه کرام ؓ بھی اس معنی پر متفق هیں، اور انهوں نے اس مفهوم کو اس بات سےسمجھا که اس میں تسبیح اور استغفار کرنے کا حکم اس بات کی دلیل هے که دعوت پهنچانے کا کام مکمل هوچکاهے ، یه بذات خود اس بات کا تقاضا کرتی هے کہ پیغمبر حق حضرت محمد صلی الله علیه وسلم اس دنیا سے رخت سفر باندهیں، روایت هے که جب یه سورت نازل هوئی تو رسول الله صلی الله علیه وسلم نے خطاب کرتے هوئے فرمایا: " إن عبدا خيره الله بين الدنيا وبين لقائه والآخرة فاختار لقاء الله" ترجمه : بے شک الله نے بندے کو دنیا، آخرت اور اپنی ملاقات میں اختیار دیا، پھر اس نے الله سے ملاقات کا انتخاب کیا" ۔

محترم قارئین :

الله نے اپنے نبی کو جس چیز کی بشارت دی تھی وه پوری ہوئی، لیکن جو حکم الله تعالی نے فتح ونصرت کے بعد اپنے نبی کو دیا وه یہ ہے کہ نبیؐ اس چیز پر اس کا شکر ادا کریں ، اور خدا کو پاکیزگی کے ساتھ یاد کریں ، اور الله تعالی سے مغفرت طلب کریں، دین کی فتح ہوگی، اور اس کی کامیابی میں اضافہ ہوگا، کیونکہ شکر ادا کرنا، تعریف کرنا اور استغفار کرنا کامیابی میں اضافہ کا ذریعہ ہیں، شکر ادا کرنے کی مثال، الله تعالی فرماتاہے: " لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ " (سوره ابراہیم : ۷) ترجمہ: "اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ دونگا "۔
بے شک اسلام کی عظمت رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے زمانے میں، اور خلفاء راشدین کے دور میں اور اس کے بعد ایسی عظمت اور فتح پہنچی کہ ادیان آسمانی میں سے کوئی بھی اس تک نہیں پہنچا، اور لوگ اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ دوسرے ادیان سے اتنے متاثر نہیں ہوئے۔
انسان کو اپنی فتح پر شکر گزار ہوناچاہیئے، فتح کے بعد اکثر لوگ فخر اور تکبر کا شکار ہوتے ہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ فتح ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں کا نتیجہ ہے، دوسروں سے خود کو برتر محسوس کرتے ہیں ، اور مراعات لینا چاہتے ہیں ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسروں کے ساتھ برتاؤ میں ان میں غرور اور خود پسندی نظر آتی ہے، لیکن انسان کو ہمیشہ اللہ کی یاد میں مصروف رہنا چاہئیے، کسی فراموشی کے بغیر اس کے راستے پر چلے، بغیر کسی جرم کے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے بغیر کسی بغاوت کے ، یقیناً بہت کم لوگوں میں یہ صفات ہوتی ہیں۔
دوسرا نکتہ جو مفسرین اس سورت کی تفسیر میں لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہﷺ کی وفات کا وقت قریب آرہا ہے، اور چونکہ آپ کی زندگی بہت قیمتی تھی، اس لیے اللہ تعالٰی نے اس کی قسم کھائی ہے، اور اہم امور جیسے:نماز ، حج وغیرہ کو استغفار کرنے پر معاف کردیتا ہے، لہٰذا خدا کا اپنے نبی کو حمد و ثنا کرنے اور خدا تعالٰی سے معافی مانگنے کا حکم اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی زندگی کا وقت ختم ہوگیا ہے، چنانچہ رب سے ملنے کی تیاری رکھیں، اور اپنی زندگی کو بہترین چیزوں کے ساتھ اختتام تک پہنچائیں، سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ: اس سورت کے نزول کے بعد تمام جزیرۃ العرب اور دیگر غیر عرب قبائل مسلمان ہوگئے ، انہوں نے اللہ کے دین کو دل سے قبول کیا ، رب کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا کی، اس کے دربار کی طرف رجوع کیا، اور جوش و خروش کے ساتھ اسلام کی آزادی کی خوشی کا خیر مقدم کیا، دین اسلام سے مراد وہ دین ہے جسے یہ آیات بیان کرتی ہیں(سورہ آل عمران:۱۹ اور ۸۵)
"دین اسلام کے علاوہ کسی سے کوئی دین قبول نہیں، اور جو ایسا کرے گا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا"(تفہیم القرآن اور تفسیر فرقان)

سورۃ النصر کی آیات، الفاظ اور حروف

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے "سورۃ النصر" مدنی ہے، اس کا ایک(۱) رکوع، تین آیتیں، انیس(۱۹) الفاظ، بیاسی(۸۲) حروف اور چونتیس(۳۴) نقطے ہیں۔
(واضح رہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کےلیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں).مفسرین کے اجماع کے مطابق یہ سورت مدنی سورتوں میں سے ہے -

سورۃ النصر اور کافرون کے درمیان ربط و مناسبت

سورۃ الکافرون میں مذکور ہے کہ دین اسلام اور اسلام کے علاوہ دین ایک دوسرے سے بلکل مختلف ہیں ، اور یہ کہ کفار کے دین اور مذہب کو ختم ہونا ہے، یہ سورت دین اسلام کی فتح و ظفر اور عوام الناس کے دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے کی خبر دیتی ہے۔

سورۃ النصر کے نزول کے اسباب

(c) ketabton.com: The Digital Library

عبدالرزاق نے "مصف" میں عمر اور زہری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللهﷺ فتح مکہ کے وقت اس شہر میں داخل ہوئے، اور آپﷺ نے خالد بن ولید کو اس شہر کے نچلے علاقے کی طرف بھیجا، اور وہ معزز آدمی (خالد) کا اپنی فوجوں کے ساتھ اس علاقے میں قریش کے چند فوجوں سے آمنا سامنا ہوا، اور اور ان سے جنگ ہوئی، الله تعالٰی نے مشرکین کو شکست دی اور مسلمانوں کی فتح ہوئی، اس وقت مسلمانوں نے اپنے ہتھیاروں کو نبی ﷺ کے حکم کے مطابق شکست کھانے والوں کی گلے سے ہٹالیا، پھرمشرکین نے اسلام قبول کیا ۔

سورۃ النصر کے عمومی موضوعات

اس سورت کے عمومی موضوعات یہ ہیں:

1 - فتح مکہ اور نبی آدم پر خدا کا احسان ۔
2 - لوگوں کے ایمان لانے کی پیشین گوئی ۔
3 - نبیﷺ کی رحلت کی طرف اشارہ ۔
4 - انسان کا عظمت والے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ۔
5 - خدا تعالٰی کا توبہ قبول کرنا اور اس کی لامتناہی رحمت اور فضل ۔

سورت کا موضوع

یہ سورت ہجرت کے بعد نازل ہوئی،جس میں رسول اللهﷺ کو فتح کی عظیم بشارت دی گئی، جوکہ فتح مکہ اور اس کے بعد لوگوں کا گروہ اور ٹولیوں کی شکل میں اسلام کے مقدس آغوش میں آنا ہے، اس عظیم نعمت کے شکرانے کے طور پر نبی کریمﷺ کو حمدوثناء اور استغفار کی دعوت دی گئی، اگرچہ اسلام میں بہت سی فتوحات ہوئیں،لیکن فتح مکہ کے علاوہ مندرجہ بالا خصوصیات کے ساتھ کوئی فتح نہیں ہوئی، خاص طور پر یہ کہ بعض روایات کے مطابق عربوں کا عقیدہ تھا کہ اگر رسول اللهﷺ مکہ کو فتح کرکے اس پر غلبہ حاصل کرلیں تو یہ ان کی صداقت کی دلیل ہوگی،بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ سورت"صلح حدیبیہ"کے چھٹے سال ہجرت کے بعد اور "فتح مکہ" سے دوسال پہلے نازل ہوئی تھی، لیکن تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ"إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ"سے مراد فتح مکہ ہے، اور یہ اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور اس بات کو لفظ"إِذَا جَآءَ" سے جانتے ہیں کہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی،تفسیر "روح المعانی" میں "بحر المحیط"کے حوالے سے ایک روایت ہے جو اس حقیقت سے متفق ہے کہ اس سوت کا نزول "غزوہ خیبر"سے واپسی کے بعد بیان ہوا ہے،اور فتح خیبر فتح مکہ سے پہلے تھا جو کہ مشہور و معروف ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسی طرح تفسیر"روح المعانی" میں عبد بن حمید کی سند کے مطابق حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ اس سورہ کے نزول کے بعد دو سال تک حیات رہے، اس روایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی، کیونکہ فتح مکہ سے لے کر رسول اللہﷺ کی وفات تک کا عرصہ دو سال سے کم تھا،(یہ اس صورت میں ہے کہ رسول اللہﷺ کی وفات ۱۰ ہجری کو ہوئی، جب یہ سن ۱۱ ہجری میں ہوئی، کیونکہ سن ۱۰ ہجری کو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حج کے فرائض ادا کیے، اور سن ۱۰ ہجری میں حجتہ الوداع ہوئی، پس وفات کا سال ۱۱ ہجری ہوا)۔
فتح مکہ رمضان المبارک کے مہینے میں ۸ ہجری میں ہوئی، اور نبی کریم ﷺ کی وفات ربیع الاول کے مہینے میں سن ۱۰ ہجری میں ہوئی،(سن ۱۱ ہجری کو آنحضرت کی وفات کا سال ہے کیونکہ ۱۰ ہجری حجتہ الوداع ہوا ہے جو کہ ذوالحجہ کے مہینے میں ہے، کہ ربیع الاول کے بعد ہے) اس لیے اس کا مفہوم جو بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ سورت فتح مکہ یا حجتہ الوداع کے وقت نازل ہوئی تھی، وہ یہ ہے کہ رسول اللہﷺ نے اس وقت صحابہ کرام کو پڑھ کر سنائی، تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ ابھی نازل ہوئی ہے (مزید معلومات کے لیے مراجعہ فرمائیں: "بیان القرآن"کی طرف) ۔
حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی، اور رسول اللہﷺ نے صحابہ کو سنائی تو وہ سب خوش ہوئے، اس موقع پر حضرت عباسؓ نبیﷺ کے چچا یہ سن کر رو پڑے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، رسول اللہﷺ نے حضرت عباسؓ سے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت عباسؓ نے رسول اللہﷺ کے جواب میں فرمایا: میرا خیال ہے کہ آپ کی وفات کی خبر اس سورت میں دی گئی ہے، رسول اللہﷺ نے فرمایا: مطلب وہی ہے جو آپ کہتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَةُ النَّصۡرِ

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

سورت کا ترجمہ

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾	جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے
وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾	اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہورہے ہیں
فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾	تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ،یقینا وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"اِذَا جَآءَ" جب وہ آیا، جس وقت آیا،"نَصۡرُ اللّٰهِ" مؤمنین کے لیے اللہ کی مدد و نصرت ، دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے لیے "الفتح" کامیابی ، اس سے مراد فتح مکہ ہے، جس کے بعد جزیرۃ العرب میں بت پرستی کا خاتمہ ہوا، اور اسلام دنیا کے دوسرے ممالک میں پھیلنے کے لیے تیار ہو گیا، "و رایت" اور دیکھا، "ناس " لوگ ، "یدخلون"دخل کے مادہ سے بمعنی : داخل ہوتے ہیں، اندر آتےہیں ، "فی دین اللہ "خدا کا دین، یہاں اس سے مراد خدا کی تدبیر اور خدا کا راستہ ہے، "افواجا" جمع فوج ، فوج در فوج ، جماعت جماعت، گروہ گروہ، "سبح" تسبیح کہیے، دعا کریں، "استغفرہ": (غِفر) اس سے استغفار کرو، اپنی قوم کے ایمان کی کمی کی آرزو اور شدید دکھ کے لیے معافی مانگنا، (ملاحظہ فرمائیں: انعام: 33، حجر: 97، ہود: 12، فاطر : 8، محمد: 19، فتح: 2) "تَوَّابًا " تَوّاب، توبہ کے مادہ سے ہے، در اصل توبہ، أوبہ تھا، اور "اوبہ " کا ہمزہ "ت" سے بدل گیا تو "توبہ" ہوا، یعنی : انسان جس راستے پر ہے اس سے واپس آکر توبہ کرنے والا بن جاتا ہے ، البتہ خدا تعالی بھی

(c) ketabton.com: The Digital Library

توبہ والا ہے، لیکن خدا کی توبہ کی نوعیت اور انسان کی توبہ کی نوعیت میں فرق ہے، انسان کی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ: وہ جس راستے پر ہے اس سے پلٹ جائے اسے خدا نے اس پر متوجہ کیا یا خود اس کو ادراک ہوا، یا کوئی نیک آدمی اس کے راستے میں آکر کہے کہ تم سے غلطی ہورہی ہے، تو وہ توبہ کرکے واپس آجاتا ہے،لیکن خدا کا توبہ یہ نہیں ہے کہ وہ کسی رستے پر چلے پھر اس سے واپس ہوجائے، اللہ تعالٰی کا تواب ہونا در اصل بندے کی توبہ کے لیے اس کی بے تابی ہے، خدا کی توبہ کا ایک معنی یہ ہے کہ بندوں کو توبہ کی توفیق دیتا ہے، اور دوسرا معنی توبہ کی قبولیت ہے، پس اللہ تعالٰی توبہ کی توفیق بھی دیتا ہے اور توبہ قبول بھی کرتا ہے۔

ملاحظہ:

اعراب مکہ کے دو بڑے قبیلے بنو بکر اور خزاعہ تھے، جو اسلام کے بعد بنو بکر کفار کی حفاظت میں تھے، اور خزاعہ مسلمانوں کی حفاظت میں تھے، ان کا عہد و پیمان تھا کہ خصم کی حفاظت میں ایک دوسرے کی خلاف ورزی نہیں کریں گے،لیکن کافروں نے خیانت کی اور قبیلہ بنو بکر کے لوگوں کو خفیہ طور پر قبیلہ خزاعہ کے لوگوں کو قتل کرنے کے لیے بھیجا، قبیلہ خزاعہ نے رسول اللہﷺ سے شکایت کی کہ انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا ہے، آپﷺ مدینہ میں تھے، اہل مکہ کو بتائے بغیر آپؐ نے اپنے اصحاب کا لشکر اکٹھا کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے، چنانچہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حکم فرمایا کہ مکہ کے اردگرد کے تمام پہاڑیوں میں آگ کے شعلے بھڑکائیں، تاکہ کفار مکہ پر دہشت اور وحشت طاری ہو، اس کے بعد مکہ میں داخل ہوئے تو کفار بغیر مزاحمت کے پیچھے ہٹ گئے، خانہ کعبہ میں موجود" ۳۶۰ "بتوں کو اللہ کے فرمان کے مطابق توڑنے کا حکم فرمایا، یہ واقعہ سن ۸ ہجری کو پیش آیا ، اور ۹ہجری میں فتح مکہ کے بعد تمام عرب اور قبائل ایمان لائے اور مسلمان ہوگئے، اور یہ سال الوفود کے سال کے نام سے مشہور ہوا،رسول اللہﷺ ۱۰ ہجری کو جس وقت حجتہ الوداع کے لیے تشریف لے گئے، اس وقت پور ا جزیرہ العرب اسلام کی حکمرانی میں تھا، اور پورے خطے میں کوئی شرک باقی نہیں بچا تھا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورت کی تفسیر

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾	جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے

یعنی: اے محمدﷺ! جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح تمہارے دشمنوں قریش کے خلاف ظاہر ہوجائے، اور مکہ تمہارے دشمنوں قریش کے خلاف ہوجائے، اور مکہ تمہارے لیے کھول دیا جائے، یعنی:حق تعالیٰ تجھے وسعت عطا کردے، دلوں، آنکھوں اور کانوں کو حق قبول کرنے کے لیے کھول دے، مکہ مکرمہ اور دوسرے شہروں کو آپﷺ کے ہاتھوں فتح کرائے،مفسرین نے کہا: فتح مکہ کا اس کے وقوع سے پہلے خبر دینا، غیب کی خبر دینا ہے، یہ نبوت کے آثار میں سے ہے -

نصر:اس سے مراد اس بات کی تصدیق ہے کہ دشمنوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو ان پر فوقیت حاصل ہے،"فتح" دشمنوں کی سرزمین کو فتح کرنا اور ان کے گھروں میں داخل ہونا، نیز ان کے دلوں کو حق قبول کرنے کے لیے کھولنا ہے، پس "نصر" اور "فتح" میں فرق یہ ہے کہ: نصر: ایک سبب کی طرح ہے"فتح" کے لیے ، اسی وجہ سے نصر ذکر پہلے کیا گیا اور پھر فتح کو اس پر عطف کردیا، خدا کی مدد کا انحصار لوگوں کی دین کی مدد پر ہے، "اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ"(محمد آیت:۷)، لفظ "تواب" گیارہ مرتبہ قرآن کریم میں آیا ہے، نو،۹ مرتبہ لفظ رحمت کے ساتھ مذکورہوا ہے "تَوَّابًا رَّحِيۡمًا" اور ایک بار حکمت کے ساتھ،(سورہ نساء آیت:۱۷)صرف ایک مرتبہ اس سورت میں آیا ہے-

حقیقی فتح و نصرت اللہ کی طرف سے ہے، اس لیے ہمیں اوزاروں آلات اور انسانی قوت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ممکن ہے تمام اسباب اور و سائل ہوں،لیکن پھر بھی شکست کھا جاؤ،"وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ"(آل عمران:۱۲۶)

وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾	اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہورہے ہیں

یعنی: اے نبیﷺ!نصرت اور فتح آنے کے بعد، آپ دیکھیں گے عرب اور غیر عرب دونوں کو گروہ گروہ اور ٹولیوں کی مشکل میں کہ دین میں داخل ہوں گے، کہ تجھے اللہ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا ہے، یاد رہے کہ فتح مکہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے پہلے لوگ ایک ایک کرکے اسلام قبول کرتے تھے،لیکن فتح مکہ کے بعد، جوق در جوق اسلام قبول کریں گے،مفسر ابن کثیر کہتے ہیں کہ:عرب قبیلے فتح مکہ کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ : اگر اپنی قوم پر غالب آجائے گا تو معلوم ہوگا کہ پیغمبر ہے، چنانچہ جب اللہ تعالی نے ان کے لیے مکہ کو کھول دیا تو لوگوں نے گروہ گروہ اسلام قبول کرلیا، اور ابھی فتح کو دو سال نہیں ہوئے تھے، کہ پورا جزیرة العرب ایمان کے سایہ میں متحد ہوگیا، اور تمام قبائل اسلام کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے (مختصر:٦٨٤) قرطبی کہتا ہے کہ: "اذا" بمعنی "قد" ہے، یعنی: "قدجاءنصر اللہ"کیونکہ یہ سورہ بعد فتح مکہ نازل ہوئی ہے۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ: رسول اللہﷺ کے مکہ فتح کرنے کے بعد عربوں نے کہا:لیکن اب جب کہ محمدﷺ اہل حرم پر غالب آگئے اور کامیاب ہوگئے، جب کہ اللہ تعالی نے انہیں اصحاب فیل کے حملے سے محفوظ رکھاتھا، یہ خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ محمدﷺ حق پر ہیں، لہذا انہوں نے لڑائی اور مزاحمت کرنا چھوڑدیا، اور یکے بعد دیگرے بڑے بڑے گروہوں کی شکل میں اسلام میں داخل ہوگئے، اور یہ لہر ایسی تھی کہ: ایک قبیلہ مکمل طور پر اسلام میں داخل ہوجاتا، جمہور فقہا اور بہت سے علمائے دین کی یہ رائے ہے کہ:تقلیدی ایمان درست ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے ان گروہوں کے ایمان کے صحیح ہونے کا حکم دیا ہے جو کہ ایک تقلیدی ایمان تھا، اور اسے نبیؐ پر اپنے سب سے بڑے احسانات میں شمار کیا ہے، اگر ان کا ایمان درست نہیں ہوتا تو اس موقع ان کا تذکرہ نہیں فرماتے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ٣	تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ،یقینا وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے

یہ آیت رب کی تسبیح بیان کرنے کا حکم دیتی ہے، اور اس کے ساتھ حمد کو جمع کیا ہے، ہم ملاحظ کرتے ہیں کہ! قرآن کریم نے تکبیر اور تحمید سے زیادہ خدا کی تسبیح کا حکم دیا ہے، لفظ"تسبیح" قرآن کریم میں الفاظ تکبیر اور تحمید سے زیادہ آیا ہے،"فَسَبِّحْ بِحَمْدِ" پس تسبیح کرو،حمد کے ساتھ ،یعنی:نیکی کرکے برائی کو چھوڑنا، یعنی:کمزوریوں اور عیبوں کو چھوڑ کر کمالات اور اقدار کی طرف جانا،تسبیح ان کوتاہیوں کے لیے جو ہوئی ہیں، اور حمد ان

(c) ketabton.com: The Digital Library

کامیابیوں کے لیے جو حاصل ہوئی ہیں، "فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ" سبحان اللہ والحمدللہ، کتنا خوبصورت ہے، جب ہم اسے زبان پر جاری کرتے ہیں تو ہم یہ ذہن میں رکھیں کہ مجھے عملی طور پر خامیوں اور کمزوریوں سے دور رہنے اور خوبیوں اور کمالات کی طرف جانے کے راستے پر چلنا چاہیے، ہمیں ہمیشہ ایسا ہونا چاہیے،

حمد سے مراد اللہ تعالٰی کی تعریف بھی ہے اور اس کا شکر ادا کرنا بھی ہے، اور تسبیح سے مراد اللہ تعالٰی کو پاک اور منزہ قرار دینا ہر لحاظ سے۔

"وَاسۡتَغۡفِرۡهُ" اور اس سے معافی مانگو، اپنے رب سے کہو کہ: اس خدمت کو انجام دینے میں اگر کوئی غلطیاں،کوتاہیاں اور سہو سرزد ہوئے ہیں، تو ان سے درگزر فرمادے۔

اللہ کی تسبیح، فتح کے عظیم واقعات کے بارے میں حضورﷺ کی خوشی کی طرف اشارہ کرتی ہے، جو آپﷺ یا لوگوں میں سے کسی کے خیال میں بھی نہیں آئی تھی، اپنی بہترین کاریگری اور اپنے نبیﷺ کے ساتھ روح کو حوصلہ دینے والا رویہ، اور ان پر خدا کا عظیم احسان ام القری کی فتح اور نصرت پر"اس سے معافی مانگو" اپنی کوتاہوں کے لیے،تواضع اور انکساری کے طور پر اللہ کے لیے ، اپنے عمل کو چھوٹا اور حقیر جاننا، نیز اپنی امت کو یہ بات سکھانے کے لیے(یقینا اللہ تعالٰی توبہ قبول کرنے والا ہے) یعنی:یہ اس کی شان ہے کہ استغفار کرنے والوں کی توبہ قبول کرے، اور ان کی طرف رحمتوں کے ساتھ آئے۔

حتی کہ پیغمبر بھی، خواہ کتنی ہی تسبیح اور تعریف کرے، اسے اس کے آخر میں استغفار کرنا چاہیے۔

" اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا" وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

مسلمانوں کو اس عظیم فہم سے آگاہ کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی کا یہ حکم مسلمانوں کو ہمیشہ یہ سکھاتا ہے کہ وہ کسی عبادت، یا اپنے دین کی خدمت کو بڑا کام نہ سمجھیں، بلکہ اللہ کی راہ میں اپنی جان فدا کرنے کے بعد بھی یہ تصور کرلیں کہ:حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، نیز جب بھی انہیں کوئی کامیابی نصیب ہو تو وہ اسے اپنی صلاحیتوں کا نتیجہ نہ سمجھیں، بلکہ اسے خدا کا فضل سمجھیں، اور اس پر فخر اور تکبر کرنے کے بجائے عاجزی کے ساتھ

(c) ketabton.com: The Digital Library

اپنے رب کے سامنے سر جھکا دیں، پاکیزگی، توبہ اور معافی کے ساتھ اس کی تعریف کریں۔

جب بھی موت قریب محسوس ہو تو تسبیح پڑھنی چاہیے اور کثرت سے استغفار کرنا چاہیے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہﷺ وفات سے پہلے یہ کلمات پڑھتےتھے، میں نے عرض کی کہ:یا رسول اللہﷺ یہ کون سے کلمات ہیں: جو آپ حال ہی بہت کثرت سے پڑھتے رہتے ہیں، آپؐ نے جواب دیا کہ میرے لیے ایک نشانی مقرر کی گئی ہے جب میں اسے دیکھوں تو ان کلمات کی پڑھنے کی طرف رجوع کروں، اور وہ نشانی یہ ہے:"اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ"(مسند احمد،مسلم،ابن حریر،ابن المنذر، ابن مردویہ)اس سے ملتی جلتی بعض دوسری روایات میں عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ رکوع اور سجود میں یہ کلمات کثرت سے پڑھتے تھے : "سبحانك اللہ وبحمدك.استغفرك واتوب اليك"اور یہ ان کی طرف سے قرآن کی سورہ نصر کی تفسیر تھی(بخاری،مسلم،ابو داود،نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر)۔

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہﷺ کی مبارک زندگی کے آخر میں ہمیشہ اور ہر وقت آپ کی زبان مبارک پر درج ذیل کلمات جاری تھے: "سبحان اللہ وبحمدہ" ایک دن میں نے عرض کی یا رسول اللہ!آپ یہ ذکر کثرت سے کیوں پڑھتے ہیں؟ فرمانے لگے:مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے، اور پھر انہوں نے یہ سورت پڑھی۔

عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو رسول اللہﷺ کثرت سے یہ ذکر کرنے لگے:"سبحانك اللہ وبحمدك.اللهم اغفرلی.سبحانك ربنا وبحمدك.اللہ اغفرلی إنك انت التواب الرحيم"(ابن حریر،مسند احمد،ابن ابی حاتم)ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد رسول اللہﷺ نے فرمایا:اس سورت کے نزول کے ساتھ آپﷺ آخرت کے لیے محنت اور کوشش، جدوجہد میں اتنے مصروف ہوگئے جو انہوں نے پہلے کبھی نہیں کی تھی(نسائی، طبرانی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد رسول اللہﷺ عبادت میں زیادہ کوشش کرتے تھے، یہاں تک کہ آپﷺ کے پاؤں سوج جاتے تھے(قرطبٰی)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سورہ " نصر" قرآن کی آخری سورت ہے، یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی۔

بعض روایات میں بعض آیات کا نزول اس کی تروید نہیں کرتا،جس طرح فاتحہ سب سے پہلی سورت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ سے پہلے کوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی تھی، اور سورہ مدثر اور مزمل کی چند آیات کا نزول سورہ فاتحہ سے پہلے نزول کی تردید نہیں کرتا۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ سورہ حجتہ الوداع میں نازل ہوئی، اور اس کے بعد آیت: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ۝ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ ۝ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳ "(سورہ:مائدہ:۳)نازل ہوئی، اور ان آیات کے بعد رسول اللہ ﷺ صرف اسی دن دنیا میں رہے،(اور اسی(۸۰) دن کے بعد انتقال فرماگئے) اس کے بعد دو آیات کلالہ نازل ہوئیں، کہ اس کے بعد آپ کی عمر کے پچاس (۵۰)دن باقی رہے، پھر آیت: "لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۲۸ "(سورہ توبہ آیت:۱۲۸)نازل ہوئی، اس کے بعد آپﷺ کی زندگی کے صرف تیس(۳۰) دن باقی تھے، پھر اس کے بعد آیت: "وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۝ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۲۸۱"(سورہ بقرہ آیت:۲۸۱)نازل ہوئی، اس کے بعد رسول اللہﷺ نے اکیسویں(۲۱)مقاتل کے روایت مطابق ساتویں دن وفات پائی،(قرطبی)

تکبر: ہمارا عظیم رب(سورہ نحل کی آیت:۲۳)میں خاص خوبصورتی کے ساتھ فرماتا ہے: "خدا تعالٰی متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا" "تکبر کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے اعلٰی اور بلند سمجھے اور ساتھ ہی خود کو دوسرے لوگوں سے برتر سمجھے، اور دوسروں کو اپنی نظر میں چھوٹا جانے۔

قرآن عظیم سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۶ میں کہتا ہے کہ: "عنقریب جو لوگ زمین پر ناحق بڑائی کا دعوی کرتے ہیں، انہیں اپنی آیتوں پر ایمان لانے سے روک دوں گا " اور " جو لوگ بغیر کسی وجہ کے خدا کی آیات میں جھگڑتے ہیں، آخر وہ لوگ خدا اور مؤمنین کے غضب کا نشانہ بنتے ہیں، اور یہ اس طرح ہے کہ خدا ہر متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے"(آیت:۳۵ سورہ غافر)

(c) ketabton.com: The Digital Library

تکبر یہ ہے کہ:انسان اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ سمجھے اور یہ گھمنڈ رکھے کہ وہ ان سے برتر ہے، اور دوسروں کو کم سمجھے، یہ تکبر بعض اوقات انسان کو خدا انبیاء اور رسولوں کو مقابلے میں سرکشی اور نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے، اور کبھی انسانوں اور اللہ کے بندوں کے درمیان خود کو برتر سمجھنے کا باعث بنتا ہے، کبر اور تکبر، استکبار:معنی میں ایک دوسرے سے قریب ہیں،کبر: ایک ایسی حالت ہے جس میں انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اس صفت کے ساتھ متصف ہوجاتا ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان اپنی جان اور وجود کو دوسروں سے بڑ ھکر سمجھتا ہے، سب سے بڑا تکبر خدا کے سامنے حق کو قبول کرنے سے انکار، اور پوچھنے پر اسے تسلیم نہ کرنا ہے،(مفردات راغب اصفہانی)تکبر اور غرور خدا کی شریعت اور حکم میں بہت سنگین جرم ہے، خدا متکبروں پر بہت غضب ناک ہوتا ہے، لہذا تکبر اور غرور مسلمانوں کے مقابلے میں حرام ہیں، اور یہ ان قابل ملامت خصلت اور دلوں کی ان بیماروں میں سے ہے، جن کا علاج کیا جانا چاہیے۔

قرآن کریم میں تکبر کو سب سے زیادہ قابل مذمت انسانی خصلتوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے،بعض آیات میں لفظ"متکبر" کے ساتھ تصریح کی گئ ہے، وہ آیات جو دوزخ کو متکبروں کی جگہ کے طور پر متعارف کراتی ہے:"فَادْخُلُوٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۠ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ۝۲۹ "(سورہ نحل آیت:۲۹)ترجمہ: "پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہو،سو بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے"۔

اور تکبر مسلمانوں کے جنت میں داخل نہ ہونے کا سبب بنتا ہے، جیسا کہ رسول اللہﷺ سے روایت ہے کہ فرمایا: "لا یدخل الجنّة من کان فی قلبه مثقال ذرّةٍ من کبرٍ"(مسلم:١٣١) ترجمہ: " جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر اور غرور ہو جنت میں داخل نہیں ہوگا" جس دن خدا بندوں کو زندہ کرے گا اور حشر کے میدان میں جمع ہوں گے،متکبروں کو انتہائی ذلت آمیز حالت میں اٹھائے گا، ایک حدیث میں امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ"(مشکاۃ المصابیح:٢٦٣٥/٢) شمارہ:٥١١٢)

ترجمہ: "قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی طرح اکھٹے ہوں گے، جبکہ ذلت اور بدبختی انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"الذر" بمعنی چیونٹی کے ہیں، جس طرح عام طور پر لوگ ان چیونٹیوں پر توجہ نہیں دیتے، تو اسی طرح قیامت میں کوئی ان لوگوں پر توجہ نہیں دے گا، اور وہ پیروں تلے روندے جائیں گے۔

لہٰذا ہر مسلمان جس کو یہ مرض لاحق ہو اسے اس کے علاج و معالجے کے بارے میں سوچنا چاہیے، اور غرور و تکبر کے بجائے عاجزی اور انکساری کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، اور جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز و ہی ہے جو زیادہ متقی ہو،" إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ "(سورہ الحمرات:۱۳)

ترجمہ: "درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ متقی" یعنی:تمہارے درمیان برتری اللہ کے نزدیک صرف تقوی کے ساتھ ہے، پس جس کے پاس تقوی ہے، وہ عزت و عظمت کا مستحق ہے، اس لیے حسب و نسب، دولت اور دنیاوی عہدوں پر فخر کرنا چھوڑ دیں۔

تقوی اور تکبر ایک دل میں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے ، اور جو تقوی والا ہو ، وہ تکبر اور غرور کی خصلت سے پاک ہے،اور جس کو یہ اندرونی بیماری ہے اسے چاہیے کہ توبہ کرے، اور مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے مقابلے میں تکبر اور غرور نہ کرے، تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ یہ بیماری ٹھیک ہوجائے، اور عاجزی، انکساری کو اپنے دل میں جگہ دے، اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی صفات اس طرح بیان فرماتے ہیں: " أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ(سورہ مائدہ 54) "یعنی: "مؤمنوں کے سامنے عاجزی اور کافروں کے سامنے سخت اور مضبوط ہیں"۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جزء – (30)

سورة مَسَد (اللهب)

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس کی پانچ(۵) آیتیں ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام"مسد" اس لیے رکھا گیا ہے کہ الله تعالٰی نے اس کے آخر میں فرمایا: "فِیۡ جِیۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ۠ؑ"نیز بعض مصاحف اور تفاسیر کی روایات کے مطابق اس سورت کا نام اس کے پہلے لفظ "تبت" بمعنی "نقصان دہ ہونا" سے لیا گیا ہے،کیونکہ الله تعالیٰ اس کے شروع میں فرماتا ہے: "تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ" بعض مصاحف میں اس سورت کو "ابو لہب" کے نام پر یا "اللہب" کہا گیا ہے۔

عالم اسلام کے مشہور مفسر ابو حیان اندلسی نے جو ساتویں صدی کے مفسرین میں سے ہیں اس سورت کا نام "سورۃ اللھب" بتایا ہے،اس کے علاوہ کسی اور نے یہ نام نہیں بتا یا ہے،(ملاحظہ فرمائیں: رسالة التحرير و التنوير)ابن عاشور محمد طاہر ۱۹۰۶ عربی میں مخطوطہ)

سورہ مسد کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورہ مسد مکی ہے،اس کا ایک(۱)رکوع،پانچ(۵) آیتیں، چوبیس (۲۴)الفاظ، اکیاسی(۸۱)حروف، اور چونتیس(۳۴) نقطے ہیں۔

(واضح ر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کےلیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورہ مسد کا سورۃ النصر سے ربطہ و مناسبت

اس سورت کا پچھلی سورہ "النصر" سے تعلق اور مناسبت یہ ہے کہ ہجرت،نصرت اور فتح اور الله کے دین میں لوگوں کے داخل ہونے کے بعد کفار کا سر جھک جانا چاہیے(یا ان کے سرداروں کا قلع قمع ہونا چاہیے)یہی وجہ ہے کہ اس سورت کا اس سے پہلی والی سورت سے گہرا تعلق ہے جو کہ سورہ نصر ہے، الله تعالٰی کے اپنے بندوں کے لیے فتوحات کے مظاہر

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں سے ایک مظہر یہ ہے کہ اس دور کے سخت ترین دشمن ابو لہب کو تباہ کردیا، ہر دور میں اس دشمن کا صرف نام اور اس کے وسائل بدل جاتے ہیں،لیکن خدا کے دین سے دشمنی اور لوگوں کے دین میں داخل ہونے پر سختی کرنا ایسی صفت ہے جو کہ تبدیل نہیں ہوتی ۔

سورہ مسد کا موضوع

اس سورت کا مرکزی موضوع ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل کا انجام ہے، جو اسلام کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے ، اورسزا اور ان کو شدید سرزنش، اور ان کی تباہی کے بارے میں اطلاع ہے،کیونکہ ابولہب ہی وہ تھا جس نے اپنے تمام کام ترک کردیے تھے، اور صرف یہی ذمہ داری لی تھی کہ: رسول اللہﷺ کی دعوتی کام میں خلل ڈالے، اور پوری قوت کے ساتھ لوگوں کو ایمان لانے سے روکے، چنانچہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے آخرت میں ایک جلتی ہوئی آگ کی وعید سناتا ہے، جس میں وہ جلے گا، اور یہ عذاب اس کے بیوی کے لیے بھی ہے،کیونکہ وہ بھی اس دشمنی اور اذیت و تکلیف پہنچانے میں شریک تھی۔

سورہ مسد میں اہم ترین پیغام

اس سورت کا سب سے اہم پیغام اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ دولت، مقام اور انبیاء کے ساتھ خاندانی تعلق خدا کے غضب کو روک نہیں سکتا، ابو لہب کی طرح،جیسا کہ وہ قریش کےسرداروں میں سے تھا، رسول اللہ ﷺ کا چچا اور مال و دولت کا مالک تھا، لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز اس کے کام نہ آئی، اور نہ اس کے لیے خدا کے حضور کوئی قرب حاصل کیا، خدا کا وعدہ یہ ہے کہ: "خدا کے نزدیک تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"۔

سورہ مسد سے واقفیت

یہ سورت، جو تقریبا نبی کریمﷺ کی کھلی دعوت کے آغاز میں نازل ہوئی تھی، وہ واحد سورت ہے جس میں کسی ایک شخص کا نام لے کر سخت حملہ کیا گیا ہے، اسلام اور پیغمبر اسلام کا دشمن اس زمانہ میں ابولہب تھا۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے:ابولہب کی رسول اللہﷺ سے خاص دشمنی تھی، وہ اور اس کی بیوی اسلام کی راہ میں کسی قسم کے خلل اور بدزبانی کرنے سے دریغ کرتے تھے، قرآن عظیم صراحت سے کہتا ہے: دونوں جهنمی

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہیں، اور یہ معنی درست ثابت ہوا،بالآخر دونوں دنیا سے بغیر ایمان کے گئے ، یہ قرآن کی واضح پیشین گوئی ہے۔

سورہ مسد کی فضیلت

سورہ مسد کی فضیلت کے بارے میں،نبی کریمﷺ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے گا، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالٰی اس کو اور ابولہب کو ایک جگہ جمع نہیں کرے گا"،یعنی: وہ جنتی ہوگا، جبکہ ابو لہب جہنمی ہے، یہ کہے بغیر معلوم ہے کہ یہ فضیلت اس کی ہے جو اس سورت کو پڑھ کر اپنی راہیں ابو لہب کی راہوں سے الگ کرے ، ان کی طرح نہیں کہ جو زبان سے تو پڑھتے ہیں،لیکن ابو لہب جیسا عمل کرتے ہیں۔

سورہ مسد کا شان نزول

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آیت : "وانذرعشيرتك الاقربين"نازل ہوئی، اور رسول اللہﷺ کو یہ کام سونپا گیا کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور اہل و عیال کو تنبیہ کریں اور انہیں دعوت دیں اسلام کی طرف (اپنی دعوت کا اعلان کریں)۔

رسول اللہ ﷺ کوہ صفا کی چوٹی پر تشریف لے گئے اور کہا کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن ہے جو اچانک حملہ آور ہوگا، سب باخبر ہو کر مقابلے کے لیے تیار ہوجاؤ) مکہ کے لوگوں نے جب یہ آواز سنی تو کہنے لگے:کون پکار رہا ہے؟ کہا گیا: "محمد"ہے بہت سے لوگ آنحضرت کے ارد گرد جمع ہوگئے، تو آپؐ فرمایا:مجھے بتاؤ اگرمیں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آنے والا ہے جو تم پر حملہ کرے گا، تم مجھے سچا سمجھو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں، ہم نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا،آپﷺ نے فرمایا:"انی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید" ترجمہ":میں سخت عذاب سے،جو تمہارے سامنے آرہا ہے،تمہیں ڈراتا ہوں" (تمہیں توحید کی طرف اور بتوں کو چھوڑنے کی دعوت دے رہا ہوں) ابو لہب نے جب یہ تقریر سنی تو کہا: تم ہلاک ہوجاؤ تم نے اس لیے ہمیں جمع کیا تھا؟ اسی وقت یہ سورت نازل ہوئی: "تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّؕ‏ ۝" یعنی:ابو لہب کے دونوں ہاتھ برباد ہوں،(اس سے مراد ابو لہب خود ہے)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

صیح بخاری اور مسلم میں سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا : "صَعِدَ النَّبِی صلی اللہ علیه و سلم الصَّفَا ذَاتَ یوْمٍ، فَقَالَ: یا صَبَاحَاهْ. فَاجْتَمَعَتْ إِلَیهِ قُرَیشٌ، قَالُوا: مَا لَكَ؟ قَالَ: أَرَأَیتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ یصَبِّحُكُمْ أَوْ یمَسِّیكُمْ، أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونِی؟ قَالُوا: بَلَی. قَالَ: فَإِنِّی نَذِیرٌ لَكُمْ بَینَ یدَی عَذَابٍ شَدِیدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ! أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ"۔

یہاں بعضوں نے مزید اضافہ کیا ہے کہ: جب ابو لہب کی بیوی (ام جمیل) کو یہ خبر ہوئی کہ یہ سورت اس کے اور اس کے شوہر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تو وہ نبی کریمﷺ کو تلاش کرتے ہوئے آئی، اس کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا اور کہنے لگی:میں نے سنا ہے کہ محمدﷺ نے میرا مذاق اڑایا ہے، خدا کی قسم !اگر وہ مجھے ملے تو میں اس کے منہ پر پتھر ماروں گی،میں خود بھی شاعرہ ہوں، پھر اس نے کچھ اشعار لکھے، جس میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی مذمت کی گئی۔

ابو لہب اور اس کی بیوی کا اسلام کے لیے خطرہ صرف یہیں تک محدود نہیں تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کھلم کھلا ان کی مذمت کرتا ہے تو اس کے اور بھی اسباب ہیں جن کا تذکرہ بعد میں کیا جائے گا۔

ضروری وضاحت

ابو لہب کا نام "عبدالعزی" تھا، وہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھا، چہرے کا رنگ لال سرخ ہونے کی وجہ سے ابو لہب کے نام سے شہرت پائی، قرآن کریم نے اس کا نام مشرکانہ ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا، ابو لہب کی کنیت کی مناسبت جہنم کی لہب سے تھی، ابو لہب اسلام اور رسول اللہﷺ کے سخت اور شدید ترین دشمنوں میں سے تھا، کہ نبی کریمﷺ کو تکلیف اور اذیتیں پہنچاتا تھا، جب بھی نبی کریمﷺ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے تو ابو لہب آپﷺ کی تکذیب کرتا تھا۔(ابن کثیر)

اسی طرح مؤرخین ابو لہب کے بارے میں لکھتے ہیں: ابو لہب اس شخص کی کنیت ہے جس کا نام"عبدالعزی" ہے، "عبدالعزی" یعنی:عزی کا بندہ، عزی قریش کے ایک بڑے بت کا نام تھا، قریش کے تین بڑے بت تھے: لات ، منات اور عزی،بلکل جیسے:رب، اللہ اور ملک، ان لوگوں نے بھی تین بتوں کے نام اسی کے مطابق رکھے تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

عبدالعزی نبیﷺ کے چچاؤں میں سے تھا،پیغمبرﷺ کے تین چچا تھے،عباس،عبدالمطلب اور یہی عبدالعزی، یاد رہے کہ : وہ نہ صر ف رسول اللهﷺ کے چچاتھے، بلکہ آپﷺ کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کے سسر بھی تھے۔

ابو لہب جو نبی کریمﷺ کے چچا اور آپﷺ کے کنبے میں سے تھا، آپؐ کی دشمنی میں اس نے تمام حدیں پار کرلی تھیں۔

بعض مفسرین ابو لہب کے لقب کے با رے میں لکھتے ہیں: "لہب" یعنی: آگ کا شعلہ، اگرچہ بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کا چہرہ سرخ ہونے کی وجہ سے ابو لہب کہا گیا، لیکن بعض دوسروں نے کہا ہے کہ: چونکہ وہ شخص بہت شعلہ بیان تھا، اور بہت زیادہ شیطانی کرتا تھا، اور بہت زیادہ آگ بھڑکاتا تھا،اس لیے یہ لقب اس کے لیے چنا گیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَۃُ الۡمَسَدِ

تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّؕ‏ ۱ مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَؕ‏ ۲ سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۖ ۚ‏ ۳ وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ
حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ‌ۚ‏ ۴ فِىۡ جِيۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ۵

سورت کا ترجمہ

تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّؕ‏ ۱	ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلا ک ہوگئے اور وہ (خود) ہلاک ہوگیا
مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَؕ‏ ۲	نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا (۲)
سَيَصۡلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۖ ۚ‏ ۳	عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا
وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ‌ۚ‏ ۴	اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھانے والی ہے
فِىۡ جِيۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ۵	اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"تب" تباہ ہوگیا، کاٹا گیا،نقصان اٹھانے والا ہوگیا، چونکہ یہ بد دعا نفرت کے موقع پر بیان ہوئی ہے، اس لیے مضارع کا معنی ہوگا، جیسے:تباہ ہوجانا، کاٹا جانا، مردہ باد! "وَمَا كَيۡدُ فِرۡعَوۡنَ اِلَّا فِىۡ تَبَابٍ"(مؤمن:۳۷) ترجمہ: "فرعون کی تدبیر(اپنی)تباہی کے سوا کچھ نہ تھی، "يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ"ابو لہب کے دونوں ہاتھ، یہاں جزء سے مراد کل ہے، ہاتھ سے مراد اس کی ذات ہے،(رجوع فرمائیں:جزء عم شیخ محمد عبدہ)ابو لہب آپ ﷺ کے چچا اور آپ ﷺ کے سخت ترین دشمنوں میں شمار ہوتا تھا، ہمیشہ وہ اور اس کی بیوی ام جمیل اسلام کے مخالف اور مسلمانوں کو اذیت دینے کی تلاش اور جستجو میں تھے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"مَآ اَغۡنٰى"بے نیاز نہ کیا، فائدہ نہیں پہنچایا،"سَيَصۡلٰى"(صلی)بہت جلد آگ میں داخل ہوگا،اور اس میں جلے گا،(سباء١٠،ابراہیم:٢٩،اسراء:١٨) "ذَاتَ لَهَبٍ"شعلے والی، بھڑکتی،اور روشن (مرسلات:٣١) "الۡحَطَبِ" ایندھن، " جِيۡدِ"گردن،"حَبۡلٌ"تار، رسی"مَّسَدٍ"کھجور کی چھال اور پتوں وغیرہ سے بٹی ہوئی رسی، یہ آیت حال ہے، اور ایک شخص کی تحقیر و تذلیل ہے، یہ حشر صرف ابو لہب اور ام جمیل کا نہیں، بلکہ جو قرآن کی مخالفت کرتا ہے،اور اس کے احکام کو دنیا میں پھیلانے اور اس کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالتا ہے، جہنم میں ان کا ساتھی ہوگا۔

ملاحظہ:

ابو لہب کا کوئی بیٹا لہب کے نام سے نہیں تھا،لیکن شاید اس کے چہرے کے لال ہونے کی وجہ سے اسے ابو لہب کہا گیا ہو۔

سورت کی تفسیر

تَبَّتۡ يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ○	ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلا ک ہوگئے اور وہ (خود) ہلاک ہوگیا

یہاں مراد اس سے اس کا عمل ہے،یعنی:اس کا کیا ہوا کام ہلا ک ہوا،علماء بلاغت کہتے ہیں کہ:"يَدَاۤ اَبِىۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ" میں مجاز مرسل کا استعمال ہوا ہے،یعنی: جزء کا اطلاق ہوا ہے اس سے مراد کل ہے، لہذا معنی یہ ہے کہ:ہلاک ہو ابو لہب خود اپنے تمام وجود سمیت، یہ نفرت آمیز جملہ ہے اس کے خلاف۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ: "اور ہلاک ہوگیا"یہ جملہ اللہ سبحانہ کی طرف سے خبر ہے ،اس پر لعنت بھیجنے کے بعد، کہا جاتا ہے کہ ابو لہب کی ہلاکت کی تعبیر ماضی کے صیغے کے ساتھ بیان کی گئی ہے،گویا اس کا نقصان میں واقع ہونا ایسا یقینی ہے جیسے وہ ہوچکی،اور ایسا ہی ہوا، کیونکہ ابو لہب دنیا اور آخرت میں ہار کر ہلاک ہوگیا۔

ابو لہب کی مہم جوئی، برائیوں اور فتنہ انگزیوں اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکانے میں اس کے کردار کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سورت اس کے اور اس کی بیوی کے بارے میں نازل ہوئی، اس کے اس برے عمل کی مذمت ایک مستقل سورت کی شکل میں کی گئی ہے کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

رسول الله ﷺ کی مخالفت میں ان کا کردار بد ترین تھا۔

"تبت" یعنی:کٹ جانا چاہیے، "یَدَا" اصل میں "یَدَاَنِ" تھا، یعنی دونوں ہاتھ، ابو لہب کے دونوں ہاتھ۔

"وتبَّ" اور کاٹا گیا، کٹا ہوا ہو، "یَدْ"سے کیا مراد ہے؟ یَدْ سے مراد صرف یہی انگلیاں ہیں، جبکہ قرآن کریم میں لفظ "ید" کے دوسرے معنی بھی آئے ہیں، مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ: "یَدُاللهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۝" (سوره فتح: ۱۰) ترجمہ: "الله تعالیٰ کا ہاتھ تمام ہاتھوں کے اوپر ہے" یعنی کیا ہے؟ الله تعالیٰ کے لیے ہم ہاتھ تو نہیں مان سکتے، یا دوسری جگہ فرماتا ہے: "بِیَدِكَ الْخَیْرُ۝" (سوره آل عمران:۲۶) مثال کے طور پر ہم بھی جب کہتے ہیں کہ اے الله! نیکی اور بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے، یعنی: تیری قدرت میں ہے، پس یہاں یَدْ سے مراد قدرت ہے، یا :"قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللهِ۝" (آل عمران: ۷۳) فضل خدا کے ہاتھ میں ہے، یا: "مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ " (مؤمنون:۸۸) ہر چیز کی مکمل بادشاہی اس کے ہاتھ میں ہے، یا اس شخص کے لیے جس نے رب کی آیات سے منہ موڑا ہے کہتا ہے: "مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ۝" (سوره کهف:۵۷) جس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، یعنی اس سے پہلے کہ آخرت میں الله کے سامنے حاضر ہو، جبکہ ہمارے بہت سارے کام ہماری سوچ اور زبان کے ساتھ ہیں، نہ کہ ہاتھ ساتھ، پس "ید" ان مواقع پر مجاز ہے، یا دوسری جگہ فرماتا ہے:"بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ۝" (سوره بقره:۲۳۷) یعنی جس کے اختیار میں نکاح کا انعقاد ہے، مثال کے طور پر لڑکا اور لڑکی یا تو خود شادی کرتے ہیں یا کسی کے ذریعہ جس کے اختیار میں عقد اور نکاح ہے۔

اس سورت میں ہاتھ سے مراد ابو لہب کا مادی ہاتھ مراد نہیں ہے، بلکہ یہاں ہاتھ کا استعمال مجاز طریقے سے ہوا ہے، اور یہ طاقت اور قدرت کی علامت ہے، یعنی شرک کی طاقت، مخالفت کی قوت اور دشمنی کی قوت جو رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے مقابلہ کرتی ہے، اور اسلام کو تباہ کرنا چاہتی ہے، وہ منفی قوت جو اسلامی تحریک اور انقلاب کے خلاف صف آراء ہوچکی ہے، یہ طاقت کٹ جائے، نابود ہوجائے، اور یہ دراصل ایک نعرہ ہے، اگرچہ الله تعالیٰ نعرہ نہیں لگاتا، یہ تو واضح ہے کہ اگر الله تعالیٰ چاہے تو یہ ضرور ہوگا، اگر وہ چاہے تو کفار اور اسلام کے دشمنوں کو کاٹ

(c) ketabton.com: The Digital Library

ڈالے، اور خدا کو ان پر لعنت بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم انسان ہی نعرے لگاتے ہیں، اور انسانوں کے نعرے ان کے دل کی خواہشات کا اظہار ہوتی ہیں، فلاں مردہ باد، فلاں زندہ باد، یہ ایک قوم کی خواہشات کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن خدا کو نعرے کی ضرورت نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ابولہب کی جان لے لیتا، اس کے ہاتھ کاٹنے اور اس پر لعنت بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی، بہرصورت یہ ایک الٰہی پیغام ہے کہ زمانے کے ابولہبوں کے کام کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا، غداروں کے ہاتھ کاٹے جائیں، جارحوں اور جابروں کی طاقت ختم ہوجائے یہ دراصل اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے، ایک ایسا قانون ہے جو دنیا میں رائج ہے۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ: ابولہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہتا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اذیت پہنچاتا تھا، حج کے موسم میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قافلے کو دعوت دینے جاتے تو یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جاتا اور قافلہ والوں کو کہتا کہ اس کی باتیں نہ سنو، یہ (نعوذ باللہ) جھوٹ بولتا ہے، یہ تمہیں تمہارے اصل معبودوں سے دور کرے گا، جو "لات ، منات اور عزی" ہیں۔

مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۲	نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا (۲)

اس نے کس بنیاد پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھا؟ اس بنا پر کہ وہ ایک امیر شخص تھا، وہ اپنے وقت کے حساب سے کروڑپتی تھا، لیکن اپنی تمام تر دولت اور معاشرتی حیثیت کے ساتھ اور قرآن کے مطابق اپنی تمام کمائ کے ساتھ کہاں گیا اور کیا کیا؟ نہ اس کی جائیداد اور نہ ہی معاشرے میں اس کے عہدے نے اسے فائدہ دیا، اور نہ اس کو عذاب سے بچایا۔

اکثرانسانوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ اگر امیر ہیں یا طاقتور ہیں، یا ان کا کوئی اونچا مقام و مرتبہ ہے تو لوگ ان کی حمایت کریں گے، وہ سمجھتے ہیں کہ وہ دولت اور عہدے کی بنیاد پر جو چاہیں کرسکتے ہیں، ان لوگوں کے لیے ہی فرماتا ہے کہ: ان میں سے کوئی بھی چیزتیری محتاجگی کو ختم نہیں کرتی، کوئی چیزتمہارے کسی کام نہیں آئے گی، اس سے تمہارا مسئلہ حل نہیں ہوگا، ابن زید ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ابولہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں آپ کا دین قبول کرلوں تو مجھے کیا فضیلت ملے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہی جو دوسرے مؤمنوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کو حاصل ہوتی ہے، ابولہب نے کہا: گویا کہ دوسروں کے مقابلے میں مجھے کوئی اضافی استحقاق نہیں ملے گا؟ پیغمبر اسلام نے فرمایا: اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہو؟ ابولہب غصے میں آگیا اور کہنے لگا: " تبا لھذا الدین تبا ان اکون وھولاء سواء " ہلاکت ہو ایسے دین پر، جو مجھے اور ان لوگوں کو برابر کہتا ہے۔

"وَمَا كَسَبَ" اس کی جائیداد خواہ مال ہو یا اولاد، "وَمَا كَسَبَ " اس سے بعض مفسرین نے آمدنی کا معنی لیا ہے، یعنی: وہ منافع جو وہ اپنی جائیداد سے کماتا ہے، وہ اس کا کسب ہے، دوسرے مفسرین نے اس سے مراد اس کی اولاد لی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی آدم کی اولاد بھی اس کے کسب میں سے ہے، (ابوداؤد، ابن ابی حاتم) یہ دونوں معنی ابولہب کے انجام سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ جب وہ بیمار ہوا تو اس کی جائیداد بھی اس کے کوئی کام نہ آئی، اور اس کی اولاد نے بھی اس کو اپنی حالت پر بے کسی کے عالم میں مرنے کے لیے چھوڑدیا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: جب رسول اللہﷺ نے اپنی قوم کو عذاب الہٰی سے ڈرایا،تو ابو لہب نے کہا:میرا یہ بھتیجا جو کچھ بھی کہتا ہے اگر وہ سچ ہے تو میرے پاس بہت سا مال و اولاد ہے ان سب کو دے کر اپنے آپ کو بچا لوں گا، اس کے یہ کہنے پر آیت: "مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ"نازل ہوئی، جب وہ عذاب الہٰی میں گرفتار ہوا تو اس کی اولاد اس کی میت کو احترام کے ساتھ دفن کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوئی، تو اس طرح چند سالوں میں جو پیشین گوئی ابو لہب کے بارے میں اس سورت میں ہوئی تھی وہ پوری ہوئی دیکھی۔

مال: ان تمام چیزوں کی خاصیت جو انسان کے لیے پسندیدہ اور محبوب ہیں، یعنی: انسان ان سے فطرتا محبت کرتا ہے، اصل لفظ"مال" میں سے ماخوذ ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس کی خواہش ہوتی ہے، اور اس میں ایک خاص کشش ہوتی ہے، لہذا مال کی محبت ایک فطری اور طبعی چیز ہے، دین نے ہمیں مال جمع کرنے، مال اور دیگر سہولیات سے فائدہ اٹھانے سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ ہمیں ناجائز ذخیرہ اندوزی اور مال پرستی سے منع کیا ہے، اس طر ح کہ مال ہی انسان کا سب کچھ ہوجائے اور اقدار کے حصول اور سمجھنے کے لیے ہماری تشخیص کا معیار بن جائے، فرمایا: "مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ" "مَا كَسَبَ"، مالہ کے علاوہ ہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

مال وہ چیز ہے جو موجود ہے، اسے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی،لیکن "مَا كَسَبَ" وہ جو موجود نہ ہو،اور حاصل کیا جاتا ہو، خدا تعالٰی آنے والے مؤمنوں کے دل کے اطمینان کے لیے آنے والے وقت سے متعلق فرماتے ہیں کہ: جو کچھ اب موجود ہے، اور کفار کے سرداروں کے پاس ہے، اور جو کچھ مستقبل میں انہیں ملے گا، ان کا کوئی بھی مسئلہ یا مشکلات حل نہیں کرسکے گا، چنانچہ مؤمن انسان اپنے آپ کو بے وقعت،کمتر اور حقیر محسوس نہیں کرتا۔

سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿٣﴾	عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا

یعنی: ابو لہب کو جلد ہی ایک دہکتی ہوئی آگ میں عذاب دیا جائے گا، جو اس کی کھال کو جلا دیگی، وہ آگ جہنم کی آگ ہے،"ذَاتَ لَهَبٍ"شعلے والی آگ، ایسی آگ جو بھڑکتی اور شعلے والی ہے، درحقیقت وہ ایک قسم کی آگ ہے، اس شخص کا نام ابو لهب ہے تو اس کی تقدیر"ذَاتَ لَهَبٍ" ہے، ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں، ابو لہب بھی دشمنی کی آگ بھڑکا تا تھا، جس نے جو کچھ بویا وہی کاٹے گا جس نے اپنے ظلم و ستم اور بد عنوانی سے لوگوں کے مال و جان اور زندگیوں میں آگ لگا دی، اور ان پر تشدد کیا، لازمی طور پر اس کا حشر بھی اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

وَّامْرَاَتُهٗ ۚ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿٤﴾	اور اس کی بیوی بھی جو ایندھن اٹھانے والی ہے

اور اس کی بیوی بھی اس آگ میں گرے گی، جو لکڑی اٹھانے والی ہے،" حَمَّالَ" وہ جو بوجھ اٹھاتا ہے۔

"حَمَّالَةَ الْحَطَبِ"لکڑی اٹھانے والی،چغلی اور شر انگیزی کی طرف اشارہ ہے ، کہ نفرت اور دشمنی کی آگ بھڑکا کر لوگوں کی باہمی محبت و الفت کو آگ لگاتی تھی، اور سب کی دوستی اور رشتہ داری کے روابطہ اور تعلقات کو ختم کردیتی تھی، یہ ایک تمثیلی استعارہ ہے اس شخص کی فتنہ انگیزی پر جو آگ میں لکڑیاں ڈالتا ہے، تاکہ وہ بھڑک اٹھے۔ (اسراء:آیات۴۰تا ۴۸ کی شرح و تفصیل)

کہتے ہیں : "ولم يمش بين الناس بالحطب الرَّطب"(فلاں نے لوگوں کے درمیان چغل

(c) ketabton.com: The Digital Library

خوری اور فتنہ انگیزی نہیں کی) "وَّامۡرَاَتُهٗ"اس کی بیوی،ام جمیل،" حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ"یعنی: کانٹے اور جھاڑیاں،مؤرخین لکھتے ہیں کہ:چونکہ ابو لھب کا گھر آپؐ کی دیوار سے متصل تھا، اس لیے اس کی بیوی کانٹوں کا ڈھیر لے کر آتی ، اور رسول اللهﷺ کو اذیت دینے کے لیے آپﷺ کے راستے میں بچھاتی تھی، اس لیے اسے لکڑ ہارا کہا گیا۔

سعید بن جبیر کا کہنا ہے کہ جو خود پر گناہ لادتا ہے اس کے بارے میں ایک محاورہ کہا جاتا ہے: "فلان یحطتب علی ظهره"(فلاں اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لادتا ہے)پس "حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ" کا معنی ہے گناہوں کا بوجھ اٹھانے والی۔

ابو لہب کی بیوی، ام جمیل حرب کی بیٹی ابو سفیان کی بہن اس کا شمار خواتین شعراء میں ہوتا تھا۔

جیسا کہ ہم نے کہا کانٹے اور گوبر لے کر رات کو رسول اللهﷺ کے راستے میں ڈالتی تھی،یا اس سے مراد یہ ہے کہ ابو لہب کی بیوی بڑے گناہوں کا بوجھ اٹھانے پر نبیﷺ سے دشمنی کے سبب اور اپنے شوہر کو ان کے اذیت پہنچانے پر ترغیب دینے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے کر جہنم کی ایندھن کو اٹھاتی تھی۔

یا یہ اس کی چغل خوری سے کنایہ ہے جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں دشمنیاں اور جھگڑے بھڑکاتی تھی، ہمارے ہاں ایک مشہور مثال ہے: کچھ لوگ فتنہ کی آگ بھڑکاتے ہیں اور کچھ لوگ اس میں لکڑیاں لاکر اس کو ایندھن فراہم کرتے ہیں،ام جمیل بنوامیہ اور بنو ہاشم کے درمیان موجود حسد کی وجہ سے اپنے شوہر کو نبیﷺ سے دشمنی پر اکساتی تھی،تو شوہر آگ جلانے والا ہے، یعنی دشمنی کی آگ اور اس کے شعلے کو بھڑکاتا اور ہوا دیتا ہے، جبکہ اس کی بیوی مجلس و محفل میں آگ پھیلانے والی۔

ملاحظہ:

"وَّامۡرَاَتُهٗ" اس کی بیوی ،انسانی تاریخ میں خواتین کے مثبت یا منفی کردار کی طرف اشارہ کرتا ہے،یعنی:عورتیں اچھی بھی ہوسکتی ہیں اور اس کے برعکس بھی،پوری تاریخ ، یہاں تک کہ زمانہ جاھلیت میں بھی عورتوں نے اپنا کردار ادا کیا ہے، اب ہم اس کردار کو ایک طرف چھوڑ کر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ عورت معاشرے میں بے کار ہے، وہ بھلائی کی طرف دعوت

(c) ketabton.com: The Digital Library

دے سکتی ہے، وہ خیر کی حامی اور اہل خیر بھی ہوسکتی ہے، یا برائی کی حامی اور اہل شر بھی ہوسکتی ہے، اس کی واضح مثال اس سورت مسد میں ہے۔

فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۠ ○	اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی

مسد: کھجور کی چھال جس سے رسی بنائی جاتی ہے، وہ رسی جس میں لکڑیوں کا گٹھڑا باندباھ کر لایا جاتاہے، وہ کھردرے ریشے سے بنی رسی اس کے گلے کا طوق بن جائےگی، اس کے ذریعے اس پر جہنم کی آگ کے شعلے بھڑکائے جائیں گے ، اس کا گلا دبا کر اسکو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا ۔

روایت ہے کہ ابو لہب کی بیوی کے پاس زیورات کا ایک شاندار ہار تھا، اس نے کہا: میں لات اور عزی کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اس ہار کو محمدﷺ کی دشمنی میں استعمال کروں گی، اس لیے قیامت کے دن اس کا ہار آگ کی زنجیر بنے گا، ہم دیکھتے ہیں کہ الله سبحان و تعالی آخرت میں اس کی سزا کو اسی شکل اور حالت میں جو اس کی دنیا میں تھی بیان کرتا ہے،کیونکہ آخرت کی سزا مجرم کے فعل کی نوعیت کی ہے،اور اس کے جرم کے مطابق ہے۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ:اس سورت کے نزول کے وقت ام جمیل، ابو لہب کی بیوی اپنے ہاتھ میں ایک پتھر لے کر مسجد الحرام میں حضرت ابوبکر صدیق رض کے پاس گئی، اس وقت ابوبکر صدیق رض رسول اللهﷺ کے ساتھ تھے،تو اس نے ابو بکر صدیق رض سے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارے دوست نے میرا مذاق اڑایا ہے، اور اب میں اس کے ساتھ یہ اور یہ کرنے آئی ہوں،لیکن الله نے اس کی آنکھیں رسول اللهﷺ کو دیکھنے سے اندھی کردیں، اور ادھر ادھربہت تلاش کیا، مگر آپﷺ کو نہیں دیکھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رض نے اس سے پوچھا کہ:کیا تم میرے ساتھ کسی کو دیکھتی ہو؟ ام جمیل نے کہا: کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ میں تیرے ساتھ تیرے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتی، علماء نے کہا کہ یہ سورت ایک واضح معجزہ اور نبی کریمﷺ کی نبوت کی ایک واضح دلیل ہے،کیونکہ الله نے "سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ" کے نزول کے ساتھ اعلان فرمایا کہ ابولہب اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کی بیوی ایمان نہیں لائیں گے اور دنیا و آخرت میں ان کا انجام بدبختی کے ساتھ جڑا ہوا ہے ، پس اس خبر کے مطابق ان دونوں میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لایا، نہ ظاہری، نہ باطنی طور پر، نہ کھلم کھلا، نہ پوشیدہ۔

"جید "گردن، ایک نازک پتلی اور خوبصورت گردن کو کہاجاتاہے، جو عموماً خواتین کی گردن ہوتی ہے، اور خواتین کے سینے کے اوپری حصےکو بھی کہا جاتا ہے، جو ہار پہننے سمیت سنگار کرنے کی جگہ ہے، اور اس جگہ کو بھی کہا جاتا ہے جہاں عورتیں اپنے زیور سنوارتی ہیں، پس اس سے مراد گردن نہیں ہے،کیونکہ گردن کو "عنق" یا "رقبہ" کہا جاتا ہے،بعض نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے گلے میں لٹکایا جائے گا، اس عورت کا وجود فطرت نسوانی کے برعکس سخت اور کھردری فطرت ہے، اس کے اندر نرم وملائم جذبات اور احساسات کے بجائے سخت اور مخالفانہ کیفیت پائی جاتی ہے، یعنی بطور مثال"جید" جو اس کے وجود میں زینت و آرائش کا مقام ہونا چاہیے، عورت کی فطرت محبت اور پیار ہے، مگراس کے بجائے اس میں نفرت،کینہ پر تشدد جذبات، اور بری عادات ہیں۔

"حبل" ایک موٹی ڈور، کھجور کے درخت کی چھال سے بنی ہوئی رسی: مسد ہے، موٹی رسی ، جو کھجور کے درخت کی چھال سے بنی ہوئی ہو، جس سے اس کی موٹائی اور کھردرا پن میں اضافہ ہوتا ہے،(یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھڑک اٹھے گی اور اس قید، ذلت اور عذاب کا مزہ چکھائے گی)نیز آیت مبارکہ میں لفظ "مسد" سے مقصود ابو لہب اور اس کی بیوی اور ان لوگوں کی تذلیل کرنا، ان کی بے قدری،تحقیر اور انہیں غصہ دلانا ہے، نبی خاتم کو تکلیف پہنچانے اور کتاب مقدس کے احکام کی نافرمانی اور خدا کے دین کے خالص حدود اور دائرے کی توہین کی وجہ سے ہر دور اور ہر زمانے میں۔

کیا واقعی ابو لہب کے ہاتھ کاٹے گئے تھے؟

اس سورت کی پہلی آیت میں ارشاد ہے کہ: "تَبَّتۡ يَدَآ أَبِي لَهَبٖ وَتَبَّ" ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور (ابو لہب) پر موت واقع ہو، آیت مبارکہ کا کیا مطلب ہے؟ کیا واقعی اس کے ہاتھ کاٹے گئے تھے یا نہیں؟ امام بخاری اور متعدد محدثین ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں:انہوں نے کہا: "لَمَّا نَزَلَتۡ

(c) ketabton.com: The Digital Library

هَٰذِهِ الْآيَةُ:وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"یعنی جب (سوره شعراء کے آیت:۲۱۴) "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"(اے پیغمبر:اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا)نازل ہوئی، تو رسول اللہﷺ اپنے گھر سے باہر نکل کر صفا پہاڑ پر چڑھ گئے، پھر انہوں نے اونچی آواز میں پکارا : صباحاه ! "(عرب یہ جملہ اس وقت کہتے تھے جب ان پر کوئی دشمن اچانک حملہ آور ہوتا، تاکہ سب باخبر ہو کر معاملے کے لیے تیار ہوجائیں) جب قریش نے یہ پکار سنی تو ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ کس کی پکار ہے؟ جواب دیا گیا کہ محمد ہے، چنانچہ انہوں نے پکار کا جواب دیا اور آپﷺ کے اردگرد جمع ہوگئے ، پھر رسول اللہﷺ نے ان سے خطاب فرمایا: اے بنی فلاں!اے بنی فلاں! اے بنی فلاں!اے بنی عبد مناف!اے نبی عبدالمطلب!(اس طرح قریش کے ایک ایک قبیلے اور خاندان کا نام لے لے کر آپﷺ نے آواز دی)پھر سب لوگ ہمہ گوش ہوکر سننے لگے کہ محمدﷺ اس قدر کونسی اہمیت والی بات کرنے لگے ہیں کہ سب کوبلایا ہے، اس کے بعد :حضورﷺ نے فرمایا:بھلا بتاؤ تو اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ کچھ سوار اس پہاڑ کے دامن سے برآمد ہورہے ہیں جو تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تجربہ میں آپ کی کوئی بات چھوٹی نہیں پائی، فرمایا تو میں عذاب شدید آنے سے پہلے تم کو اس سے ڈرا رہا ہوں کہ عذاب شدید میرے سامنے ہے، ابو لہب بولا تجھے ہلاکت ہو، کیا اسی لیے تو نے ہم کو اکٹھا کیا تھا تو یہ کہہ کر کھڑا ہوگیا اس پر اسی دن "تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ" نازل ہوئی۔

کیا ابو لہب جہنمی ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کفار اور مشرکین دوزخ میں داخل ہوں گے، اور یہ قرآن کریم اور رسول اللہﷺ نے ہمیں بعض لوگوں کے جہنم میں ہونے کی اطلاع دی ہے،جن میں سے موسیٰ ؑ کے زمانے کا فرعون بھی ہے۔

رب عظیم سوره هود(آیت:۹۸)میں فرماتے ہیں: "يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ" ترجمہ:"وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا(جیسا کہ ان کو گمراہی کی طرف لے جاتا تھا)اور ان کو دوزخ میں جا اتارے گا، اور جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ بہت برا ہے"

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور ان میں سے نوح اور لوط کی بیویاں بھی تھیں: "ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ"(سورۃ التحریم آیت:۱۰) ترجمہ: " خدا نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے، وہ ہمارے بندوں میں سے دونیک بندوں کے نکاح میں تھیں، انہوں نے ان دونوں کی خیانت کی، تو وہ اللہ سے(بچانے میں) ان کے کچھ کام نہ آئے(کہ انہیں دنیوی اور آخرت کی کمر توڑ اور جلانے والے سے عذاب بچائیں)اور کہہ دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی آگ میں داخل ہوجاؤ"۔

اہل دوزخ میں سے ایک ابو لہب اور اس کی بیوی بھی ہیں،جیسا کہ اس کی تفصیل (سورہ مسد:۵-۱)میں ہے اسی طرح ان افراد میں سے ایک عمرو بن عامر خزاعی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے دوزخ میں اس حالت میں دیکھا کہ اس کی آنتیں نکلی ہوئی تھیں۔

(یہ روایت صحیح ہے،ؓ بخاری اور مسلم نے اس کو روایت کیاہے) ان اشخاص میں سے ایک عمار بن یاسر کا قاتل ہے، معجم طبرانی میں عمرو بن عاص اور ان کے بیٹے سےصحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قاتل عمار وسالبه فی النار"(صحیح الجامع:۴/۱۱۰ شمارہ:۴۱۷)

قیامت اور ان سے سوالات و جوابات کا موضوع

اس بارے میں کہ کیا قیامت کے دن کافروں سے سوال و جواب ہوگا، علماء کے مختلف نظریات ہیں:شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: امام احمدؒ کے پیروکاروں میں سے متا خرین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، وہ جو کفار کے محاسبہ پر یقین نہیں رکھتے جیسے:ابوبکر عبدالعزیز، ابو الحسن تیمی،قاضی ابو یعلٰی وغیرہ، جبکہ دوسرا گروہ جو کافروں کے حساب و کتاب پر یقین رکھتاہے ہے، جیسے: ابو حفص بر مکی، ابو سلیمان دمشقی اور ابوطالب۔ (مجموع الفتاوی شیخ الاسلام:۴-۳۰۴-۵)

لیکن حق یہ ہے کافروں کا محاسبہ ہوگا، اور ان کے اعمال تو لے جائیں گے، درج ذیل آیات اس دعوے کی سچائی کا ثبوت ہیں:

خدا عزوجل"سورۃ القصص:۶۲ " میں فرماتے ہیں: "وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ

(c) ketabton.com: The Digital Library

شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ كُنتُمۡ تَزۡعُمُونَ۝٦٢" ترجمہ: "اس دن (کو یاد کرو) جب خدا انہیں پکارے گا، اور ان سے کہے گا: وہ شریک کہاں ہے جو تم نے میرے لیے سوچے تھے؟" اے مشرکو!اب جب کہ حجاب اور پردے ہٹ چکے ہیں، حساب و کتاب اور بے بسی کا وقت ہے تو بتاؤ ان بتوں، انسانوں اور جن کو تم معبود سمجھتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے کہ آکر تمہیں عقاب اور خالق کی سزا سے بچائیں۔

"وَيَوۡمَ يُنَادِيهِمۡ فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبۡتُمُ ٱلۡمُرۡسَلِينَ۝٦٥"(سورۃ القصص:۶۵) ترجمہ: "اس دن کو یاد کرو جب خدا تعالٰی مشرکوں سے کہے گا! کہ تم نے انبیاء کو جواب دیا؟"۔

" فَأَمَّا مَن ثَقُلَتۡ مَوَٰزِينُهُۥ۝٦ فَهُوَ فِي عِيشَةٖ رَّاضِيَةٖ۝٧ وَأَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَٰزِينُهُۥ۝٨ فَأُمُّهُۥ هَاوِيَةٞ۝٩ وَمَآ أَدۡرَىٰكَ مَا هِيَهۡ۝١٠ نَارٌ حَامِيَةُۢ۝١١"(سورہ القارعۃ: ۱۱-۷) ترجمہ: " تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوگئے، تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا، اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوگئے ، اس کی جائے قرار گھری ھاویہ ہوگی، اور تمھیں کیا خبر کہ وہ کیا چیزھے ؟، ایک بھڑکتی ہوئی آگ "۔

"وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ فِي جَهَنَّمَ خَٰلِدُونَ۝١٠٣ * تَلۡفَحُ وُجُوهَهُمُ ٱلنَّارُ وَهُمۡ فِيهَا كَٰلِحُونَ۝١٠٤ * أَلَمۡ تَكُنۡ ءَايَٰتِي تُتۡلَىٰ عَلَيۡكُمۡ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ۝١٠٥ "(سورۃ المؤمنون:۱۰۵-۱۰۳)

ترجمہ: "اور وہ شخص جس کے(دنیوی اعمال و اقوال) پلڑے ہلکے ہوگئے، یہی لوگ ہیں (جنہوں نے(اپنی عمر ضائع کی) اپنی جانوں کا نقصان کیا،جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے(اللہ ان سے فرمائے گا)کیا میری آیتیں تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں، تو تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے؟۔

سوال یہ ہے کہ کفار کا کیوں حساب و کتاب ہوگا، جبکہ ان کے اعمال تو ضائع ہوچکے ہیں اور باطل ہیں؟ اس سوال کے مندرجہ ذیل متعدد جوابات دیے گئے ہیں۔

1 - ان کے خلاف ثبوت پیش کرنا اور ان کے بارے میں عدل الٰہی کا اعلان کرنا، خدا تعالٰی دوسروں سے زیادہ عذر قبول کرتا ہے، اور عادل

(c) ketabton.com: The Digital Library

مطلق ہے، اس بنا پر وہ کفار سے سوال کرے گا اور ان سے حساب لے گا، اور ان کو ان صحائف اور دستاویزات جن میں ان کے اعمال محفوظ ہیں کے بارے میں بتائے گا، اور ترازو کو ان کے گناہوں کی کثرت اور برے اعمال کے مطابق ظاہر فرمائے گا۔

"وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۴۷" ترجمہ: "اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف کے ہوں گے،پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں"۔

"وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۴۹"
ترجمہ:"اور کتاب(ہر کسی کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں)رکھی جائے گی،(اور مؤمن جو کچھ اس میں ہے خوش ہوں گے)پس تو مجرموں کو (کفر اختیار کرنے والے)دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے، جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی!اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی ،مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انہوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے،اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا"۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: کہ خدا دنیا اور آخرت میں مخلوق کا حساب و کتاب کرے گا تاکہ حجت کی تکمیل اور حکمت کا اظہار ہو(تذکرہ:۲۴۵)۔

2 - خدا جل جلالہ ان کو سرزش کرنے اور سزا دینے کے لیے ان کا حساب کرے گا،حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:محاسبہ کا مقصد کفار کے اعمال کو ظاہر کرنا اور ان اعمال کی بنا پر ان کی سرزش کرنا ہے، اور دوسرا مقصد برائی کے مقابلے میں اچھائی کا توازن رکھنا ہے، اگر خدا تعالٰی کا مقصد پہلا معنی ہے تو یقینا وہ لوگ ان اعمال کی وجہ سےقابل محاسبہ ہوں گے، اور اگر دوسرا معنی مراد لیا جائے، اور حساب کا مقصد یہ ہو کہ کیا کفار کے پاس کوئی نیک اعمال ہیں جس کی بنا پر وہ جنت کے مستحق بنیں تو یہ صریح گمراہی ہے(مجموعہ فتادی:۳/۳۵)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس تنبیہ اور سرزنش کا تذکرہ بہت سی نصوص میں کیا گیا ہے:

"وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ"(سورۃ الانعام:۳۰) ترجمہ: "اور کاش تم (ان کو اس وقت) دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائینگے اور وہ فرمائے گا کیا یہ(دوبارہ زندہ ہونا)برحق نہیں تو کہیں گے کیوں نہیں پروردگار کی قسم!(بلکل برحق ہے)خدا فرمائے گا اب کفر کے بدلے (جو دنیا میں کرتے تھے) عذاب کے مزے چکھو".

"يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ"(سورہ الانعام:۱۳۰) ترجمہ: "(اس دن خدا ان سے کہے گا) اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے کوئی رسول نہیں آئے، جو تم پر میری آیات بیان کرتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ وہ کہیں گے ہم خود پر گواہی دیتے ہیں اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور وہ خود پر گواہی دیں گے کہ یقینا وہ کافر تھے".

"وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ"(سورۃ الشعراء: ۹۲-۹۱) ترجمہ: "اور دوزخ بہکے ہوئے لوگوں کے سامنے ظاہر کردی جائے گی، اور ان سے پوچھا جائے گا کہ اب کہاں ہیں وہ جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے".

" وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ"(سورۃ القصص:۷۴) ترجمہ: "پھر ان سے کہا جائے گا کہ پکارو اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو، یہ انہیں پکاریں گے مگر وہ ان کو کوئی جواب نہ دیں گے، اور یہ لوگ عذاب دیکھ لیں گے، کاش یہ ہدایت اختیار کرنے والے ہوتے"(کہ آج ایسے عذاب میں گرفتار نہ ہوتے).

ابن کثیر کہتے ہیں کہ:اگر چہ کفار کے نیک اعمال کی ان کے کفر کی وجہ سے کوئی اہمیت نہیں ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں ان کی رسوائی اور بد بختی ظاہر کرنے کے لیے ان کے اعمال کا وزن

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیا جائے گا،(النھایة، ابن کثیر: ٢/٣٠)

3 - کافر شریعت کے فروعات کے پابند ہیں،جیسا کہ وہ شریعت کے اصولوں کے بھی پابند ہیں، اس لیے ان سے ان کے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

قرطبٰی کہتے ہیں کہ: کفار شریعت کے فروعات کے مکلف ہیں، اور شریعت کے فروعات کے بارے میں ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی، فروعات میں کوتاہی کی صورت میں ان کو سزا دی جائے گی۔

خدا تعالٰی فرماتا ہے: "وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ"(سوره فصلت آیت ۶-۷) ترجمہ: " تباہی ہے ان مشرکوں کے لیے،جو زکوۃ نہیں دیتے"۔

اور خدا تعالٰی مجرموں کے بارے میں فرماتے ہیں: "مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ * وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ"(سورة المدثر:۴۲-۴۶)

ترجمہ: " تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کردیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے، اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے، بلکہ ہم بے مقصد بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر صرف باتیں کیا کرتے تھے، اور ہم جزا کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے"۔

4 - کافر اپنے کفر اور گناہوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ان میں سے ہر ایک اپنے گناہوں کی حد کے مطابق جہنم میں جائے گا اور جہنم کی آگ کے بھی مختلف درجے ہیں،جس طرح جنت کے مختلف درجات ہیں،اگر کسی کے کفر اور گمراہی کی شدت زیادہ ہو، اس کا عذاب بھی اسی مقدار کے مطابق زیادہ ہوگا، یہاں تک کہ بعض کافر بھی جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے، اور منافقین بھی اسی گروہ میں سے ہیں: "إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ"(سوره النساء:۱۴۵) ترجمہ: " بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں: کم برائیوں والوں کے عذاب سے زیادہ برائیوں والوں کا عذاب زیادہ ہوگا، کفار میں سے جس کی بھی نیکیاں

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور حسنات ہوں گی عذاب کی شدت سے کم کی جائے گی، جیسا کہ ابوطالب کا عذاب ابو لہب کے عذاب سے کم اور ہلکا ہے، اس لیے کافروں کا حساب ان کے عذاب کے درجات کے اظہار کے لیے ہے، نہ کہ جنت میں جانے کے لیے،(شیخ الاسلام:۴/۳۵)۔

امام قرطبٰی کفار کے اعمال کے بارے میں دو باتیں کہتے ہیں: پہلے تو کفر اور ان کے گناہوں کو ترازو کے ایک پلڑے رکھا جائے گا، کفار کے پاس نیکیاں نہیں ہوتیں کہ دوسرے پلڑے میں تولی جائیں، اسی لیے نیکیوں کا پیمانہ خالی ہونے کی وجہ سے برائیوں کا پیمانہ بھاری پڑجائے گا۔

پھرنیک اعمال مثلا:صلہ رحمی،صدقہ، دوسرے کا غم رکھنے والا، ہمدردی لوگوں کے ساتھ جو اچھا سلوک کرتے ہیں، اچھائیوں اور نیکیوں کے پلڑے میں رکھا جائے گا، لیکن برائیوں کا پلڑا بھاری ہونے کی وجہ سے جھک جائے گا۔(تذکرہ:۳۱۴)

پہلا نکتہ صحیح ہے،کیونکہ کافر کے اچھے اور معروف اعمال شرک اور کفر کی وجہ سے ضائع ہوچکے ہوتے ہیں، چنانچہ ان کی کوئی قدر نہیں کی جائے گی،اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ"(سورہ الزمر:۴۰) ترجمہ: "اگر تو نے شرک کیا تو یقینا تیرا عمل ضائع ہوجائے گا"۔

"وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُوْلَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ"(سورہ البقرہ ۲۱۷) ترجمہ: "اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے ، پھر اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور یہی لوگ ہیں آگ والے ، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

حدیث میں آیا ہے کہ: "إن الله لا يقبل من العمل إلا ما كان خالصاً وابتغى به وجهه" ترجمہ: "بیشک اللہ تعالٰی کوئی عمل نہیں قبول کرتا جب تک کہ وہ خالصًا اللہ کی رضا کے لیے نہ ہو" شرک اور ریا سے پاک ہو،(نسائی باب چہارم، از ابی امامہ...)

صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر دنیا میں اپنے نیک عمل

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے فائدہ اٹھائے گا، اور قیامت کو اس حال میں آئے گا کہ اس کا کوئی نیک عمل نہیں بچا ہوگا"۔

صحیح مسلم اور مسند احمد میں آیا ہے کہ:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن الله لا يظلم مؤمناً حسنته، يعطى بها في الدنيا (وفي رواية يثاب عليها الرزق في الدنيا) ويجزى بها في الآخرة، وأما الكافر فيطعم بها بحسنات ما عمل بها لله في الدنيا، حتى إذا أفضى إلى الآخرة لم يكن له حسنة يجزى بها"(سلسلة الصحيحة:۸۶-۱ نمبر ۵۳) ترجمہ: "اللہ تعالٰی کسی مؤمن پر اسکی نیکیوں کے بارے میں ظلم نہیں کرتا، مؤمن اپنے اعمال کا بدلہ دنیا اور آخرت میں دیکھے گا، لیکن کافر کو اس کے تمام اعمال کا اجر اس دنیا میں ملے گا، اور جب وہ دوسرے جہاں میں جائے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی"۔

ان آیات اور احادیث کی توجیہ جو کفار سے سوال و جواب نہ کرنے کی بارے میں ہیں

اگر کہا جائے کہ:گذشتہ بحثوں کے مطابق یہ ثابت ہوچکا ہے کہ کفار سے سوال و جواب کیا جائے گا، اور اگر ایسا ہے تو اس کے مخالف جو نصوص ہیں ان کی کیا توجیہ پیش کریں گے؟ ان میں سے ایک یہ کہ خدا تعالٰی فرماتا ہے: "وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ"(سورہ قصص:۷۸) ترجمہ: "اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا"۔

"فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ"(سورہ الرحمٰن:۳۹) ترجمہ: "پھر اس دن نہ کسی انسان سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھا جائے گا اور نہ کسی جن سے"(کیونکہ وہ وقت دنیا کو فنا کرنے کا وقت ہوگا نہ کہ پوچھ گچھ کا) "۔

"هَٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ * وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ"(المرسلات:۳۶-۳۵) ترجمہ: "آج کا دن ،ایسا دن ہے (خدا کی آیات کو جھٹلانے والے بات نہیں کریں گے)کہ وہ نہیں بولیں گے،(کیونکہ اللہ نے ان کے منہ پر مہر سکوت لگایا ہوا ہے) اور نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کریں"۔

اس طرح کے بہت سارے نصوص :یہ بات قابل ذکر ہے کہ پچھلے نصوص اور ان نصوص میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے، علماء نے ان دو

(c) ketabton.com: The Digital Library

طرح کے نصوص میں تطبیق و توفیق کے مختلف طریقے بتائے ہیں: اول: کافروں سے شفاء سکون اور راحت کے لیے پوچھ گچھ نہیں ہوگی، بلکہ ان کی سرزش اور سزا کے لیے پوچھ گچھ ہوگی، مثلا سوال جیسے :تم نے ایسا ویسا کیوں کیا؟ بات کرنے اور معافی مانگنے کے بارے میں بھی نہیں ہے یعنی خدا تعالٰی ان سے حسن سلوک نہیں کرے گا، بلکہ ان سخت الفاظ میں غصے میں ان سے پوچھے گا(تذکرہ:۲۸۶)

دوئم:یہ کہ اللہ تعالٰی ان سے استفہامی انداز میں سوال نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ تعالٰی ان کے اعمال سے باخبر اور جاننے والا ہے، استفہام کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ کفار سے سوال تصدیقی اور تقریری ہوگا، مثلا :ان سے پوچھا جائے گا کہ ایسا کیوں کیا؟ (تذکر:۲۷۸)۔

حسن بصری اور قتادہ کہتے ہیں:کفار سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالٰی ان کے گناہوں کو جانتا ہے، اور فرشتوں نے انہیں لکھا ہے،(لوامع الانوار البهية:(۱۷۴/۲)۔

سوم:یہ کہ کفار سے قیامت کے بعض مواقع پرپوچھ گچھ ہوگی، قرطبی کہتے ہیں کہ: قیامت کے کئ مراحل اور صورتیں ہیں بعض مراحل میں کافروں سے حساب لیا جائے گا ، اور بعض مراحل میں نہیں۔

سفارینی : عکرمہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں: قیامت کے دن لوگوں کو بہت سے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا، اسی بنا پر امام احمدؒ قرآن کے نصوص کے جوابات کے سلسلے میں کہتے ہیں: سب سے پہلے جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو وہ ساٹھ(۶۰)سال تک نہ بولیں گے اور معذرت کرنے کی اجازت ہوگی تا کہ وہ معافی مانگ سکیں:"رَبَّنَا أَبۡصَرۡنَا وَسَمِعۡنَا فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ"(سوره السجده:۱۲) ترجمہ: "اے ہمارے رب! (ہم نے دیکھ لیا،(جس چیز سے ہم نے خود کو اندھا کرلیا تھا)، اور ہم نے سن لیا(جس سے ہم نے خود کو بہرا بنا لیا تھا اب ہمیں پچھتاوا ہے)، پس ہمیں واپس بھیج (دنیا میں) کہ ہم نیک عمل کریں (اور کامیابی کے ساتھ تیرے کے سامنے پیش ہوں) بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں (قیامت اور تیرے پیغمبروں کے کہنے پر)"۔

اور جب انہیں بولنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ کشمکش میں پڑیں گے،"ثُمَّ إِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُونَ"(سوره الزمر:۳۱) ترجمہ:پھر تم

(c) ketabton.com: The Digital Library

قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے" اور الله تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا، اور ہر کسی کا حق اس کے ہتھیلی میں رکھے گا، یعنی: جب نا انصافی اور ظلم کا حساب لگے گا اور پیش کریں گے تو وہ لڑیں گے اور جھگڑیں گے: پھر ان سے کہا جائے گا: "قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ"(سورہ ق:۲۸) ترجمہ: "الله تعالٰی فرمائے گا: میرے پاس جھگڑ ا مت کرو ، حالانکہ میں نے تو تمہار ی طرف ڈرانے والا پیغام پہلے بھیج دیا تھا"۔

چہارم:قرطبی اس آیت سے متعلق کہتے ہیں: " وَلَا يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ"(سورۃ القصص:۷۸)

ترجمہ: "اور مجرموں سے ان کے گناہوں (تحقیق و ترحیم) کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا"(بلکہ ان سے تذلیل اور تحقیر کا سوال ہوگا) بیان کرتا ہے کہ:یہ سوال مؤمنوں کو کافروں سے الگ کرنے کے لیے کیا جائے گا، یعنی قیامت کے دن فرشتوں کو کافروں سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ:تمہارا دین کیا ہے؟ اور تم نے دنیا میں کیا کیا ہے؟ کیونکہ مؤمنوں کے چہرے تازہ اور سینے کھلے ہوئے ہوں گے، اور کافروں کے چہرے اداس اور سیاہ ہوں گے، اور فرشتے ان کے چہروں کے خدوخال سے پہچان لیں گے، اس لیے جب فرشتوں کو یہ ذمہ داری سونپی جائے گی کہ کافروں کو جہنم کی طرف لے جائیں،تو ان کے ظاہری علامتیں اور آثار ان کے پہچاننے کے لیے کافی ہوں گی، مزید تعارف کی ضرورت نہیں ہوگی،(تذکرہ:۲۸۷)۔

پیغمبر اسلام کی بیٹیوں کا ابو لہب کے بیٹوں سے نکاح

سوال یہ ہے کہ رسول اللهﷺ نے اپنے دو بیٹیوں کا نکاح ابو لہب کے بیٹوں سے کیوں کروایا، جبکہ وہ مسلمان نہیں تھے، سب سے پہلے تو یہ جاننا کہ: نبیﷺ کی بیٹیاں یہ ہیں: "زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ"،"زینب" کا نکاح رسول اللهﷺ نے "ابی عاص" سے کرادیا تھا، جب مشرکین سے شادی کرنا منع قرار پایا، تو رسول اللهﷺ نے اسے اپنے مشرک شوہر سے الگ کردیا، جب بعدمیں ابی عاص مسلمان ہوگیا تو نبیﷺ نے زینب کو واپس کردیا "رقیہ" کو پیغمبرﷺ نے "عتبہ بن ابی لہب" کے نکاح میں دے دیا، "ام کلثوم جو رقیہ کی چھوٹی بہن ہے،پیغمبرﷺ نے اسے عقیبہ بن ابی لہب کے نکاح میں دے دیا، فاطمہ زہراء"نبی کریمﷺ نے "علی ابن ابی طالب"

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے نکاح میں دی ، جو نبی کریمﷺ کی وفات کے چھ(۶) ماہ بعد وفات پاگئیں۔

لیکن جب الله تعالیٰ نے سورہ"المسد" یعنی:"تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّتَبَّ" نازل فرمائی تو ابو لہب اور اس کی بیوی "ام جمیل" جنہیں الله تعالیٰ نے قرآن مجید میں "حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ" کہا ہے،یعنی: ایندھن اکھٹے کرنے والی کا لقب دیا تو غصے میں آگئی اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ نبی کریمﷺ کے بیٹیوں کو طلاق دیں، اور ابو لہب نے اپنے بیٹوں سے کہا: میرا سر تم دونوں کے سروں پر حرام ہو اگر تم دونوں محمدﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دوگے، تو اس کے بیٹوں نے نبی کریمﷺ کے بیٹیوں کو طلاق دیدی، اور یہ طلاق نکاح کےتھوڑے عرصے بعد ہوئی تھی، اور ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی صرف نکاح ہواتھا،(کتاب:الا ستعیاب فی معرفتہ الاصحاب صفحہ:۵۹۳)۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی مکہ مکرمہ میں رقیہ سے شادی کرکے حبشہ کی طرف ہجرت کرگئے، اور حبشہ میں ان کا بیٹا ہوا جس کا نام : "عبدالله" رکھا اس تاریخ کے بعد حضرت عثمان کی کنیت: ابو عبدالله ہوئی۔

اور غزوہ بدر میں چونکہ رقیہ کو "حصبة" خسرہ کی بیماری لگ گئی تھی(جو آلودہ پھل،سبزی اور پانی کھانے پینے سے لگتی ہے) اور حضرت عثمان کی جہاد میں شرکت کرنے کی نیت تھی آپﷺ نے حکم دیا اپنے بیوی"رقیہ" کے پاس رہے لیکن بالاآخر اس بیماری کی وجہ سے رقیہ وفات پاگئیں۔

پھر نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی "ام کلثوم" کا نکاح حضرت عثمان رضی سے کردیا، یہ نکاح ہجری کے تیسرے سال ماہ ربیع الاول میں ہوا تھا، ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، یہاں تک کہ نو(۹) ہجری کو وفات پاگئیں، چونکہ حضرت عثمانؓ نے نبی کریمﷺ کے دو بیٹیوں سے نکاح کیا تھا اس لیے ان کو "ذوالنورین" یعنی "دو نور والے" کا لقب ملا۔

لیکن اس مسئلے کے بارے میں کہ ابو لہب کے بیٹوں نے جو الله کا دشمن تھا پیغمبر کے بیٹیوں سے جو کہ الله کا رسول تھا شادی کیوں کی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتداء اسلام میں ایک مسلمان کی شادی کافر سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

جائز تھی ابھی منع نہیں ہوئی تھی، اس کی نہی بعد میں نازل ہوئی تھی کہ خدا تعالٰی نے فرمایا: "يا أَيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ "(سوره المتحنته:۱۰)

ترجمہ:

اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں نے اپنے کافر بیویوں کو طلاق دی اور کافر عورتوں سے نکاح کرنا بھی منع قرار پایا، کہ خدا تعالٰی نے فرمایا: "وَلَا تَنكِحُوا الْمشرکات حتی یؤمِنَّ"(سورۃ البقرہ:۲۲۱)

ترجمہ:

سوائے یہودی اور عیسائی عورتوں کے،جنہیں اس آیت کے نزول کے بعد نکاح کی اجازت دی گئی: "الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيرَ مُسَافِحِينَ وَلا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ وَمَنْ يكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ"(سورۃ المائدہ:۵)

ترجمہ:

اس لیے مختصرًا کہا جاسکتا ہے کہ

1 - اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان کا کافر سے نکاح جائز تھا۔

2 - پیغمبرﷺ کی بیٹیوں کا نکاح اللہ کے دشمن ابو لہب کے بیٹوں سے اسلام کے ابتدائی ایام میں ہوا تھا کہ اس وقت تک جائز تھا۔

3 - جب نبی کریمﷺ نے اپنی دعوت کا علی اعلان اظہار فرمایا تو ابو لہب غصے میں آگیا اس نے اور اس کی بیوی نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ رسول اللہﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

4 - طلاق ہمبستری سے پہلے تھی، اور یہ خدا کی طرف سے اپنے نبی کو دیا گیا ا یک اور اعزاز تھا کہ ان کی بیٹیوں کو کنواری حالت میں ابو لہب کے بیٹوں کے نکاح سے خارج کردیا۔

5 - صدر اسلام میں مسلمان کا کافر سے نکاح ایک عام مسئلہ تھا،لیکن بعد میں سوائے اہل کتاب کی عورتوں کے ممنوع قرار دیا گیا۔

ابو لہب کون ہے؟

ابو لہب کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ:ابو لہب کا تعلق بعثت سے پہلے تک نبی کریمﷺ سے معمول کے مطابق اور اچھا تھا،لیکن آپﷺ کی بعثت کے بعد اور اسلام کے آغاز میں وہ اس دشمنی سے مشہور ہوگیا،کیونکہ ایک طرف تو بنی ہاشم پر ان کے بھائی کی قیادت عبدالمطلب کے بعد جس نے سنجیدگی سے پیغمبر کی حمایت بھی کی تھی، اسے مہنگی پڑی، دوسری طرف آباء و اجداد کے دین میں تعصب پیغمبرﷺ کا سخت ترین دشمنوں میں سے بننے کا سبب بنا۔

جب پیغمبرﷺ نے خدا کے حکم سے اپنے رشتہ داروں میں دعوت کا آغاز کیا، تب سے ابو لہب نے اپنی دشمنی کی بنیاد رکھ لی اور نبی کریمﷺ کا مذاق اڑانا شروع کیا، اور کہا کہ اپنے آباء واجداد کے دین کی حفاظت کے لیے مجھےمحمد ﷺ کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ:ایک دن ذوالعجاز کے بازار میں(مکہ کے بازاروں میں سے ہے)ہم نے ایک نوجوان کو دیکھا کہہ رہا تھا : "ایھا الناس!

قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا" اور ایک آدمی نے اس کے پیچھے اس کے ٹانگ پر

پتھر مار کر زخمی کردیا تھا،اور کہتا تھا: "ایھا الناس!إنّه كذّاب" اے لوگو!یہ

جھوٹا ہے، اس کی بات پر یقین نہ کرو، میں نےپوچھا: یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا:محمد(ﷺ) جو خود کو نبی کہتاہے، اور یہ اس کا چچا ابو لہب ہے جو اسے جھٹلاتا ہے۔

سخت ہلاکت

سیرت نگار لکھتے ہیں:کہ رسول اللہﷺ کی ہجرت کے بعد ابو لہب (عدبہ)بیماری کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف جنگ بدر میں شریک نہ ہوسکا،لیکن اپنی جگہ رسول خدا کے ایک اور دشمن "عاص بن ہشام بن

(c) ketabton.com: The Digital Library

مغیرہ کو" بھیجا، چونکہ اس کی بیماری متعدی تھی، لوگ اسے طاعون کی طرح سمجھتے تھے، اس لیے جب وہ بیمار ہوا تو اس کی عبادت میں جانے کی جرات نہیں کرتے تھے کہ کہیں یہ بیماری ان کو نہ لگ جائے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ:اس بیماری کے پھلنے کے خوف کی وجہ سے اس کے اپنے گھر والوں نے اسے بیماری اور موت سے نمٹنے کے لیے تنہا چھوڑدیا، ابو لہب کی موت کے بعد اس کی لاش تین رات تک گھر میں پڑی رہی، اس کے بیٹے بھی اس کی لاش کے قریب جانے سے ڈرتے تھے، اس کے جسم کی بدبو اور تعفن لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جارہی تھی اور علاقے کی ہوا میں مل رہی تھی، آخر قریش کا ایک شخص ابو لہب کے بیٹوں کے پاس آیا اور ان سے کہا:تمہیں شرم نہیں آتی، کیوں اپنے باپ کی لاش نہیں اٹھاتے؟ اس کی بدبو ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔

انہوں نے کہا:ہمیں ڈر ہے کہ ہمیں بھی یہ مرض لاحق نہ ہو جائے:اس نے کہا میں تمہاری مدد کرونگا۔

ایک روایت کے مطابق اس کے بچوں نے چند حبشیوں کو کچھ رقم دی اور ابولہب کی لاش کو گھسیٹ کر اس کے گھر کے باہر لے گئے، اور اس کے جسم پر دور سے پانی چھڑکا اس کے جسم کو ہاتھ لگائے بغیر لکڑی کے ایک تختے پر رکھا اور مکہ کے دور دراز علاقے میں لے گئے اور ایک کھائی میں اس کی لاش پھینک دی، اور اس کے جسم پر اتنی مٹی ، اورپتھر ڈال دیے، کہ لاش ان پتھروں اور مٹی کے نیچے چھپ گئی۔

سبحان اللہ! خدا کے غضب کے مقابلے میں نہ دولت کام آئے گی اور نہ سرکاری عہدے، واضح رہے کہ ابولہب کی دنیاوی اشرافیت آخرت کی رسوائی پر ختم ہوئی۔

قابل غور بات یہ ہےکہ:ابو لہب کو جہاں ناکامی ہوئی اس کے علاوہ اس کے بچوں نے وہی دین قبول کیا جس کی مخالفت میں اس نے اپنی تمام طاقت صرف کردی تھی، پہلے مرحلے میں اس کی بیٹی دُرَّہ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور مسلمان ہوگئیں، پھر فتح مکہ کے (آٹھویں ہجری) دوران اس کے دو بیٹے عتبہ و معتب نامی عباس رض بن عبدالمطلب کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور بیعت کی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورہ مسد سے حاصل شدہ عبرتیں اور اسباق

1 - اس سورت میں اللہ تعالٰی نے اپنا فیصلہ سنایا ہے جو کہ ابو لہب کی ہلاکت کے منہ میں جانے اور اس کے مکر اور چالوں کا جو حال ہوا جو کہ وہ رسول اللہﷺ کے خلاف استعمال کرتا تھا۔

2 - جو بندہ اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرتا ہے ،نزول عذاب کے وقت اس کا مال و اولاد اور مقام و عہدہ اس کو عذاب سے نہیں بچا سکتا،اگر وہ غضب الہٰی کے راستے پر چلتا ہو، اور اللہ کی خوشی اور رضا کا سبب بننے والے کام چھوڑ دے۔

3 - شرک اور کفر کی موجودگی میں رشتہ داری کا کوئی فائدہ نہیں،جیسا کہ ابو لہب آپﷺ کا چچا تھا،لیکن اس کا ٹھکانہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

4 - یہ سورت اس بات کا ثبوت ہے کہ مؤمنوں کو ستانا حرام ہے۔

5 - اس سورت میں رب کی حیران کن نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، اور وہ یہ ہے کہ یہ سورت اللہ تعالٰی نے اس وقت نازل فرمائی جب ابو لہب اور اس کی بیوی زندہ تھی، ابھی ہلاک نہیں ہوئے تھے، اور انہیں اس سخت اور درد ناک عذاب سے آگاہ کیا جو ان کا منتظر تھا، لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے، پس وہی ہوا جس کی اللہ تعالٰی نے اطلاع دی تھی،کیونکہ صرف وہی عالم ہے جو علم غیب کو جانتا ہے۔

یاد رہے کہ ابو لہب اور اس کی بیوی مر چکے ہیں، اور ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہوچکی ہیں،لیکن ان آیات کو اسی طرح پڑھا جائیگا تاکہ ابو لہب کی طرح کے لوگوں اور اس کے پیروکاروں کے لیے عبرت کا باعث بنے اور اللہ تعالٰی کا قہر و غضب ان پر بڑھتا جائے ۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة الاخلاص

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی،اس کی چار(۴) آیات ہیں

وجہ تسمیہ:

سورہ اخلاص مکہ میں سورۃ الناس کے بعد نازل ہوئی ، اس کے بہت سے نام ہیں، ان تمام ناموں میں سے "اخلاص" بہت مشہور ہے، کیونکہ یہ خالص توحید اور خدا کی ذات کی تنزیہ اور تقدیس کی طرف اشارہ کرتی ہے، اور یہ سورہ خالص ترین توحیدی عقائد پر مشتمل ہے، یہ مبارک سورہ انسان کو شرک اور جہنم کی آگ سے نجات دیتی ہے ، اسی لیے اسے توحید اور اخلاص کی سورت کہا جاتا ہے ، اسی طرح اس سورت کا "اخلاص" کے نام سے شہرت پانا اس وجہ سے ہے کہ:یہ مختصر نام اس سورت کے معانی کے ساتھ بہت مناسبت رکھتاہے، کیونکہ یہ سورت لوگوں کو اللہ کی مخلصانہ عبادت کا معیار سکھاتی ہے۔

یوں کہنا چاہیے کہ الاخلاص صرف سورت کا نام نہیں، بلکہ اس سورت کے مضمون کا عنوان بھی ہے، کیونکہ اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ خالص توحید اور یکتا پرستی کی تعلیم ہے ۔

قرآن کریم کی دیگر سورتوں میں عموما اس میں سے کسی ایک لفظ کو اس کا نام بنایا گیا ہے،لیکن اس سورت میں کہیں بھی لفظ "اخلاص" نہیں آیا، اور اس لفظ کو معنی کے لحاظ سے اس کا نام قرار دیا گیا ہے، کہ ہر شخص اس کو سمجھے اور اس پر ایمان لائے، اورشرک سے نجات پائے ۔

سورہ اخلاص کے دیگر نام

سورہ اخلاص کے دیگر نام یہ ہیں:

1 - سورہ "قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ "اس عبارت سے سورہ شروع ہونے کی وجہ سے اس نام سے جانی جاتی ہے، عام مسلمانوں کی زبان میں یہی نام استعمال ہوتا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

2 - "سورہ نجات " کیونکہ یہ سورت دنیا میں کفر سے اور آخرت میں آگ سے بچاتی ہے۔

3 - "سورہ ولایت "کیونکہ جو بھی اللہ کو وحدانیت سے پہچانتا ہے وہ اللہ کے ماننے والوں میں سے ہے، اور اللہ کے سوا کسی کو اپنا ولی نہیں بنا تا۔

4 - "سورہ تفرید " اور "سورہ تجرید " کیونکہ اس سورت میں خدا کی سلبی صفات کی طرف جو کہ جلال کی صفا ت ہیں اشارہ ہوا ہے۔

5 - "سورہ توحید "کیونکہ خدا کی وحدانیت کا ثبوت اس سورہ میں موجود ہے۔

6 - "سورہ معرفت " اس لیے کہ اس سورت میں ان صفات الٰہی کا تعارف ہے کہ اللہ کی پہچان ان کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ۔

7 - "سورہ صمد "اس لفظ کے اس سورت کی دوسری آیت میں موجود ہونے کی وجہ سے جو خدا کے اسماء و صفات میں سے ہے، اس سورت نے اس نام سے شہرت پائی، خدا کی یہ صفت اس سورت کے علاوہ قرآن میں کہیں بھی نہیں آئی۔

8 - "سورہ اساس " اس سورت میں توحید الٰہی کی مکمل شمولیت اور اسے احاطہ کرنے کی وجہ سے جو دین کی بنیاد ہے، اورعقیدے کے ارکان اور عیسائیوں کی تثلیث، یہود اور مشرکوں کی باتوں کا رد ہے، جو اللہ کے ساتھ بتوں اور لوگوں سے مدد مانگتے ہیں، اور اولاد اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اس سورت کا مشہور ترین نام وہی "اخلاص " ہے، کیونکہ ایک طرف تو یہ سورت اللہ کے خالص توحید کے بارے میں ہے، اور دوسری طرف یہ بندے کو شرک یا جہنم کی آگ سے نجات دلاتی ہے۔

اور یہ بات پوری صراحت کے ساتھ بیان کی جائے کہ: توحید کفر اور ایمان کے درمیان حد ہے، اور ایمان کے عظیم قلعے میں داخل ہونا توحید کے اقرار کے بغیر ممکن نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا پہلا پیغام کلمہ توحید تھا: "قولو لا الہ الا اللہ تفلحو" توحید کا شعار : "لا الہ الا اللہ "تین حروف

(c) ketabton.com: The Digital Library

(الف، لام اور ھا) پر مشتمل ہے، یہ ایک ایسا ذکر ہے جس کے کرنے پر ہونٹ بھی نہیں ہلتے۔

محترم قارئین:

سوره اخلاص جیسا کہ ہم نے کہا، بنیادی طور پر یہ سورت چار آیات پر مشتمل ہے، اور اس میں ایجاز اور اعجاز کا کمال ہے ، اور اللہ کی صفات جلال اور کمال کو بیان کرتی ہے، اور ان کی وضاحت کرتی ہے، اسے نقص اور عیب کی صفات سے پاک قرار دیتی ہے، پہلی آیت خدا کی وحدانیت کو ثابت کرتی ہے، اور کثرت و تعدد کی نفی کرتی ہے، وہ کہتی ہے: "قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ " اور دوسری آیت اللہ کے کمال اور قدرت کی تصدیق کرتی ہے، اور اس سے نا کامی اور بے بسی کی نفی کرتی ہے، " ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ " اور تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے ازلی وجود اور بقاء کے ساتھ ساتھ اس سے اولاد اور نسل کی بھی نفی کرتی ہے، " لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُولَدۡ " اور چوتھی آیت نے اس کی عظمت و جلال کو ثابت کیا ہے، اور اس کے ساتھ امثال، شریک اور نظیر کی نفی کی ہے، " وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌ " پس یہ بات واضح ہے کہ یہ سورت خدا کے کمال اور جلال کی صفات کو ثابت کرتی ہے، اور بہترین انداز میں اسے عیوب اور نقائص سے پاک قرار دیتی ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس نے " قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ" پڑھی وہ ایسا ہے جیسا کہ ایک تہائی قرآن پڑھا (امام احمد اور نسائی نے اسے ابی بن کعب سے مرفوعاً روایت کیا ہے) علماء نے اس حدیث کی تشریح میں کہا ہے: چونکہ یہ سورہ علم و معرفت پر مشتمل ہے، اور علوم قرآن کی تین قسمیں ہیں: توحید، احکام اور قصص۔

چونکہ سورت توحید پر مشتمل ہے، اس لحاظ سے قرآن کا ایک تہائی ہے، اور کہتے ہیں کہ: یعنی قرآن کے تیسرے حصے کا ثواب ہے، جو اسے پڑھے گا اسے تہائی قرآن کا ثواب ملے گا۔

مفسر قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سورت میں رب تعالیٰ کے ناموں میں سے دو نام ایسےہیں، جو قرآن کی کسی دوسری سورت میں مذکور نہیں ہیں، اور وہ دو نام یہ ہیں: "احد" اور "صمد"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورہ اخلاص کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد:

"سورہ اخلاص" مکی سورتوں میں سے ایک ہے، اور اس میں ایک (۱) رکوع، چار(۴) آیات، سترہ(۱۷) الفاظ، انچاس(۴۹) حروف اور دس نقطے ہیں۔

(قرآن کریم کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورہ اخلاص کا سورہ مسد کے ساتھ ربط و تعلق

چونکہ خدا تعالیٰ نے سورہ مسد (اللهب) میں اہل توحید کے دشمنوں کی مذمت فرمائی ہے، جبکہ سورہ اخلاص میں توحید بیان کی۔

سورہ اخلاص کا خلاصہ

اس مبارک سورہ کے نزول کے بارے میں جو روایات بیان کی گئی ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں لوگ خدا اور دین کے بارے میں کس قسم کے عقائد اور نظریات رکھتے تھے۔

مشرک بت پرست لکڑی، پتھر، سونے، چاندی اور دیگر مختلف چیزوں سے بنے خداؤں کی عبادت کرتے تھے، جن کی شکل و صورت اور جسم تھا، ان میں نر اور مادہ خداؤں کی ایک نسل تھی، ان کے عقیدے کے مطابق تمام مرد خداؤں کی بیویاں تھیں، اور تمام خواتین خداؤں کے مرد شوہر تھے، اسی طرح سے اس خرافی عقیدے کے مطابق ان خداؤں کو کھانے پینے کی ضرورت بھی تھی، جو ان کے پرستار انہیں فراہم کرتے تھے، مشرکین کے بیشتر کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا ایک انسان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، ان کے پا س جو بت تھے وہ ان کے خیال میں خدا کے مظہر تھے، اگرچہ عیسائیوں نے توحید پرست ہونے کا دعوی کیا تھا، لیکن ان کے خدا کا کم از کم ایک بیٹا تھا، اور روح القدس کو بھی باپ اور بیٹے کی خدائی میں شریک ہونے کا اعزاز حاصل تھا، ان کے خیال میں حتی کہ خدا کی ماں اور ساس بھی تھی، یہودیوں کا بھی دعوی تھا کہ وہ صرف ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں، لیکن ان کا خدا مادیت اور انسانی خصوصیات سے خالی نہیں تھا، وہ چلتا تھا، انسانی شکل میں نمودار ہوتا تھا، اپنے بندوں میں سے ایک کے ساتھ کشتی لڑتا تھا، اور اس کا ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام عزیز تھا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کے علاوہ مجوسیوں کا مذہبی گروہ آگ کا پرستار تھا، جبکہ صابی ستارہ پرست تھے، ایسے میں جب لوگوں کو ایک ہی خدا کی عبادت اور بندگی کے لیے بلایا گیا جس کا کوئی شریک نہیں ہے، تو ان کے ذہنوں میں سوالات پیدا ہوئے، کہ ان خداؤں کو چھوڑ کر صرف اس کی عبادت کرو، یہ کیسا خدا ہے؟ ان سوالات کا پیدا ہونا ایک فطری اور لازمی امر تھا، یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ جس نے ان تمام سوالوں کے جوابات چند الفاظ میں دئیے، خدا کے وجود کا اتنا واضح تصور پیش کیا کہ تمام مشرکانہ تصورات کو جڑ سے اکھاڑدیا، اور انسانی صفات میں سے کسی صفت کا خدا کی ذات سے آلودہ ہونے کا امکان باقی نہیں چھوڑا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اس سورہ کے اعجاز اور اس کےخوبصورت الفاظ پر توجہ دیں تو ہمیں بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ اس سورت کے چار مختصر اور خوبصورت آیات میں توحید اور توحید کے بنیادی اصولوں کا اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس کی تمام وسیع جہتیں گہرائی تک شامل ہے۔

توحید میں اخلاص، خوبصورتی، زیب و زینت، آرائش اور معبودوں کی پرستش ہر قسم کے شرک سے اس کی وضاحت کرتی ہے۔

اگر کوئی چاہتا ہے کہ الله پر ایمان اور اس پر یقین کو مختصر ترین اور خوبصورت الفاظ میں بیان کرے اور توحید کے تمام گہرے اور قطعی جہتوں کا چند مختصر اور واضح جملوں میں اظہار کرے، تو اسے چاہیے کہ اس سورت کی تلاوت کرے، اس سورت میں قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ توحید اور توحید کی وضاحت کے لیے مختص ہے۔

قرآن کریم میں جو بھی مضامین اس موضوع کے بارے میں بیان کیے گئے ہیں، اس سورت کے مختصر الفاظ اور آیات میں اسے مکمل سمویا گیا ہے۔

مجموعی طور پر سورہ اخلاص کا مواد خدا کی پانچ صفات پر مرکوز ہے:

(۱) خدا تعالٰی ایک ہی ہے، (۲) صمد ہے، (۳) نہ کسی سے پیدا ہوا (۴) اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا، (۵) نہ اس کا کوئی برابر یا شریک ہے، یعنی: خدا معبودوں میں سے ایک نہیں، بلکہ اکیلا معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبودنہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کی الوہیت اور ربوبیت میں کسی کو شریک نہ سمجھو ، الله تعالٰی صمد بے نیا ز اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

خود کفیل ہے، وہ کسی بھی چیز میں کسی دوسرے کا محتاج اور ضرورت مند نہیں ہے۔

کوئی بھی خیال جو عیب،کمی، خامی ضرورت اور کمزوری کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے وہ غلط اور ناقص خیال ہے، اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے کامل ہے، خدا خالق ہے اسے مخلوق سے تشبیہ مت دیں،مخلوق کو اپنی نسل کی بقا کے لیے "جننے" کی ضرورت ہے، اگر نہیں جنا تو فنا ہوجائے گا،مخلوق کو دوسرے نے پیدا کیا ہے، دوسرے سے جنا گیا ہے، اس کے وجود کو ایک خالق کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس نقطہ نظر سے نہ سوچو کہ مخلوق نے تمہیں القا کیا ہے، ایسا نہ ہو کہ تمہاری سوچ اس معیار پر مبنی ہو جو مخلوق پر لاگو ہوتے ہیں،کسی سے جننا اور کسی کو جننا یہ مخلوق کی خصوصیات میں سے ہیں۔

مخلوق اپنی بقا کے لیے ان خصوصیات کے محتاج ہیں، اللہ محتاج نہیں ہے، یہ بھی ایک صحیح تصور ہے اللہ کے بارے میں۔

سورہ اخلاص کا سبب نزول (شان نزول)

حضرت انس رض روایت کرتے ہیں کہ خیبر کے یہودیوں کے چند لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے کہا: اے ابو القاسم!خدائے بزرگ و برتر نے فرشتوں کو نور سے آدم کو بوسیدہ مٹی سے، شیطان کو آگ کے شعلے سے آسمان کو دھوئیں سے، اور زمین کو پانی کی جھاگ سے بنایا، اب ہمیں بتاؤ تمہارا خدا کس چیز سے بنا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ان کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کی جبرائیلؑ تشریف لائے اور کہا کہ اے محمد ﷺ ان سے کہو: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝"، یعنی: کہدو !اللہ ایک ہے، وہ خدا ہے جس کو تمام ضرورت مند تلاش کرتے ہیں، وہ کبھی پیدا نہیں ہوا تھا، اور نہ کسی نے اسےجنا، اس کا کبھی کوئی مشابہ اور مثل نہیں ہے۔

عامر بن طفیل نے نبی کریم ﷺ سے کہا:اے محمد ﷺ تم ہمیں کس چیز کی طرف بلاتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ کی طرف، عامر نے کہا: بہت خوب!ہمیں اپنے اس خدا کی نوعیت بتاؤ کہ سونے سے بنا ہے، چاندی سے بنا ہے یا لوہے سے اس کے بعد یہ سورت نازل ہوئی ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ضحاک،قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں کہ بہت سے یہودی علماء رسول اللہﷺ کے پاس آئے، اور کہا: "اے محمد! اپنے رب کی نوعیت کے بارے میں ہمیں بتائیے ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں، بلند مرتبہ اعلی رب نے اپنی صفات اور فطرت کو تورات میں نازل فرمایا ہے، آپ فرمائیے کہ وہ کس چیز سے بنا ہے؟ کونسی جنس سے ہے؟ کیا وہ سونا یا پیتل یا سیسہ یا لوہے یا چاندی سے بنا ہے؟ اور وہ کیا چیز کھاتا پیتا ہے، اوراس نے کائنات کس سے وراثت میں لی ہے، اس کے بعد کون اس کا وارث بنے گا؟" اس کے بعد اللہ تعالٰی نے یہ سورہ نازل فرمائی۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک گروہ جس میں سات پادری شامل تھے، نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہﷺ سے کہنے لگے کہ: ہمیں بتائیے کہ آپ کا خدا کیسا ہے، اور کس چیز سے بنایا گیا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا کہ میرا رب کسی چیز سے نہیں بنا ہے، وہ تمام اشیاء سے الگ ہے، اس کے بعد اللہ تعالٰی نے یہ سورت نازل فرمائی:

ان روایات کے مجموعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف لوگ رسول اللہﷺ سے رب کی نوعیت اور کیفیت کے بارے میں پوچھتے رہے ہیں جس کی عبادت اور بندگی کی طرف آپؐ لوگوں کو دعوت دیتے رہے، اور ہر مرتبہ اللہ کے حکم سے انہیں یہی سورت پڑھ کر سنائی سب سے پہلے مشرکین مکہ نے یہ سوال رسول اللہﷺ سے کیا اور جواب میں ان پر وہی سورت نازل ہوئی، اس کے بعد مدینہ میں کبھی یہودیوں نے کبھی عیسائیوں نے اور کبھی دوسرے عربوں نے رسول اللہﷺ سے ایسے سوالات کیے، اور ہر بار اس سورت کو ان کی سماعتوں تک پہنچانے کا رب العزت کی طرف سے اشارہ کیا گیا۔

پس حقیقت یہ ہے کہ یہ سورت اصل میں مکی ہے، لیکن اس کے مواد کے بارے میں غور سے یہ محسوس ہوتا ہے یہ سورت مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی، اس وقت جب اللہ کی ذات اور صفات کے بارے میں قرآن کریم میں تفصیلی آیات نازل نہیں ہوئی تھیں، رسول اللہﷺ کی طرف سے دعوت خدا سن کر لوگ یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ کونسا خدا ہے اور کیسا ہے؟ یہ محمد لوگوں کو جس کی عبادت اور بندگی کی طرف بلاتا ہے، مکہ کے ابتدائی دور میں اس سورت کے نازل ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ جب بلال کے آقا امیہ بن خلف نے بلال کو گرم

(c) ketabton.com: The Digital Library

ریت پر لٹایا اور ان کے سینے پر ایک بڑا پتھر رکھا تو بلالؓ احد، احد پکارتا تھا، یہ احد کا لفظ اسی سورت سے لیا گیا تھا۔

سورہ اخلاص کی فضیلت

سورہ اخلاص کی فضیلت کے بارے میں رسول اللہﷺ نے فرمایا: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ"، "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! سورہ اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے"(رواہ البخاری)

1 - جو بھی اس سورت کے مفاہیم پر ایمان لائے اور درست عقیدہ رکھے اور خدا کا جو تعارف اس میں ہے اس کا اقرار کرے، و ہ ایک مخلص مؤمن بن جائے گا۔

2 - سورہ اخلاص کے مندرجات پر ایمان دوزخ سے اہل توحید کی رہائی اور خلاصی کا سبب بنے گا۔

3 - جو کوئی بھی اس سورت میں بیان کردہ اللہ کے اسماء و صفات کو سمجھے، اور ان کی حقیقتوں اور معانی پر ایمان لائے وہ ہر قسم کے نفاق اور گمراہی سے آزاد ہوجائے گا، اور نیت و عمل میں مخلص ہوگا۔

سورہ اخلاص تلاوت کرنے میں ایک تہائی قرآن کے برابر ثواب ہے۔

ابو سعید خدریؓ سے ایک حدیث مروی ہے:

"أَنَّ رَجُلاً سَمِعَ رَجُلاً يَقْرَأُ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ يُرَدِّدُهَا. فَلَمَّا أَصْبَحَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی الله علیه وسلم فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، وَكَأَنَّ الرَّجُلَ يَتَقَالُّهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ"(بخاری:۵۰۱۴)

"یعنی:ایک بندے نے سنا کہ ایک شخص سورہ اخلاص کی تلاوت کرتا اور دہراتا تھا، وہ اسے معمولی کام سمجھتا تھا، صبح کے وقت رسول اللہﷺ کے پاس آیا، اور آپﷺ کو واقعہ سنایا، تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک سورہ اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسی طرح ابو سعید خدریؓ دوسری حدیث میں فرماتے ہیں: "قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِأَصْحَابِهِ أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فِي لَيْلَةٍ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، وَقَالُوا أَيُّنَا يُطِيقُ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ ثُلُثُ الْقُرْآنِ"(بخاری:۵۰۱۵)

"نبی کریمﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ: کیا تم میں سے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ قرآن کا ایک تہائی حصہ ایک رات میں پڑھا کرے؟ صحابہ کو یہ عمل بڑا مشکل معلوم ہوا، اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہﷺ! ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے، نبی ﷺ نے اس پر فرمایا کہ: "الواحد الصمد"(یعنی:قل هو الله احد) قرآن مجید کا ایک تہائی حصہ ہے"۔

اس لیے کہ پورا قرآن ان اصولوں کی وضاحت اور بیان ہے جو اس سورت میں مختصرا بیان کیے گئے ہیں، اور اس لیے بھی کہ شریعت کے عمومی اور کل اصول تین ہیں: توحید، حدود و احکام اور اعمال ، یہ سورت اکیلے توحید اور حق تعالٰی کی تقدیس کو بیان کرتی ہے۔

سوره اخلاص کو دوسورتوں (ناس اور خلق)کے ساتھ ملا کر فجر اور مغرب اور سوتے وقت تین مرتبہ پڑھنا سنت ہے،ابو داؤد عبداللہ بن حبیب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہو: میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا کہوں؟ فرمایا: "قل هو الله أحد، والمعوذتين حين تمسى وحين تصبح ثلاث مرات تكفيك من كل شئ" ترجمہ: ہر صبح و شام تین مرتبہ سوره اخلاص اور معوذتین پڑھو،تمہارے لیے ہر چیز میں کافی ہوگا"(ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

سوره اخلاص کی فضیلت میں مذکور تمام احادیث

قال رسول اللہ ﷺ: "يا عقبة ألا أعلمك سورا ما أنزلت فى التوراة ولا فى الزبور ولا فى الإنجيل ولا فى الفرقان مثلهن، لا يأتين عليك إلا قرأتهن فيها، قل هو الله أحد و قل أعوذ برب الفلق وقل أعوذ برب الناس"۔ ترجمہ:عقبہ بن عامرؓ سے رسول اللہﷺ نے مخاطب ہوکر فرمایا: اے عقبہ، کیا میں تمہیں وہ سورتیں نہ سکھا دوں، جن کے مثل تورات، زبور، انجیل اور قرآن میں نازل نہیں ہوئی ہیں، اور تمہاری کوئی رات ایسے نہ گذرے کہ تم ان کہ نہ پڑھو، وہ سورتیں: "قل هو الله أحد اور"قل

(c) ketabton.com: The Digital Library

أعوذ برب الفلق" اور"قل أعوذ برب الناس"(یہ روایت سلسلة احادیث صحیحه شماره: ۲۸۶۱)میں ہے۔

" عَنْ ابن عباسٍ (رضی الله عنهما) قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ» تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ" ترجمہ:ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ:رسول الله ﷺ نے فرمایا:(سوره اخلاص قرآن کے ایک تہائی کے برابر ہے)۔

" عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ (رضی الله عنه) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ (صلى الله عليه وسلم): أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالُوا: وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) يعدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ "(ابو داؤد)

ترجمہ:ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ: رسول اللهﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی رات کو ایک تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی ایک تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا: "سوره اخلاص قرآن کے ایک تہائی کے برابر ہے"۔

" وفي روايةٍ «إِنَّ اللَّهَ جَزَّأَ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، فَجَعَلَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ جُزْءًا مِنْ أَجْزَاءِ الْقُرْآنِ "
ترجمہ:ایک اور روایت میں ہے کہ : رسول اللهﷺ نے فرمایا: الله تعالٰی نے قرآن کریم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، اور سوره اخلاص قرآن کریم کے تین حصوں میں سے ایک ہے۔

"وَعَنْهُ (رضی الله عنه) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ (صلى الله عليه وسلم): احْشِدُوا فَإِنِّي سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ» فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) فَقَرَأَ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) ثُمَّ دَخَلَ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: إِنِّي أُرَى هَذَا خَبَرٌ جَاءَهُ مِنَ السَّمَاءِ فَذَاكَ الَّذِي أَدْخَلَهُ. ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) فَقَالَ: إِنِّي قُلْتُ لَكُمْ سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ أَلَا إِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ" ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللهﷺ نے فرمایا:تم سب اکٹھے ہوجاؤ، کیونکہ میں تم سب کو تہائی قرآن پڑھ کر سنانے والا ہوں، "چنانچہ آپﷺ کی اس پکار پر جو بھی پہنچ سکا جمع ہوگیا، پھر نبی اکرمﷺ باہر تشریف لائے، سوره"قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ " پڑھی اور(حجره شریفه میں) واپس چلے گئے، تو بعض صحابہ نے باہم سرگوشیاں کرتے ہوئے کہا: رسول اللهﷺ نے تو فرمایا تھا کہ: میں عنقریب تمہیں تہائی قرآن پڑھ کر سناؤ نگا،میرا خیال یہ ہے کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایسا اس وجہ سے ہوا ہے کہ آسمان سے کوئی خبر(کوئی اطلاع)آگئی ہے، پھر نبی اکرمﷺ کمرے سے باہر نکلے اور فرمایا: "میں نے کہا تھا میں تمہیں تہائی قرآن پڑھ کر سناؤں گا تو سن لو یہ سورت "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ "تہائی قرآن کے برابر ہے".

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ:حضور ﷺ نے ایک آدمی کو فوجی دستے کے کمانڈر کے طور پر متعین کردیا، وہ شخص اپنے ساتھیوں کے لیے نماز کی امامت کراتے تھے، اور سورہ اخلاص کے ساتھ اپنی تلاوت ختم کرتے تھے، جب وہ لوگ واپس آئے تو موضوع نبی کریمﷺ کے سامنے رکھا، رسول اللهﷺ نے فرمایا اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتاہے؟ اس نے کہا: سورہ اخلاص میں الله کی صفات کا بیان ہے، میں اسے پڑھنا پسندکرتا ہوں، نبی کریمﷺ نے فرمایا: "اس سے کہو کہ الله تعالٰی بھی اس سے محبت کرتا ہے.

دوسری روایت میں آیا ہے کہ فرمایا: "چونکہ تم الله کی صفات پسند کرتے ہو اس لیے جنتی ہو.

"عن معاذ بن أنس (رضی الله عنه) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ (صلى الله عليه وسلم): «مَنْ قَرَأَ: (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) عَشْرَ مَرَّاتٍ بنى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. وفی رواية: قَصْراً " ترجمہ:معاذ بن انس نے روایت ہے کہ رسول اللهﷺ نے فرمایا:جو شخص دس مرتبہ "قل هو الله احد" پڑھے گا،الله تعالٰی اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا،اور دوسری روایت میں ہے کہ:اس کے لیے جنت میں ایک "محل" بنائے گا.

معلوماتی ملاحظہ

عالم اسلام کے مشہور مفسر امام فخرالرازی فرماتے ہیں: سورہ اخلاص خدا تعالٰی کے بارے میں ہے، جیسا کہ سورہ کوثر نبیﷺ کے بارے میں ہے،کیونکہ مشرکین کا نبیﷺ پر طعنہ یہ تھا کہ:انہوں نے کہا کہ محمدﷺ "ابتر" ہے، آپ کے بعد کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے، ان کی نظر میں بیٹے کا نہ ہونا عیب تھا،لیکن چونکہ الله تعالٰی کے لیے اولاد کا ہونا ایک عیب اور نقص تھا، اس لیے الله تعالٰی نے اپنے نبی پر طعن کو سورہ کوثر میں رد کردیا، اپنے حق میں کیے گئے طعن کو اس سورت میں رد فرمایا اس بنا پر یہاں فرمایا: "قل"کہو: تا کہ اپنے آپ سے اس طعن لعن دور کردے، جب کہ سورہ کوثر میں قُل نہیں کہا، بلکہ خود ہی براہ راست اپنے

(c) ketabton.com: The Digital Library

نبی سے اس طعن اور عیب کو رد کردیا۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ:اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا : "«لا أحد أصبر على أذى سمعه من الله، إنهم يجعلون له ولداً، وهو يرزقهم ويعافيهم» " ترجمہ:اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کوئی صبر کرنے والا نہیں ہے کہ جو تکلیف دہ بات سنے اور وہ یہ کہ انہوں نے اللہ کا بیٹا قرار دیدیا، اس کے باوجود وہ اللہ انہیں رزق اور عافیت دیتاہے ۔

مجموعی طور پر سورہ اخلاص سے عقیدہ توحید اور یکتا پرستی کا اثبات ہوتا ہے،جس طرح سورہ کا فرون عقیدہ توحید اور خدا کے علاوہ کی عبادت کے درمیان کسی بھی قسم کے سمجھوتہ اور یکسانیت کو رد کرتی ہے"۔

سورہ اخلاص سے حاصل شدہ اسباق

1 - اللہ تعالٰی کو اس کے ناموں اور صفات سے جاننا۔
2 - عقیدہ توحید اور نبوت پر استحکام اور تاکید۔
3 - اللہ تعالٰی کی طرف اولاد کی نسبت کو باطل قرار دینا۔
4 - اس خدائے واحد لا شریک کی عبادت کا واجب ہونا، صرف وہی الوہیت والا ہے، اس کے سواء کسی کے پاس یہ صفت نہیں ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الاخلاص

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ۝۲ لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ۙ۝۳ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

سورۃ الاخلاص کا تفسیر و ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مھربان نھایت رحم والاھے
قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ۝۱	کہہ دے وہ اللہ ایک ہے
اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ۝۲	اللہ ہی بے نیاز ہے
لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ۙ۝۳	نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جناگیا
وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴	اور اس کا کوئی ہمسر نہیں

1 - سورہ اخلاص نے خدا کو اپنی ذات میں اکیلا قرار دیا ہے،"قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"۔

2 - خدا کو مخلوق کی تمام ضروریات پورا کرنے کے واحد منبع کے طور پر متعارف کرایا ہے"اَللّٰهُ الصَّمَدُ"۔

3 - کسی کا حصہ ہونا اور دوسری اشیاء سے وجود میں آنے کی تردید "لَمۡ يَلِدۡ ۙ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ"۔

4 - اسے کسی بھی قسم کے شریک رکھنے سے پاک قرار دیاہے،"وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ"۔

ملاحظہ

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ سورہ اخلاص چار"۴" آیات پر مشتمل ہے، سب سے پہلی آیت اللہ تعالٰی کی وحدانیت کو ثابت اور اس سے شرک کی نفی کرنے میں ہے، دوسری آیت خدا کے کمال کو ثابت کرنے اور اس کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

ذات سے نقص اور عاجزی کی نفی میں ہے،تیسری آیت اللہ تعالٰی کی ابدیت کو ثابت کرنے اور اس کی ہمیشگی اور اس سے بیوی بچوں کی نفی کے بارے میں ہے، چوتھی آیت بلند مرتبہ خالق کی عظمت اور شان کے بارے میں اور اس سے کسی قسم کی تشبیہ اور مثل کی نفی کے بارے میں ہے۔

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

احد: ایک، اکیلا، "الصَّمَدُ" ایسے اعلی مقام و مرتبہ والاہے جو مخلوق کی تمام ضرورتوں اور کاموں میں مسلسل توجہ دیتا ہے، جو بے مثال کمال اور خصوصیات سے بھرپور ہے۔

"صَمَدَهُ" اس کا قصد کیا، اور اس پر اعتماد کیا، "لَمْ يَلِدْ" (ولد): کسی کو نہیں جنا، "لَمْ يُولَدْ": کسی سے نہیں جنا، "كُفُوًا": (کفء): اس جیسا، اس کے مقابل، اس کی طرح، تشبیہ اور نظیر، یعنی: خدا جیسا کوئی نہیں ہے، اور کوئی اس کے مشابہ، برابر، اور ساجھی نہیں ہے، (شوری: ١١، فرقان)

سورہ مبارکہ کی آیات کی تفسیر اور بیان

اس سورت میں خدا کی ذات کی وحدانیت اور اس کی طرف ہمارے وجود کی تمام ضروریات میں ہمارا رجوع اور یہ کہ اس کی ذات اور صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں ہے ، اور یہ قرآنی توحید، صرف قرآن ہی کے لیے مخصوص ہے، اور اسلام کی تمام بنیادی تعلیمات (اصولی، فروغی اور اخلاقی) کی اسی کے مطابق منصوبہ بندی کی گئی ہے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ سورت مکہ اور مدینہ دونوں میں نازل ہوئی ہو، لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، اس کے سبب نزول میں جو روایات آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾	کہہ دے وہ اللہ ایک ہے

(قل: هواللہ...) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دلجمعی کے ساتھ تیاری کی اور اس اہم اور ضروری معاملے کو تندہی سے شروع کیا، اور لوگوں کو شرک اور شکوک و شبہات سے پاک خالص توحید کی طرف بلایا اور انہیں یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے، یعنی: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے شجرہ نسب کی تفصیل پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ کیسا ہے؟ انہیں بتاؤ: جس خدا کی میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

عبادت کرتا ہوں اور تمہیں اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں، وہ اکیلا ہے، ایک ہے، اس کا کوئی شریک اور مثال نہیں ہے، یعنی اس کی پاک ذات میں کسی قسم کا تعدد اور تکثر نہیں، اور شرک کی کوئی گنجائش نہیں ہے، وہ بغیر شریک کے ہے، نہ اس کی ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں کوئی شریک ہے، عسائیوں کے تصور تثلیث (باپ، بیٹا اور روح القدس) کی طرح نہیں ، بلکہ وہ اکیلا اور یگانہ ہے۔

اور مشرکین کی رائے کے برعکس جو خداؤں کی کثرت پر یقین رکھتے ہیں، وہ اکیلا ہے۔

آیت میں "هُوَ" کی ضمیر بات کی عظمت اور گہرائی کو ظاہر کرتی ہے: تاکہ مخاطب کھلی آنکھوں اور دل کے کانوں سے اس پر توجہ دے، اور اس کا مرجع، مکمل کمال اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، لفظ "احد" عدد اور گنتی کی نفی کرتا ہے، یعنی خدا کی ذات پاک کے علاوہ کوئی نہیں جو کائنات کو تھامے اور کائنات کو چلائے، اللہ تعالیٰ اپنی اعلیٰ صفات، کمال اور صمدیت کی انتہا میں ہے۔

"اللہ"، "الہٗ" کے اصل سے بمعنی معبود کے ہے، خدا کی ذات کا نام ہے، اور اللہ تعالیٰ کے دیگر نام جیسے: رحمان، رحیم، خالق اور قادر اس کی صفات اور افعال کی دلیل ہیں۔

سورہ اخلاص کے شروع میں خدا اپنے آپ کو "اللہ" کہتا ہے، اور پھر اپنی صفت "احد" بیان کرتا ہے، اللہ کی وحدانیت کی صفت لفظ "احد" کے ساتھ، جس میں مبالغے کا معنی واحد سے زیادہ پایا جاتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کی وحدانیت حقیقت بسیط ہے، اس میں کسی امتزاج کا کوئی راستہ نہیں ہے، اس وجہ سے واحد کی صفت، یعنی واحد کے لیے مرکب لفظ جیسے واحد قوم، واحد امت کا استعمال ہوتا ہے، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خدا کی ذات جو اللہ سے موسوم ہے، ایسے معبود کے معنی میں ہے کہ بندے اس کے فہم سے عاجز اور حیران ہوں، کہ اس کی وحدت بسیط ہے، اس ذات کی وحدت کے بسیط ہونے کا معنی یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس کا عقلی طور پر کوئی ثانی ہو، کیونکہ وحدت بسیط میں کمال مطلق کی ضرورت ہے، اور کمال مطلق میں کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی، کہ پھر اس میں دوسرا آجائے اور وہ اس کے وجود کا سبب بنے۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲	اللہ ہی بے نیاز ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور وہ "اللہ الصمد" ہے، صمد: وہ ہے جس کی طرف لوگ اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے رجوع کرتے ہیں کیوں وہ ان کو پورا کرنے پر قادر ہے۔

"صمد" کا معنی یہ ہے کہ ہر چیز ذات، آثار اور صفات میں اس کی محتاج ہے، اور وہ اللہ منتھی المقاصد ہے۔

مفسر آلوسی (۱۲۱۷-۱۲۷۰ ق) اپنی تفسیر "روح المعانی فی تفسیر القرآن" میں تفسیر کرتے ہیں کہ: "صمد" وہ رب جس سے اوپر کوئی نہیں ہے، دوسرے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور لوگ اپنی ضروریات اور معاملات کے حل و فصل کے لیے اس کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

"صمد" :صُمود" کے مادہ سے ہے، اس کا مطلب ہے کسی چیز کا ایسا بھرجانا کہ اس میں گنجائش ہی باقی نہ رہے، خدا صمد ہے، یعنی وہ بے نیازی سے بھرپور ہے، خدا تعالیٰ کی ذات کو بے نیازی اور غنی نے گھیر رکھا ہے، اور اس میں کم سے کم حاجت کا بھی کوئی راستہ نہیں۔

"صمد " مفسرین کے مطابق دو معنی رکھتا ہے:

اول: بمعنی سخت کے ہے، ناقابل تسخیر اور نہ تبدیل ہونے والا۔

دوم: بمعنی پناہ اور لوٹنے کی جگہ جو دوسروں کو درکار ہے، اور وہ لوگوں سے بے نیاز ہے درحقیقت دونوں معنی کامل کمال کے ساتھ بیان کیے جاسکتے ہیں کہ اس میں کسی تبدیلی یا تغییر کی ضرورت نہیں ہے، وہ جو چاہے کرسکے اور وہ قادر مطلق ہے، اس لیے اس کے علاوہ دوسرے اس کے محتاج ہیں، اور ان کا قائم رہنا اس کی ذات پر منحصر ہے، پس خدا کے وجود کا تصور انسان کے جیسے کہ: کھائے، پیئے اور پہنے جیسا کہ بعض مذاہب نے اس طرح کہا ہے باطل ہے، اور خدا کی ذات اور صفات کو انسان کی ذات اور صفات کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "صمد" وہ رب اور مالک ہے جو اپنی بادشاہت میں کمال کو پہنچ گیا ہو، ایسا قابل عزت کہ شان میں کمال کو پہنچا ہو، ایسا عظیم ہے جو اپنی عظمت میں کمال کو پہنچا ہو، ایسا حلیم کہ اپنی حلم اور بردباری میں کمال کو پہنچا ہو، ایسا غنی جو اپنی غنا میں کمال کو پہنچا ہو، ایسا حکیم جو اپنی حکمت میں کمال کو پہنچا ہو، "صمد" ایک ایسی صفت ہے جس کا اس کے سوا کوئی مستحق نہیں، نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

زجاج کہتے ہیں: "صمد" وہ رب اور حاکم ہےجس کی حاکمیت ہو اور اس سے اوپر کوئی رب اور حاکم نہ ہو۔

مجموعی طور پر یہ کہنا چاہیے کہ: "صَمَدِيَتْ" رب تعالیٰ کی ہرچیزسے بے نیازی ہر چیز سے اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو اولاد اور ماں باپ کی ضرورت نہیں ہے۔

مشرکین کو معلوم ہونا چاہیے کہ: وہ اس بارے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ محض وہم و گمان کے سوا کچھ نہیں ہے، اور خالق کی ذات پاک ہے ہر قسم کے بہتان اور غیر منصفانہ تقابل اور برابری سے قرآن کی بہت سی آیات ہیں جو اس سورت کی تصدیق کرتی ہیں: "بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَنّٰى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَّهُ صَاحِبَةٌ ۖ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ١٠١" (انعام: ١٠١) ترجمہ: وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسی ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں، اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہرچیز پرخوب عالم ہے۔

"اللہ الصَّمد" کے بارے میں تمام مفسرین کی تفسیر

ذیل میں دیگر مفسرین کی تشریحات سےلفظ "اللہ الصمد" کے بارے میں محترم قارئین کے لیے مزید وضاحت کرنا چاہتا ہوں:

علی کرمہ اللہ وجهه،عکرمہؒ اور کعب احبارؒ کہتے ہیں: "صمد وہ ذات ہے جس سے بالاتر کوئی نہ ہو"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابو وائل بن شقیق بن سلمہ: "ایک سردار جس کی سیادت مکمل ہو اور عروج و انتہا کو پہنچ چکی ہو۔

ابن عباسؓ کا دوسرا قول : " صمد وہ ہے جو اپنے سیادت میں، اپنی شرف میں ، اپنی عظمت میں، اپنے حلم و برد و باری میں، رواداری ،علم اور حکمت میں کامل ہو"۔

حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں:صمد وہ سب سے بے نیاز ہو، اور سب اس کے محتاج ہوں، عکرمہ کا دوسرے قول ہے کہ: وہ ذات ہے جس سے نہ کوئی چیز نکلی ہو، اور نہ نکلتی ہو" وہ جو نہ کھاتا اور نہ پیتاہو"اس کے ہم معنٰی اقوال شعبی اور محمد بن کعب القرظی سے بھی منقول ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مفسر سدی کہتے ہیں: مطلوب چیزیں حاصل کرنے کے لیے لوگ جس کا قصد کریں ، اور مصائب میں مدد کے لیے جس کی طرف رجوع کریں۔

سعید بن جبیر نے کہا: "وہ جو اپنی تمام صفات اور اعمال میں کامل ہو"۔

ربیع بن انسؒ نے فرمایا: "جس پر کوئی آفت نہ آتی ہو"، مقاتل بن حیان نے کہا ہے: "وہ جو بے عیب ہو"،ابن کیسان نے کہا: "وہ جس کی صفت سے کوئی دوسرا متصف نہ ہو" حسن بصری اور قتادہ نے کہا: "وہ جو باقی رہنے والا اور لا زوال ہو" اس سے ملتے جلتے اقوال مجاہد،معمر،مرۃ الہمدانی سے بھی منقول ہیں۔

مرۃ الہمدانی کا ایک اور قول یہ ہے کہ: صمد وہ ہے جو مرضی کے مطابق جو چاہے فیصلہ کرے ، اور جو کام چاہے کرے،اور اس کےحکم اورفیصلے پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہ ہو"، ابراھیم نخعی کہتے ہیں: "وہ جس سے لوگ

اپنی حاجتوں کے لیے رجوع کریں۔

ابو بکر الانباری: اہل لغت میں اختلاف نہیں ہےکہ: "صمد اس سردار کو کہتے ہیں جس سے بالاتر کوئی سردار نہ ہو، جس کی طرف لوگ اپنی حاجات اور اپنے معاملات میں رجوع کریں "۔

الزجاج کا قول بھی اسی کے قریب ہے، وہ کہتے ہیں: "صمد وہ ہے جس پر سرداری ختم ہوگئی ہو، اور ہر کوئی اپنی ضرورت کے لیے اس کی طرف رجوع کرتا ہو۔(ازتفہیم القرآن)

لَمۡ یَلِدۡ ۝ۙ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ۝ۙ۳	نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جناگیا

یعنی:اس سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا، اور نہ وہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے،کیونکہ کوئی بھی اس کی مجانست اور مشارکت نہیں رکھتا کہ اس نے اپنی جنس سے بیوی بنالی ہو، -والعیاذ باللہ– کہ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے ہوں، نیز ولادت فنا کی علامت ہے،کیونکہ پیدائش اور تولید اس لیے ہوتی ہے کہ کسی چیز کی جنس اس کے والدین کے فنا ہونے کے بعد باقی رہے، جبکہ ماضی اور مستقبل میں خدا کا کوئی باپ نہیں ہے کہ اس کی طرف نسبت کی جائے، اور کوئی اولاد بھی نہیں ہے کہ اس کی طرف نسبت کی جائے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

خدا تعالٰی اپنی ذات کے بارے میں کہتا ہے: ایسا تصور کرنا باطل ہے، کہ الله جنتا ہے، اور جنا جاتا ہے، بلکہ اس کا وجود ہمیشہ سے ہے اور رہے گا، نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا، تمام موجودات اس کی ہے، اور اس کی ذات ازلی اور ابدی ہے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ عرب کے مشرکوں نے کہا: فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں،یہودیوں نے کہا:عزیر خدا کا بیٹا ہے، اور عیسائیوں نے کہا:مسیح خدا کا بیٹا ہے،تو خدا تعالٰی نے ان سب کی تردید کی، اور فرمایا: "لَمۡ يَلِدۡ۝ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ"نہ اس نے کسی کو جنا ہے،اور نہ ہی خود کسی سے جنا گیا ہے"

مخلوقات کے ساتھ خدا کا تعلق پیدائش نہیں،تخلیق کا ہے، وہ تمام موجودات کو پیدا فرماتا ہے،یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے،نا کہ وہ خود جنے،کیونکہ بچہ والدین کے جنس سے ہوتاہے،درحقیقت ان کے وجود کا حصہ ہوتاہے، جبکہ کوئی بھی چیز خدا کی جنس سے یا اس کے حصے سے نہیں ہے۔

وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۝۴	اور اس کا کوئی ہمسر نہیں

یعنی:کوئی اس کے برابر، اس جیسا اور اس کی شریک نہیں ہے،کسی بھی چیز میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے،

اس آیت مبارکہ میں: "احد" کی قید سے عقیدہ ثنویت کی تردید ہے، نیز یہ ان لوگوں کے قول کی تردید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی اور خالق ہے،کیونکہ اگر دوسرا خالق ہوتا تو اس صورت میں الله تعالٰی ضرورتوں اور حاجات میں یکتا مرجع و مقصود نہ ہوتا۔

"تفہیم القرآن" کے مفسر لکھتے ہیں کہ:اصل میں لفظ کفو استعمال ہوا ہے، جس کے معنی ہیں نظیر،مشابہ، مماثل، ہم مرتبہ، مساوی، ہماری زبان میں نکاح کے معاملہ میں بھی لفظ کفو کا استعمال ہوتا ہے، ا ور اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی معاشرتی حیثیت سے برابر کا جوڑہوں ، پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ساری کائنات میں کوئی نہیں ہے، نہ کبھی تھا، نہ کبھی ہوسکتا ہے، جو الله کے مانند، یا اس کا ہم مرتبہ ہو، یا جو اپنی صفات، افعال اور اختیارات میں اس سے کسی درجہ میں بھی مشابہت رکھتا ہو۔

آیت کریمہ: "وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ"سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ: نہ ذات

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں، نہ صفات اور نہ افعال میں کوئی چیز نہ کوئی آدمی اللہ کے مثابہ ہے، اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے کہ دنیا کے امور میں اس کا شریک ہوسکے۔

مفسر ابن کثیر کہتے ہیں کہ: یعنی وہ ہر چیز کا خالق مالک ہے، پھر اس کی مخلوق اور ملکیت میں سے اس کی برابری اور ہمسری کرنے والا کون ہوگا؟ وہ تمام عیوب اور نقصان سے پاک ہے، ایک حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے،حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے، مجھے گالیاں دیتا ہے اور اسے یہ بھی لائق نہ تھا۔

وہ کہتا ہے کہ: جس طرح اولا اللہ نے مجھے پیدا کیا ایسے ہی پھر نہیں لوٹا ئے گا، حالانکہ پہلی مرتبہ کی پیدائش دوسری مرتبہ کی پیدائش سے کچھ آسان تو نہ تھی، جب میں اس پر قادر ہوں تو اس پر کیوں نہیں؟ اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: اللہ کی اولاد ہے حالانکہ میں اکیلا ہوں، میں ایک ہی ہوں ، میں صمد ہوں، نہ میری اولادہے، نہ میرے ماں باپ ہیں، نہ مجھ جیسا کوئی ہے۔

بعض مسلم محققین نے شرک کی آٹھ قسمیں بیان کی ہیں، جن کی خدا نے سورہ اخلاص میں نفی کی ہے۔

پہلا اور دوسرا: شرک خدا کی ذات کثرت اور دو ہونے کا شرک ہے،جس کے بارے میں خدا نے فرمایا: "قُلۡ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ"، تیسرا اور چوتھا تبدیلیاں اور نقائص ہیں، جن کی خدا نے آیت "اللہ الصمد"کے ساتھ نفی کی، پانچواں اور چھٹا معاملوں اور ناقص ہونے کی علت جس کی اللہ نے آیت "لم یلد ولم یولد" کے ساتھ نفی کی، ساتواں اور آٹھواں امثال اور اضداد ہیں جن کی نفی اللہ تعالٰی نے "ولم یکن لہ کفوا احد" کے ساتھ کی، لہذا خدا کی وحدانیت کا تصور ، تنہا ، ازلی اور ابدی ذات کے لیے کیا جاسکتا ہے۔

سورۃ الاخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے

بعض لوگاں کا خیال ہے کہ صرف الحمدللہ اور سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے سے پورا قرآن پاک ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے، تو پورا قرآن ختم کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ صرف ان سورتوں کی تلاوت کا ثواب پورے قرآن پاک کی تلاوت کے برابر ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کے جواب میں ان محترم دوستوں کو مطلع کرنا ضروری ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے واضح طور پر یہ نہیں فرمایا کہ تین مرتبہ سوره اخلاص پڑھنے پر قرآن ختم کرنے کا ثواب ہے، بلکہ یہ فرمایا کہ: سوره اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: "أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالُوا: وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: (قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ) يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ. وفی روايةٍ «إِنَّ اللهَ جَزَّأَ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، فَجَعَلَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ جُزْءًا مِنْ أَجْزَاءِ الْقُرْآنِ. (صحيح مسلم.)"۔

ترجمہ: ":کیا تم میں سے کوئی ایک تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی ایک تہائی قرآن کیسے پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا: "سوره اخلاص قرآن کے ایک تہائی کے برابر ہے"۔

"وفی روايةٍ «إِنَّ اللهَ جَزَّأَ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، فَجَعَلَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ جُزْءًا مِنْ أَجْزَاءِ الْقُرْآنِ" (صحیح مسلم) ترجمہ:ایک اور روایت میں ہے کہ :رسول اللهﷺ نے فرمایا:الله تعالٰی نے قرآن کریم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے،اور سوره اخلاص قرآن کریم کے تین حصوں میں سے ایک ہے۔

علمائے اسلام نے کہا ہے کہ: اس لیے کہ پورا قرآن کریم ان اصولوں کی وضاحت اور بیان ہے جو اس سورت میں مختصراً ذکر کیے گئے ہیں، اور اس لیے بھی کہ اسلامی قانون کے عمومی اور کلی اصول تین چیزیں ہیں: توحید، حدود و احکام اور اعمال کا بیان، اور یہ سورت ہی صرف خدا کی توحید اور اس کے تقدیس کی ذمہ داری لیتی ہے۔ (انوارالقرآن)

لیکن ممکن ہے کوئی کہے: اگر سوره اخلاص کی تلاوت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے، تو پھر اس کی تین بار تلاوت کرنے سے پورے قرآن کا ثواب ملنا چاہیے، اس لیے دوسری سورتوں کی تلاوت کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہوگی!

اس بارے میں سوال اور اس کا جواب ملاحظہ کریں:

سوال: اگر سوره اخلاص کی تین بار تلاوت قرآن کی تلاوت کے برابر ہے، تو کیا اگر کوئی مسلمان قرآن کی تلاوت چھوڑ دے اور صرف اسی سورت کی تلاوت کرے تو وہ گنہگار ہوگا؟ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ: نبی کریم صلی الله علیہ وسلم سے ایک حدیث ثابت ہے کہ آپ صلی الله علیہ وسلم نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

فرمایا: "الدین النصیحة" یعنی: دین خیر خواہی کا نام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا : اے اللہ کے رسول! کن کے لیے نصیحت ہے؟ فرمایا: "للہ ولکتابه ولرسوله ولأئمة المسلمین وعامتھم" اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسولوں کے لیے، مسلم حکمرانوں کے لیے، اور ان کے عام لوگوں کے لیے۔

خدا کی کتاب کے لیے خیرخوہی: اس کی تلاوت کرنے اور اس کی آیات پر غور و فکر کرنے اور اس کے مواعظ سے نصیحت لینے اور خدا کے احکام کی تعمیل کرنے اور اس کے منع کردہ چیزوں سے بچنے اور اس کی حدود سے تجاوز نہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن کریم کی دوسرے سورتوں کو پڑھے بغیر صرف سورہ اخلاص کو پڑھنا خدا کی کتاب کی خیرخواہی کے مطابق نہیں، اور جو شخص باقی قرآن چھوڑ کرصرف اس سورت کو پڑھتا ہے وہ نصیحت حاصل نہیں کرسکتا اور اپنا ایمان نہیں بڑھا سکتا، اور حلال و حرام کے احکام سے، اور واجب، مسنون، مکروہ سے واقفیت حاصل نہیں کرسکے گا، قرآنی آداب و اخلاق سے مزین نہیں ہوسکتا، ان معاملات میں ایک مسلمان کو کوتاہی کرنا قرآن کی تلاوت ترک کرنے کی سزاء کے لیے کافی ہے، (یعنی جو شخص قرآن کی تلاوت کو ترک کردے گا، اور ان چیزوں سے محروم رہے، وہ خود کو ملامت کا مستحق ٹھہرائے گا) اور پیغمبرؐ باوجود اس کے کہ اس سورت کی فضیلت کو جانتے تھے کہ قرآن کریم کی ایک تہائی کے برابر ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہم سے زیادہ نیکی کے حریص تھے، بلاشبہ اجر و ثواب کمانے میں ہم سے زیادہ حریص اور اس کا شوق رکھتے تھے، مگر وہ صرف اس سورت کی تلاوت کو کافی نہیں سمجھتے تھے، وہ صرف اس سورت کی تلاوت پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ قرآن کریم کی دوسرے سورتوں کی بھی تلاوت کرتے تھے، اور اس پر مداومت کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (احزاب: ۲۱) ترجمہ: "یقیناًرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور طرزعمل تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے" (فتاوی الجنة الدائمة: ۶/۲۹-۳۰)

شیخ عبد الرزاق عقیقی، شیخ عبداللہ بن غدیان،جیسا کہ افتا کے مستقل لجنتہ کے فتوی میں مذکور ہے:کہ رسول اللہ ﷺ صرف سورہ اخلاص کے پڑھنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے، اور آپ ﷺ کبھی اپنے صحابہ کو یہ نہیں فرمایا کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

قرآن پاک کی تلاوت اور ختم کرنے کے بجائے صرف تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھیں،ھمیں بھی سیرت اور سنت نبویﷺ اور آپﷺ کے اصحاب کی تابع داری کرنی چاہیے اور قرآن کریم کی مختلف سورتوں کی تلاوت سے(جس میں سے ہر ایک خطبات،نصحیتوں اور شرعی قواعد و احکام پر مشتمل ہے)خود کو محروم نہ کریں، تاکہ خدائے بزرگ و برتر ہمارے دلوں کو نور ہدایت سےبھر دے، اور خدا کی آیات کو جان کر اس کا سیدھا راستہ ہم پالیں اور اس پر چلیں ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللهﷺ نے فرمایا: " يقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ إذا دَخَلَ الْجَنَّةَ اقْرَأْ وَارْقَ وَرَتِّلْ كَمَا كُنتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنيا فَإِنّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيةٍ تَقْرَؤُهَا " ترجمہ: صاحب قرآن سے کہا جائے گا:پڑھتا اور چڑھتا جا، اور ویسے ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ پڑھ، پس تیری منزل وہ ہوگی جہاں تیری آخری آیت ختم ہوگی "امام احمد نےصحیح سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور (صحیح سنن ابی داود)

لہذا جو شخص قرآن کی زیادہ سورتیں یاد کر کے تلاوت کرے گا، قیامت کے دن اس کا درجہ بلند ہوگا،لیکن جو صرف ایک سورت کے یاد کرنے اور تلاوت کرنے پر اکتفا کرے گا وہ اس فضل سے محروم ہوگا، اس کے علاوہ بہت سے قرآنی علوم سے بھی محروم رہے گا۔

ابو موسی اشعری ؓ کہتے ہیں کہ:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَثَلُ الْمُؤمِنِ الّذِى يقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الأُتْرُجّةِ، رِيحُهَا طَيبٌ وَطَعْمُهَا طَيبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤمِنِ الّذِى لاَ يقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التّمْرَةِ لاَ رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الّذِى يقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرّيحَانَةِ، رِيحُهَا طَيبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الّذِى لاَ يقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ، لَيسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ». صحیح بخاری و مسلم"۔

"اس مؤمن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو سنگترے جیسی ہے، اس مؤمن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا کھجور جیسی ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی، لیکن مزہ میٹھا ہوتا ہے، اور منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو، ریحانہ (پھول) جیسی ہے، جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے، لیکن مزہ کڑوا ہوتاہے"۔

لہذا جو شخص خدا کی کتاب کی زیادہ تلاوت کرتا ہے، اس کے علم و معرفت میں خدا کے شریعت کے بارے میں اضافہ ہوتا ہے اس کے اعمال

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور ہدایت کے قریب تر ہوجاتا ہے۔

ایک اہم نکتہ جس پر غور کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ (جزاء)اور (اجزاء) میں فرق ہے،"جزاء": یعنی وہ انعام جو اللہ تعالٰی اس کی عبادت اور اطاعت کی بنا پر دیتا ہے، اور "اجزاء":کسی چیز کا دوسرے کی جگہ کافی ہونا، اور اس سے بے نیاز ہوجانا۔

یہ ٹھیک ہے کہ سورہ اخلاص کی تلاوت کا ثواب قرآن کے ایک تہائی کے برابر ہے،(جزاء قراءۃ ثلث القرآن)

لیکن یہ ایک تہائی قرآن کے پڑھنے کے قائم مقام نہیں ہوتا اور اس کی تلاوت کی ضرورت کو ختم نہیں کرتا (لا تجزء عن ثلث القرآن)۔

لہذا مثال کے طور پر اگر کوئی بندہ نذر مانے کہ قرآن کا ایک تہائی تلاوت کرے، تو وہ صرف سورہ اخلاص کی تلاوت سے اپنی نذر پوری نہیں کرسکتا، کیونکہ سورہ اخلاص ثواب اور بدلے میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے، نہ کہ اجزاء اور تلاوت کے اعتبار سے۔

یا مثلا جو شخص اپنی نماز میں تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھتا ہے تو اس کے تین مرتبہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی جگہ نہیں لیتی حالانکہ اسے پورا قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، لیکن پھر بھی اس پر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، اس لیے کی سورہ اخلاص نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔

سورہ اخلاص کی فضیلت کو سمجھنے کے لیے ایک اور سادہ سی مثال

صحیح احادیث میں سورہ اخلاص کی جوفضیلت بیان ہوئی ہے اس کو سمجھنے کے لیے ایک اور سادہ مثال یہ ہے کہ مسجدالحرام میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب دوسری مساجد کے مقابلے میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے، تو کیا کوئی اس حدیث کا مطلب یہ لے سکتا ہے کہ: دسیوں سال تک نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں؟ کیونکہ مسجدالحرام میں ایک نماز کا پڑھنا ایک لاکھ نماز پڑھنے کے برابر ہے، تو پھر اگر ایک نماز مسجد الحرام میں پڑھی جائے تو اور نماز یں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حالانکہ اس حدیث سے کوئی بھی اس طرح کا مفہوم نہیں لے سکتا، بلکہ اس طرح سمجھے گا کہ مسجد الحرام میں نماز پڑھنے کا ثواب بہت زیادہ ہے، لہذا وہ کوشش کرے گا کہ اس میں نماز پڑھے، لیکن اپنی نمازیں ترک نہیں کریے گا۔

سورہ اخلاص کی تلاوت بھی ایسی ہی ہے،یعنی: کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ:سورہ اخلاص کی تین بار تلاوت کرنا پورے قرآن کی تلاوت کی ضرورت کو ختم کردیتا ہے، اس لیے کہ اس کی ہر بار تلاوت سے ایک تہائی قرآن کا ثواب مل جاتا ہے، بلکہ اس کو اس طرح سمجھنا چاہیے کہ اس چھوٹی سی سورت کی تلاوت کو کم تر نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ اس کی تلاوت میں رغبت رکھے اور ہر رات اس کی تلاوت کرے تا کہ اسے زیادہ اجر و ثواب ملے، یقینا اللہ تعالٰی کا یہ فضل و احسان ہے کہ آسان سی عبادت ہمارے لیے قیمتی بنائی ہے - وللہ الحمد- ۔

لہذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ قرآن اور اس کی سورتوں کی تلاوت اور حفظ کرنے میں کوشش اور جدوجہد کرے،سستی اور کاہلی سے پرہیز کرے، اگر فرض کیا جائے کہ تمام مسلمان قرآن کی بجائے صرف تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ لیں تو اس صورت میں قرآن کریم مہجور (متروک)ہوگا، یقینا شارع حکیم اور پیغمبر ﷺ کا مقصد قرآن کو ترک کرنا ہر گز نہیں تھا۔اور نبی کریم ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کے بارے میں قرآن کو چھوڑنے کی شکایت کریں گے: "وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝۳۰"(فرقان: ۳۰)

ترجمہ: "اور رسول کہے گا اے میرے رب!بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا ہوا رکھا"

سورہ اخلاص سے علاج

اس میں کوئی شک نہیں که پورا قرآن کریم بیماریوں کے علاج کا کار گرنسخہ سمجھاجاتاہے، قرآن عظیم وحی الہی، دین، عقیدہ اور توحید کی کتاب ہے، اور معاشرتی امراض کے علاج کا ایک مکمل نسخہ ہے، حکمت، بشارت، تبلیغ اور ہدایت اور مجموعی طورپر یہ حیات اور زندگی کی کتاب ہے، اور یہ دنیا و آخرت کے کمالات اور اعلی انسانی اور روحانی معراج کی طرف رھنمائی کرنے والی کتاب ہے۔

قرآن عظیم انسانی معاشروں کو بچانے اور زندگیوں کی اصلاح کے لیے ایک بے مثال اور شفا بخش نسخہ ہے، اور یہ سب سے مستحکم راستے کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

طرف رہنمائی کرتاہے، "اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ" (سورہ اسراء آیت: ۹)
ترجمہ: "یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے"

اگر قرآن گذشتہ ۱۶ صدیوں کی کتاب ہے، تو یہ اس دور اور آنے والے دور کی کتاب بھی ہے، اور اس کا احترام یہ ہے کہ اس کے احکام اور اس کی تعلیمات پر عمل کیاجائے ۔

قرآن ان لوگوں کے لیے شفاء ہے جو ایمان لائےہوں اور ظالمین میں سے نہ ہوں، یقیناً سننے والے کے ایمان کی سطح بھی قرآن کریم سے سکون حاصل کرنے کی مقدار میں بہت کار آمد ہے، جبکہ اس پر عدم ایمان الٹا نتیجہ دیتا ہے: "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۝۲" (سورہ انفال : ۲) ترجمہ: "مؤمن تو وہ ہیں جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں"۔

اور دوسری طرف جو لوگ خدا کو نہیں مانتے انہیں آیات سننے سے کوئی فائدہ اور سکون نہیں ملے گا اور ایمان میں اضافہ بھی نہیں ہوگا، "وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۝۱۲۴" (سورہ توبہ:۱۲۴) ترجمہ: "اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (استہزا کرتے ہیں اور) پوچھتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟ سو جو ایمان لانے والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں"۔

سورہ اخلاص اور معوذتین (فلق، ناس)، فاتحہ اور دیگر قرآنی سورتوں کا بیماروں پر پڑھنا دعاؤں میں سے ایک ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے، اور صحابہ کرام نے جب یہ کام کیا تو آپ ؐ نے ان کی تصدیق کی، بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری کے دوران جس کی وجہ سے آپؐ رحلت فرماگئے سورہ اخلاص اور معوذتین کی اپنے اوپر تلاوت فرماتے ، حضرت بی بی عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ جاتی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورتیں نہیں پڑھ سکتے تھے تو میں پڑھ کر آپ پر دم کرلیتی، اور ان کے دست مبارک کو ان کے جسم پر پھیر لیتی"، معمر کہتے ہیں کہ: میں نے امام زہری سے پوچھا کہ نبی صلی

(c) ketabton.com: The Digital Library

اللہ علیہ وسلم کس طرح دم کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں پر پھونک مارتے اور پھر اپنے ہاتھوں کو چہرے پر ملتے تھے، (بخاري (5735) ، (2276) مسلم (2192)۔

امام بخاریؒ ابوسعید خدری ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب عرب کے ایک قبیلہ کے پاس پڑاؤ ڈالا، انہوں نے اصحاب کرام کی مہمان نوازی نہیں کی، اسی دور ان قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا، انہوں نے اصحاب کرام سے کہا: تمہارے پاس کوئی دوا یا دم کرنے والا ہے؟ کہا کہ: تم لوگوں نے ہماری میزبانی نہیں کی، جب تک تم لوگ ہمارے لیے کوئی اجرت مقرر نہیں کرو گے تو ہم دم نہیں کریں گے، تو پھر انہوں نے اجرت کے طور پر کئی بکریاں مقرر کیں، تو صحابہ میں سے ایک نے سورہ فاتحہ پڑھ کر لعاب دہن کے ساتھ بیمار پر پھونک دیا تو وہ تندرست ہوگیا، تو انہوں نے اس کے بدلے بکریاں دیں، اصحاب کرام نے کہا: ہم اسے استعمال نہیں کریں گے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھیں، جب یہ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: آپ ؐ ہنسے اور فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ دم ہے؟ بکریاں لے لو اور مجھے بھی اس میں حصہ دو، (بخاری:۵۷۳۶، مسلم:۲۲۰۱)

پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کی حالت میں اپنے اوپر کچھ سورتیں پڑھتے تھے، اور دوسری سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے عمل کی تصدیق کی۔

رقی کیا ہے؟

رقی، رقیہ کی جمع ہے، اور اس کا مطلب ہے شفا ء اور صحت حاصل کرنے کے لیے کسی چیز پر پڑھنا اور اس پر دم کرنا، اس سے فرق نہیں پڑتا کہ قرآن کریم سے ہو یا رسول اللہ ﷺ کی مسنون دعاؤں سے،عوف بن مالک سے روایت ہے انہوں نے کہا: "كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ فَقَالَ اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ"(صحیح مسلم:۲۲۰۰)

ترجمہ: "زمانہ جاہلیت میں ہم دم کیا کرتے تھے، اور ہم نے کہا :یا رسول اللہ ﷺ آپ اسے کیسے دیکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنے دم بیان کرو، جب تک اس میں شرک نہ ہو کوئی حرج نہیں"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

انس بن مالک سے روایت ہے انہوں نے کہا: "رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ وَالْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ"(صحیح مسلم:۲۱۹۶) ترجمہ: "رسول اللہﷺ نے نظر بد، زہریلے ڈنگ اور جلد پر نکلنے والے دانوں میں دم کرنے کی اجازت دی"۔

"الْعَيْنِ " سے مراد وہ ہے جو خدا کے حکم سے اپنی آنکھوں سے کسی کو نقصان پہنچائے،"الْحُمَةَ"زہر ہے، وہ تمام چیزیں جن میں زہر ہو، جیسے: سانپ، بچھو وغیرہ یا ان کے جیسے کے لیے دم کی اجازت دی گئی ہے،" النَّمْلَة" ایسا زخم جو پہلو سے نکلتا ہے۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: "مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ"(صحیح مسلم:۲۱۹۹) ترجمہ: "جو کوئی بھی اپنے بھائی کو نفع پہنچاسکتا ہے تو وہ کرے"

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: "كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكَى مِنَّا إِنْسَانٌ مَسَحَهُ بِيَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا"(صحیح بخاری:۵۷۴۳)(صحیح مسلم:۲۱۹۱)

ترجمہ: "جب ہم میں سے کوئی نبیﷺ کو اپنے درد کی شکایت کرتا تو آپؐ اس پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے:اے اللہ!لوگوں کے پالنے والے! تکلیف کو دور کردے اسے شفا دے دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا ء کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفاء دے کہ کسی قسم کی بیماری نہ رہ جائے"۔

اس کے شروط

دم کے صحیح اور درست ہونے کے لیے کچھ شروط ضروری ہیں:

سب سے پہلے:اسے یہ یقین نہیں رکھنا چاہیے کہ وہ دم اللہ تعالٰی کی اجازت کے بغیر اسے فائدہ دے گا، اگر اسے یقین ہو کہ خدا کی اجازت کے بغیر یہ بذات خود اسے فائدہ پہنچائے گا تو یہ حرام ہے، بلکہ یہ شرک ہے، اسے یقین ہونا چاہیے کہ وہ دم خدا کی اجازت کے بغیر کوئی

(c) ketabton.com: The Digital Library

فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

دوسری بات یہ کہ:کسی ایسی چیز کے ساتھ نہ ہو جو شریعت کے خلاف ہو، جیسے کہ دعا کا مواد خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے درخواست یا جنات یا اس سے ملتی جلتی چیزوں سے درخواست ہو، اگر ایسا ہوتو حرام ہے،بلکہ شرک ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ: اس کا ایک واضح تصور اور مفہوم ہو، اگر یہ طلسم یا جادو کی قسم کا ہو تو اس صورت میں جائز نہیں ہے، امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آدمی دم کرسکتا ہے؟ اور اس کے ذریعےسے دعا مانگ سکتا ہے؟ امام نے فرمایا:اگر کلام پاک کے ساتھ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ممنوع رقیہ:

تمام وہ تعویذ جن میں مذکورہ بالا شرائط نہ ہوں جیسا کہ تعویذ کرنے والا یا جس کے لیے تعویذ کیا جاتا ہے اس کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ تعویذ بذات خود فائدہ پہنچاتا ہے اور اثر کرتا ہے یا مشرکانہ الفاظ اور کفریہ وسیلوں کے ساتھ اور بدعی الفاظ یا اس جیسے ہوں یا سمجھ میں نہ آنے والے الفاظ کے ساتھ یا جادو جیسی چیزوں کے ساتھ ہو تو حرام اور ممنوع ہے۔

رقیہ سے علاج بہتر ہے یا ڈاکٹر کے پاس جانا

سب سے پہلے: سنت نبویﷺ میں بیماری کے مداوا اور علاج کی ترغیب دی گئی ہے، جیسا کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: "تداووا فإن الله عزوجل لم يضع داء إلا وَضَعَ له دواء غير داء واحد الْهَرَم"(امام احمد،ابوداؤد،ترمذی اور ابن ماجہ)۔

ترجمہ: "یعنی اپنے مریضوں کا علاج کرو، کیونکہ اللہ تعالٰی نے کوئی تکلیف یا بیماری نہیں رکھی ہے سوائے اس کے کہ اس نے اس کا علاج بھی رکھا ہے، سوائے ایک درد کے اور وہ ہے بڑھاپا"۔

امام احمد کی ایک اور روایت میں ہے کہ: "تداووا عباد الله فإن الله عزوجل لم يُنْزِل داء ألا أنزل معه شفاء إلا الموت والهرم" ترجمہ:یعنی: "اے خدا کے بندو!اپنی بیماریوں کا علاج کرو، کیونکہ اللہ تعالٰی نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی، مگر یہ کہ اس کے ساتھ شفاء بھی بھیجی ہے، سوائے موت اور بڑھاپے کے"

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور پھر امام احمد کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: "فإن الله لم ينزل داءا ألا أنزل له شفاء، عَلِمَه مَن عَلِمَه، وجَهِلَه مَن جَهِلَه " یعنی: "اللہ تعالٰی نے ایسی کوئی بیماری نہیں بھیجی ہے مگر یہ اس کے لیے شفاء بھی بھیجی ہے، بعض نے اس علاج کو سمجھا ہے اور بعض نے نہیں سمجھا ہے"

دوسری با ت یہ ہے کہ: کائنات میں خدا تعالٰی کا نظام ہے،یعنی: اللہ تعالٰی نے ہر عمل کے انجام دہی کے لیے ایک سبب رکھا ہے ۔

البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالٰی بغیر کسی سبب کے کسی چیز کو نتیجہ تک نہیں پہنچا سکتا، کیونکہ خود اسباب بھی تو خدا کی مخلوقات میں سے ہیں، یہ لازم ہے کہ خود سبب کو بھی اللہ تعالٰی تخلیق کرلے،

اس بنا پر جو شخص رزق چاہتا ہے اسے اس کے لیے اسباب مہیا کرنا ہوں گے، اور اس کے اسباب بھی حلال رزق تلاش کرنے کی کوشش ہے، جب بھی کوئی شخص کو کوشش کرے گا تو اللہ اپنے اصولوں کے مطابق اسے رزق دے گا، جب وہ بیمار ہوتاہے تو اللہ تعالٰی نے اس کی بیماری کے علاج کے لیے ایک ذریعہ رکھاہے، جب تک بیمار اس ذریعہ کو استعمال نہ کرے اس کی بیماری ٹھیک نہیں ہوگی۔

کیونکہ اللہ تعالٰی کا قانون اس بات پر مبنی ہے، کہ جب تک حرکت نہ ہو نتیجہ نہیں آئے گا۔

البتہ یہ امر لازمی نہیں ہے،یعنی ہر گز ایسا نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص اسباب اختیار نہیں کرتا تو اللہ تعالٰی بھی مطلوبہ نتائج پر قادر نہیں ہے،جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مریم بنت عمران ؑ محراب میں عبادت کرتی تھیں،رزق اور روزی حاصل کرنے کی کوشش کیے بغیر، اللہ تعالٰی اس کا رزق و روزی پہنچاتا تھا۔

"فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقاً قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ"(سورہ آل عمران:۳۷)

ترجمہ: "پس اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول کیا اور اچھے نشونما کے ساتھ اس کی پرورش کی اور اس کا کفیل زکریا کو بنا دیا،جب کبھی زکریا اس کے پاس عبادت خانے میں داخل ہوتا، اس کے پاس

(c) ketabton.com: The Digital Library

کوئی نہ کھانے کی چیز پاتا،کہا اے مریم!یہ تیرے لیے کہاں سے ہے؟ اس نے کہا یہ اللہ تعالٰی کے پاس سے ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے کسی حساب کے بغیر رزق دیتا ہے"

اس لیے اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے، اس کےلیےاتنا کافی ہے کہ وہ صرف ارادہ کرے اور وہ کام ہوجائے: "بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَإِذَا قَضَى أَمراً فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيكُونُ "(سورہ بقرۃ:١١٧)

ترجمہ: "آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے صرف یہی کہتا ہے کہ ہوجاؤ تو وہ ہوجاتا ہے"

اس کے باوجود اللہ نے ایسا فیصلہ کیا ہے کہ اگر اس کا بندہ جدوجہد اور کوشش نہ کرے تو مطلوبہ نتیجہ اسے نہیں دے گا، یہ اللہ تعالٰی کا قانون ہے۔

لیکن بعض اوقات اس کے برخلاف اللہ تعالٰی اپنے ارادے کے مطابق ایسا فیصلہ کرتاہے کہ اگر چہ انسان نے اسباب اختیار کیے ہوں لیکن پھر بھی اپنے مقصود پر نہیں پہنچ سکے ، یہ موقع ہے کہ کہتے ہیں: خدا کی حکمت عام رواج کے خلاف قائم ہوگئی۔

مثال کے طور پر ایک شخص بیمار ہے،اسے چاہیے کہ اپنی بیماری کے علاج کے لیے مروجہ طریقے استعمال کرے، یہ نہیں کہ وہ گھر میں بیٹھے اور کوئی کام نہ کرے،کیونکہ اس کی شفا یا بی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کے لیے جو اسباب مہیا کیے ہیں(مثلا: ڈاکٹر، دوا، دعا وغیرہ) اسے استعمال کرے، بعد اس کے ایک بیمار شخص اپنی بیماری کے علاج کے لیے تمام ضروری اور جائز ذرائع استعمال کرتا ہے، اس کی کوششوں کا نتیجہ اللہ تعالٰی کے ہاتھ میں ہے، اگر اللہ چاہے تو ان اسباب کو اس کے شفاء کا ذریعہ بنا دیتا ہے، اور اس کی بیماری ٹھیک ہوجاتی ہے۔

اگر اللہ نے نہیں چاہا، اگر چہ اس نے اسباب کا استعمال کیا، لیکن چونکہ اللہ تعالٰی کی مرضی ہماری مرضی کے خلاف تھی،اس لیے نتیجہ وہی نکلے گا جو اللہ تعالٰی چاہتا ہے، کیونکہ اللہ کی حکمت اسی پر قرار پاتی ہے، چونکہ ہم اللہ کے ارادے کو نہیں جانتے، کیونکہ ہمارا اس پر کوئی اختیار نہیں ہے، پس ہمیں یہ منفی سوچ نہیں رکھنا چاہیے کہ اگر اللہ نے چاہا تو بہتر ہوجائیں گے، اگر نہیں چاہا تو ہم ٹھیک نہیں ہوں گے، اس لیے ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے، یا ہم کچھ بھی نہ کریں، ضروری اور جائز اسباب کو

(c) ketabton.com: The Digital Library

استعمال نہ کریں کیونکہ ہمیں معلوم نہیں،جانتے نہیں کہ خدا نے کیا چاہا ہے، شاید اگر ہم اسباب استعمال کرتے تو اللہ تعالٰی ہمیں شفاء دے دیتا۔

اس لیے چونکہ کائنات میں اسباب اور مسببات کا نظام قائم ہے،اگر کوئی حرکت وقوع پذیر نہ ہو تو برکت بھی حاصل نہیں ہوگی، مگر یہ کہ اللہ تعالٰی کچھ اور چاہے۔

حسن اختتام

یہ سورت عقیدہ توحید اور اسلام میں یکتا پرستی کو ثابت کرتی ہے، اوراس کی وضاحت کرتی ہے،جس طرح سورہ کافروں عقیدہ توحید او شرک کے عقیدہ کے درمیان ہر قسم کی یکسانیت اور سمجھوتے کی نفی کرتی ہے، دونوں سورتوں میں سے ہر ایک الگ الگ طریقے سے یکتا پرستی اور توحید کی حقیقت کا جائزہ لیتی ہے، اور اس کو بیان کرتی ہے، پیغمبرﷺ صبح کی نماز میں اس کی تلاوت سے اپنے دن کا آغاز فرماتےتھے، اس آغاز کا اپنا ایک خاص مطلب تھا۔

امام غزالی "جواہر القرآن" میں فرماتے ہیں: قرآن میں "خدا شناسی" "آخرت کو جاننا اور سمجھنا" "سیدھے راستے کا جاننا" ضروری ہے، جن کا نام "معارف سہ گانہ"ہے، تمام چیزیں ان کے تابع ہیں، اور سورہ اخلاص بھی ان میں شامل ہے،یعنی: "خدا شناسی" ہے۔

اے ہمارے پروردگار!ہمیں توحید کے خالص چشمے سے سیراب کر، اور ہمیں شرک سے محفوظ رکھ۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة الفلق

سوره الفلق مدینہ میں نازل ہوئی اس کی پانچ(۵) آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کا نام "الفلق" اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کا آغاز اللہ تعالٰی کے اس ارشاد سے ہوتا ہے: "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ" سوره "فلق"مکی ہے یا مدنی ، اس میں مفسرین کا اختلاف ہے، مفسرین کا کہنا ہے کہ: نہ صرف سورت کا متن "مدنی"ہے، بلکہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ یہ سوره مدینہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔

مفسرین اس سورت کے مدنی ہونے کے بارے میں جو دلائل دیئے ہیں وہ یہ ہیں کہ اس سوره میں "حسد" کے بارے میں بحث کی گئی ہے: اور یہ منحوس صفت طاقت اور مراعات حاصل کرنے کے مراحل میں سے ایک آفت ہے، نہ کہ کمزوری اور عاجزی اور مراعات سے محروم ہونے کی، مکی دور میں نبی کریم ﷺ کسی کے حسد کو بھڑکانے کی حالت میں نہیں تھے، مکہ میں مسلمان اپنے مشکل دن اور حالات گزار رہے تھے، کیونکہ ان دنوں وہ آرام اور سکون سے محروم تھے، البتہ مسلمان جب مدینہ میں تھے تو ان کی حالت بدل گئی، اور جزئی طور پر بہتری آئی۔

لیکن حسن ،عطاء عکرمہ اور جابر کے نزدیک سوره "فلق" اور سوره "ناس" کو مکی سمجھا جاتا ہے، اکثر علماء کی یہی رائے ہے،لیکن ابن عباسؓ ، قتادہ اور دوسرے گروه کی ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے، ابن کثیر کا یہی قول ہے، اور بعض دوسرے علماء نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے۔

مرحوم شیخ علی صابونی اپنی تفسیر"صفوة التفاسیر" میں لکھتے ہیں کہ: سوره فلق مکہ میں نازل ہوئی اور انسان کو اللہ کی پناه مانگنے کا درس دیتی ہے، اور خدا کی مخلوقات، اور رات کی تاریکی سے بھی اللہ کی پناه مانگے، کیونکہ رات کے اندھیرے میں لوگ خوف زده ہوتے ہیں اور جرائم پیشہ افرا د بھی رات کے وقت سرگرم رہتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سوره فلق انسان کو یہ بھی سکھاتی ہے کہ وہ ہر حسد کرنے والے اور جادوگر کے شر سے الله کی پناہ مانگے، یہ سورت ان دو معوذتین میں سے ایک ہے جن کو پڑھ کر رسول اللهﷺ اپنے آپ کو خدا کی حفاظت قرار دیتے تھے۔

"تفہیم القرآن" کے مفسر لکھتے ہیں: اگر چہ سوره فلق اور ناس قرآن کریم کی آخری سورتیں اصل میں دو الگ الگ سورتیں ہیں ، اور مصحف میں الگ الگ ناموں کے ساتھ شامل ہیں، لیکن ان کے درمیان اتنا گہرا تعلق ہے اور ان کے موضوعات کا ایک دوسرے سے اس قدر مناسبت ہے کہ دونوں کا مشترکہ نام بھی معوذتین (وہ دو سورتین جن کے ذریعے پناہ مانگی جاتی ہے) کے نام سے ہے، امام بیہقی "دلائل النبوۃ" میں لکھتے ہیں کہ: یہ دونوں سورتیں ایک ساتھ نازل ہوئیں ہیں، اس لیے ان دونوں کا مشترکہ نام معوذتین ہے۔

سورة الفلق کا سورة الاخلاص سے ربطہ

سورة الاخلاص میں الوہیت کے متعلق بحث کی گئی ہے، اور الله تعالیٰ کو اس چیز سے منزه اور پاک قرار دیا ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے، سوره فلق اور ناس بیان کرتی ہیں کہ انسان کو اس دنیا میں ان لوگوں سے جو توحید اور توحید کی راہ میں رکاوٹ بننے والے ہیں الله کی پناه مانگنی چاہیے، دونوں کا آغاز استعاذہ سے ہوتا ہے، اسی طرح سورة الفلق اندھیری رات کے شر، جادوگروں، غیبت کرنے والوں، فتنہ بازوں اور حسد کرنے والوں سے اور سوره ناس شیطانوں، جنوں اور انسانوں کے شر اور فریب کاری سے ہمیں حق تعالی کی پناہ میں رکھتی ہیں۔

سوره فلق انسان کو مخلوق کے شر سے الله کی پناه مانگنے کا طریقہ سکھاتی ہے، تاکہ مختلف مخلوقات کے شر سے اور رات کی پھیلی ہوئی تاریکی، چالوں، جھوٹ جادوگری، فریب، چالاکیوں، بیہوده باتوں، فتنہ انگیز باتیں کرنے والے، سازشیں کرنے والے، تہمت لگانے والے جو میاں بیوی کے درمیان جدائی کا باعث بنتے ہیں اور حسد کرنے والوں کی برائی سے جو بہت زیادہ رشک کرتے ہیں، اور خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو جو دوسروں کو حاصل ہیں برباد کرنا چاہتے ہیں کہ شر سے محفوظ رہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃ الفلق کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورۃ الفلق کا ایک(۱) رکوع، پانچ(۵) آیتیں، تییس(۲۳) الفاظ، (تہتر(۷۳) حروف اور پینتالیس(۴۵) نقطے ہیں۔

(یادر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

سورہ فلق کی آیات کی تقسیم

آیت: (۱) ۱ستعاذہ اور الله تعالیٰ سے پناہ مانگنے کی ذمہ داری کا اظہار کرتی ہے، آیات مبارکہ"۲ تا ۵" میں ان چیزوں کا بیان ہے کہ عام طور پر انسان کے لیے ان کے شر سے الله کی پناہ مانگنا ضروری ہے، اس کے ساتھ ساتھ جن برائیوں کی طرف اس سورت میں اشارہ کیا گیا ہے وہ قیامت کے آنے تک موجود ہوں گی۔

سورہ الفلق کی فضیلت

قرآ ن کریم کی تمام سورتوں کے اپنے اپنے خاص فضائل ہیں کہ ان کے پڑھنے تلاوت کرنے اور ان کے معانی و مفاہیم میں غوروفکر کرنے، ان میں موجود رہنما اصولوں پر عمل کرنے سے انسان کو دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

بس ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ قرآن کریم ہم انسانوں کے لیے زندگی کا لائحہ عمل اور عمل کی کتاب ہے، جس کی تلاوت فکر و ایمان کی ابتدا ہے اور قرآن کے مشمولات پر عمل کرنے کا ذریعہ ہے، اور نیک لوگوں کو تمام اعمال صالحہ کا اجر عظیم بھی یہاں سے اور انہی شرائط سے حاصل ہوتا ہے ۔

یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ قرآن کی سورتوں کی تلاوت انسان کے ایمان اور عقیدہ کو تقویت پہنچا کر، دل کی پاکیزگی میں اضافہ کرکے، گناہوں میں تخفیف کرکے، انسانوں کی عبادت کو افضل اور بہتر بنا کر مسلمان کو کمال اور ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچا دیتی ہے۔

لہذا یہ بھی ذہن نشین رہے کہ، قرآن کریم کی سورتوں کی تلاوت، خاص طور پر جب تلاوت آیات مبارکہ کے معانی اور مفاہیم پر غور و فکر کے ساتھ ہو، تو بہت سی ذہنی اور روحانی بیماریوں کا علاج کرتی ہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

انسان کے غم اور پریشانی کو کم کرتی ہے، آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتی ہے، یاد رکھیں کہ قرآن عظیم انسا ن کی تنہائی کا ساتھی ہے، یہ انسانی زندگی کو بابرکت بناتا ہے اور دعا کی قبولیت کو یقینی بناتا ہے، قرآن کی سورتوں کی تلاوت سے گھر صاف ہوتا ہے، عذاب سے نجات ملتی ہے اور انسان کے لیے دوسری نعمتیں اور برکتیں لاتا ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ قرائت کا کمال کے درجہ تک پہنچنا، اسی طرح غور و فکر اور عمل کی منزل تک پہنچنا، یہ ثواب کے کمال اور رضائے الہی کے حصول اور بہتر نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ بنے گا ۔

ایک اور نکتہ جو میں اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں قرآن پڑھنے کو کاروبار کے طور پر نہیں دیکھنا چاہیے، کہ کونسی سورت ہے جس کو پڑھنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے، جس کو ہمیشہ پڑھنے سے دوسری سورتوں کے پڑھنے سے ہم محروم رہیں۔

قرآن ایک مجموعہ ہے جو اکھٹا ہونا چاہیے اور انسان ان سب سورتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کرسکتا ہے۔

دوسری سورتوں کی طرح سورہ فلق کی بھی فضیلتیں ہیں جیسا کہ سورہ فلق اور سورہ ناس کی فضیلت کے بارے میں حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ: "كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا" ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار پڑتے تو معوذات کی سورتیں پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے، پھر جب آپ ؐ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو برکت کی امید سے آپؐ کے جسم مبارک پر پھیرتی تھی"۔

حضرت بی بی عائشہ ؓ فرماتی ہیں: جن لمحوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہوجاتی تھی ، میں سورہ "فلق" اور سورہ "ناس" پڑھتی تھی اور برکت کی امید سے آپ کے جسم پر ہاتھ پھیرتی تھی۔

عقبہ بن عامر ؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ (رضی الله عنه) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (صلی الله علیه وسلم): «أَلَمْ تَرَ آيَاتٍ أُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ترجمہ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جو آیتیں آج مجھ پر نازل کی گئی ہیں ان جیسی (آیتیں) کبھی دیکھی تک نہیں گئیں؟" اور وہ سورة الناس ا ور سورة الفلق ہے"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسی طرح عقبہ بن عامر فرماتے ہیں: "بَيْنَا أَنَا أَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالأَبْوَاءِ إِذْ غَشِيَتْنَا رِيحٌ وَظُلْمَةٌ شَدِيدَةٌ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم) يَتَعَوَّذُ بِ (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ) وَيَقُولُ: "يَا عُقْبَةُ تَعَوَّذْ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهِمَا" قَالَ: وَسَمِعْتُهُ يَؤُمُّنَا بِهِمَا فِي الصَّلاَةِ" ترجمہ: "ایک دن میں رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے ساتھ ابواء اور جحفہ کے درمیان سفر کررہا تھا کہ آندھی اور اندھیرے نے ہمیں گھیر لیا، نبی کریم ﷺ نے سورۃ الناس اور سورۃ الفلق سے دم کرنا شروع کیا، اور فرمایا: اے عقبہ! ان کے ساتھ (خود کو) دم کرو، کیونکہ ان سورتوں کی طرح کسی دم کرنے والے نے دم نہیں کیا"

راوی مزید اضافہ کرتے ہیں: "آپ ؐ نماز کی امامت فرما رہے تھے، میں نے سنا کہ نماز میں یہ دونوں سورتیں پڑھیں"۔

نیز ایک اور حدیث میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ: رسول الله صلی الله علیہ وسلم فرماتےہیں: "اقْرَأْ يَا جَابِرُ فَقُلْتُ: وَمَاذَا أَقْرَأُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: اقْرَأْ (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ) فَقَرَأْتُهُمَا فَقَالَ: اقْرَأْ بِهِمَا وَلَنْ تَقْرَأَ بِمِثْلِهِمَا" ترجمہ: "پڑھ اے جابر! میں نے پوچھا کیا پڑھوں، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے الله کے رسول؟ فرمایا: "سورہ فلق اور سورہ ناس" میں نے ان دونوں سورتوں کو پڑھ لیا، آپ ؐ نے فرمایا: ان دونوں سورتوں کو پڑھ لو، ان کی طرح ہر گز نہیں پڑھ سکو گے"

عقبہ بن عامر ؓ ایک اور حدیث میں سورہ فلق کی فضیلت کے بارے میں کہتے ہیں: " قلت: يا رسول الله، أقرئني إما من سورة (هود)، وإما من سورة (يوسف)، فقال رسول الله (صلى الله عليه وسلم): «يا عقبة بن عامر، إنك لن تقرأ سورة أحب إلى الله، ولا أبلغ عنده من أن تقرأ: (قل أعوذ برب الفلق)، فإن استطعت أن لا تفوتك في صلاة فافعل. " ترجمہ: میں نے عرض کیا اے الله کے رسول! چند آیتیں سورہ ھود اور سورہ یوسف سے مجھے پڑھا دیں، آپ ؐ نے فرمایا: اے عقبہ: ہمارے رب کو سورہ فلق سے زیادہ پیاری اور فصیح کوئی سورت نہیں جو تم پڑھ سکتے ہو، کوشش کرو کہ نماز میں اسے پڑھنا تجھ سے رہ نہ جائے"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

معوذتین کی فضیلت

ترمذی اور بیہقی میں ابوسعید خدری ؓ سے معوذتین کی فضیلت کے بارے میں مروی حدیث ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں کی آنکھوں کے شر سے رب العزت کی پناہ مانگتے تھے، معوذتین کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان دو سورتوں کی تلاوت کی، اور اس سلسلے میں پڑھی جانے والی دوسری دعاؤں کو چھوڑ دیا"۔

امام مالک مؤطا میں حضرت عائشہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پریشان ہوتے تو معوذتین پڑھتے تھے، اور خود کو دم فرماتے، اس کام کو تین بار دہراتے، اور جب ان کی تکلیف شدید ہوجاتی تو میں ان کے لیے معوذتین پڑھتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برکت کی حصول کی امید سے اپنے ہاتھ جسم پر پھیرتے یعنی: خود کو دم فرماتے تھے"۔

اسی طرح عقبہ بن عامر سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھوں"۔

اسی طرح ان سے مروی دوسری روایت میں ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب بھی سوئیں اور جب بھی بیدار ہو تو معوذتین پڑھیں"۔

ابن کثیر نے اس معنی میں بہت سی احادیث نقل کی ہیں اور کہا ہے: عقبہ سے مروی حدیث کے بہت زیادہ طرق ہیں جو کہ حد تواتر کو پہنچ جاتے ہیں، اس لیے یہ حدیث بہت سے محققین کی نظر میں یقین کے لیے مفید ہے"۔

ھٰکذا دوسری حدیث میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " یا عقبة ألا أعلمك سورا ما أنزلت في التوراة و لا في الزبور و لا في الإنجيل و لا في الفرقان مثلهن, لا يأتين عليك إلا قرأتهن فيها. "قُلۡ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" و "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ" و "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن عامر کو مخاطب کرکے فرمایا: اے عقبہ کیا میں تمہیں کچھ سورتیں نہ سکھاؤ ں جو ان جیسی تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں نازل نہیں ہوئیں، تجھ پر کوئی ایسی رات نہ گزرے مگر یہ کہ تو انہیں پڑھے، وہ "قُلۡ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" اور "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ"

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ" ہیں۔ (یہ روایت سلسلة الاحادیث الصحیحه میں حدیث نمبر ۲۸۶۱ میں ہے)

معوذتین کا سبب نزول:

"قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ " اور "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ " کے بارے میں کئی احادیث مفسرین نے ذکر کی ہیں : لیکن یہاں اختصار کے لیے (بیہقی اور بخاری ومسلم) کی دو حدیثوں پر اکتفا کریں گے۔

حضرت بی بی عائشہ ؓ فرماتی ہیں:نبی کریمﷺ پرجادو کیا گیا، اس طرح کہ آپ کوئی کام نہیں کیے ہوتے، آپ کو ایسا لگتا تھا کہ آپ وہ کام کرچکے ہیں، یہاں تک کہ ایک دن آپﷺ نے حق تعالیٰ سے بہت زیادہ دعا کی، پھر فرمایا: "کیا تم جانتے ہو ہمارے عظیم رب نے مجھے میرے علاج کا طریقہ بتایا؟ دو آدمی میرے پاس آئے، ان میں سے ایک میرے سر ہانے اور دوسرا پاؤں کے پاس بیٹھ گیا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا: اس آدمی کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے، پوچھا:کس نے جادو کیا ہے؟ کہا:لبید بن اعصم نے، اس نے پوچھا:کس چیز کے ذریعہ جادو کیا؟ کہا:کنگھی کے ذریعہ، کتان کے ریشے اور کھجور کے پھولوں کے چھلکے سے، پوچھا کہاں ہیں وہ؟ کہا: ذروان کے کنویں میں، راوی کہتے ہیں کہ: پھر آپﷺ کنویں کی طرف نکل پڑے، اور واپسی کے بعد عائشہ ؓ سے کہنے لگے: " وہاں کے کھجور شیطان کے سروں کی طرح تھے" عائشہؓ نے پوچھا: آپ نے انہیں کنویں سے باہر نکالا؟ آپﷺ نے فرمایا: "جی ہاں ، مجھے تو رب نے شفاء عطا کی، لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس سے لوگوں کو نقصان پہنچے پھر اس کنویں کو مٹی سے بھر دیا"۔

بیہقی "دلائل النبوۃ" میں کلبی کے تو سط سے ابی صالح اور ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: جب نبی کریمﷺ نے رات گزار کر صبح کرلی تو عمار بن یاسر کو چند لوگوں کے ساتھ وہاں بھیج دیا، جب وہ کنویں پر گئے تو انہوں نے کنویں کا پانی مہندی کے پانی جیسا پایا، انہوں نے کنویں کا پانی نکالا اور پتھر کو اٹھایا، اس تعویذ کو باہر لاکر جلادیا، اس میں ایک ڈورتھی جس میں گیارہ (۱۱) گرہیں بندھی ہوئی تھیں، پھر یہ دو سورتیں نازل ہوئیں ، نبی کریمﷺ نے ان دونوں سورتوں کو پڑھنا شروع کیا، ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی (اس حدیث کو بیہقی نے کلبی سے روایت کیا ہے) اسی طرح معوذتین کے سبب نزول کے بارے میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

بخاری اور مسلم میں بی بی عائشہ ؓ سے مندرجہ ذیل روایات کی گئی ہیں: "لبید بن اعصم نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم پر اس طرح جادو کیا کہ اس نے کھجور کے پھول کے چھلکے اور کنگھی کرتے وقت رسول خدا کے سر سے گرے ہوئے بال، اور کنگھی کے دانت اور ایک دھاگہ لیا، جس میں "۱۱" گرہیں بندھی تھیں، سوئی سے گرہیں مضبوط کی گئی تھیں، کھجور کے چھلکے میں ڈالی اور دم کی گئی تھیں۔

یہ وہ وقت تھا جب رسول الله صلی الله علیہ وسلم پر معوذتین نازل ہوئیں تو آپ ؐ نے ان کی تلاوت شروع کردی، گویا کہ ہر آیت کی تلاوت پر ایک گرہ کھل جاتی، اور اس حالت میں آپ صلی الله علیہ وسلم ان گرہوں کے کھلنے سے ایک قسم کی راحت اور سکون محسوس کرتے تھے، یہاں تک کہ آخری گرہ کھل گئی، تو پھر رسول الله صلی الله علیہ وسلم اس طرح کھڑے ہوئے جیسے آپ صلی الله علیہ وسلم قید سے رہا ہوگئے ہوں۔

جبریل ؑ بھی آپ صلی الله علیہ وسلم پر دعا پڑھتے اور دم کرتے تھے اور کہتے: "بِاسمِ اللهِ أَرقِيكَ، مِن كُلِّ شَيءٍ يُؤذِيكَ، مِن شَرِّ حَاسِدٍ وَعَينٍ وَاللهُ يَشفِيكَ" ترجمہ: " الله کے نام سے میں تمہیں دم کرتا ہوں ہر تکلیف دہ چیز سے، ہر ذی روح اور ہر حاسد کی آنکھ کے شر سے، الله تمہیں شفاء دے، الله کے نام کے ساتھ تمہیں دم کرتا ہوں"۔

منقولہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہلکا سا سر درد تھا، یہ وہی تصور کا معنی ہے جو ایک حدیث میں آیا ہے۔

واضح رہے کہ بعض اوقات تخیل بیداری میں بھی ہوتا ہے اور نیند میں بھی، اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ سحر کا آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کی خصوصیات اور عقلی صلاحیتوں پر کوئی اثر نہیں ہوا، جیسا کہ سحر لبید بن اعصم کا نبوت اور وحی سے متعلق معاملات میں کوئی اثر نہیں تھا، کیونکہ الله تعالیٰ نے انہیں معصوم اور ایسے کسی عیب، یا کسی قسم کی فکری الجھن، یا اعصابی اضطراب سے محفوظ رکھا، جیسا کہ فرماتا ہے: "وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (سورہ مائدہ:۶۷) ترجمہ: "الله تعالیٰ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا"۔

تفسیر "فی ضلال القرآن" کے مفسر نے اس سورت کی مختصر تشریح میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہا ہے کہ یہ سورہ اور اس کی بعد والی سورہ اللہ تعالٰی کی طرف سے رہنمائی اور ہدایت ہے پہلے اپنے نبی کے لیے، اور پھر تمام مؤمنوں کے لیے۔

جو ان کو راستہ دکھاتی ہے اور ان کی رہنمائی کرتی ہے کہ وہ اس کی حفاظت میں ،اور اس کی پناہ گاہ میں پناہ لے لیں، اور ہر خوفناک چیز سے، خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، خواہ معلوم ہو یا نا معلوم، خواہ کم ہو یا زیادہ، خواہ وہ جزوی ہو یا کلی، گویا اللہ اپنی حفاظت اور پناہ کی جگہ ان کے لیے کھول دیتا ہے، اور اپنی پناہ گاہ کی پناہ کو ان کے لیے وسیع بنا دیتا ہے، اور ان سے شفقت و مہربانی، پیار اور محبت سے کہتا ہے: یہاں آؤ، حفاظت اور مدد کی جگہ پر آؤ، امن والی جگہ پر آؤ، ایسی جگہ جہاں تم محفوظ رہوگے اور سکون پاؤ گے، آجاؤ، میں بہتر جانتا ہوں کہ تم کمزور ہو اور تمہارے دشمن ہیں اور تمہارے اردگرد خوف و ہراس ہے، صرف یہاں ، جی ہاں ! یہاں محفوظ سکون، امن اور سلامتی و صحت ہے، اس لیے اس ہدایت اور رہنمائی کے ساتھ دونوں سورتوں کا آغاز ہوتا ہے۔

سورہ فلق کا مرکزی محور اور مشتملات

سورۃ الفلق میں تعلیمی اور تربیتی مشتملات ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا رب پہلے مرحلے میں رسول اللہ ﷺ کو اور دوسرے مرحلے میں تمام مسلمانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ تمام اشرار کے شر سے بچنے کا واحد راستہ خدا کی پناہ لینا ہے، سورت یہ سکھاتی ہے کہ ہم اپنے رب کی حفاظت میں پناہ لیں، اور اس کی مخلوقات کے شر سے اس کی جلال و عظمت میں پناہ مانگیں، اور رات کے شر سے جب اندھیرا چھا جاتا ہے، دہشت اور خوف روحوں کو اپنے لپیٹ میں لے لیتی ہے، گناہ اور برائیاں پھیل جاتی ہیں، یہ سورت ان معوذتین میں سے ایک ہے جس سے رسول اللہ ﷺ خود کو دم کرتے تھے، جس سے ہم انسانوں کو صرف رب عظیم کی پناہ لینے کا درس ملتا ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی ہر شیطانی مخلوق کے شر سے محفوظ پناہ گاہ ہے، اور یقین رکھیں کہ اس کی پناہ میں انسان مکمل تحفظ اور سکون محسوس کرتا ہے۔

نیز اس سورت میں ہم انسانوں کے لیے واضح ہدایت ہے کہ اپنی زندگیوں(بشمول اپنی سماجی، سیاسی اور معاشی زندگی) اپنی اولاد، مال و دولت کو خدا کی حفاظت میں رکھیں اور ہمیں اطمینان ہونا چاہیے کہ حق

(c) ketabton.com: The Digital Library

تعالی کی پناہ میں انسان ہر شر والی چیز کے شر سے محفوظ رہے گا۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ اس سورت کا مرکزی اور اصلی محور پناہ مانگنا اور رب عظیم سے چمٹے رہنا ہے، ہر چیز کے شر سے، خواہ چاہے ظاہر ہو یا پوشیدہ، خواہ وہ معلوم ہو یا نا معلوم، خواہ کم ہو یا زیادہ، خواہ جزوی ہو یا کلی، یہ ایک تعمیری اور نصیحت آموز سبق ہے، ایک مفید سبق اور درس ہے لوگوں کے لیے حفاظت ہے ان میں سے ایک کو دوسرے سے،نفسیاتی امراض سے بچانے کے لیے، اور انہیں زہریلی اور مہلک چیزوں کے شر سے اور رات کے شر سے جب اندھیرا چھا جاتا ہے اور اس میں خوف و ہراس پیدا ہوتا ہے، خاص طور پر صحراؤں اور غاروں میں خوف پیدا ہوجاتا ہے، سورت کا نام بھی رب عظیم کی پناہ لینے پر دلالت کرتا ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث(۴۹۷۶) میں آیا ہے کہ: "عن أبي بن كعب قال: سألت رسول الله عن المعوذتين فقال قيل لي فقلت. فنحن نقول كما قال رسول الله " ترجمہ: "ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ: میں نے رسول اللہﷺ سے معوذتین (یعنی سورہ ناس اور فلق) کے بارے میں پوچھا: (ابی بن کعب نے یہ سوال اس وقت پوچھا جب انہیں یہ خبر ملی کہ ابن مسعود اپنے مصحف میں یہ دو سورتیں نہیں لکھتے تھے، جیسا کہ وہ سمجھتا ہے یہ دونوں سورتیں قرآن پاک کی نہیں ہیں) اس نے کہا: "مجھ سے جو کچھ کہا گیا ، تو میں نے کہا"، یعنی: یہ دو سورتیں وحی کی گئی ہیں، اور میں نے کہا یہ وحی سے ہے، اور ہم وہی کہہ رہے ہیں جو رسول اللہﷺ نے فرمایا:

چنانچہ عبداللہ ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ان دو سورتوں کو اپنے پاس موجود قرآن میں درج نہیں کیا تھا، ان کا خیال یہ تھا کہ یہ دونوں سورتیں نماز کی دعائیں ہیں، جو شر اور برائیوں کو دفع کرنے کے لیے پڑھی جاتی ہیں، اور قرآن میں سے نہیں ہیں، اس لیے اسے قرآن میں درج نہیں کرنا چاہیے،لیکن پھر صحابہ کرامؓ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ قرآن میں سے ہیں، تو عبداللہ بن مسعود ؓ نے اپنا قول بدل کر اپنے مصحف میں یہ سورتیں لکھیں۔

فیض الباری شرح مختصر صحیح البخاری، تالیف عبدالرحیم فیروز ہروی حدیث شمارہ: (۹۷۶) کی تشریح میں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الفلق

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾	کہو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی
مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾	ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی
وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾	اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے (۳)
وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾	اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے
وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾	اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

اَعُوۡذُ(عوذ)میں پناہ مانگتا ہوں، میں پناہ چاہتا ہوں، "اَلۡفَلَقِ" صبح کی وہ روشنی جو رات کی تاریکی کو پھاڑ کر پردے کی طرح ایک طرف ہٹا دیتی ہے، (انعام:۹۵، "فَالِقُ الۡحَبِّ وَ النَّوٰی ؕ"اور "فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ":۹۶)

"مَا خَلَقَ" جو کچھ اس نے پیدا کیا،"غَاسِقٍ"(غسق بہت ہی اندھیری رات، رات کے واقعات،(اسراء:۷۸) "وَقَبَ":اس نے ڈھانپ لیا، وہ پلٹا،گھیر لیا، داخل ہوا۔

"النَّفّٰثٰتِ"(نفث)جمع نفاثہ، فوت کرنے والے، دم کرنے والے، جادو، منتر کرنے والے چغل خوری کرنے والے، فساد کرنے والے، فسادی مبالغہ کے لیے ہے نہ کہ تانیث کے لیے، جیسے"بَصِیۡرَۃٌ" سورہ قیامہ کی آیت:۱۴)

(c) ketabton.com: The Digital Library

"الْعُقَدِ" جمع عقدة، گر ہیں، معاملات، حَاسِدٍ: حسد کرنے والے تنگ نظر، برے منہ والا(فرقان)

تفسیر

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ○	کہو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی

"اَعُوۡذُ" پناہ مانگتا ہوں ،کہو:اس رب کی پناہ مانگتا ہوں جو بیج اور گٹھلی اور صبح کو پھاڑتا ہے،"الۡفَلَقِ" صبح ہے،کیونکہ رات اس سے نکلتی اور پھوٹتی ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ: "الۡفَلَقِ" یعنی:صبح،جیسا کہ کہا ہے : "فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ "(مختصر:۳/۶۹۳)اور عرب کے محاوروں میں لکھا ہے: " هو أبين من فلق الصبح ":وہ صبح کی روشنی سے زیادہ واضح ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ:اللہ تعالٰی نے نبیﷺ کو صبح کے وقت رب کی پناہ لینے کا جوحکم دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ضرورتوں اور حاجات کو دور کرنے کے ساتھ رات کی تاریکی کے بعد صبح کی روشنی اور نور کا چمکنا ایک محاورہ اور ضرب المثل بن گیا ہے کہ: اندھیری رات کے آخر میں روشنی ہے، پس جس طرح انسان صبح کا انتظار کرتا ہے، اسی طرح خوف زدہ شخص نجات کا انتظار کرتا ہے۔

"عُوۡذُ" کا مصدر لفظ "اَعُوۡذُ" واحد متکلم اس کے مضارع سے ہے، اس کا معنی ہے: خود کی حفاظت کرنا، اور برائی سے بچانا، اس رب کی پناہ لیتے ہوئے جو اس برائی کو دور کرسکتا ہے، اور لفظ "فلق" فا کے فتحہ اور "ل" کے سکون کے ساتھ،بمعنی پھاڑ نے اور الگ کرنے کے ہیں، جب یہ لفظ دو فتحہ کے ساتھ آئے تو مفعول کے معنی میں ہوگا، اور اکثر یہ لفظ صبح کے وقت کے لیے استعمال ہوتا ہے،"فلق" یعنی وہ لمحہ جب روشنی اندھیرے کا گریبان چاک کرکے چمکتی ہے۔

اس بنا پر"قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ" کا معنی کچھ یوں ہے: کہو کہ میں اس عظمت

(c) ketabton.com: The Digital Library

والے رب کی پناہ مانگتا ہوں جو اسے پھیلا تا اور پھاڑتا ہے، یہ تفسیر اس لیے موزوں ہے کہ برائی سے مانگنے کا مسئلہ جو بذات خود نیکی کا پردہ اور اس کی راہ میں رکاوٹ ہے،کسی سے پوشیدہ نہیں،صبح اس لیے کہ جب سحر نمودار ہوتی ہے تو رات کا سیاہ پردہ پھٹ جاتا ہے، یہ اصطلاح صبح کے طلوع کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔

بعض نے اس سے مراد مخلوق، یعنی دنیا کی تمام مخلوقات سمجھا ہے، کیونکہ وجود کی تخلیق کے ساتھ عدم کا پردہ پھٹا ہے، اور وجود کا نور ظاہر ہوا، ہر دن اور ہر گھڑی وجود تخلیق ہوکر اور ظہور پاکر باہر آتا ہے۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ: لفظ "فلق" کے معنی وہ چیز ہے جو عدم کے چھپانے سے خلقت کے ذریعے نکلتی ہے، کیونکہ تخلیق اور ایجاد عدم کا پھٹ جانا اور موجود کو عالم وجود میں لانا ہے۔

نتیجہ: فلق کا رب اور مخلوق کا رب ایک ہی ہے۔

مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ۝۲	ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی

اور "شَرِّ مَا خَلَقَ" میں یہ کہنا چاہیے کہ: برائی مخلوق کی طرف سے ہے، نہ کہ خالق کی طرف سے یا کہ تخلیق کی وجہ سے۔

یعنی:ہر مخلوق کے شر سے، خواہ انسان ہو، جن ہو، یا حیوانات ہوں، یا دیگر مخلوقات جن میں کوئی برائی ہے، یعنی: انہوں نے شر پیدا کرنے والے کے شر سے پناہ لی۔

"ما خلق" والی عبارت سے یہ سوچنا نہیں چاہیے کہ تمام مخلوقات شر ہیں یا اپنے ساتھ شر رکھتے ہیں، اس عبادت کا آنا اس کی استغراقیت اور کلیت کی دلیل نہیں ہے۔

"شَرِّ" شر یہ خیر کے مقابلے میں ہے، لیکن لفظ "شر" بعض مقامات پر "اَفعَلُ" تفضیل ہے، اور دوسرے مقامات پر مصدر کی صورت میں آتا ہے، یہاں پر مصدری معنی مراد لیا گیا ہے،محض مصیبت اور برائی، یہاں پر "شر" کا لفظ "ما" کے ساتھ متصل ہے، اللہ تعالٰی بتانا چاہتا ہے کہ ہر مخلوق

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے کوئی نہ کوئی شر رونما ہوسکتا ہے، جس کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہوگا، شر کا وجود صرف زمین پر نہیں ہے ، بلکہ تمام "شرور"برائیاں نسبتی ہیں، ان کے نسبتی ہونے کا معنی یہ ہے کہ ممکن ہے کسی کے لیے برا ہو اور کسی دوسرے کے لیے اچھا ، لہذا ہر برائی میں اچھائی چھپی ہوتی ہے ، اور روئے زمین پر مطلق شر موجود نہیں ہے۔

البتہ خیر سے متعلق یہ بات نہیں کہہ سکتے کیونکہ خیر مطلق موجود ہے، تمام خیر کی چیزوں میں سرفہرست وہ خیر ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تعین کیا ہے، اور وہ بھی نعمتوں کی صورت میں جیسے: ہدایت اور قرآن کی نعمت جیسا خیر وغیرہ (نقل از تفسیر جامع تیسواں پارہ قرآن کریم تالیف و تحقیق: گروہ علمی فرہنگی مجموعہ موحدین)

ان تمام شرور میں سے سورہ مبارکہ فلق میں تین شر سے بحث کی گئی ہے:

1 - اندھیرے میں پوشیدہ شر : "مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ"۔

2 - ناپاک زبانوں کا شر: "وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ"۔

3 - حسد اور منفی رویے: " وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ"۔

وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۳	اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے (۳)

اور رات کے شر سے: جب وہ پوری طرح آکر دنیا کو اپنے اندھیرے کی لپیٹ میں لےلے، یعنی: میں اس رات کے شر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، جب لوگوں کا نیند احاطہ کرتی ہے، اور بہت سی روحیں اور موذی جانور پھیلتے اور منتشر ہوتے ہیں، "غَاسِق" لغت میں بمعنی اچھلنے اور کودنے کے ہیں، اور "غَاسِقٍ" کا مطلب ہے رات کا آغاز، جو اندھیرے کو ساتھ لاتا ہے، جیسا کہ سورہ اسراء آیت: "۷۸" میں آتا ہے: "اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ" مفسرین لکھتے ہیں: "غَاسِقٍ " ہر اندھیرے والی مخلوق جو اپنے ساتھ روحانی تاریکی لاتی ہے، اور اسے پھیلاتی ہے، کیونکہ شریر لوگ رات کی تاریکی کو حملہ کرنے اور سازش کے لیے استعمال کرتے ہیں، اس لیے ہم رات کی تاریکی میں ہونے والے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"وقب" کا معنی پہاڑ میں ایک سوراخ بھی ہے، جہاں سے پانی نیچے آتا ہے، اس آیت میں زیادہ تر اس سے مراد ہے رات اور جو کچھ اس میں ہے، وہ رات جو آتی ہے اور دنیا کو اپنے لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

اس وقت رات خود بخود خوفناک اور ڈراؤنی ہوتی ہے، یہ رات انسان کے دل کے اندر یہ محسوس کراتی ہے کہ شاید کوئی چیز چھپی ہوئی ہوگی یا کوئی ناگہانی واقعہ رونما ہو گا ہر اس نوعیت اور قسم کے جو خیال میں نہیں آتا ہے، جیسے کہ: کوئی درندہ اور شکاری جب وہ حملہ کرتا ہے، وہ شیطان جس کی تاریکی مدد کرتی ہے تا کہ وہ کوشش کرے اور دلوں میں وسوسے ڈالے، اور خواہشات، تنہائی اور اندھیرے میں بیدار کرتی اور ابھارتی ہے، اور تمام مرئی اور پوشیدہ چیزوں سے جو حرکت اور حملہ کرتی ہیں، اور رات اس وقت آکر دنیا کو ڈھانپ لیتی ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ "غَاسِقٍ" سے اندھیری رات اور "وقب" کا مطلب : آنا، اور ڈھانپنا ہے، اس لیے "وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ" عام ترجمہ ہے کہ: میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں، "اور رات کی تاریکی سے جب وہ چھا جائے" یعنی اس طرح میں فجر کے رب کی پناہ مانگتا ہوں اس رات کی تاریکی سے جب وہ پلٹ جاتی اور اس کی تاریکی افق میں پھیل جاتی ہے۔

امام فخررازی فرماتے ہیں: جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا کہ اندھیری رات کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنا اس لیے ہے کہ: رات کے وقت درندے اور موذی حشرات الارض اپنے بلوں سے نکلتے ہیں، چور، ڈاکو اور شریر لوگ فساد اور برائی کے لیے نکلتے ہیں، اسی طرح اور بھی بہت سے خطرات ہیں جو رات میں پوشیدہ ہوتے ہیں، (تفسیر کبیر: ۳۱ / ۱۹۰)۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس برائی سے جو رات میں ہوتی ہے جب نیند لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے، اور بہت سے نقصاندہ اور موذی جانور پھیلتے اور بکھرتے ہیں"، کیونکہ شیاطین لوگوں کے گھروں میں رات گزارتے ہیں، "بسم اللہ" پڑھنا، اللہ کا ذکر کرنا اور خاص طور پر سورہ بقرہ اور آیت الکرسی کا پڑھنا انہیں گھر سے باہر نکال دیتا ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اندھیرا چھا جائے تو بچوں کا خیال رکھا کرو، کیونکہ شیاطین لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں کثرت سے داخل ہوتے ہیں،" (متفق علیہ)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور فرمایا: " إذا کان جنح اللیل، أو أمسیتم، فکفوا صبیانکم، فإن الشیاطین تنتشر حینئذٍ، فإذا ذهب ساعة من اللیل فحلوهم، وأغلقوا الأبواب، واذکروا اسم الله، فإن الشیطان لا یفتح باباً مغلقاً " ترجمہ: یعنی جب رات تاریک ہوجائے یا شام کا وقت ہوجائے تو اپنے بچوں کو روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں، پھر جب رات کی ایک گھڑی گزر جائے تو انہیں چھوڑ دو اور دروازے بند کرو اور اس وقت الله کا نام لو کیونکہ شیاطین بند دروازوں کو نہیں کھولتے" (بخاری: ۳۳۰۴)

محترم قارئین:

اگر چہ "شَرِّ مَا خَلَقَ" تمام برائیوں کو شامل ہے، لیکن تین برائیوں کے نام ان کی اہمیت کی وجہ سے الگ سے ذکر کیے گئے ہیں: "غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ-النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ-مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ"پناہ مانگنا ہر حال میں لازم ہے، خواہ وہاں خطرہ ہو: "مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" یا اسے کمال حاصل ہورہا ہو: "فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝۹۸"(نحل:۹۸) ترجمہ: "پھر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو"

سورہ فلق میں ہم تین بیرونی برائیوں سے ایک الٰہی صفت میں پناہ لیتے ہیں، (غَاسِقٍ، نَّفّٰثٰتِ اور حَاسِدٍ کے شر سے "بِرَبِّ الْفَلَقِ" کی صفت سے پناہ مانگتے ہیں) جبکہ سورہ ناس میں اس کے برعکس ہے، ایک اندرونی خطرے کے مقابلے میں ہم تین الٰہی صفات میں پناہ لیتے ہیں،(دل کے برے وسوسے سے "برب الناس،ملک الناس اور الہ الناس"والی صفات کے ساتھ پناہ مانگتے ہیں۔

انسان رات کے اندھیرے سے کیوں ڈرتے ہیں؟

آپ لوگوں نے محسوس کیا ہوگا کہ جب رات آتی ہے تو ایک قسم کا انجانا سا خوف تمہارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، علماء نے جس طرح سے اس شعبے میں تحقیقات کی ہیں وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسان رات کے اندھیرے سے زیادہ ڈرتا ہے، اور انسانی جسم رات کو زیادہ چوکنا اور حساس رہتا ہے یہ صفت اسے اپنے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

محققین نے اپنی تحقیق میں یہ معلوم کیا کہ جو لوگ رات بھر اکیلے رہتےہیں ، یہاں تک کہ کسی روشن کمرے میں بھی ہوں وہ خوفناک تصاویر اور آوازوں سے زیادہ ڈرتے ہیں ، انسانی جسم رات کے وقت اپنی حالت بدلتا ہے اور اپنے اردگرد کے واقعات سے زیادہ آگاہ ہو جاتا ہے، یہ کیفیت انسان میں خوف و ہراس کا باعث بنتی ہے۔

یہ محقیقین اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ: انسان رات کے وقت ممکنہ دہشت آمیز واقعات کی علامت پر زیادہ ردعمل ظاہر کرتا ہے۔

وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِۙ﴿۴﴾	اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے

اور میں جادوگر عورتوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، یعنی: وہ عورتیں جو گرہوں میں پھونکتی ہیں، جو اپنے جادو کے لیے گرہوں میں دم کرنے سے مدد لیتی ہیں، اور اس پر جادو کرتی ہیں، اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو گرہوں میں تھوک کر(پھونک کر) دوسروں پر جادو کرتی ہیں۔

جہاں تک اس آیت مبارکہ میں خواتین جادوگروں کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ مردوں کا، تو پھر صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں جادو کا زیادہ رواج تھا، اس بنا پر قرآن عظیم نے مردوں کی نسبت عورتوں پر زیادہ زور دیا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ: "نفّٰثٰتِ" اگر صیغہ مبالغہ کے وزن پر لیا جائے تو اس صورت میں کہہ سکتے ہیں(اور) صبح کی رب کی پناہ لیتا ہوں"بہت سے جادوگروں کے شر سے" کہ اس صورت میں مرد اور عورتیں دونوں کو شامل ہوگا،

"النَّفّٰثٰتِ": جمع نفاثہ، پھونکنے والیاں، اس سے مراد فساد پیشہ چغل خور ہیں، (ملاحظہ فرمائیں: جزء عمّ طبّارہ، جزء عمّ شیخ محمّد عبدہ)یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جو مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

گرہ میں پھونکنے کا لفظ جادو کے لیے استعارہ ہے (ملاحظہ ہو:تفہیم القرآن) جادو گر ڈور باندھ کر گرہوں پر تھوک کے ساتھ پھونک مار کر دم کرتے ہیں، اور پھر گرہیں کھول کر عوام کو دکھاتے ہیں فلاں مرد اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

فلاں عورت کے میاں بیوی کا شادی کا باہمی بندھن کھل گیا ہے، یعنی ایک دوسرے سے الگ ہوگئے ہیں۔

کچھ خواتین اپنی خوبصورتی اور بول چال میں نرمی کی وجہ سے مردوں کے فیصلوں میں اثر انداز ہوتی ہیں اور "نفاثات"کی مثال بن سکتی ہیں۔

نمام اور چغل خور اپنے آپ کو ہمدرد اور محبت کرنے والے کے روپ میں ظاہر کرتے ہیں، ان کے سامنے، اور اس سے وہ بندھنوں اور رشتوں کو منقطع کرتے ہیں،لہذا جادوگر اور چغل خور بھی ایسا ہی ہیں۔

"نفاثات" کی مثالوں میں سے ایک جادو اور سحر ہے، اس لیے اس کی تعلیم اور اس پر عمل کرنا حرام ہے،

"العُقَدِ"(عُقَد)یہاں عُقِدہ کی جمع ہے،بمعنی گرہ کے ہیں،اس سے رشتے،انسانی روابطہ جیسے:میاں بیوی کا رشتہ،دوستی کا رابطہ اور دیگر روابطہ مراد ہیں،اور عُقد میں نفث، یعنی گر ہوں میں پھونکنا، اور شرعی و قرآنی بصیرت اور اصطلاح میں کسی مقصد تک پہنچنے کے لیے منصوبہ بندی کرنا،لیکن بہترین معنی جسے بیان کیا جاسکتا ہے ، وہ سازش ہے:لیکن نفاثات صیغہ جمع مؤنث سالم کیوں آیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:یہ نفاثات والے روحوں والے ہیں،اور روحیں (نفوس)مؤنث مجازی ہے،اس لیے روحوں سے مطابقت رکھتی ہے،تو ان نفوس کے مصداق مرد اور عورت دونوں ہوسکتے ہیں۔

نفث:پھونکنا منہ کے لعاب کے ساتھ،یا اکیلے پھونکنا ہے، ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ:ان سے مراد لبید بن اعصم یہودی کی عورتیں تھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا۔

وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝	اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے

اور اس شخص کے شر سے جو نعمتوں سے حسد کرتا ہے، اور ان کے زوال کی خواہش کرتا ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے:حسد وہ ہے جو دوسروں کی نعمتوں کو برباد کرنے کی خواہش کرتا ہے،یعنی: برا چاہنے والا (بقرہ:۱۰۹،نساء:۵۴،اور سورہ فتح:۱۵) لہذا حسود کی چال کو ختم کرنے اور اس کے مکرو فریب سے محفوظ رہنے کے لیے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے،نظر بد بھی حسد کی ایک قسم ہے، کیونکہ بری نظر وہی لگاتا ہے جو حسود اور بد جنس اور خبیث النفس ہو، تو بالخصوص اور عام

(c) ketabton.com: The Digital Library

طور پر خدا کی پناہ مانگنی چاہیے، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے اور نقصان دہ ہے، اس سے ڈرنا چاہیے اور جادوگروں کے جادو سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

اس سورت میں ہمارا رب العزت اپنے بندوں کو عمومی طور پر حکم دیتا ہے، کہ انسان خود کو تمام شیطانی مخلوق کے شر اور مصائب سے بچائے، پھر اسی سورت کی تیسری، چوتھی اور پانچویں آیت میں برائیوں کے تین اہم ذرائع کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ: اندھیری رات، چغل خور سازشی اور حسد کرنے والے بدخواہ۔

"وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ" حاسدوں کے شر سے رب العظیم کی پناہ لینا، یعنی: جب حسد کرنے والا شخص اپنا حسد ظاہر کر کے اس کے مطابق عمل کرتا ہے،کیونکہ جو شخص اپنا حسد ظاہر نہیں کرتا اور اسے چھپاتا ہے تو اس سے اس شخص (یعنی محسود)کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، لیکن وہ ایسا کر کے اور اپنے اس حسد کے ساتھ خود کو نقصان پہنچاتا ہے خواہ وہ دوسروں کو ملنے والی بھلائیوں پر افسوس کرتا یا تکلیف اٹھاتا ہو، یا ان کو ملنے والی خوشی سے متاثر ہوتا اور ہمیشہ غمگین رہتا ہو،حسد کرنے والے کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ زندگی بھر اپنے دن رات حسد اور غم میں گزارتا ہے ، خوشی اور مسرت اس کے چہرے پر کبھی نظر نہیں آتی، وہ اپنی زندگی غم زدہ لوگوں کی طرح اداسی میں گزارتا ہے، یہاں تک کہ اس کی خوشی کے لمحات بھی غم اور اداسی میں گزرتے ہیں۔

حاسد:حسد کے مادہ سے ہے، جس کا مطلب ہے دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا کرنا، یعنی: کوئی شخص، خواہ مرد ہو یا عورت کسی نعمت سے نوازا گیا ہو، چونکہ یہ دوسروں کے لیے ناقابل برداشت کیفیت ہے، کیونکہ اس کے پاس وہ نعمت نہیں ہے، تو وہ اللہ تعالٰی سے مانگے کہ اس یہ نعمت سے محروم کرے اور اس سے چھین لے، اس حالت کو حسد کہتے ہیں۔

حاسد: یعنی وہ شخص جس کے وجود میں یہ صفت ہو، جب تک یہ صفت اس کے اندر ہے،نقصان اسی کو پہنچے گا،لیکن جب وہ اس کو عملی جامہ پہنانا شروع کردے، اور کوئی ایسا کام کردے جس سے دوسرے سے رحمت کے ظہور سے محروم ہوجائیں ، پھر انسان کو ایسے لوگوں سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے جن کو وہ نہیں جانتا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

علماء نے کہا ہے: اس مقصد کے لیے رب تعالیٰ نے حسد اور حاسد کے مرض پر اس لیے تاکید فرمائی ہے اور اس سورہ میں اس کا خاص اسلوب سے ذکر فرمایا ہے کہ: حسد انسان ، جانوروں اور دوسری چیزوں کو نقصان پہنچاتا ہے ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "المؤمن يغبط والمنافق يحسد" ترجمہ: " اہل ایمان رشک کرتے ہیں، اور منافق حسد کرتے ہیں"۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ حسد پہلا اور سب سے بڑا گناہ ہے جس کی وجہ سے ہمارے عظیم رب کی پہلی نافرمانی آسمانوں اور زمین میں ہوئی: کیونکہ جنت میں ابلیس آدم ؑ سے حسد کرتا تھا اور زمین پر قابیل ہابیل سے حسد کرتا تھا، پس حاسد منفور اور مطرود ہے۔

علماء کرام نے بھی یہ کہا ہے کہ: جادو، آنکھ کا شر، اور حسد وغیرہ اس طرح کی چیزیں بذات خود کوئی اثر نہیں رکھتیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے عمل اور اثر سے موثر ہوتی ہیں، لہذا اثر صرف ظاہری طور پر ان چیزوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں اثر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، جیسا کہ ہاروت اور ماروت کے جادو کے بارے میں فرمایا ہیں: "وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۝" (سورہ بقرہ: ۱۰۲) ترجمہ: "اور وہ اس کے ساتھ ہر گز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے، مگر اللہ کے اذن کے ساتھ"۔

لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ ان چیزوں کے ذاتی طور پر اثر کا نہ ہونا اور وبائی امراض مثلاً طاعون اور تپ دق کے ذاتی اثر نہ ہونے کے باوجود شرعاً ان سے حتی الامکان بچنا ضروری ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد سے اور کوڑھ کے بیمار سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح عمر ؓ نے اپنے چچا کے ساتھ طاعون کی بیماری کے وقت ایسا ہی کیا تھا اور صحابہ کرام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ علماء نے دم اور دعا کا سہارا لینا جائز قرار دیا ہے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی تو جبرئیل نے ان کے لیے دعا فرمائی اور دم کیا، جیسا کہ گزرا۔

حدیث شریف میں ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے تمام دردوں سے شفایابی کے لیے ہمیں یہ دعا سکھائی: "بسم اللہ الکریم، أعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر النار" ترجمہ: میں بڑے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور عظمت والے اللہ کے واسطے سے ہر بھڑکتی رگ اور آگ کی گرمی کے شر سے پناہ مانگتا ہوں"۔

حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ: جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرے تو اس پر سات مرتبہ پڑھے: "أسأل اللہ العظیم، رب العرش العظیم أن یشفیك" ترجمہ: "میں عظمت والے اللہ سے جو عرش عظیم کا مالک ہے، سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہیں شفاء عطا فرمائے۔آمین:

حدیث شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی بیمار کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس کے سرہانے بیٹھ کر یہ دعا پڑھتے: "أذهب البأس رب الناس، اشف أنت الشافي، لا شافي إلا أنت" ترجمہ: "اے سب انسانوں کے پالنے والے! تو تکلیف کو دور فرما کر شفاء عطا فرما، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے علاوہ اور کوئی شفاء نہیں، ایسی شفاء کہ بیماری ذرہ بھی باقی نہ رہ جائے"۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ:رسول اللہﷺ حضرت حسن اور حسینؓ کو تعویذ دیتے تھے،(یعنی ان کے لیے اللہ سے پناہ مانگتے تھے)اور فرماتے تھے: "أعیذكما بكلمات اللہ التامة من كل شیطان وهامة، ومن كل عین لامة " ترجمہ: "میں تم دونوں کو اللہ تعالٰی کی حفاظت میں دیتاہوں ہوں تمام جن و آسیب سے اور ہر بری نظر سے"۔

حدیث شریف میں حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی سے یہ بھی مروی ہے کہ: ایک دن مجھے شدید درد ہوا اس درد کی شدت اتنی بڑھ گئی تھی کہ میں تقریبا ختم ہوگیا تھا، میں رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا،آپﷺ نے فرمایا: اپنا دایاں ہاتھ اس درد کی جگہ پر رکھو اور سات بار کہو: " بسم اللہ، أعوذ بعزة اللہ وقدرته من شر ما أجد وأحاذر" ، ترجمہ: "میں اللہ تعالٰی کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ مانگتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جو میں محسوس کرتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں"چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا عظمت والے رب نے مجھے شفا بخشی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

خیر اور شر

لفظ"خیر"(خ ی ر) کے لغوی مادہ سے ہے،ہر اس چیز کے معنی میں ہے جس میں فائدہ، اچھائی اور بھلائی ہو،اس کی بہت سی مثالیں ہیں،جیسے:مال،علم نافع وغیرہ ،کہتے ہیں کہ: خیر شر کے مقابلے میں ہے؛ اور اس میں ایک قسم کی فضیلت اور برتری ہے(لسان العرب،جلد۴،صحفہ۲۶۴؛کتاب العین،جلد۴ صفحہ ۲۶۴) معجم المصطلحات:جلد،۲ صفحہ۶۶ میں خیر کے بارے میں لکھتے ہیں: "**الخیر**:ما فیه نفع و صلاح، و هو ضد الشر. فالمال خیر، و الخیل خیر، و العلم النافع خیر. و فی التنزیل العزیز: بِيَدِكَ الْخَيْرُ۰ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ "(آل عمران آیت:۲۶)

وقوله تعالیٰ: " فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ۰ "(سورہ ص:۳۲)

جو شخص قیامت پر یقین رکھتا ہے اس کے نقطہ نظر سے خیر اور شر کی تعریف اور تشریح یہ ہے کہ جو چیز انسانی ارتقا کا سبب بنتی ہے اور اسے خدا کی طرف لے جاتی ہے وہ خیر ہے، اور جو کچھ بھی تنزلی،پستی اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب ہو وہ برائی ہے، ہر کمال اچھائی اور ہر نقص شر ہے۔

راغب اصفہانی خیر اور شر کے بارے میں لکھتے ہیں: **خیر**: لغت میں وہ چیز ہے جس میں ہر کوئی دلچسپی رکھتا ہو،

دوسری طرف،شر: وہ چیز ہے جس سے ہر کوئی نفرت کرتا ہو: " الخیر ما یرغب فیه الکل، کالعقل مثلاً والعدال والفضل والشیء النافع و ضده الشر "(راغب اصفہانی،مفردات،صفحہ ۱۹۰)" الشر الذی یرغب عنه الکل، کما ان الخیر هو الذی یرغب فیه الکل"(راغب اصفحانی،مفردات،صفحہ:۱۵۷)

قرآ ن عظیم سورۃ البقرۃ آیت: "۲۱۶" میں کہتا ہے: "وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۰ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ۰ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۲۱۶"(سورۃ البقرہ آیت:۲۱۶)

ترجمہ: " اور ہوسکتاہے کہ تم ایک چیز نا پسند کرو اور وہ تمہارے لیے

(c) ketabton.com: The Digital Library

بہتر ہو اور ہو سکتاہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتاہے اور تم نہیں جانتے "

محترم قارئین:

خیر اور شر ہماری زندگی میں واقع ہونے والے اتفاقات اور واقعات میں سے ہیں، جو ظاہری طور پر محسوس نہیں ہوتے ، لیکن ممکن ہے کسی چیز میں ظاہری اچھائی ہو، جب کہ اس کا باطن شر یا اس کے برعکس ہو۔

اسی طرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر چیز میں برائی کا احتمال ہوتا ہے،حتی کہ علم،صدقہ،شخصیات اور عبادت جیسے کمالات میں آفت ہوتی ہے، علم کی آفت:غرور ہے، احسان کی آفت: احسان جتانا ہے، عبادت کی آفت: تکبر،خود غرضی، غرور ہے، شجاعت کی آفت: ظلم اور تجاوز، یعنی: بے باکی، بے پرواہی، جرأت، ہمت، بہادری، دلیر اور نڈر ہونا ہے۔

خطرے کے تین اصول ہیں: دشمن کے حملے کی تیاری، حملے کے لیے موزوں مواقع جیسے اندھیرا، بلوں اور کمزور مقامات کی موجودگی ۔

ہمارا رب ہم انسانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ خیر اور شر کو سمجھنے میں زیادہ غوروفکر کرے،اور اشیاء کی ظاہری حالت پر اپنا دل خوش نہ کرے، اپنی زندگی کے تمام معاملات اور حالات میں ہمیں اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ صرف وہی ہے جو ہر چیز کے اچھے اور برے کو جانتا ہے اور وہ اپنے بندے کے لیے خیر کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔

یہ مبارک آیت ہم انسانوں کو سکھاتی اور رہنمائی کرتی ہے کہ:ہمیں کسی چھوٹی نیکی پر اتنا غرور نہیں کرنا چاہیے کہ ہم اپنی حیثیت کم کر دیں،یا ہمیں کسی برائی یا پریشانی سے زیادہ غمگین اور متاثر نہیں ہونا چاہیے،ہمیں دونوں حالتوں میں اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے، اور پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ اچھائی اور برائی اللہ کی طرف سے ہے، یہ فطری بات ہے کہ وہ بہتر سمجھتا ہے اور ہم چیزوں کے نتائج سے بے خبر ہیں۔

ملاحظہ:

بنیادی طور پر،شر خیر کے مخالف ہے، اور جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا:خیر ہم انسانوں کے معاملے میں ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو ہمارے وجود اور ہماری مرضی سے ہم آہنگ ہو اور یہی ہمارے حقیقی ارتقاء کا سبب ہو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور شر وہ چیز ہے جو ہماری خواہش سے موافق اور ہم آھنگ ہوکر ہماری اصل پسماندگی اور تنزلی کا باعث بنتی ہے۔

علماء خیر اور شر کو تین طرح تقسیم کرتے ہیں

1 - مطلق خیر:جس میں کوئی برائی نہ ہو،جیسا کہ ہمارا رب جو کہ مطلق خیر ہے۔
2 - مطلق برائی: وہ چیز جس میں کوئی مثبت پہلو نہ ہو، ایسی چیز اس دنیا میں ہرگز وجود نہیں رکھتی۔
3 - وہ نسبی اچھائی اور برائی جو مندرجہ بالا دو قسموں کے درمیان ہے،خیر اور شر(نیکی اور بدی)اللہ کی طرف سے ہے۔

أ) مطلق خیر
ب) مطلق شر
ت) نسبی خیر اور شر

مطلق خیر وہ ہے جس کا کوئی منفی پہلو نہ ہو،

مطلق شر اس کے برعکس ہے،یعنی:اس میں کوئی مثبت پہلو نہ ہو،

اور نسبی خیر اور شر ان دونوں کے درمیان ہے، ایک موحد اور خد ا پرست کے نقطہ نظر سے ان اقسام کی دو طرح کے امکانات ہوتے ہیں: ایک محض نیکی، اور دوسری وہ جس کا خیر زیادہ ہو، لیکن جو خالص برائی یا اس کے برائی خیر سے زیادہ ہو، ہمارے رب عظیم کی طرف سے اس کا وجود ممکن نہیں ہے، کیونکہ ہمارا پروردگار حکیم ہے، اور حکیم ذات سے برے کام سرزد نہیں ہوتے۔

فلسفیوں اور سائنس دانوں میں یہ بات مشہور ہے کہ شر آخری تجزیہ میں برائی عدم کی طرف لوٹتی ہے، اور اس سے جو وجود پیدا ہوتا ہے وہ عدم ہے۔

اللہ تعالٰی تمام چیزوں کا خالق ہے،خواہ خیر ہو یا شر،صرف اللہ ہی ہے جو پیدا فرماتا ہے، جب تک ارادہ نہ کرے نہ کوئی خیر ہم تک پہنچے گا اور نہ کوئی شر، پس رب ہی تمام چیزوں کا خالق ہے، جیسا کہ فرماتا ہے: "قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝١٦"(سورہ رعد:۱۶) ترجمہ:
"کہہ دے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اچھائی اور برائی دونوں الله کی تخلیق ہیں، تاہم خدا تعالٰی شر اور فساد سے راضی نہیں ہے، جیسا کہ فرماتا ہے: "اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنۡكُمۡ‌ ۚ وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ‌ ۚ وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ لَـكُمۡ‌ ؕ"(سورہ زمر:۷)

ترجمہ: "اگر تم ناشکری کرو تو یقینا الله تم سے بہت بے پروا ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کریگا"۔

یعنی:اگر تم کفر کرتے ہو تو جان لو کہ خدا کوتمہاری ضرورت نہیں ہے،یعنی خدا تعالٰی کو تمہارے ایمان اور عمل کی ضرورت نہیں ہے، جبکہ تم اس کے محتاج ہو،کیونکہ تم ہی کفر اور ایمان سے فائدہ اٹھانے والے ہو، "لیکن الله تعالٰی اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں کرتا،"اس لیے وہ کفر کا حکم بھی نہیں دیتا، حالانکہ ہر چیز اس کی مرضی کے مطابق ہے،تمہاری مرضی اور چاہت نافذ العمل نہیں ہے،مگر یہ کہ الله تعالٰی خود چاہے،لہٰذا عظمت والے رب کی مشیت کچھ ہے، اور اس کی مہربانی، محبت اور حکم کچھ اور ہے،"اور اگر تم شکر ادا کرو" ایمان ، عبادت اور عمل صالح کے ساتھ" تو اسے تمہارے لیے پسند کرے گا" الله تعالٰی کا اپنے بندوں کے لیے شکر گزاری کو پسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ:شکر دنیا اور آخرت میں ان کی سعادت اور خوشبختی کا باعث ہے، الله تعالٰی نیکی پیدا کرتا ہے اور جو اس سے مانگتا ہے اس سے خوش ہوتا ہے،اور الله تعالٰی شر کو پیدا فرماتا ہے:لیکن وہ اس سے راضی نہیں ہوتا جو اسے مانگتا ہے۔

لہٰذا یہ درست ہے کہ الله تعالٰی شر کا خالق ہے،لیکن رب تعالٰی کے اعمال شر نہیں ہیں، دوسرے لفظوں میں،شر خدا کے اعمال سے جاری نہیں ہوا اور وہ برائی کا ارتکاب نہیں کرتا، بلکہ اس کے بندے اس کا ارتکاب کرتے ہیں،یعنی اپنے اعمال سے اسے حاصل کرتے ہیں،چونکہ خدا تعالٰی کا یہ طریقہ ہے کہ انسان آزمائش کے میدان میں آزمائے جائیں اور ان کو یہ اختیار ہو کہ خیر یا شر کا راستہ اپنا لیں،ممکن ہے کہ کچھ لوگ اپنی مرضی سے شر کا راستہ اپنا لیں،ممکن ہے کہ کچھ لوگ اپنی مرضی سے شر کا راستہ مانگیں تو یہ الله تعالٰی ہی ہے جو ان کے لیے وہ عمل(برائی)پیدا کرتا ہے،لیکن وہی لوگ ہیں جو شر اور برائی کماتے ہیں،اور الله ان کے عمل سے راضی نہیں ہوتا،لیکن اس کا طریقہ انسانوں کے آزاد ہونے پر اس بات

(c) ketabton.com: The Digital Library

کا متقاضی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لیے اچھائی اور برائی پیدا کرے تاکہ وہ انتخاب کرنے میں آزاد ہوں۔

اور یہ کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: "وَالشَّرُّ لَيسَ إِلَيكَ" علامہ البانی ؒ نے کتاب "صفة الصلاة" میں اس کی وضاحت کی ہے: کہ برائی اور شر خدا تعالٰی کی طرف منسوب نہیں کیے جاتے ، کیونکہ برائی اس کے اعمال میں سے نہیں ہے، بلکہ اس کے سارے کام خیر ہی ہیں،کیونکہ اس کے کام عدل ،فضل اور حکمت کے گرد گھومتے ہیں، وہ خیر ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں ہے، شر اس لیے شر ہے کہ اس کا انتساب عظمت والے رب کی طرف سے منقطع ہے۔

ابن قیم ؒ کہتے ہیں:اچھائی اور برائی کا حقیقی خالق خدا ہے، برائی خدا کے بعض مخلوقات میں ہوتی ہے نہ کہ اس کی تخلیق اور عمل میں،اس لیے وہ اس ظلم سے پاک اور منزہ ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا کر غلط جگہ پر رکھی جائے، ہمارا عظمت والا رب چیزوں کو ا س کی اصلی جگہ کے علاوہ کہیں نہیں رکھتا جو کہ سراسر خیر ہے۔

شر:کسی چیز کو اس کے مقام کے علاوہ کسی غلط جگہ پر رکھنا، پس جبکہ اپنی درست جگہ پر رکھنا شر نہیں ہے معلوم ہوا کہ برائی اللہ کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی، چنانچہ اگر کوئی شک میں مبتلا ہو کر کہے کہ کیوں ہمارے رب نے کوئی ایسی چیز بنائی جس میں شر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: شر کا پیدا کرنا اور تخلیق کا عمل نیکی ہے،شر نہیں،کیونکہ تخلیق اور عمل اس کے اختیار میں ہیں۔

اس کی طرف شر منسوب کرنا ناممکن ہے، جو شر اور برائیاں مخلوق میں ہیں وہ اس کی طرف منسوب کیے بغیر پہچانی جاتی ہیں۔

اس کی طرف منسوب اعمال اور تخلیقات خالص نیکی ہیں،اس اہم مسئلے کی تحقیق مکمل طور پر ابن قیم کی کتاب"شفاء العليل في مسائل القضاء والقدر والحكمة والتعليل"میں موجود ہے،(صفحہ ۱۷۸-۲۰۶) پر رجوع فرمائیں۔

محترم قارئین

جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ: شر کبھی خدا کی طرف

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے پیدا نہیں ہوتا، جیسا کہ نبی کریمﷺ اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات کے وقت فرمایا: "لبيك وسعديك والخير كله بيديك والشر ليس إليك" تو پھر ہم کیوں کہتے ہیں کہ تمام خیر اور شر اللہ کی طرف سے ہے؟

اللہ تعالٰی تمام چیزوں کا خالق ہے،خواہ خیر ہو یا شر،صرف اللہ ہی ہے جو پیدا فرماتا ہے،جب تک ارادہ نہ کرے نہ کوئی خیر ہم تک پہنچے گا اور نہ کوئی شر، پس رب ہی تمام چیزوں کا خالق ہے،جیسا کہ فرماتا ہے: "قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ"(سورہ رعد:۱۶) ترجمہ: "کہہ دے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے،نہایت زبردست ہے"۔

اچھائی اور برائی دونوں اللہ کی تخلیق ہیں، تاہم خدا تعالٰی شر اور فساد سے راضی نہیں ہے،جیسا کہ فرماتا ہے "اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ۫ۚ وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ"(سورہ زمر:۷)

ترجمہ: "اگر تم ناشکری کرو تو یقینا اللہ تم سے بہت بے پروا ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کریگا"۔

حسد

علماء اخلاق نے حسد کی تعریف یوں کی ہے :حسادت،کس کے لیے ایسی نعمت سے محروم ہونے کی آرزو کرنا جو اس کے لیے اچھی ہو،حسود چاہتا ہے کہ نعمت دوسرے بندے سے چھین جائے، چاہے وہ نعمت حسد کرنے والے کو ملے یا نہیں۔

اللہ تعالٰی نے اس دنیا میں مختلف مخلوقات پیدا کی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو کچھ خاص خصوصیات عطا کی ہیں،اور بعض کو دوسروں سے زیادہ کامل بنایا ہے، مثال کے طور پر اس نے بے جان اشیاء کو وجود بخشا ہے،لیکن کسی جاندار کی نشونما ترقی ، غذائیت یا زندگی کی جہتوں میں سے کوئی جہت نہیں دی ہے۔

جب کہ پودوں کو غذائیت ملتی ہے، وہ بڑھتے بھی ہیں،لیکن ان میں کوئی ارادی حرکت نہیں ہوتی، جانور پودوں کی خصوصیات کے علاوہ اپنا دفاع کرتے ہیں اور ان میں حرکت بھی ہوتی ہے، اور وہ فطری طور پر گھر بنانے کا کام بھی کرتے ہیں ،لیکن سب سے بہترین اور کامل اشرف

(c) ketabton.com: The Digital Library

مخلوقات قرآن کی تعبیر کے مطابق اس دنیا میں انسان ہے،جس کی انفرادی طور پر ایسی خصوصیات ہیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں کہ انسانی وجود کی جہتوں کو دو جسمانی اور روحانی جہتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، کہ پوری انسانی زندگی کا خلاصہ ان دو جہتوں سے نمٹنے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے سے ہے۔

انسانی روح کی خصوصیات میں سے ایک خود سے محبت ہے، یعنی وہ اپنے لیے ہر وہ چیز چاہتا ہے جو اچھی اور خوشگوار ہو، اس لیے وہ چاہتا ہے کہ دوسروں سے لیا جائے تا کہ وہ اسے ملے۔

عام طور پر اس معنی کو مادی معاملات میں استعمال کیا جاتا ہے، خوراک، لباس، مکان، بیوی، اولاد، رتبہ، دولت، لقب اور شہرت جیسی چیزوں میں اور مختصر یہ کہ وہ چیزیں جو نفسانی جہتوں اور مادی پہلوؤں سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن روحانی معاملات میں رشک کرنا مطلوب ہے، روحانی اور الہٰی پہلوؤں میں حسد کرنا نہیں ہے، بلکہ خدا سے اس مقام کے حصول کے لیے رشک کرنا اور تمنا کرنا ہے، بغیر اس کے کہ دوسرے سے وہ چیز لینا چاہے، کبھی بھی یہ نہ سُنا گیا نہ دیکھا گیا کہ انبیاء ایک دوسرے سے حسد کرتے ہوں، اولیاء ایک دوسرے سے یا دوسروں سے حسد کرتے ہوں، لیکن جتنی روحانیت اور معنویت کم ہوتی ہے حسادت اور مضبوط ہوتی اور بڑھ جاتی ہے، اگر اس بیماری کو جڑ سے نہ اکھاڑا جائے اسے نظر انداز کیا جائے تو دن بہ دن جڑ پکڑتی ہے، اور اپنے مالک کے قول و فعل میں بہت ساری ایسی بیماریوں کا سرچشمہ بن جاتی ہے، کہ اس سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیے۔

حسد کی بیماری کا علاج

حسد دل کی ایک مہلک بیماری ہے، جو برے اور خبث باطن رکھنے والے لوگوں سے پیدا ہوتی ہے، وہ لوگ جو دوسروں کی بھلائی، خوشی اور خوشحالی دیکھنا برداشت نہیں کرتے، خیر جس کے پاس ہے اس کے لیے نہیں چاہتے، صرف اپنے لیے چاہتے ہیں، لہٰذا ایسے لوگ جو دوسروں کی خوشحالی اور نعمتیں برداشت نہیں کرتے ، جب دوسروں کو خوشحال دیکھتے ہیں تو ناپسند کرتے ہیں، ایسے لوگ حسد کرنے والوں میں سے ہیں، اگرچہ دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی تمنا اور خواہش نہیں کی ہو، حسد کی خطرناک اور مہلک بیماری کا علاج درج ذیل چیزوں سے کیا جاتا ہے:

(c) ketabton.com: The Digital Library

اول: یہ کہ حسد کرنے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ نعمت ہمارے عظیم رب کا فضل، کرم اور مہربانی ہے، رب العزت کا فرمان ہے: "أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ" (سوره نساء: ۵۴) ترجمہ: "یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے"

یہ ہمارا عظیم رب ہے جس نے لوگوں کو ہر طرح کی نعمتیں اور اچھی چیزیں عطا کی ہیں، حسادت کا مطلب تقدیر الہی سے مطمئن نہ ہونا ہے، جب بھی مؤمن کو یہ معلوم ہوجائے گا، وہ اس فطرت اور مزاج سے چھٹکارا حاصل کرلے گا۔

دوسرا: ایک مسلمان کو معلوم ہوناچاہیے کہ حسادت سے جو چیز وہ حاصل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس کی نیکیاں ختم ہوجاتی ہیں، اس لیے ہم کہتے ہیں: "الْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ" ترجمہ: "حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے"

سوم: حسد کرنے والوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ حسد سے سوائے غم اور تکلیف کے کچھ نہیں بڑھتا، بندوں پر رب کی رحمتیں جتنی زیادہ ہوتی ہیں، اتنا ہی حاسد حسرت محسوس کرتا ہے۔

چوتھا: حاسد کو یہ بھی معلوم ہوجانا چاہیے کہ اس کا حسد اس شخص تک خدا کا فضل پہنچنے سے نہیں روک سکے گا، تو پھر اس کو جاننا چاہیے کہ اس کے حسد کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

پانچواں: حسد کرنے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب بھی اسے حسد آتا ہے تو وہ اپنے مفادات اور خاص مفادات کو بھول جاتا ہے، آپ ایک حسود شخص کو دیکھتے ہیں جو دوسروں کے حالات، جائیداد، اولاد، علم وغیرہ کے بارے میں مسلسل تلاش اور دوسروں کی حیثیت کی جستجو اور پیچھا کرنے میں لگا رہتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں جو انسان کو حسد سے بچنے میں مدد دیتی ہیں، اس موضوع پر غور و فکر کرنے سے اسے پہچانا جاسکتا ہے، (شیخ ابن عثمین، مجموع دروس فتاوی الحرم المکی: ۳۶۴-۳۶۳/۳) اور (مجموع الفتاوی:۱۲۹-۱۱۱/۱۰) شیخ الاسلام ابن تیمہ رحمہ اللہ)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حسد کے خلاف جدوجہد

"حسادت" یعنی: دوسروں کی نعمتوں کے زوال کی خواہش کرنا ایک بُری صفت ہے، اس لیے کہ یہ شیطان کی صفت میں سے ہے، حسد کرنے والا انسان ماضی اور حال کے بدترین انسانوں میں سے ہے، کیونکہ حسادت: خدا کی تقدیر اور تقسیم پر اعتراض کرنا ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ عظمت والے رب کی تقدیر اور تقسیم پر راضی ہوکر حسادت کو خود سے دور کرے، اور جو کچھ اپنے لیے پسند نہیں کرتا وہ اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے، جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لَا يؤمِنُ أحَدُكُمْ حَتَّى يحِبَّ لأَخِيهِ مَا يحِبُّ لِنَفْسِهِ" (بخاری: ۱۳ اور مسلم ۴۵) ترجمہ: " تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہوگا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے"۔

مسلمان بھائی کی بھلائی چاہنے اور اس سے تکلیف دور کرنے سے انسان حسد کرنے سے بچ جاتاہے، ایسا کرنے والا حسد کرنے والوں میں شمار نہیں ہوتا، ایک مسلمان کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے، اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس سے زیادہ کی امید رکھنی چاہیے، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ خدائے بزرگ و برتر کی پناہ مانگے، اپنے اور اپنے اہل و عیال سے حسد کو دور رکھے، ہمارے رب العزت نے سورہ فلق میں اپنے نبی کو ہدایت کی ہے کہ حسد کرنے والے کے شر سے خدا کی پناہ مانگے جب وہ حسد کرنے لگے۔

حسد سے نجات کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صدقہ دے غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرے، خاص طور پر جب کوئی شخص مال و دولت حاصل کرتے اور اس کے پاس کوئی ضرورت مند ہو جو اس کی طرف دیکھے، تو اس کے لیے مناسب ہے کہ ان کی مدد کرے، تاکہ ان کی آنکھیں بھر جائیں جو اس کی طرف امید لگائے دیکھ رہی ہیں، (شیخ صالح فوزان۔ کتاب الدعوۃ۔ فتاوی 68/1، 69)

کیا واقعی پیغمبر ؐ اسلام پر جادو کیا گیا تھا؟

روایات اور احادیث نبوی کے مطابق بشمول (صحیحین میں موجود احادیث کے) جو اس مسئلے کی تایید کرتی ہیں: ہم کہہ سکتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا، لیکن اس سحر اور جادو نے آپ ؐ کے مقام

(c) ketabton.com: The Digital Library

نبوت، شرعی مسائل اور وحی الہٰی کے معاملات پر کوئی اثر نہیں ڈالا، جادو کا اثر آپؐ پر اتنا نہیں تھا کہ اس سے وحی اور عبادت سے متعلق معاملات میں کوئی خلل واقع ہوا ہو۔

روایت کے مطابق جادو کا اثر اس حد تک محدود تھا کہ: رسول الله صلی الله علیہ وسلم کا خیال ہوتاتھا کہ کچھ کام کیا ہے، جو آپ ؐ نے نہیں کیا ہوتاتھا۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا کہ اس سحر اور جادو کو ایک شخص جس کا نام لبید بن اعصم یہودی تھا،اس نے کیا تھا۔(بخاری:۶۳۹۱اور مسلم حدیث نمبر ۲۱۸۹)

ہمارے عظمت والا رب نے آپﷺ کو اس سے نجات دی، اور آپﷺ پر وحی بھیجی اور معوذتین (فلق،ناس) کے ساتھ دم کیے گئے،(بخاری:۵۷۳۵ اور مسلم ۲۱۹۲)

بعض لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ رسول اللهﷺ پر جادو کیا گیا تھا، وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مان لیں کہ نبیﷺ پر جادو ہوا تھا تو ان ظالموں کے قول کی تصدیق لازم آتی ہے جو کہتے تھے: "اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا"(سورہ فرقان:۸) ترجمہ: "تم تو بس ایسے آدمی کی پیروی کررہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے"۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی الله علیہ وسلم کا جادو ہونا ہرگز ان ظالموں کے باتوں کی تائیدنہیں ہے، جنھوں نے نبی کریم ؐ کو سحرزدہ آدمی کہا، کیونکہ ان کا دعوی تھا کہ رسول اللهﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ جادو کیا گیا ہے، جو ان پر نازل ہوتے تھے، جو کچھ آپﷺ پر نازل ہوتا تھا ان کے خیال میں دھوکے جیسے سحر زدہ لوگوں کی طرح غیر متعلق اور بے ربطہ الفاظ تھے، لیکن قطعی حکم یہ ہے کہ: جو سحر نبیﷺ پر ہوا تھا وہ وحی اور عبادت میں سے کسی بھی چیز پر اثر انداز نہیں ہوا تھا۔

محترم قارئین:

جادوگر اور ساحر کافر ہے، کیونکہ الله تعالٰی کا فرمان ہے: "نَبَذَ فَرِيۡقٌ مِّنَ

(c) ketabton.com: The Digital Library

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؐ۱۰۱ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ

عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ "(بقره:۱۰۲-۱۰۱)

ترجمہ: "تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے ، جنہیں کتاب دی گئی تھی، اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا، جیسے وہ نہیں جانتے، اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے"۔

اس آیت میں ہمارے عظیم رب نے واضح طور پر جادو کو شیاطین کا کام قرار دیاہے، چونکہ اللہ تعالٰی نے جنوں جیسے عفریت اور دوسرے شیاطین کو سلیمانؑ کے ماتحت رکھا تھا، اور اس وقت شیاطین جادو کا کام انجام دیتے تھے، اہل کتاب جو انتہائی کفر اور گمراہی میں زندگی گزار رہے تھے، انہوں نے جادو کو سلیمان ؑ کی طرف منسوب کیا، اور کہا کہ: جادو سلیمانؑ کا کام ہے،لیکن چونکہ جادو کفر ہے، اور اللہ تعالٰی نے اپنے نبی سلیمانؑ کو جادو سے محفوظ رکھا تھا، اور اس کی برائت کا اعلان کیا، فرمایا: "وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ"(سورۃ البقرۃ:۱۰۲) "سلیمان ؑ جادو کے مرتکب نہیں ہوئے" ، کیونکہ جادو کفر ہے، اور کفر انبیاء کی طرف سے ناممکن ہے"

پس یہ آیت دلیل ہے کہ جادوگر کافر ہے، اور فرماتے ہیں: "وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ "(سورہ بقرۃ:۱۰۲) ترجمہ: " اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے"۔

اس جملے میں اللہ تعالٰی نے شیطانوں کو کافر کہا، کیونکہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، پس یہ معلوم ہوتا ہے کہ جادو کا سکھانا بھی کفرہے۔

پیغمبر ﷺ نے فرمایا: " اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالوا: ماهی؟ یارسول الله! قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَأَكْلُ الرِّبَا وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلاَتِ الْمُؤْمِنَاتِ (بخاری)" ترجمہ: "سات تباہ کن گناہوں سے بچو، پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون سے ہیں؟ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک، جادو، جس جان کا قتل اللہ نے حرام ٹھرایا ہے اسے ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، لڑائی کے وقت دشمن کو پشت دکھانا

(c) ketabton.com: The Digital Library

(بھاگ جانا) اور پاک دامن ، بے خبر مؤمن عورتوں پر الزام تراشی کرنا".

سورہ بقرۃ کی ان آیات کے علاوہ جو جادو کے کفر اور جادو کی تعلیم و تعلم کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں، دوسرے مختلف مقامات پر بھی جادوگر کے کفر کو ثابت کیا گیا ہے، اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے سحر کو شرک کے بعد قرار بڑا گناہ دیا ہے، اور خدا کے رسول اللهﷺ نے لوگوں کو ان اعمال کے ارتکاب سے ڈرانے کے لیے مختلف قسم کے جادو کا ذکر کیا ہے۔

امام نووی کہتے ہیں: جادو کرنا ایک حرام عمل اور علماء کے اجماع کے مطابق کبیرہ گناہ ہے، رسول اللهﷺ نے سحر کو سات مہلک گناہوں میں شمار کیا ہے جو انسان کو ہلاک کرتے ہیں، جادو کی بعض اقسام کو کفر، اور بعض اقسام کو کفر نہیں سمجھا جاتا، لیکن بہر صورت یہ بہت بڑا گناہ ہے، اگر سحر اور جادو میں کفر یہ کلام شامل ہو تو یہ کفر ہے، ورنہ یہ کفر نہیں بلکہ کبیرہ گناہ ہے،لیکن اس کا سیکھنا اور سکھانا حرام ہے،(فتح الباری:۱۰/۲۲۴)سحر کے احکام کے بارے میں مزید معلومات کے لیے فتوی کی طرف رجوع کریں۔

علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ:کسی بیمار کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نجومی کے پاس جائے جو غیب جاننے کا دعوی کرتے ہیں، اور لوگوں کو اس طرح اپنے پاس بلاتے ہیں، اور ان کی قسمت کا حال یا بیماریاں بتاتے ہیں، اسی طرح کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جو خبریں کاہنوں کی طرف سے ملتی ہیں ان کی تصدیق کرے، کیونکہ وہ لوگ شک اور اندازے سے غیب کی باتیں کرتے ہیں، یا جنوں کو حاضر کرکے ان سے مدد مانگتے ہیں، ان کا کام کفر اور گمراہی ہے، کیونکہ یہ غیبی خبروں کا دعوی کرتے ہیں۔

امام مسلم(رحمتہ الله) اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ رسول الله ﷺ نے فرمایا: "مَن أَتَىٰ عَرّافاً فَسَأَلَهُ عَن شَيءٍ فَصَدَّقَهُ لَم تُقبَل لَهُ صَلاةٌ أَربَعِينَ يوماً " ترجمہ: "جو شخص کسی غیب کی خبریں سنانے والے کے پاس آئے (عراف وہ ہے جوکسی گم شدہ یا چوری شدہ مال کی نشاندہی کرے) اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھے تو چالیس راتوں تک اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: " مَن أتَىٰ كاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَد كَفَرَ بِمَا أنزَلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم "، ترجمہ: "جو شخص کسی نجومی یا کاھن کے پاس آیا اور پھر اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر اتارا گیا ہے"(ابو داود:۳۹۰۴) .

عمران بن حصین ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ليس منا من تطير أو تطير له، أو تكهن أو تكهن له، أو سحر له، وَمَن أتَىٰ كاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَد كَفَرَ بِمَا أنزَلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ" ترجمہ: جو فال نکالے یا جس کے لیے فال نکالا جائے، جو کہانت کا پیشہ اختیار کرے یا جو کاہن کے پاس جائےیا جادو کرے یا کروائے، وہ ہم میں سے نہیں، جو کاہن کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے کفر کیا" (بزار نے قوی سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے).

ان احادیث میں کاھن اور جادوگر کے کافر ہونے کی دلیل موجود ہے، کیونکہ وہ علم غیب جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں، جب کہ یہ (عقیدہ اور عمل) کفر شمار ہوگا، کیونکہ ساحر اور کاھن جنات سے مدد لیے بغیر اور ان کی عبادت کیے بغیر اپنے مقصد کو نہیں پہنچ سکتے، جبکہ ایسا کرنا کفر اور شرک ہے، پاک اور منزہ رب پر، اور اس کی تصدیق کرنے والا بھی کفر اور شرک میں پڑ جاتا ہے، اور اس پر عقیدہ رکھنے والا بھی ان کی طرح ہوگا، اور جو شخص ان کاموں میں مشغول ہوگا، اور ان سے سحر اور جادو سیکھے گا، یقیناً اللہ اور اس کا رسول اس سے بیزار ہوں گے.

جادو کی اقسام

جادو ایک شیطانی عمل ہے، اس سے مراد شیطانی تعویذ میں دم کرنا، اور پھونکنا ہے، جو مسحور کے جسم کو متاثر کرتا ہے، اور قتل یا بیماری کا سبب بنتا ہے، یا میاں بیوی اور دوستوں میں تفرقہ ڈالتا ہے، اور تمام تاثیرات خدا کی مرضی اور تقدیر سے ہوتے ہیں، جیسا کہ عظمت والا رب فرماتا ہے: "وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنۡ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِ" (سورۃالبقرہ آیت : ۱۰۲) ترجمہ: اور وہ اس کے ساتھ ہر گز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ".

(c) ketabton.com: The Digital Library

الله تعالیٰ اپنے پیغمبروں اور مؤمن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جادوگر کے شر سے صبح کے رب کی پناہ مانگیں، جادو کی ایک قسم تخیلی جادو ہے، جس میں دیکھنے والے کو کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے، اگرچہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: "سَحَرُوٓاْ أَعۡيُنَ ٱلنَّاسِ" (سورة الاعراف: ۱۱۶) اور فرماتا ہے: "فَإِذَا حِبَالُهُمۡ وَعِصِيُّهُمۡ يُخَيَّلُ إِلَيۡهِ مِن سِحۡرِهِمۡ أَنَّهَا تَسۡعَىٰ" (سورہ طہٰ: ۶۶) ترجمہ: "(جب انہوں نے چیزیں ڈالیں) یکایک ان کی رسیاں اور اُن کی لاٹھیاں اُن کے جادو کے زور سے موسی ؑ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں" یہ وہی جادوئی طریقہ تھا جسے صوفی نما چالبازوں نے رائج کیا۔

سحر کی اقسام

علماء جادو کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں:

پہلا: گرہ لگانا اور پھونک مار کر دم کرنا، یعنی: وہ جادو اور منتر جو جادوگر استعمال کرتے ہیں(نقصان پہنچانے کیلیے) الله تعالٰی فرماتے ہیں: " وَٱتَّبَعُواْ مَا تَتۡلُواْ ٱلشَّيَٰطِينُ عَلَىٰ مُلۡكِ سُلَيۡمَٰنَۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيۡمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحۡرَ۝"(سورة بقرہ:۱۰۲) ترجمہ: "اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا، لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے"۔

دوسرا: ایسی دوائیوں کے ساتھ جو جادو شدہ شخص کے جسم، دماغ، قوت ارادی اور خواہشات کو متاثر کرتی ہے یہ وہی چیز ہے جسے وہ خود "عطف": محبت پیدا کرنا، اور "صرف":نفرت بڑھانا، کہتے ہیں،"عطف" یہ ہے کہ کسی شخص کو اس کے بیوی یا کسی دوسری عورت کا اتنا چاہنے والا اور دل دار بنالیتے ہیں کہ وہ جانور کی طرح اس کے اختیار میں ہوتا ہے کہ جس طرح وہ چاہے اس پر حکمرانی کرے، اور "صرف" اس کے برعکس ہے، جو سحر زدہ کے جسم پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ اسے کمزور کردیتا ہے یہاں تک کہ وہ فنا ہوجاتا ہے اور ہر چیز کو اس کی حقیقت کے خلاف تصور کرتا ہے۔

جادوگر کے کفر میں علماء کا اختلاف ہے،بعض کہتے ہیں کہ وہ کافر ہوجاتا ہے، اور بعض کہتے ہیں وہ کافر نہیں ہوتا، لیکن جادو کی جو اقسام ہم نے بیان کی ہیں، ان کے مطابق جادوگر کا حکم واضح ہوجاتا ہے کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

جو شخص شیطانوں کی مدد سے جادو کرتا ہے وہ کافر ہوجاتا ہے، اور جو کوئی دوا سے جادو کرتا ہے وہ کافر نہیں ہوتا، بلکہ گنہگار ہوجاتا ہے۔

سحر سے بچنے کا جوابی اقدام

جادو،حسد،نظر بد وغیرہ سے نمٹنے کا طریقہ ہے اللہ تعالٰی کا ذکر ہیں،صبح و شام ذکر کرنا اور وقت پر نماز پڑھنا، نیز گناہوں سے بچنا، خاص طور پر کبیرہ گناہوں سے، کیونکہ ہر شخص کی نگرانی دو فرشتے کرتے ہیں، اگر کوئی شخص ذکر الٰہی کو نظر انداز کر کے گناہ کرے تو وہ اس کا دفاع نہیں کریں گے، اس لیے اسے شیطان جادو ، وغیرہ ایذا پہنچاسکتے ہیں،اللہ تعالٰی فرماتے ہیں"لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ○اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ○وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ○وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ١١○"(سورہ الرعد:۱۱)

ترجمہ: "اس کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے یکے بعد دیگرے آنے والے کئی پہرے دار ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بے شک اللہ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے، یہاں تک کہ وہ اسے بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں"۔

لہذا یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر انسان کے لیے ہر حال میں فرشتے مقرر کیے گئے ہیں، جو اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق اس کی حفاظت کرتے ہیں، دوسرے لفظوں میں، فرشتے انسانوں کو جنات کے ضرر سے بچاتے ہیں، اور وہ خدا کے حکم کے مطابق اس کے معاملات کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن جب مقدر کا معاملہ آجائے تو ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

یہ محافظ فرشتے ہیں جو یکے بعد دیگرے آتے ہیں، اور اسے ہر سمت اور پہلو سے اپنی نگرانی میں رکھتے ہیں ،لیکن اللہ تعالٰی کی اطاعت سے اس کی نافرمانی کی طرف پلٹنا یہ عزت سے ذلت کی طرف جانا ہے، جو کوئی بھی خدا کی اطاعت کو چھوڑ کر گناہ کی طرف پلٹتا ہے تو وہ خدا کے حکم سے فرشتوں کی نگرانی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، اس لیے شیاطین، جادو ، حسد، بری نظر اس پر ثرانداز ہوسکتی ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

لیکن جادو کے خاتمے کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ لازما شیاطین کی طرف رجوع کرلے، کیونکہ جادوگروں اور کاھنوں کے ذریعہ شیاطین کی طرف رجوع کرنا حرام ہے،لہذا سحر کو باطل کرنے کےلیے دعا،دن اور رات کے اذکار ، قرآن کی تلاوت، نماز اور شرعی دم درود کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور گناہوں کو چھوڑنا چاہیے۔

جادوگر، نجومی اور کاہن کے پاس جانا

جادو بنیادی طور پر ایک شیطانی علم ہے، جو خارق العادہ، غیر معمولی چیزوں سے مشابہت رکھتا ہے، لیکن وہ خود کوئی خارق العادہ چیز نہیں ہے، کیونکہ اول تو یہ سیکھا جاتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جادوگر اور اس جادوئی عمل کا ارتکاب کرنے والا وہ آخری شخص نہیں ہے جو شیطانی توجہ اور تلقین کے ساتھ عادت کے راستوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب رہا ہو، بلکہ دوسرے لوگ بھی اس کا علم حاصل کر کے اس کی طرح کا عمل کرسکتے ہیں، اور جادو گروہ شخص ہے جو اس شیطانی علم کے ماتحت رہ کر الھامات، توجھات اور شیطانی منتروں کے ذریعہ غیر معمولی چیزوں کے مشابہ کام کرتا ہے،کیونکہ یہ شیطانی اعمال اس اعتبار،معجزات اور وقار کے درجے سے جو الله تعالٰی نے اپنے انبیاء کو عطا کی ہیں فرق رکھتا ہے۔

جادوگروں، نجومیوں، کاہنوں اور ان جیسے لوگوں کے پاس جانا جائز نہیں ہے، اور ان سے سوال کرنا اور ان کی بات کی تصدیق کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور ان سے تیل اور دیگر اشیاء سے ان سے علاج کروانا بھی جائز نہیں ہے،پیغمبرﷺ نے ان کے پاس جانے، پوچھنے اور اس کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے بھی کہ وہ علم غیب کا دعوی کرتے ہیں ، اور لوگوں سے جھوٹ بولتے ہیں، اور عقیدے سے انحراف کی طرف بلاتے ہیں۔

ایک (صحیح) حدیث آپﷺ سے روایت ہوئی ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: "جو کوئی جادوگر کے پاس جائے اور اس سے کچھ پوچھے اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں ہوگی"۔

اسی طرح رسول اللهﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی جادوگر یا کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے محمد(ﷺ) پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس کا انکار کیا"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور دوسری جگہ فرمایا ہے: "جو شخص جادو کرتا ہے، یا اس کے لیے جادو کا عمل انجام پائے، یا بدشگونی کرتا ہے، یا اس کے لیے بدشگونی ہوئی ہے، یا کہانت کرے، یا اس کے لیے کہانت کی جائے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں:

اللہ تعالٰی نے جس علاج کو حلال قرار دیا ہے وہ شرعی رقیہ (تعویذ)اور دوائیاں ہیں، جو اچھے عقیدے والے اور نیک سیرت لوگوں کے ہاں جائز ہیں، اور وہ بھی اتنا ہوکہ کفایت کرجائے ، اور اللہ تعالٰی کا شکر ادا ہو جائے(واللہ ولی التوفیق)،(شیخ عبدالعزیز بن باز)

جادو اور ٹونے کا عمومی حکم

جادو کے کام اور سحر کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے جس کی حرمت قرآن و سنت سے ثابت ہے، اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، حتی کہ جادو اور سحر میں بعض ایسے افعال ہوتے ہیں جو کہ کفر کا سبب بن جاتے ہیں۔

جادو میں عام طور پر مشرکانہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جنات اور شیاطین سے مدد مانگی جاتی ہے، کیونکہ یہ اعمال اس وقت کام دیتے ہیں جب جادو کرنے والا خباثت اور ناپاکی میں قولی، فعلی اور اعتقادی طور پر شیطانوں کے مشابہ ہو، حدیث نبوی کے مطابق ، کاہنوں اور جادوگروں کی بہت سی باتیں محض جھوٹ ہیں، جو جادوگر کے پاس جاتا ہے اور اس سے کچھ پوچھتا ہے، حدیث مبارکہ میں ہے کہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ ہونے کی وعید ہے۔

مفتی محمد شفیع عثمانی ؒ تفسیر معارف القرآن:۱/۲۷۹)میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: "وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۝"(سورہ بقرہ:۱۰۲)

اگر جادو میں کفر یہ الفاظ استعمال ہوجائیں جیسے شیاطین سے مدد طلب کرنا، تویہ سحر اور جادو (بالاجماع) کفر ہے، اگر ساحر ایسا تعویذ لکھتا ہے جس میں شیاطین سے مدد طلب کی گئی ہو، تو وہ جادو کے حکم میں ہے اور حرام ہے، اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ جادوگر امور میں تصرف رکھتا ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے، اور مذکورہ شخص کافر ہے، اس کی بیوی اس سے جدا ہوجاتی ہے، اسے فورا توبہ کرکے تجدید ایمان کرنی

(c) ketabton.com: The Digital Library

چاہیے(ردالمختار:۵/۱۰۵؛فتح الملہم:۲/۵۸۰؛ المدر المختار:۶/۳۳۷) فصلنامہ ندائے اسلام ،شمارہ :۳۴،۳۵)

شریعت میں جادوگر کی سزا

ائمہ ثلاثہ(امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی) اور جمہور علماء بھی ساحر کے کفر پر اتفاق رکھتے ہیں، کہ اسے قتل کرنا چاہیے اور اس سےتوبہ نہیں کروائی جائے گی، جب اس کا ساحر ہونا اس کے اپنے اعتراف سے یا دو مسلمانوں کی گواہی سے ثابت ہوجائے تو اسے قتل کیاجائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے، کیونکہ ممکن ہے اس کی توبہ ظاہری یا چالبازی ہو، اور ساحر زندیق ہے، اور زندیق کی توبہ قابل قبول نہیں ہے، اس لیے کہ قابل اعتماد نہیں ہے کہ اس کی توبہ دل سے ہو، اسے قتل کرنا چاہیے۔

کیونکہ پیغمبرﷺ فرماتے ہیں: "حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيفِ"(ترمذی نے سنن میں :۵/۱۵۶، اور طبرانی الکبیر:۲/۱۶۱ میں اور بیہقی السنن الکبری:۸/۱۳۶ میں، ان سب نے یہ حدیث جندب ؓ سے روایت کی ہے)

یہ حدیث مرفوعا اور موقوفا صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ جادوگروں کی حد تلوار کے ساتھ اسے مارنا ہے، اور توبہ کے بارے کچھ نہیں کہا گیا ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ: ساحر سے وضاحت مانگی جائے، اگر اس کا جادو کفر نہیں ہے تو اسے اس عمل سے باز رکھا جائے، لیکن یہ فتویٰ درست نہیں ہے، کیونکہ ہر قسم کے جادو کا تعلق شیطانوں کے تعاون سے اور کفر و شرک کے ذریعے ہوتاہے، اور یہ خالص کفر ہے، ہوسکتا ہے کہ جن علماء نے ایسا فتویٰ دیا ہے وہ یہ سمجھتے ہوں کہ شیطانوں کے تعاون اور کفر و شرک کے علاوہ جادو کا کوئی اور طریقہ بھی ہے۔

خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بعد تمام گورنروں کو حکم دیا کہ وہ مرد اور عورت جادوگروں کو قتل کردیں، اور توبہ کرانے کا حکم جاری نہیں کیا، راوی کہتا ہے کہ: ہم نے خلیفۃ المسلمین کے حکم کے مطابق تین لوگوں کو قتل کیا، (مسند امام احمد: ۱/۱۹۰، سنن ابی داؤد:۳/۱۶۵، سنن بیہقی:۸/۱۳۸)۔

حضرت عمر ؓ نے مہاجرین اور انصار کی موجودگی میں یہ حکم جاری کیا: کسی نے بھی مخالفت نہیں کی، اسی طرح ام المؤمنین حفصہؓ حضرت عمر ؓ کی پیاری بیٹی آپ ؐ کی زوجہ محترمہ نے اپنی لونڈی کو جادو کرنے پر قتل کروادیا، (مؤطا امام مالک 2 / 871، مصنف عبدالرزاق صنعاني 10 / 181، 180، و سنن بیهقي 136/8 / به روایت عبدالله بن عمر).

(c) ketabton.com: The Digital Library

جندب بن عبد الله، ابو جندب بن کعب ازدی نے، جو جلیل القدر صحابہ میں سے تھے، خلیفہ کی مجلس میں ایک جادوگرنی کو تلوار سے قتل کردیا:(بخاری: ۲/۲۲۲ نے عبد الرحمٰن بن یزید سے اور الطبرانی فی الکبیر: ۲/۱۷۷، ابی عثمان مہدی سے اور سیر اعلام النبلاء للذهبي 3/ 176، 177)

ان روایات کی بناء پر امام احمد فرماتے ہیں: ساحر کا قتل اصحاب رسول ﷺ میں سے تین سے (حضرت عمرؓ ان کی بیٹی حفصہ اور جندب) صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہے، یہ روایات ساحر کے قتل کرنے کی دلیل ہیں بغیر توبہ کے، بلکہ ساحر کے قتل کرنے میں جلد سےجلد عملی اقدامات کیے جائیں، تاکہ مسلمان اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

چغل خوری

چغل خور کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو ایک کی باتیں سن کر دوسرے شخص یا افراد تک پہنچا تا ہے، جس کے نتیجے میں دو فرد یا افراد کے درمیان دوستی ختم اور رابطے منقطع ہوجاتے ہیں ، جب کہ ہمارے رب نے مسلمانوں کے درمیان مل جل کر رہنے اور رابطے کا حکم دیا ہے، لیکن چغل خور شخص لوگوں کے رابطے منقطع کرنے اور تعلقات ختم کرنے کا سبب بنتا ہے، لہذا ہمارا رب فرماتا ہے: "وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝۲۵" (سورہ رعد آیت: ۲۵) ترجمہ: "اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انہی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے"۔

ایک دوسری آیت میں ایسے لوگوں سے نمٹنے کے طریقے کے بارے میں جن کی بے حیائی کسی نہ کسی طرح ظاہر ہوتی ہے فرماتا ہے: "اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶" (سورہ حجرات: ۶)

ترجمہ: "اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کرلو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہوجاؤ"

اور ان گناہوں میں سے ایک جس کی کبیرہ گناہ کی تصدیق قرآن میں عذاب کی وعید اور خبر سے ہوتی ہے وہ چغلی ہے، نیز کئی الفاظ چغلی سے مترادف اور ملتے جلتے ہیں، جیسے: نمیم، نمّامه، سعایت و قتّات۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہمارے عظمت والا رب سورہ مبارکہ رعد میں فرماتے ہیں: "وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ۝۲۵"(سورة الرعد:۲۵)۔

ترجمہ: "اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق الله نے حکم دیا ہے کہ اسے ملا یا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انہی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے"۔

واضح ہے کہ نمّام بمعنی چغل خور کے ہے، اور وہ جس نے کسی سے کسی کے بارے میں کوئی بات سنی اور اس تک پہنچا دی، تو اس نے کاٹ دیا اس چیز کو جسے الله نے ملانے کا حکم فرمایا اور زمین میں فساد برباد کیا، کیونکہ مؤمنین کے درمیان محبت و الفت پیدا کرنے اور ان کے اتحاد کو مضبوط کرنے کی بجائے، نفرت ،تفرقہ اور دشمنی کو جنم دیا ہے، تو اس کے لیے خدا کی لعنت اور آخرت کا عذاب ہے۔

چغلی کی وجوہات

اخلاقیات کے ماہرین نے اس برائی کے کئی اسباب اور عوامل بیان کیے ہیں، جن کی وجہ سے انسان چغلی کرتا ہے، ذیل میں اس کے کچھ اسباب و عوامل کا ذکر کرتا ہوں!

حسد اور بغض

بعض اوقات کسی دوسرے شخص سے اس کی حیثیت ، دولت اور کردار کی وجہ سے حسد ہوجاتاہے تو وہ اس شخص کو ہر ممکن طور پر تکلیف دینے اور اسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس لیے وہ چغلی کرتاہے یعنی اس بندے نے کسی کے بارے میں کوئی بات کی تو وہ بات اس تک پہنچادی تاکہ ان دونوں میں تعلقات خراب ہوں یا یہ شخص جس نے بات کی ہے ذلیل ہوجائے اسی لیے روایات میں حسد کو ایمان اور اعمال صالحہ کو تباہ کرنے والا اور دنیا و آخرت میں انسان کو امن و سکون سے محروم کرنے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

زبان کی آفات میں سے ایک اور آفت جو اخلاقی برائیوں میں سے شمار ہوتی ہے، اور لوگوں کو راہ خدا سے دور رکھتی ہے وہ چغل خوری ہے، قرآن کریم چغلی کی مذمت میں فرماتا ہے: "وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ۝۱"(سورہ همزه:۱) ترجمہ: بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے اور پھر فرماتا ہے: "هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍۙ۝۱۱"(سورہ قلم

(c) ketabton.com: The Digital Library

آیت:۱۱) ترجمہ: "اس شخص کی پیروی نہ کریں ،جو بہت زیادہ عیب تلاش کرنے والا چغل خور ہے"۔

اور سورا آ قلم آیت:۱۳ میں فرماتا ہے: "عُتُلٍّ بَعۡدَ ذٰلِكَ زَنِيۡمٍۙ۝۱۳" ترجمہ: "سخت مزاج، اس کے علاوہ بدنام ہے"(چغل خور ،نفرت انگیز،متشد اور بدنام ہے)قرآن کریم نے چغل خور کو لفظ "زنیم" کے لفظ سے ذکر کیا ہے،یعنی وہ شخص جس کا نسب واضح نہ ہو، یہ اس گناہ کے عظیم ہونے کا ثبوت ہے۔

چغل خور کا انجام قرآن کی نظر میں

قرآن کریم ان لوگوں کو جو چغل خوری کرکے نفرت اور دشمنی کی آگ کو لوگوں کے درمیان بھڑکاتے ہیں خبردار کرتا ہے،اور انہیں جہنم کے عذاب سے ڈراتا ہے،جیسا کہ ابو لہب کی بیویوں میں سے ایک ام جمیل کے متعلق فرماتا ہے: "وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ‌ۚ۝۴" اس کی بیوی : ابو لہب کی وہ لکڑی اٹھانے والی اور آگ بھرکانے والی بھی جہنمی ہے(سورہ مسد آیت:۶)

ام جمیل ،حرب کی بیٹی ،ابو سفیان کی بہن اور معاویہ کی پھوپھی ،ابو لہب کی بیویوں میں سے تھی، جو رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمنوں میں شمار ہوتی تھی۔

بہر حال چونکہ خود ابو لہب آگ بھڑکانے والاتھا،اس کی بیوی بھی فتنہ انگیز تھی،اس راستے میں بہت کوشاں ہوتی تھی، جتنی اس میں طاقت اور استطاعت تھی وہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی خبر یں لے کر مشرکوں اور بت پرستوں تک پہنچاتی تھی، اسی لیے اللہ تعالٰی نے اسے برا بھلا کہا، اور اسے آگ کا مستحق قراردیا، اور جس نے بھی چغل خوری کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

چغل خوری کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص بعض لوگوں کی باتیں دوسروں کے سامنے اس نیت سے بیان کرتا ہے کہ ان میں فتنہ و فساد پیدا کیا جائے، جیسے کسی کے پاس جائے اور اس سے کہے کہ: فلاں نے تجھے ایسے ویسے کہا، تاکہ اس طرح سے لوگوں میں دشمنی پیدا ہو، چغلی کبیرہ گناہوں میں سے ہے،صحیحین میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے ، اور فرمایا: "أَمَا إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ، قَالَ: فَدَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ، ثُمَّ غَرَسَ عَلَى هَذَا وَاحِدًا وَعَلَى هَذَا وَاحِدًا"،

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمہ: "ان کو عذاب ہورہا ہے،اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہورہا ہے، صرف یہ کہ ان میں سے ایک آدمی پیشاپ سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا، پھر آپﷺ نے کھجور کی ایک ہری ٹہنی لی، اس کے دو ٹکڑے کرکے دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا گاڑدیا، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللهﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپﷺ نے فرمایا: " لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيبَسَا " امید ہے کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوتیں ان کا عذاب ہلکا ہو"(بخاری :۲۱۸ اور مسلم:۲۹۲)

نبی کریمﷺ سے روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: " لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ "(بخاری:۶۰۵۶ اور مسلم:۱۰۵) ترجمہ: "چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا"۔

لہذا مؤمن کو چغل خوری سے اجتناب کرنا چاہیے، چغل خور کے لیے چغلی کے نقصانات میں وہ تمام سزائیں اور تنبیہات ہیں جو اوپر حدیث میں بیان کی گئی ہیں، معاشرے کے لیے چغل خوری کا نقصان یہ ہے کہ یہ لوگوں کے درمیان تفرقہ اور نفرت کا باعث بنتی ہے، اور ان میں فتنہ و فساد کا سبب بنتی ہے۔

دین اسلام میں جن گناہوں کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے ان میں سے ایک چغل خوری ہے جو اس قدر قبیح ہے کہ اس کے مرتکب کو ملت اسلامیہ میں بدترین لوگوں میں جانا جاتا ہے۔

سورہ مبارکہ فلق سے حاصل شدہ اسباق

1 - اللہ تعالٰی سے پناہ مانگنے کو ہمیشہ ورد زبان بنانا چاہیے،اللہ تعالٰی کی پناہ مانگنا ہر اس ڈراؤنی چیز سے کہ پوشیدہ ہونے کی وجہ سے انسان اس سے چھٹکارا حاصل نہ کرسکتا ہو۔
اس کے ساتھ ساتھ یہ واضح طور پر بیان کیا جانا چاہیے کہ: اللہ تعالٰی کی پناہ مانگے بغیر اپنی اور معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں۔

2 - کیونکہ برے لوگ (شیاطین) انسان کے دل اور دماغ پر حملہ کرتے ہیں، ہمیں ایسی طاقت کی پناہ لینی چاہیے جو تالے اور رکاوٹوں کو توڑتی ہے۔

3 - جادو کی گرہ پر پھونکنا حرام ہے، جو کہ سحر ہے اور ہر قسم کا سحر کفر ہے، اور ساحر کی حد تلوار سے گردن کاٹنا ہے۔

4 - حسد قطعا حرام ہے، اور یہ ایک خطرناک بیماری ہے کہ جس نے ابن آدم ؑ کو اپنے بھائی قتل کرنے پر مجبور کردیا، اور یوسف ؑ کے بھائیوں کو دھوکے اور فریب پر مجبور کردیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

5 - غبطہ(رشک کرنا)حسد نہیں ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: دو چیزوں میں حسد نہیں ہے، جب غبطہ (رشک کرنا)مقصود ہو۔

سورہ مبارکہ کے اختتام میں یہ ذکر کرنا چاہیے کہ سورہ فلق میں؛ انسان چار خصلتوں سے اللہ کی پناہ لیتا ہے۔

1 - ہر اس چیز کے شر سے جو اللہ نے پیدا کی ہے۔

2 - ہر اس چیز کے شر سے جو رات کی تاریکی میں یا اندھیرے میں رونما ہو۔

3 - گرہوں میں جادو کرنے والوں کی برائی سے۔

4 - ہر حسد کرنے والے کے شر سے۔

یہ چار خصلتیں ان چیزوں میں سے ہیں جن سے انسان ڈرتا ہے۔

اے رب !اپنے دین کو شیطانی سوچ رکھنے والوں سے بچا،

آمین یارب العلمین

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جزء – (30)

سورة الناس

سورة الناس مکہ میں نازل ہوئی،اس کی چھ(۶)آیتیں ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کو اس لیے" سورة الناس" کہا جاتا ہے کہ آیت مبارکہ : "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ"سے اس کا آغاز ہوا ہے،اس کے علاوہ اس میں لفظ "ناس" پانچ (۵)مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

سورة الناس کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورہ "ناس" مکی سورتوں میں سے ایک ہے، اس کا ایک(۱) رکوع، چھ(۶) آیتیں، بیس(۲۰)الفاظ، اکیاسی(۸۱)حروف اور پچیس(۲۵)نقطے ہیں۔

(یادر ہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، اس کی تفصیل کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

قرآن شریف میں ترتیب کے لحاظ سے سورة الناس قرآن کریم کی آخری سورت ہے، اور قرآن کی ترتیب سورہ فاتحہ سے شروع ہوتی ہے،جس میں اللہ تعالیٰ کا شکر،حمد ثناء اور مدد طلب کرنا شامل ہے، جبکہ معوذتین میں مدد طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا ہے بیان ہواہے ۔

متعدد مفسرین نے سورة "الناس اور فلق" کو معوذتین کا نام دیا ہے، جیسا کہ دونوں سورتوں کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سورتوں کی بحث ایک ہی ہے کہ دونوں میں شر سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے، اگر ہم سورت کے مندرجات پر تھوڑی سے توجہ دیں تو ہمیں واضح طور پر معلوم ہوگا کہ سورة الناس سورة الفلق کی تفسیر ہے،سورة الفلق میں گرہوں پر پھونکنے والوں کے بارے میں بحث کی گئی ہے، جبکہ سورة الناس ان کے بارے میں ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

دنیا کی آفات سے پناہ مانگنے کا ذکر سورة الفلق میں ہے، اور سورة الناس میں آخرت کی آفات سے پناہ مانگنے کی تاکید کی گئی ہے، سورة

(c) ketabton.com: The Digital Library

الفلق میں لفظ"شر" کا مفہوم بیان ہوا ہے،جس میں مصائب اور اسباب کا ذکر ہے،سورۃ الناس میں ایسی چیز سے پناہ مانگی گئی ہے جو تمام گناہوں کا سبب ہے،یعنی شیطان کے وسوسے اور اس کے اثرات ، چونکہ آخرت کا نقصان زیادہ سخت ہے، چنانچہ اسی پر تاکید کرتے ہوئے اس سورت پر قرآن کریم کا اختتام ہوا۔

سورہ الناس کی آیات کی مجموعی تقسیم

پہلی آیت سے تیسری آیت تک، انسان کا اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا اظہار ہے ،سورت کی آیت" ۴ "سے آخر تک یعنی آیت" ۶ " تک ان برائیوں کا بیان ہے جن سے بچنے کے لیے لازم ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، وہ شرور اور برائیاں جو دو گروہوں یعنی: انسانوں اور جنوں کی طرف سے ظاہر ہوتی ہیں،سورہ فلق میں جن برائیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ عام تھیں،لیکن یہاں انسانوں اور جنوں کے دو گروہ سے یہ صادر ہوتی ہیں۔

سورۃ الناس کا عمومی خلاصہ

اس سورت کا مجموعی خلاصہ ایک حقیقی اصول کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ: ہوشیار اور بیدار رہو کہ انسان ہمیشہ شیطانی فتنوں کا شکار رہتا ہے، اور شیاطین جن و انس مسلسل دل میں اثر ڈالنے اور گھسنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، انسان کا مقام علمی لحاظ سے جتنا اونچا ہوگا اور معاشرے میں اس کی حیثیت جتنی زیادہ ہوگی، اسے راہ راست سے ہٹانے کے لیے شیطانی وسوسے اتنے ہی زیادہ شدید ہوں گے۔

لہٰذا اس سورت میں پیغمبرﷺ کو عالم انسانی کے لیے مثال، رہبر اور رہنما کے طور پر تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیاگیاہے ۔

پناہ مانگنی چاہیے وسوسے ڈالنے خناس کے شر سے"الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ"اس اللہ کی جو لوگوں کا پروردگار اور معبود ہے۔

اس دور میں شیطان کا تحرک اور منصوبہ بندی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی سرگرمیاں اور منصوبے خفیہ طور پر انجام دیتا ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شیطان انسان کے کانوں میں باتیں ڈالتا ہے اور اس کے دماغ میں ایسے خیالات پیدا کرتا ہے کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کا اپنا منصوبہ اور

(c) ketabton.com: The Digital Library

نظریہ ہے اور اس کے اندر سے جوش مارا ہے، اور یہی فتنہ اور گمراہی کا باعث بنتا ہے رہنمائی کی آڑ میں۔

انسان کو چاہیے کہ شیاطین کو اپنی طرح اپنے لباس میں دیکھنے کی امید نہ رکھے، بلکہ وہ لوگوں پر غلبہ پانے کےلیے ہمیشہ حق اور باطل کو خلط ملط کردیتے ہیں، لہذا سورہ الناس کی عمومی بحث کا ایک حصہ انسان کی تعلیم و تربیت ہے، کہ یہ سورہ انسان کو یہ سکھاتی ہے کہ: انسان ہمیشہ شیطانی وسوسوں کا شکار رہتا ہے، اور شیاطین جن و انس انسان کے دل و جان میں گھر کرنے کی کوشش کرتے ہیں ، انسان کو زندگی بھر چوکنا اور بیدار رہنا چاہیے، اور کبھی بھی شیطان سے لڑنے کا طریقہ نہیں بھولنا چاہیے۔

علماء کہتے ہیں کہ شیطان کا عمومی مقصد لوگوں کو راہ راست سے ہٹانا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَۃُ النَّاسِ

سورۃ الناس کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مہربان نہایت رحم والاھے
قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾	کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں
مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾	لوگوں کے بادشاہ کی
اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾	لوگوں کے معبود کی
مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾	اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے
الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾	جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے
مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾	(خواہ وہ)جنات سے(ہو) یا انسانوں سے

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"الناس":لوگ،"ملک" سردار اور رہنما، حاکم، اختیار کا مالک،"الہ" معبود،حاکم ، وہ جو دلوں پر حاوی ہے،"الوسواس" وسوسہ ڈالنے والا، موسوس،"الخناس"(تکویر:۱۰ - الخنس)

"یوسوس": وسوسہ ڈالتا ہے، وہ آہستہ اور نرمی سے بولتا ہے،"الجنۃ":جنوں کا گروہ۔

محترم قارئین

اس بابرکت سورہ میں شیاطین، جنوں اور انسانوں کے شر سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگی گئی ہے، امام احمد نسائی اور ابن حبان نے ابوذر ؓ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے کہا:میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ، آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، فرمایا: ابوذر کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھو، اس کے بعد میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

نے نماز پڑھی اور آکر بیٹھ گیا،رسول اللهﷺ نے فرمایا: یا اباذر، تعوذ بالله من شر شیاطین الإنس والجن"،"اے ابوذر! انسان اور جن شیاطین کے شر سے خدا کی پناہ مانگو" میں نے عرض کیا :یا رسول الله!کیا انسان شیاطین بھی ہوتے ہیں، آپﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔

سورة الناس کی تفسیر

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِۙ﴿۱﴾	کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں

آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب کی، مالک کی اور لوگوں کے (حقیقی)حاکم کی پناہ مانگتا ہوں،کہو اے نبی! میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی، میں التجا کرتا ہوں اور بھروسہ کرتا ہوں،کیونکہ اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ پناہ مانگی جائے اور التجا کی جائے لفظ"قل" میں مخاطب نبی کریمﷺ ہے جو کہ پیشیوا اور مثال ہے، اور اس مبارک اور اعلی درجے کی قدوہ کی پیروی کرتے ہوئے تمام مؤمنوں کو یہ کہنا چاہیے اور ایسی پناہ میں جانا چاہیے،مفسر شیخ ناصر االدین عبدالله بیضاوی کہتے ہیں: پچھلی سورت میں الله تعالٰی کی پناہ مانگنا جسمانی نقصان سے تھا، جبکہ اس سورت میں اس کی پناہ ان نقصانات سے ہے جو انسانی روحوں پر آتے ہیں، اور خاص کر بشر کے لیے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن عظیم میں لفظ "قل" (۳۰۰)سے زیادہ مرتبہ آیا ہے، جن میں سے اکثر الله تعالٰی کے نبی ﷺ کو مخالفین یا موافقین کے جواب میں حکم ہے، مفسرین کہتے ہیں: اگر چہ الله تعالٰی تمام مخلوقات کا رب ہے،لیکن انسان کی تعظیم کے طور پر اسے خاص طور پر ذکر کیا ہے،کیونکہ اس نے کائنات کی تمام مخلوقات کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے اور ان کو حکمت و علم سے آراستہ کیا، اپنے مقدس فرشتوں کو اس کے سامنے سجدہ ریز کیا، پس وہ خدا کی سب سے افضل مخلوق ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ: "قل" اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نبی ﷺ وحی کے امین ہیں، اور اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتے۔

اس کے علاوہ لفظ"قل"سے معلوم ہوتا ہے کہ خطرات اتنے شدید ہیں کہ الله تعالٰی اپنے نبی کو پناہ لینے کا حکم دیتا ہے، اور"قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ "کے جملے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ الله تعالٰی کی مدد کے بغیر برائی کا مقابلہ ممکن نہیں، آیت مبارکہ "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ" کا مواد اس حقیقت کو ظاہر

(c) ketabton.com: The Digital Library

کرتا ہے کہ؛ گنہگاروں کو اپنی زندگی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے نہ کہ صرف اہل ایمان کا۔

اس کے علاوہ یہ جملہ: "قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ " ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جب نبی اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں تو ہمارا فرض صاف ظاہر ہے،واضح ہے کہ: انسان خود خدا کی تربیت کے تابع ہوکر ،"برب الناس"اس کی سلطنت اور حکومت قبول کرے۔

یہ بھی جان لو کہ: کافر لوگ اپنی طاقت، آبادی،قومیت یا اپنی دولت میں پناہ لے کر فخر محسوس کرتے ہیں، لیکن جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ ہمیشہ اپنے عظیم رب جو مالک ، خدا اور بادشاہ ہے کی پناہ میں رہتے ہیں۔

مَلِكِ النَّاسِ ۲	لوگوں کے بادشاہ کی

اور میں پناہ مانگتا ہو لوگوں کے"بادشاہ" کی،یعنی: اس ہستی کی جس کی کامل بادشاہت ہے،مکمل حاکمیت، بے مثال اور لا محدود غلبہ ہے، وہ حکمرانوں سمیت تمام مخلوقات کا مالک ہے، اور ان پر مکمل مالکیت رکھتا ہے، وہ ان پر حکومت کرتا ہے ، اور ان کے کاموں کا انتظام کرتا ہے، عزت و ذلت اس کے ہاتھ میں ہے، اور وہی فقر اور بے نیازی دیتا ہے۔

اِلٰهِ النَّاسِ ۳	لوگوں کے معبود کی

"اور میں لوگوں کے معبود کی پناہ مانگتا ہوں، اور چونکہ مالک (حاکم)کبھی معبود ہوتا ہے اور کبھی نہیں، اس لیے خدا تعالیٰ نے اس آیت میں واضح کردیا کہ الوہیت اور معبودیت اسی کا خاصہ ہے، اس کے ساتھ کوئی بھی شراکت نہیں رکھتا،"اِلٰهِ النَّاسِ": انسان کی عزت کے اظہار کے لیے اور اس کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے خدائے انسانیت نے تین بار "الناس" کو دہرایا ہے، صرف ضمیر پر اکتفاہ نہیں کیا ہے، اور اسے دہرانا اچھا ہے۔

مفسر ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تین صفات رب ذوالجلال کی صفات میں سے ہیں: "ربوبیب"، "مالکیت"، "الوهیت" پس خدا تعالیٰ تمام چیزوں کا مالک اور شہنشاہ ہے، تمام چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، اسی کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

ملکیت میں ہیں، اس لحاظ سے پناہ مانگنے والے کو حکم دیتا ہے کہ ایسی ہستی کی پناہ مانگے جس میں یہ تین صفات ہوں(مختصر:۳/۶۹۶)

توجہ فرمائیں: سب سے پہلی چیز جو انسان کو محسوس ہوئی ہے وہ اس کی نشونما ،تکمیل اور پرورش ہے، "بِرَبِّ النَّاسِ " سیا ست، منصوبہ بندی اور حکومت کے بعد،"مَلِكِ النَّاسِ" جیسے ہی اس کی نشونما میں اضافہ ہوتا ہے پھر عبادت اور پرستش ہے، اور"اِلٰهِ النَّاسِ " کا جملہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ انسان کو کسی ایسی ذات کی پناہ لینی چاہیے جو اندر کے رازوں اور آزمائشوں کو جانتا ہو،" يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ۝۱۹ "(سورہ غافر:۱۹)

ترجمہ: وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو(باتیں)سینوں میں پوشیدہ ہیں (ان کو بھی)

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۝۰ۥ الْخَنَّاسِ۝۴	اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے

میں اس کی پناہ لیتا ہوں جس کا ذکر کیا گیا ہے،"وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے کہ شیطان"خناس" ہے،"خناس"(خنوس)سے بمعنی چھپ جانا اور پیچھے ہٹنا ہے، شیطان خود بھی مخفی ہے اور اس کا کام بھی خفیہ ہے،اگر اس کا فتنہ اور وسوسہ ظاہر ہو تو لوگوں پر غالب نہیں ہوسکتاتھا،لیکن وہ خوبصورت انداز میں ظاہر ہوجاتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان کے دل پر نگاہ رکھتا ہے ، جب انسان اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے، اور جب انسان اللہ کو بھول جاتا ہے تو شیطان اس کا دل پکڑ لیتا ہے، اور اس میں وسوسے ڈالتا ہے۔(حافظ موصلی سے روایت ہے)

اب جبکہ شیطان خناس ہے، اپنے شیطانی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ اس قدر آتا جاتا ہے کہ جب تک کہ اس کا منصوبہ کامیاب نہ ہوجائے، اس لیے ہمیں بھی اپنی زندگی میں اللہ کو بہت یاد کرنا چاہیے۔

قرآن عظیم میں انسان پر کئی بار تنقید کی گئی ہے،اور جیسے ہی اس سے خطرات دور ہوجاتے ہیں تو اس کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ گویا وہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہمیں جانتا ہی نہیں ،قرآن عظیم سورہ (یونس:١١) میں فرماتا ہے: "وَلَوۡ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسۡتِعۡجَالَهُمۡ بِالۡخَيۡرِ لَقُضِىَ اِلَيۡهِمۡ اَجَلُهُمۡ‌ؕ فَنَذَرُ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ‏ ﴿۱۱﴾"

ترجمہ: "اور اگر خدا لوگوں کی برائی میں جلدی کرتا جس طرح وہ طلب خیر میں جلدی کرتے ہیں، تو ان کی (عمرکی) میعاد پوری ہوچکی ہوتی، سوان لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں انہیں ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بہکے رہیں" ۔

اس مبارک آیت کے مفہوم کی طرح سورہ کہف میں آیت "۵۸" اور سورہ فاطر کی آیت"۴۵" میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر الله تعالٰی جلدی لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دے گا تو وہ سب ہلاک ہوجائیں گے، اختیار جو کہ فرض کی بنیاد ہے، وہ ختم ہوجائے گا اور اطاعت ایک ہنگامی پہلو اختیار کرے گی۔

ممکن ہے کہ"اسۡتِعۡجَالَهُمۡ بِالۡخَيۡرِ" کا معنی یہ ہو کہ خدا کی سنت نیکی پہنچانے میں تیز رفتاری سے اور شر پہنچانے میں مہلت کے ساتھ ہو،اور اس جملے کا معنی یہ ہو کہ خدا تعالٰی خیر پہنچانے میں جلدی کرتا ہے۔

جب کہ وہ"بِرَبِّ النَّاسِ" لوگوں کا رب ہے تو ہمیں دوسروں کے تربیتی طریقوں کو نہیں اپنا نا چاہیے، اب جب کہ وہ "مَلِكِ النَّاسِ"لوگوں کا بادشاہ ہے، تو ہم خود کو دوسروں کا غلام نہ بنائیں، اور جب وہ"اِلٰهِ النَّاسِ"لوگوں کا معبود ہے، توہمیں چاہیے کہ ہم اس کے علاوہ کسی سے وابستہ نہ ہوں، یہ سوچ اور ایمان فتنوں سے بہترین پناہ کا ذریعہ ہے۔

وہ جو لوگوں کے سینے،دل اور روح میں وسوسہ ڈالتا ہے وہ انسانوں سمیت جنوں اور شیاطین میں سے ہو سکتا ہے، ہاں، امیدیں اور وعدے، آج اور کل کرتے رہنا فتنے کے طریقوں میں سے ہیں۔

"الوسواس":وسوسے سے مراد:پوشیدہ،آہستہ اور دھیمی آواز ہے،امام قرطبی نے کہا:شیطان کا وسوسہ یہ ہے کہ لوگوں کو خفیہ باتوں سے اپنی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے،ایسا وسوسہ کہ آواز سنے بغیر دل تک پہنچ جاتا ہے۔(تفسیر قرطبی:۲۰/۶۲۳)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"الخناس":خناس،خنوس کے مادہ سے ہے، جنوں اور انسانوں سے پیدا ہوتا ہے، انسانوں کو دھوکہ دینے اور سازش کرنے کے لیے آجاتا ہے، کہ اگر اللہ تعالی انسانوں کا مددگار نہ ہو تو انہیں تباہ کر کے آزمائش میں ڈال دے گا، اگر کوئی شخص خدا کو مدد کے لیے پکارتا ہے تو شیطان خناس فورًا بھاگ جاتا ہے، اور خود کو ایک اور موقع کے لیے تیار کرتا ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ: "وسواس" یعنی: وسوسہ کرنے والا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ فتنے کی حالت میں رہتا ہے، وہ نہ تھکتا ہے اور نہ ہی سست ہوتا ہے، جسے کہتے ہیں: وہ انتھک ہے، اور "خناس" یعنی: وہ دشمن جو اسے پیچھے ہٹاتے ہو وہ چھپتا دکھائی دیتا ہے، اور جب آپ یہ خیال کرتے ہو کہ وہ چھپا ہوا ہے، وہ دوبارہ آتا ہے، جیسے آپ کسی کو ایک دروازے سے نکالتے ہو تو وہ دوسرے دروازے سے تمہارے پاس واپس آجاتا ہے، چونکہ"خناس" کے اصل معنی: جمع ہونا اور پیچھے ہٹنا ہے، یہ اس سے کنایہ ہے کہ جب تم اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہو اور تم اللہ کا نام لیتے ہو، اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہو، تو شیطان بھاگ جاتا ہے، جب لمحہ بھر کے لیے لاپرواہی اور غفلت برتتے ہو تو شیطان دوبارہ ظاہر ہوتا ہے، درحقیقت وہ مسلسل غائب اور حاضر رہتا ہے، داخل ہوتا اور نکلتا ہے، پیچھے ہٹتا اور حملہ کرتا ہے، لہٰذ ا شیطان کے لیے"خناس" عموما چھپانے کے معنی میں آتا ہے، درحقیقت وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ کہو، میں شیطان کے فتنے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، جو خدا کے نام سے بھاگتا ہے اور چھپ جاتا ہے، شیاطین ہمیشہ لوگوں کی لاپرواہی کا فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسے ہی انسان غافل ہو جا تا ہے وہ حاضر ہوجاتے ہیں، اور جیسے ہی انسان چوکنا ہوجاتا ہے اللہ کی پناہ لیتا ہے اور آیات الٰہی کو یاد کرتا ہے، تو وہ غائب ہوجاتے ہیں،کیونکہ وہ حضور الٰہی کے ساتھ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتے ۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ خود کو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ جوڑے رکھے اور فریب کا روں اور چالوں کے مقابلے میں ضروری سہولتوں کے ساتھ ہمہ وقت تیار رکھے غافل نہ رہے اور بیدار رہے،تاکہ فتنہ انگیزوں کی چال میں نہ پھنس جائے، ورنہ یہ مخلوق یا نا پاک مخلوقات کے ذریعہ یا خاص طور پر انسان صفت وسوسہ ڈالنے والوں کے ساتھ حملہ کرکے اسے تباہ کردےگی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"خناس"دھوکے باز جھوٹا دوست اور ساتھی، بے وفا غدار دوست، زمانے کے خونخوار،ظلم کی طرف رہنمائی کرنے والا، بدعنوان اور بد معاشوں کا کام ہے جو مختلف طریقوں سے لوگوں کو تکلیف پہنچاتے اور دھوکہ دیتے ہیں، اور چالیں، جھوٹ، شعبدہ بازی، فریب، مکر اور بیہودہ باتوں اور طرح طرح کے سماجی، مالی، انسانی، نسلی،قومی اور مذہبی حقوق کو روند دیتے ہیں، اور وقت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ جھوٹ اور فتنوں کی چھتری تلے سب کچھ برباد کردیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر انسان کے دل میں دو گھر ہوتے ہیں، ایک میں فرشتہ اور دوسرے میں شیطان رہتا ہے(فرشتے اسے اچھے کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور شیطان برے کام کی) چنانچہ جب بھی بندہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے، شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جیسے ہی اللہ کے ذکر سے غفلت برتتا ہے تو وہ انسان کے دل پر قبضہ کرکے اس میں برے وسوسے ڈال دیتا ہے(رواہ ابویعلی عن انس مرفوعۃ،مظہری)

الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝	جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے

لفظ"وسواس" کا آیت مبارکہ میں بمعنی موجود اور وسوسہ ڈالنے والے کے ہے، وسوسہ ، خطرات اور ناجائز خیالات کے معنی میں بھی ہے، لیکن یہاں پر وسوسہ ڈالنے والے کے معنی میں ہے۔

با وجود اس کے کہ وہ کہتا ہے: "مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۝ الْخَنَّاسِ" یہ شیطان کے کام کے بارے میں کہتا ہے، اس کی تاکید اگلی آیت میں کی گئی "الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ"، اور "یوسوس"فعل مضارع ہے۔

فعل مضارع عمل کے تسلسل اور اسمرار کے لیے آتا ہے، مطلب یہ کہ وہ ہر وقت انسانوں کے وسوسے میں مشغول رہتا ہے، اور لوگوں کے دلوں میں گھس جاتا ہے،یعنی:ممکن ہے کہ ظاہری طور پر آپ اسے نہ دیکھ سکیں، اور اس کی موجودگی کو جسمانی طور پر محسوس نہ کریں،لیکن وہ انسانوں کے اندر اپنے فتنوں اور کج رویوں میں مصروف رہتا ہے، یا د رہے کہ"الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ" کے جملے میں مذکور تسلط کی یہ شکل انسانی سینے پر ایسی نہیں ہے کہ اس سے فرار کی کوئی صورت نہ ہو،کیونکہ قرآن کریم سورہ اعراف کی آیت ۲۰۱ میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ٢٠١" ترجمہ: "جو لوگ پرہیز گار ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں"

یہاں یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ وسوسہ برے عمل کا نقطہ آغاز ہے، اور جب یہ کسی غافل یا خالی الذہن شخص کو متاثر کرتا ہے تو پہلے اس کے دل میں ایک بری خواہش پیدا کرتا ہے، مزید وسوسہ ڈالنے کے بعد اس خواہش کو بری نیت اور اور ارادہ میں تبدیل کرتا ہے، پھر جب وسوسہ مزید بڑھ جاتا ہے، تو وہ ارادہ اور نیت ایک پختہ عزم میں بدل جاتا ہے، اور پھر آخری مرحلہ برا عمل ہے، اس لحاظ سے وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے خدا کی پناہ لینے کا مفہوم اور تصور یہ ہے کہ عظیم المرتبہ خدا برائی کو اس کے آغاز میں ہی مٹا دیتا ہے۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۚ٦	(خواہ وہ)جنات سے(ہو) یا انسانوں سے

اس آیت مبارکہ میں وسواس کا بیان ہے،یعنی: وسوسہ ڈالنے والا کبھی جنوں میں سے ہوتا ہے، اور کبھی انسانوں میں سے،شیطان جن (جیسا کہ ذکر ہوا) لوگوں کے دل، دماغ میں وسوسہ ڈالتا ہے،لیکن انسی شیطان کا وسوسہ لوگوں کے دلوں میں ایسا ہوتا ہے کہ وہ انسان کے سامنے خود کو ایک مشفق اور نصیحت کرنے والے کی صورت میں پیش کرتا ہے،اس کی باتیں خیر خواہی اور نصیحت کی صورت میں ہوتی ہیں، وہی بات انسان کے دل میں اترتی ہے جسے جنی شیطان اپنے وسوسے سے اس کے دل میں ڈالتا ہے، ایک قول کے مطابق : ابلیس جس طرح انسانوں کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اسی طرح جنوں میں بھی وسوسہ ڈالتا ہے، "مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ " کا عمومی نتیجہ اور فہم یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسول کو جنی اور انسی شیاطین سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شیطان جنی کا تو وسوسہ ڈالنا واضح ہے، کہ وہ خفیہ طور پر انسان کے دل میں باتیں ڈال دیتا ہے،لیکن شیاطین الانس تو ظاہرا سامنے آکر باتیں کرتا ہے، اس کا وسوسہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان الانس بھی سامنے زیادہ بولتے ہیں ، جس سے سننے والے کے دل میں شک و تردد پیدا ہوتا ہے وہ صراحت کے ساتھ نہیں کہتے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

شیخ عزالدین بن عبدالسلام اپنی کتاب "الفوائد فی مشکلات القرآن" میں کہتے ہیں: شیاطین الانس کے وسوسہ سے مراد خود انسانی نفس کا وسوسہ ہے، کیونکہ جس طرح شیطان انسان کے دل میں برے کام کرنے کی خواہش ڈالتا ہے، اسی طرح انسان کا نفس بھی برے کاموں کی طرف مائل ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہﷺ کو حکم ہوا کہ اپنے نفس کے شر سے پناہ مانگیں، حدیث میں یہ ہے کہ : " اللهم انی اعوذبك من شر نفسی و شر الشیطان و شرکه "یعنی: "اے اللہ!میں اپنے نفس کے شر،شیطان اوراس کے شرک سے تیری پناہ مانگتا ہوں".

ہم یہاں اضافہ کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات کے مطابق ابلیس جنوں کے خاندان سے ہے اور جنات ایک ایسی مخلوق ہے جو ہمارے حواس سے پوشیدہ ہے۔

اس لیے شیطان ایک جن ہے، اور یہ کہ شیطان کے سپاہی جنات ہیں یہ ایک فطری مسئلہ ہے، جب کہ اس مبارک سورت میں خدائے بزرگ و برتر ہم سے اس قسم کے شیطان کے بارے میں بات کررہا ہے جو انسانی جنس میں سے ہے، فرماتا ہے: "مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ " اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شیطان کے قابو میں آجائے تو وہ درحقیقت شیطانوں میں سے ایک شیطان ہوجائے گا، اب شیطان کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کے سپاہی اس کی اپنی جنس کے ہوں یا جنات کی جنس سے، گویا اس کے پاس جنوں کا لشکر ہے، یا یہاں تک کہ وہ کچھ لوگوں کو اپنے راستے میں لاسکتا ہے، اور انہیں خلفشار کے طور پر استعمال کرسکتا ہے، چنانچہ ہمیں اپنے ارد گرد کے انحرافی عوامل اور خلفشار سے پناہ مانگنی چاہیے چاہے وہ ہماری اپنی ذات سے ہوں یا ایسی مخلوقات کی شکل میں جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے، لیکن ان کے وسوسوں کو اپنی روح میں محسوس کرتے ہیں۔

شیطان کو انسان پر مسلط کرنے کی وجہ

مفسرین اپنی تفسیر وں میں شیطان کو انسان پر مسلط کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اللہ کی طرف سے شیطان کو انسان پر مسلط کرنا اس لیے ہے کہ لوگ اس کے ساتھ مقابلہ کریں، اور آزمائے جائیں،لیکن وہ لوگ جن کو اللہ تعالٰی نے اپنی پناہ دی ہے، وہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

شیطان کے شرسے محفوظ ہیں،جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: "وہ شخص تم میں سے نہیں ہے جس کا ساتھی اور ہمنشین شیاطین میں سے متعین کیا گیا ہو،صحابہ نے عرض کیا: کیا آپ بھی یا رسول اللہ؟ آپﷺ نے فرمایا: ہاں!حتی کہ میں بھی،لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحان و تعالٰی نے مجھے میرے ساتھی شیطان پر غالب کیا ہے، چنانچہ وہ شیطان میرے تابع (یا مسلمان ہوگیا ہے) اس لیے وہ مجھے خیر کے سوا کوئی حکم نہیں دیتا۔

حضرت انسؓ سے مروی حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ: رسول اللہﷺ مسجد میں متعکف تھے کہ رات کے وقت صفیہ ام المؤمنین آپﷺ سے ملاقات کے لیے تشریف لائیں، اور آپﷺ ان کے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لے گئے تا کہ انہیں گھر تک لے جائیں، اسی دوران انصار میں سے دو آدمی آپﷺ کے پاس سے گذرے، جب انہوں نے رسول اللہﷺ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے تاکہ جلدی گذر جائیں، تو آپﷺ نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا:ٹھہر جاؤ!یہ عورت جو میرے ساتھ ہے،صفیہ حیی کی بیٹی اور میری بیوی ہے"۔

ان دونوں نے کہا:سبحان اللہ، یا رسول اللہ! کیا ہم نے آپﷺ کے بارے برا گمان کیا تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " إن الشيطان يجرى من ابن آدم مجرى الدم و إنى خشيت أن يقذف فى قلوبكما شيئا.أو قال.شرا " ترجمہ: "شیطان ابن آدم (انسان) کے بدن میں اس طرح دوڑتا ہے جس طرح خون رگوں میں گردش کرتا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دل میں کچھ (یا کہا: کوئی شر) نہ ڈال دے"

نیز حدیث شریف میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:بے شک شیطان ابن آدم کے دل پر اپنا لگام لگا رکھتا ہے، پس اگر وہ اللہ کو یاد کرے گا تو پلٹ جائے گا، اور اگر اللہ کا ذکر بھول جائے گا تو اس کے دل کو نگل جائے گا، پس یہ ہے وہ " وسواس خناس"۔

اسی طرح ابی تمیمہ سے مروی حدیث شریف میں آیا ہے کہ:رسول اللہﷺ کی سوارپھسل گئی، تو میں نے کہا: (لعنت ہو شیطان پر) نامراد ہو شیطان! رسول اللہ ﷺ نے فرما یا ایسا مت کہو کہ: نامراد ہو شیطان!کیونکہ جب تم یہ کہو گے تو وہ خود کو بڑا محسوس کرے گا اور کہے گا: میں نے

(c) ketabton.com: The Digital Library

اسے اپنی طاقت سے قابو کیا،لیکن اگر تم کہو:بسم اللہ: خدا کے نام پر! اس صورت میں شیطان خود کو چھوٹا محسوس کرتا ہے، اور اس قدر

کچلا جاتا ہے کہ وہ مکھی کی طرح ہوجاتا ہے"۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: "جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے دل میں وسواس ہوتے ہیں، جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو شیطان واپس چلا جاتا ہے، اور جب اللہ تعالٰی کے ذکر سے غفلت ہوجائے تو وسوسہ ڈالتا ہے"۔

سورہ ناس میں خدا تعالٰی کی تین صفات

سورۃ ناس میں خدا تعالٰی کی تین عظیم صفات میں سے(ربوبیت، مالکیت اور الوہیت)بیان کی گئی ہیں، ان سب کا تعلق براہ راست انسان کی تعلیم اورا سے وسوسوں کے حملے سے بچانے سے ہے۔

البتہ خدا کی پناہ لینے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ انسان صرف اپنی زبان سے کہے، بلکہ اپنی فکر،عقیدہ اور عمل کے ساتھ بھی شیطانی طریقوں سے، برے افکار اور پروپیگنڈے سے خدا کی پناہ لے، بری مجالس اور شیطانی حلقوں سے کنارہ کش ہوجائے، اور رحمانی افکار اور تبلیغ کی راہ پر گامزن رہے، ورنہ جس شخص نے عملا خود کو ان فتنوں کے طوفان سے دوچار کیا ہو وہ صرف اس سورت کو پڑھنے، اور ان الفاظ کے ادا کرنے سے کبھی بھی ان فتنوں سے نہیں پہنچ سکے گا۔

"رب الناس"کہہ کر، انسان رب کی ربوبیت کو تسلیم کرتا ہے، اور خودکو اس کی سرپرستی میں رکھتا ہے۔

"ملک الناس"کہہ کر اپنے آپ کو اس کی ملکیت سمجھتا ہے، اور اس کے حکم کا غلام بن جاتا ہے۔

اور "الہ الناس" کہہ کر اس کی عبادت کی راہ میں قدم رکھتا ہے، اور اس کے علاوہ دوسروں کی عبادت سے پرہیز کرتا ہے، بلاشبہ جو شخص ان تینوں صفات پر یقین رکھتا ہے اور خود کو ان تینوں کے ساتھ ہم آہنگ کرتا ہے وہ فتنہ انگیزوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

در حقیقت یہ تین صفات تین اہم تعلیمی اسباق،تین روک تھام کے پروگرام اور فتنہ انگیزوں کے شر سے بچانے کے تین اہم ذرائع ہیں، گویا انسان کے لیے ان خطرات کے تحفظ کی ضمانت ہیں۔

اس سورت میں قابل بحث موضوعات

اس سورت میں قابل بحث موضوعات استعاذہ اور اللہ کی پناہ مانگنا۔

استغاثہ کی اقسام

استغاثہ کی دو قسمیں ہیں:

الف: اسباب اور چیزوں میں استغاثہ۔

اسباب کی دنیا میں استغاثہ کا مطلب یہ ہے کہ مثال کے طور پر انسان ایک مشکل میں ہوتا ہے، تو اس حالت میں وہ ایسی مخلوق سے مدد مانگتا ہے جو مدد کرنے کی طاقت اور وسائل رکھتی ہے، یہ مدد اچھائی کرنے اور بُرائی سے بچنے دونوں معاملات میں مانگی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ○" ترجمہ: "اور نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو" (سورہ مائدہ:۲)۔

اسباب اور وسائل سے اوپر مدد طلب کرنا

مافوق الاسباب مدد مانگنا یہ ہے کہ انسان کسی کام کے کرنے پر قادر نہ ہو، اس لیے ایک مؤمن آدمی اللہ سے مدد مانگتا ہے، جیسے پیارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم اسباب میں ایک لشکر تیار کیا اور جنگ بندی کی تیاری کی، لیکن ان کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے آپؐ نے بارگاہ الہیٰ سے اپنے لشکر کی فتح و نصرت کےلیے مدد طلب کی۔

" إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ○٩ " (سورۃ الانفال:۹) ترجمہ: "جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں"

(c) ketabton.com: The Digital Library

صحیح مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین پر نظر ڈالی جن کی تعداد ایک ہزار تھی، اور آپ ؐکے ساتھی ۳۱۳ تھے، تو آپؐ نے قبلے کی طرف منہ کرکے ہاتھ پھیلائے اور اپنے رب کو پکارا: "اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ إِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الإِسْلاَمِ لاَ تُعْبَدْ فِي الأَرْضِ (حدیث شمارہ:۴۶۸۷ صحیح مسلم) ترجمہ: "اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے مجھے وہ عطا فرما، اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری بندگی نہیں ہوگی".

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک سائبان کے نیچے تشریف فرماتھے، فرمایا: اے خدا! میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا وعدہ پورا کر ، خُدایا: اگر مؤمنوں کا یہ گروہ یہاں سے فناء ہوگیا تو روئے زمین پر کوئی اور تیرے اکیلے کی عبادت نہیں کرے گا"، اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے بہت اصرار کیا، کافی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہن کر باہر نکلے جب کہ آپ ؐ فرمارہے تھے، "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝۴۵ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ۝۴۶"

یعنی: ان کی جماعت عنقریب شکست کھا جائے گی، اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، لیکن ان کا مقررہ وقت قیامت ہے، اور روز جزا اس سے بھی بڑی اور کڑوی آفت ہوگی۔

امام طبرانی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک منافق تھا جو لوگوں کو اذیت پہنچاتا تھا، کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمیں منافق کے خلاف مدد کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استغاثہ مجھ سے کرنا جائز نہیں ہے، جا کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو (وروى الطبراني بإسناده عن عبادة بن الصامت أنه كان في زمان النبي - صلى الله عليه وسلم - منافق يؤذي المؤمنين، فقال بعضهم فقوموا بنا نستغيث

(c) ketabton.com: The Digital Library

برسول الله - صلى الله عليه وسلم - من هذا المنافق، فقال النبي - صلى الله عليه وسلم: (إنه لا يستغاث بي، وإنما يستغاث بالله)

استعاذہ (پناہ مانگنا)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ ہمیشہ اللہ کی پناہ مانگے، (فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ)، (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ)

لہذا ایک مسلمان پناہ مانگتے وقت کہتا ہے: " اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم"، اللہ کے پیغمبر بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں: "قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ" (سورہ بقرہ:۶۷) ترجمہ: "میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں اس سے کہ میں جاہلوں سے ہوجاؤں"، "وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ۝۲۰" (سورہ دخان :۲۶) ترجمہ: اور بے شک میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ پکڑتا ہوں، اس سے کہ تم مجھے سنگسار کردو"، "مَعَاذَ اللّٰهِ" (سورہ یوسف:۲۳) ترجمہ: "اللہ کی پناہ"، " قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۲۳ " (سورہ اعراف:۲۳) ترجمہ: "انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے، ابراہیم علیہ السلام جوکہ انبیاء کرام کے باپ ہیں وہ بھی ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کے دربار سے رجوع کرتے تھے، " ربنا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيداً لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ»(سورہ المائدہ/114)"

حضرت موسی علیہ السلام بھی بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالاً فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّواْ عَن سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلاَ يُؤْمِنُواْ حَتَّى يَرَوُاْ الْعَذَابَ الأَلِيمَ" (سورہ یونس:۶۸)

مشرکین قریش کی پناہ مانگنے کی عادت

پیغمبر اسلام ﷺ سے پہلے کے زمانے میں ایسے لوگ تھے:

(c) ketabton.com: The Digital Library

1 - جنات کی پناہ لیتے تھے: " وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا" (سورہ الجن/8) ترجمہ: اور یہ کہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انہوں نے ان(جنوں)کو سرکشی میں زیادہ کردیا۔

2 - بعض مشرکوں نے نیک لوگوں کے مجسموں کی پناہ لی، جیسے:لات، منات، ہبل وغیرہ ۔

3 - حبشہ کے بعض مشرکین نے درختوں کی پناہ لی، اسے باعث برکت سمجھتے تھے،"فعن أبي واقد الليثي قال: «خرجنا مع رسول الله (صلى الله عليه وسلم) إلى حنين ونحن حدثاء عهد بكفر، وللمشركين سدرة (بیری کا درخت) يعكفون عندها وينوطون بها أسلحتهم، يقال لها ذات أنواط، فمررنا بسدرة، فقلنا: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اجعل لنا ذات أنواط كما لهم ذات أنواط، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الله أكبر، إنها السنن، قلتم والذى نفسى بيده كما قالت بنو إسرائيل لموسى: اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ (سورہ الأعراف: 138)، لتركبن سنن من كان قبلكم" (سنن الترمذي تحت شماره (2180) اور اس حدیث کو صحیح کہاہے ۔

4 - بعض نے موتیوں ، لاٹھیوں ،دھاگو، تاروں وغیرہ کی پناہ لی اور نظر بد سے بچنے کے لیے ان چیزوں کا استعمال کیا۔

5 - یہ تمام اسباق اس لیے ہیں کہ انسان مشکلات کے وقت اللہ کی پناہ لے، بی بی مریم جو ایک موحدہ اور یکتا پرست بیٹی تھی، فرشتے سے ملاقات کے وقت اسے نہیں پہنچاتی اور کہتی ہے: "قَالَتْ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِٱلرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا"(سوره مريم:۱۸)

ترجمہ:"مریم بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو میں تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں "

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کی بارگاہ میں پناہ لینے کی بجائے دوسروں کی پناہ لیں؟

(c) ketabton.com: The Digital Library

جی ہاں! ایسے لوگ ہیں جو قرآنی عقیدہ نہیں رکھتے ،ان کے دلوں میں توحید جاگزین نہیں ہوا ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم خود مشرکین کے بارے میں کہتا ہے کہ اللہ کے علاوہ دوسروں کی پناہ لیتے تھے، قرآن کریم کی آیات جنات کی زبانی ہمارے لیے اس طرح بیا ن کرتا ہے: "وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا۝٦" (سورة الجن)

ترجمہ:"اور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے (اس سے) ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی".

وہ خود بیان کرتے ہیں کہ یہ اشخاص جو جنوں کی پناہ لیتے تھے، ان کی پریشانی میں اضافے کے سوا اور کچھ نہیں کرتے تھے۔

ہمارے زمانے میں ایسے لوگ موجود ہیں جو قسمت کا حال بتانے والے نجومیوں کے پاس جاتے اور ان کی پناہ لیتے ہیں،یا یہ کہ یہ جادوگر اور نجومی ان کو دوسروں کی پناہ دیتے ہیں جیسے:جنات کی اور ان کے تعویذوں میں جنات کے نام لکھتے ہیں،اور شیطان بھی جنات میں سے تھا، "اِلَّآ اِبْلِيْسَ۝ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ۝" (سورہ کہف: ۵۰)

اس لیے وہ ایک نئے انداز میں ان لوگوں کے افعال کو دہراتے ہیں جن کا ذکر قرآن نے برائی سے کیا ہے۔

آج بھی ایسے لوگ ہیں جو اشخاص کی پناہ لیتے ہیں، آپ پورا قرآن پڑھیں، قرآن کے کسی صفحے میں نہیں ہے کہ کسی پیغمبر نے کسی فرشتے کی پناہ لی ہو،یا کسی پیغمبر نے اپنے پچھلے کسی پیغمبر کی پناہ لی ہو، یا قرآن کی کوئی آیت حکم دیتی ہو کہ اپنی مشکلات میں کسی شخص کی پناہ لے لو، لیکن بد قسمتی سے آج بہت لوگ ایسے ہیں جو اولیاء اللہ کی پناہ لیتے ہیں، یہ درست ہے کہ یہ لوگ عظیم ہستیاں ہیں،لیکن مصیبت کے وقت ان کی پناہ لینا جائز نہیں، تمام انبیاءؑ نے ہمیشہ خدا کی بارگاہ میں پناہ مانگی ہے، اگر ہم درد و تکلیف میں پناہ گاہ چاہتے ہیں تو صرف بارگاہ الٰہی سے رجوع کر کے انبیاءؑ کی طرح "ربنا" کہیں گے۔

انسان کے دو دشمن، انس اور جن، اور ان کا مقابلہ کرنا

(c) ketabton.com: The Digital Library

علماء کہتے ہیں کہ: انسان کا دشمن دوسرا انسان یا انسان کا دشمن شیطان ہوسکتا ہے، ہمارے عظیم رب نے ہمیں دشمن سے لڑنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے حسن سلوک، برداشت، ترک انتقام اور حوصلہ جیسے نکات اختیار کرنے کی نصیحت کی ہے۔

اور اگر اس حکمت عملی سے دشمن نہ رکے تو پھر جہاد اور قتال کا حکم فرمایا ہے،لیکن شیطان کی دشمنی کے مقابلہ کے لیے صرف استعاذہ اور اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم دیا۔

ابن کثیر نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اس موضوع کے بارے میں قرآن کی تین آیات لکھی ہیں،جن میں ان دو دشمنوں کا تذکرہ کیا گیا ہے،کہ وہ انسانی دشمن ہیں اور ان سے دفاع کے لیے اچھے کردار، عدم انتقام کے ساتھ ساتھ حسن سلوک کی طرف رہنمائی کی ہے، اور شیطان دشمن کے مقابلے میں استعاذہ کی تلقین کی ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں:پورے قرآن میں یہی تین آیتیں اس موضوع کے بارے میں آئی ہیں،ایک تو یہ ہے: "خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۝١٩٩"(سورہ اعراف:١٩٩) ترجمہ: "(ای محمد) عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کرلو"

پھر شیطان دشمن کے مقابلے میں کہا: "وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝٢٠٠"(سورہ اعراف:٢٠٠)

اور اس کا نتیجہ خدا کی پناہ مانگنا ہے، دوسری آیت میں انسانی دشمن کے علاج کے لیے فرمایا: "اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ"(سورہ مؤمنون :٩٦)
یعنی:برائی کو اچھائی کے ذریعہ دفع کریں،پھر شیطان دشمن کے مقابلے میں فرمایا: "وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ ۝٩٧ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ۝٩٨ "(سورۃ المؤمنون:٩٧،٩٨) ترجمہ: "اور تو کہہ اے میرے رب ! میں شیطانوں کے وسوسے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں"۔

تیسری آیت میں انسانی دشمن سے دفاع کے لیے فرمایا: "اِدْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝٣٤"(سورہ فصلت:٣۴) ترجمہ:تم برائی

(c) ketabton.com: The Digital Library

کو اچھائی سے دور کرو، اگر آپ لوگ ایسا کروگے تو دیکھو گے تمہارا دشمن تمہارا مخلص دوست بن جائے گا۔

پھر شیطان دشمن کے مقابلے میں فرمایا: "وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝٣٦ "(سوره فصلت: ۳۶)

یہ وہی الفاظ ہیں جو سوره اعراف میں شیطان دشمن کو دور کرنے کے لیے آئے تھے، خلاصہ یہ ہے کہ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے

استعاذہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، (ابن کثیر)۔

ان تینوں آیات میں دشمنان انسانی کے ساتھ عفو و درگذر اور حسن سلوک بتایا گیا ہے،کیونکہ فطرتا انسان ایسے ہی ہیں، اچھے سلوک اور احسان سے شکست کھا جاتے ہیں، اور جو اپنی صلاحتیں کھو چکے ہیں اور صرف شر النفس ہیں، ان کا علاج دوسری آیات میں جہاد و قتال کے ساتھ بتایا گیا ہے، کیونکہ وہ کھلے دشمن ہیں،ان کا کھلے عام مقابلہ کیا جاتا ہے، اس لیے ان کی طاقت کو شیطان ملعون کے برعکس جو کہ فطری طور پر برا ہے، اس پر عفو و درگذر کا کوئی اثر نہیں ہوتا ، جب تک کہ وہ اپنے شر سے باز نہ آجائے، اور نہ ہی اس کا مقابلہ جہاد سے کیا جاسکتا ہے، یہ دونوں قسم کے نرم اور گرم حرب صرف انسان دشمن کے خلاف استعمال کیے جاسکتے ہیں، شیطان کے خلاف استعمال نہیں کیے جاسکتے ، لہٰذا اس کا علاج صرف خدا سے پناہ مانگنے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنے سے ہی ممکن ہے، کہ پورے قرآن میں اس کی تلقین کی گئی ہے، اسی پر قرآن کریم کا اختتام ہوا ہے۔

شیطان کو "خناس" کیوں کہا گیا؟

اہل لغت لفظ "خناس" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "خناس" صیغہ مبالغہ ہے"خنوس" کے مادہ سے لیا گیا ہے،جمع ہونے اور پیچھے ہٹنے کے معنی ہے، اس لیے "خناس" شیطان کا لقب پڑگیا کہ جب اللہ تعالٰی کا نام لیا جائے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ:شیطان کو اس لیے"خناس" کا لقب دیا گیا کہ وہ ہمیشہ انسان کو وسوسہ کرتا رہتا ہے،اور جیسے ہی انسان اللہ تعالٰی کی یاد میں مشغول ہوجائے تو وہ خود کو چھپا لیتا ہے، اور جیسے ہی انسان

(c) ketabton.com: The Digital Library

اللہ تعالٰی کی یاد سے غافل ہوجاتا ہے تو شیطان واپس حاضر ہوکر اپنی "خناسی" میں مصروف ہوجاتا ہے۔

خناسوں کا گروہ

اس بارے میں کہ"وسواس خناس" صرف ایک گروہ یا متعین افراد و اشخاص ہیں،یا کہ صرف انسانوں میں"خناس"موجود ہے، یا یہ گروہ جنات میں بھی سرگرم ہے؟ اس کے جواب میں یہ کہنا چاہیے کہ خناسوں کا گروہ صرف ایک گروہ یا ایک لباس میں موجود نہیں ہے، خناس جنوں اور انسانوں میں بکھرے ہوئے ہیں، ہر لباس ہر جماعت اور ہر گروہ میں پائے جاتے ہیں، اس گروہ کا مختلف اجتماعات میں اور مختلف لباسوں اور عناصر میں تقسیم ہونے کی حد ہم انسانوں کو سکھاتی ہے کہ ہم ان کی سازشوں اور پروپیگنڈے سے ہوشیار رہیں اور ان سب سے خدا کی پناہ مانگیں۔

شیطان اور انسان پر اس کا تسلط

انسان کے ذہن میں اکثر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے عظیم رب نے ایسی مخلوق کیوں پیدا کی جو ابتداء پیدائش سے ہی انسان سے دشمنی رکھتی ہے، اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اس کے وجود کو ختم کیوں نہیں کرتا؟

اس سوال کے جواب میں قرآن کریم سورہ اعراف کی آیت "۲۷" میں بہت خوبصورت جواب دیتے ہوئے کہتا ہے، اگر کوئی کہے خدا ئے رحمن و رحیم نے کیسے ایک دشمن کو اس طاقت سے انسان پر غلبہ دیا، ایک ایسا دشمن جس کی طاقت کا کوئی توازن نہیں اور وہ جہاں چاہیے جاسکتا ہے بغیر اس کے اس کی موجودگی کا کوئی احساس کرے،حتٰی کہ بعض روایات کے مطابق انسان کے جسم کے اندر رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:ہم نے شیاطین کو بے ایمان افراد کا سر پرست بنایا ہے،"اِنَّا جَعَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ لِلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ۲۷ؕ
" یعنی: ان کو ہرگز ان لوگوں کے دل اور روح میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے جو اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، یا دوسرے لفظوں میں مذکورہ بالا عبارت اس فہم کو واضح کرتی ہے کہ: پہلا قدم انسان اٹھاتاہے اور شیطان کو خود پر مسلط ہونے کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

اجازت یا موقع دیتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان کوداخل ہونے کی اجازت دیتا ہے، اور انسان کے اس اقدام کے بعد شیطان داخل ہونے کا ذریعہ تلاش کرتا ہے، کہ خود کو انسانی روح کی حدوں تک پہنچنا دے اور اس پر پوری طرح قبضہ کرلے۔

اس لیے جو لوگ شیطان کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے ، تو شیطان ایسے افراد پر غلبہ پانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

ہمارا عظیم رب اس بارے میں فرماتا ہے: "إِنَّمَا سُلْطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُۥ وَٱلَّذِينَ هُم بِهِۦ مُشْرِكُونَ ۝١٠٠"(سورہ نحل:۱۰۰)ترجمہ: "شیطان ان لوگوں پر غلبہ رکھتا ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں، اور اس کو اپنا ولی بنا کر اس کی عبادت کرتے ہیں"

اسی طرح سورہ حجر: "۴۲" میں اس موضوع کو دوبارہ بیان فرماتے ہیں: "إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ إِلَّا مَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ ۝٤٢" ترجمہ: "تم میرے بندوں پر حکمرانی نہیں کرسکو گے سوائے ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کرتے ہیں"

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں شیطان اور اس کے چیلے نظر نہیں آتے ،لیکن باشعور اور بیدار لوگ جانتے ہیں کہ اگر وہ شیطان خناس کے وسوسوں سے لڑیں تو اس کے اثر و رسوخ کو روک سکتے ہیں۔

گمراہوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی

لغت میں "توبہ" اور "توب" بمعنی پلٹنے اور واپس ہونے کے ہیں۔

راغب ؒ اپنی "مفردات" میں لکھتے ہیں کہ: "توب" کا معنی ہے گناہ کو سب سے خوبصورت انداز میں چھوڑنا اور یہ معذرت کرنے کی بہترین شکل ہے، کیونکہ معذرت کرنے کی تین قسمیں ہیں:

یا معذرت خواہ شخص کہے:میں نے فلان کام نہیں کیا، یا کہے:میں نے وہ کام کیا ہے،لیکن اس کام کے کرنے سے میرا مقصد ایسا ویسا تھا، یا وہ کہتا ہے: میں نے ایسا کیا،لیکن میں نے برا کیا، اور میں اسے دوبارہ نہیں دہراؤں گا، آخری قسم کو شریعت میں توبہ کہا جاتا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

توبہ عربی لفظ ہے، جس کا معنی ہے گزرے ہوئے عمل پر پشیمان ہونا، اور ترک گناہ کا عزم کرنا، اور اعمال کی تلافی کرنا۔

محترم قارئین

جیسا کہ توبہ کے لفظی اور اصطلاحی مفہوم سے سمجھا جاسکتا ہے، توبہ دراصل دل کی ندامت ہے، یہ پچھتاوا اور پشیمانی نہ صرف دل کا ارادہ اور عزم ہے، بلکہ یہ عزم اور ارادہ انسان کے عمل میں بھی ظاہر ہونا چاہیے، اور واضح کرنا چاہیے کہ اس معاملے میں سب سے اہم عمل فرائض کو انجام دینا اور محرمات کو چھوڑنا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارا عظیم رب اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو دل کی گہرائیوں سے اپنے برے عمل پر پشیمان ہو اور اس کی تلافی کا عزم کرے، قرآن کریم کہتا ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی گہرائیوں سے توبہ کرتے ہیں، اور اپنےعمل کی اصلاح کرتے ہیں، اللہ کی طرف سے ان کی توبہ قبول کی جائے گی، " إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا "(سورہ بقرہ آیت: ۱۶۰)

اس صورت میں اللہ تعالٰی اپنے فضل و کرم سے اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے، توبہ قبول نہ کرنا یہ خدا کے مقصد کے خلاف ہے، اور اللہ تعالٰی ایسا نہیں کرتا۔

ہمارے عظیم رب نے توبہ کا دروازہ قیامت تک کھلا رکھا ہے، اگر اللہ نہ کرے توبہ کے دروازے بند ہوجائیں تو تکامل کامحرک ختم ہوجائے گا، انسان کو تباہی،مصائب اور آخر کار زوال اور عظیم مصبت کا سامنا کرنا پڑے گا، توبہ کے سوا انسان کی نجات کے لیے کوئی راستہ نہیں بچے گا۔

لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو ان تمام تر غیبات اور دعیدوں کے با وجود اپنی جہالت پر اڑے ہوئے ہیں، اور گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور وہ نہ صرف اپنے خالق کا انکار کرتے ہیں، بلکہ اپنی تمام شیطانی چالوں اور برائیوں کے ساتھ دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف رہتے ہیں، اور برے انداز سے شرک کی تبلیغ کرتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

الله رب العزت سورہ نساء آیات:(۴۸ اور ۱۱۶) میں فرماتے ہیں: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰ لِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ افۡتَـرٰۤى اِثۡمًا عَظِيۡمًا ۴۸"

ترجمہ: "یقینا خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے، اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کردے، اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتاں بندھا" اور پھر فرماتے ہیں: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ۱۱۶ "

ترجمہ: "یقینا خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخشش دیگا، اور جس نے خدا کے ساتھ شریک بنایا وہ راستے سے دور ہوجا پڑا"

مشرکین اور گمراہ لوگ دین اور اس کی خدمت کرنے والوں کے ساتھ دشمنی کو اپنی ذمہ داری بنا چکے ہیں ان کے منصوبوں میں فتنہ ،بغض اور دشمنی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، سب سے پہلے وہ دوسروں کو ستانے اور غیبت کرنے کے بجائے خود پر ظلم کرتے ہیں۔

اسلام کے مقدس دین کی ہدایت اور احکامات میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور پیشین گوئی کی گئی ہے کہ: ایسے لوگوں کی توبہ جو آیات اور احادیث نبوی میں تحریف کرتے ہیں، اور دینی عقائد کا انکار کرتے ہیں اور دین میں بدعت ایجاد کرتے ہیں، یا ان تمام لوگوں کی توبہ جو لوگوں کو گمراہ کرنے کا سبب بنتے ہیں قبول نہیں ہوتی۔

اس قسم کے لوگوں کے ساتھ خدا کا فضل شامل نہیں ہوتا اور فرعون کی طرح جہالت میں غرق اور خدا کے غضب میں گرفتار ہوتے ہیں۔

لیکن محترم قاری!اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گناہ جس قدر بھی ہو توبہ سے معاف ہوجاتا ہے،عمومی اور جامع معافی قرآن کریم کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایک آیت کا اہم پیغام ہے: "قُلۡ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسۡرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُواْ مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغۡفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًاۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلۡغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ۝٥٣ "(زمر آیت:۵۳)

ترجمہ: "کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی؟ اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ تعالی سب گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے"۔

مگر وہ لوگ جو یا تو حق کو نہیں سمجھتے اور اپنی جہالت اور کج روی کا شکار ہیں، یا جان بوجھ کر گمراہ ہیں، اور اپنی زبان و قلم سے دوسروں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں، ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اور آخر کار اس دنیا میں شرمندہ ہوں گے، اور آخرت میں جہنم میں ہوں گے اور ان پر خدا کی لعنت ہوگی۔

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ، قرآن کریم مشرکین اور شرک کفر اور الحاد کی تبلیغ کرنے والوں کے بارے میں کہتا ہے کہ خدا تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے،لیکن شرک کے گناہ کو معاف نہیں کرتا۔

"إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ ۝" (سورہ نسأ آیہ:۱۱۶) ترجمہ:

"بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے"

متعدد علماء کرام کی رائے ہے کہ: توبہ کی آیات کے الفاظ میں عمومی مفہوم دیکھا جاسکتا ہے، ایک اصطلاح کے مطابق یہ تمام انسانوں کی حالت کو شامل ہے، اور شرک کو بھی احاطہ کرتی ہے، اور کہتے ہیں کہ اس حکم میں شرک بھی شامل ہے، جیسا کہ کہتا ہے: "وَهُوَ ٱلَّذِي يَقۡبَلُ ٱلتَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهِۦ"(سورہ شوری:۲۵)

اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ:یہ آیت اور دیگر آیات جن میں توبہ کے احکام شامل ہیں، ان میں شرک کے بھی معافی کا ذکر ہے، تو بہ کے نتیجے میں، شرک کو معاف نہ کرنے کا مطلب اس کی توبہ قبول نہ کرنا نہیں ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ بعض گناہ بغیر توبہ کے اللہ تعالٰی کی وسیع رحمت کے نتیجے میں، نیک اعمال کرنے اور کبیرہ گناہوں کو ترک کرنے جیسے

(c) ketabton.com: The Digital Library

طریقوں سے انہیں معاف کیا جائے گا،لیکن شرک کبھی بھی اس خصوصی رحمت کے دائرے میں شامل نہیں ہوتا، کیونکہ شرک پر رحمت الہٰی کے نزول کا کوئی راستہ نہیں، البتہ توبہ کی روشنی میں معاف ہونا ایک فطری امر ہے، وہ لوگ جو اسلام کی ابتداء میں دین اسلام کی طرف راغب ہوتے تھے،تو نبیﷺ ان کا اسلام قبول کرتے تھے، حالانکہ پہلے وہ مشرک ہوتے تھے، اس لیے توبہ اور گناہ سے واپسی تمام گناہوں کو دھو ڈالے گی، حتی کہ شرک کو بھی۔

فرعون کی توبہ کیوں قبول نہ ہوئی

فرعون کی توبہ اس لیے قبول نہ ہوئی ، کیونکہ فرعون کا ایمان ہنگامی حالات اور مجبوری کے تحت تھا، یعنی جب فرعون ایک ایسی حالت میں پہنچ گیا ، جہاں سے نکلنا ناممکن تھا، اور دوسری طرف اس کے پاس اس سے فرار کا کوئی راستہ نہ تھا، اور اس کی موت یقینی تھی، لہذا اس کی توبہ اور پشیمانی اس کے کسی کام نہ آئی یہ ان تمام مجرموں، گنہگاروں اور گمراہوں کے حال اور قسمت کی طرف اشارہ ہے کہ ایمان یا توبہ انہیں ہنگامی حالت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

قرآن عظیم ایک خاص خوبصورتی کے ساتھ بیان فرماتا ہے: "حَتّٰۤی اِذَآ اَدۡرَکَہُ الۡغَرَقُ۟ۙ قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِہٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَ اَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ۝۹۰" (سورہ یونس آیت: ۹۰)

ترجمہ: "یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب)نے آپکڑا تو کہنے لگا میں ایمان لایا کہ جس(خدا) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں"۔

اس لیے خدا نے اسے مخاطب کرکے فرمایا: "آٰلۡـٰٔنَ وَ قَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ وَ کُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ۝۹۱"

ترجمہ: "(جواب ملا)کہ اب (ایمان لاتا ہے) حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا"

محترم قارئین:

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ حکم فرعون کے لیے نہیں ہے،تو یہ قبول کرنے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ توبہ موت آنے سے پہلے کی جائے،جیسا کہ قرآن کریم کہتا ہے: "وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ۔ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ"(سورہ نساء:۱۸)

ترجمہ: "اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو(ساری عمر) برے

کام کرتے رہے، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آموجود ہو"۔

حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ عبادات میں شریعت کی بنیاد نقل پر ہے نہ کہ عقل پر،لیکن اس میں سادہ اور قابل فہم منطقی بات یہ ہے کہ بندے کے اختیار میں ہے، اگر اس نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے اور واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے، اور کوئی اچھا موقع نہیں ہے تو بے بسی سے آخری موقع پر توبہ کا انتخاب کرتا ہے، تو اس صورت میں منطقی بات بھی ایسی ہے کہ توبہ قبول نہ ہے۔

ایسی منطق اللہ تعالٰی کی رضا اور ارادہ کے سامنے باوجود تمام گناہوں کے ممکن ہے معافی کے مستحق قرار پائے، (ان شاء اللہ تعالٰی) البتہ یہ آیت ان آیات کے معانی سے متصادم نہیں ہے جو کہتی ہیں کہ آخری سانس تک توبہ قبول ہے۔

کیونکہ اس سے مراد وہ لمحات ہیں کہ اس نے ابھی تک موت کی قطعی نشانیاں نہیں دیکھی ہیں،یعنی عالم برزخ کو نہیں دیکھا ہے۔

اے پروردگار!ہمیں سچے توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور گمراہ ہونے سے بچا۔

جو شخص اللہ تعالٰی کو ہر حال میں حاضر و ناظر سمجھتا ہے اسے کبھی کفر نہیں کرنا چاہیے اور برائی اور فساد کا پر چار نہیں کرنا چاہیے، خدا کی ذات اس تمام فتنہ و فساد سے پاک ہے جو وہ دیکھتے ہیں، اور اس سلسلے میں مجرموں کو سب سے پہلے نقصان پہنچے گا اور اس سے پہلے کہ ان کو نقصان پہنچے، اچھے اعمال و افعال کی طرف رجوع کریں اس کا بہترین طریقہ اور اس قرآنی آیت کی مثال کے طور پر ہم انسانوں کے لیے اب عمل کرنا ممکن نہیں رہا، یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم پوری ایمانداری کے ساتھ دعا

(c) ketabton.com: The Digital Library

کریں اور اظہار کریں: "قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۲۳ "(سورہ اعراف:۲۳)

ترجمہ: "دونوں نے کہا اے ہمارے رب !ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقینا ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہوجائیں گے"۔

شیطان خبیث

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ۖ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۝ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝۱۶۸"

ترجمہ: "اے لوگو! ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال، پاکیزہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

ماہر لسانیات کی اکثریت کا خیال ہے کہ "شیطان" عربی لفظ ہے، اور "شطن" کے مادہ سے مشتق ہے، "شطن" دور ہونے کے معنی میں ہے، اور سرکشی کرنے والا متمرد چاہے انسان ہو یا جن یا جانور شیطان کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے، لیکن"شاطن" بہ معنی خبیث کے ہے، اور ابلیس اس کی اولاد(خاندان) اور اعوان(مددگاروں) کو سرکشی،عصیان اور خباثت، اور وسوسہ ڈالنے کی وجہ سے شیطان خبیث کہا گیا ہے۔

یہ لفظ قرآن پاک میں شیطان کے ساتھ تعاون کرنے والوں کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے،"وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ۝ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ"(سورہ بقرہ:۱۴)(اور جب منافق اپنے شیاطین کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمارے ساتھ ہیں)

یا جیسا کہ قرآن کریم سورہ انعام آیت نمبر "۱۱۲ " میں فرماتا ہے: "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ"(اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا)

"الشیطان"،الشیاطین" اور "شیطانا" قرآن عظیم کی مختلف سورتوں میں اس کا ذکر "۹۰" سے زیادہ مرتبہ آیا ہے،تمام مواقع میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

شیطان انسان کا دشمن اور برا چاہنے والے کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

روایات میں مذکور ہے کہ:شیطان طنزیہ انداز میں کہتا ہے: پروردگار!تیرے بندے تجھ سے محبت کرتے ہیں،لیکن تیری نافرمانی بھی کرتے ہیں، اور اس کے برعکس مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور میری اطاعت کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ بدلے میں جواب دیا جائے گا: میں ان کی اس اطاعت

کو جو تیری کرتے ہیں معاف کروں گا، اس دشمنی کی وجہ سے جو تیرے ساتھ رکھتے ہیں، اور میں ان کا ایمان قبول کرتا ہوں، اگر چہ انہوں نے میری اطاعت نہیں کی اس محبت کی وجہ سے جو وہ مجھ سے رکھتے ہیں۔

قرآن میں بعض شیطانی بری صفات

پہلی صفت: جو قرآن عظیم میں شیطان کے لیے بیان کی گئی ہے وہ در حقیقت انسان اور اس کی اولاد سے شیطان کی شدید دشمنی ہے،(اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ) "یقینا شیطان کی دشمنی انسا ن کے لیے عیاں ہے"(سورہ یوسف:۵)

دوسری صفت: جو کہ قرآن کریم میں شیطان کی بیان کی گئی ہے: وہ بہکاوا، اورشیطان کی گمراہ کن سازش ہے،(قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۝۸۲) "شیطان نے کہا: قسم ہے تیری عزت کی!کہ میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کردوں گا"(سورہ ص آیت:۸۲)

تیسری صفت: قرآن کریم میں جو شیطان کی بیان ہوئی ہے وہ تکبر اور غرور کی سب سے بری اور بدترین صفت ہے: "يَعِدُھُمْ وَيُمَنِّيْہِمْ۝۰ۭ وَمَا يَعِدُھُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۝۱۲۰" (شیطان ان سے جھوٹے وعدے کرتا ہے،خواہشات میں انہیں مشغول رکھتا ہے، انہیں دھوکہ اور فریب کے علاوہ کچھ نہیں دیتا)(نساء:۱۲۰)

اسی طرح : سورہ ابراہیم:۲۲)(حشر:۱۷-۱۶)(اسراء:۶۴-۶۵)،(انفال:۴۸) ملاحظہ کریں قرآن میں شیطان کا ایک نام "غرور " بھی بیان ہوا ہے

(c) ketabton.com: The Digital Library

"غَرور "لفظ "غُرور" کا صیغہ مبالغہ ہے، اور دراصل اس کا اصلی معنی کوئی شخص یا کوئی ایسی چیز ہے جو بہت چالاک اور دھوکے باز ہو،"يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۫ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۝ "(سورہ فاطر:۵) "اے لوگو!یقینا اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے" (سورہ فاطر آیت:۵)۔اسی طرح سورہ لقمان آیت: "۳۳" میں۔

"يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۝۱۴ " ترجمہ: "وہ انہیں آواز دیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں اور لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم انتظار کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور(جھوٹی) آرزؤں نے تمہیں دھوکا دیا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور اس دغا باز نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا دیا"۔

اگر هم آدم علیه السلام کے واقعه میں شیطان کی چالوں اور فریبوں کا جائزہ لیں تو همیں معلوم هوگا که شیطان ماهر نفسیات کے طور پر اور انسانی جسم میں موجود دو طاقتور خواهشات پر هاتھ رکھ کر (ایک همیشه رهنے کی خواهش اور دوسری طاقت کی خواهش) اس نے اس سے جھوٹا وعدہ کیا اور اس کے غور فکر کے مرکز کو نشانه بنایا، "فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۝۲۰ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۝۲۱" (سوره اعراف: 21- 22) ترجمه: پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسه ڈالا، تاکه ان کے لیے ظاهر کرے جو کچھ ان کی شرم گاهوں میں سے ان سے چھپایا گیاتھا اور اس نے کها تم دونوں کے رب نے تمهیں اس درخت سے منع نهیں کیا، مگر اس لیے که کهیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا همیشه رهنے والونمیں سے هوجاؤ".

"فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى۝۱۲۰" (سوره طه : 120) ترجمه: پس شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا، کهنے لگا اے

(c) ketabton.com: The Digital Library

آدم ! کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور ایسی بادشاهی بتاؤں جو پرانی نه هو؟"۔

اور اس طرح خدا تعالی فرماتاهے : "فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ... وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۲۲" (سوره اعراف : 22) ترجمه: "پس اس نے دونوں کو دهوکے سے نیچے اتارلیا.... اور ان دونوں کو ان کے رب نے آواز دی کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نهیں کیا اور تم دونوں سے نهیں کهاکه شیطان تم دونوں کا کهلا دشمن هے" ۔

چوتهی صفت: شیطان کی قرآن میں یه هے که شیطان نے انسانوں کے اعمال کو انسانوں کی نظروں میں خوبصورت اور مزیّن دکهایاهے، اس طرح سے وه انسانوں کو راه راست اور حق کے راستے سے بهٹکانا اور منحرف کرنا چاهتاهے : " وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۲۴" (سوره نمل: 24)۔

ترجمه: "اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کردیے هیں، پس انهیں اصل راستے سے روک دیا هے، پس وه هدایت نهیں پائے" ۔

پانچویں صفت: شیطان کی قرآن میں یه هے که: شیطان همیشه لوگوں کو فحش اور گناه کا حکم دیتاهے : "اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۲۶۸" (سوره بقره: 268) . ترجمه: "شیطان وعده دیتا هے تم کو تنگدستی کا اور حکم کرتاهے بے حیائی کا اور الله تعالی وعده دیتاهے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور الله تعالی بهت کشائش والاهے سب کچه جانتاهے"۔

چهٹی صفت: شیطان کی قرآن میں یه هے که: باوجود اس کے که شیطان مکار اور دهوکے باز هے، لیکن اس کا مکر اور حیله کمزور هے : "اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا " سوره نساء : 76) ترجمه: "بے شک شیطان کی چال همیشه نهایت کمزور رهی هے" ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ساتویں صفت: شیطان کی قرآن مجید میں یه ھے که: شیطان بھولنے کا سبب بن جاتاھے:"فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ۝وَمَاۤ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ" سوره کهف: 63) ترجمه :" بے شک میں مچھلی بھول گیا اور مجھے وہ نہیں بھلائی مگر شیطان نے ".

"فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ" (سوره یوسف : 42) ترجمه: لیکن شیطان نے ان کا اپنے آقاسے ذکر کرنا بھلادیا".

آٹھویں صفت: شیطان کی قرآن کریم میں یه ھے که : شیطان کی اولاد اور اس کی نسل کی پیدائش ھے: "اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ۝بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا" سوره کهف: 50) ترجمه: " کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سواء دوست بناتے ھو ، حالانکه وہ تمھارا دشمن ھے" .

نویں صفت : خود کو خیرخواہ کے طور پر پیش کرنا: شیطان کی چالوں میں سے ایک یه ھے که وہ انسان کے خیالات میں گھس جاتاھے اور اس طرح خود کو انسانوں کے لیے خیرخواہ ظاھر کرتاھے، مثال کے طور پر ، شیطان کی چال آدم علیه السلام کے بارے میں تھی: "فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَا وٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ۝٢٠ وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَۙ۝٢١" (سوره اعراف: 21- 22) ترجمه: پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسه ڈالا، تاکه ان کے لیے ظاھر کرے جو کچھ ان کی شرم گاھوں میں سے ان سے چھپایا گیاتھا اور اس نے کھا تم دونوں کے رب نے تمھیں اس درخت سے منع نھیں کیا، مگر اس لیے که کھیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا ھمیشه رھنے والونمیں سے ھوجاؤ".

"وسوس‌له" جملے میں حرف "لام" کے مطابق جو عمومًا فائدے کے لیے آتاھے ، اس سے یه معلوم ھوتاھے که شیطان نے اپنے وسوسے میں آدم کے لیے مھربانی اور دوستی کا روپ اپنایاتھا، جب که جمله "وسوس‌الیه" میں ایسا کوئی معنی نھیں ھے، اس کا صرف کسی کے دل میں " مخفی طور پر داخل" ھوناھے .

محترم قارئین :

(c) ketabton.com: The Digital Library

دشمن پر بھروسہ کرنا اور اس کی مسکراھٹوں ، وعدوں اور حمایتوں کی جال میں پھنس جانابھی ایک اور بڑی مصیبت ھے جس سے لوگوں کو هوشیار رھنا چاهیے، دشمن کو اس کی نشانیوں سے پهچاننا چاهیے، چاھے جس شکل میں بھی ھو، اور لوگوں کو اس کے رویے سے آگاہ کیا جائے ، جو کبھی کبھی دوستی او ر مدد کی ظاھری شکل کے پیچھے چھپ جاتاھے۔

اے پروردگار ! همیں شیطان مردود اور خبیث کے شر سے محفوظ رکھ ، اے الله ! هم شیطان کے شر سے تیری پناہ مانگتے هیں ۔

شیطان سے نمٹنے میں قرآن کریم کی هدایت و رهنمائی

جیساکه هم پهلے بیان کرچکے هیں ، قرآن کریم نے متعدد آیات میں شیطان کو انسان کا واضح دشمن قرار دیاھے اور فرمایا: "اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ" ترجمه: شیطان انسان کا صریح دشمن ھے " ایک اورتنبیه میں فرماتاھے: اے ابن آدم ! شیطان تمهیں دھوکه نه دے ، جس طرح اس نے تمھارے والدین کو جنت سے نکال دیا۔

قرآن عظیم انسان کو خبردار کرتاھے، او ر انسان کو همیشه خطرے سے آگاہ کرتا، اور فرماتاھے: جو شخص خدا کی بجائے شیطان کو اپنا ولی اور سرپرست منتخب کرے گا وہ صریح اور عظیم نقصان کا مرتکب هوگا۔

نیز شیطان کے پیروکاروں میں بارے قرآن کهتاھے: "میں ضرور تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والے بندوں سے جهنم کو بھردوں گا"۔

یهاں ایک سوال پیدا هوتاھے اور وہ یه ھے که تمام قرآنی تنبیهات کو مد نظر رکھتے هوئے اور شیطان خبیث کی خطرناک عزائم کے بارے میں انبیاء اور علماء کی تمام تنبیهات کے باوجود لوگ ان تنبیهات سے غافل کیوں هیں؟ اس کے جواب یه هوسکتاہے که انسانوں کی اس غفلت کا خلاصه درج ذیل عوامل میں کیا جاسکتاھے :

پهلا عامل: انسانوں میں شیطان کا اثر اس قدر پوشیدہ اور خفیه منصوبه بندی کی تحت ھے که انسان سمجھتاھے که اس نے خود هی فیصله کیاھے، او ر وہ کسی کی دشمنی محسوس نهیں کرتا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسرا عامل: اس خطرناک دشمن کی پیروی کے فوری نتائج ، اس کا مطلب یہ ھے کہ اکثر لوگ جو شیطان اور نفس امارہ کی پیروی کرتے ھیں ، اتنی جلدی نھیں کہ انسان اس کا کڑوا ذئقه چکھ کر اس کا مقابله کرسکے .

تیسرا عامل: انتھا پسندی ھے، جس کے نتیجے میں لوگ مزاحمت کرنے کی صلاحیت سے محروم ھوجاتے ھیں ،

چوتھا عامل: حیرت انگیز تنوع اور لچک ھے، جو شیطان میں موجود ھے، انسانوں پر اثر انداز ھونے والے عوامل میں سے ایک شیطان کی منصوبے ھیں .

یاد رھے که قرآن عظیم میں شیطان کو ا نسان کا واضح دشمن قرار دیاگیاھے.

رب تعالی نے شیطان کو وسوسے کی اجازت کیوں دی ؟

اس سے پھلے که میں سوال کا جواب دوں، ذرا سا پیچھے جاکر واقعه کا قرآن عظیم کے نقطه نظر سے مختصرًا شروع سے آغاز کرتاھوں، جب شیطان نافرمانی کی وجه سے دربار الھی سے دھتکارا گیا، تو اس نے الله تعالی سے مھلت مانگی، الله تعالی نے اسے ایک خاص مدت تک کے لیے اسے مھلت دی، تو شیطان نے مھلت پانے کی بعد کھاکه : وه بنی آدم کوفتنے میں ڈالے گا، اور ان کو برے کاموں پر مجبور کرے گا، قرآن مجید نے سوره حجر کی آیت : (36 تا 40) اس بارے میں کھتاھے : "قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۝۳۶ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۝۳۷ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۝۳۸ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۝۳۹ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۝۴۰ " ترجمه: "(اس نے) کہا کہ پروردگار مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ (مرنے کے بعد) زندہ کئے جائیں گے، فرمایا: تجھے مہلت دی جاتی ہے وقت مقرر(یعنی قیامت) کے دن تک، (اس نے) کہا پروردگا جیسا تونے مجھے رستے سے الگ کیاہے میں بھی زمین میں لوگوں کےلیے (گناہوں) کو آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا، ہاں! ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں (ان پر قابو پانا مشکل ہے".

(c) ketabton.com: The Digital Library

سوال کے جواب میں یہ کہاجاسکتاھے : کہ خدا نے انسان کو پیدا کیا اور اسے اختیار اور انتخاب کی آزادی دی، تاکه انسان اچھائی اور برائی کے انتخاب میں آزاد هو، وه چاہے تو انبیاء کے راستے پر چل کر ابدی سعادت حاصل کرسکے، اور اگر چاہے تو اور اپنے آپ کو خدا اور پیغمبر سے دور کر کے گناہ اور برائی کی طرف پلٹ سکتاھے۔

اس دوران الله تعالی نے انبیاء اور مقدس کتابیں بھیج کر انسان کو نیکی اور سعادت کی طرف دعوت دی تو انسان کو شر اور برائیوں کی طرف دعوت دینے والی قوت کا هونا بھی ضرورت تھی، تا که انسان کی آزادی ، اختیار اور انتخاب میں ضائع نه هو، اور وه دورا هے پر کھڑے ہوکہ ، درست راستے کا انتخاب کر کے اپنا کمال ثابت کرے، مطلب یہ که یه امتحان اور انتخاب بندے کی ضرورت هے ۔

لهذا شیطان کے وسوسے نه صرف ایمان والوں کے لیے نقصان ده نهیں هیں ، بلکه یه ان کے تکامل اور ترقی کا سبب بنتے هیں، اور شیطان کے وسوسوں کے باوجود خدا کی راہ کا انتخاب بهت قیمتی هے، ایمان والے شیطان کے فتنوں سے لڑکر کمال کے اعلی درجے پر پهنچ جاتے هیں، بنیادی طور پر دشمن کی موجودگی انسان کو زیاده تیار اور مضبوط بناتی هے، اور اسے اپنے تمام امکانات کو بروئے کار لانے اور اپنے عزم پر ثابت قدم رهنے پر مجبور کرتی هے۔

اس کے ساتھ ساتھ یه بھی جان لیں کہ شیطان کے وسوسے زبردستی کی حد تک نهیں هیں، اور شیطان کبھی بھی کسی شخص کو گناہ کرنے پر مجبور نهیں کرسکتا اور نه هی اس کو اس بات کی اجازت هے، اس کا کام صرف وسوسه ڈالنا هے، ایک مؤمن شخص کے لیے اس کا مقابله کرنا مشکل نهیں هوگا، جب وه اس سے چند بار مقابله کرلے، جیساکه قرآن عظیم نے اس معاملے کو سوره نحل آیت :" 99 تا 100" میں اپنی خاص خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا هے: "إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝٩٩ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ۝١٠٠" ترجمه: بے شک حقیقت یه هے که اس کا ان لوگوں پر کوئی غلبه نهیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسه رکھتے هیں، ان کا غلبه تو صرف ان لوگوں پر هے جو اس سے دوستی رکھتے هیں او رجو اس کی وجه سے شریک بنانے والے هیں"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اس کے علاوه ایک اور جگه قرآن کریم شیطان کی بات نقل کرتاھے که قیامت کے دن ان لوگوں کے جواب میں کھے گا جو اپنی گمراھی کا ذمه دار شیطان کو ٹھھرا تے ھیں " وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ" (سوره ابراهیم : 22) ترجمه: " اور میرا تم پر کوئی غلبه نه تھا، سوائے اس کے که میں نے تمھیں بلایا تو تم نے فورًا میرا کھنا مان لیا، اب مجھے ملامت نه کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو".

مختصر یه که شیطان کا وسوسه اجباری اور الزامی نهیں ھے، یه فتنه مؤمنوں کی ترقی او ر ارتقا کا باعث بھی ھے .

آخرمیں دعا کرتاھوں

اے رب ! همیں شیطان مردود کے وسوسوں سے ، اس کے شیطانی ، خبیثانه اور ابلیسانه کاموں سے ، اور لوگوں کو گمراه کرنے والے مکار شیطا ن کے فریب سے :" الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝" اور خنّاس کی فتنه انگیزی کے شرسے اپنے حفظ و امان میں رکھ

اے رب ! هم شیطان خبیث کے شرسے تیری پناه مانگتے هیں ، اور بلند آواز سے اعلان کرتے هیں: "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵" ترجمه: کہو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی، اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے (۳)اور گروہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے(۴) اور حسدکرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے(۵).

اے رب ! تو رحمان ، رحیم اور کریم ھے ، اپنے گنھگار بندوں سے اپنے فضل اور رحمت نه روک .

شیطان کے وسوسےکو دور کرنا

درحقیقت فتنہ ایک خطرناک بیماری ھے ، اور یه انسانوں کے لیے شیطا ن کی چالوں میں سے ایک ھے ، که شیطان اپنے وسوسوں سے لوگوں کومشکل میں ڈالنا چاھتاھے ، اس لیے خدانے اپنے نبی کو اس فتنه سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

خدا کی پناہ لینے کا حکم دیا اور اس معاملے پر مکمل سورت نازل فرمائی :" قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۙ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ڏ الْخَنَّاسِ ۙ۝۴ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۝۶" -

شیطان لوگوں کو آزماتاھے ، اور مؤمنوں کے معاملے میں سخت ھے، وسوسه کا علاج دوچیزوں سے ھوتا ھے:

1 - مؤمن کو چاھیے که اس وسوسے کی طرف توجه نه کرے ، بلکه عزم کے ساتھ اسے دفع کرے، کیونکه وسوسه شیطان کی طرف سے ھے، اور اسے نقصان نهیں پهنچاتا.

2 - وه الله تعالی کے ذکر میں مشغول هوجائے تو شیطان اس سے دور رھے گا، اس لیے که شیطان کے بارےمیں الله تعالی کا ارشاد ھے: "الْوَسْوَاسِ ڏ الْخَنَّاسِ " یعنی جب کوئی شخص اپنے رب کے ذکر سے غافل هوجاتاھے تو شیطان اس کے پاس آتاھے اور اسے آزماتاھے ، جب بنده اپنے رب کو یادکرتاھے تو شیطان اس سے دور رھتاھے ، سائل اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو میرا مشوره یه ھے که یه دو کام کریں:

أ) وسوسه پر توجه نه کریں اور اس سے متاثر نه هوں تو الله کے حکم سے وسوسه دور هوجائے گا ، کیونکه جب بنده اس کی طرف توجه کرتاھے یا اس پر دھیان دیتاھے تو وسوسه اضافه هوتاھے اور شیطان انسان پر غلبه حاصل کرلیتاھے.

ب) الله تعالی کے ذکر اور قرآن عظیم کی تلاوت میں کثرت سے مشغول رھے اور شیطان سے الله کی پناه مانگے ، آیت الکرسی اور معوذتین (سوره فلق اور ناس) کی تلاوت کرے اور مسلسل پڑھے ، اس عمل کے ساتھ الله کی حکم سے وسوسه دور هوجائے گا .

شیطان کا مکر بهت کمزور ھے

مندرجه بالا پهلوؤں کو مد نظر رکھتے هوئے یه خیال نهیں کرنا چاھیے که شیطان کی طاقت مضبوط اور اس سے لڑنا بهت مشکل اور بھاری ھے ، اس خیال سے متعلق خدا تعالی فرماتاھے: اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا" ترجمه:

(c) ketabton.com: The Digital Library

"بے شک شیطان کی چال همیشه نهایت کمزور رهی هے" (سوره نساء : 76) .

سوره نحل میں جهاں قرآن کی تلاوت کرتے هوئے مدد مانگنے کا حکم دیاگیاهے، اس کے ساتھ ساتھ یه بھی فرمایا که جن مؤمنوں نے خدا پر بھروسه کیاهے ، یعنی: خدا کی پناه مانگی هے ان پر شیطان کا تسلط نهیں هوگا، جیساکه فرماتاهے: "فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝٩٨ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝٩٩ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ۝١٠٠" سوره نحل " 98 تا 100).

ترجمه: اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے خدا کی پناه مانگ لیا کرو، بے شک حقیقت یه هے که اس کا ان لوگوں پر کوئی غلبه نهیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسه رکھتے هیں، ان کا غلبه تو صرف ان لوگوں پر هے جو اس سے دوستی رکھتے هیں او رجو اس کی وجه سے شریک بنانے والے هیں"۔

استعاذه کے مسائل اور اس کے شرعی احکام کی تفصیل گذرچکی هے ملاحظه کی جائے۔

الله تعالی نے قرآن پاک کا آغاز سوره مبارکه فاتحه سے کیا هے، که حمد وثناء کے بعد اس کا خلاصه یه هے که الله سے مدد طلب کرنا اور صراط مستقیم پر چلنا، مدد الهی اور صراط مستقیم ایسی دوچیزیں هیں که ان میں انسان کے دین اور دنیا کی کامیابی پوشیده هے ، لیکن ان دونوں چیزوں کو حاصل کرنے اور پھر ان کو استعمال کرنے میں شیطان کے مکر و فریب اور وسوسے کی جال قدم قدم پربچھا هواهے ، چنانچه الله تعالی نے قرآن کریم کو اس جال کے منصوبے کو پاش پاش کرنے پر ختم کیا جوکه استعاذه هے .

محترم قارئین :

ام المؤمنین حضرت عائشه رضی الله عنها فرماتی هیں که جب بھی رسول الله صلی الله علیه وسلم بسترپه جاتے ، دونوں هتھیلیاں ملاکر سوره اخلاص اور معوذتین پڑھتے ، پھر هاتھ کے دونوں هتھیلیوں سے سر، چهر ه اور جسم کے دیگر حصوں کو مسح کرتے، اور اسی طرح تینوں سورتوں کو تین بار پڑھتے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

(اهل سنن کی روایت کی مطابق)اللهم اجعلنا من المخلصين فى أعمالنا وادفع عنا أذى شياطين الإنس والجن و أبعد عنا شر الموسوسين وقنا عذاب جهنم و لا تفضحنا يوم العرض و الدين.

«سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ «180» وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ «181» وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ «182" ترجمه: پاک هے تیرا رب ، عزت کا رب، ان باتوں سے جو وہ بیان کرتے هیں ، اور سلام ان پر جو بهیجے گئے ، اور سب تعریف الله کے لیے هے، جو تمام جهانوں کا رب هے"۔

ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك انت التواب الرحيم.

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد. وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد.

سبحانك اللّهم وبحمدك أشهد أن لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك. اللهم اجعل القرآن حجة لنا ولا تجعله حجة علينا برحمتك يا أرحم الراحمين.

یا الها! هم سے اپنے کلام کا ترجمه اور تفسیر قبول فرما اور اسے همارے نیک اعمال میں شمار فرما، قرآن کو هماری زندگیوں کا رهنما بنا ۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبى الكريم

ومن الله التوفيق

(c) ketabton.com: The Digital Library

مآخذ پر ایک نظر

1 - تفسیر صفوة التفاسیر:

تألیف محمد علی صابونی (مولود سنہ ۱۹۳۰ء) یہ تفسیر سنہ ۱۳۹۹ھ میں لکھی گئی ، اس تفسیر کو مرتب کرنے میں مصنف نے تفسیر کی اہم ترین اور معتبر کتب سے استفادہ کیاہے- جیسے: تفسیر طبری، کشّاف، قرطبی، آلوسی، ابن کثیر، البحر المحیط و غیرہ.

2 - تفسیر انوار القرآن:

تألیف عبدالرؤف مخلص هروی. "تفسیر انوار القرآن" تین تفسیروں سے منتخب کی گئی ہے: فتح القدیر شوکانی، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر المنیر وهبه الزحیلی.
سال اشاعت: سنہ ۱۳۸۹ھ- مقام اشاعت: احمد جام– افغانستان.

3 - تفسیر المیسّر:

تألیف: دکتور عایض بن عبدالله القرنی (یکم جنوری 1959م). پبلشرز: شیخ الاسلام احمد جام، طبع: سنہ ۱۳۹۵ھ .

4 - تفسیر کابلی:

تفسیر کابلی مفسر: شیخ الإسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمه الله علیه، مترجم: شیخ الهند حضرت مولانا محمود الحسن رحمه الله علیه، ترجمه دری/فارسی: افغانستان کے علماءکی ایک جماعت.

5 - تفسیر معالم التنزیل - بغوی:

تفسیر البغوی تألیف حسین بن مسعود بغوی (متوفی سنہ ۵۱۶ھ) یہ تفسیر عربی زبان میں لکھی گئی ہے، اور تفسیر الکشف والبیان ثعلبی سے بہت متأثر ہے-

6 - تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر:

تألیف: ابن جوزی ابوالفرج عبدالرحمن بن علی (سنہ ۵۱۰ھ، سنہ ۱۱۱۶ء- ۱۲ رمضان سنہ ۵۹۲ھ) "زاد المسیر فی علم التفسیر" جو "زاد المسیر" سے مشہورہے، ابن جوزی کی تفسیرہے جوکہ: عظیم تفسیر المغنی فی تفسیر القرآن کا خلاصہ ہے)

7 - البحر المحیط فی التفسیر القرآن: ابو حیان الأندلسی:

تألیف: محمد بن یوسف بن علی بن حیان نفری غرناطی (۶۵۴ سنہ ھ ، سنہ ۷۴۵ھ) ابوحیان غرناطی کے نام سے مشہورہے. تفسیر "البحر المحیط" عربی زبان میں ہے. انہوں نے ہرآیت کے الفاظ کی تحقیق اور ترکیب و بیان کے فرق پر خصوصی توجہ دی ہے -

8 - تفسیر القرآن الکریم - ابن کثیر:

(c) ketabton.com: The Digital Library

تفسیر القرآن العظیم: تألیف عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی(متوفی سنہ ۷۷۴ھ) ابن کثیر کے نام سے معروف ہے. یہ آٹھویں صدی کے ممتاز علماء اور محققین میں سے ایک ہیں . (جلال الدین سیوطی، عظیم قرآن دان اورمفسر فرماتے ہیں: ابن کثیر کی ایسی تفسیر ہے کہ جس کے انداز اور طرزپر کوئی اور تفسیرنہیں لکھی گئی ہے).

9 - تفسیر بیضاوی:

یا "أنوار التنزيل و أسرار التأويل"، جو "تفسیر بیضاوی" سے مشہورہے، تألیف شیخ ناصرالدین عبدالله بن عمربیضاوی (متوفی سال سنہ ۷۹۱ھ) یہ تفسیر ساتویں صدی میں عربی میں لکھی گئی، اور (سنہ ۱۴۱۸ھ یا سنہ ۱۹۹۸ء)میں دار إحياء التراث العربي - بیروت – لبنان سے شائع ہو چکی ہے.

10 - تفسیر الجلالین:

جلال الدین محلی اور ان کے شاگرد جلال الدین سیوطی (جلال الدین محلی کی وفات سنہ ۸۶۴ھ اور وفات جلال الدین سیوطی کی وفات سال سنہ ۹۱۱ھ) (اشاعت کا سال سنہ ۱۴۱۶ھ یا سنہ ۱۹۹۶ء .

ناشر: مؤسسة النور المطبوعات، محل نشر: بیروت-لبنان) یہ تفسیر 10 ویں صدی میں عربی میں لکھی گئی تھی، اور یہ ان چند تفسیروں میں سے ایک ہے جو متعدد علماء نے لکھی ہے .

11 - تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن- تفسیر طبری:

علامہ أبو جعفر محمدبن جریر بن یزیدطبری متولد(۲۲۴ سنہ ھ وفات سنہ ۳۱۰ھ) بغداد میں یا (سنہ ۸۳۹ء – سنہ ۹۲۳ء) (4 صدی ہجری، ناشر: دار المعرفة، مقام اشاعت: بیروت) شیخ طبری تیسری صدی کے مشہور محدث، فقیہ، مفسر اور مؤرخ میں سے ایک ہیں.

12 - تفسیر ابن جزی التسھیل لعلوم التنزیل:

تألیف: محمدبن احمدبن جزی غرناطی الکلبی جُزَیّ سے مشہور(متوفی سنہ ۷۴۱ھ)

(ناشر: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم، بیروت-لبنان)یہ اسلامی مغرب کی سب سے مکمل اور اپنے وقت میں سب سے مفید اور زیادہ پڑھی جانی والی تفسیروں میں سے ہے.

13 - تفسیر ابو السعود:

"تفسير إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم" تألیف: مفسر شیخ ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفی عمادی (متوفی سنہ ۹۸۲ھ) یہ ترک نژاد علماء میں سے ہیں. (مقام اشاعت: مکتبة الرياض الحدیثه بالرياض).

14 - تفسیر فی ظلال القرآن:

(c) ketabton.com: The Digital Library

تألیف: سید بن قطب بن ابراهیم شاذلی (متوفی سال ۱۳۸۷ھ)۔
سال اشاعت: ۱۴۰۸ھ ق یا ۱۹۸۸ء . ناشر: دار الشروق، مکان نشر: بیروت – لبنان

15 - تفسیر الجامع لاحکام القرآن-تفسیر القرطبی:

مؤلف کا نام: اندلس (اسپانیا) کے مشهور عالم اور محقق علامه ابو عبد الله محمد بن احمد بن بکر بن فرح القرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) ان کی اس تفسیرکے لکھنے کا بنیادی مقصد قرآن کریم سے احکام اور فقهی مسائل اخذ کرناہے .

16 - تفسیر معارف القرآن:

مولف: حضرت علامه مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی، مترجم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف حسین پور.

17 - تفسیر خازن:

تفسیر کا نام: "لباب التأویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن" تألیف: علاء الدین علی بن محمد بغدادی الخازن کے نام سے مشهور ہے اور (متولد ۶۷۸ھ و متوفی ۷۴۱ھ) .

18 - روح المعانی (الوسی):

تفسیر "روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم" یہ محمود أفندی آلوسی کی تالیف ہے. (۱۲۱۷ - ۱۲۷۰ھ) سال نشر: 01 جنوری ۲۰۰۷ء مقام اشاعت: ادارة الطباعة المنيرية تصوير دار إحيار التراث العربي.

19 - جلال الدین سیوطی:

"الاتقان فی علوم القرآن" "تفسیر الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور" مؤلف: حافظ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی شافعی. (۱۴۴۵ء- ۱۵۰۵ء)
مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف ۱۴۲۶ھ المدينه المنوره

20 - زجاج: "تفسیر معانی القرآن فی التفسیر":

مؤلف: الزَّجّاج أو أبو إسحاق الزجّاج أو أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن السري بن سهل الزجاج البغدادی. (۲۴۱ھ ، ۳۱۱ھ / ۸۵۵ء ، ۹۲۳ء)۔

21 - تفسیر ابن عطیة:

تفسیر کا مکمل نام: "المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ابن عطیة" مؤلف: أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن تمام بن عطية الأندلسی المحاربی (المتوفی: ۵۴۲ھ) سال اشاعت: ۱۴۲۲ھ – ۲۰۰۱ھ، دار ابن حزم.

(c) ketabton.com: The Digital Library

22 - تفسیر قتادة:

أبو الخطاب قتادة بن دعامة بن عكابة الدوسی بَصْری (سہ ۶۱ھ - سہ ۱۱۸ھ ، سہ ۶۸۰ء — سہ ۷۳۶ء). وہ تابعین میں سے تھے، جنہیں لغت، عرب کی تاریخ، نسب کی پہچان، حدیث، عربی شاعری اور تفسیر کے علوم پر دسترس حاصل تھی، اور ساتھ ہی حافظ بھی تھے. وہ بصرہ اور عراق میں رہتےتھے، لیکن نابینا تھے. امام احمد بن حنبل اس کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ بصرہ میں سب سے زیادہ مضبوط حافظہ رکھتے تھے، اور وہ جو کچھ سنتے تھے اسے حفظ کرلیتے تھے، میں نے ایک مرتبہ انہیں جابر کی کتاب پڑھ کر سنائی تو انہوں نے اسے حفظ کرلیا. ان کا حافظہ پوری تاریخ میں ضرب المثل تھی. ان کا انتقال عراق میں طاعون سے ہوا.

23 - تفسیر کشاف کو تفسیر زمخشری کہا جاتاھے.

"تفسير الكشاف عن حقايق التنزيل و عيون الأقاويل فى وجوه التأويل" تفسیر کشاف سے مشہورہے. مؤلف: جار الله زمخشری (۲۷ رجب سہ ۴۶۷ھ — ۹ ذی الحجہ سہ ۵۳۸ھ)

یہ تفسیر پہلی بار ۱۸۵۶ میں کلکتہ میں دوجلدوں میں شائع ہوئی، پھر ۱۲۹۱ میں مصرکے بولاق میں اور پھر ۱۳۰۷،۱۳۰۸، اور ۱۳۱۸ میں قاھرہ میں شائع ہوئی.
مقام طباعت: پبلشرز دار إحیا التُراث العربی.

24 - تفسیر ابن کثیر:

مؤلف: ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب طبری ، جو جریر طبری کے نام سے مشہور ہے ،متولد: سہ 224ھ ، وفات: سہ ۳۱۰ھ بغداد (۲۱۸ _ ۳۱۰ هجری شمسی. تاریخ طبری علم ، تاریخ اور تفسیر کے باپ سے مشهورہے.
ساتویں طباعت: سہ ۱۴۰۲ھ _ سہ ۱۹۸۱ء - محل طبع: دار القرآن الكريم، بیروت - لبنان.

25 - مفسر صاوى المالکی:

"حاشية الصاوى على تفسير الجلالين فی التفسير القرآن الكريم"مؤلف: احمد بن محمد صاوی (سہ ۱۱۷۵ھ — سہ ۱۲۴۱ھ).
سال اورمقام اشاعت: بالمطبعة العامرة الشرفية سنة ۱۳۱۸ هجرية.

26 - سعيد حوی:

حَوّی، سعید، حَوّی، سعید، مفسر "الاساس فی التفسیر(گیارہ جلد؛ قاهره ۱۴۰۵)، جو کہ حوی کے سب سے اہم اور با اثر کاموں میں سے ایک ہے.

(c) ketabton.com: The Digital Library

سال اشاعت: ســـ١٤٢٤ھ یا ســـ٢٠٠٣ء ، مقام اشاعت:قاهره - مصر موسسه دار السلام

27 - تفسیر کبیر فخر رازی:

تفسیر فخر رازی جس کو تفسیر کبیر کہاجاتاہے، شیخ الإسلام فخرالدین رازی (ســـ٥٤٤ھ ســـ٦٠٦ھ) تفسیر کبیر فخررازی کی سب سے اہم اور جامع تصنیف ہے، اور عربی زبان میں قرآن مجید کی متعدد اہم اور ممتاز تفسیروں میں سے ایک ہے ۔

28 - تفسیر سّدی کبیر:

تفسیر سّدی کبیر "ابومحمد اسماعیل بن عبدالرحمان"،کی تصنیف ہے، جو سدّی کبیرکے نام سے مشہور ہے، جن کا انتقال ســـ١٢٨ھ میں ہوا،حجاز کے تھے، جبکہ کوفہ میں رہتےتھے۔
وہ عظیم مفسراور تاریخ کے ایک قابل مصنف تھے خاص طورپر ابتدائی اسلام کے غزوات (جنگوں) کے بارے میں،ان کی تفسیر "تفسیر کبیر" کے نام سے مشہور ہے جو کہ ان کے بعد لکھی گئی تفسیروں کا بھرپور ماخذ ہے۔
"جلال الدین سیوطی" "خلیلی" سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سدی اپنی تسیر کو ابن مسعود اور ابن عباس کی اسناد سے ذکر کرتاہے۔ "ثوری" اور "شعبه" جیسے بزرگوں نے ان سے روایت کیاہے ۔

29 - تفسیر المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز:

مؤلف:ابومحمد عبدالحق بن غالب بن عبدالرحمن بن غالب محاربی ، جو ابن عطیه اندلسی (ســـ٤٨١ھ – ســـ٥٤١ھ) کے نام سے مشہور ہیں ۔

30 - تفسیر فرقان:

تألیف: شیخ بهاء الدین حسینی

31 - کتاب حاشیة محیی الدین شیخ زاده علی تفسیر القاضی البیضاوی:

مصنف: شیخزاده، محمد بن مصطفی
زبان: عربی
ناشر: دار الکتب العلمیة

دوسرے مصنفین: مصنف: بیضاوی، عبدالله بن عمر - مصحح: شاهین، محمد عبدالقادر - مصنف: شیخزاده، محمد بن مصطفی ۔

32 - تفسیر گلشاهی:

مؤلف: دکتور آناطواق آخوند گلشاهی۔ موضوع: قرآن کریم کا مکمل ترجمه اور تفسیر۔

33 - کتاب حاشیة محیی الدین شیخ زاده علی تفسیر القاضی البیضاوی:

مصنف: شیخ زاده، محمد بن مصطفی

(c) ketabton.com: The Digital Library

زبان: عربی

34 - تفسیر مجاهد:

تفسیر مجاهد، اثر ابوالحجاج مجاهد (21 - متوفّی ۱۰۲ یا ۱۰۳ یا ۱۰۴ یا ۱۰۵ ه) جابر یا جبیر مکی مخزومی کا شمار قرآنی علوم کے مفسرین اور علماء میں ہوتاہے -

35 - فیض الباری شرح صحیح البخاری:

داکتر عبد الرحیم فیروز هروی، سال طبع: 26 Jan 2016.

36 - صحیح مسلم -وصحیح البخاری:

جمع کرنے والا: مسلم بن حجاج نیشاپوری جو کہ امام مسلم کے نام سےمشہورہیں، اور سن ۲۶۱ھ میں وفات پائی.اور صحیح البخاری کو جمع کرنے والا: حافظ ابو عبد الله محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن مغیرة بن بردزبه بخاری (سن ۱۹۴ھ-سن ۲۵۶ھ)

37 - تفسیر نور دکتور مصطفی خرمدل:

تفسیر نور کا مکمل نام: "ترجمۂ معانی قرآن" تألیف: دکتور مصطفی خرمدل کردستانی: (متولد سال: سن ۱۳۱۵ھ ، وفات: سن ۱۳۹۹ھ).

38 - مفردات الفاظ القرآن:

راغب اصفهانی کا.(خیر الدین زرکلی نے اپنی کتاب "الأعلام" میں کہا: وہ اصفہان کے تھے لیکن بغداد میں رہتےتھے، ایک مشہور ادیب تھے، اور سن ۵۰۲ھ میں وفات پائی".امام فخرالدین رازی اپنی کتاب "تأسيس التقديس" میں علم اصول میں ذکر کرتےهیں کہ راغب ائمۂ اهل سنت میں سے تھے، اور غزالی کے هم عصر تھے. (بغية الوعاة 2 / 297، وأساس التقديس صفحه 7.).

39 - تفسیر اور بیان کلمات قرآن کریم:

شیخ حسنین محمد مخلوف (سن ۷۵۱ھ - سن ۸۱۲ھ)،اسباب نزول، علامه جلال الدین سیوطی، ترجمه: ازعبدالکریم ارشد فاریابی. (پبلشرز شیخ الاسلام احمد جام)

ایمیل

saidafghani@hotmail.com

ادرس

Aminuddin Saidi

Wittelsbacher Strasse 34

Brühl 50321

Germany

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library